اعلاء السنن

(متن حدیث معرّب)

لفخر المحدثین الناقد مولانا ظفر احمد العثمانی التھانوی رحمہ اللہ

مع ترجمہ وتشریح موسوم بہ

احیاء السنن

مولانا نعیم احمد

مدرس: جامعہ خیر المدارس ملتان شہر

جلد دوم

مکتبہ امدادیہ

ملتان - پاکستان۔ فون: ۵۴۴۹۶۵

فہرس

ابواب احیاء السنن جلد دوم

مکروہاتِ نماز (ان باتوں کا بیان جو نماز میں مکروہ ہیں)

احکام مساجد کے ابواب

وتر کے ابواب

ابواب فوت شدہ نمازوں کی قضاء کے احکام

ابواب صلوٰۃ المریض

ابواب جمعہ

ابواب العیدین

ابواب صلوٰۃ الخوف

ابواب الجنائز

ابواب صلوٰۃ الجنازۃ

فصل حمل جنازہ کے بیان میں

ابواب الشہید

کتاب الزکوٰۃ

چرنے والے جانوروں کی زکوٰۃ کے بیان میں

ابواب مالوں کی زکوٰۃ کے بیان میں

ابواب کھیتوں اور پھلوں کی زکوٰۃ کا بیان

ابواب صدقۃ الفطر

کتاب الصوم

ابواب کن چیزوں سے روزہ کی قضاء اور کفارہ واجب ہے

ابواب الاعتکاف

ختم شد

مقدمہ

حامداً ومصلیاً اما بعد. برادرانِ اسلام! یہ بات تو نصف النہار کے سورج کی طرح کھل کر سامنے آ گئی ہے کہ لیظہرہ علی الدین کلہ (کہ مقصدِ بعثتِ نبویہ یہ ہے کہ آپ ﷺ دینِ حق کو تمام ادیان پر غالب کر دیں) والی قرآنی پیش گوئی کا اظہار دین بالدلائل والاحصہ کفار کے مقابلہ میں سو فیصد پورا ہو چکا ہے۔ اسلام کے ساتھ دلائل کے اعتبار سے کفر ٹکر نہیں لے سکتا۔ البتہ عبداللہ بن سبا کے زمانہ سے تفریق بین المسلمین کے زہر آلود ہتھیار کو اسلام کے خلاف استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ اور آج بھی اس کا استعمال عام ہے۔ اگرچہ ہر زمانہ میں اس کی صورتیں مختلف رہیں، کہیں حبِ علیؓ کو بغضِ حضرت امیر معاویہؓ کا ذریعہ بنایا گیا اور کہیں مقامِ حضرت امیر معاویہؓ کو بغضِ اہلِ بیت کا زینہ بنایا گیا۔ آج بھی اس ملک میں ایک گروہ نے حبِ قرآن کے نام سے اپنے آپ کو اہلِ قرآن کہہ کر عوام کو یہ زہریلا تصور دینے کی کوشش کی کہ احادیث کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ایسا ہے کہ اس سے قرآنی تعلیمات متصادم ہیں، مثلاً قرآن پاک میں وتبتل الیہ تبتیلا (مزمل:۸) آیت میں تبتل کا حکم دیا ہے اور بخاری شریف میں ہے ردّ رسول اللہ ﷺ علی عثمان بن مظعون التبتل کہ حضرت عثمان بن مظعونؓ نے جب حضور ﷺ سے تبتل کی اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے ان کو اجازت نہیں دی (بخاری، ج ۲ ص ۷۵۹)

منکرِ حدیث شور مچاتا ہے کہ اگر احادیث کو حجت مانا جائے تو لازم آئے گا کہ سب سے پہلے قرآن کا انکار کرنے والے نعوذ باللہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تھے، حالانکہ قرآنِ پاک میں تبتل سے دل کا اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنا ہے اور حدیثِ پاک میں تبتل سے تجرد اور رہبانیت مراد ہے۔ اسی طرح بعض لوگوں نے محبتِ حدیث کا اظہار کر کے اس فقہ کا انکار کر دیا جو لیتفقھوا (التوبۃ:۱۲۲) سے اور لعلمہ الذین یستنبطونہ (نساء:۸۳) والی آیاتِ قرآنیہ اور بہت سی احادیث سے ثابت تھی اور پہلے گروہ کی طرح حدیث اور فقہ میں تضادات بیان کئے اور کبھی یہ کہا کہ فقہ کو ماننے سے انبیاء کرام اور صحابۂ کرام کی عزت محفوظ نہیں رہتی، قرآنِ پاک کی بے حرمتی لازم آتی ہے اور بعض فقہی مسائل حیا سوز اور مخربِ اخلاق ہیں اور یہ تمام باتیں منکرینِ حدیث نے حدیث کے بارہ میں لکھی ہیں، مگر جس طرح منکرینِ حدیث کے تمام دعاوی غلط ہیں اسی طرح منکرینِ فقہ کے بھی تمام دعاوی واقع کے خلاف ہیں۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کسی نے دیوار پر علامہ اقبالؒ کا یہ شعر پڑھا ؎

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

اس شعر میں لفظ 'ہوں' امر کا صیغہ ہے اور علامہ صاحب نیل سے کاشغر تک کے مسلمانوں کو حرم کی پاسبانی کے لئے متحد ہونے کی دعوت دے رہے ہیں۔ مگر اس نے 'ہوں' میں بجائے واؤ مجہول کے واؤ معروف پڑھا اور مضارع کا واحد متکلم بنا کر کہتا ہے کہ علامہ اقبال بڑا متکبر تھا۔ اپنے علاوہ کسی کو نیل سے کاشغر تک حرم کا پاسبان ماننے کے لئے تیار نہیں، یا اپنے علاوہ کسی کو مسلمان کہنے کے لئے تیار نہیں، جبکہ واقعہ یہ ہے کہ علامہ صاحب کے کہیں گوشۂ خیال میں بھی یہ مفہوم نہیں ہوگا۔ اب جس شخص نے علامہ صاحب کے شعر میں اپنا مفہوم داخل کر لیا تو اس مفہوم کے اعتبار سے ہزاروں بدگمانیاں علامہ صاحب پہ ہوں گی، لیکن اگر علامہ صاحب کے شعر میں

علامہ صاحب کا ہی مفہوم رہتا تو ایک بھی بدگمانی نہ ہوتی۔ اس دور کا سب سے بڑا فتنہ یہی ہے کہ الفاظ حدیث کے یا قرآن کے ہوں گے، اس میں مفہوم اپنا ڈال کر قرآن اور حدیث میں ٹکراؤ پیدا کرنا اور پھر خود فیصل بن کر فیصلہ کرنا کہ حدیث حجت نہیں ہے اور منکرین حدیث کی ایک جماعت کو اپنا ہمنوا بنا لیا جاتا ہے۔ اسی طرح انگریز کے دور میں غیر مقلدین نے کہیں یہ شور مچانا شروع کیا کہ احناف کثر اللہ سوادھم کے پاس ائمہ کے اقوال ہیں احادیث نہیں، بلکہ احادیث ان کے خلاف ہیں اور جو احادیث بعض احناف پیش کرتے ہیں وہ قابلِ استدلال نہیں۔ حالانکہ قصور ان کی فہم کا ہے کہ جہالت بلکہ ضد کی بنا پر احادیث اور عباراتِ فقہیہ میں یہ اپنا غلط مفہوم داخل کرتے ہیں اور پھر فقہ اور احادیث میں تضاد کا شور مچا کر منکرینِ حدیث کی طرح خود فیصل بننا چاہتے ہیں۔ حالانکہ احادیث میں محدثین اور فقہاء کا متعین کردہ متواتر مفہوم اور اسی طرح فقہی عبارات میں فقہاء کا مفہوم اگر باقی رکھا جائے تو کوئی اعتراض واقع ہی نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ رحمتِ کاملہ نازل فرمائیں حضرت تھانویؒ کی مرقدِ مبارک پر کہ انہوں نے مستدلاتِ احناف کو یکجا کرنے کا کام ابتداءً سید احمد حسن صاحب اور اس کے بعد حضرت مولانا وبالفضل اولٰنا ظفر احمد صاحب عثمانی نور اللہ مرقدہٗ کے سپرد فرمایا۔ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ نے صرف الفاظ کے ذخیرہ پر نہیں بلکہ معانیٔ متواترہ کی وضاحت اور ان کی حفاظت کی طرف بھی پوری توجہ فرمائی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ احادیث کے مراتبِ صحت وضعف کو بھی واضح فرما دیا، تا کہ لامذہبیت کے تمام راستے مسدود کر دیئے جائیں۔
الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو پوری اسلامی دنیا میں قبولیت عطا فرمائی اور علماء کے لئے میدانِ استدلال میں صرف زرہ نہیں بلکہ مدِ مقابل کے حصار کو توڑنے کے لئے موثر ترین ہتھیار کا کام بھی دینے والی ہے مگر عوام کے لئے چند اجزاء کا اُردو میں ترجمہ "اطفاء الفتن" کے نام سے شائع ہوا اور اکثر متن کا ترجمہ رہتا تھا۔ وکیلِ احناف، اُستاذ المناظرین حجۃ اللہ علی الخلق حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر نور اللہ مرقدہٗ (جو فتنۂ غیر مقلدیت کو سب فتنوں کی ماں قرار دیا کرتے تھے) کی دِلی خواہش تھی کہ اعلاء السنن کے اُردو متن یعنی "اطفاء الفتن" کی تکمیل ہو جائے۔ انہی کے توجہ دِلانے سے ان کی زندگی میں یہ کام ازسرِنو مولانا نعیم احمد (مدرس جامعہ خیر المدارس ملتان) شروع فرما چکے تھے۔ کچھ اجزاء ان کی نظر سے گذر بھی گئے تھے، مگر اس کی تکمیل ان کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد ہوئی۔ یقیناً ان کی روح اس کام کی تکمیل سے عالمِ قبر میں خوش ہو رہی ہوگی۔

اہلِ اسلام سے عموماً اور اہلِ مدارس بلکہ وفاق المدارس سے بھی اُمید ہے کہ وہ اس کو داخلِ نصاب فرمالیں تو بہت بڑا معرکہ ہوگا۔ اسی طرح ائمہ حضرات اگر روزانہ کسی ایک نماز کے بعد مقتدیوں میں اس کی خواندگی کرتے رہیں تو نہ صرف یہ کہ ان کو اپنی نماز پر اعتماد حاصل ہوگا بلکہ اسلاف سے بدگمانی کا مرض بھی دور ہو جائے گا۔ اس کام کی تکمیل سے امام ابوحنیفہؒ کی روح پرفتوح بھی یقیناً خوش ہوگی۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور مولانا نعیم احمد صاحب کو تمام احناف بلکہ تمام مسلمانوں کی طرف سے دنیا اور آخرت میں اجرِ جزیل عطا فرمائیں، آمین۔ یرحم اللہ عبداً قال آمینا۔

کتبہ محمد انور اوکاڑوی عفا اللہ عنہ
رئیس شعبہ تخصص فی الدعوۃ والارشاد
جامعہ خیر المدارس ملتان

بسم الله الرحمٰن الرحیم

أبواب أحكام الحدث فى الصلاة

باب جواز البناء لمن أحدث فى صلاته و فضيلة الاستيناف

۱۳۷۲ـ عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنها قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: "مَنْ اَصَابَهُ قَیْءٌ اَوْ رُعَافٌ اَوْ قَلَسٌ اَوْ مَذْيٌ فَلْيَنْصَرِفْ فَلْيَتَوَضَّأْ ثُمَّ لْيَبْنِ عَلٰى صَلَاتِهِ وَهُوَ فِيْ ذٰلِكَ لَايَتَكَلَّمُ"، رواه ابن ماجة (ص ۸۷)، وقدمر فی نواقض الوضوء۔

۱۳۷۳ـوَعَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :"اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَاَحْدَثَ فَلْيُمْسِكْ عَلٰى اَنْفِهٖ ثُمَّ لِيَنْصَرِفْ"، رواه ابن ماجة و صححه الحاكم فی المستدرك،"والهيثمی فی مجمع الزوائد"، و حسنه فی الجامع الصغير(۱:۲۵)، والعزيزی(۱:۱۴۳)۔

۱۳۷۴ـ عن علی بن طلق رضی الله عنه قال :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اِذَا فَسَا اَحَدُكُمْ فِی

ابواب نماز میں وضو ٹوٹ جانے کے احکام

باب جس کا وضو نماز میں ٹوٹ جائے اس کے لئے پہلی نماز پر بناء کرنا جائز ہے اور نماز کا لوٹانا افضل ہے:

۱۳۷۲:۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کسی کو (نماز میں) قے یا نکسیر یا اچھال یا مذی آئے تو اس کو چاہیئے کہ (نماز سے) لوٹ کر وضو کرے۔ اور اگر چاہے تو اپنی (پہلی) نماز پر بناء کرے اور وہ اس دوران میں کلام نہ کرے (ابن ماجہ) اور یہ حدیث نواقض وضو میں گذر چکی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بناء کا جواز صراحۃً معلوم ہوتا ہے۔

۱۳۷۳:۔ نیز حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے نماز پڑھے اور (نماز میں) اس کا وضو ٹوٹ جائے تو اپنی ناک پکڑ لے (تا کہ لوگوں کو خیال ہو کہ اسے نکسیر آگئی ہے ورنہ ممکن ہے کہ وہ شرم کی وجہ سے وضو ہی نہ کرے اور بلا وضو ہی نماز پڑھے۔) پھر (نماز سے) لوٹ جائے (اور وضو کر کے بناء کرے۔ جیسا کہ پہلی حدیث میں گذر چکا ہے) (ابن ماجہ)۔ اور حاکم نے مستدرک میں اور ہیثمی نے مجمع الزوائد میں اسے صحیح کہا ہے۔ اور جامع صغیر اور عزیزی میں اسے حسن کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں لوٹنے کا طریقہ بتلایا گیا ہے۔ اور ہم نے اس کا فائدہ اور اس کی مصلحت اثناءِ ترجمہ میں بتلادی ہے۔

۱۳۷۴:۔ حضرت علی بن طلقؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کی نماز میں ریح

الصَّلاةِ فَلْيَنصَرِفْ فَلْيَتَوَضَّأْ وَلْيُعِدِ الصَّلَاةَ"، رواه أبو داود و سكت عنه، و صححه أحمد كذا في "عون المعبود" (١: ٨٣)، ورواه ابن حبان في "صحيحه" (الزيلعي ١: ٢٥٣)۔

١٣٧٥: عن علي كرم الله وجهه قال: "إِذَا رَعَفَ الرَّجُلُ فِيْ صَلَاتِهِ أَوْ قَاءَ فَلْيَتَوَضَّأْ وَلَا يَتَكَلَّمْ وَلْيَبْنِ عَلَى صَلَاتِهِ"، رواه ابن أبي شيبة، ورجاله رجال الصحيح (الجوهر النقي ١: ١٧١)۔

١٣٧٦: مالك أنه بلغه أن عبدالله بن عباس رضي الله عنه كَانَ يَرْعَفُ فَيَخْرُجُ فَيَغْسِلُ الدَّمَ، ثُمَّ يَرْجِعُ فَيَبْنِيْ عَلَى مَاقَدْ صَلّٰى، أخرجه مالك في "الموطا"، كما في "الزرقاني" (١: ٧٥)، وبلاغات مالك حجة، كما مر في "المقدمة"۔

خارج ہو جائے تو اسے چاہیئے کہ لوٹے اور وضو کرے اور نماز کو لوٹائے (کیونکہ لوٹانا افضل ہے اور بناء جائز ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہؓ کی حدیث سے اس کا جواز معلوم ہو چکا ہے۔) اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر کلام نہیں کیا۔ اور احمد نے اسے صحیح کہا ہے جیسا کہ عون المعبود میں مذکور ہے اور ابن حبان نے (بھی) اسے صحیح میں روایت کیا ہے (زیلعی)۔

۱۳۷۵۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب کسی کو نماز میں نکسیر آجائے یا قے ہو تو اسے چاہیئے کہ (جاکر) وضو کرے اور بولے نہیں اور (وضو کے بعد اگر چاہے تو) اپنی (پہلی) نماز پر بناء کرے۔ (ابن ابی شیبہ) اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ (جوہر نقی)

۱۳۷۶۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ انہیں (ثقہ راویوں کے ذریعہ سے) یہ بات پہنچی ہے کہ ابن عباسؓ کو (نماز میں) نکسیر آتی تو وہ (مسجد سے) نکلتے اور خون کو دھوتے، اس کے بعد لوٹتے اور جس قدر نماز پڑھ چکے ہوتے، اس پر بناء کرتے۔ اس کو مالک نے موطا میں روایت کیا ہے جیسا کہ زرقانی میں ہے۔ اور امام مالکؒ جب یہ فرماتے ہیں کہ فلاں بات مجھے یوں پہنچی ہے تو ان کا یہ فرمانا حجت ہوتا ہے جیسا کہ مقدمہ اعلاء السنن میں یہ بحث مذکور ہے۔

فائدہ: اس باب کی بعض احادیث استیناف پر اور بعض احادیث بناء پر دال ہیں۔ لہذا احناف نے دونوں قسم کی احادیث کو عمل میں لاتے ہوئے اس طرح تطبیق دی ہے کہ جائز دونوں طریقے ہیں البتہ استیناف (از سرِ نو دوبارہ پڑھنا) افضل ہے۔ الحمد للہ احناف نے احادیث میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ دونوں قسم کی احادیث پر عمل ہو گیا اور کوئی حدیث بھی مہمل نہیں رہی اور یہی احناف کی خوبی ہے کہ وہ کوشش کرتے ہیں کہ احادیث کو عمل میں لایا جائے۔ نیز بناء کا جواز خلفاء راشدین کے عمل سے بھی ثابت ہے۔

باب فساد الصلاة بطلوع الشمس فی أثنائها

١٣٧٧: عن عمران بن حصين رضي الله عنه قال:"كُنتُ مَعَ نَبيّ الله ﷺ في مَسِيرِلَه فَادلَجنا لَيلَتَنا حتّٰى إذا كَانَ فِي وَجهِ الصُّبحِ عَرَّسنا، فَغَلَبتنا أعيُننا حتّٰى بَزَغَتِ الشَّمسُ، قَالَ:فَكَانَ أوَّلَ مَن استَيقَظَ مِنَّا أبُوبَكرٍ، وَكُنَّا لَانُوقِظُ نَبيَّ اللهِ ﷺ مِن مَنامِه إذَا نَامَ حَتّٰى يَستَيقِظَ، ثُمّ استَيقَظَ عُمَرُ، فَقَامَ عِندَ نَبيِّ اللهِ ﷺ فَجَعلَ يُكَبِّرُ ويَرفَعُ صَوتَهٗ حَتّٰى استَيقَظَ رَسُولُ اللهِ ﷺ،فَلَمَّا رَفَعَ رَأسَهٗ وَرَأى الشَّمسَ قَد بَزغَت فَقَالَ:"ارتَحِلُوا"، فَسَارَ بِنَا حَتّٰى إذَا ابيَضَّتِ الشَّمسُ نَزلَ فَصَلّٰى بِنَا الغَدَاةَ (الحديث)- وفی رواية عن قتادة: حتى إذا ارتَفَعتِ الشَّمسُ-

١٣٧٨: - وفی رواية عن أبی هريرة رضی الله عنه : فَقَالَ النَّبيُّ ﷺ:"لِيَاخُذ كُلُّ رَجُلٍ مِنَّا بِرَأسِ رَاحِلَتِه، فَإنَّ هٰذَا مَنزِلٌ قَد حَضَرَنَا فِيهِ الشَّيطَانُ" قَالَ : فَفَعَلنَا ، رواه

باب اثناءِ صلوٰۃ میں آفتاب کے طلوع ہو جانے سے نماز کا ٹوٹ جانا

١٣٧٧:- حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ تو (اس میں یہ واقعہ پیش آیا کہ) ہم رات بھر چلے یہاں تک کہ جب صبح ہونے کو ہوئی تو ہم نے ایک مقام پر قیام کیا۔ پس وہاں ہمیں بلا اختیار نیند آگئی (اور ہم سوتے رہے) یہاں تک کہ آفتاب نکل آیا۔ راوی کہتے ہیں کہ پس ہم میں سے سب سے پہلے جو شخص جاگا وہ ابوبکر صدیقؓ تھے۔ اور ہماری عادت یہ تھی کہ جب رسول اللہ ﷺ سوتے ہوتے تو ہم آپ ﷺ کو خواب سے بیدار نہ کرتے تھے یہاں تک کہ وہ خود ہی بیدار ہو جاتے۔ (اس لئے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں جگایا) اس کے بعد حضرت عمرؓ جاگے۔ (انہوں نے بھی رسول اللہ ﷺ کو جگایا تو نہیں لیکن) وہ رسول اللہ ﷺ کے قریب کھڑے ہوئے اور تکبیر کہتے اور آواز بلند کرتے رہے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ بیدار ہو گئے۔ پس جبکہ آپ ﷺ نے سر اٹھایا اور آفتاب کو دیکھا کہ طلوع ہو چکا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہاں سے چلو پس وہ ہمیں (وہاں سے) لے کر چلے یہاں تک کہ آفتاب سفید ہو گیا۔ تو آپ (سواری سے) اترے اور ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور ابوقتادہؓ کی روایت میں ہے کہ جب آفتاب اونچا ہو گیا (اس وقت نماز پڑھائی)۔

١٣٧٨:- اور ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم میں سے ہر شخص کو چاہئے کہ اپنی سواری کا سر پکڑے (اور آگے چلے) کیونکہ یہ ایسا مقام ہے جس میں ہمارے پاس شیطان آگیا ہے۔ (اور اس کی وجہ سے ہماری

مسلم(۱: ۲۳۹۔۲۴۰)۔

۱۳۷۹:۔حدثنا علی بن معبد قَالَ: ثَنَا عَبدُالوَهَّابِ بنُ عَطَاءٍ قَالَ: أنا يُونُسُ بن عبید عن الحسن البصری عن عمران بن حصین رضی الله عنه عن النبی ﷺ أنَّهٗ کَانَ فِیْ سَفَرٍ فَنَامَ عَنْ صَلاةِ الصُّبحِ حَتّٰی طَلَعَتِ الشَّمْسُ فَاَمَرَ فَاُذِنَ ثُمَّ انْتَظَرَ حَتّٰی اشْتَعَلَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ اَمَرَ فَاَقَامَ فَصَلَّی الصُّبحَ، رواه الطحاوی فی "معانی الآثار" (۱: ۲۳۳)، و سنده صحیح۔

۱۳۸۰۔ حدثنا ابن مرزوق قال: حدثنا أبو عامر العقدی قال: حدثنا حماد بن سلمة عن عمرو بن دينار عَن نَّافِع بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِيْهِ: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ فِیْ سَفَرٍ فَقَالَ: مَنْ یَکْلَؤُنَا اللَّیْلَةَ لَایَنَامُ حَتّٰی الصُّبحِ؟ فَقَالَ بِلَالٌ: اَنَا فَاسْتَقْبَلَ مَطْلَعَ الشَّمْسِ فَضَرَبَ عَلٰی آذَانِهِمْ حَتّٰی اَیْقَظَهُمْ حَرُّ الشَّمْسِ فَقَامَ النَّبِیُّ ﷺ فَتَوَضَّأَ وَ تَوَضَّأُوْا۔ ثُمَّ قَعَدُوْا هُنَیْئَةً ثُمَّ صَلَّوْا رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ ثُمَّ صَلَّوُا الْفَجْرَ، رواه الطحاوی فی "معانی الآثار" أيضاً و سنده حسن (۱: ۲۳۴)۔

نماز فوت ہو گئی ہے) ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کی (اور ہم روانہ ہو گئے) اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۱۳۷۹:۔ نیز عمران بن حصینؓ سے روایت ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک سفر میں تھے۔ پس (ایک روز) آپ ﷺ (صبح کے وقت) یہاں تک سوتے رہے کہ آفتاب نکل آیا اور صبح کی نماز قضا ہو گئی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے (اذان کا) حکم دیا۔ اس پر اذان دی گئی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے (فوراً نماز نہیں پڑھی بلکہ) انتظار کیا یہاں تک کہ آفتاب روشن ہو گیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے (اقامت کا) حکم دیا، اس پر (اقامت کہنے والے نے) اقامت کہی، اس پر آپ ﷺ نے صبح کی نماز (باجماعت) پڑھی۔ (طحاوی) اور اس کی سند صحیح ہے۔

۱۳۸۰:۔ نافع بن جبیرؒ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں تھے۔ پس (ایک روز) آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج ہمارا پہرہ کون دیگا اس طرح کہ وہ صبح تک نہ سوئے۔ اس پر حضرت بلالؓ نے عرض کیا کہ میں پہرہ دونگا۔ اس کے بعد بلالؓ نے مقام طلوع شمس کی طرف رخ کیا (اور پہرہ دینے لگے) اس کے بعد سب لوگ بے اختیار سو گئے یہاں تک کہ انہیں آفتاب کی گرمی نے بیدار کیا۔ اس پر رسول اللہ ﷺ اٹھے اور آپ ﷺ نے بھی وضو کیا۔ اور ہمراہیوں نے بھی وضو کیا، اس کے بعد ذرا سی دیر بیٹھے رہے (تاکہ آفتاب اونچا اور روشن ہو جائے) اس کے بعد سب نے صبح کی سنتیں پڑھیں، اس کے بعد صبح کی نماز پڑھی (طحاوی) اور اس کی سند حسن ہے۔

١٣٨١:۔عن عمرو بن عَبَسَة رضی الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ لَهٗ:"صَلِّ الصُّبْحَ،ثُمَّ اَقصِرْ عَنِ الصَّلاةِ حَتّٰى تَطلُعَ الشَّمْسُ، فَاِذَا طَلَعَتْ فَلاَ تُصَلِّ حَتّٰى تَرْتَفِعَ، فَاِنَّهَاتَطْلُعُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَان، وَحِيْنَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ، ثُمَّ صَلِّ حَتّٰى تُصَلِّيَ الْعَصْرَ،ثُمَّ اَقصِرْ عَنِ الصَّلاةِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ فَاِنَّهَا تغربُ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ وَحِيْنَئِذٍ يَسْجُدُ لَهَا الْكُفَّارُ"١ھ مُخْتَصَرًا، رَوَاهُ مُسْلِمٌ، كَذَا فِيْ"الزيلعی"(١:١٣٢)، وَقَدْ تَقَدَّمَ فِيْ (بَاب الاَوْقَاتِ الْمَكْرُوْهَةِ)۔

١٣٨٢:۔ حَدَّثَنَا اَبُوْدَاوُد قَالَ: ثَنَا حَبِيْبُ بْنُ يَزِيْد الانماطِيْ قال عمرو بن هرم: قَالَ : سُئِلَ جَابِرُ بْنُ زَيْدٍ عَنِ الصَّلاةِ وَ مَوَا قِيْتِهَا فَقَالَ: كَانَ اِبْنُ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ: وَقْتُ الصُّبْحِ مِنْ طُلُوْعِ الْفَجْرِ اِلٰى اَنْ يَطْلُعَ شُعَاعُ الشَّمْسِ،فَمَنْ غَفَلَ عَنْهَا فَلاَ يُصَلِّيَنَّ حَتّٰى تَطْلُعَ وَتَذْهَبَ قُرُوْنُهَا، فَقَدْ اَدْلَجَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ثُمَّ عَرَّسَ فَلَمْ يَسْتَيقِظْ حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ اَوْ بَعْضُهَا، فَلَمْ يُصَلِّ حَتّٰى ارْتَفَعَتْ، أخر جه الطيالسى فى "مسنده" (ص٣٤١) ، ورجاله ثقاة من

١٣٨١:۔ حضرت عمرو بن عبسہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم صبح کی نماز پڑھو اس کے بعد اس وقت تک نماز نہ پڑھو جب تک کہ آفتاب طلوع نہ ہو جائے۔ پھر جب آفتاب طلوع ہو جائے تو اس وقت تک نماز نہ پڑھو جب تک کہ وہ اونچا نہ ہو جائے، کیونکہ وہ شیطان کی پیشانی کے دونوں کناروں کے درمیان طلوع ہوتا ہے (یعنی شیطان اس وقت بالکل آفتاب کے سامنے ہوتا ہے) اور اس وقت کفار (جو سورج کو پوجتے ہیں) اسے سجدہ کرتے ہیں (تو وہ سجدہ شیطان کی طرف ہوتا ہے لہذا یہ وقت شیطان کی پرستش کا ہے اس لئے اس وقت نماز نہ پڑھو) اس کے بعد نماز پڑھو (اجازت ہے) یہاں تک کہ عصر کی نماز پڑھ چکو۔ اس کے بعد نماز سے رک جاؤ تاوقتیکہ آفتاب بالکل غروب ہو جائے۔ کیونکہ آفتاب شیطان کی پیشانی کے دونوں کناروں کے درمیان غروب ہوتا ہے (بایں معنی کہ اس وقت شیطان بالکل آفتاب کے سامنے ہوتا ہے) اور اس وقت بھی (آفتاب پرست) کفار اسے سجدہ کرتے ہیں (اس لئے یہ بھی شیطان کی پرستش کا وقت ہے) اس کو مسلم نے روایت کیا ہے (زیلعی) اور یہ حدیث اوقات مکروہہ کے باب میں گذر چکی ہے۔

١٣٨٢:۔ عمرو بن ہرم سے روایت ہے کہ جابر بن زید سے نماز اور اس کے اوقات کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ صبح کا وقت طلوعِ فجر سے لے کر طلوع شعاع شمس تک ہے۔ پس جو شخص اس وقت کے اندر صبح کی نماز کسی وجہ سے نہ پڑھ سکے، تو اس کو چاہیئے کہ اس وقت تک نماز نہ پڑھے جب تک کہ آفتاب طلوع نہ ہو جائے اور اس کی شعاعیں جو ابتدائے طلوع میں ہوتی ہیں فنا نہ ہو جائیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ ایک روز تاریکی شب میں روانہ ہوئے اور آخر شب میں ایک مقام پر پڑاؤ کیا، اس کے بعد سو گئے اور اس وقت تک بیدار نہ ہوئے جب تک کہ کل آفتاب یا اس کا کچھ حصہ طلوع نہ ہو گیا۔ اس

رجال مسلم، وأخرجه النسائی مختصراً، و سکت عنه (۱:۱۰۲)۔

۱۳۸۳۔ عن یزید بن أبی بکرة أنه قال: وَاعَدَنَا اَبُوبَکرَةَ الٰی اَرضٍ لَهٗ، فَسَبَقنَا اِلَیهَا فَاَتَینَاهُ وَلَم یُصَلِّ العَصرَ، فَوَضَعَ رَاسَهٗ فَنَامَ، ثُمَّ استَیقَظَ وَ قَدتَغَیَّرَتِ الشَّمسُ فَقَالَ: اَصَلَّیتُمُ العَصرَ؟ فَقُلنَا: لَا! قَالَ: مَا کُنتُ اَنتَظِرُ غَیرَکُم، فَاَمهَلَ عَنِ الصَّلٰوةِ حَتّٰی غَابَتِ الشَّمسُ، ثُمَّ صَلَّاهَا، ذکره فی "المعتصر من المختصر" (۱:۴۴) من "مشکل الآثار" بغیر سند، وقال الحافظ فی "الفتح" (۲:۴۸): و صح عن أبی بکرة و کعب بن عجرة المنع من صلاة الفرض فی هذه الأوقات، و هذا یدل علی صحة ما أخرجه الطحاوی عن أبی بکرة۔

۱۳۸۴۔ عن محمد بن أبی حرملة أن ابن عمررضی الله عنه" قَالَ وَقَد أُتِیَ بِجَنَازَةٍ بَعدَصَلٰوةِ الصُّبحِ بِغَلَسٍ: اِمَّا اَن تُصَلُّوا عَلَیهَا، وَاِمَّا اَن تَترُکُوهَا حَتّٰی تَرتَفِعَ الشَّمسُ"، أخرجه مالک فی "الموطأ" کما فی "الفتح" (۲:۱۵۳)۔

کے بعد آپ ﷺ نے اس وقت تک نماز نہ پڑھی جب تک کہ آفتاب اونچانہ ہوگیا۔ اس کو طیالسی نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے اوراس کے راوی مسلم کے راوی ہیں۔ اور نسائی نے اس کو اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس پر کلام نہیں کیا۔ (لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے)۔

۱۳۸۳۔ یزید بن ابی بکرۃ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم سے ابوبکرہؓ نے اپنی ایک زمین پر ملنے کا وعدہ کیا اور وہ وہاں ہم سے پہلے پہنچ گئے۔ اس کے بعد ہم ان کے پاس پہنچے۔ انہوں نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی اور وہ سر رکھ کر سو گئے تھے، اس کے بعد وہ ایسے وقت بیدار ہوئے کہ سورج کی حالت بدل چکی تھی۔ تب انہوں نے فرمایا کہ کیا تم نے عصر کی نماز پڑھ لی؟ ہم نے کہا کہ نہیں۔ انہوں نے کہا کہ مجھے بھی تمہارا ہی انتظار تھا (اور تمہارے انتظار میں میں نے بھی نماز نہیں پڑھی) اس کے بعد انہوں نے نماز میں تاخیر کی یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوگیا۔

اس کے بعد انہوں نے عصر کی نماز پڑھی۔ اس کو معتصر میں بلا سند کے روایت کیا ہے۔ اور حافظ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ ابوبکرۃ اور کعب بن عجرۃ سے ان اوقات میں فرض نماز سے منع کرنا صحیح طریق سے ثابت ہے، یہ دلیل ہے اس کی کہ طحاوی نے جو ابوبکرہ کی روایت بیان کی ہے وہ صحیح ہے۔

۱۳۸۴۔ محمد بن ابی حرملہ سے روایت ہے کہ ابن عمرؓ نے ایسی حالت میں کہ ان کے پاس صبح کے وقت روشنی سے پہلے فجر کی نماز کے بعد جنازہ لایا گیا تھا، یہ فرمایا کہ یا تو اس پر ابھی نماز پڑھ لو یا آفتاب کے اونچا ہونے تک موقوف رکھو۔ اس کو مالک نے مؤطا میں روایت کیا ہے۔ جیسا کہ فتح الباری میں مذکور ہے۔

۱۳۸۵:۔ عن میمون بن مهران قال: كَانَ اِبْنُ عُمَرَ يَكْرَهُ الصَّلَاةَ عَلَى الْجَنَازَةِ إِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَحِيْنَ تَغْرُبُ، أخرجه ابن أبى شيبة، قاله الحافظ فى "الفتح"(۲:۱۵۳)، وسنده صحيح أو حسن على قاعدته۔

۱۳۸۶:۔ حدثنا ابن مرزوق قال: ثنا أبوداود قال:ثنا شعبة قال: سَأَلْتُ الْحَكَمَ وَحَمَّادًا عَنِ الرَّجُلِ يَنَامُ عَنِ الصَّلَاةِ فَيَسْتَيْقِظُ، وَ قَدْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ، قالا: لَا يُصَلِّيْ ، حَتّٰى تَنْبَسِطَ الشَّمْسُ، رواه الطحاوى فى "معانى الآثار" (۱:۲۳٤) وسنده حسن۔

باب إذا أحدث فى القعدة الأخيرة بعد ما جلس قدر التشهد فقد تمت صلاته

۱۳۸۷:۔ عن عبدالله بن عمرو قال: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ:"اِذَا اَحْدَثَ يَعْنِى الرَّجُلُ وَقَدْ جَلَسَ فِىْ آخِرِ صَلَاتِهِ قَبْلَ اَنْ يُسَلِّمَ فَقَدْ جَازَتْ صَلَاتُهٗ"،أخرجه أبو داود والترمذى، وقال:ليس

۱۳۸۵:۔ میمون بن مہران سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ابن عمرؓ طلوع وغروب آفتاب کے وقت جنازہ پر نماز پڑھنے کو ناپسند کرتے تھے۔اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے چنانچہ اس کو ابن حجرؒ نے فتح الباری میں بیان کیا ہے اور اس کی سند ان کے قاعدہ سے صحیح یا حسن ہے۔

۱۳۸۶:۔ شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے حکم اور حماد سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا جو سوتا رہے اور صبح کی نماز نہ پڑھ سکے اور ایسے وقت بیدار ہو کہ آفتاب نکل آیا ہو تو ان دونوں نے کہا کہ اس وقت تک قضاء نہ پڑھے جب تک کہ (آفتاب اونچا نہ ہو جائے اور) دھوپ نہ پھیل جائے۔اس کو طحاوی نے معانی الآثار میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: حضور ﷺ کا فرمان کہ "جو وقت پر نماز پڑھنا بھول جائے یا وہ سویا رہے اور نماز کا وقت نکل جائے تو جب بھی اسے وہ نماز یاد آئے تو فوراً اسے پڑھے" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قضاء میں جلدی کی جائے (اسی لئے احناف کے نزدیک بغیر عذر کے تاخیر کرنا کبیرہ گناہ ہے) لیکن اس کے باوجود طلوع شمس کے وقت آپ ﷺ کا قضاء کو مؤخر کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ وقت فرض نماز کے قابل نہیں لہٰذا اگر اثناء نماز میں سورج طلوع ہو جائے تو بعض فرض اس غیر صالح وقت میں واقع ہوگا اس بنا پر اس فرض نماز کے فساد کا حکم لگایا جائے گا۔نیز ان تمام احادیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تاخیر فی القضاء کراہیت زمانیہ کی وجہ سے کی گئی۔

باب قعدہ اخیرہ میں قدرِ تشہد بیٹھنے کے بعد وضو توڑ دینے سے نماز ہو جاتی ہے

۱۳۸۷:۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے،وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی سلام سے پہلے وضو توڑ دے

إسناده بذلك، و فى "النيل" (٧: ٢٠٠): و إنما أشار إلى عدم قوة إسناده؛ لأن فيه عبد الرحمن بن زياد بن أنعم الإفريقى، و قد وثقه غير واحد، منهم زكريا الساجى وأحمد بن صالح المصرى، و قال يعقوب بن سفيان: لا بأس به- وقال ابن معين: ليس به بأس-قلت: فالحديث حسن، و قد مرفى باب عدم افتراض الصلاة والتسليم-

١٣٨٨-عَنْ عَلِيٍّ رضى الله عنه قَالَ: إِذَا جَلَسَ مِقْدَارَ التَّشَهُّدِ ثُمَّ اَحْدَثَ فَقَدْ تَمَّ صَلَاتُهُ- رواه البيهقى فى "السنن" و إسناده حسن (آثار السنن ١: ١٥١)، و قد مرايضاً، و هذا الأثر مؤيد للحديث المرفوع؛ لأنه ليس مما يدرك بالرأى، فله حكم الرفع-

---

بحالیکہ وہ اپنی نماز کے آخر میں بیٹھ چکا ہے تو اس کی نماز ہوگئی۔ (ابوداؤد و ترمذی)

اور ترمذی نے کہا ہے کہ اس کی اسناد ٹھیک نہیں ہے۔ اور نیل الاوطار میں ہے کہ ترمذی نے اپنے قول میں اس کی سند کے قوی نہ ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں عبدالرحمن بن زیاد بن انعم افریقی ہے، حالانکہ اس کو چند ائمہ نقاد نے ثقہ کہا ہے جن میں سے زکریا ساجی اور احمد بن صالح مصری بھی ہیں اور یعقوب بن سفیان نے کہا ہے کہ اس میں کوئی خطرہ کی بات نہیں اور ابن معین نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ جب ائمہ نے اس کی توثیق بھی کی ہے تو یہ حدیث حسن ہے اور یہ حدیث درود و سلام کے فرض نہ ہونے کے باب میں گذر چکی ہے۔

۱۳۸۸:۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب مقدار تشہد بیٹھ چکے اور وضو توڑ دے تو نماز پوری ہو جائے گی۔ اس کو بیہقی نے راویت کیا ہے اور اس کی اسناد حسن ہے (آثار السنن) یہ روایت بھی گذر چکی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ فتوی حدیث عبداللہ بن عمروؓ کی تائید کرتا ہے کیونکہ یہ حکم مدرک بالرائے نہیں اس لئے حکم میں مثل مرفوع کے ہے۔

فائدہ: باب قعدۂ اخیرہ کی فرضیت اور صلوۃ وسلام کی عدم فرضیت پر کلام پہلی جلد میں گذر چکا ہے۔ وہیں اس کا مطالعہ کرلیا جائے۔ نیز فریق ثانی کا تحلیلھا التسلیم سے سلام کی فرضیت پر استدلال کرنا غلط ہے کیونکہ خود انکی حدیث کے راوی حضرت علیؓ کا اپنا عمل اور فتوی اس کے خلاف ہے لہٰذا تحلیلھا التسلیم سے زیادہ سے زیادہ وجوب ظنی ثابت ہوگا اور ہم احناف اس کے قائل ہیں کہ بھول کر سلام نہ کہنے والے پر سجدۂ سہو اور عمداً چھوڑنے والے پر اعادۂ صلوۃ واجب ہے اور اگر وہ نہ لوٹائے تو فرض اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا البتہ ایسا کرنا برا ہے (فتاوی شامی) نیز تحلیلھا التسلیم اخبار آحاد سے ہے جو فرضیت کے اثبات کے لئے ہمارے نزدیک کافی نہیں۔

باب فساد الصلاة بكلام الناس مطلقًا

١٣٨٩:۔عنْ معاوية بن الحكم السلمي رضي الله عنه قالَ: بَيْنَمَا اَنَا اُصَلِّيْ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ اِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ،فَقُلْتُ : يَرْحَمُكَ اللّٰهُ، فَرَمَانِيْ الْقَوْمُ بِاَبْصَارِهِمْ، فَقُلْتُ: وَا ثُكْلَ اُمِّيَاهُ! مَاشَانُكُمْ تَنْظُرُوْنَ اِلَيَّ ؟ فَجَعَلُوْا يَضْرِبُوْنَ بِاَيْدِيْهِمْ عَلٰى اَفْخَاذِهِمْ، فَلَمَّا رَاَيْتُهُمْ يُصَمِّتُوْنَنِيْ لٰكِنِّيْ سَكَتُّ، فَلَمَّا صَلّٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَبِاَبِيْ هُوَ وَاُمِّيْ مَا رَاَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ اَحْسَنَ تَعْلِيْمًا مِنْهُ، فَوَ اللهِ مَا كَهَرَنِيْ وَلَاضَرَبَنِيْ وَلَاشَتَمَنِيْ ثُمَّ قَالَ:"اِنَّ هٰذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَصْلُحُ فِيْهَا شَيْئٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ، اِنَّمَا هُوَالتَّسْبِيْحُ وَالتَّكْبِيْرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ"، اَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ الحديث ، رواه مسلم(١ : ٢٠٣)۔

١٣٩٠:۔ عَنْ عَبْدِ اللهِ رضي الله عنه قَالَ: كُنَّا نُسَلِّمُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ

نماز میں کلامِ ناس مطلقا مفسدِ نماز ہے

١٣٨٩:۔ حضرت معاویہ بن الحکم سلمیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ اچانک ایک شخص کو چھینک آئی جس پر میں نے یرحمک اللہ کہا۔ تو مجھ پر لوگوں کی نظریں پڑنے لگیں۔ تب میں نے (متعجب ہوکر) کہا کہ کیا بات ہے، تم مجھے کیوں دیکھتے ہو (میں نے کیا برا کیا۔ یرحمک اللہ ہی تو کہا ہے) اس پر وہ اپنی رانوں پر ہاتھ مارنے لگے۔ تو جب میں نے دیکھا کہ وہ مجھے خاموش کرنا چاہتے ہیں (تو گو وجہ میری سمجھ میں نہیں آئی) مگر میں خاموش ہوگیا۔ پس جب کہ رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو قربان ہوں آپ ﷺ پر میرے ماں باپ، میں نے نہ اس سے پہلے کوئی معلم آپ ﷺ سے بہتر تعلیم دینے والا دیکھا نہ اس کے بعد۔ چنانچہ نہ آپ ﷺ نے مجھے ڈانٹا ڈپٹا۔ اور نہ مجھے مارا اور نہ برا بھلا کہا (بلکہ ضبط فرمایا) اس کے بعد فرمایا کہ میاں! یہ نماز جو ہے اس میں کوئی بات لوگوں کی گفتگو کی قسم سے (کسی طرح) ٹھیک نہیں (نہ عمداً نہ سہواً۔ نہ اصلاح صلوٰۃ کے لئے اور نہ کسی اور غرض سے) کیونکہ نماز تو صرف تسبیح اور تکبیر اور قراءتِ قرآن (اور جو ان کے مشابہ ہیں ان) کا نام ہے۔ کچھ ایسا ہی آپ ﷺ نے فرمایا۔ (یعنی گو الفاظ یہ نہ ہوں مگر مضمون یہی تھا) اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کلام ناس مطلقاً (خواہ عمداً ہو یا نسیاناً، اصلاح صلوٰۃ کیلئے ہو یا کسی اور غرض کے لئے ہو کیونکہ شی ءِ نکرہ تحت النفی عموم کا فائدہ دیتا ہے) منافی صلوٰۃ اور مبطل صلوٰۃ ہے۔

١٣٩٠:۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم نماز کے اندر رسول اللہ ﷺ کو سلام کرتے اور آپ ﷺ ہم کو جواب دیتے تھے۔ (ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ) پس جب ہم نجاشی کے پاس سے (مدینہ) واپس آئے اور ہم نے

فَيَرُدُّ عَلَيْنَا، فَلَمَّا رَجَعْنَا مِنْ عِنْدِ النَّجَاشِيِّ سَلَّمْنَا عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَيْنَا، فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! كُنَّا نُسَلِّمُ عَلَيْكَ فِي الصَّلَاةِ فَتَرُدُّ عَلَيْنَا، فَقَالَ: "اِنَّ فِي الصَّلَاةِ شُغْلاً"، رواه مسلم (۱:۲۰۴)، وزاد النسائی (۱:۱۸۱) فِيْهِ قَالَ: "اِنَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ مِنْ اَمْرِهٖ مَا يَشَاءُ، وَاِنَّهُ قَدْ اَحْدَثَ مِنْ اَمْرِهٖ اَنْ لَا يُتَكَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ" اھ، وللطحاوی (۱:۲۶۱) بسند صحیح: "وَاِنَّ مِمَّا اَحْدَثَ قَضٰى اَنْ لَا تَتَكَلَّمُوْا فِي الصَّلَاةِ" اھ-وفی روایة کلثوم الخزاعی: "اِلَّا بِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا يَنْبَغِيْ لَكُمْ، فَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ"، فَاُمِرْنَا بِالسُّكُوْتِ اھ، ذکرہ الحافظ فی "الفتح" (۳:۵۹)-

۱۳۹۱- عن زید بن أرقم رضی اللہ عنه قال: كُنَّا نَتَكَلَّمُ فِي الصَّلَاةِ، يُكَلِّمُ الرَّجُلُ صَاحِبَهٗ وَهُوَ اِلٰى جَنْبِهٖ فِي الصَّلَاةِ حَتّٰى نَزَلَتْ: ﴿وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ﴾، فَاُمِرْنَا بِالسُّكُوْتِ وَنُهِيْنَا عَنِ الْكَلَامِ، رواہ مسلم (۱:۲۰۴)-

---

(حسب عادت سابقہ) آپ کو سلام کیا (جبکہ آپ ﷺ نماز میں تھے) تو آپ نے ہمیں جواب نہ دیا۔ اس پر ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! پہلے تو جب ہم سلام کرتے تو آپ ﷺ (نماز میں ہونے کے باوجود) ہمیں جواب دیتے (لیکن اس مرتبہ کیا بات ہے کہ آپ نے جواب نہیں دیا) آپ ﷺ نے فرمایا۔ کہ نماز میں مشغولی ہوتی ہے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے اور نسائی نے یہ مضمون بڑھایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ وہ جو نیا حکم چاہے جاری فرمائے۔ چنانچہ اس نے نماز کے متعلق یہ نیا حکم دیا ہے کہ نماز میں گفتگو نہ کی جائے۔ اور طحاوی نے صحیح سند سے یہ الفاظ بیان کئے ہیں کہ منجملہ نئے احکام کے ایک یہ ہے کہ اس نے حکم دیا ہے کہ نماز میں گفتگو نہ کرو اور فتح الباری میں کلثوم خزاعی کی روایت سے یہ مضمون ہے کہ سوائے خدا کی یاد اور ان باتوں کے جو (بحیثیت نمازی ہونے کے) تمہیں شایاں ہیں اور کوئی کلام نہ کرو اور خدا کے سامنے خاموش کھڑے رہو، بس ہم کو سکوت کا حکم کیا گیا۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی کلام ناس کا منافی صلوۃ ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

۱۳۹۱- حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم (پیشتر) نماز میں بات چیت کر لیتے تھے۔ یعنی آدمی اپنے پاس والے شخص سے نماز میں بات کر لیتا تھا یہاں تک کہ آیت قوموا للہ قانتین نازل ہوئی۔ اور ہم کو سکوت کا حکم کیا گیا اور گفتگو سے روک دیا گیا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی کلام ناس کا منافی نماز ہونا ثابت ہوتا ہے۔ الغرض ہمارے نزدیک سہواً کلام ناس بھی مفسد صلوۃ ہے، باقی شوافع کا یہ متدل کہ ابن ماجہ میں ایک حدیث میں حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ ان اللہ وضع عن امتی الخطاء والنسیان وما استکرھو اعلیه تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث رفع اثم پر محمول ہے یعنی آخرت میں گناہ نہیں ہوگا۔ باقی دنیا میں اس پر حکم

۱۳۹۲:۔حدثنا یونس ثنا سفیان عن أبی حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ: "مَنْ نَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَقُلْ سُبْحَانَ اللهِ، إِنَّمَا التَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ وَالتَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ" أخرجه الطحاوی (۲۵۹:۱) ، ورجاله رجال الصحیح، وأخرجه الشیخان مطولا، کما فی "آثار السنن" (۱۳۸:۱)۔

۱۳۹۳:۔عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ، قَالَ:" اَلتَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ" رواه الجماعة، وزاد مسلم وآخرون:"فِي الصَّلَاةِ" (آثار السنن ۱۳۸:۱)۔

مرتب ہوگا جیسا کہ قتل خطاء میں کفارہ لازم ہے، نیز قرآن پاک کی آیت وقوموا للّٰہ قانتین سے بھی یہی مراد ہے کہ کلام ناس سے سکوت اختیار کیا جائے لہٰذا ترک کلام الناس فرائض نماز میں سے ہے اور قطعی ہے لہٰذا اس کو منسوخ کرنے کے لئے قطعی دلیل ضروری ہے جبکہ جواز کلام کے قائلین کے پاس ظنی دلائل (اخبار آحاد) ہیں پس وہ احناف کے دلائل کے لئے ناسخ نہیں بن سکتے اور یہی حال ذوالیدینؓ کے قصے کا ہے کہ وہ بھی خبر واحد ہے لھذا اس سے امام مالکؒ کا استدلال کرنا اور اصلاح صلوۃ کے لئے کلام ناس کو جائز قرار دینا صحیح نہیں ہے، نیز ذوالیدینؓ کا قصہ حکایت فعل ہے جس میں عموم نہیں ہوتا جب کہ احناف کے دلائل قولی ہیں جو قاعدہ کلیہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ نیز حضرت عمرؓ، ذوالیدینؓ کے واقعہ کے شاہد ہیں لیکن جب حضور ﷺ کی وفات کے بعد اس قسم کا واقعہ آپؓ کو پیش آیا تو آپؓ نے ذوالیدین والے واقعہ کے خلاف عمل کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قصہ ذوالیدین احادیث منع سے منسوخ ہے (طحاوی ج ا ص ۴۴۸)

۱۳۹۲:۔ حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس کو نماز میں کوئی واقعہ پیش آئے اس کو چاہیئے کہ سبحان اللہ کہے (اور ہاتھ پر ہاتھ نہ مارے) کیونکہ ہاتھ پر ہاتھ مارنا عورتوں کے لئے ہے اور تسبیح مردوں کے لئے۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ اور بخاری و مسلم نے اس کو تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے جیسا کہ آثار السنن میں ہے۔

۱۳۹۳:۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تسبیح مردوں کے لئے ہے۔ اور تصفیق (یعنی ہاتھ پر ہاتھ مارنا) عورتوں کے لئے۔ اس کو جماعت نے روایت کیا ہے۔ اور مسلم اور دوسرے حضرات نے فی الصلوٰۃ کا لفظ بھی بڑھایا ہے۔ (یعنی نماز میں تسبیح مردوں کے لئے ہے اور تصفیق عورتوں کے لئے) (آثار السنن)۔

فائدہ: ان دونوں احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں اصلاح صلوۃ کے لئے بھی کلام منافی صلوۃ ہے۔ ورنہ تصفیق و تسبیح کا قانون بے کار ہوتا ہے نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اصلاح صلوۃ کے لئے مرد تسبیح پڑھے اور عورت ہاتھ پر ہاتھ مارے۔

باب أن الإشارة المفهمة بغير اللسان لا تقطع الصلاة كالإشارة بالسلام ونحوه ولكنها تكره من غير حاجة

١٣٩٤- عَنْ جَابِرٍ رضی الله عنه قَالَ : اَرْسَلَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهُوَ مُنْطَلِقٌ اِلٰی بَنِی الْمُصْطَلِقِ، فَاَتَيْتُهٗ وَهُوَ يُصَلِّی عَلٰی بَعِيْرِهٖ ، فَكَلَّمْتُهٗ - فَقَالَ لِیْ بِيَدِهٖ هٰكَذَا ، وَاَوْمَا زُهَيْرٌ بِيَدِهٖ ثُمَّ كَلَّمْتُهٗ فَقَالَ لِیْ هٰكَذَا وَاَوْمَاَ زُهَيْرٌ اَيْضًا بِيَدِهٖ اِلَی الْاَرْضِ وَاَنَا اَسْمَعُهٗ يَقْرَاُ يُوْمِیْ بِرَاْسِهٖ،فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ :مَا فَعَلْتَ فِی الَّذِیْ اَرْسَلْتُكَ لَهٗ ، فَاِنَّهٗ لَمْ يَمْنَعْنِیْ اَنْ اُكَلِّمَكَ اِلَّا اَنِّیْ كُنْتُ اُصَلِّیْ ، الحديث، رواه مسلم (١: ٢٠٤)، و لفظه عند البخاری: فَاَتَيْتُ النَّبِیَّ ﷺ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَیَّ ، فَوَقَعَ فِیْ قَلْبِیْ مَا اللّٰهُ اَعْلَمُ بِهٖ، ثُمَّ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَلَمْ يَرُدَّ عَلَیَّ، فَوَقَعَ فِیْ قَلْبِیْ اَشَدُّمِنَ الْمَرَّةِ الْاُوْلٰی، ثُمَّ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ فَرَدَّ عَلَیَّ، فَقَالَ:"اِنَّمَا مَنَعَنِیْ اَنْ اَرُدَّ عَلَيْكَ اَنِّیْ كُنْتُ اُصَلِّیْ"إلخ ، قال الحافظ فی "الفتح"(٣: ٦٩): قَوْلُهٗ:ثُمَّ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ

باب۔ نماز میں کسی کام کے لئے ایسا اشارہ کرنا جس سے وہ کام سمجھ میں آتا ہو مفسدِ صلاۃ نہیں ہے بلکہ بلاضرورت مکروہ ہے

۱۳۹۴۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے بنی المصطلق کو تشریف لے جاتے ہوئے ایک کام کو بھیجا، پس میں ایسی حالت میں واپس ہوا کہ آپ اپنے اونٹ پر نماز پڑھ رہے تھے۔ پس میں نے آپ ﷺ سے بات کی تو آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے یوں اشارہ کیا۔ اس موقع پر زہیر راوی نے ہاتھ سے اشارہ کر کے اس اشارہ کی کیفیت بیان کی، اسکے بعد میں نے دوبارہ (کلام) کیا (جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اشارہ کا مطلب نہ سمجھے تھے) تب آپ ﷺ نے پھر یوں اشارہ کیا۔ اس مقام پر زہیر نے بھی اپنے ہاتھ سے زمین کی طرف اشارہ کیا۔ اور میں آپ ﷺ کو پڑھتے ہوئے سنتا تھا۔ آپ ﷺ سر سے اشارہ کرتے تھے پس جب آپ ﷺ (نماز سے) فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے جس کام کے لئے تمہیں بھیجا تھا، تم نے اس کے متعلق کیا کیا۔ اب تک جو میں نے کچھ نہیں کہا تھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ مجھے تم سے بات کرنے سے اور کوئی چیز مانع نہ تھی بجز اس بات کے کہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے اور بخاری کے یہاں جابرؓ کے الفاظ یہ ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور میں نے آپ کو سلام کیا، اس کا آپ نے جواب نہیں دیا۔ اس سے میرے دل میں وہ بات واقع ہوئی جس کو خدا ہی خوب جانتا ہے (یعنی شاید حضور ﷺ مجھ سے ناراض ہیں) اس کے بعد میں نے دوبارہ آپ ﷺ کو سلام کیا، اس کا بھی آپ ﷺ نے جواب نہ دیا۔ اب کے میرے دل میں پہلے سے بھی سخت بات واقع ہوئی۔ اس کے بعد میں نے تیسری مرتبہ سلام کیا۔ تو آپ ﷺ نے

فَرَدَّ عَلَيَّ، اَیْ بَعْدَ اَنْ فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهٖ اھ۔ قلت: يدل عليه ماأخرجه الطحاوی(۱:۲٦٤) بسنده، و فی آخره: فَلَمَّاسَلَّمَ رَدَّعَلَيَّ اھ۔

۱۳۹۵۔ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رضی اللّٰه عنها فِي الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ قَالَتْ: فَاَرْسَلْتُ اِلَيْهِ الْجَارِيَةَ، فَقُلْتُ: قُوْمِيْ بِجَنْبِهٖ قُوْلِيْ لَهٗ : تَقُوْلُ لَكَ اُمُّ سَلَمَةَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! سَمِعْتُكَ تَنْهٰى عَنْ هَاتَيْنِ وَاَرَاكَ تُصَلِّيْهِمَا ، فَاِنْ اَشَارَ بِيَدِهٖ فَاسْتَاْخِرِيْ عَنْهُ ، فَفَعَلَتِ الْجَارِيَةُ،فَاَشَارَ بِيَدِهٖ فَاسْتَاْخَرَتْ عَنْهُ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا ابْنَةَ اَبِيْ اُمَيَّةَ سَاَلْتِ عَنِ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعَصْرِ"الحديث،أخرجه البخاری (۲:۸۵)، واللفظ له و مسلم وآخرون۔

۱۳۹٦۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رضی اللّٰه عنه قَالَ: خَرَجَ اِلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ:" مَا لِيْ اَرَاكُمْ رَافِعِيْ اَيْدِيْكُمْ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ، اُسْكُنُوْا فِي الصَّلَاةِ" أخرجه مسلم (۱:۱۸۱)۔

جواب دیا (اسلئے کہ اب کی مرتبہ نماز سے فارغ ہو چکے تھے) اور آپ ﷺ نے فرمایا۔ مجھے تمہارے سلام کا جواب دینے سے صرف اس بات نے روکا تھا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا (ناراضگی وغیرہ اس کا منشانہیں تھا۔)

فائدہ: نماز کے اندر آپ ﷺ کے اشارہ کرنے سے ،جس کا مقصدان کو یہ سمجھانا تھا کہ ابھی خاموش رہو میں نماز پڑھ رہاہوں، ظاہر ہوتا ہے کہ ایسے اشارے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔

۱۳۹۵:۔حضرت ام سلمہؓ سے عصر کے بعد کی دورکعتوں کے باب میں روایت ہے ،وہ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کے پاس لونڈی کو بھیجا۔اوراس سے یہ کہہ دیا کہ تو آپ ﷺ کے پاس کھڑی ہونا اور یہ کہنا کہ یارسول اللہ ﷺ ام سلمہ عرض کرتی ہیں کہ میں نے آپکوان دورکعتوں سے منع کرتے ہوئے سنا ہے۔حالانکہ آپ ﷺ انہیں پڑھتے ہیں۔(آیاحکم سابق منسوخ ہوگیایا اور کوئی بات ہے۔)اب اگر وہ ہاتھ سے اشارہ کریں تو توان کے پاس سے ہٹ جانا۔چنانچہ لونڈی نے ایسا ہی کیا اور آپ ﷺ نے ہاتھ سے اشارہ کیا جس پر وہ لونڈی آپ ﷺ کے پاس سے ہٹ گئی۔پس جب آپ ﷺ واپس ہوئے تو فرمایا کہ اے ابوامیہ کی بیٹی !تو نے عصر کے بعد کی دورکعتوں کی بابت دریافت کیا تھا۔اس کو بخاری ومسلم اور دوسرے حضرات نے روایت کیا ہے اور الفاظ مذکورہ بخاری کے ہیں۔

فائدہ:اس حدیث سے بھی اشارہ کا مفسد صلوٰۃ نہ ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

۱۳۹٦:۔حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے (اور دیکھا کہ ہم سلام پھیرتے وقت سلام کے ساتھ ساتھ ہاتھ بھی اٹھاتے ہیں) تو آپ نے فرمایا کہ کیا بات ہے کہ میں تمہیں دم ہلانے والے گھوڑوں کی دموں کی طرح ہاتھ اٹھاتے دیکھتا ہوں (ایسامت کیا کرو بلکہ) نماز میں ساکن رہا کرو۔اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۱۳۹۷:- وَعَنْهُ قَالَ:صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَكُنَّا إِذَا سَلَّمْنَا قُلْنَا بِاَيْدِيْنَا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ، فَنَظَرَ اِلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَقَالَ:"مَا شَانُكُمْ تُشِيْرُوْنَ بِاَيْدِيْكُمْ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ؟ اِذَا سَلَّمَ اَحَدُكُمْ فَلْيَلْتَفِتْ اِلَى صَاحِبِهٖ، وَ لَايُوْمِئْ بِيَدِهٖ"، أخرجه مسلم (۱:۱۸۱)أيضا، وَفِيْ لَفْظٍ لَهٗ: كُنَّا اِذَا صَلَّيْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قُلْنَا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ، وَاَشَارَ بِيَدِهٖ اِلَى الْجَانِبَيْنِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ:"عَلَامَ تُوْمُوْنَ بِاَيْدِيْكُمْ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ؟ اِنَّمَا يَكْفِيْ اَحَدَكُمْ اَنْ يَضَعَ يَدَهٗ عَلٰى فَخِذِهٖ ثُمَّ يُسَلِّمُ عَلٰى اَخِيْهِ مَنْ عَلٰى يَمِيْنِهٖ وَشِمَالِهٖ"، أخرجه مسلم أيضا۔

فائدہ: چونکہ یہ اشارہ بلاضرورت تھا اس لئے آپ نے اس سے روکا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بلاضرورت اشارہ مکروہ ہے۔

۱۳۹۷:- نیز حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی تو ہماری عادت تھی کہ جب ہم سلام پھیرتے، تو (زبان کے ساتھ) اپنے ہاتھوں سے بھی السلام علیکم، السلام علیکم کہتے (اس لئے ہم نے اس وقت بھی ایسا ہی کیا) پس رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دیکھا اور فرمایا کہ تمہیں کیا ہوا کہ تم اپنے ہاتھوں سے یوں اشارہ کرتے ہو جیسے وہ دم ہلانے والے گھوڑوں کی دمیں ہوں۔ تم کو چاہیئے کہ جب کوئی تم میں سے سلام پھیرے تو صرف اپنے ساتھی کی طرف ملتفت ہو اور ہاتھ سے اشارہ نہ کرے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ نیز ایک روایت میں ان سے یوں مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تو (سلام پھیرتے وقت) السلام علیکم ورحمۃ اللہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے اور (سلام پھیرنے والا) اپنے ہاتھ سے دونوں طرف (دائیں بائیں) اشارہ بھی کرتا۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے ہاتھوں سے یوں کیوں اشارہ کرتے ہو جیسے کہ وہ دم ہلانے والے گھوڑوں کی دمیں ہوں، تم میں سے ہر ایک کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنا ہاتھ اپنی ران پر رکھے رہے، اس کے بعد دائیں بائیں اپنے بھائی کو سلام کرے۔ اس کو بھی مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: نیز جب انتہائے صلوٰۃ میں اشارہ بالسلام ممنوع ہے تو اثنائے صلوٰۃ میں بطریق اولی اشارہ بالید لردّ السلام ممنوع ہوگا پس نماز میں سلام کا جواب ہاتھ کے اشارہ سے دینا بھی ممنوع ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بلاضرورت اشارہ مکروہ ہے۔ نیز یہ حدیث قولی حکم کلی صریح ہے اس بات میں کہ نماز میں سلام کے لئے اشارہ منع ہے۔ باقی وہ روایات جن میں ہاتھ کے ساتھ اشارے سے سلام کا جواب دینا ثابت ہوتا ہے وہ ایک واقعہ کی حکایت ہے جس میں عموم نہیں ہوتا لہٰذا احادیثِ احناف قولی ہونے کی بناء پر فعلی احادیث سے راجح ہیں۔ اور ان حرمت والی، اباحت والی احادیث کی تاریخ مجہول ہے لہٰذا محرم احادیث راجح ہوں گی۔

باب عدم فساد الصلاة بفهم المصلى مايقال له و جواز الكلام معه عند الحاجة

١٣٩٨- عن خوات بن جبير رضى الله عنه قال: كُنتُ أُصَلِّىْ وَاِذَارَجُلٌ مِن خَلْفِىْ يَقُوْلُ: خَفِّفْ فَاِنَّ لَنَا اِلَيْكَ حَاجَةً فَالْتَفَتُّ فَاِذَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ، رواه الطبرانى فى "الكبير"، و فيه عبدالله بن زيد بن أسلم ضعفه ابن معين وغيره، ووثقه أبو حاتم ومعن بن عيسى، و قال أبوداود: هو أمثل من أخيه(مجمع الزوائد١:١٧٤)، و فى الباب عن أم سلمة فى الركعتين بعد العصر، وقدمر آنفاً۔

باب عدم فساد الصلاة بالبكاء من الخشية و نحوها

١٣٩٩- عن عبدالله بن الشخيررضى الله عنه :رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يُصَلِّى بِنَا وَفِىْ صَدْرِهِ اَزِيْزٌ- هُوَ صَوْتُ الْقِدْرِ اِذَا غَلَتْ) -كَاَزِيْزِ الْمِرْجَلِ مِنَ الْبُكَاءِ، رواه أبوداود

باب نمازی کے دوسرے شخص کی بات سمجھنے سے اس کی نماز نہیں ٹوٹتی اور اس سے بضرورت کوئی بات کہنا جائز ہے

١٣٩٨۔ حضرت خوات بن جبیرؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ ایک شخص میرے پیچھے سے یہ کہنے لگا کہ نماز کو مختصر کرو کیونکہ ہمیں آپ سے کام ہے، میں نے منہ پھیر کر دیکھا تو رسول اللہ ﷺ تھے۔اس کو طبرانی نے روایت کیا اور اس کی سند میں عبد اللہ بن زید بن اسلم ہے۔جس کو ابن معین وغیرہ نے ضعیف کہا ہے اور ابو حاتم اور معن بن عیسیٰ نے توثیق کی ہے۔اور ابوداؤد نے کہا ہے کہ وہ اپنے بھائی سے بہتر ہے (مجمع الزوائد) اور اس باب میں ام سلمہؓ سے بھی عصر کے بعد کی دو رکعتوں کے متعلق روایت ہے اور وہ عنقریب گذر چکی ہے۔

فائدہ: اس سے مضمونِ باب یوں ثابت ہوتا ہے کہ لونڈی نے آپ ﷺ سے بحالت نماز کلام کیا۔اور آپ ﷺ نے اسے سمجھا اور اشارہ سے جواب دیا اور باوجود اس کے نماز پر کوئی اثر نہ پڑا اور نہ آپ ﷺ نے نماز کے بعد اسے منع کیا کہ نماز پڑھنے والے سے بات نہیں کرنی چاہئے۔اور اس حدیث کے دوسرے صحیح شواہد بھی ہیں جو بخاری ج اص ٩٥ اور مسلم ج اص ١٧٩ میں حضرت عائشہؓ سے امامت ابوبکرؓ کے سلسلے میں مروی ہیں۔

باب خدا کے خوف سے یا اس کے مثل دوسرے سبب سے نماز میں رونا مفسدِ نماز نہیں ہے

١٣٩٩۔ حضرت عبداللہ بن الشخیرؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو عین ایسی حالت میں ہمیں نماز پڑھاتے دیکھا ہے کہ آپ ﷺ کے سینہ میں رونے کے سبب ایسی آواز تھی جیسے ہانڈی پکنے میں ہوتی ہے۔اس کو ابوداؤد، نسائی نے اور

والنسائی والترمذی فی "الشمائل"، و إسناده قوی ، و صححه ابن خزیمة و ابن حبان و الحاکم، ووهم من زعم أن مسلمًا أخرجه(فتح الباری ۲:۱۷۳)۔

۱۴۰۰۔عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنه قَالَ: مَا كَانَ فِينَا فَارِسٌ يَوْمَ بَدْرٍ غَيْرُ الْمِقْدَادِ، وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا فِينَا اِلَّا نَائِمٌ اِلَّا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ تَحْتَ شَجَرَةٍ۔ يُصَلِّيْ وَيَبْكِيْ حَتّٰى اَصْبَحَ، رواه ابن خزیمة فی "صحیحه" (الترغیب ۲:۸۷)، و ابن حبان فی "صحیحه" (نیل ۲:۲۲۰)۔

۱۴۰۱۔عن عبدالله بن شداد قَالَ: سَمِعْتُ نَشِيجَ عُمَرَ وَاَنَا فِيْ آخِرِ الصُّفُوْفِ يَقْرَأُ: ﴿اِنَّمَا اَشْكُوْ بَثِّيْ وَ حُزْنِيْ اِلَى اللّٰهِ﴾الآیة، أخرجه البخاری (۱:۹۹) تعلیقاً،وو صله سعید بن منصور عن ابن عیینة عن إسماعیل بن محمد بن سعد سمع عبدالله بن شداد بهذا وزاد: فِيْ صَلاةِ الصُّبْحِ، وأخرجه ابن المنذر من طریق عبید بن عمیر عن عمر نحوه (فتح الباری ۲:۱۷۲)۔

۱۴۰۲۔عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رضی الله عنها: اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ فِيْ مَرَضِهِ: مُرُوْا

ترمذی نے شمائل میں روایت کیا ہے اور اس کی سند قوی ہے۔اور ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے (فتح الباری) اور جس نے یہ کہا کہ اسے مسلم نے روایت کیا ہے اسے دھوکا ہوا ہے۔

۱۴۰۰:۔حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم میں غزوہ بدر میں سوائے مقداد کے اور کوئی گھوڑے پر سوار نہ تھا، ایک واقعہ تو یہ ہے اور دوسرا واقعہ یہ ہے کہ رات کے وقت ہم سب سوتے تھے سوائے رسول اللہ ﷺ کے کہ وہ درخت کے نیچے نماز پڑھ رہے تھے اور رو رہے تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اسی حالت میں صبح کر دی۔اس کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔(ترغیب) اور ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں اسے روایت کیا ہے۔(نیل)

۱۴۰۱:۔عبداللہ بن شداد سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کے رونے کی آواز ایسی حالت میں سنی کہ میں آخر صف میں تھا۔اور وہ وَاِنَّمَا اَشْكُوْ بَثِّيْ وَ حُزْنِيْ اِلَى اللّٰهِ پڑھ رہے تھے۔اس کو بخاری نے تعلیقاً روایت کیا ہے اور سعید بن منصور نے اس کو موصولاً روایت کیا ہے اور یہ بڑھایا ہے کہ یہ واقعہ صبح کی نماز میں ہوا اور ابن منذر نے عبید بن عمیر کی روایت سے اسی کے مثل روایت کیا ہے (فتح الباری)۔

۱۴۰۲:۔ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرضِ وفات میں فرمایا کہ ابو بکرؓ سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے اس پر عرض کیا کہ ابو بکر صدیقؓ جب آپ ﷺ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے کے سبب لوگوں کو قراءت نہ سنا سکیں گے۔اس لئے آپ ﷺ حضرت عمرؓ کو حکم دیجئے۔اس کو بخاری نے روایت کیا ہے اور یہ انہیں کے الفاظ ہیں۔

اَبَابَکْرٍ یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ، قَالَتْ عَائِشَةُ: قُلْتُ لَهٗ: اِنَّ اَبَابَکْرٍ اِذَا قَامَ فِیْ مَقَامِكَ لَمْ یُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُکَاءِ فَمُرْ عُمَرَ، الحدیث، رواه البخاری واللفظ له(۲:۹۹)۔

باب حکم التنحنح والنفخ فی الصلاة

۱۴۰۳ـ عن اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنه: اَنَّهٗ کَانَ یَخْشٰی اَنْ یَّکُوْنَ النَّفْخُ کَلَامًا، رواه البیهقی بإسناد صحیح (نیل الأوطار۲:۲۱۹)، ورواه سعید بن منصور فی "سننه" عنه بلفظ:"اَلنَّفْخُ فِی الصَّلَاةِ کَلَامٌ"، کما فی "النیل"أیضاً (۲:۲۱۸)، ورواه ابن أبی شیبة فی"مصنفه" عنه بإسناد جید بلفظ سعید بن منصور، وروی عنه أیضاً بإسناد صحیح أنه قال:"اَلنَّفْخُ فِی الصَّلَاةِ یَقْطَعُ الصَّلَاةَ"، (عمدة القاری۳:۷۲۶)۔

فائدہ: قیاس کا تقاضا تو یہ ہے کہ رونا مطلقاً مفسدِ صلوٰۃ ہو خواہ آخرت کی وجہ سے رونا ہو یا کسی دنیاوی سبب سے، لیکن چونکہ ان روایات سے رونے کا مفسدِ صلوٰۃ نہ ہونا ثابت ہوتا ہے خواہ باآواز ہو جیسا کہ حضرت عمرؓ کے رونے کی روایت میں مصرح ہے یا بلا آواز جیسا کہ دوسری روایت سے ظاہر ہے اس لئے احناف نے قیاس کو ترک کر کے حدیث پر عمل کرتے ہوئے یہ حکم لگایا ہے کہ آخرت کے سبب سے رونا مفسدِ صلوٰۃ نہیں لیکن چونکہ یہ رونا جو ان احادیث میں مذکور ہے ظاہر ہے کہ امرِ آخرت سے متعلق تھا اور کسی دنیاوی سبب سے نہ تھا۔ اس لئے عنوان باب میں "خدا کے خوف اور اس کی مثل" کی قید لگائی گئی اس لئے کسی دنیاوی سبب سے نماز میں رونا جائز نہیں بلکہ مفسدِ صلوٰۃ ہے۔

فائدہ: قرآن کی آیت وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ آیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُکِیًّا (ترجمہ: جب ان پر رب رحمٰن کی آیات پڑھی جاتی ہیں وہ روتے ہوئے عاجزی کرتے ہوئے گر پڑتے ہیں۔) سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ (آخرت کے سبب سے) نماز میں رونا جائز ہے۔

باب نماز میں کھنکارنے اور پھونک اور پھنکار مارنے کے حکم میں

۱۴۰۳ـ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ وہ اندیشہ کرتے تھے کہ (نماز میں) پھونک مارنا (حکماً) کلام (اور مفسدِ نماز) ہو۔ اسکو بیہقی نے باسناد صحیح روایت کیا ہے۔(نیل) اور سعید بن منصور نے اسکو اپنی سنن میں بدیں عنوان روایت کیا ہے کہ نماز میں پھونک مارنا کلام ہے (نیل) اور ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں جید سند سے اس کو سعید بن منصور کے الفاظ سے روایت کیا ہے، نیز ان سے باسناد صحیح روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نماز میں پھونک مارنا نماز کو توڑ دیتا ہے۔ (عمدۃ القاری)

فائدہ: اس حدیث سے پھونک کا مفسدِ صلوٰۃ ہونا معلوم ہوتا ہے مگر محمل اس کا یہ ہے کہ پھونک آواز کے ساتھ ہو اور اس سے کم از کم دو حروف پیدا ہوتے ہوں اور منشا اس کا امر دنیوی ہو (مثلاً کسی درد یا مصیبت کی وجہ سے ہو) کیونکہ اگر بلا آواز کے ہو یا آواز

١٤٠٤:۔ وكيع عن سفيان عن الحسن بن عبيدالله عن أبي الضحى عن ابن عباس رضى الله عنهما قال: اَلنَّفْخُ فِي الصَّلاَةِ كَلاَمٌ، كذا في "المدونة الكبرى" (١٠٢:١) لمالك، وسنده صحيح على شرط مسلم۔

١٤٠٥:۔ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ عَمْرٍو رضى الله عنه فِيْ حَدِيْثِ الْكُسُوْفِ: فَجَعَلَ (النَّبِيُّ ﷺ) يَنْفُخُ فِيْ آخِرِ سُجُوْدِهٖ مِنَ الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ وَ يَبْكِيْ، وَيَقُوْلُ: "اَلَمْ تَعِدْنِيْ هٰذَا وَنَحْنُ نَسْتَغْفِرُكَ" رواه النسائي (٢١٨:١) مطولا، و أبوداود (٤٦٢:١)، وسكت عنه، و لفظه: ثُمَّ نَفَخَ فِيْ آخِرِ سُجُوْدِهٖ فَقَالَ : أُفْ أُفْ، ثُمَّ قَالَ "رَبِّ اَلَمْ تَعِدْنِيْ اَنْ لَاتُعَذِّبَهُمْ وَاَنَا فِيْهِمْ، اَلَمْ تَعِدْنِيْ اَنْ لَّا تُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ"، الحديث۔

سے ہومگر اس سے حروف نہ پیدا ہوتے ہوں یا صرف ایک حرف پیدا ہوتا ہو تب وہ کلام کے حکم میں نہیں ہو سکتی۔ اور اگر دو یا زیادہ حروف پیدا ہوتے ہوں تو وہ کلام کے حکم میں تو ہے مگر جب کہ اس کا منشا امر اُخروی ہو تو وہ مفسدِ صلوٰۃ نہیں کیونکہ کلام متعلق بآخرت مفسدِ صلوٰۃ نہیں۔ کیونکہ یہ رحمت وعفو کی دعا کے حکم میں ہے۔

١٤٠٤:۔ نیز حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نماز میں پھونک مارنا کلام (اور مفسدِ صلوٰۃ) ہے (مدونہ امام مالک) اور اس کی سند شرط مسلم پر صحیح ہے۔

١٤٠٥:۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حدیثِ کسوف میں بیان کیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ دوسری رکعت کے آخری سجدہ میں پھنکارنے اور رونے لگے اور فرمانے لگے کہ آپ نے مجھ سے ایسی حالت میں کہ ہم آپ سے معافی چاہتے ہوں اس کا (یعنی عدم نزولِ عذاب کا) وعدہ نہ فرمایا تھا۔ اس کو نسائی نے مطولاً روایت کیا ہے اور ابوداؤد نے بھی اسے روایت کیا ہے اور اس سے سکوت کیا ہے (لہٰذا یہ حدیث امام ابوداؤد کے ہاں حسن یا صحیح ہے) اور ان کے الفاظ یہ ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے پھنکار امارا اور اُف اُف کیا، اس کے بعد فرمایا کہ اے اللہ! کیا آپ نے مجھ سے وعدہ نہ فرمایا تھا کہ آپ ان کو میرے ان میں موجود ہوتے ہوئے عذاب نہ دیں گے؟ کیا آپ نے مجھ سے وعدہ نہ فرمایا تھا کہ آپ انہیں ایسی حالت میں عذاب نہ دیں گے کہ وہ آپ سے معافی چاہتے ہوں؟

فائدہ: اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ خوفِ خدا سے پھنکار امارنا اور اف اف کہنا مفسدِ صلوٰۃ نہیں۔

تنبیہ: حق تعالیٰ نے وعدہ خلافی نہیں کی تھی اور جناب رسول اللہ ﷺ بھی جانتے تھے کہ حق تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ مگر اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی جانتے تھے کہ وعدہ خلافی نہ کرنا حق تعالیٰ کا اختیاری فعل ہے اور نہ وہ اس کے لئے مجبور ہیں اور نہ وعدہ خلافی کرنے میں ان کو کسی کا ڈر ہے پس جب کہ انہوں نے آثارِ قہر نمایاں دیکھے تو ان کو اندیشہ ہوا کہ مبادا صفت يفعل الله مايشاء اور لايسئل عما يفعل صفتِ عدمِ اخلاف پر غالب آجائے اور وہ عذاب نازل فرمادیں اس لئے انہوں نے حق تعالیٰ سے عاجزانہ درخواست کی تاکہ وہ صفتِ آزادانہ وخودمختارانہ تصرف کو صفتِ عدمِ اخلاف پر غالب نہ ہونے دیں اس لئے اس درخواست

١٤٠٦- عن بريدة رضى الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: "ثَلاثٌ مِنَ الْجَفَاءِ: اَنْ يَّبُوْلَ الرَّجُلُ وَهُوَ قَائِمٌ، اَوْ يَمْسَحَ جَبْهَتَهٗ قَبْلَ اَنْ يَّفْرُغَ مِنْ صَلاتِهٖ، اَوْ يَنْفُخَ فِيْ سُجُوْدِهٖ"، رواه البزار، ورجاله رجال الصحيح، كذافى "مجمع الزوائد" (١٧٥:١)، وكذا قال العراقى أيضا (نيل الأوطار٢١٩:٢)-

١٤٠٧- عن عبدالله بن نجى عن على رضى الله عنه قال: كَانَ لِيْ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ سَاعَةٌ آتِيْهِ فِيْهَا، فَاِذَا اَتَيْتُهٗ اِسْتَأْذَنْتُ، اِنْ وَجَدْتُ يُصَلِّيْ فَتَنَحْنَحَ دَخَلْتُ، وَاِنْ وَجَدْتُ فَارِغًا اَذِنَ لِيْ، أخرجه النسائى (١٧٨:١و١٧٩)، وسكت عنه، وفى لفظ له: كَانَ لِيْ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ مَدْخَلانِ: مَدْخَلٌ بِاللَّيْلِ، وَمَدْخَلٌ بِالنَّهَارِ، فَكُنْتُ اِذَا دَخَلْتُ بِاللَّيْلِ تَنَحْنَحَ لِيْ، وفى لفظ له: فَكُنْتُ آتِيْهِ كُلَّ سَحَرٍ، فَاِنْ تَنَحْنَحَ اِنْصَرَفْتُ اِلٰى اَهْلِيْ وَاِلَّا دَخَلْتُ عَلَيْهِ، قال الحافظ فى

میں کوئی اشکال نہیں اور یہ حدیث اہل بدعت کے مقابلہ میں زبردست حجت ہے، جو خدا کو وعدہ خلافی سے عاجز مانتے ہیں۔ تعالیٰ اللہ عن ذلک اور حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنے اختیار سے وعدہ خلافی نہیں کرتے لیکن وہ اس کے لئے مجبور نہیں ہیں، جیسا کہ حدیث سے صراحۃً ظاہر ہے۔

١٤٠٦:۔ حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین باتیں گنوار پن کی ہیں۔ (١) آدمی کھڑا ہو کر پیشاب کرے یا (٢) اپنی نماز سے فارغ ہونے سے پیشتر اپنی پیشانی کو (گرد سے) صاف کرے یا (٣) (گرد صاف کرنے کے لئے) سجدہ میں پھونک مارے۔ اس کو بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں جیسا کہ مجمع الزوائد میں ہے اور ایسا ہی عراقی نے بھی کہا ہے (نیل)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ میں پھونک مارنا مکروہ ہے مگر اس سے وہی پھونک مراد ہے جس سے ایسی آواز نہ پیدا ہو جو دو حرفوں یا زیادہ پر مشتمل ہو ورنہ نماز فاسد ہو جائیگی۔

١٤٠٧:۔ عبداللہ بن نجی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میرے لئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری کا ایک وقت مقرر تھا جس میں میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ پس جس وقت میں آپکی خدمت میں حاضر ہوتا تو اول میں اجازت لیتا تھا، اب اگر میں آپ ﷺ کو نماز پڑھتے پاتا اور آپ ﷺ کھنکار دیتے تو میں اندر چلا جاتا اور اگر میں آپ ﷺ کو فارغ پاتا تو آپ ﷺ مجھے اجازت دے دیتے، اس کو نسائی نے روایت کیا ہے اور اس سے سکوت کیا ہے اور ان کے ایک لفظ میں یہ مضمون ہے کہ میرے لئے جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دو حاضریاں تھیں، ایک حاضری رات میں اور

"التلخيص" (١١٠:١) بعد أن أخرجه بلفظ : فَإِنْ وَجَدْتُهُ يُصَلِّيْ فَسَبَّحَ دَخَلْتُ، ثم أخرجه بلفظ: فَتَنَحْنَحَ بدل فسبح، كذا رواه ابن ماجة، وصححه ابن السكن، وقال البيهقي: هذا مختلف في إسناده ومتنه، قيل: سبح، وقيل: تنحنح، قال: ومداره على عبدالله بن نجي- قلت: واختلف عليه فقيل:عنه عن علي، وقيل: عن أبيه عن علي، وقال ابن معين: لم يسمعه عبد الله من علي، بينه وبين علي أبوه - قلت: وفي متنه اختلاف آخر فجعل التنحنح مرة علامة الإذن وأخرى علامة عدمه۔

باب أن الفتح على الإمام في الصلاة لا يفسدها لكنه يكره من غير ضرورة

١٤٠٨ـ عن ابن عمر رضي الله عنه اَنَّ رسولَ اللهِ ﷺ صَلّٰى صَلاةً فَالْتَبَسَ عَلَيْهِ فِيْهَا ، فَلَمَّاانْصَرَفَ قَالَ لِأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ : اَصَلَّيْتَ مَعَنَا؟ قَالَ: نَعَمْ! قَالَ: فَمَا مَنَعَكَ اَنْ تَفْتَحَ عَلَيَّ ؟ قلت:رواه أبو داود خلا قوله: أن تفتح علي ، رواه الطبراني ورجاله موثقون (مجمع الزوائد ١٦٩:١)۔

ایک حاضری دن میں، پس جب کہ میں رات میں حاضر ہوتا تو آپ ﷺ میرے لئے کھنکار دیتے اور انہیں کے ایک لفظ میں یوں ہے کہ میں آپ ﷺ کے پاس ہر صبح کو آتا اب اگر وہ کھنکار دیتے تو میں اپنے مکان کو واپس ہو جاتا۔ ورنہ آپ ﷺ کے پاس چلا جاتا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کھنکارنا جب کہ غرضِ صحیح سے ہوتو نہ وہ مکروہ ہے اور نہ مفسدِ صلوٰۃ۔ اور چونکہ ظاہر یہ ہے کہ یہ کھنکارنا صوت محض بلاحرف ہوتا تھا اس لئے یہ حدیث ائمہ ثلثہ امام ابوحنیفہ وامام ابو یوسف اور محمد رحمہم اللہ میں سے کسی کے خلاف نہیں۔

باب امام کو نماز میں لقمہ دینا مفسدِ صلوٰۃ نہیں۔ ہاں بلاضرورت مکروہ ہے

۱۴۰۸:۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک نماز پڑھی تو آپ ﷺ کو اس میں تشابہ لگا۔ پس جب آپ ﷺ نماز سے لوٹے تو آپ ﷺ نے ابی بن کعبؓ سے فرمایا کہ (جس وقت مجھے تشابہ لگا) کیا تم (اس وقت) ہمارے ساتھ شامل تھے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر تمہیں مجھے لقمہ دینے سے کس چیز نے روکا؟ اس کو طبرانی نے روایت کیا اور اسکے راویوں کی توثیق کی گئی ہے (مجمع الزوائد) میں کہتا ہوں کہ اسے ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے۔ مگر اس میں ''ان تفتح علي ''لفظوں میں نہیں ہے۔ (ہاں مراد ہے)۔

١٤٠٩ـ عن المسور بن يزيد المالكي اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ يَحْيٰى: وَرُبَّمَا قَالَ: شَهِدْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقْرَأُفِي الصَّلَاةِ فَتَرَكَ شَيْئًا لَمْ يَقْرَأْهُ، فَقَالَ لَهٗ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! تَرَكْتَ آيَةَ كَذَاو كذا، فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ هَلَّا اَذْكَرْتَنِيْهَا؟ قال سليمان في حديثه:قَالَ: كُنْتُ أُرَاهَا نُسِخَتْ، رواه أبوداود (١٣٨:١)، وسكت عنه۔

١٤١٠ـعَنْ اَنَسٍ رضي الله عنه قَالَ: كُنَّا نَفْتَحُ عَلَى الْاَئِمَّةِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ اخرجه الحاكم في "المستدرك"(٢٧٦:١)، وصححه هو والذهبي في "تلخيصه"۔

١٤١١ـعَنْ اَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ قَالَ:قَالَ عَلِيٌّ رضي الله عنه: إِذَا اسْتَطْعَمَكُمُ الْاِمَامُ فَاَطْعِمُوْهُ، صححه الحافظ في "التلخيص"(١١٣:١)، وعزاه في "كنز العمال" (٢٥٤:٤) إلى البيهقي بلفظ:"إِذَا اسْتَطْعَمَكُمُ الْاِمَامُ فَاَطْعِمُوْهُ"، وعزاه ايضاً إلى ابن منيع، والحاكم (٢٤٩:٤) بلفظ : قَالَ عَلِيٌّ ﷺ : مِنَ السُّنَّةِ اَنْ تَفْتَحَ عَلَى الْاِمَامِ اِذَا سْتَطْعَمَكَ اھ۔

١٤١٢ـ عن ابن مسعود رضي الله عنه قَالَ: "اِذَا تَعَايَا الاِمَامُ فَلَا تَرِدَنَّ عَلَيْهِ، فَاِنَّهٗ كَلَامٌ"۔

۱۴۰۹:۔حضرت مسور بن یزید مالکی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں قراءت کر رہے تھے پس آپ ﷺ سے کچھ چھوٹ گیا جس کو آپ ﷺ نے نہیں پڑھا اس پر کسی نے آپ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے فلاں فلاں آیت چھوڑ دی ہے۔تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے اسے مجھے یاد کیوں نہ دلایا۔اس کے جواب میں اس نے عرض کیا کہ مجھے خیال ہوا کہ وہ منسوخ ہوگئی ہوگی۔اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس سے سکوت کیا ہے۔(لہٰذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے)

فائدہ:ان دونوں حدیثوں سے ضرورت کے وقت امام کو لقمہ دینے کا جواز معلوم ہوا۔

۱۴۱۰:۔حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اماموں کو لقمہ دیا کرتے تھے۔اس کو حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور انہوں نے اور ذہبی نے اپنی تلخیص میں اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ:اس سے بھی لقمہ دینے کا جواز ثابت ہے۔

۱۴۱۱:۔ابوعبدالرحمٰن سلمی سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جب امام تجھ سے لقمہ چاہے تو تُو اسے لقمہ دے۔اس کو حافظ نے تلخیص میں صحیح کہا ہے۔اور کنز العمال میں اسے بیہقی کی طرف بدیں الفاظ نسبت کیا ہے کہ جب امام تم سے لقمہ چاہے تو تم اسے لقمہ دو۔اور ابن منیع اور حاکم کی طرف بدیں الفاظ نسبت کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ قاعدہ ہے کہ تم امام کو لقمہ دو جب کہ وہ تم سے لقمہ چاہے۔

فائدہ:اس اثر سے بھی لقمہ دینے کا جواز معلوم ہوا۔

۱۴۱۲:۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جب امام قراءت سے رہ جائے تو تم اسے ہرگز نہ بتلاؤ کیونکہ یہ بھی

رواہ الطبرانی فی "الکبیر" ورجالہ رجال الصحیح (مجمع الزوائد١:١٦٩)۔

١٤١٣۔ عن الحارث عن علی رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: "یَا عَلِیُّ! لاتَفْتَحْ عَلَی الْإِمَامِ فِی الصَّلَاۃِ"، رواہ ابوداود (٢:٨٩)، قال: أبو إسحاق لم یسمع من الحارث إلا أربعة أحادیث لیس ھذا منھا اھ، قلت: وسیأتی الکلام علیه۔

١٤١٤۔ عَنْ أَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: "اَلتَّسْبِیْحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِیْقُ لِلنِّسَاءِ"۔ رواہ الجماعة، وزاد مسلم وآخرون: "فی الصلاۃ" (١:١٣٨)، وذکرہ البخاری فی باب الأحکام بصیغة الأمر: "فَلْیُسَبِّحِ الرِّجَالُ وَلْتُصَفِّقِ النِّسَاءُ"، قالہ الحافظ فی "الفتح" (٣:٦٣)۔

نماز میں بولنا ہے۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ (مجمع الزوائد)

فائدہ: مراد یہ ہے کہ بلاضرورت لقمہ نہ دو کیونکہ عند الضرورت لقمہ دینے کا جواز معلوم ہو چکا ہے۔ اور ممانعت کراہت تنزیہی پر محمول ہے۔

١٤١٣۔ حارث اعور حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے علی! نماز میں امام کو لقمہ نہ دے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ ابواسحٰق نے اس روایت کو حارث سے نہیں سنا کیونکہ انہوں نے اس سے کل چار حدیثیں سنی ہیں اور یہ حدیث ان میں نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کی بحث آئے گی۔

فائدہ: اس سے بھی مراد یہی ہے کہ بلاضرورت لقمہ نہ دو کیونکہ بضرورت لقمہ دینے کا جواز خود حضرت علیؓ سے ثابت ہے۔

١٤١٤۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تسبیح مردوں کے لئے ہے اور تصفیق یعنی ہاتھ پر ہاتھ مارنا عورتوں کے لئے ہے۔ اس کو جماعت نے روایت کیا ہے۔ اور مسلم اور دوسرے لوگوں نے فی الصلوۃ کا لفظ بھی روایت کیا ہے (آثار السنن) اور بخاری نے باب الاحکام میں امر کے صیغہ سے روایت کیا ہے۔ یعنی مردوں کو چاہئے کہ تسبیح کہیں اور عورتوں کو چاہئے کہ ہاتھ پر ہاتھ ماریں۔ چنانچہ یہ مضمون حافظؒ نے فتح الباری میں بیان کیا ہے۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ مردوں کو نماز میں امام کو غلطی پر متنبہ کرنے کے لئے سبحان اللہ کہنا جائز ہے۔ پس جب کہ انہیں سبحان اللہ کہنا جائز ہے تو عجز عن القراءۃ کے وقت الفاظ قرآن کا تکلم بالاولیٰ جائز ہوگا۔ نیز اسی حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ عورت کو چاہئے کہ امام کو لقمہ نہ دے لیکن اگر وہ لقمہ دے دے گی تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ جیسا کہ بجائے ہاتھ پر ہاتھ مارنے کے سبحان اللہ کہنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ خلاصۂ باب یہ ہے کہ احادیثِ جواز عند الضرورت پر محمول ہیں اور احادیثِ عدمِ جواز عدمِ ضرورت اور جلدی لقمہ دینے پر محمول ہیں۔

باب فساد الصلاة بالقرائة من المصحف

١٤١٥:-عن رفاعة بن رافع رضی الله عنه اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلَّمَ رَجُلاً الصَّلَاةَ فَقَالَ:"اِنْ كَانَ مَعَكَ قُرْآنٌ فَاقْرَأْ، وَاِلَّا فَاحْمَدِ اللّٰهَ وَكَبِّرْهُ وَهَلِّلْهُ ثُمَّ ارْكَعْ"، رواه ابوداود والترمذی، وقال:حديث حسن (نيل الأوطار٢:١١٨)

١٤١٦:-عن عبدالله بن ابی اوفی رضی الله عنه قَالَ:جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ:اِنِّیْ لَا اَسْتَطِيْعُ اَنْ آخُذَ شَيْئاً مِنَ الْقُرْآنِ فَعَلِّمْنِیْ مَا يُجْزِئُنِیْ، قَالَ:"قُلْ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ"،رواه احمد وابوداود و النسائی، والدارقطنی وابن الجارود وابن حبان والحاكم، وفی إسناده إبراهيم السكسكی، وهو من رجال البخاری، قال ابن القطان:ضعفه قوم فلم يأتوا بحجة ١ه (نيل الأوطار ٢:٢١٨)، قلت : فالحديث لاأقل من أن يكون حسنا۔

١٤١٧:-عن ابن عباس رضی الله عنه قَالَ: نَهَانَا اَمِيْرُالْمُوْمِنِيْنَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنْ نَؤُمَّ

باب نماز میں قرآن میں دیکھ کر قراءت کرنا مفسدِ صلاۃ ہے

۱۴۱۵:-حضرت رفاعہ بن رافعؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نماز سکھلائی تو فرمایا کہ اگر تیرے پاس قرآن ہو(یعنی تجھے قرآن یاد ہو) تو قرآن پڑھ ورنہ الحمدللہ اور اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ کہہ لے اس کے بعد رکوع کر۔اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے (نیل الاوطار)

۱۴۱۶:-حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ میں کچھ بھی قرآن نہیں پڑھ سکتا۔آپ ﷺ مجھے کوئی ایسی چیز سکھلا دیجئے جو مجھے کافی ہو۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ سبحان الله والحمد الله ولا آله الا الله و الله اکبر ولا حول ولا قوة الا بالله کہہ لو۔اس کو احمد،ابوداؤد،نسائی،دارقطنی،ابن الجارود،ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ابراہیم سکسکی ہے،جو کہ بخاری کے راویوں میں سے ہے۔ابن القطان نے کہا ہے کہ لوگوں نے اسے بلادلیل ضعیف قرار دیا ہے۔(نیل) میں کہتا ہوں کہ ایسی حالت میں کم از کم یہ حدیث حسن ہوگی۔

فائدہ:ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں دیکھ کر پڑھنا منافی صلوۃ ہے ورنہ بصورت عدم حفظِ قرآن ،قرآن میں دیکھ کر پڑھنے کا حکم دیا جاتا اور تکبیر و تہلیل و تحمید کی طرف انتقال جائز نہ ہوتا۔

۱۴۱۷:-حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم کو امیر المومنین عمر بن الخطابؓ نے اس سے منع فرمایا کہ ہم قرآن میں دیکھ کر لوگوں کی امامت کریں اور ہم کو اس سے بھی منع کیا کہ سوائے بالغ کے کوئی اور ہماری امامت کرے۔اس کو ابن

النَّاسَ فِیْ الْمُصْحَفِ،وَنَهَانَا اَنْ یَّؤُمَّنَا اِلَّا الْمُحْتَلِمِ ، رواه ابن أبی داود، كذا فی "كنز العمال" (٤:٢٤٦)،ولم أقف له علی سند۔

باب لا يقطع الصلاة مرور شیء

١٤١٨-عن انس رضی الله عنه اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلّٰی بِالنَّاسِ فَمَرَّ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ حِمَارٌ، فَقَالَ عَیَّاشُ بْنُ اَبِیْ رَبِیْعَةَ: سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَلَمَّا سَلَّمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : مَنِ الْمُسَبِّحُ آنِفًا سُبْحَانَ اللهِ؟ قَالَ: اَنَا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اِنِّیْ سَمِعْتُ اَنَّ الْحِمَارَ یَقْطَعُ الصَّلَاةَ، قَالَ: "لا یَقْطَعُ الصَّلَاةَ شَیْءٌ"، رواه الدارقطنی(١:١٤١)، وسنده حسن، وقال صاحب "التنقیح":وهم ابن الجوزی فی "تعلیله" إیاه بصخر بن عبدالله، فظنه الكوفی المعروف بالحاجبی، وأنه ابن حرملة الراوی عن عمر بن عبدالعزیز، لم یتكلم فیه ابن عدی ولا ابن حبان، بل ذكره ابن حبان فی "الثقات"، وقال النسائی: صالح، كذافی"نصب الراية"(١:٢٥٩)۔

ابی داؤد نے روایت کیا ہے جیسا کہ کنز العمال میں ہے۔ مگر مجھے اس کی سند نہیں معلوم ہوئی۔

فائدہ: اس حدیث کی اگر چہ سند معلوم نہیں ہو سکی لیکن یہ حدیث قیاس صحیح کے ساتھ مؤید ہے کیونکہ اس میں تلقن من الغیر ہے اور تعلیم وتعلم منافی صلوٰۃ ہے۔ نیز حمل قرآن اور اس میں نظر کرنا اور اوراق کو الٹ پلٹ کرنا عملِ کثیر ہے اور عملِ کثیر مفسد صلوٰۃ ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں قرآن دیکھ کر پڑھنا ممنوع ہے اور اصل نہی میں فساد صلوٰۃ ہے۔ لہٰذا اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

تنبیہ: لیکن یاد رکھئے کہ قرآن سے دیکھ کر پڑھنا غیر حافظ کے لئے مفسدِ صلوٰۃ ہے کیونکہ اس میں تلقن من الغیر ہے البتہ حافظ کے لئے بالاجماع مفسدِ صلوٰۃ نہیں کیونکہ اس میں تلقن من الغیر کی خرابی نہیں پائی جاتی (وبہ جزم فی غنیۃ المستملی) جیسا کہ حضرت عائشہؓ کے غلام ذکوان رمضان المبارک میں مصحف سے حضرت عائشہؓ کی امامت کرتے تھے۔ اور وہ حافظ تھے۔

باب کسی چیز کا سامنے سے گذرنا مفسدِ صلوٰۃ نہیں

١٤١٨: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی تو ان کے سامنے سے ایک گدھا گذرا۔ اس پر عیاش بن ابی ربیعہ نے سبحان اللہ سبحان اللہ سبحان اللہ کہا۔ پس جب رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیرا تو فرمایا کہ یہ سبحان اللہ کہنے والا کون تھا۔ عیاش نے عرض کیا کہ میں تھا۔ کیونکہ میں نے سنا تھا کہ گدھا (نمازی کے سامنے گذر کر) نماز توڑ دیتا ہے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ (یہ غلط ہے) نماز کو کوئی شیٔ (آگے سے گذر کر) نہیں توڑتی۔ اس کو دار قطنی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

۱۴۱۹:-عن ابی أمامة رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ :"لا يَقْطَعُ الصَّلاةَ شَیْءٌ"، رواه الطبرانی فی "الکبیر"، وإسناده حسن (مجمع الزوائد ۱:۱۶۷)۔

۱۴۲۰:-عن ابی سعید رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ :"لا يَقْطَعُ الصَّلاةَ شَیْءٌ، وَادْرَءُوْا مَا اسْتَطَعْتُمْ فَإِنَّمَا هُوَ شَيْطَانٌ" اخرجه أبوداود(۳-۳۷۶)، وسکت عنه، وفیه مجالد بن سعید، تکلم فیه غیر واحد، وأخرج له مسلم مقرونا، وهو صدوق جائز الحدیث عند یعقوب بن سفیان والعجلی، کما فی "التهذیب" (۱۰:۴۰ و۴۱)، فالحدیث حسن۔

۱۴۲۱:-عن إبراهیم بن یزید ثنا سالم بن عبدالله عن أبیه أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ قَالُوْا:"لايَقْطَعُ صَلَاةَ الْمُسْلِمِ شَیْءٌ، وَادْرَءُوْا مَااسْتَطَعْتُمْ"، أخرجه الدارقطنی-وأعله صاحب التحقیق بإبراهیم هذا وهو الخوزی المکی، قال أحمدوالنسائی: متروك، وقال ابن معین: ولیس بشیء، کذا فی "نصب الرایة" (۱:۲۵۹) - قلت: حسن له الترمذی (۱:۱۰۰) حدیث الزاد والراحلة فی الحج، وقال: تکلم فیه بعض أهل العلم من قبل حفظه، وقال ابن عدی: هو فی عداد من یکتب حدیثه وإن کان قد نسب إلی الضعف، کذا فی "التهذیب" (۱:۱۸۰)، فالحدیث حسن، وأخرجه مالك فی "الموطأ"

۱۴۱۹:- حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی (یعنی سامنے گذرنے سے) اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی اسناد حسن ہے (مجمع الزوائد)

۱۴۲۰:- حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی ہاں جہاں تک تم سے ہو سکے آگے سے گذرنے والی شے کو دفع کرو کیونکہ وہ شیطان ہے (یعنی اپنے اثر کے لحاظ سے کیونکہ اس سے نمازی کے خشوع میں خلل پڑتا ہے) اس کو ابوداؤد نے روایت کیا، اور اس پر کلام نہیں کیا۔ (لھذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے)

۱۴۲۱:- سالم اپنے باپ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکرؓ اور عمرؓ نے فرمایا ہے کہ مسلمان کی نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی ہاں جہاں تک ہو سکے اس کو دفع کرو (اور آگے سے نہ گذرنے دو) اس کو دار قطنی نے روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں ابراہیم مختلف فیہ ہے۔ اس لئے یہ حدیث حسن ہے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اسی روایت کو مالک نے زھری عن سالم عن ابیہ موقوفاً روایت کیا ہے اور موقوف اس باب میں حکماً مرفوع ہے کیونکہ ایسی بات اجتہاد سے نہیں کی جاسکتی۔

(ص٥٥): عن الزهری عن سالم عن أبيه موقوفًا، وسنده من أصح الأسانيد، والموقوف فی مثله له حكم الرفع ، فإنه مما لا يقال بالرأی۔

١٤٢٢ـ عن ابن عباس رضی الله عنهما قَالَ: أَقْبَلْتُ رَاكِباً عَلٰی حِمَارٍ أَتَانٍ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْاِحْتِلَامَ، وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّیْ بِالنَّاسِ بِمِنٰی اِلٰی غَيْرِ جِدَارٍ، فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَیْ بَعْضِ الصَّفِّ ،فَنَزَلْتُ وَأَرْسَلْتُ الْاَتَانَ تَرْتَعُ وَدَخَلْتُ فِی الصَّفِّ، فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلٰی اَحَدٌ۔ رواه البخاری(١ :٧١)،ولفظ البزار:وَالنَّبِیُّ ﷺ يُصَلِّی الْمَكْتُوْبَةَ لَيْسَ شَیْءٌ يَسْتُرُهٗ (فتح١ :١٥٦)، رواه أبو يعلی بلفظ: فَنَزَلْنَا عَنْهُ وَتَرَكْنَا الْحِمَارَ يَأْكُلُ مِنْ بَقْلِ الْاَرْضِ، فَدَخَلْنَا مَعَهٗ فِی الصَّلَاةِ،فَقَالَ رَجُلٌ: كَانَ بَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةٌ؟ قَالَ: لَا، وَرِجَاله رجَال الصحيح (مجمع الزوائد ١ :١٦٧)۔

١٤٢٣ـوأخرج أبوداود (١ :٢٦١) عن الفضل بن عباس رضی الله عنه ، وسكت عنه بلفظ: أَتَانَا رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ وَنَحْنُ فِیْ بَادِيَةٍ لَنَا وَمَعَهٗ عَبَّاسٌ ، فَصَلّٰی فِیْ صَحْرَاءَ لَيْسَ بَيْنَ يَدَيْهِ سُتْرَةٌ، وَحِمَارَةٌ لَنَا وَكَلْبَةٌ تَعْبَثَانِ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَمَا بَالٰی ذٰلِكَ اھ۔

١٤٢٢:۔حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں ایک مادہ خر یعنی ایک گدھی پر سوار ہوکر آیا اور میں اس وقت قریب البلوغ تھا اور رسول اللہ ﷺ منیٰ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے اور آپ ﷺ کے سامنے کوئی دیوار نہ تھی۔ پس میں صف کے ایک حصہ کے سامنے کو گذرا اور اتر پڑا اور گدھی کو چرنے چھوڑ دیا اور صفِ نماز میں شامل ہوگیا۔ اس فعل کی وجہ سے مجھ پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے اور بزار کے الفاظ یہ ہیں کہ نبی ﷺ فرض نماز پڑھ رہے تھے اور آپ ﷺ کے سامنے کوئی چیز نہ تھی جو آپ ﷺ کے آگے آڑ ہوتی (فتح) اور ابویعلی نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ ہم اس سے اترے اور ہم نے گدھے کو زمین کا گھاس پات چرنے چھوڑ دیا اور ہم آپ ﷺ کے ساتھ نماز میں داخل ہوگئے۔ اس پر کسی نے سوال کیا کہ کیا آپ ﷺ کے سامنے نیزہ یا عصا (بطور سترہ) تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں (مجمع الزوائد)

١٤٢٣:۔اور ابوداؤد نے فضل بن عباس سے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے (لہذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے) کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور ہم اپنے ایک جنگل میں تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ عباسؓ تھے۔ پس آپ ﷺ نے جنگل میں نماز پڑھی ایسی حالت میں کہ آپ ﷺ کے سامنے کوئی سترہ نہ تھا۔ اور ہماری گدھی اور کتیا آپ ﷺ کے سامنے کلیلیں (اچھل کود) کر رہی تھیں سو آپ ﷺ نے اس کی پرواہ نہیں کی۔

باب استحباب السترة فی ممر الناس وذکر ما یتعلق بها

۱۴۲۴:-عن ابی هریرة رضی الله عنه انّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قال: "اِذا صَلّٰی اَحَدُکُمْ فَلْیَجْعَلْ تِلْقَاءَ وَجْهِهٖ شَیْئًا ، فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ فَلْیَنْصِبْ عَصًا، فَاِنْ لَّمْ یَکُنْ فَلْیَخُطَّ خَطًّا، ثُمَّ لا یَضُرُّهُ مَنْ مَّرَّ بَیْنَ یَدَیْهِ"۔ اخرجه أحمد وابن ماجة وصححه ابن حبان، ولم یصب من زعم أنه مضطرب بل هوحسن (بلوغ المرام۱:۳۸)۔

۱۴۲۵:-عن سبرة بن معبدرضی الله عنه قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "لِیَسْتَتِرِ الرَّجُلُ فِیْ صَلَاتِهٖ السَّهْمَ ، وَاِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ فَلْیَسْتَتِرْ بِسَهْمٍ"،رواه احمد وأبو یعلی والطبرانی فی "الکبیر"، ورجال أحمد رجال الصحیح (مجمع الزوائد۱:۱۶۵)۔

فائدہ:ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نمازی کے سامنے سے کسی چیز کے گذرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی لہٰذا جن احادیث میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ نمازی کے سامنے سے عورت، گدھے اور کالے کتے کا گذرنا قاطعِ صلوٰۃ اور نماز کو توڑنے والا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ خشوعِ صلوٰۃ کے لئے قاطع ہے، یہ مراد نہیں کہ مطلقاً نماز ہی ٹوٹ جاتی ہے اور یہ تاویل ضروری ہے کیونکہ حضرت عائشہؓ کی روایت میں کافر کا لفظ بھی ہے حالانکہ اس بات پر اجماع ہے کہ نمازی کے سامنے سے کافر کے گذرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی۔ نیز سعید بن منصور نے صحیح سندوں کے ساتھ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ وغیرہ سے بھی یہی قول نقل کیا ہے کہ نمازی کے سامنے سے کسی چیز کا بھی گذر جانا قاطعِ صلوٰۃ نہیں۔

باب لوگوں کی گذرگاہ کے موقع پر سترہ کے مستحب ہونے اور اس کے متعلق احکام کے بیان میں

۱۴۲۴:۔حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے نماز پڑھے تو چاہیے کہ اپنے منہ کے سامنے کوئی چیز کر لے۔ اگر کچھ نہ ملے تو لاٹھی ہی کھڑی کرلے اور اگر وہ بھی نہ ہو تو ایک لکیر ہی کھینچ لے، پھر کسی کے گذرنے سے اسے کوئی نقصان نہ ہوگا۔ اس کو احمد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔ اور جس نے اسے مضطرب کہا ہے یہ اس کی غلطی ہے بلکہ یہ حدیث حسن ہے (بلوغ المرام)۔

فائدہ:اس حدیث سے لکیر کا سترہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ لیکن اس حدیث کی صحت مختلف فیہ ہے۔ پس جن کے نزدیک حدیث ثابت ہے وہ لکیر کے سترہ ہونے کے قائل ہیں اور جن کے نزدیک ثابت نہیں وہ اس کے قائل نہیں۔ بہر حال کسی اور چیز کے نہ ہونے کی صورت میں اس پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔

۱۴۲۵:۔حضرت سبرۃ بن معبدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کی نماز میں تیر بھی سترہ بن سکتا ہے۔ پس جب کوئی آدمی نماز پڑھے تو تیر کو سترہ بنالے۔ اس کو احمد، ابو یعلیٰ اور طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور احمد کے راوی صحیح کے راوی

۱٤۲٦-عن طلحة رضی الله عنه قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "إِذَا وَضَعَ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلَ مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ فَلْيُصَلِّ وَلَا يُبَالِ مَنْ مَرَّ وَرَاءَ ذٰلِكَ"، رواه مسلم (۱:۱۹۵)۔

۱٤۲۷-عن نافع عن ابن عمر رضی الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ كَانَ يَرْكُزُ، وَقَالَ أبوبكرٍ: يَغْرِزُ الْعَنَزَةَ وَيُصَلِّيْ إِلَيْهَا، رواه مسلم (۱:۱۹۵)۔

۱٤۲۸-عن نافع عن ابن عمر رضی الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ إِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيْدِ أَمَرَ بِالْحَرْبَةِ فَتُوْضَعُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَيُصَلِّيْ إِلَيْهَا وَالنَّاسُ وَرَائَهُ وَكَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي السَّفَرِ فَمِنْ ثَمَّ اتَّخَذَهَا الْأُمَرَاءُ، أخرجه مسلم (۱:۱۹۵) والبخاری (۱:٤۷۳)۔

۱٤۲۹-عن أبی هريرة رضی الله عنه مرفوعًا: "يُجْزِئُ مِنَ السُّتْرَةِ مِثْلُ مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ وَلَوْ

ہیں (مجمع الزوائد)۔

فائدہ: اس حدیث سے تیر کا سترہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اور اسی کے حکم میں وہ لکڑی ہے جو تیر کے برابر موٹی ہو۔

۱۴۲۶:۔ حضرت طلحہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے اپنے سامنے ایسی شے کھڑی کرلے جیسے کجاوہ کا پچھلا ڈنڈا (جو کہ ایک ہاتھ لمبا ہوتا ہے) تو بے تکلف نماز پڑھے اور کسی کے اس کے پیچھے سے گذرنے کی پرواہ نہ کرے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سترہ ایک ہاتھ اونچا ہونا چاہیے۔

۱۴۲۷:۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے سامنے ایک چھوٹا نیزہ گاڑ لیتے تھے اور اسکی طرف (منہ کرکے) نماز پڑھتے تھے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے سترہ کی افضلیت معلوم ہوئی۔

۱۴۲۸:۔ نیز حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب عید کے دن نماز کے لئے تشریف لے جاتے تو چھوٹا نیزہ کھڑا کرنے کا حکم دیتے۔ وہ آپ ﷺ کے سامنے کھڑا کیا جاتا اور آپ ﷺ اس کی طرف نماز پڑھتے اور لوگ آپ ﷺ کے پیچھے ہوتے تھے۔ اور ایسا ہی آپ ﷺ سفر میں کرتے تھے۔ اسی لئے امراء وحکام نے (جن کو نماز پڑھانا پڑتی ہے) چھوٹا نیزہ رکھنا شروع کئے ہیں۔ اس کو مسلم اور بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کا سترہ سب کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ سترہ صرف رسول اللہ ﷺ کے سامنے تھا اور ہر شخص کے سامنے نہ تھا، ورنہ بیان کیا جاتا۔

۱۴۲۹:۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ سترہ اتنا لمبا کافی ہے جتنا کجاوے کا پچھلا ڈنڈا (یعنی ایک ہاتھ لمبا) اگرچہ بال جیسا باریک ہو (یعنی بصورت نہ ہونے موٹے سترہ کے پتلا سترہ بھی کافی ہے)۔ یہ حدیث شرط شیخین پر صحیح ہے مگر انہوں نے اسے

بِدِقَّةِ شَعْرَةٍ" هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه مفسرا، قاله الحاكم في "المستدرك" (١: ٢٥٢)، وأقره الذهبي عليه في "تلخيصه"، وقال: على شرطهما۔

١٤٣٠:۔عن أبي سعيد رضي الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَلْيُصَلِّ اِلٰى سُتْرَةٍ وَلْيَدْنُ مِنْهَا"، رواه أبوداود (١: ٢٥٨)، وسكت عنه، وقال النووي في "الخلاصة" اسناده صحيح، ورواه ابن حبان في "صحيحه" بلفظ: "اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ اِلٰى سُتْرَةٍ فَلْيَدْنُ مِنْهَا، فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَمُرُّ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهَا، وَلَا يَدَعُ اَحَداً يَمُرُّ بَيْنَ يَدَيْهِ" (زيلعي ١: ٢٦٢)۔

١٤٣١:۔عن سهل بن سعد رضي الله عنه قَالَ: كَانَ بَيْنَ مُصَلّٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَبَيْنَ الْجِدَارِ مَمَرُّ الشَّاةِ، رواه البخاري (١: ٧١)۔

١٤٣٢:۔عن نافع أن عبدالله رضي الله عنه كَانَ اِذَا دَخَلَ الْكَعْبَةَ مَشٰى قِبَلَ وَجْهِهٖ حِيْنَ يَدْخُلُ، وَجَعَلَ الْبَابَ قِبَلَ ظَهْرِهٖ، فَمَشٰى حَتّٰى يَكُوْنَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِدَارِ الَّذِيْ قِبَلَ وَجْهِهٖ قَرِيْبًا مِنْ ثَلَاثَةِ اَذْرُعٍ، صَلّٰى يَتَوَخّٰى الْمَكَانَ الَّذِيْ اَخْبَرَهٗ بِهٖ بِلَالٌ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلّٰى فِيْهِ،

مفسراً روایت نہیں کیا، یہ حاکم نے مستدرک میں کہا ہے اور ذہبی نے اسے قائم رکھا ہے اور کہا ہے کہ یہ شرط شیخین پر صحیح ہے۔

۱۴۳۰:۔حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے نماز پڑھے تو اسے چاہیے کہ سترہ کی طرف نماز پڑھے اور اس سے قریب ہو۔اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔اور نووی نے خلاصہ میں اسے صحیح کہا ہے۔اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اسے بدیں الفاظ روایت کیا ہے کہ جب کوئی سترہ کی طرف نماز پڑھے تو اسے چاہیے کہ اس سے قریب ہو کیونکہ (دور ہونے کی حالت میں) شیطان اس کے اور سترہ کے درمیان گذریگا (شیطان سے مراد اس جگہ ہر گذرنے والا ہے، خاص ابلیس نہیں) اور اسے چاہیے کہ کسی کو اپنے سامنے سے نہ گذرنے دے (زیلعی)۔

<u>فائدہ:</u> اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سترہ کا قریب ہونا مناسب ہے۔

۱۴۳۱:۔حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے نماز پڑھنے کی جگہ اور دیوار کے درمیان بقدر ایک بکری کے گذرنے کی جگہ رہتی تھی۔اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

<u>فائدہ:</u> اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ گاہ اور سترہ کے درمیان اتنا فاصلہ مناسب ہے کہ ایک بکری گذر جائے۔

۱۴۳۲:۔نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ جب کعبہ میں داخل ہوتے تو جس وقت داخل ہوتے اس وقت اپنے منہ کی سیدھ میں چلے جاتے۔اور دروازہ کو پیٹھ کے پیچھے کر لیتے۔پھر یہاں تک چلتے کہ ان کے اور ان کے سامنے کے درمیان تین ہاتھ کا فاصلہ

الحديث أخرجه البخاری (١:٧٢)۔

١٤٣٣:۔عن المقداد بن الأسود رضی اللہ عنه قَالَ: مَارَأَيتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّیْ اِلٰی عُوْدٍ وَلَا عَمُوْدٍ وَلَا شَجَرَةٍ اِلَّا جَعَلَهٗ عَلٰی حَاجِبِهِ الْاَيْمَنِ اَوِ الْاَيْسَرِ، وَلَا يَصْمُدُلَهٗ صَمْدًا، رواہ أبوداود(١:٢٥٦)، وسکت عنه۔

١٤٣٤:۔عَنْ اِبْنِ عَبَّاس رضی اللہ عنه اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ صَلّٰی فِیْ فَضَاءٍ لَيْسَ بَيْنَ يَدَيْهِ شَیْءٌ، رواہ أحمد و أبو داود والنسائی، وقال المنذری: ذکر بعضهم أن فی إسنادہ مقالا اھ، کذا فی "النيل"(٢:٢٤٩)،وفی "مجمع الزوائد"(١:١٦٧):فيه الحجاج بن أرطاة وفيه ضعف اھ، وعزاہ إلی أحمد وأبی يعلی-قلت:ابن أرطاة حسن الحديث، کما مرفی "المقدمة"،وفی الکتاب أيضامرارًا، وإنما ذکرته اعتضادا لما مرفی الباب السابق عنه، وعن أخيه الفضل۔

١٤٣٥:۔عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنه عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ:"سُتْرَةُ الاِمَامِ سُتْرَةُ مَنْ خَلْفَهٗ"،

رہ جاتا پھر نماز پڑھتے ۔اس سے ان کا مقصود اس جگہ کا تلاش کرنا تھا جس کے متعلق انہیں بلال ؓ نے خبر دی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے یہاں نماز پڑھی ہے۔اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نمازی کے کھڑے ہونے کی جگہ اور سترہ کے درمیان تین ہاتھ کا فاصلہ مناسب ہے۔

۱۴۳۳:۔حضرت مقداد بن اسود ؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ جس لکڑی یا ستون یا درخت کی طرف نماز پڑھتے تھے اس کو اپنی دائیں یا بائیں ابرو کے سامنے کرتے اور ٹھیک سامنے نہ کرتے تھے۔اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر کلام نہیں کیا۔(لہٰذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سترہ کو دائیں یا بائیں ابرو کے مقابل ہونا مناسب ہے۔

۱۴۳۴:۔حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک میدان میں ایسی حالت میں نماز پڑھی کہ آپ ﷺ کے سامنے کوئی چیز نہ تھی۔اس کو احمد،ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے اور منذری نے کہا ہے کہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ اس کی سند میں کلام ہے۔(نیل)اور مجمع الزوائد میں اس کو احمد اور ابویعلی کی طرف نسبت کر کے کہا ہے کہ اس کی سند میں حجاج بن ارطاۃ ہے اور اس میں کمزوری ہے۔میں کہتا ہوں کہ ابن ارطاۃ حسن الحدیث ہے جیسا کہ مقدمہ اعلاء السنن اور خود کتاب میں بار ہا گذر چکا ہے۔اس کے علاوہ میں نے اسے ابن عباس ؓ اور فضل بن عباس ؓ کی ان حدیثوں سے مؤید ہونے کی وجہ سے ذکر کیا ہے جو باب سابق میں گزر چکی ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سترہ واجب نہیں ہے۔

رواه الطبرانی فی "الأوسط"، وفیه سوید بن عبدالعزیز وهو ضعیف (مجمع الزوائد ١٦٧:١) -قلت: قال الحافظ فی "التقریب" لین الحدیث (ص ٨٢) اه،وفی "التهذیب" (٢٨٧:٤): قال عثمان الدارمی عن دحیم: ثقة وكانت له أحادیث یغلط فیها، وقال علی بن حجر:"أثنی علیه هشیم خیرا، وقال ابن حبان بعد ما أورد له أحادیث مناکیر: وهو ممن أستخیر الله فیه لأنه یقرب من الثقات، وضعفه آخرون فهو حسن الحدیث علی الأصل الذی أصلناه فی "المقدمة"-

باب كراهة المرور تحریماً بین یدی المصلی فی موضع السجود من غیر حائل وجوازه فی المسجد الحرام للطوافین مطلقاًوفی غیره وراء موضع السجود

١٤٣٦-عن بسر بن سعید قَالَ: اَرْسَلَنِیْ اَبُوْجُهَیْمٍ اِلٰی زَیْدِ بْنِ خَالِدٍ اَسْاَلُهٗ عَنِ الْمَارِّیْنَ

١٤٣٥:- حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ امام کا سترہ اس کے پیچھے والوں کا سترہ ہے (اور ان کے لئے علیحدہ ستروں کی ضرورت نہیں۔) اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اسکی سند میں سوید بن عبدالعزیز ہیں جو کہ ضعیف ہیں۔ (مجمع الزوائد) میں کہتا ہوں کہ سوید مذکور مختلف فیہ ہیں، دحیم نے کہا ہے کہ وہ ثقہ ہیں مگران کی کچھ حدیثیں ایسی بھی ہیں جن میں وہ غلطی کرتے ہیں۔ ہشیم نے ان کی تعریف کی ہے۔ اور ابن حبان نے ان کی منکر حدیثیں ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کے متعلق خدا سے میں استخارہ کرتا ہوں کیونکہ وہ (بظاہر) ثقات کے مشابہ ہیں اور دوسرے لوگوں نے انہیں ضعیف کہا ہے۔ اس لئے اس قاعدہ کی بنا پر جو ہم نے مقدمہ اعلاء السنن میں بیان کیا ہے وہ حسن الحدیث ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کا سترہ مقتدیوں کے لئے کافی ہے۔ اور یہ مضمون حدیث عبداللہ بن عمرؓ سے بھی مفہوم ہوتا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے۔

باب نمازی کے سامنے سے اس کے سجدہ کے مقام کے اندر بلا حائل کے گذرنا مکروہ تحریمی ہے اور مسجدِ حرام میں طواف کرنے کے لئے نمازی کے سامنے سے گذرنا مطلقاً مکروہ نہیں ہے۔ اسی طرح غیر مسجدِ حرام میں مقامِ سجدہ سے باہر گذرنا بھی مکروہ نہیں ہے:

١٤٣٦:- بسر بن سعید سے مروی ہے کہ مجھے ابو جھیم نے زید بن خالد کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ میں ان سے نمازی کے سامنے سے گذرنے والے کے متعلق دریافت کروں تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اگر نمازی کے سامنے سے گذرنے والے کو معلوم ہو جائے کہ اس پر کیا گناہ ہے تو (اس کے نزدیک) چالیس سال اسی جگہ کھڑا رہنا اس

يَدَيِ الْمُصَلِّيْ، فقال: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "لَوْ يَعْلَمُ الْمَارُّ بَيْنَ يَدَيِ الْمُصَلِّيْ مَاذَا عَلَيْهِ كَانَ لَاَنْ يَقُوْمَ اَرْبَعِيْنَ خَرِيْفًا خَيْرًا لَهٗ مِنْ اَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ"، رواه البزار، ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد ۱:٦٦)۔

١٤٣٧۔حدثنا أبو بكر بن شيبة ثنا و كيع عن عبيد الله بن عبد الرحمن ابن موهب عن عمه۔ هو عبيدالله بن عبدالله بن موهب۔

١٤٣٨۔عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "لَوْ يَعْلَمُ اَحَدُكُمْ مَالَهٗ فِيْ اَنْ يَّمُرَّ بَيْنَ يَدَيْ اَخِيْهِ مُعْتَرِضًا فِي الصَّلَاةِ كَانَ لَاَنْ يُقِيْمَ مِائَةَ عَامٍ خَيْرٌ مِنَ الْخَطْوَةِ الَّتِيْ خَطَاهَا"، رواه ابن ماجة (ص٦٨)، ورجاله رجال الجماعة إلا عبيدالله وعمه، والأول قد

سے بہتر ہو کہ وہ اس کے سامنے سے گذرے۔اس کو بزار نے روایت کیا اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔(مجمع الزوائد)

فائدہ: یہ حدیث صحیح بخاری میں بھی ہے لیکن اس میں ابوالنضر کو اس بارے میں شک ہے کہ ابوجہیم نے چالیس دن یا چالیس ماہ یا چالیس سال فرمائے لیکن مذکورہ بالا حدیث سے اس کی تعیین ہوگئی کہ چالیس سال فرمائے۔

فائدہ: اس حدیث سے نمازی کے سامنے سے گذرنے کا گناہ ہونا معلوم ہوا لیکن نہ اس حدیث سے سامنے کی کوئی حد معلوم ہوئی اور نہ اس باب کی کسی دوسری حدیث سے۔لہٰذا اثباتِ حد کے لئے احادیثِ سترہ سے مدد لینے کی ضرورت ہوگی اور یوں کہا جائے گا کہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازی کے سامنے سے گذرنا مطلقاً ممنوع نہیں بلکہ اس وقت ممنوع ہے جب کہ مرور حدِ سترہ کے اندر ہو۔اور سترہ کے متعلق چونکہ یہ حکم ہے کہ نمازی کو سترہ کے قریب ہونا چاہیے جیسا کہ ابوسعید خدریؓ کی حدیث میں مذکور ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موضع سترہ مصلی (نمازی) کے قریب ہے، لیکن اس قریب کی تحدید نہ ہوئی کہ کس قدر قریب ہے، لہٰذا اس کی تحدید کے لئے کہا جائے گا کہ سہل بن سعدؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سجدہ گاہ اور دیوار کے درمیان اس قدر فاصلہ تھا کہ جس میں ایک بکری گذر جائے۔اور نافع کی روایت سے جو کہ انہوں نے عبداللہ بن عمرؓ کے کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے متعلق بیان کی ہے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور کعبہ کی دیوار کے درمیان تین ہاتھ کا فاصلہ تھا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سترہ کو نمازی سے تقریباً تین ہاتھ کے فاصلہ پر ہونا چاہیے۔پس ان احادیث سے سترہ کا مقام معلوم ہوگیا اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ نمازی سے تین ہاتھ کے فاصلہ کے اندر گذرنا ممنوع ہے اور اس سے باہر گذرنا ممنوع نہیں ہے اور عنوانِ باب میں سجدہ کے مقام سے یہی فاصلہ مراد ہے پس عنوانِ باب میں مقامِ سجدہ کی قید بھی ثابت ہوگئی۔

۱۴۳۸:۔حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کو معلوم ہو جائے کہ اسے نماز کے اندر اپنے بھائی کے سامنے چوڑان میں گذرنے سے کیا سزا ہوگی تو اس کے لئے سو برس کھڑا رہنا اس ایک قدم سے بہتر معلوم ہو جو وہ

اختلف فيه، والثاني مقبول، وفي "نصب الراية" (۱: ۲٦۱): رواه ابن حبان في "صحيحه"، وكذا عزاه الحافظ في "الفتح" (۱: ۴۸۳) إلى ابن حبان وابن ماجة، ولم يتكلم عليه، فهو حسن أو صحيح عنده۔

۱۴۳۹۔ عن ابن عباس رضي الله عنهما أنه قَالَ: أَقْبَلْتُ رَاكِبًا عَلَى حِمَارٍ أَتَانٍ يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الاِحْتِلَامَ، وَرَسُولُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي بِالنَّاسِ بِمِنًى إِلَى غَيْرِ جِدَارٍ، فَمَرَرْتُ بَيْنَ يَدَيْ بَعْضِ الصَّفِّ، فَنَزَلْتُ وَأَرْسَلْتُ الأَتَانَ تَرْتَعُ، وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِّ، فَلَمْ يُنْكِرْ ذٰلِكَ عَلَيَّ أَحَدٌ، رواه البخاري (۱: ۷۱)، ورواه البزار بلفظ: وَالنَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الْمَكْتُوبَةَ لَيْسَ شَيْءٌ يَسْتُرُهُ كذا في الفتح (۱۔ ۱۵٦) للحافظ، وقد مر في الباب السابق، وسند البزار صحيح أيضًا، كما في "النيل" (۲: ۲۵٦)۔

چلا ہے۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی جماعت کے راوی ہیں۔ بجز عبید اللہ اور اس کے چچا کے۔ سو عبید اللہ مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے حسن الحدیث ہے اور اس کا چچا مقبول ہے۔ اور نصب الرایہ میں ہے کہ اس کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور فتح الباری میں اس کو ابن حبان اور ابن ماجہ کے حوالہ سے روایت کر کے اس پر سکوت کیا ہے لہٰذا یہ ان کے قاعدہ سے حسن یا صحیح ہے۔

فائدہ: اس سے نمازی کے سامنے سے گذرنے کا سخت گناہ ہونا معلوم ہوا اور یہ بات زائد معلوم ہوئی کہ گذرنا اس وقت گناہ ہے جب کہ چوڑان میں ہو اور اگر نمازی کی سیدھ میں چلا جائے تو گناہ نہیں۔

۱۴۳۹:۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ مادۂ خر پر سوار ہو کر آیا اور میں اس وقت قریب البلوغ تھا اور رسول اللہ ﷺ لوگوں کو منیٰ میں نماز پڑھا رہے تھے اور آپ ﷺ کے سامنے کوئی دیوار (وغیرہ بطور سترہ کے) نہ تھی۔ پس میں صف کے ایک حصہ کے سامنے سے گذرا۔ اور مادۂ خر سے اتر پڑا اور اسے چرنے چھوڑ دیا اور خود صف میں شامل ہو گیا۔ اور باوجود اس فعل کے مجھ پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔ اور بزار نے ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرض نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کے سامنے کوئی ایسی چیز نہ تھی جو آپ ﷺ کو چھپاتی ہو (فتح)۔ اور یہ حدیث باب گذشتہ میں گذر چکی ہے۔ اور بزار کی سند بھی صحیح ہے جیسا کہ نیل میں مصرح ہے۔

فائدہ: مؤلف نے اس سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ نمازی کے سامنے گذرنا مطلقاً ممنوع نہیں ورنہ ابن عباسؓ پر صف کے ایک حصہ کے سامنے سے گذرنے پر اعتراض ہوتا بلکہ اس وقت ممنوع ہے جب کہ قریب سے گذرے اور ابن عباس قریب سے نہ گذرے ہوں گے بلکہ دور سے گذرے ہوں گے اس لئے ان پر اعتراض نہ ہوا۔ نیز اس حدیث سے ابو سعیدؓ کی حدیث کہ "نمازی اپنے سامنے سے گذرنے والے کو نہ چھوڑے" کی تخصیص ہوگئی کہ ابو سعید کی حدیث امام اور منفرد کے ساتھ خاص ہے اور مقتدی کے سامنے سے گذرنا ممنوع نہیں، اور اس میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں اور بخاری میں مذکور ابو جحیفہ کی حدیث نمبر ۴۹۳ سے بھی یہی

١٤٤٠:-عن ابن جريج عن كثير بن كثير بن المطلب عن أبيه عن جده قَالَ : رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّيْ فِيْ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ لَيْسَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهُمْ ـ اَيِ النَّاسِ ـ سُتْرَةٌ، أخرجه عبد الرزاق، وأصحاب "السنن "أيضًا من هذا الوجه، ورجاله موثقون إلا أنه معلول، فقد رواه أبوداود عن أحمد عن ابن عيينة قال: كان ابن جريج أخبرنا به هكذا، فلقيت كثيراً فقال:ليس من أبي سمعته، ولكن من بعض أهلي عن جدي-قلت:ابن جريج حافظ متقن وتابعه ابن عم المطلب بن أبي وداعة عند الطحاوي(١:٢٦٧)، فرواه عن كثير بن كثير عن أبيه عن جده عن النبي ﷺ بذلك ا ھ- فلعل كثيراً سمعه أولا من أبيه، ثم نسيه فرواه عن بعض أهله عن جده، وأنكر روايته عن أبيه لنسيانه، ومثله لا يضر، وناهيك بصحته إخراج النسائي(١:١٢٣)إياه بطريق كثير بن كثير عن أبيه عن جده، و سكوته عنه-

١٤٤١:- عن الحسن بن علي رضي الله عنه اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ صَلّٰى وَ الرِّجَالُ وَالنِّسَاءُ

معلوم ہوتا ہے کہ مقتدی کے سامنے سے گذرنا جائز ہے۔

۱۴۴۰:۔ابن جریج، کثیر بن کثیر بن المطلب سے اور وہ اپنے باپ سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مسجد حرام میں ایسی حالت میں نماز پڑھتے دیکھا کہ ان کے اور (طواف کرنے والے) لوگوں کے درمیان کوئی چیز آڑ نہ تھی۔اس کو عبدالرزاق نے روایت کیا ہے اور اصحاب سنن نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے اور اس کے راوی موثق ہیں لیکن ان میں نقص یہ ہے کہ کثیر نے اس کو اپنے باپ سے روایت کرنے سے انکار کیا ہے چنانچہ ابوداؤد نے احمد سے اور انہوں نے ابن عیینہ سے روایت کی ہے، کہ انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن جریج نے اسی طرح روایت کی تھی، سو میں کثیر سے ملا تو انہوں نے کہا کہ میں نے اسے اپنے باپ سے نہیں سنا، بلکہ میرے بعض گھر کے آدمیوں نے میرے دادا سے روایت کی ہے۔ میں (مؤلف) کہتا ہوں کہ یہ نقص کوئی نقص نہیں۔ کیونکہ ابن جریج حافظ متقن ہیں اور اس روایت میں متفرد بھی نہیں بلکہ مطلب بن ابی وداعہ کے چچا کے بیٹے نے بھی اس کو کثیر بن کثیر سے اسی طرح روایت کیا ہے کہ وہ اپنے باپ اور ان کے باپ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کی روایت کو طحاوی نے روایت کیا ہے پس ممکن ہے کہ انہوں نے اسے اپنے باپ سے سنا ہو اور روایت کر دیا ہو اس کے بعد بھول گئے ہوں اور اپنے گھر کے بعض آدمیوں سے روایت کیا ہو اور بھول جانے کی وجہ سے اپنے باپ کی روایت سے انکار کر دیا ہو، سو ایسا انکار کچھ مضر نہیں اور اس حدیث کی صحت کے لئے یہ بات کافی ہے کہ نسائی نے اس کو عن کثیر عن ابیہ عن جدہ روایت کر کے اس پر اعتراض نہیں کیا۔

فائدہ:اس حدیث سے معلوم ہوا کہ لوگ مسجد حرام میں نماز پڑھنے والے کے سامنے بلا سترہ کے طواف کر سکتے ہیں۔

۱۴۴۱:۔حضرت امام حسنؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حجر اسود کے قریب بلا سترہ کے ایسی حالت میں نماز پڑھی کہ مرد اور

يَطُوفُونَ بَيْنَ يَدَيْهِ بِغَيْرِ سُتْرَةٍ مِمَّا يَلِي الْحَجَرَ الْاَسْوَدَ، رواه الطبراني في "الكبير"، وفيه ياسين الزيات وهو متروك اھ (مجمع الزوائد ۱:۱۶۷)-قلت: كان من كبار فقهاء الكوفة و مفتيها، وقال عبد الرزاق: أهل مكة يقولون: ابن جريج لم يسمع من ابن الزبير، إنما سمع ياسين، كذافي "الميزان" للذهبي(۳:۲۸۰) - قلت: ومثله لا يترك لتهمة في دينه، فلعل ضعفه من قبل الحفظ والإتقان، أو للاشتغال بالفقه، زاد في "الجوهر المضيئة" عن عباس الدوري سمعت ابن معين يقول: ياسين الزيات يماني، وكان يفتي برأي أبي حنيفة، وإنما ذكرته اعتضاداًلما قبله۔

باب استحباب ردالمصلي المار بين يديه داخل السترة وبيان طريق الدفع

۱۴۴۲-حدثنا شيبان بن فروخ قال: ناسليمان بن المغيرة قال: نا ابن هلال- يعني حميد - قال: بينما أنا وصاحب لي نتذاكر حديثًا إذ قال أبو صالح السمان:أنا

عورتیں آپ ﷺ کے سامنے طواف کرتے تھے۔اس کوطبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہےاوراس کی سند میں یاسین زیات ہیں جو کہ متروک ہیں۔(مجمع الزوائد) میں کہتا ہوں کہ یاسین کوفہ کے بڑے فقہاءاور اہلِ فتویٰ میں سے تھے۔عبدالرزاق نے بیان کیا ہے کہ ابن جریج کوابن زبیر سے سماع نہیں مگر یاسین زیات کو ہے۔(میزان ذہبی) پس ایسا شخص دین میں متہم ہونے کی وجہ سے متروک نہیں ہوسکتااس لئے کہ ان کاضعف حفظ واتقان کی کمی۔یافقہ میں مشغولی کی وجہ سے ہوگا۔جواہر مضیئہ میں عباس دوری سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے ابن معین سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ یاسین زیات یمنی تھےاورامام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر فتویٰ دیتے تھےاور میں نے اس روایت کوپہلی روایت کی تائید کے لئے بیان کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ حجرِ اسود کے قریب نماز پڑھ رہے تھے۔اور ظاہر ہے کہ جب آپ ﷺ حجر اسود کے متصل نماز پڑھیں گےاورلوگ آپ ﷺ کے سامنےکوگذریں گےتو وہ ضرور آپ ﷺ کے موضعِ سجود میں سے گذریں گے۔ کیونکہ بین یدی کالفظ عرفاً قرب کے لئے استعمال ہوتا ہےاور بعد کے لئے مستعمل نہیں ہوتا۔

باب نمازی کے سامنے سترہ کے اندرکوگذرنے والے کولوٹا دینے کے مستحب ہونے اور اس کے طریق کے بیان میں

۱۴۴۲:۔حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ وہ جمعہ کے روز ایک ایسی شے کی طرف نماز پڑھ رہے تھے جوان کالوگوں سے سترہ ہوگئی تھی کہ بنی ابی معیط کاایک جوان آدمی آیااور چاہا کہ ان کے سامنے سے گذر جائے تو ابوسعید نے اس کے سینہ پر ہاتھ رکھ کر

أحدثك ما سمعت من أبی سعید ورأیت منه، قَالَ: بَیْنَمَا اَنَا مَعَ اَبِیْ سَعِیْدٍ یُصَلِّیْ یَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلٰی شَیْءٍ یَسْتُرُهٗ مِنَ النَّاسِ، اِذْجَاءَ رَجُلٌ شَابٌّ مِنْ بَنِیْ اَبِیْ مُعَیْطٍ اَرَادَ اَنْ یَّجْتَازَبَیْنَ یَدَیْهِ، فَدَفَعَ فِیْ نَحْرِهٖ فَنَظَرَ فَلَمْ یَجِدْ مَسَاغًا اِلَّا بَیْنَ یَدَیْ اَبِیْ سَعِیْدٍ، فَعَادَ فَدَفَعَ فِیْ نَحْرِهٖ اَشَدَّ مِنَ الدَّفْعَةِ الْاُوْلٰی، فَمَثَلَ قَائِمًا فَنَالَ مِنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ، ثُمَّ زَاحَمَ النَّاسَ فَخَرَجَ فَدَخَلَ عَلٰی مَرْوَانَ فَشَکٰی اِلَیْهِ مَالَقِیَ،قَالَ: وَدَخَلَ اَبُوْسَعِیْدٍ عَلٰی مَرْوَانَ ، فَقَالَ لَهٗ مَرْوَانُ:مَالَكَ وَلِابْنِ اَخِیْكَ جَاءَ یَشْکُوْكَ؟فَقَالَ اَبُوْ سَعِیْدٍ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ، ﷺ یَقُوْلُ:"اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ اِلٰی شَیْءٍ یَسْتُرُهٗ مِنَ النَّاسِ فَاَرَادَ اَحَدٌ اَنْ یَّجْتَازَ بَیْنَ یَدَیْهِ فَلْیَدْفَعْ فِیْ نَحْرِهٖ، فَاِنْ اَبٰی فَلْیُقَاتِلْهُ فَاِنَّمَا هُوَ شَیْطَانٌ"،رواہ مسلم (۱:۱۹۷)،واللفظ له والبخاری ، ورواہ الإسماعیلی ـ أی فی "مستخرجه علی البخاری" ـ بلفظ:"فَاِنْ اَبٰی فَلْیَجْعَلْ یَدَهٗ فِیْ صَدْرِهٖ ، وَیَدْفَعُهٗ (فتح الباری ۱:۴۸۱)۔

پیچھے کو ہٹایا،اس پر اس نے دیکھا تو اسے سوائے ابوسعید کے سامنے کے اور کوئی گذرگاہ نہ نظر آئی اس لئے اس نے دوبارہ سامنے سے گذرنا چاہا تو ابوسعید نے اس مرتبہ ذرا زور سے دھکا دیا جس پر وہ وہیں کھڑا رہ گیا اور ابوسعید کو سخت سست کہنے لگا،اس کے بعد وہ لوگوں کو چیر کر نکل گیا،اور مروان کے پاس جا کر اس واقعہ کی شکایت کی۔راوی کہتے ہیں کہ ابوسعید بھی مروان کے پاس گئے تو اس نے ان سے کہا کہ تمہارا اور تمہارے بھتیجے کا کیا قصہ ہے،وہ تمہاری شکایت کرنے آیا تھا۔تب ابوسعیدؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی ایسی شے کی طرف نماز پڑھ رہا ہو جو اسکا لوگوں سے سترہ بنے،پھر کوئی اس کے سامنے سے گذرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ اس کے سینہ پر ہاتھ رکھ کر اسے پیچھے ہٹادے پس اگر وہ اس پر بھی نہ مانے تو چاہیے کہ اس سے لڑے کیونکہ وہ شیطان ہے۔اس کو بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے۔اور الفاظ مسلم کے ہیں۔اور اسماعیلی نے اپنے متخرج میں ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ اگر وہ نہ مانے تو اسے چاہیے کہ اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے پیچھے دھکیل دے۔(فتح الباری)

فائدہ:اس حدیث سے گذرنیوالے کو روکدینے کا استحباب اور اس کا طریقہ معلوم ہوا کہ اول نرمی سے روکے اور اگر وہ نہ مانے تو سختی سے پیچھے کو دھکیل دے جیسا کہ اسماعیلی کی روایت اور ابوسعید کے طرزِ عمل سے ظاہر ہے۔اور اس سے آپ ﷺ کے اس حکم کے کہ اسے چاہئے کہ اس سے لڑے معنی معلوم ہو گئے کہ اس سے ہتھیار سے جنگ مراد نہیں بلکہ سختی سے روکنا مراد ہے کیونکہ ابوسعید نے (جو حدیث کے راوی ہیں) اس پر یوں عمل نہیں کیا کہ گذرنے والے کا ہتھیار سے مقابلہ کیا ہو۔بلکہ سختی سے روکا ہے اور اسماعیلی کی روایت میں اس کی تفسیر صاف لفظوں میں موجود ہے۔نیز اسلاف کا اس پر اجماع ہے کہ اس سے مراد مدافعت ہی ہے نہ کہ حقیقی جنگ لہٰذا بعض شوافع کا اس سے حقیقی جنگ مراد لینا سراسر مرجوح اور غلط ہے۔

١٤٤٣ـ حدثنا أبو بكر بن أبی شیبة ثنا و کیع عن أسامة بن زید عن محمد بن قیس هو قاص عمر بن عبد العزیز عن أبیه عن أم سلمة رضی الله عنها ، قَالَتْ: کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُصَلِّیْ فِیْ حُجْرَةِ أُمِّ سَلَمَةَ، فَمَرَّ بَیْنَ یَدَیْهِ عَبْدُ اللهِ أَوْ عُمَرُ بْنُ أَبِیْ سَلَمَةَ، فَقَالَ بِیَدِہٖ هٰکَذَا فَرَجَعَ، فَمَرَّتْ زَیْنَبُ اِبْنَةُ أُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَ بِیَدِہٖ هٰکَذَا فَمَضَتْ ، فَلَمَّا صَلّٰی رَسُوْلُ اللهِ ﷺ قَالَ:"هُنَّ أَغْلَبُ"ـ رواه ابن ماجة وعزاه فی"النیل"(٢:٢٥٧)إلی أحمد أیضا، وقال: الحدیث فی إسناده مجهول، وهو قیس المدنی (لم یرو عنه غیر ابنه) وبقیة رجاله ثقات اه، قلت: وسیأتی الجواب عن هذا الطعن، والحدیث عندنا حسن۔

١٤٤٤ـ عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ الْمُرُوْرَ بَیْنَ یَدَیِ الْمُصَلِّیْ یَقْطَعُ نِصْفَ صَلَاتِہٖ، رواه ابن أبی شیبة(فتح الباری ١:٤٨٢) وهو حسن أو صحیح علی قاعدته۔

١٤٤٣:۔حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے حجرہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ عبداللہ یا عمر بن ابی سلمہ نے آپ ﷺ کے سامنے سے گذر جانا چاہا تو آپ ﷺ نے اسے ہاتھ کے اشارہ سے روکا اور وہ لوٹ گیا۔اس کے بعد زینب بنت ام سلمہ گذرنے لگی تو آپ ﷺ نے اسے بھی ہاتھ کے اشارہ سے روکا لیکن وہ نہ رکی اور سامنے سے گذر گئی۔ پس جب آپ ﷺ نماز پڑھ چکے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں میں خودرائی زیادہ اور مادۂ اطاعت کم ہے بہ نسبت مردوں کے۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور نیل میں اس کو احمد کی طرف بھی منسوب کیا ہے۔اور کہا ہے کہ اس کی سند میں ایک مجہول العین شخص یعنی قیس مدنی ہے، جس سے اس کے بیٹے کے سوا کسی نے روایت نہیں کی۔ (صاحب نیل الاوطار کا یہ کہنا ہے کہ یہ قیس مدنی مجہول ہے غلط ہے کیونکہ اس کی روایت کو مسلم نے کتاب التوبۃ میں اور نسائی وغیرہ نے ذکر کیا ہے پس یہ اختلاف مضر نہیں ہے اسی طرح اگر کسی راوی سے صرف اس کا بیٹا روایت کرے اور وہ بیٹا ثقہ ہو تو وہ روایت صحیح اور قابل احتجاج ہوتی ہے جیسا کہ کتب ائمہ میں ایسی روایات مذکور ہیں۔ مزید تفصیل تدریب الراوی ص ۴۵ پر ملاحظہ فرمائیں مترجم)۔اس کے باقی تمام راوی ثقہ ہیں پس یہ حدیث کم از کم حسن ہے۔

فائدہ:اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر گذرنے والا روکنے سے نہ رکے تو قوت سے روکنا لازم نہیں ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ نے زینب کو قوت سے نہیں روکا۔ پس قوت سے نہ روکنا افضل ہے اور قوت سے روکنا رخصت ہے۔

١٤٤٤:۔حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نمازی کے سامنے سے گذرنا اس کی آدھی نماز خراب کرتا ہے (کیونکہ اس سے صورتِ نماز میں تو خلل نہیں آتا مگر معنی نماز اور روح نماز یعنی خشوع میں خلل پڑتا ہے)اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے(فتح الباری)اور یہ حدیث حافظ کے قاعدہ پر حسن یا صحیح ہے۔

۱۴۴۵ـعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَوْ يَعْلَمُ الْمُصَلِّيْ مَا يَنْقُصُ مِنْ صَلَاتِهٖ بِالْمُرُوْرِ بَيْنَ يَدَيْهِ مَاصَلّٰى اِلَّا اِلٰى شَيْءٍ يَسْتُرُهُ مِنَ النَّاسِ. رواه أبو نعيم، قال الحافظ: وهما وإن كانا موقوفين لفظًا فحكمهما حكم الرفع، لأن مثلهما لا يقال بالرأی(فتح الباری۱:۴۸۲)، قلت: وهذا الكلام يشعر بصحة الأثرين عنده.

باب أن العمل القلبي لا يبطل الصلاة

۱۴۴۶ـعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عنه اَنَّ النَّبِيَّ ﷺقَالَ: "اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلَاةِ اَدْبَرَ الشَّيْطَانُ وَلَهٗ ضُرَاطٌ حَتّٰى لَايَسْمَعَ التَّاْذِيْنَ، فَاِذَا قُضِيَ النِّدَاءُ اَقْبَلَ، حَتّٰى اِذَا ثُوِّبَ بِالصَّلَاةِ اَدْبَرَ حَتّٰى اِذَا قُضِيَ التَّثْوِيْبُ اَقْبَلَ حَتّٰى يَخْطُرَ بَيْنَ الْمَرْءِ وَنَفْسِهٖ، يَقُوْلُ: اُذْكُرْ كَذَا اُذْكُرْ كَذَا، لِمَا لَمْ يَكُنْ يَذْكُرُهٗ، حَتّٰى يَظَلَّ الرَّجُلُ لَا يَدْرِيْ كَمْ صَلّٰى" رواه البخاری(۱:۸۵)، وزاد مسلم

۱۴۴۵:۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر نماز پڑھنے والے کو معلوم ہو جائے کہ اس کے سامنے سے گذرنے سے اس کی نماز میں کیا کمی آتی ہے تو وہ کبھی بغیر کسی سترہ کے نماز نہ پڑھے۔"اس کو ابونعیم نے روایت کیا ہے۔اور حافظ ابن حجرؒ نے ان دونوں روایتوں یعنی اثر ابن مسعودؓ اور اثر عمرؓ کی نسبت کہا ہے کہ یہ دونوں اگر چہ لفظاً موقوف ہیں مگر حکماً مرفوع ہیں کیونکہ ایسی بات قیاس سے نہیں کی جاسکتی۔(فتح الباری)مؤلف کہتے ہیں کہ اس کلام میں ان دونوں روایتوں کی صحت کی طرف اشارہ ہے۔

فائدہ: ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ نمازی کے آگے سے گذرنے سے اس کی نماز میں نقصان آتا ہے،تو نمازی کو اس نقصان سے بچنے کے لئے گذرنے والے کو روکنا بہتر ہوگا۔بشرطیکہ روکنے سے بہ نسبت ترک کے زیادہ نقصان نہ ہو ورنہ ترک افضل یا واجب ہوگا۔

تنبیہ: اس باب کی احادیث سے عملِ قلیل کا غیر مفسدِ صلوٰۃ ہونا بھی ثابت ہوتا ہے جو کہ اس سے تیسرے باب کا عنوان ہے۔اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

باب فعلِ قلب مفسدِ صلوٰۃ نہیں

۱۴۴۶:۔حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز کے لئے اذان کہی جاتی ہے تو شیطان گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے تاکہ اذان کی آواز وہ نہ سنے۔پس جب کہ مؤذن اذان ختم کرتا ہے تو پھر واپس آتا ہے اور جب اقامت کہی جاتی ہے تو پھر واپس چلا جاتا ہے۔اور جب اقامت ختم ہو جاتی ہے تو پھر واپس آتا ہے اور نمازی اور اس کے نفس کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔یعنی کہتا ہے فلاں بات یاد کر،فلاں بات یاد کر(یعنی ان باتوں کو یاد دلاتا ہے جو اس کے خیال میں نہ تھیں)یہاں تک کہ آدمی(ان خیالات میں الجھ کر)ایسا ہو جاتا ہے کہ اسے یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔اس کو بخاری نے روایت کیا ہے اور مسلم نے

(۱:۲۱۱):"فَإِذَا لَمْ يَدْرِ اَحَدُكُمْ كَمْ صَلّٰى فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ"۔

۱۴۴۷:۔عن حمران مولی عثمان بن عفان رضی اللہ عنهما أَنَّهُ رَأَى عثمان رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ دَعَا بِالْوَضُوْءِ فَذَكَرَ الْقِصَّةَ بِطُوْلِهَا، قال: ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَوَضَّأُ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا، وَقَالَ:"مَنْ تَوَضَّأَ نَحْوَ وُضُوْئِيْ هٰذَا ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَايُحَدِّثُ فِيْهِمَا نَفْسَهٗ غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ"، أخرجه البخاری ومسلم وأبو داود والنسائی، كذا فی "عمدة الأحكام" (۱:۳۲، ۳۳)، وحاشيته۔

۱۴۴۸:۔عن عمر رضی اللہ عنه قَالَ: اِنِّيْ لَاَحْسِبُ جِزْيَةَ الْبَحْرَيْنِ وَاَنَا فِي الصَّلَاةِ، رواه ابن أبی شيبة، ورجاله ثقات (فتح الباری ۳:۷۱)۔

۱۴۴۹:۔وَعَنْهُ قَالَ: اِنِّيْ لَاُجَهِّزُ جَيْشِيْ وَاَنَا فِي الصَّلَاةِ، علقه البخاری ووصله ابن أبی شيبة بإسناد صحيح عن أبی عثمان النهدی عنه بهذا سواء (فتح الباری ۳:۷۱)۔

۱۴۵۰:۔عن همام بن الحارث أن عمرَ رضی اللہ عنه صَلَّى الْمَغْرِبَ فَلَمْ يَقْرَأْ، فَلَمَّا انْصَرَفَ

اتنا اور بڑھایا ہے کہ جب کسی کو یہ یاد نہ رہے کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں تو (یقین پر بناء کرے۔اور) آخر میں بیٹھے ہوئے (سہو کے لئے) دو سجدے (مع قعدہ کے) کر لے۔

فائدہ: اس سے خیالات اور وساوس کا مفسد صلوٰۃ نہ ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

۱۴۴۷:۔ حضرت عثمان بن عفانؓ کے مولیٰ حمران سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کو دیکھا کہ آپؓ نے وضوء کا پانی منگایا، اس کے بعد ایک مفصل مضمون بیان کیا۔ اس کے بعد کہا کہ پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے میری طرح وضو کیا، اس کے بعد فرمایا کہ جو شخص اس طرح وضو کرے، اسکے بعد یوں دو رکعتیں پڑھے کہ ان میں اپنے جی سے باتیں نہ کرے تو اس کے پہلے گناہ معاف ہو جائینگے۔ اس کو بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ (عمدۃ الاحکام مع حاشیہ)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ حدیثِ نفس مفسدِ صلوٰۃ نہیں ورنہ بجائے اس کے ترک پر اجر کے بیان کے یوں کہا جاتا کہ جو شخص حدیث النفس میں مشغول ہو اس کی نماز نہ ہوگی۔ البتہ جس اجر کا خشوع پر وعدہ کیا گیا ہے اس سے محروم ہو جائے گا۔

۱۴۴۸:۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نماز میں بحرین کے جزیہ کا حساب کرتا ہوں۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (فتح الباری)

۱۴۴۹:۔ نیز حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نماز میں (غنیم کے مقابلہ کے لئے) فوج ارسال کرتا ہوں (یعنی اس کی تدبیر کرتا ہوں) بخاری نے اس کو تعلیقاً روایت کیا ہے اور ابن ابی شیبہ نے اسے باسنادِ صحیح موصول روایت کیا ہے (فتح الباری)۔

۱۴۵۰:۔ ہمام بن الحارث سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے مغرب کی نماز پڑھی تو اس میں قرأت نہیں کی پس جب آپ نماز سے

قَالُوْا: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! إِنَّكَ لَمْ تَقْرَأْ فَقَالَ إِنِّيْ حَدَّثْتُ نَفْسِيْ وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ بِعِيْرٍ جَهَّزْتُهَا مِنَ الْمَدِيْنَةِ حَتّٰى دَخَلَتِ الشَّامَ، ثُمَّ أَعَادَ وَأَعَادَ الْقِرَاءَةَ، رواه صالح بن أحمد بن حنبل فی كتاب المسائل، ورجاله ثقات (فتح الباری ۳: ۷۱)۔

باب أن العمل القليل لا يبطل الصلاة

۱۴۵۱۔ عن أبی قتادة الأنصاری رضی الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ وَهُوَ حَامِلٌ أُمَامَةَ بِنْتَ زَيْنَبَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَلِأَبِي الْعَاصِ بْنِ رَبِيْعَةَ بْنِ عَبْدِ شَمْسٍ، فَإِذَا سَجَدَ وَضَعَهَا، وَإِذَا قَامَ حَمَلَهَا، رواه البخاری (۱: ۷۴) ولمسلم: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَؤُمُّ النَّاسَ وَأُمَامَةُ عَلٰى عَاتِقِهِ (فتح ۱: ۴۸۹)۔

فارغ ہوئے تو لوگوں نے کہا کہ آپؓ نے قرأت نہیں کی۔ انہوں نے فرمایا کہ بات یہ تھی کہ میں نماز میں اپنے جی سے اس قافلہ کے متعلق بات چیت کر رہا تھا جس کو میں نے مدینہ سے روانہ کیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ شام (ملک) میں داخل ہوا (اس مشغولی میں قرأت سے ذہول ہوگیا) اس کے بعد نماز کا اعادہ کیا اور اس میں قرأت کی۔ اس کو صالح بن احمد نے کتاب المسائل میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں (فتح الباری)

فائدہ: ان روایات سے معلوم ہوا کہ عملِ قلب مفسدِ صلوٰۃ نہیں۔ ورنہ حضرت عمرؓ نماز میں ایسا نہ کرتے۔ یہ تو جب ہے کہ حضرت عمرؓ قصداً ایسا کرتے ہوں۔ اور اگر یہ خیالات ان کو الہامی طور پر آتے ہوں تو پھر وجہ استدلال یہ ہے کہ اگر کلامِ نفسی بھی کلامِ لفظی کی طرح مفسد ہوتا تو قصد وعدم قصد دونوں صورتوں میں مفسد ہوتا اور اس صورت میں اعادۂ نماز واجب ہوتا۔ حالانکہ ایسا نہیں تھا۔ پس ثابت ہوا کہ کلامِ نفسی مفسد نہیں۔ باقی آپؓ کا نماز کا اعادہ کرنا اس بناء پر نہیں تھا کہ آپ خیالات میں مستغرق تھے بلکہ اس بناء پر تھا کہ آپؓ نے قرأت نہیں کی تھی جو کہ فرض ہے لہٰذا ترکِ فرض کی وجہ سے اعادہ ہے۔

باب عملِ قلیل مفسدِ صلوٰۃ نہیں

۱۴۵۱۔ حضرت ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ امامۃ، زینب اور ابی العاص کی بیٹی (رضی اللہ عنہم) یعنی اپنی نواسی کو اٹھائے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے پس جس وقت سجدہ کرتے تو اسے اتار دیتے اور جس وقت کھڑے ہوتے تو اٹھا لیتے، اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔ اور مسلم نے یوں روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ امامہ کو کندھے پر اٹھائے ہوئے لوگوں کی امامت فرما رہے تھے۔ (فتح الباری)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ فرض نماز کا تھا اور ابوداؤد کی روایت سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ یہ عملِ قلیل خود حضور ﷺ کی طرف سے تھا۔

۱۴۵۲:۔عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كُنْتُ اَمُدُّ رِجْلِیْ فِیْ قِبْلَةِ النَّبِیِّ ﷺ وَهُوَ يُصَلِّیْ، فَاِذَا سَجَدَ غَمَزَنِیْ فَرَفَعْتُهَا فَاِذَا قَامَ مَدَدْتُهَا، (رواه البخاری ۱:۱٦۵)۔

۱۴۵۳:۔ عَنْ اَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ: رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّیْ وَالْحَسَنُ عَلٰی ظَهْرِهٖ فَاِذَا سَجَدَ نَحَّاهُ، رواه ابن عدی، وإسناده حسن (التلخيص الحبير ۱:۱٦)۔

۱۴۵۴:۔عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی الله عنه عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهٗ صَلّٰی صَلَاةً، فَقَالَ: اِنَّ الشَّيْطَانَ عَرَضَ لِیْ فَشَدَّ عَلَیَّ، لِيَقْطَعَ الصَّلٰوةَ عَلَیَّ فَاَمْكَنَنِی اللّٰهُ مِنْهُ فَذَعَتُّهٗ الحديث، قال النضر بن شميل: فذعته بالذال المعجمة أی خنقته، رواه البخاری (۱:۱٦۱)۔

۱۴۵۵:۔ عن الأزرق بن قيس قَالَ: كُنَّا بِالْاَهْوَازِ نُقَاتِلُ الْحَرُوْرِيَّةَ، فَبَيْنَا اَنَا عَلٰی جُرُفِ نَهْرٍ اِذْ جَاءَ رَجُلٌ يُصَلِّیْ فَاِذَا لِجَامُ دَابَّتِهٖ بِيَدِهٖ، فَجَعَلَتِ الدَّابَّةُ تُنَازِعُهٗ وَجَعَلَ يَتْبَعُهَا، قال شعبة: هو أبو برزة الأسلمی، فَجَعَلَ رَجُلٌ مِنَ الْخَوَارِجِ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ افْعَلْ بِهٰذَا الشَّيْخِ، فَلَمَّا انْصَرَفَ الشَّيْخُ قَالَ: اِنِّیْ سَمِعْتُ قَوْلَكُمْ، وَاِنِّیْ غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ سِتَّ غَزَوَاتٍ اَوْ

۱۴۵۲:۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے نماز پڑھنے کی حالت میں آپ ﷺ کے جہت قبلہ میں پاؤں پھیلائے ہوئے ہوتی تھی، پس جب آپ ﷺ سجدہ کرنا چاہتے تو میرے پاؤں کو دبا دیتے (اور میں پاؤں ہٹا لیتی) پھر جب آپ ﷺ کھڑے ہوجاتے تو میں پھر پاؤں پھیلا لیتی۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

۱۴۵۳:۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسی حالت میں نماز پڑھتے دیکھا کہ حسنؓ آپ ﷺ کی پشت پر تھے۔ پس جب آپ ﷺ نے سجدہ کیا تو آپ ﷺ نے انہیں اتار دیا۔ اس کو ابن عدی نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد حسن ہے (تلخیص حبیر)

۱۴۵۴:۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک نماز پڑھی تو فرمایا کہ شیطان میرے سامنے آیا اور مجھ پر حملہ کیا تاکہ میری نماز قطع کردے تب اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر قابو دے دیا اور میں نے اس کا گلا دبا دیا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

۱۴۵۵:۔ ازرق بن قیس سے روایت ہے کہ ہم مقام اہواز میں خوارج سے جنگ کر رہے تھے پس اس اثناء میں کہ میں نہر کے کنارہ پر تھا کہ ایک شخص نماز پڑھنے آیا (اور نماز شروع کی)۔ اس کے گھوڑے کا لگام اس کے ہاتھ میں تھا، پس گھوڑا اس سے لگام چھڑانے لگا اور وہ اس کے پیچھے جانے لگا۔ شعبہ نے کہا ہے کہ یہ ابو برزہ اسلمی تھے، پس خوارج میں سے ایک شخص کہنے لگا کہ اے اللہ! اس بڈھے کے ساتھ ایسا ایسا کر (کہ یہ نماز میں بھی گھوڑے کی مشغولی نہیں چھوڑتا) پس جب وہ بڑے میاں نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ میں نے تمہاری بات سنی اور میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چھ یا سات یا آٹھ جہاد کئے ہیں اور میں نے آپ ﷺ کی تسہیل وتیسیر کا

سَبعَ غَزَوَاتٍ اَوْ ثَمَانِیَ، وشَهِدتُ تَیسِیرَهٗ وَاِنِّی اِنْ کُنتُ اَنْ اَرجِعَ مَعَ دَابَّتِیْ اَحَبُّ اِلَیَّ مِن اَنْ اَدَعَهَا تَرجِعُ اِلٰی مَاْلَفِهَا فَیَشُقُّ عَلَیَّ، رواه البخاری (۱:۱۶۱)۔

۱۴۵۶:۔عن جابر رضی الله عنه فی حدیث الکسوف: ثُمَّ تَاَخَّرَ وَ تَاَخَّرَتِ الصُّفُوفُ، خَلْفَهٗ حَتّٰی انتَهَینَا وَقَالَ اَبُوبَکرٍ حَتّٰی انتَهٰی اِلَی النِّسَاءِ، ثُمَّ تَقَدَّمَ وَتَقَدَّمَ النَّاسُ مَعَهٗ حَتّٰی قَامَ فِیْ مَقَامِهٖ، الحدیث، أخرجه مسلم(۱:۲۹۷)۔

باب أن الدعاء فی الصلاة بما لا یجوز لا یبطلها إذا لم یکن من کلام الناس

۱۴۵۷:۔عن أبی هریرة رضی الله عنه قَالَ: قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلَی الصَّلَاةِ وَقُمنَا مَعَهٗ، فَقَالَ

مشاہدہ کیا ہے (اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ میرا یہ فعل نماز کے منافی نہیں ہے) اور یہ بات کہ میں اپنے گھوڑے کو لئے ہوئے واپس ہوں مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں اسے ایسی حالت میں چھوڑ دوں کہ وہ اپنے مانوس مقام کی طرف لوٹ جائے اور مجھے زحمت ہو۔اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ:ابو برزہؓ کا یہ فعل عملِ قلیل پر محمول ہے کیونکہ عملِ کثیر بالاجماع مفسدِ صلوٰۃ ہے۔

۱۴۵۶:۔حضرت جابرؓ سے حدیثِ کسوف میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پیچھے ہٹے اور آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے پیچھے کی صفیں بھی پیچھے ہٹیں یہاں تک کہ ہم عورتوں کے مقام تک پہنچ گئے اور ابوبکر راوی حدیث نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ عورتوں کے مقام تک پہنچ گئے اس کے بعد آپ ﷺ آگے بڑھے اور آپ ﷺ کے ساتھ لوگ بھی آگے بڑھے یہاں تک کہ آپ ﷺ اپنی جگہ کھڑے ہو گئے۔اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ:اس سے مشی فی الصلوٰۃ کا مفسد نہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔لیکن یوں کہا جائے گا کہ اس قدر مشی بدفعات تھی اور پیہم و مسلسل نہ تھی۔ ورنہ عملِ کثیر کی حد میں آجائے گی اور عملِ کثیر بالاجماع مفسد ہے۔

فائدہ:ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ عملِ قلیل مفسدِ صلوٰۃ نہیں البتہ عملِ قلیل اور عملِ کثیر کی پہچان میں مختلف اصول بیان کئے گئے ہیں۔ایک یہ کہ ہر وہ عمل جس میں دونوں ہاتھوں کی احتیاج ہو کثیر ہے اور جس عمل میں دونوں ہاتھوں کی ضرورت نہ ہو وہ قلیل ہے۔اور دوسرا قول یہ ہے کہ ہر وہ عمل جسے دیکھنے والا یہ سمجھے کہ نمازی نماز میں ہے تو وہ عملِ قلیل ہے اور اگر دیکھنے والا یہ سمجھے کہ وہ نماز میں نہیں ہے تو وہ عملِ کثیر ہے اور یہی توجیہ زیادہ صحیح ہے (بدائع صنائع)

باب نماز میں نامناسب دعا مفسدِ صلوٰۃ نہیں بشرطیکہ وہ کلامِ ناس سے نہ ہو۔

۱۴۵۷:۔حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھنے کھڑے ہوئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ کھڑے ہوئے پس ایک گنوار نے نماز میں کہا کہ اے اللہ مجھ پر اور محمد ﷺ پر رحم کر اور ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم نہ کر۔پس جب رسول اللہ ﷺ نے سلام

اَعْرَابِیٌّ وَهُوَ فِی الصَّلاةِ:اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِیْ وَمُحَمَّدًا، وَلا تَرْحَمْ مَعَنَا اَحَدًا، فَلَمَّا سَلَّمَ النَّبِیُّ ﷺ قَالَ لِلاَعْرَابِیِّ:" لَقَدْ تَحَجَّرْتَ وَاسِعًا"، ـ یُرِیْدُ رَحْمَةَ اللّٰهِ ـ أخرجه الجماعة غیر ابن ماجة والترمذی (نیل الأوطار ۲:۲۱۷)۔

باب ماجاء فی إجابة الأبوین فی الصلاة

۱۴۵۸ـ قال اللیث: حدثنی جعفر بن ربیعة عن عبد الرحمن بن هرمز قال: قَالَ اَبُوْهُرَیْرَة رَضِیَ اللّٰهُ عَنْه : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : نَادَتْ اِمْرَاَةٌ اِبْنَهَا، وَهُوَ فِیْ صَوْمَعَتِهٖ قَالَتْ: یَاجُرَیْجُ! قَالَ: اَللّٰهُمَّ اُمِّیْ وَصَلَاتِیْ، فَقَالَتْ: یَاجُرَیْجُ! قَالَ : اَللّٰهُمَّ اُمِّیْ وَصَلاَتِیْ، قَالَتْ: یَاجُرَیْجُ ! قَالَ: اَللّٰهُمَّ اُمِّیْ وَ صَلاتِیْ قَالَتْ اللّٰهُمَّ لَا یَمُوْتُ جُرَیْجُ حَتّٰی یَنْظُرَ فِیْ وُجُوْهِ الْمَیَامِیْسِ، وَکَانَتْ تَاْوِیْ اِلٰی صَوْمَعَتِهٖ رَاعِیَةٌ تَرْعَی الْغَنَمَ فَوَلَدَتْ، فَقِیْلَ لَهَا: مِمَّنْ هٰذَا الْوَلَدُ؟

پھر اتو اس گنوار سے کہا کہ تو نے ایک فراخ چیز کو (جو کہ تمام عالم کو اپنے اندر سمائے ہوئے ہے۔) یعنی خدا کی رحمت کو بہت تنگ کر دیا (کہ اس کو صرف دو شخصوں تک محدود کر دیا، یہ مناسب نہیں)۔اس کو جماعت نے روایت کیا ہے، بجز ابن ماجہ اور ترمذی کے (نیل)

فائدہ: آپ نے اس دعا پر تو اعتراض کیا مگر نماز کے اعادہ کا حکم نہیں دیا۔اس سے معلوم ہوا کہ اس سے نماز فاسد نہیں ہوئی۔نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ رحمت وھدایت وغیرہ کی دعاء دوسرے مسلمانوں کے لئے بھی کرنا مستحب ہے۔

باب ماں باپ کو نماز میں جواب دینے کے بیان میں

۱۴۵۸۔ حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک عورت نے اپنے بیٹے کو آواز دی اور وہ اپنے عبادت خانہ میں (نماز میں مصروف) تھا، ماں نے کہا کہ اے جریج! (جریج ماں کی آواز سن کر متحیر ہوا اور) اس نے کہا کہ اے اللہ (میں کیا کروں ایک طرف) میری ماں ہے اور (دوسری طرف) میری نماز ہے، اس نے پھر پکارا کہ اے جریج! اس نے پھر یہی کہا کہ اے اللہ (میں کیا کروں ایک طرف) میری ماں ہے اور (دوسری طرف) میری نماز ہے (ماں کا خیال کرتا ہوں تو نماز کو نقصان پہنچتا ہے، نماز کا خیال کرتا ہوں تو ماں کو تکلیف ہوتی ہے)۔اس نے (تیسری دفعہ) پھر کہا کہ اے جریج! اس نے پھر یہی کہا کہ اے اللہ (میں کیا کروں۔ایک طرف) میری ماں اور (دوسری طرف) میری نماز ہے (جب تیسری مرتبہ بھی جواب نہ دیا تب) اس (کی ماں) نے (بددعا کی اور) کہا کہ اے اللہ جریج اس وقت تک نہ مرے جب تک وہ فاحشہ عورتوں کی صورت نہ دیکھ لے۔(جریج کو ماں کی یہ بددعا لگ گئی) اور (اس کی صورت یہ ہوئی کہ) اس کے عبادت خانہ کے قریب ایک عورت بکریاں چرایا کرتی تھی۔اس کو زنا سے بچہ پیدا ہوا۔اس پر اس سے پوچھا گیا کہ یہ بچہ کس کا ہے اس نے کہا کہ جریج کا ہے۔اس نے اپنے عبادت خانہ سے اتر کر میرے ساتھ زنا کیا تھا۔جریج (کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس) نے کہا کہ کہاں ہے وہ عورت جو کہتی ہے کہ اس کا بچہ میرا ہے۔(وہ عورت بلائی گئی تو) اس نے کہا کہ میاں لڑکے تم

قَالَتْ:مِنْ جُرَيْجٍ نَزَلَ مِنْ صَوْمَعَتِهِ قَالَ جُرَيْجٌ أَيْنَ هٰذِهِ الَّتِي تَزْعَمُ أَنَّ وَلَدَهَالِي قَالَ يَابَابُوس ! مَنْ أَبُوكَ ؟ قَالَ: رَاعِيُ الْغَنَمِ، رواه البخاری (١٦١:١)، هكذا تعليقا، ووصله الإسماعيلى من طريق عاصم بن علی أحد شيوخ البخاری عن الليث مطولا، كذافى "فتح الباری"(٦٣:٣)۔

١٤٥٩:۔ ناحفص (بن غیاث) عن ابن أبی ذئب عن محمد بن المنكدر قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :"اِذَا دَعَتْكَ أُمُّكَ فِي الصَّلَاةِ فَأَجِبْهَا، وَاِذَا دَعَاكَ أَبُوكَ فَلَا تُجِبْهُ "، رواه الإمام أبو بكر بن أبی شيبة فی"مصنفه" (٥٠٤) و ذكره العینی فی العمدة (٧١٦:٣)، ورجاله

خود بتلا دو کہ تمہارا باپ کون ہے۔ اس نے کہا کہ فلاں چرواہا۔ اس کو بخاری نے تعلیقاً روایت کیا ہے۔ اور اسماعیلی نے اس کو موصول کہا ہے۔ (فتح الباری)

فائدہ: اور حسن بن سفیان وغیرہ نے حوشب سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اگر جریج عالم ہوتا تو جانتا کہ ماں کو جواب دینا اپنے رب کی (اس طرح) عبادت سے بہتر ہے (فتح الباری)

فائدہ: ان حدیثوں کے مجموعہ سے ثابت ہوا کہ نماز میں ماں کو جواب دینا اولیٰ ہے مگر شرط یہ کہ نماز نفل ہو۔ کیونکہ نفل میں وہ توسع ہے جو فرض میں نہیں اور نفل نماز تطوع ہے اور ماں کی پکار کا جواب دینا واجب ہے۔ (عمدۃ القاری) چنانچہ مہمان کی خاطر سے نفل روزہ توڑ دینا جائز ہے لیکن فرض روزہ نہیں توڑا جاسکتا۔ اس لئے جریج کی نماز کو بھی نفل پر محمول کیا جائے گا۔

مترجم کہتا ہے کہ نفل وفرض کی یہ تفصیل نہ حدیث میں مذکور ہے اور نہ قیاس سے ثابت ہے۔ کیونکہ فرض روزہ اور فرض نماز میں فرق ہے۔ فرض روزہ اگر توڑ دیا جائے گا تو وہ قضا ہو جائے گا کیونکہ اس کے وقت میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ ایک مرتبہ توڑ کر دوبارہ وقت کے اندر رکھ دیا جائے برخلاف فرض نماز کے اس کے وقت میں اتنی گنجائش ہے کہ ایک مرتبہ توڑ کر دوبارہ وقت کے اندر پڑھ لی جائے۔ پس اس بات میں نفل اور فرض نمازیں یکساں ہیں۔ برخلاف نفل وفرض روزہ کے کہ ان میں فرق ہے کیونکہ نفل روزہ توڑ دینے سے قضا نہیں ہوتا کیونکہ نفل کے لئے کوئی وقت معین نہیں پس اس کو ایک مرتبہ توڑ کر دوبارہ ادا کرنا ایسا ہے جیسا کہ فرض نماز کو ایک مرتبہ توڑ کر وقت کے اندر دوبارہ پڑھنا۔ برخلاف فرض روزہ کے کہ وہ توڑ دینے سے قضا ہو جائے گا۔ پس فرض نماز مثل نفل نماز اور نفل روزہ کے ہے نہ کہ مثل فرض روزہ کے۔ اس لئے اس کا فرض روزہ پر قیاس کرنا صحیح نہیں۔ پس فرض نماز میں بھی نماز توڑ کر جواب دینا اولیٰ اور بہتر ہے۔

۱۴۵۹: محمد بن المنکدر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب نماز میں تیری ماں تجھے بلائے تو اسے جواب دے اور جب تیرا باپ تجھے بلائے تو جواب نہ دے۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ اور اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں مگر یہ روایت مرسل ہے۔ اور مطلب حدیث کا یہ ہے کہ جب ماں اور باپ دونوں ایک وقت میں آواز دیں تو ماں کو جواب دے اور باپ کو نہ دے۔ (لیکن اگر یہ صورت ہو کہ کبھی ماں پکارتی ہے اور کبھی باپ تو دونوں کو جواب دینا بہتر ہے۔)

رجال الجماعة إلا أنه مرسل، ومعناه: إذا دعواك معًا، كما يدل عليه الأثر الآتي۔

١٤٦٠۔ عن بكر بن عبدالله بن الربيع الأنصاری رضي الله عنه مرفوعًا: " عَلِّمُوا أَوْلَادَكُمُ السِّبَاحَةَ وَالرِّمَايَةَ، وَنِعْمَ لَهْوُ الْمُؤْمِنَةِ فِيْ بَيْتِهَا الْمِغْزَلُ، وَإِذَا دَعَاكَ أَبَوَاكَ فَأَجِبْ أُمَّكَ"، رواه ابن مندة فی "المعرفة"، وأبو موسی فی "الذيل" ، والديلمی فی "مسند الفردوس" بإسناد ضعيف، لكن له شواهد، كذا فی العزيزی (٢: ٤٠٤)، ورواه الديلمی بسند ضعيف أيضًا۔

١٤٦١۔ عن جابر رضی الله عنه مرفوعًا: "إِذَا كُنْتَ تُصَلِّيْ فَدَعَاكَ أَبَوَاكَ فَأَجِبْ أُمَّكَ وَلَا تُجِبْ أَبَاكَ"۔ كذا فی "كنز العمال" (٨: ٢٨١)۔

١٤٦٢۔ عن طلق بن علی رضی الله عنه مرفوعًا : لَوْ أَدْرَكْتُ وَالِدَيَّ أَوْ أَحَدَهُمَا وَقَدِ افْتَتَحْتُ صَلَاةَ الْعِشَاءِ وَقَرَأْتُ الْفَاتِحَةَ، فَدَعَتْنِيْ أُمِّيْ يَامُحَمَّدُ! لَأَجَبْتُهَا، رواه أبو الشيخ، كذا فی "كنز العمال" (٨: ٢٨١)، ولم أقف له علی سند، وإنما ذكرته اعتضادًا۔

فائدہ: اس حدیث میں بھی فرض اور نفل کی تفصیل نہیں ہے لھذا فرض نماز میں بھی جواب دینا بہتر ہے۔

١٤٦٠:۔ بکر بن عبداللہ بن الربیع انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی اولاد کو تیرنا اور تیراندازی سکھلاؤ اور گھر میں مومن عورت کے دل بہلانے کی چیز چرخہ ہے اور جب تیرے ماں اور باپ دونوں تجھے بلائیں (اور تو دونوں کی اطاعت نہ کر سکے) تو ماں کی اطاعت کو مقدم کر۔ اس کو ابن مندہ نے معرفت میں اور ابو موسیٰ نے ذیل میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں باسنادِ ضعیف روایت کیا ہے لیکن وہ مؤید بالشواہد ہے۔ (عزیزی)

فائدہ: اس روایت کو باب سے تعلق نہیں، کیونکہ حدیث میں عموم ہے کہ یہ بلانا نماز میں ہو یا غیر نماز میں۔ نیز اس میں اجابت فعلی کا ذکر ہے۔ کیونکہ اجابتِ فعلی ہی میں تعارض ہو سکتا ہے۔ اور اجابتِ قولی جو کہ نماز میں ہوتی ہے اس میں تعارض نہیں کیونکہ دونوں کو معاً جواب دیا جا سکتا ہے لہٰذا یہ حدیث مفید مدعائے مؤلف نہیں۔

١٤٦١:۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تو نماز پڑھتا ہو اور تجھے تیرے ماں اور باپ (مجتمعا یا متفرقاً) بلائیں تو تو ماں کی دعوت کا جواب دے اور باپ کی پکار کا جواب نہ دے۔ (کیونکہ باپ کے لئے نماز کو نہیں توڑا جا سکتا جیسا کہ محمد بن المنکدر کی روایت سے مفہوم ہوتا ہے) اس کو دیلمی نے مسند الفردوس میں ضعیف سند سے روایت کیا ہے (کنز العمال) (لیکن ہم نے اس کو بطور تائید ہی پیش کیا ہے)

١٤٦٢:۔ طلق بن علیؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے ماں باپ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک ہوتا اور میں نے عشاء کی نماز شروع کی ہوتی اور فاتحہ پڑھ چکا ہوتا پھر میری ماں مجھے اے محمد! کہہ کر پکارتی تو میں اس حالت میں بھی اسے جواب دیتا۔ اس کو ابوالشیخ نے روایت کیا ہے (کنز العمال)

أبواب مكروهات الصلاة

باب كراهة العبث ومسح الحصى بغير ضرورة فى الصلاة

١٤٦٣- عن معيقيب رضى الله عنه ان النبى ﷺ قال: لا تَمْسَحِ الحَصٰى وَأنْتَ تُصَلِّيْ فَإنْ كُنْتَ لَابُدَّ فَاعِلاً فَوَاحِدَةً، رواه الائمة الستة فى "كتبهم" (زيلعى ١: ٢٩٤)۔

١٤٦٤- حدثنا وكيع ثنا ابن أبى ذئب عن شرحبيل أبى سعد عن جابر بن عبدالله رضى الله عنه قال: سَألْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ مَسْحِ الحَصٰى فَقَالَ: "وَاحِدَةٌ، وَلَأنْ تُمْسِكَ عَنْهَا خَيْرٌ لك مِنْ مِائَةِ نَاقَةٍ كُلُّهَا سُوْدُ الحَدَقِ"- رواه ابن أبى شيبة فى "مصنفه" (زيلعى ١: ٢٦٤)، ورجاله رجال الجماعة غير شرحبيل، وهو مختلف فيه، كما تدل عليه ترجمته

مؤلف کہتا ہے کہ مجھے اس کی سند نہیں معلوم ہوئی۔ اس لئے میں نے اس کو صرف تائیدا روایت کیا ہے۔

فائدہ: یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ اجابت فی الصلوٰۃ ماں کے ساتھ مخصوص ہے اور باپ کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔ جیسا کہ محمد بن المنکدر کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے۔ دوسرے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجابتِ اُم نفل نماز کے سات مخصوص نہیں بلکہ فرض کا بھی وہی حکم ہے جو نفل کا۔

مکروھات نماز (ان باتوں کا بیان جو نماز میں مکروہ ہیں)

باب نماز میں فضول حرکتیں کرنا اور بلاضرورت کنکریاں صاف کرنا مکروہ ہے

۱۴۶۳: حضرت معیقیبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس حالت میں کہ تو نماز پڑھ رہا ہو، کنکریوں کو صاف نہ کر اور اگر بضرورت تجھے کرنا ہی ہو تو صرف ایک مرتبہ کر لے اس کو اصحاب صحاح ستہ نے اپنی اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے۔ (زیلعی)

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ نماز میں بلاضرورت کنکریوں کا صاف کرنا مطلقاً مکروہ ہے۔ اور ضرورت کی حالت میں ایک مرتبہ صاف کرنے کی اجازت ہے کیونکہ اس سے ضرورت دفع ہو جائے گی اور اس کے بعد حرکت فضول ہوگی۔

۱۴۶۴: حضرت جابرؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے (نماز کی حالت میں سجدہ کے مقام سے) کنکریاں صاف کرنے کی بابت دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ (ضرورت کے لئے) ایک مرتبہ اجازت ہے اور اگر تم (کسی قدر تکلیف گوارا کرلو اور) ایک مرتبہ بھی صاف نہ کرو تو یہ تمہارے لئے ان سو اونٹنیوں سے زیادہ بہتر ہوگا جن کی آنکھوں کے ڈھیلے سیاہ ہوں۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے (زیلعی) اور اس کے راوی علاوہ شرحبیل کے جماعت کے راوی ہیں۔ اور شرحبیل بھی قابلِ اعتماد ہیں کیونکہ ان کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ نیز ابن حبان اور ابن خزیمہ نے ان کی روایات کو اپنی اپنی ان کتابوں میں درج کیا ہے جن میں انہوں نے صحیح روایتیں درج کرنے کا التزام کیا ہے۔

فی "تهذیب التهذیب" (٤: ٣٢٠) ، وفی "التقریب" (ص ٨٤) : صدوق اختلط بآخره اهـ قلت: ذكره ابن حبان فی "الثقات"، وخرج هو وابن خزیمة حدیثه فی "صحیحیهما"، كما فی "تهذیب التهذیب"، فثبت أنهما لم یعتمدا علی اختلاطه وجرحه، ویفهم هذا المعنی من ترجمته فی "تهذیب التهذیب" بالنظر الدقیق۔

١٤٦٥- أخبرنا مالك أخبرنا مسلم بن أبی مریم عن علی بن عبدالرحمن المعاوی أنَّهٗ قَالَ: رَآنِیْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَاَنَا اَعْبَثُ بِالْحَصٰی فِی الصَّلَاةِ، فَلَمَّا انْصَرَفْتُ نَهَانِیْ وَقَالَ: اِصْنَعْ كَمَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَصْنَعُ الخ، رواه محمد (فی موطأ الإمام محمد ١٠٦)، ورجاله رجال مسلم۔

١٤٦٦- عن یحیی بن أبی كثیر مرسلا "اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی كَرِهَ لَكُمْ سِتًّا: اَلْعَبَثَ فِی الصَّلَاةِ، وَالْمَنَّ فِی الصَّدَقَةِ، وَالرَّفَثَ فِی الصِّیَامِ، وَالضِّحْكَ عِنْدَ الْقُبُوْرِ، الحدیث، رواه سعید بن منصور ، كذافی "الجامع الصغیر" للسیوطی، وضعفه بالرمز، ولكن ذكرته لكونه متأیدًا لما قبله (١: ٧١)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک مرتبہ بھی صاف نہ کرنا عزیمت ہے۔ اور بہتر ہے۔

۱۴۶۵۔ علی بن عبدالرحمٰن معاوی سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے نماز میں کنکریوں سے کھیلتے ہوئے دیکھا تو جس وقت میں نماز سے فارغ ہو کر لوٹنے لگا تو انہوں نے مجھے ایسا کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ تمہیں نماز میں وہی کام کرنا چاہیے جو رسول اللہ ﷺ کرتے تھے (اور کنکریوں سے کھیلنا ان افعال میں سے نہیں ہے لہذا اسے ترک کرنا چاہئے۔) اس کو امام محمدؒ نے اپنی موطا میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی مسلم کے راوی ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے فضول حرکات کی کراہت معلوم ہوئی۔

۱۴۶۶۔ یحیٰی بن ابی کثیر سے مرسل طور پر روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے لئے چھ باتوں کو ناپسند فرمایا ہے، نماز میں فضول حرکتیں کرنا، خیرات دے کر احسان جتانا، روزہ میں فحش باتیں کرنا، قبروں کے قریب ہنسنا وغیرہ وغیرہ۔ اس کو سعید بن منصور نے روایت کیا ہے اور گو سیوطی نے اس کو جامع صغیر میں ذکر کر کے اس کے ضعیف ہونے کا اشارہ کیا ہے مگر ہم نے اسے اس لئے ذکر کیا ہے کہ روایاتِ سابقہ سے اس کی تائید و تقویت ہوتی ہے۔

فائدہ: اس سے بھی فضول حرکات کا مکروہ ہونا ظاہر ہے۔

باب النهى عن فرقعة الأصابع

١٤٦٧- حدثنا يحيى بن حكيم ثنا أبو قتيبة ثنا يونس بن أبى إسحاق وإسرائيل بن يونس عن أبى إسحاق عن الحارث عن على رضى الله عنه :اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: لاتُقَقِعْ اَصَابِعَكَ وَاَنْتَ فِى الصَّلاةِ، رواه ابن ماجة(ص ٦٩/١)-قلت: رجال إسناده ثقات، كما ترى غير الحارث فإنه مختلف فيه، ولا يضر الاختلاف فيه-

باب النهى عن التخصر فى الصلاة

١٤٦٨- عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رضى الله عنه اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ نَهٰى عَنِ التَّخَصُّرِ فِى الصَّلاةِ، رواه الجماعة إلا ابن ماجة (نيل الأوطار ٢: ٢٣١)-

١٤٦٩- عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رضى الله عنه اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ قَالَ: اَلاِخْتِصَارُ فِىْ الصَّلاةِ رَاحَةُ اَهْلِ النَّارِ، رواه البيهقى قال العراقى: وظاهر إسناده الصحة(نيل الأوطار٢: ٢٣٢)، ورواه ابن حبان فى "صحيحه"، كما فى "شرح الإحياء" (٣: ٩٢)، ولكن ليس فيه لفظ: فى الصلاة،

باب نماز میں انگلیاں چٹخانا ممنوع ہے

۱۴۶۷- حارث اعور سے مروی ہے اور وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس حالت میں کہ تم نماز میں ہو اس حالت میں انگلیاں نہ چٹخاؤ۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں بجز حارث اعور کے کہ وہ مختلف فیہ ہے مگر اختلاف مضر نہیں۔

فائدہ: نماز میں انگلیاں چٹخانا مکروہ تحریمی ہے (ردالمحتار و بحر الرائق)

باب نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا مکروہ ہے

۱۴۶۸- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز کے اندر کوکھ پر ہاتھ رکھنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ اس کو جماعت نے روایت کیا ہے باستثناء ابن ماجہ کے (نیل)

۱۴۶۹- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز کی حالت میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا دوزخیوں کے آرام لینے کے مشابہ ہے (کیونکہ وہ کوکھ پر ہاتھ رکھ کر آرام حاصل کرنے کی کوشش کریں گے، اس لئے نمازی کے لئے یہ فعل مناسب نہیں۔ یہ معنی تو اس وقت ہیں جب کہ اہلِ نار سے مراد عام دوزخی ہوں اور اگر اس سے مراد خاص دوزخی یعنی یہود ہوں جیسا کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ فعل مشابہ ہے فعلِ یہود کے کہ وہ نماز میں ایسا کرتے ہیں اس لئے مناسب

وفی "الترغیب"(١:٨٩): عزاه إلی "صحیحی ابن خزیمة وابن حبان "بلفظ البیهقی-

باب النهی عن الالتفات فی الصلاة

١٤٧٠- عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ: سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الْالِتْفَاتِ فِیْ الصَّلَاةِ، فَقَالَ: "هُوَ اِخْتِلَاسٌ یَخْتَلِسُهُ الشَّیْطَانُ مِنْ صَلَاةِ الْعَبْدِ"، رواه البخاری(١:١٠٤)

١٤٧١- عَنْ اَنَسٍ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "یَا بُنَیَّ! اِیَّاكَ وَالِالْتِفَاتَ فِیْ الصَّلَاةِ، فَاِنَّ الْالْتِفَاتَ فِیْ الصَّلَاةِ هَلَکَةٌ، فَاِنْ کَانَ لَابُدَّ فَفِیْ التَّطَوُّعِ لَا فِیْ الْفَرِیْضَةِ"، رواه الترمذی وحسنه(١:٧٦)-

---

نہیں۔ مترجم) اس کو بیہقی نے روایت کیا ہے۔ اور عراقی نے کہا ہے کہ بظاہر اس کی سند صحیح ہے (نیل الاوطار) اور ابن حبان نے اسے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے جیسا کہ شرح احیاء میں ہے لیکن اس میں فی الصلوٰۃ کا لفظ نہیں ہے اور ترغیب میں بیہقی ہی کے لفظ سے اسے صحیح ابن حبان وصحیح ابن خزیمہ کی طرف منسوب کیا ہے (جس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح ابن حبان میں بھی لفظ فی الصلوٰۃ موجود ہے پس اگر صحیح ابن حبان میں یہ لفظ موجود ہے جیسا کہ ترغیب سے ظاہر ہے تب تو اس کا مضمونِ باب پر دلالت کرنا ظاہر ہے اور اگر اس میں یہ لفظ نہیں ہے جیسا کہ شرح احیاء سے معلوم ہوتا ہے تو یہ روایت مضمونِ باب پر اپنے اطلاق سے دلالت کرے گی۔ پس یہ روایت بہر حال ہمارے لئے مفید ہے۔ مترجم)۔

باب نماز میں ادھر ادھر دیکھنا ممنوع ہے

١٤٧٠۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز میں (منہ موڑ کر) ادھر ادھر دیکھنے کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شیطان کا ایک جھپٹا ہے جس سے وہ آدمی کی نماز میں سے کچھ (برکات) جھپٹ لیتا ہے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے ادھر ادھر دیکھنے کی ممانعت ظاہر ہے۔

١٤٧١۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اے بیٹا! نماز میں ادھر ادھر دیکھنے سے بچ کیونکہ ایسا کرنا بڑی تباہی ہے (کیونکہ اس سے گو نماز فاسد نہ ہو مگر اس سے اس میں نقصان ضرور آتا ہے) اب اگر تمہیں ایسا کرنا ہی ہو تو خیر نفل میں کر لینا (کیونکہ اگر نفل سرے سے نہ پڑھتا تب بھی گنجائش تھی اب تو صرف نقصان ہی ہے۔) اور فرض میں ہرگز نہ کرنا (کیونکہ فرض میں نقصان بڑے خسارہ کی بات ہے) اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے حسن کہا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں ادھر ادھر دیکھنا مکروہ ہے، مفسدِ صلوٰۃ نہیں اور ترمذی میں جو آتا ہے کہ حضور ﷺ نماز میں دائیں بائیں دیکھتے تھے تو یہ بیان جواز پر یا ضرورت پر محمول ہے۔

باب النهی عن الإقعاء

١٤٧٢۔ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی الله عنه قَالَ: أَوْصَانِيْ خَلِيْلِيْ ﷺ بِثَلاثٍ، وَنَهَانِيْ عَنْ ثَلاثٍ، فَنَهَانِيْ عَنْ نَقْرَةٍ كَنَقْرَةِ الدِّيْكِ، وَإِقْعَاءٍ كَإِقْعَاءِ الْكَلْبِ، وَالْتِفَاتٍ كَالْتِفَاتِ الثَّعْلَبِ، رواه أحمدوأبويعلى والطبرانی فی "الأوسط" وإسناد أحمد حسن (مجمع الزوائد ١ :١٧٣)۔

١٤٧٣۔ عن الحارث عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: "يَا عَلِيُّ! أُحِبُّ لَكَ مَا أُحِبُّ لِنَفْسِيْ، وَأَكْرَهُ لَكَ مَا أَكْرَهُ لِنَفْسِيْ، لا تُقْعِ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ"، رواه الترمذی (١:٤٧)، والحارث مختلف فيه، وبقية رجاله رجال مسلم، فالسند محتج به۔

باب کتے کی نشست بیٹھنا ممنوع ہے

۱۴۷۲:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میرے نہایت ہی گہرے دوست (محمد رسول اللہ ﷺ) نے مجھے تین باتوں کا حکم دیا اور تین باتوں سے منع کیا۔ چنانچہ انہوں نے مجھے مرغوں کی طرح ٹھونگیں مارنے (یعنی جلدی جلدی نماز پڑھنے) سے اور (نماز کے اندر) کتے کی نشست بیٹھنے سے اور لومڑی کی طرح ادھر ادھر دیکھنے سے منع فرمایا، اس کو امام احمد اور ابو یعلی نے اور معجم اوسط میں طبرانی نے روایت کیا ہے اور امام احمد کی سند حسن ہے (مجمع الزوائد)۔

۱۴۷۳:۔ حارث اعور سے روایت ہے کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے علی! میں تمہارے لئے وہی شئ پسند کرتا ہوں جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں اور تمہارے لئے وہی شئ ناپسند کرتا ہوں جو کہ اپنے لئے ناپسند کرتا ہوں (اس تنبیہ کے بعد میں تم سے کہتا ہوں کہ) تم دو سجدوں کے درمیان کتے کی نشست نہ بیٹھنا۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں حارث مختلف فیہ ہے اور اختلاف مضر نہیں۔ اور باقی تمام راوی مسلم کے راوی ہیں۔ لہذا حدیث قابلِ حجت ہے۔

فائدہ: کتے کی نشست سے مراد یہ ہے کہ اپنی سرین زمین پر رکھ کر اپنی دونوں پنڈلیاں کھڑی کرے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھدے۔ اور بعض نے کہا کہ کتے کی نشست سے مراد یہ ہے کہ اپنے پاؤں کو کھڑا کر کے اس کی ایڑیوں پر بیٹھے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھے۔ بہر حال یہ تمام صورتیں مکروہ ہیں کیونکہ اس میں جلسہ مسنونہ کا ترک لازم آتا ہے اور ترکِ سنت کراہت سے خالی نہیں۔ کذافی البدائع وغایة البیان والمجتبی (تلخیص النہایہ۔۲:۲۳) باقی مسلم میں ابن عباسؓ سے اور بیہقی میں ابن عمرؓ اور ابن زبیرؓ سے جو اقعاء کرنا معلوم ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حالتِ عذر پر محمول ہے (بشرطیکہ یہ بیٹھنا ان کی طرف سے نماز میں ثابت ہو) جیسا کہ موطا مالک میں ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس طرح بیٹھنا سنتِ صلوٰۃ نہیں بلکہ میں اپنی بیماری کی وجہ سے اسے ترجیح دیتا ہوں۔ ورنہ خارج صلوٰۃ پر محمول ہوگا۔ نیز اگر مانع اور مبیح میں تعارض ہو تو تاریخ کے معلوم نہ ہونے کی صورت میں مانع راجح ہوتا ہے۔ لہذا ایسا بیٹھنا مکروہ ہوگا۔

باب النهى عن رفع البصر إلى السماء فى الصلاة

١٤٧٤- عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رضى الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: "لَيَنْتَهِيَنَّ اَقْوَامٌ يَرْفَعُوْنَ اَبْصَارَهُمْ اِلَى السَّمَاءِ فِى الصَّلَاةِ اَوْلَا تَرْجِعُ اِلَيْهِمْ"، رواه مسلم (١:١٨٠)-

باب النهى عن الصلاة حال كون المصلى معقوص الشعر

١٤٧٥- عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رضى الله عنها: اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى اَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ وَرَأْسُهٗ مَعْقُوْصٌ، رواه الطبرانى فى "الكبير"، ورجاله رجال الصحيح، (مجمع الزوائد ١:١٧٦)-

١٤٧٦- عن أبى رافع اَنَّهٗ مَرَّ بِالْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وَهُوَ يُصَلِّيْ وَقَدْ عَقَصَ ضَفْرَتَهٗ فِيْ قَفَاهُ فَحَلَّهَا، فَالْتَفَتَ اِلَيْهِ الْحَسَنُ مُغْضَبًا، فقال: اَقْبِلْ عَلٰى صَلَاتِكَ وَلَا تَغْضَبْ فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: ذٰلِكَ كِفْلُ الشَّيْطَانِ، رواه الترمذى (١:٥)، وقال: حسن-

---

باب نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھانا ممنوع ہے

۱۴۷۴:- حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جولوگ نماز میں آسمان کی طرف نظریں اٹھاتے ہیں وہ باز آجائیں ورنہ (ان کی نظریں چھین لی جائینگی اور) وہ ان کی طرف واپس نہ کی جائیں گی۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

باب بالوں کا جوڑا باندھ کر نماز پڑھنا ممنوع ہے

۱۴۷۵:- حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ مرد ایسی حالت میں نماز پڑھے کہ اس کا سر بندھا ہوا ہو۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں (مجمع الزوائد)

۱۴۷۶:- حضرت ابو رافعؓ سے روایت ہے کہ حسن بن علیؓ پر ایسی حالت میں ان کا گذر ہوا کہ وہ ایسی حالت میں نماز پڑھ رہے تھے کہ انہوں نے اپنے سر کے بالوں کو گوندھ کر ان کو سر کی پچھلی طرف باندھ رکھا تھا۔ سو انہوں نے (یہ حالت دیکھ کر) ان کو کھول دیا۔ حسن نے غصہ ہو کر ان کی طرف کن انکھیوں سے دیکھا (کہ میں نے تو محنت سے بال باندھے تھے اور تم نے بلاوجہ ان کو کھول دیا) اس پر انہوں نے کہا کہ غصہ نہ کیجئے نماز پڑھتے رہیے کیونکہ میں نے (انکو بلاوجہ نہیں کھولا بلکہ) رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ یہ (فعل بوجہ اپنے ممنوع ہونے کے) شیطان کا حصہ ہے (اور اس کے ذریعہ سے نماز میں شیطان کی شرکت ہو جاتی ہے) اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کو حسن کہا ہے۔

فائدہ: جوڑا باندھنے کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں بہرحال تمام صورتیں احادیث بالا کی بنا پر مکروہ تحریمی ہیں۔

باب النهى عن كف الشعر والثوب

١٤٧٧:-عَنْ اِبنِ عَبَّاسٍ رضى الله عنه عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : "اُمِرْتُ اَنْ اَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ اَعْظُمٍ وَلَا اَكُفَّ شَعْرًا وَلَاثَوْبًا"، رواه البخارى (١:١١٣)۔

باب النهى عن السدل و عن تغطية الفم فى الصلاة

١٤٧٨:- عن عطاء عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رضى الله عنه اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ نَهٰى عَنِ السَّدْلِ فِى الصَّلَاةِ وَاَنْ يُغَطِّىَ الرَّجُلُ فَاهُ ، رواه أبوداود(١:٢٤٥)، وفى "الزيلعى"(٢:٢٦٩): ورواه ابن حبان فى"صحيحه"، والحاكم فى "المستدرك" ، وقال الحاكم : حديث صحيح على شرط الشيخين اھ، وعزاه العزيزى (٣:٣٩١)إلى الإمام أحمد والأربعة، ثم قال: بإسناد صحيح۔

باب النهى عن قيام الإمام فوق مقام المأمومين و كراهة قيامه فى المحراب

١٤٧٩:-عن همام اَنَّ حُذَيْفَةَ اَمَّ النَّاسَ بِالْمَدَائِنِ عَلٰى دُكَّانٍ فَاَخَذَ اَبُوْ مَسْعُوْدٍ بِقَمِيْصِهٖ

باب بالوں اور کپڑے کو سمیٹنا ممنوع ہے

١٤٧٧:- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم کیا گیا ہے اور مجھے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ میں (نماز کے اندر سجدہ کی حالت میں) نہ بالوں کو سمیٹوں اور نہ کپڑے کو۔اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

باب نماز میں چادر کا بلا آنچل کے اوڑھنا اور منہ کو (ہاتھ وغیرہ سے) بند کرنا ممنوع ہے

١٤٧٨:- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز میں چادر کو بلا آنچل کے اوڑھنے سے منع فرمایا ہے اور اس سے بھی کہ آدمی نماز میں اپنا منہ بند کرے۔اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور شرط شیخین پر کہا ہے اور عزیزی نے اس کو امام احمد اور سنن اربعہ کی طرف نسبت کیا ہے۔اور کہا ہے کہ انہوں نے اسے باسناد صحیح روایت کیا ہے۔

باب مقتدیوں کے بہ نسبت امام کا اونچی جگہ پر کھڑا ہونا اور اسکے محراب کے اندر کھڑا ہونا ممنوع ہے

١٤٧٩:- ہمام سے مروی ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے مقام مدائن میں ایک چبوترہ کے اوپر کھڑے ہو کر لوگوں کی امامت کی، اس پر

فَجَذَبَهٗ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهٖ قَالَ: اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَنْهَوْنَ عَنْ ذٰلِكَ؟ قَالَ: بَلٰى قَدْ ذَكَرْتُ حِيْنَ مَدَدْتَنِيْ، رواه أبوداود (١:٢٣٢)، وسكت عنه هو والمنذرى، وفى "التلخيص" (١:١٢٨): صححه ابن خزيمة وابن حبان والحاكم، وفى رواية للحاكم التصريح برفعه۔

١٤٨٠:۔عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يَقُوْمَ الْاِمَامُ فَوْقَ شَيْءٍ وَالنَّاسُ خَلْفَهٗ، رواه الترمذى والحاكم، وإسناده حسن (العزيزى ٣:٤٠٥)۔

١٤٨١:۔عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رضى الله عنه اَنَّهٗ كَرِهَ اَنْ يَؤُمَّهُمْ عَلَى الْمَكَانِ الْمُرْتَفِعِ۔ رواه الطبرانى فى الكبير ورجاله رجال الصحيح، ("مجمع الزوائد"١:١٦٨)۔

١٤٨٢:۔عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ كَرِهَ الصَّلَاةَ فِى الْمِحْرَابِ، وَقَالَ: اِنَّمَا

ابو مسعودؓ نے ان کا کرتہ پکڑ کر ان کو نیچے کی طرف کھینچا (اور وہ اتر آئے اور نماز پڑھی) پس جب کہ وہ نماز سے فارغ ہو چکے تو ابو مسعودؓ نے ان سے کہا کہ کیا آپکو معلوم نہیں کہ بزرگانِ سابق اس سے منع کرتے تھے۔انہوں نے فرمایا کہ ہاں (مجھے یاد ہے مگر اس وقت بھول گیا تھا) جس وقت تم نے مجھے کھینچا اس وقت یاد آیا۔اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور انہوں نے اور ان کے ساتھ منذری نے بھی اس پر سکوت کیا ہے اور تلخیص میں ہے کہ ابن خزیمہ،ابن حبان اور حاکم نے بھی اسے صحیح کہا ہے اور حاکم نے اس کے مرفوع ہونے کی تصریح بھی کی ہے۔

فائدہ: اس طرح کرنا ممنوع ہے۔کیونکہ اس میں اہل کتاب سے مشابہت ہوتی ہے کہ وہ اپنے امام کے لئے اونچا چبوترہ بناتے ہیں۔

۱۴۸۰:۔حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ امام کسی (اونچی) شے پر کھڑا ہو اور لوگ (نیچی جگہ) اس کے پیچھے ہوں۔اس کو ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد حسن ہے (عزیزی)

۱۴۸۱:۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اس کو ناپسند کیا کہ امام اونچی جگہ کھڑے ہو کر لوگوں کی امامت کرے۔اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں (مجمع الزوائد)۔

فائدہ: اسی طرح یہ صورت بھی مکروہ ہے کہ تمام مقتدی اونچی جگہ پر ہوں اور امام ان سے نیچی جگہ پر ہو (بحر الرائق) بہر حال احادیث سے معلوم ہوا کہ (بلا ضرورت) صرف امام کا اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے،البتہ ضرورت کی بنا پر جائز ہے جیسا کہ بخاری میں ہے کہ حضور ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر نماز پڑھائی جیسا کہ آپ ﷺ نے خود فرمایا کہ میں نے یہ صورت اس لئے اختیار کی ہے تا کہ تم میری نماز کو اچھی طرح جان سکو۔

۱۴۸۲:۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے محراب کے اندر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کو ناپسند فرمایا اور فرمایا کہ محرابیں

كَانَتْ لِلْكَنَائِسِ فَلاَ تَشَبَّهُوْا بِاَهْلِ الْكِتَابِ، يَعْنِى أَنَّهُ كَرِهَ الصَّلاَةَ فِى الطَّاقِ، رواه البزار ورجاله موثقون (مجمع الزوائد ۱:۱٤۸)۔

باب عدم كراهة الصلاة إلى ظهر رجل يتحدث

۱٤۸۳۔ حدثنا وكيع عن هشام بن الغاز عن نافع قال: كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَالَمْ يَجِدْ سَبِيلاً اِلَى سَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِى الْمَسْجِدِ قَالَ لِىْ: وَلِّنِىْ ظَهْرَكَ، رواه ابن أبى شيبة فى "مصنفه" (زيلعى ۱:۲٦۹)، ورجاله رجال الجماعة إلا أن مسلمًا لم يخرج لهشام هذا۔

باب عدم كراهة الصلاة إلى السيف ونحوه

۱٤۸٤۔ عن ابن عمر ﷺ اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ كَانَ يَرْكُزُ الْعَنَزَةَ وَ يُصَلِّىْ اِلَيْهَا، رواه مسلم

اصل میں معابد یہود کے لئے تھیں (جو کہ اسی غرض کے لئے بنائی جاتی تھیں کہ امام ان میں کھڑے ہو کر امامت کرے) تو تم ایسا کر کے اہل کتاب کے مشابہ نہ بنو۔ مطلب یہ ہے کہ انہوں نے محراب کے اندر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کو ناپسند فرمایا، اس کو بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی توثیق کردہ ہیں (مجمع الزوائد)

فائدہ: ترجمہ سے یہ اشکال بھی دور ہو گیا کہ خود محرابیں بنانے میں بھی اہل کتاب کے ساتھ تشبیہ ہے۔ کیونکہ یہود کے محرابوں کے بنانے کی غرض اور تھی یعنی امام کا اس کے اندر کھڑا ہونا اور ہمارے محرابیں بنانے کی غرض یہ نہیں ہے۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ محراب کے اندر کھڑے ہو کر نماز پڑھنا مکروہ ہے لیکن اگر محراب سے باہر کھڑے ہو کر سجدہ محراب میں کرے تو جائز ہے۔

باب کسی ایسے شخص کی پیٹھ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جو بیٹھا ہوا باتیں کرتا ہو یا خاموش ہو مگر نماز نہ پڑھتا ہو، مکروہ نہیں ہے

۱۴۸۳:۔ نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو جس وقت کسی ستون کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا موقع نہ ملتا تو مجھ سے فرماتے کہ تم میری طرف پیٹھ کر لو (تا کہ تم سترہ بن جاؤ) اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے (زیلعی) اور اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں۔ بجز ہشام ابن الغاز کے کہ ان سے صرف مسلم نے روایت نہیں کی۔

فائدہ: مضمون ظاہر ہے کیونکہ ابن عمرؓ نے نافع کو صرف اپنی طرف پیٹھ کرنے کا حکم دیا اور یہ نہیں کہا کہ تم کوئی بات نہ کرنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس کا باتیں کرنا مضر نہیں بشرطیکہ باتیں ایسی نہ ہوں جو مشوش قلب مصلی ہوں، البتہ کسی آدمی کے چہرے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے جیسا کہ اس پر نمازی کے سامنے سے گذرنے کی ممانعت کی احادیث دال ہیں۔

باب تلوار وغیرہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ نہیں:

۱۴۸۴:۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (سترہ کے لئے) چھوٹا نیزہ گاڑ کر اس کی طرف نماز پڑھتے تھے

(۱:۱۹۵)۔

باب كراهة الصلاة بالتماثيل في بعض الصور

۱۴۸۵۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنهَا أَنَّهَا قَالَتْ: وَاعَدَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ جِبْرَئِيْلُ فِي سَاعَةٍ يَأْتِيْهِ فِيهَا، فَجَاءَتْ تِلْكَ السَّاعَةُ وَلَمْ يَأْتِهِ، وَفِيْ يَدِهٖ عَصَاهُ فَأَلْقَاهَا مِنْ يَدِهٖ، وَقَالَ: "مَايُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهُ وَلَا رُسُلُهُ ثُمَّ الْتَفَتَ فَإِذَا جَرْوُ كَلْبٍ تَحْتَ سَرِيْرٍ، فَقَالَ: يَاعَائِشَةُ! مَتٰى دَخَلَ هٰذَا الْكَلْبُ هٰهُنَا؟ فَقَالَتْ: وَاللّٰهِ مَا دَرَيْتُ فَأَمَرَ بِهٖ فَأُخْرِجَ، فَجَاءَ جِبْرَئِيْلُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: وَاعَدْتَّنِيْ فَجَلَسْتُ لَكَ فَلَمْ تَأْتِ؟" فَقَالَ: مَنَعَنِيْ الْكَلْبُ الَّذِيْ فِيْ بَيْتِكَ، إِنَّا لَا نَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ كَلْبٌ وَلَا صُوْرَةٌ" رواه مسلم (۲:۱۹۹)۔

اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹے نیزے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ پس تلوار وغیرہ دوسرے ہتھیاروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا بھی مکروہ نہ ہوگا۔

باب بعض حالات میں تصاویر کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے:

۱۴۸۵: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ سے وعدہ کیا کہ میں فلاں وقت آپ ﷺ کے پاس آؤں گا۔ چنانچہ آپ نے اس وقت پر ان کے آنے کا انتظار کیا لیکن وہ اس وقت نہ آئے، رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں اس وقت لاٹھی تھی، آپ ﷺ نے اسے ہاتھ سے چھوڑ دیا اور فرمایا کہ نہ خدا وعدہ خلافی کرتا ہے اور نہ اس کے پیغام رساں، (آخر بات ہے تو کیا ہے) اس کے بعد آپ ﷺ نے منہ موڑا تو دیکھتے کیا ہیں کہ آپ ﷺ کے پلنگ کے نیچے ایک کتے کا پلا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ عائشہ! یہ پلا یہاں کب آیا تو انہوں نے عرض کیا کہ واللہ مجھے خبر نہیں۔ آپ ﷺ نے اس کے نکالنے کا حکم دیا اور وہ نکال دیا گیا۔ اس کے بعد جبریل علیہ السلام تشریف لائے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آپ نے مجھ سے فلاں وقت آنے کا وعدہ فرمایا تھا، میں انتظار میں بیٹھا رہا۔ لیکن آپ تشریف نہ لائے (اس کی کیا وجہ ہے؟) انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس کتے نے آنے سے روکا جو آپ کے مکان میں موجود تھا کیونکہ ہم اس گھر میں نہیں جاتے جہاں کتا یا تصویر ہو۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: تصویر سے مراد ذی روح کی تصویر ہے کیونکہ غیر ذی روح مثلاً درخت وغیرہ کی تصویر مکروہ نہیں، اسی طرح اگر تصویر نمازی کے موضع قیام میں ہو تو تب بھی نماز مکروہ نہیں کیونکہ اس طریقے سے تصویر کی عبادت نہیں بلکہ اس کی اہانت ہے اسی طرح اگر تصویر نہایت چھوٹی ہو کہ دیکھنے والے کو نظر نہ آئے تب بھی اس کے ہوتے ہوئے نماز مکروہ نہیں کیونکہ نہایت چھوٹی تصویر کی عبادت نہیں کی جاتی۔

باب کراهة تغمیض البصر فی الصلاة

۱۴۸۶:-عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ :"اِذَا قَامَ اَحَدُکُمْ فِیْ الصَّلاۃِ فَلا یُغَمِّضْ عَیْنَیْهِ"، رواہ الطبرانی فی "الثلاثة" (مجمع الزوائد ۱:۱۷۵)-

باب کراهة التثاؤب والعطاس فی الصلاة

۱۴۸۷:-عن أبی أمامة رضی الله عنه کَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ یَکْرَہُ التَّثَاؤُبَ فِیْ الصَّلاۃِ، رواہ الطبرانی فی "الکبیر" (الجامع الصغیر ۲:۱۰۲)، وحسنه برمزہ-

۱۴۸۸:-عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: اَلتَّثَاؤُبُ فِیْ الصَّلاۃِ مِنَ الشَّیْطَانِ فَاِذَاتَثَاءَ بَ اَحَدُکُمْ فَلْیَکْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ، رواہ الترمذی وقال: حسن صحیح (۱:۴۹)-

---

نماز میں آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے

۱۴۸۶:-حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں کھڑا ہوتو اس کو چاہیئے کہ اپنی آنکھیں بند نہ کرے۔اس کو طبرانی نے اپنی معاجم ثلثہ میں روایت کیا ہے۔(مجمع الزوائد)

فائدہ: سنت یہ ہے کہ نماز میں نظر موضعِ سجود پر ہو اور آنکھیں بند کرنے میں اس سنت کا ترک لازم آتا ہے اس لئے آنکھیں بند کرنا مکروہ ہے۔ نیز چونکہ ہر عضو کا عبادت میں حصہ ہے اسی طرح آنکھ کا بھی عبادت میں حصہ ہے اور وہ موضعِ سجود کا دیکھنا ہے، نیز آنکھیں بند کرنے کو حدیث میں فعلِ یہود کہا گیا ہے اس لئے بھی مکروہ ہے۔ البتہ اگر دیکھنے میں خشوع میں کمی کا خوف ہو تو آنکھیں بند کرنے میں کوئی کراہت نہیں بلکہ آنکھیں بند کرنا افضل ہوگا کیونکہ مقصود تو کمالِ خشوع ہے۔(بدائع ۲:۲۷)

باب نماز میں جمائی لینا اور چھینکنا مکروہ ہیں:

۱۴۸۷:-حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں جمائی لینے کو ناپسند فرماتے تھے۔اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور جامع صغیر میں اس کو بیان کر کے اس کے حسن ہونے کا اشارہ کیا ہے۔

فائدہ: اس روایت میں جمائی کی کراہت منصوص ہے لیکن اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر جمائی اختیار سے ہو تو اس کی کراہت شرعی ہوگی اور اگر بلا اختیار ہو تو اس کی کراہت طبعی ہوگی۔

۱۴۸۸:-حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں جمائی کا آنا شیطان کے اثر سے ہے لہٰذا جس وقت کسی کو جمائی آئے تو اس کو چاہیے کہ جہاں تک ہو سکے منہ کو بند کرے (تاکہ حتی الامکان مزاحمت و مدافعتِ شیطان متحقق ہو اور شیطان پورے طور پر اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے) اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کو حسن صحیح کہا ہے۔

۱۴۸۹:- عن أبي اليقظان عن عدي بن ثابت عن أبيه عن جده رضي الله عنه رفعه قال: "اَلْعُطَاسُ وَ النُّعَاسُ وَالتَّثَاؤُبُ فِيْ الصَّلَاةِ وَالْحَيْضُ وَالْقَيْءُ وَالرُّعَافُ مِنَ الشَّيْطَانِ"، رواه الترمذي (۲: ۹۹)، وقال: غريب لا نعرفه إلا من حديث شريك عن أبي اليقظان اھ، قلت وله شاهد موقوفًا۔

۱۴۹۰:- عن عبدالله بن مسعود رضي الله عنه قال: "اَلتَّثَاؤُبُ وَالْعُطَاسُ فِيْ الصَّلَاةِ مِنَ الشَّيْطَانِ"، رواه الطبراني في "الكبير"، ورجاله موثقون (مجمع الزوائد ۱: ۱۷۶)۔

باب كراهة الصلاة مع مدافعة الأخبثين

۱۴۹۱:- عَنْ عَائِشَةَ أَنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: "لَاصَلَاةَ بِحَضْرَةِ طَعَامٍ وَلَا وَهُوَ يُدَافِعُهُ الْاَخْبَثَانِ"، رواه مسلم (۱: ۲۰۸)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں بلا اختیار جمائی کا آنا مکروہ شرعی نہیں بلکہ مکروہ طبعی ہے، ہاں جمائی آنے کی حالت میں منہ کھولنا مکروہ شرعی ہے۔

۱۴۸۹:- عدی بن ثابت کے دادا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز میں چھینک، اونگھ، جمائی، حیض، قے، نکسیر، یہ سب شیطان کی طرف سے ہیں۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے، ہمیں جہاں تک علم ہے اس کے روایت کرنے والے صرف شریک ہیں جو کہ اس کو ابوالیقظان سے روایت کرتے ہیں۔ (میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے شواہد ہیں پس حدیث حسن ہے)۔

۱۴۹۰:- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ نماز میں جمائی اور چھینک شیطان کے اثر سے ہے۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی توثیق کردہ شدہ ہیں۔ (مجمع الزوائد)

فائدہ: اس روایت میں اور اس کے اوپر والی روایت میں نماز میں چھینک کو اثر شیطان فرمایا ہے اس لئے مکروہ ہوگی، مگر مترجم کہتا ہے کہ کتب مذہب میں چھینک کی کراہت میری نظر سے نہیں گذری اور نہ صرف اثر شیطان ہونا کراہت کی دلیل ہوسکتا ہے کیونکہ اوپر والی روایت میں حیض، قے اور رعاف کو بھی اثر شیطان فرمایا گیا ہے حالانکہ وہ مکروہ شرعی نہیں۔ باقی یہ اعتراض کہ حدیث ابوہریرہؓ میں (جو مصنف ابن ابی شیبہ میں مذکور ہے) فرمایا گیا ہے کہ اللہ چھینک کو پسند فرماتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ شدۃ عطاس (چھینک) یا نماز میں عمداً چھینک لینا مکروہ ہے اس لئے حضرت ابوہریرہؓ کی موقوف حدیث غیر عمد پر یا غیر شدت پر محمول ہوگی۔

باب پاخانہ پیشاب کے تقاضے کی حالت میں نماز مکروہ ہے

۱۴۹۱:- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ کھانے کی موجوگی اور پاخانہ پیشاب کے تقاضے کی حالت میں نماز (مناسب) نہیں۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

١٤٩٢ـ عَنْ اَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: "لَايَحِلُّ لِرَجُلٍ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ اَنْ يُصَلِّیَ وَهُوَ حَقِنٌ حَتّٰی يَتَخَفَّفَ"، رواه أبو داود (١:٣٤)، وسكت عنه، وأخرجه الحاكم فی "المستدرك"، كما فی "كنز العمال" (٤:١١٢)، ولم يتعقبه بشیء فهو صحيح علی قاعدته۔

باب كراهة التشبيك فی الصلاة و فی مقدماتها

١٤٩٣ـ عن مولی لأبی سعيد الخدری قال: بَيْنَا اَنَا مَعَ اَبِی سَعِيْدٍ، وَهُوَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ اِذْ دَخَلْنَا الْمَسْجِدَ فَاِذَا رَجُلٌ جَالِسٌ فِیْ وَسْطِ الْمَسْجِدِ مُحْتَبِياً مُشَبِّكاً اَصَابِعَهٗ بَعْضَهَا فِیْ بَعْضٍ، فَاَشَارَ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ، فَلَمْ يَفْطِنِ الرَّجُلُ لِاِشَارَةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَالْتَفَتَ اِلٰی اَبِی سَعِيْدٍ، فَقَالَ: اِذَا كَانَ اَحَدُكُمْ فِی الْمَسْجِدِ فَلَا يُشَبِّكَنَّ، فَاِنَّ التَّشْبِيْكَ مِنَ الشَّيْطَانِ،

١٤٩٢: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایسے شخص کے لئے جو خدا اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو یہ بات (پورے طور پر) حلال نہیں کہ وہ ایسی حالت میں نماز پڑھے کہ وہ پاخانہ پیشاب کو روکے ہوئے ہو، یہاں تک کہ وہ (ان سے فارغ ہو کر) ہلکا ہو جائے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے، اور اس پر سکوت کیا ہے۔ نیز اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے، اور اس کو کنز العمال میں نقل کر کے اس پر کلام نہیں کیا ہے لہذا وہ ان کے قاعدہ پر صحیح ہوگی۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ایسی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور کراہت کی وجہ یہ ہے کہ شدت بھوک یا تقاضائے پیشاب، پاخانہ کی حالت میں نماز میں خشوع اور اطمینان حاصل نہ ہوگا البتہ اگر وقت کم ہو اور پیشاب پاخانہ یا کھانے میں مشغولیت کی صورت میں نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو تو ایسی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ نہیں کیونکہ حفاظتِ وقت حصولِ خشوع سے اہم اور ضروری ہے۔

باب نماز اور متعلقاتِ نماز میں انگلیوں میں انگلیاں ڈالنا مکروہ ہے

١٤٩٣: حضرت ابو سعید خدریؓ کے ایک آزاد کردہ غلام جو کہ صحابی ہیں کہتے ہیں کہ میں ابو سعید کے ساتھ تھا اور ابو سعید رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ اسی حالت میں ہم مسجد میں داخل ہوئے، پس ہم دیکھتے کیا ہیں کہ ایک شخص گوٹ مارے انگلیوں میں انگلیاں ڈالے ہوئے وسط مسجد میں بیٹھا ہے، اس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کو ایک خاص اشارہ کیا لیکن وہ رسول اللہ ﷺ کے اشارہ کو نہ سمجھا۔ اس پر آپ ﷺ نے ابو سعید کی طرف ملتفت ہو کر فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں ہو تو اس کو چاہئے کہ انگلیوں میں انگلیاں نہ ڈالے کیونکہ یہ شیطان کی طرف سے ہے اور تم میں سے ہر شخص اس وقت تک نماز میں ہوتا ہے جب تک کہ وہ مسجد میں ہے تاوقتیکہ وہ اس سے نکل جائے۔ اس کو احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد حسن ہے (مجمع الزوائد)

وان احدکم لایزال فی صلاۃ ما کان فی المسجد حتی یخرج منه ، رواه أحمد وإسناده حسن (مجمع الزوائد ۱:۱۵۲)۔

۱۴۹۴۔عن کعب بن عجرة رضی الله عنه قال:قال رسول الله ﷺ : "اذا توضا احدکم ثم خرج عامدا الی المسجد فلا یشبک بین یدیه فانه فی الصلاة"۔رواه أبوداودو صححه ابن خزیمة وابن حبان (فتح الباری ۱:۴٦۸)۔

۱۴۹۵۔عن کعب بن عجرة رضی الله عنه أن رسول الله ﷺ رای رجلا قد شبک اصابعه فی الصلاة ، ففرج رسول الله ﷺ بین أصابعه ، رواه ابن ماجة (ص٦۹)، رجاله رجال الجماعة إلا شیخ ابن ماجة، وهو صدوق له غرائب، فالسند یحتج به۔

باب الکراهة عن اشتمال الصماء فی الصلاة

۱۴۹٦۔عن أبی سعید الخدری رضی الله عنه قال :"نهی رسول الله ﷺ عن لبستین"، واللبستان :اشتمال الصماء،والصماء أن یجعل ثوبه علی أحد عاتقیه، فیبدو أحد شقیه

فائدہ:جب صلوٰۃ حکمی (یعنی صرف مسجد میں ہونے کی حالت) میں انگلیوں میں انگلیاں ڈالنے کی ممانعت ہے تو صلوٰۃ حقیقی میں اس کی ممانعت بطریق اولیٰ ثابت ہوگی۔الغرض صلوٰۃ حکمی میں انگلیوں میں انگلیاں ڈالنے کی کراہت عبارت النص سے اور صلوٰۃ حقیقی میں اس کی کراہت دلالت النص سے ثابت ہوئی اور یہی حکم تمام توابع صلوٰۃ کا ہے کہ ہر تابع صلوٰۃ کی حالت میں انگلیوں میں انگلیاں ڈالنا مکروہ ہے البتہ صلوٰۃ حکمی وحقیقی سے باہر انگلیوں میں انگلیاں ڈالنا اگر اراحۃ اصابع کے لئے ہو تو مکروہ نہیں جیسا کہ خود حضور ﷺ نے المؤمن للمومن کالبنیان فرماتے ہوئے اپنی انگلیوں کو انگلیوں میں ڈال کر سمجھایا۔

۱۴۹۴:۔حضرت کعب بن عجرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس وقت تم میں سے کوئی شخص وضو کر چکے اور اس کے بعد مسجد کے قصد سے چلے تو اس کو چاہئے کہ وہ انگلیوں میں انگلیاں نہ ڈالے کیونکہ وہ اس حالت میں (حکما) نماز میں ہے۔اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے (فتح الباری)۔

۱۴۹۵:۔حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز کے اندر انگلیوں میں انگلیاں ڈالے ہوئے ہے تو آپ ﷺ نے اس کی انگلیاں کھولدیں۔اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں باستثناء ابن ماجہ کے شیخ کے اور ان کی تعدیل کی گئی ہے لہٰذا سند قابلِ احتجاج ہے۔

باب نماز میں اشتمالِ صمّاء مکروہ ہے:

۱۴۹٦:۔حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو قسم کے پہناووں سے منع فرمایا ہے۔ایک پہناوا اشتمالِ صمّاء ہے

لَيْسَ عَلَيْهِ ثَوْبٌ، وَاللِّبْسَةُ الأُخْرٰى: اِحْتِبَاءُهُ بِثَوْبِهِ، وَهُوَ جَالِسٌ لَيْسَ عَلٰى فَرْجِهِ مِنْهُ شَيْءٌ،
رواه البخاری (۲:۶۵)۔

باب استحباب الزينة للصلاة وكراهتها فى ثياب البذلة وفى ثوب واحد من غير حاجة

۱٤۹۷:عن ابن عمر رضى الله عنه قال: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ " اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَلْيَلْبَسْ ثَوْبَيْهِ، فَاِنَّ اللّٰهَ اَحَقُّ اَنْ يُزَيَّنَ لَهُ "، رواه الطبرانى فى "الكبير"، وإسناده حسن، (مجمع الزوائد ۱:۲:۱٦۲)، وتمامه: "فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهُ ثَوْبَانِ فَلْيَتَّزِرْ اِذَا صَلّٰى ، وَلَا يَشْتَمِلْ اَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ اِشْتِمَالَ الْيَهُوْدِ"، كذافى "الدر المنثور " (۳:۷۹)۔

اور صماء کی تفسیر (بعض علماء کے نزدیک) یہ ہے کہ اپنے کپڑے کو ایک کندھے پر ڈال لے جس سے اس کا ایک طرف کا جسم ننگا ہو جائے۔(اور شامی میں اس کی تفسیر یہ ہے کہ سر سے پاؤں تک ایک کپڑے میں اس طرح لپٹ جائے کہ ہاتھ نہ نکال سکے) اور دوسرا پہناوا اس طرح پر گوٹ مارنا ہے جس سے ستر کھلا رہے۔اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: جب حضورﷺ نے مطلقاً ان پہناووں سے منع فرمایا ہے (جیسا کہ حدیث بالا سے ظاہر ہے) تو نماز میں انکی کراہت بطریق اولیٰ ثابت ہوگی۔

باب نماز کے لئے تزئین مستحب ہے، اور بلاضرورت کاروباری کپڑوں اور صرف ایک کپڑے میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔اور ضرورت میں مضائقہ نہیں:

۱۴۹۷۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اس کو چاہئے کہ اپنے دونوں کپڑے (لنگی اور چادر) پہنے کیونکہ حق تعالیٰ اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ ان کے لئے تزئین کیا جائے۔اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی اسناد حسن ہے (مجمع الزوائد) اور در منثور میں اس میں اس مضمون کا اضافہ ہے کہ اگر اس کے پاس دو کپڑے نہ ہوں (بلکہ صرف ایک ہی کپڑا ہو) تو نماز پڑھتے وقت اس کو لنگی کے طور پر استعمال کرے (کیونکہ چادر کے طور پر استعمال کرنے میں ستر کھلنے کا اندیشہ ہے۔مترجم) اور ایک کپڑے میں اس طرح بھی نہ لپٹے جس طرح یہود لپٹتے ہیں (غالباً یہ وہی اشتمال صماء ہے جس کو اوپر منع فرمایا گیا ہے۔مترجم)۔

فائدہ: اس حدیث میں حضورﷺ نے نماز میں تزئین کی ترغیب دی ہے لیکن یہ اس وقت ہے کہ جب نمازی کے پاس دو کپڑے ہوں ورنہ ضرورت کے وقت ایک کپڑے میں نماز پڑھنا بھی مکروہ نہیں ہے جیسا کہ خود بخاری کی حدیث ہے کہ جو شخص ایک کپڑے میں نماز پڑھے تو اس کے دونوں کناروں کو مخالف کندھوں پر ڈال دے۔اسی طرح اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جن کپڑوں میں آدمی

۱۴۹۸-عن عبدالله بن بريدة عن أبيه رضى الله عنه قَالَ: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يُصَلِّيَ فِيْ لِحَافٍ لَايَتَوَشَّحُ لَهٗ ، وَنَهٰى اَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ فِيْ سَرَاوِيْلَ ، وَلَيْسَ عَلَيْهِ رِدَاءٌ، أخرجه الحاكم في "المستدرك" (۱:۲۵)، وصححه على شرط الشيخين، وأقره الذهبي في "تلخيصه" له۔

۱۴۹۹-عن أبي هريرة مرفوعًا: "لَايُصَلِّيَنَّ اَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلٰى عَاتِقِهٖ مِنْهُ شَيْءٌ"، أخرجه الشيخان وأبوداود والنسائي، كذافي "الدر المنثور" (۳:۷۹)۔

۱۵۰۰-عن أبي الدرداء رضى الله عنه قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "اَحْسَنُ مَازُرْتُمُ اللّٰهَ بِهٖ فِيْ قُبُوْرِكُمْ وَمَسَاجِدِكُمُ الْبَيَاضُ"-أخرجه ابن ماجة- كذافي الدرالمنثور (نفس المرجع)۔
قلت: قال ابن ماجة (ص ۲۶۳): حدثنا محمد بن حسان الأزرق ثنا عبد المجيد بن أبي رواد ثنا مروان بن سالم عن صفوان بن عمرو عن شريح بن عبيد الحضرمي عن أبي الدرداء به اھ- ومروان هذا ضعيف متهم، وإنما ذكرته اعتضاداً۔

دنیاوی طور پر بڑوں کے پاس جانے میں عار محسوس کرتا ہے ان میں نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے جیسا کہ مراقی الفلاح وغیرہ میں ہے کہ ایک شخص اپنی محنت مزدوری والے کپڑوں میں نماز پڑھ رہا تھا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تو ان کپڑوں میں کسی بڑے آدمی کے پاس چلا جائے گا۔ تو اس نے کہا کہ نہیں تو اس پر آپؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زیادہ حقدار ہیں اس بات کے کہ اس کے لئے زینت اختیار کی جائے اور اللہ کے فرمان خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ میں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔

۱۴۹۸:۔ حضرت بریدہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ آدمی ایک چادر وغیرہ میں اس طرح نماز پڑھے کہ اس کا آنچل نہ ہو (کیونکہ اول تو یہ سدلِ ثوب ہے جو کہ ممنوع ہے، دوسرے اس میں ستر کھلنے کا اندیشہ ہے، مترجم)۔ نیز آپ ﷺ نے اس سے بھی منع فرمایا ہے کہ آدمی صرف پاجامہ میں نماز پڑھے اور چادر اوڑھے ہوئے نہ ہو (لیکن اگر لمبا کرتا پہنے ہو تو وہ خود چادر کے قائم مقام ہو جائے گا۔ مترجم) اس کو حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور شیخین کی شرط پر اسے صحیح کہا ہے اور ذہبی نے اپنی تلخیص میں اس پر اعتراض نہیں کیا۔

۱۴۹۹:۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص ایک کپڑے میں اس طور پر نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھوں پر اس کا کوئی حصہ نہ ہو۔ اس کو بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ (در منثور)۔

۱۵۰۰:۔ حضرت ابو الدرداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے بہتر چیز جس کے ساتھ تم اپنی قبروں اور اپنی مسجدوں میں خدا سے ملو سفیدی ہے۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے لہٰذا ہم نے احتجاجاً اس کو ذکر نہیں کیا بلکہ محض تائید کے لئے ذکر کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے سفید لباس کا دنیا ومیتاً افضل ہونا معلوم ہوتا ہے۔

باب استحباب الصلاة علی الأرض وماأنبتته وجوازها علی فراش أهله

۱۵۰۱-عن علی رضی الله عنه مرفوعاً: نِعْمَ الْمُذَكِّرُ السُّبْحَةُ وَاَنَّ اَفْضَلَ مَا تُسْجَدُ عَلَيْهِ الْاَرْضُ وَمَا اَنْبَتَتْهُ الْاَرْضُ، رواه الدیلمی بسند ضعیف (کنز العمال ٤:١١٣)۔

۱۵۰۲-عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی الله عنه اَنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ رضی الله عنها دَعَتْ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ لَهُ فَاَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ: "قُوْمُوْا فَلِاُصَلِّيَ لَكُمْ قَالَ اَنَسٌ فَقُمْتُ اِلٰى حَصِيْرٍ لَنَا قَدِ اسْوَدَّ عَنْ طُوْلِ مَالُبِسَ فَنَضَحْتُهُ بِمَاءٍ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ و صَفَفْتُ وَالْيَتِيْمُ وَرَاءَهُ وَالْعَجُوْزُ مِنْ وَرَائِنَا، فَصَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ انصرف، رواه البخاری (١:٥٥)۔

۱۵۰۳-عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَهُ حَصِيْرٌ يَبْسُطُهُ وَيُصَلِّيْ عَلَيْهِ، رواه

باب زمین اور اس سے پیدا ہونے والی چیزوں پر نماز مستحب ہے، اور اپنی بیوی کے بستر پر نماز جائز ہے:

۱۵۰۱- حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تسبیح نہایت عمدہ یاد دہانی کرنے والی ہے اور سجدہ کرنے کے لئے بہتر چیز زمین اور زمین سے پیدا ہونے والی چیزیں (مثلاً چٹائی اور بوریا وغیرہ) ہیں۔ اس کو دیلمی نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے۔ (کنز العمال)

فائدہ: مگر ضعیف حدیث سے ایک فعل کی فضیلت ثابت ہو سکتی ہے۔

۱۵۰۲- حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ان کی نانی ملیکہ نے رسول اللہ ﷺ کو ایک کھانے کے لئے مدعو کیا، جس کو انہوں نے تیار کیا تھا، پس رسول اللہ ﷺ نے اس میں سے کھایا، اس کے بعد فرمایا کہ اچھا اٹھو تاکہ میں تمہارے لئے نماز پڑھوں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میں اٹھا اور ایک پرانا بوریا جو زیادہ دنوں تک استعمال میں رہنے سے سیاہ ہو گیا تھا، لایا۔ پس میں نے اسے سرسری طور پر پانی سے دھویا اور رسول اللہ ﷺ (اس پر) کھڑے ہوئے اور میں اور ایک یتیم آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور ہمارے پیچھے بڑھیا (ملیکہ) کھڑی ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے دو رکعتیں پڑھیں، اس کے بعد واپس ہو گئے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

۱۵۰۳- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے ایک بوریا تھا جس کو وہ بچھا لیتے تھے اور اس پر نماز پڑھتے تھے۔ اس

البخاری۔

۱۵۰۴:۔وفی مسلم من حدیث أبی سعید رضی الله عنه: اَنَّهُ رَاَی النَّبِیَّ ﷺ یُصَلِّیْ عَلٰی حَصِیْرٍ (فتح الباری ۱:۴۱۳)۔

۱۵۰۵:۔ عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ : کَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ یُصَلِّیْ عَلٰی خُمْرَةٍ ، فَقَالَ : "یَاعَائِشَةُ ! اِرْفَعِیْ حَصِیْرَكِ، فَقَدْ خَشِیْتُ اَنْ یَّکُوْنَ یَفْتِنَ النَّاسَ"، رواه أحمد ورجاله رجال الصحیح (مجمع الزوائد ۱:۱۶۵)۔

۱۵۰۶:۔عَنْ أُمِّ حَبِیْبَةَ رضی الله عنها زَوْجِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یُصَلِّیْ عَلَی الْخُمْرَةِ، رواه أبو یعلی، ورجاله رجال الصحیح(۱:۱۶۵)۔

۱۵۰۷:۔عَنْ مَیْمُوْنَةَ رضی الله عنها قَالَتْ : کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُصَلِّیْ عَلَی الْخُمْرَةِ، رواه البخاری (۱:۵۵)۔

۱۵۰۸:۔عن أبی عبیدة اَنَّ اِبْنَ مسعود کَانَ لَا یُصَلِّیْ اَوْ لَایَسْجُدُ اِلَّا عَلَی الْاَرْضِ، رواه الطبرانی فی "الکبیر" (مجمع الزوائد۱:۱۶۵)۔

کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

۱۵۰۴:۔اور مسلم میں ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو بوریے پر نماز پڑھتے دیکھا۔(فتح الباری)۔

۱۵۰۵:۔حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (میرے) چھوٹے سے بوریے پر نماز پڑھتے تھے۔اور اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ عائشہؓ اپنا بوریا اٹھالو کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ لوگوں کو (غلط فہمی کی) بلا میں نہ ڈال دے (بایں معنے کہ شاید لوگ یہ دیکھ کر کہ رسول اللہ ﷺ ایسے بوریے پر نماز پڑھتے ہیں ایسے ہی بوریوں پر نماز پڑھنے کی کوشش کریں) اس کو احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں (مجمع الزوائد)

۱۵۰۶:۔حضرت ام حبیبہؓ زوجہ رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ایک چھوٹی سی چٹائی پر نماز پڑھا کرتے تھے۔ اس کو ابویعلی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں (مجمع الزوائد)۔

۱۵۰۷:۔حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک چھوٹی سی چٹائی پر نماز پڑھا کرتے تھے۔اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

۱۵۰۸:۔حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابن مسعودؓ صرف زمین کی کسی شئی پر ہی نماز پڑھتے تھے یا سجدہ کرتے تھے۔اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔(مجمع الزوائد)

۱۵۰۹:۔حدثنا یحیی بن بکیر قال: ناالليث عن عقيل عن ابن شهاب قال: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ ، وَهِيَ بَيْنَهُ وَ بَيْنَ الْقِبْلَةِ عَلَى فِرَاشِ أَهْلِهِ إِعْتِرَاضَ الْجَنَازَةِ۔

۱۵۱۰:۔ حدثنا عبدالله بن یوسف قال: ناالليث عن يزيد عن عراك عن عروة أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ وَ عَائِشَةُ مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ عَلَى الْفِرَاشِ الَّذِيْ يَنَامَانِ عَلَيْهِ، رواهما البخاری(۱:۵۶)

۱۵۱۱:۔عن عائشة رضی الله عنها قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لايُصَلِّيْ فِيْ لُحُفِ نِسَائِهِ، رواه الترمذی (۱:۷۷)، وقال : حسن صحيح، وقد روی فی ذلك رخصة عن النبی ﷺ اه۔ قلت: وهوالحديث السابق المروی فی البخاری۔

فائدہ: غالباً اس کا منشا غایت تواضع تھا ورنہ علاوہ اس کے دوسری اشیاء پر نماز پڑھنا یا سجدہ کرنا خود رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور ابن مسعودؓ اس سے ناواقف نہیں ہو سکتے۔

۱۵۰۹:۔عروہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہؓ نے انہیں بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بیوی کے بستر پر نماز پڑھتے تھے حالانکہ وہ بیوی ان کے اور قبلہ کے درمیان یوں لیٹی ہوتی تھیں جس طرح جنازہ رکھا ہو۔

۱۵۱۰:۔نیز عروہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے تھے اور عائشہؓ ان کے اور قبلہ کے درمیان چوڑاؤ میں لیٹی ہوتی تھیں اور نماز اسی بستر پر پڑھتے تھے جس پر وہ دونوں سوتے تھے۔ان دونوں کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

۱۵۱۱:۔حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ازواج مطہرات کے اوڑھنے کے کپڑوں میں نماز نہ پڑھتے تھے۔اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن صحیح کہا ہے اور کہا ہے کہ اس باب میں رخصت بھی مروی ہے۔مؤلف نے کہا ہے کہ اس میں اس روایت کی طرف اشارہ ہے جس کو اوپر بخاری کے حوالہ سے ذکر کیا گیا ہے۔(یعنی یہ کہ جناب رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہؓ کے بستر پر نماز پڑھتے تھے)۔

فائدہ: بستر پر نماز پڑھنے اور اوڑھنے کے کپڑوں میں نماز نہ پڑھنے کی یہ وجہ بیان کی گئی ہے کہ بستر اس وقت ملوّن اور مزیّن نہ ہوتے تھے چنانچہ مروی ہے کہ آپ ﷺ کا بستر ٹاٹ کا تھا اور عورتوں کے اوڑھنے کے کپڑے اکثر ملوّن اور مزین ہوتے ہیں اس لئے بستر پر نماز پڑھنے میں نماز سے بے التفاتی کا احتمال نہ تھا اور اوڑھنے کے کپڑوں میں اس کا احتمال تھا اس لئے آپ ﷺ بستر پر نماز پڑھ لیتے تھے اور اوڑھنے کے کپڑوں میں نماز نہ پڑھتے تھے۔لیکن مترجم کہتا ہے کہ اس زمانہ میں جو رسول اللہ ﷺ اور ان کے اہل بیت کی حالت تھی وہ ایسی نہ تھی کہ ان کے اوڑھنے کے کپڑے ایسے مزیّن اور ملوّن ہوں کہ جو نماز سے بے التفاتی کا سبب ہوں۔بالخصوص رات کے وقت اندھیرے کی حالت میں،اس لئے یوں کہنا مناسب ہے کہ اوڑھنے کے کپڑوں میں جو نماز نہ پڑھتے تھے،اس کی وجہ یہ ہے کہ ازواج مطہرات ان کو اوڑھے ہوئے ہوتی تھیں اور وہ اتنے لمبے چوڑے نہ ہوتے تھے کہ نماز کی حالت میں اوڑھ کراتنے باقی رہیں کہ ازواج

باب كراهية أن يتخذ الرجل مكانا معينا من المسجد بغير وجه

۱۵۱۲:-عن عبدالرحمن بن شِبْل رضي الله عنه اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ نَهٰى عَنْ ثَلَاثٍ: عَنْ نَقْرَةِ الْغُرَابِ، وَافْتِرَاشِ السَّبُعِ ، وَاَنْ يُوَطِّنَ الرَّجُلُ الْمُقَامَ لِلصَّلَاةِ، كَمَا يُوَطِّنُ الْبَعِيْرُ،رواه النسائی، وسكت عنه(۱:۱٦۸)، وفی "نيل الأوطار"(۳:۷۲)،سكت عنه أبوداود و المنذری ، والراوی له عن عبدالرحمن بن شبل هو تميم بن محمود قال البخاری : فی حديثه نظر اھ۔
قلت: تصحيح الثلاثة بسكوتهم عنه علی قاعدتهم يدل علی أنه حجة عندهم، وقد عرف غير مرة أن الاختلاف غير مضر، وفی لفظ أبی داود(۱:۳۲۲): اَنْ يُوَطِّنَ الرَّجُلُ الْمَكَانَ فِیْ الْمَسْجِدِ، وصححه السيوطی فی "الجامع الصغير" (۲:۱۹۲) بالرمز۔

۱۵۱۳:-حدثنا المكی بن إبراهيم قال: نايزيد بن أبی عبيد قَالَ: كُنْتُ آتِیْ مَعَ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ ، فَيُصَلِّیْ عِنْدَ الْاُسْطُوَانَةِ الَّتِیْ عِنْدَ الْمُصْحَفِ ، فَقُلْتُ: يَا اَبَا مُسْلِمٍ ! اَرَاكَ تَتَحَرّٰی

بھی اوڑھ لیں برخلاف بستر کے کہ وہ اتنا ہوتا تھا کہ ازواج کے لیٹے رہنے کی حالت میں اس پر نماز پڑھی جا سکے۔اس کے علاوہ ان کے اوڑھنے کے کپڑوں میں نماز پڑھنے کی ضرورت ہی نہ تھی کیونکہ خود اپنی چادر وغیرہ کافی تھی برخلاف بستر کے کہ اس پر نماز پڑھنے میں گونہ ضرورت تھی پس حاصل یہ ہوا کہ اوڑھنے کے کپڑوں میں نماز نہ پڑھنے کا منشا کراہت نہ تھی بلکہ اس کی وجہ عدم ضرورت اور وجود مانع تھا۔اور بستر پر نماز پڑھنے کا منشا تحقق ضرورت فی الجملہ اور عدم مانع تھا،اب کوئی تعارض نہ رہا اور یہ ثابت ہو گیا کہ نماز فی نفسہ دونوں میں غیر مکروہ ہے اور اگر کوئی مانع ہو جیسے احتمال تلبس وغیرہ تو اس وقت دونوں کا حکم یکساں ہے اس لئے دونوں میں کوئی فرق نہیں۔

باب نمازی کا مسجد میں بلاوجہ اپنے لئے کوئی جگہ معین کر لینا مکروہ ہے

۱۵۱۲: حضرت عبدالرحمٰن بن شبلؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین باتوں سے منع فرمایا۔ایک کوے کی طرح ٹھونگیں مارنے (یعنی جلدی جلدی نماز پڑھنے) سے اور دوسرے درندہ کی طرح (سجدہ میں) زمین پر ہاتھ پھیلانے سے اور تیسرے اس سے کہ آدمی (بلاوجہ) نماز کے لئے اپنے لئے یوں جگہ مقرر کرلے جیسے اونٹ مقرر کر لیتا ہے۔اس کو نسائی،ابوداؤد اور منذری نے روایت کر کے اس پر سکوت کیا ہے اور ابوداؤد کی حدیث میں یہ لفظ ہیں کہ (حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ) آدمی مسجد میں اپنے لئے جگہ مقرر کرلے اور سیوطی نے جامع صغیر میں اس کی صحت کا اشارہ کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے جگہ مقرر کرنے کی کراہت ثابت ہوتی ہے۔

۱۵۱۳: یزید بن ابی عبید فرماتے ہیں کہ میں سلمۃ بن الاکوعؓ کے ساتھ مسجد میں آتا تو وہ اس ستون کے قریب نماز پڑھتے جو کہ اس جگہ کے قریب ہے جہاں قرآن شریف رکھا رہتا ہے،ایک مرتبہ میں نے ان سے کہا کہ اے ابومسلم! یہ کیا بات ہے کہ میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ

الصَّلاةَ عِندَ هٰذِهِ الأُسطُوانَةِ ؟ قالَ : فَإنّي رَأيتُ النَّبيَّ ﷺ يَتَحَرَّى الصَّلاةَ عِندَها، رواه إمام الدنيا أبو عبدالله البخاري رضي الله عنه (فتح الباري ۲:۱۹۲)-

باب عدم كراهية قتل الحية والعقرب في الصلاة

۱۵۱٤- عن أبي هريرة رضي الله عنه قالَ أمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِقَتلِ الأسوَدَينِ فِي الصَّلاةِ: الحَيَّةُ وَالعَقرَبُ، رواه الترمذي، وقال: حسن صحيح (۱:۵۱)-

۱۵۱۵- عن عائشة رضي الله عنها قالَت : دَخَلَ عَلِيُّ بنُ أبي طالِبٍ عَلى رَسُولِ اللهِ ﷺ وَهُوَ يُصَلِّي فَقامَ إلى جَنبِهِ فَصَلّى بِصَلاتِهِ، فَجاءَت عَقرَبٌ حَتّى انتَهَت إلى رَسُولِ اللهِ ﷺ ثُمَّ تَرَكَتهُ، فَذَهَبَت نَحوَ عَلِيٍّ فَضَرَبَها بِنَعلِهِ حَتّى قَتَلَها، فَلَم يَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِقَتلِها بَأسًا، رواه الطبراني في "الأوسط" وأبو يعلى، وفي طريق الطبراني عبدالله بن صالح كاتب الليث، قال عبدالملك بن شعيب: ابن الليث ثقة مأمون وضعفه الائمة أحمد وغيره،

آپ اسی ستون کے پاس نماز پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی ستون کے قریب نماز پڑھنے کی کوشش کرتے دیکھا ہے۔(بخاری)

فائدہ: اس روایت سے تعیین مکان کا جواز معلوم ہوتا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی روایت میں ممانعت کراہتِ تنزیہیہ پر محمول ہے اور اس روایت میں اباحت ضرورت پر محمول ہے۔ یا پہلی حدیث میں جو ممانعت ہے وہ اس صورت میں ہے جب کہ دوسروں کو اس جگہ بیٹھنے سے منع کرے۔ اور کہے کہ یہ تو میری جگہ ہے اور دوسری حدیث میں اباحت اس صورت میں ہے جب کہ یہ تعیین کسی مباح مصلحت سے ہو اور دوسروں سے مزاحمت نہ کرے۔ پس اب کوئی تعارض نہ رہا۔

باب نماز میں سانپ اور بچھو کا مارنا مکروہ نہیں ہے

۱۵۱۴:- حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں دو سیاہ چیزوں کے مارنے کا حکم دیا ہے ایک سانپ، دوسرا بچھو۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کو حسن صحیح کہا ہے۔

۱۵۱۵:- حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس ایسے وقت آئے کہ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے، پس وہ بھی آپ ﷺ کے برابر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے، اتنے میں ایک بچھو آیا اور رسول اللہ ﷺ تک پہنچا، اس کے بعد وہاں سے بڑھ کر حضرت علیؓ تک پہنچا، اس پر حضرت علیؓ نے اسے جوتے سے ماردیا، پس جناب رسول اللہ ﷺ نے اس میں کوئی مضائقہ نہیں خیال فرمایا۔ اس کو طبرانی نے معجم اوسط میں اور ابو یعلی نے روایت کیا ہے۔ عبداللہ بن صالح کاتب اللیث کے بارے میں عبدالملک بن شعیب کہتے ہیں کہ وہ ثقہ اور مامون ہے اور بعض ائمہ نے اسے ضعیف کہا ہے اور ابو یعلی کے راوی ہیں بھی صحیح کے راوی ہیں سوائے معاویہ بن یحیٰ صدفی کے، اس کے بارے میں امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ زہری سے ان کی روایات درست ہیں اور یہ مذکورہ روایت بھی انہیں میں سے ہے۔

فائدہ: میرے ناقص خیال میں یہ آتا ہے کہ اگر اس بچھو وغیرہ کی طرف سے ایذاء کا خطرہ ہو تو نماز میں اس کو مارنا واجب ہے کیونکہ

ورجال أبی یعلی رجال الصحیح غیر معاویة بن یحیی الصدفی وأحادیثه عن الزهری مستقیمة کما قال البخاری وهذا منها، وضعفه الجمهور ("مجمع الزوائد" ۱:۱۷۵)۔

باب المواضع التی تکره فیها الصلاة

۱۵۱۶:۔عن عبدالله -یعنی ابن مسعود- رضی الله عنه قال: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ یَقُوْلُ: مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنْ تُدْرِکُهُمُ السَّاعَةُ وَهُمْ اَحْیَاءٌ ، وَمَنْ یَتَّخِذُ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ۔ رواه الطبرانی فی الکبیر وإسناده حسن (مجمع الزوائد ۱:۱۵۳)۔

۱۵۱۷:۔عن أنس رضی الله عنه اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَهٰی عَنِ الصَّلَاةِ بَیْنَ الْقُبُوْرِ۔ رواه البزار ورجاله رجال الصحیح (مجمع الزوائد ۱:۱۵۳)۔

۱۵۱۸:۔عن أبی سعید رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: "اَلْاَرْضُ کُلُّهَا مَسْجِدٌ اِلَّا الْحَمَّامَ وَالْمَقْبَرَةَ"۔ أخرجه أبوداود (۱:۱۵٤) وسکت عنه، وفی "فتح الباری"

ارشاد باری تعالیٰ ہے وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ اور اس ایذاء کی حالت میں اسے نہ مارنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے جو حرام ہے۔

باب ان مقامات کے بیان میں جن میں نماز مکروہ ہے

۱۵۱۶:۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ بدترین لوگوں میں سے ایک وہ لوگ ہیں جن کی زندگی میں قیامت آئے گی اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو قبروں کو سجدہ گاہ بناتے ہیں۔ اسے طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔ اور اس کی اسناد حسن ہے (مجمع الزوائد)

فائدہ: اس روایت میں قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کی سخت ممانعت ہے، اور ایسے لوگوں کو بدترین اشخاص فرمایا گیا ہے اور گو قبروں کو سجدہ گاہ بنانے کا یہ مطلب ہے کہ قبروں کو سجدہ کیا جائے جیسا کہ آجکل مزارات پر ہوتا ہے لیکن اس سے مقابر میں نماز کی کراہت بھی ثابت ہوتی ہے کیونکہ اس میں ایہام سجدۂ قبور ہے۔

۱۵۱۷:۔حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے قبروں کے درمیان نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ اس کو بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں (مجمع الزوائد)

فائدہ: مطلب ظاہر ہے۔ اس سے قبر پرستوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے اور سمجھنا چاہیے کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ مقابر میں نماز پڑھنے اور خدا کو سجدہ کرنے سے منع فرماتے ہیں کیونکہ اس میں ایہام تعبدِ قبور ہے تو وہ قبر پرستی کی کیسے اجازت دے سکتے ہیں۔

۱۵۱۸:۔حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ تمام زمین (بشرطیکہ پاک ہو) اس قابل ہے

(۱:۴۴۱): رواہ أبو داود والترمذی ورجالہ ثقات، لکن اختلف فی وصلہ وإرسالہ، وحکم مع ذلک بصحتہ الحاکم وابن حبان اھ وقال صاحب الإمام: حاصل ما علل بہ الإرسال وإذا کان الواصل ثقۃ فھو مقبول، کذا فی "التلخیص الحبیر"(۱:۱۰۷) وفی "نیل الأوطار" (۲:۱۸): قال ابن حزم: أحادیث النھی عن الصلاۃ إلی القبور والصلاۃ فی المقبرۃ أحادیث متواترۃ لا یسع أحداترکھا اھ۔

۱۵۱۹۔عن أبی مرثد الغنوی رضی اللہ عنہ، قال: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ: "لاتُصَلُّوْا اِلَی الْقُبُوْرِ، وَلاَ تَجْلِسُوْا عَلَیْھَا" ۔ رواہ الجماعۃ إلا البخاری وابن ماجۃ، کذافی "نیل الأوطار"(۲:۱۹)۔

۱۵۲۰۔عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ: "صَلُّوْا فِیْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ وَلا تُصَلُّوْا فِیْ اَعْطَانِ الْاِبِلِ"۔ رواہ الترمذی (۱:۴۶) وقال: حسن صحیح۔ وفی "نیل الأوطار" (۲:۲۳): ذکر ابن حزم أن أحادیث النھی عن الصلاۃ فی أعطان الإبل متواترۃ بنقل تواتر یوجب العلم اھ۔

کہ وہاں نماز پڑھی جاسکے بجز حمام اور مقبرہ کے (کیونکہ حمام میں تصاویر ہوتی ہیں اس لئے وہاں تعبدِ تصاویر کا ایہام ہے۔اور قبرستان میں تعبد قبور کا۔مترجم) اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔اور اس سے سکوت کیا ہے۔اور حاکم اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے اور ابن حزم نے کہا ہے کہ قبروں کی طرف منہ کر کے اور قبرستان کے اندر نماز پڑھنے کی ممانعت کی حدیثیں متواتر ہیں، کسی کو گنجائش نہیں کہ ان پر عمل ترک کرے۔

۱۵۱۹۔حضرت ابومرثد غنویؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نہ قبروں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو (کہ اس میں قبروں کی تعظیم اور تعبد کا ایہام ہے) اور نہ ان پر بیٹھو (کہ اس میں ان کی اہانت ہے) اس کو جماعت نے روایت کیا ہے باستثناء بخاری اور ابن ماجہ کے (نیل الاوطار)

فائدہ: خلاصہ یہ ہے کہ قبروں کی نہ تعظیم ہونی چاہیے اور نہ ہی توہین۔

۱۵۲۰۔حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بھیڑ بکریوں کی نشست گاہوں میں نماز پڑھ لو (اجازت ہے) مگر اونٹوں کی نشست گاہ میں نماز نہ پڑھو۔اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حسن صحیح ہے اور ابن حزم نے کہا ہے کہ اونٹوں کی نشست گاہوں میں نماز پڑھنے کی ممانعت کی حدیثیں متواتر ہیں جو کہ مفیدِ علم یقینی ہیں۔

فائدہ: مترجم کہتا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا مذہب جیسا کہ طحاوی سے معلوم ہوتا ہے

۱۵۲۱:۔عن ابن عباس قَالَ: لَعَنَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ، وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ۔ رواه الترمذی وحسنه (۱: ۴۳)۔

۱۵۲۲:۔حدثنا علی بن داود و محمد بن أبی الحسین قالا: ثنا أبو صالح حدثنی اللیث حدثنی نافع عن ابن عمر عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: "سَبْعُ مَوَاطِنَ لاتَجُوْزُ فِيْهَا الصَّلاةُ: ظَاهِرُ بَيْتِ اللهِ، وَالْمَقْبَرَةُ، وَالْمَزْبَلَةُ، وَالْمَجْزَرَةُ، وَالْحَمَّامُ، وَعَطَنُ الإِبِلِ، وَمَحَجَّةُ الطَّرِيْقِ"۔ رواه ابن ماجة (ص:۵۵) وصححه ابن السکن (التلخیص الحبیر ۱: ۸۰)۔

۱۵۲۳:۔عن أبی صالح الغفاری اَنَّ عَلِيًّا رضی الله عنه مَرَّ بِبَابِلَ وَهُوَ يَسِيْرُ فَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ يُؤْذِنُهُ بِصَلَاةِ الْعَصْرِ، فَلَمَّا بَرَزَ مِنْهَا اَمَرَ الْمُؤَذِّنَ فَاَقَامَ الصَّلَاةَ، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ: اِنَّ حِبِّيْ عَلَيْهِ

اس باب میں یہ ہے کہ فی نفسہ نہ مربضِ غنم (بکریوں کا باڑہ) ہونا مانع جوازِ صلوٰۃ یا موجب کراہت ہے اور نہ عطنِ ابل (اونٹوں کا باڑہ) ہونا۔ اس لئے اس بات میں دونوں کا حکم یکساں ہے یعنی دونوں میں نماز بلا کراہت جائز ہے۔ رہا عارض مثلاً مقام کا ناپاک ہونا یا وہاں نماز پڑھنے سے قلب کا مشوش ہونا وغیرہ سو اس کے لحاظ سے بھی دونوں کا حکم یکساں ہے۔ پس اگر عارض مربضِ غنم میں پایا جاتا ہے اور عطنِ ابل میں نہیں پایا جاتا تو مربضِ غنم میں نماز ناجائز یا مکروہ ہوگی اور عطنِ ابل میں ناجائز یا مکروہ نہیں ہوگی اور اگر واقعہ بالعکس ہے تو حکم بالعکس ہوگا۔ رہی حدیث جس میں یہ حکم ہے کہ مرابضِ غنم میں نماز پڑھ لو مگر معاطنِ ابل میں نہ پڑھو تو اس کی توجیہ یہ ہے کہ معاطنِ ابل میں چونکہ تحقق عارض اغلب واکثر تھا اس لئے آپ ﷺ نے بظاہر مطلق طور پر ممانعت فرمادی۔ اور مرابضِ غنم میں عارض کا تحقق اغلب و اکثر نہ تھا اس لئے آپ ﷺ نے بظاہر مطلق طور پر اجازت دی اور چونکہ حکم عارض پر مبنی ہے۔ اس لئے اگر معاطنِ ابل میں عارض نہ پایا جائے اور مرابضِ غنم میں عارض پایا جائے تو حکم بدل جائے گا۔ اس تقریر پر حدیث و مذہب میں موافقت ہو جائے گی۔

۱۵۲۱:۔حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر جانے والی عورتوں اور ان پر مساجد بنانے والوں اور چراغ جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے حسن کہا ہے۔

۱۵۲۲:۔حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سات مقامات میں بغیر کراہت کے نماز جائز نہیں۔ (۱) خانہ کعبہ کے اوپر اور (۲) قبرستان میں اور (۳) کوڑا خانہ میں اور (۴) اس مقام میں جہاں جانور ذبح ہوتے ہیں اور (۵) حمام میں اور (۶) (اکثر حالات میں) اونٹوں کی نشست گاہوں میں اور (۷) شاہراہ عام میں۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ابن السکن نے اسے صحیح کہا ہے (تلخیص حبیر)۔

۱۵۲۳:۔حضرت ابوصالح غفاری سے روایت ہے کہ اثنائے سفر میں حضرت علیؓ کا شہر بابل پر گذر ہوا، اسی حالت میں ان کا مؤذن ان کو نمازِ عصر کی اطلاع کرنے آیا (آپؓ نے اس کی اطلاع پر التفات نہ کیا) پس جب کہ آپؓ اس سے نکل گئے تو مؤذن کو حکم دیا اس نے

السَّلام نَهَانِیْ اَنْ اُصَلِّیَ فِی الْمَقْبَرَةِ، وَنَهَانِیْ اَنْ اُصَلِّیَ فِیْ اَرْضِ بَابِلَ ، فَاِنَّهَا مَلْعُوْنَةٌ - رواه أبوداود وسكت عليه (١٨٣:١)-

١٥٢٤:-عن عبدالله بن أبى المحلى قال: كُنَّا مَعَ عَلِيٍّ فَمَرَرْنَا عَلَى الْخَسَفِ الَّذِیْ بِبَابِلَ فَلَمْ يُصَلِّ حَتّٰى اَجَازَهٗ اَیْ تَعَدَّاهُ- وَمِنْ طَرِیْقٍ اُخْرٰى عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: مَا كُنْتُ لِاُصَلِّیَ فِیْ اَرْضٍ خَسَفَ اللّٰهُ بِهَا ثَلَاثَ مِرَارٍ- رواه ابن ابى شيبة (فتح البارى ٤٤٢:١) - وهو حسن أو صحيح على قاعدته-

باب كراهة التمطى فى الصلاة

١٥٢٥:-عن أبى هريرة رضى الله عنه مرفوعا: نَهٰى اَنْ يَّتَمَطّٰى الرَّجُلُ فِی الصَّلَاةِ ، اَوْ عِنْدَ النِّسَاءِ اِلَّا عِنْدَ اِمْرَاَتِهٖ اَوْ جَوَارِيْهِ - أخرجه الدارقطنى فى الإفراد كذافى الجامع الصغير (١٩٤:٢) وضعفه بالرمز، قلت: والقياس يساعده، وبه قال العلماء، وهو علامة القبول

اقامت کہی پس جب آپ نماز سے فارغ ہو چکے تو آپ نے فرمایا کہ میرے محبوب (محمد ﷺ) نے مجھے منع کیا ہے کہ میں قبرستان میں یا ارضِ بابل میں نماز پڑھوں کیونکہ (مقبرہ میں تو قبر پرستی کا ایہام ہے اور) ارض بابل رحمت سے دور ہے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔ (لہٰذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے)۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جن مقامات میں قہرِ الٰہی نازل ہوا ہے ان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

۱۵۲۴:۔عبداللہ بن ابی محلی سے روایت ہے کہ ہم حضرت علیؓ کے ساتھ تھے سو ہمارا گذر اس دھنساؤ کے مقام پر ہوا جو بابل میں واقع ہے، پس آپؓ نے وہاں نماز نہ پڑھی تاوقتیکہ آپؓ وہاں سے گذر گئے۔

نیز دوسرے طریق سے حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ آپؓ نے تین مرتبہ فرمایا کہ میں ایسی زمین پر نماز نہیں پڑھ سکتا تھا جس میں لوگوں کو دھنسایا گیا ہے۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ (فتح الباری) اور وہ ان کے قاعدہ پر حسن یا صحیح ہے۔

باب نماز میں انگڑائی لینا مکروہ ہے

۱۵۲۵:۔حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز میں انگڑائی لینے اور اپنی بیوی اور اپنی لونڈیوں کے سوا دوسری عورتوں کے سامنے انگڑائی لینے سے منع فرمایا۔ اس کو دارقطنی نے افراد میں روایت کیا ہے اور جامع صغیر میں اس کو بذریعہ رمز (یعنی اشارۃً) کے ضعیف کہا ہے۔

مؤلف کہتے ہیں کہ گو حدیث ضعیف ہے مگر قیاس سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اور علماء کے نزدیک معمول بہ ہے۔ یہ دلیل ہے

كما ذكرناه فى المقدمة لا سيما فى فضائل الأعمال۔

باب كراهة عد الآى والتسبيح باليد فى الفريضة دون النوافل

١٥٢٦:۔عن مكحول عن أبى أمامة وواثلة بن الأسقع قالا:نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنْ عَدِّ الآيِ فِىْ الْمَكْتُوْبَةِ وَرَخَّصَ فِىْ السُّبْحَةِ۔ رواه أبو موسى الاصبهانى ، قاله فى الإمام (شرح الإمام للشيخ العلامة ابن دقيق العيد) كذافى البناية شرح الهداية للعينى (١:٨١٢) ولم أقف على سنده ولكن فقهاؤنا عملوا به ، وهو علامة قبول الحديث كما مر۔

باب جواز اللحظ بمؤخر العينين من غير لىّ العنق فى الصلاة

١٥٢٧:۔عن الفضل بن موسى عن عبدالله بن سعيد بن أبى هند عن ثور بن يزيد عن

اس کی کہ حدیث بے اصل نہیں ہے پھر فضائلِ اعمال میں حدیث ضعیف بھی معمول بہ ہوتی ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں انگڑائی لینے کی ممانعت ہے، اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر انگڑائی خود بخود آئے تو اگر اسے روک سکتا ہے تو روک لے کیونکہ نماز مقامِ حضور مع اللہ ہے اور انگڑائی لینا آدابِ حضور کے خلاف ہے اور اگر نہیں روک سکتا ہے تو معذور ہے اور خود بخود انگڑائی لینا بغیر اس کے کہ انگڑائی آئے مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ شامی میں ہے اور غالباً حدیث میں یہی انگڑائی مراد ہے اور دوسری عورتوں کے سامنے انگڑائی لینے کی ممانعت اس لئے ہے کہ انگڑائی ہیجانِ نفس اور میلانِ جماع کی علامت ہے اور ایسی علامت کا اظہار دوسری عورتوں کے سامنے ممنوع ہے۔ واللہ اعلم۔

باب آیتوں اور تسبیحوں کا فرض نماز میں انگلیوں پر گننا مکروہ ہے، اور نفل میں مکروہ نہیں

۱۵۲۶:۔ مکحول، ابوامامہ اور واثلہ بن الاسقع سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آیتوں کے فرض نماز میں (انگلیوں پر) گننے سے منع فرمایا ہے اور نفل میں اجازت دی ہے۔ اس کو ابوموسیٰ اصبہانی نے روایت کیا ہے جیسا کہ بنایہ شرح ہدایہ میں امام شرح الامام سے نقل کیا ہے۔

مؤلف کہتے ہیں کہ مجھے اس کی سند نہیں معلوم ہوئی مگر فقہاء کا اس پر عمل ہے لہٰذا مقبول ہے۔

فائدہ: یعنی انگلیوں یا دھاگے وغیرہ سے گننا مکروہ ہے اور دل سے گننا اور یاد رکھنا بالاتفاق مکروہ نہیں اور زبان کے ذریعے گننا بالاتفاق مفسدِ صلوٰۃ ہے اور جامع صغیر (۲:۱۰۱) میں ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ بھی نماز میں آیات گنا کرتے تھے تو حضور ﷺ کا گننا دل کے گننے پر محمول ہے۔

باب نماز میں بلا گردن موڑے صرف گوشۂ چشم سے دیکھنا جائز ہے

۱۵۲۷:۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں (گوشۂ چشم سے) دائیں بائیں دیکھ لیا کرتے تھے اور

عکرمة عن ابن عباس رضی الله عنه قَالَ: كَانَ النَّبِیُّ ﷺ يَلحَظُ فِیْ الصَّلاةِ يَمِينًا وَشِمَالاً ، وَلا يَلْوِیْ عُنُقَهُ خَلْفَ ظَهْرِهِ- أخرجه الترمذی والنسائی وابن حبان فی صحیحه ، والحاکم فی " المستدرك " وصححه علی شرط البخاری ، وقال ابن القطان فی کتابه: هذا حدیث صحیح وإن کان غریباً لا یعرف إلا من هذه الطریق، وأخرجه البزار فی مسنده-

۱۵۲۸-عن مندل بن علی عن الشیبانی عن عکرمة عن ابن عباس رضی الله عنه اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ اِذَا صَلّٰی يُلاَحِظُ اَصْحَابَهُ فِیْ الصَّلاةِ يَمِينًا وَشِمَالاً، وَلاَ يَلْتَفِتُ-وفیه مندل بن علی ضعفه النسائی وغیره ولینه ابن عدی ، وقال: إنه ممن یکتب حدیثه اه(زیلعی ۱: ۲۶۵و۲۶۶) قلت: قال ابن أبی حاتم :سمعت أبی یقول : سألت یحیی بن معین عن مندل وحبان قال: ما بهما بأس ، قال أبی کذلك - أقول : و کان البخاری أدخل مندلا فی الضعفاء فقال أبی: یحول اه- وقال العجلی : جائز الحدیث- وقال ابن سعد: ومنهم من یشتهی حدیثه و یوثقه و کان خیرًا فاضلا کذافی " التهذیب" (۱: ۲۹۹) فهو حسن الحدیث-

۱۵۲۹-حدثنا أبوبکر بن أبی شیبة عن ملازم بن عمرو عن عبدالله بن بدر عن عبدالرحمن بن علی بن شیبان عن أبیه رضی اللّٰہ عنه قَالَ: خَرَجْنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللهِ ﷺ

پیٹھ پیچھے گردن موڑ کر نہ دیکھتے تھے۔اس کو ترمذی، نسائی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور حاکم نے شرط بخاری پر صحیح کہا ہے۔ اور ابن القطان نے اپنی کتاب میں کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اگر چہ غریب ہے، کیونکہ صرف اسی طریق سے معلوم ہوئی ہے (زیلعی)۔

۱۵۲۸:۔ نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز پڑھتے تو اپنے اصحاب کو نماز میں (گوشہ چشم سے) دائیں بائیں دیکھتے تھے اور منہ نہ موڑتے تھے۔ اس کو بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں مندل بن علی ہے۔ اس کو نسائی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے اور ابن عدی نے اسے سست کہا ہے اور کہا ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے ہے جن کی حدیث لکھی جاتی ہے (زیلعی)۔ مؤلف کہتا ہے کہ ابن معین، ابوحاتم، عجلی اور ابن سعد نے اس کی توثیق کی ہے لہذا وہ حسن الحدیث ہے۔

۱۵۲۹:۔ حضرت علی بن شیبانؓ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے آپ ﷺ سے بیعت کی اور آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ پس آپ ﷺ نے اپنے گوشہ چشم سے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ رکوع اور سجدہ میں اپنی

فَبَايَعْنَاهُ وَصَلَّيْنَا خَلْفَهُ ، فَلَمَحَ بِمُؤْخِرِ عَيْنَيْهِ رَجُلاً لَمْ يُقِمْ صُلْبَهُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ، فَقَالَ: إِنَّهُ لَاصَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يُقِمْ صُلْبَهُ ۔ روا ه ابن ماجة في سننه وابن حبان في صحيحه (زيلعي ۱:۲۶۶) ۔ قلت: سند ابن ماجة رجاله كلهم ثقات كما لا يخفى على من طالع "التقريب "و" التهذيب "۔

باب جواز التبسم في الصلاة

۱۵۳۰۔عن الوازع بن نافع عن أبي سلمة بن عبدالرحمن حدثنا جابر رضي الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ بِأَصْحَابِهِ الْعَصْرَ فَتَبَسَّمَ فِي الصَّلَاةِ ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قِيْلَ لَهُ : يَارَسُوْلَ اللهِ ! تَبَسَّمْتَ وَأَنْتَ تُصَلِّيْ ؟ فَقَالَ: إِنَّهُ مَرَّ مِيْكَائِيْلُ وَعَلَى جَنَاحِهِ غُبَارٌ فَضَحِكَ إِلَيَّ فَتَبَسَّمْتُ إِلَيْهِ، وَهُوَ رَاجِعٌ مِنْ طَلَبِ الْقَوْمِ۔ أخرجه الطبراني في معجمه (الكبير) وأبو يعلى الموصلي في مسنده، والدارقطني في سننه وسكت عنه ، والوازع بن نافع ضعيف جدا، وقال ابن حبان : إنه كثير الوهم فيبطل الاحتجاج به اھ(زيلعي ۱:۳۰) وفي

کمر سیدھی نہیں کرتا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو (رکوع وسجدہ میں) اپنی کمر سیدھی نہ کرے اس کی نماز (کامل) نہیں ہوتی۔اس کو ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے (زیلعی)۔ مؤلف کہتے ہیں کہ ابن ماجہ کے راوی سب ثقہ ہیں جیسا کہ تقریب وتہذیب کے مطالعہ سے ظاہر ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بغیر گردن موڑے گوشۂ چشم سے دائیں بائیں دیکھنا جائز ہے۔لیکن بظاہر حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کا دائیں بائیں دیکھنا مقتدیوں کے احوال جاننے کی ضرورت کے تحت تھا۔لہٰذا بغیر ضرورت کے نہ دیکھنا اولیٰ ہے۔

باب نماز میں تبسم جائز ہے

۱۵۳۰۔حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کو عصر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ آپ ﷺ نے تبسم فرمایا۔ پس جس وقت آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو کسی نے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے نماز پڑھتے ہوئے تبسم فرمایا تھا (اسکی کیا وجہ تھی) آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت میکائیل علیہ السلام میرے سامنے ایسی حالت میں گذرے کہ ان کے بازو پر گرد تھی اور وہ مجھے دیکھ کر ہنسے، اس پر میں مسکرایا اور میکائیل علیہ السلام کفار کے تعاقب سے واپس ہو رہے تھے۔اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں اور ابو یعلی نے اپنی مسند میں اور دارقطنی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے اور اس پر کلام نہیں کیا لیکن اس کی سند میں وازع بن نافع ہے جو کمزور ہے۔اور ابن حبان نے اسے کثیر الوہم کہا ہے لہٰذا یہ حدیث قابلِ حجت نہیں (زیلعی)۔اور مجمع الزوائد میں ہے کہ طبرانی میں وازع مذکور کی دوسری روایت میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس سے گذرے جب کہ میں نماز پڑھ رہا تھا تو حضرت جبرئیل مجھے دیکھ کر ہنسے تو میں بھی اس پر مسکرایا۔

فائدہ: گو یہ حدیث ضعیف ہے مگر آراء رجال سے بہتر ہے بالخصوص ایسی حالت میں کہ آنے والی حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

رواية أخرى للطبراني في الكبير: مَرَّبِيْ جِبْرَئِيْلُ وَاَنَا اُصَلِّيْ فَضَحِكَ اِلَيَّ فَتَبَسَّمْتُ اِلَيْهِ۔ وفيه الوازع أيضًا (مجمع الزوائد ١:١٧٤)۔

١٥٣١۔ عن ابن أبي ليلى عن أبي الزبير عن جابر رضي الله عنه مرفوعًا: " اِذَا ضَحِكَ الرَّجُلُ فِيْ صَلَاتِهٖ فَعَلَيْهِ الْوُضُوْءُ وَ الصَّلَاةُ، وَاِذَا تَبَسَّمَ فَلَاشَيْءَ عَلَيْهِ " أخرجه ابن حبان في كتاب الضعفاء له قاله الزيلعي (١:٣٠) وقال الحافظ في الدراية (١٤): وابن أبي ليلى ضعيف - قلت: هو مختلف فيه وثقه العجلي، وضعفه أحمد وغيره: (مجمع ١:٤٠) وحسن له الترمذي (١:١١١) غير ماحديث فهو حسن۔

باب كراهة التورك في الصلاة والتربع فيها إلا بعذر

١٥٣٢۔ عن أنس رضي الله عنه مرفوعًا: نَهٰى (ﷺ) عَنِ الْاِقْعَاءِ وَالتَّوَرُّكِ فِي الصَّلَاةِ۔ أخرجه أحمد في مسنده والبيهقي، وصححه السيوطي في الجامع الصغير رمزاً (٢:١٨٨)۔

١٥٣١:۔ حضرت جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حزم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس وقت کوئی شخص اپنی نماز میں ہنسے تو اس پر اعادہ وضو ونماز لازم ہے اور جب کہ وہ مسکرائے تو اس پر کچھ (مواخذہ) نہیں۔ زیلعی نے کہا ہے کہ اس کو ابن حبان نے اپنی کتاب الضعفاء میں روایت کیا ہے۔ اور حافظ نے درایہ میں کہا ہے کہ اس کی سند میں ابن ابی لیلی ضعیف ہے۔ مؤلف کہتا ہے کہ ابن ابی لیلی مختلف فیہ ہے چنانچہ عجلی نے اس کی توثیق کی ہے اور ترمذی نے اس کی بہت سی روایات کو حسن کہا ہے لہٰذا حدیث حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں ضحک سے مراد قہقہہ ہے اور تقریر استدلال یہ ہے کہ اس میں تبسم پر مطلقاً مواخذہ کی نفی ہے جو کراہت تحریمی کو بھی شامل ہے اس لئے اس سے تبسم کا جواز ثابت ہوتا ہے اور تبسم کی تعریف یہ ہے کہ آدمی کے صرف دانت ظاہر ہوں اور آواز قطعاً پیدا نہ ہو۔ لیکن یاد رکھیے کہ محض امر دنیوی کی بنا پر ہنسنا کراہت تنزیہی سے خالی نہیں کیونکہ یہ عدم خشوع سے خالی نہیں۔ اور حضور ﷺ کا ہنسنا امر دنیوی کے لئے نہ تھا۔

باب نماز میں بلا عذر کولہے کے بل اور پلوتھی مار کر بیٹھنا مکروہ ہے:

١٥٣٢:۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز میں کتے کی طرح اور کولہے کے بل بیٹھنے سے منع فرمایا۔ اس کو احمد اور بیہقی نے روایت کیا ہے اور سیوطی نے جامع صغیر میں اسے اشارۃً صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں کولہے کے بل بیٹھنا مکروہ ہے، باقی مالک بن حویرثؓ کی وہ حدیث جس میں کولہے کے بل بیٹھنے کا اثبات ہے وہ عذر پر محمول ہے۔

١٥٣٣:۔عن ابن مسعود رضی الله عنه قال: لَاَنْ یَجْلِسَ الرَّجُلُ عَلَی الرِّضْفَتَیْنِ خَیْرٌ مِنْ اَنْ یَجْلِسَ فِیْ الصَّلَاۃِ مُتَرَبِّعًا۔ أخرجه عبدالرزاق فی مصنفه (کنز العمال ٤: ٢٣٤)۔

باب کراهة التمایل فی الصلاۃ واستحباب سکون الأطراف فیها

١٥٣٤:۔عن أسماء بنت أبی بکر عن أم رومان عن أبی بکر رضی الله عنه مرفوعًا "اِذَا قَامَ اَحَدُکُمْ فِیْ صَلَاتِهٖ فَلْیُسْکِنْ اَطْرَافَهٗ ، وَلَا یَمِیْلُ کَمَا تَمِیْلُ الْیَهُوْدُ ، فَاِنَّ سُکُوْنَ الْاَطْرَافِ فِیْ الصَّلَاۃِ مِنْ تَمَامِ الصَّلَاۃِ"۔ رواہ الحاکم فی "المستدرک" وقال: غریب وفیه ثلاثة من الصحابة (کنز العمال ٤: ١١٣)قلت : ولم یتعقبه السیوطی بشیء فهو صحیح علی قاعدته، والغرابة بمعنی التفرد لیست بعلة۔

١٥٣٣:۔ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ آدمی دو جلتے ہوئے پتھروں پر بیٹھ جائے یہ اس سے بہتر ہے کہ نماز میں پلوتھی مار کر بیٹھے۔ اس کو عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں روایت کیا ہے (کنز العمال) اور مجمع الزوائد میں ہے کہ اس کی سند میں ہشیم بن شہاب ہے اور وہ مختلف فیہ ہے اور باقی راوی ثقہ ہیں لہذا حدیث حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں پلوتھی مار کر بیٹھنا بھی مکروہ ہے۔ باقی مصنف ابن ابی شیبہ میں مذکور یہ حدیث کہ حضرت ابوبکرؓ پلوتھی مار کر اور ٹیک لگا کر نماز پڑھتے تھے، عذر پر محمول ہے۔ اور اس پر دلیل بخاری میں مذکور یہ حدیث ہے کہ عبداللہ بن عبداللہ بن عمرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ (یعنی اپنے والد) کو نماز میں پلوتھی مارتے ہوئے دیکھا تو میں نے بھی پلوتھی مارنی شروع کر دی حالانکہ میں نوجوان تھا، اس پر ابن عمرؓ نے مجھے منع فرمایا اور فرمایا کہ دایاں پاؤں کھڑا کرنا اور بائیں کو موڑ کر اس پر بیٹھنا ہی سنت ہے، میں نے عرض کیا کہ آپ تو پلوتھی مارتے ہیں، اس پر ابن عمرؓ نے فرمایا کہ میرے پاؤں میرا بوجھ برداشت نہیں کر پاتے یعنی عذر کی وجہ سے ایسا کرتا ہوں، اسی طرح وہ تمام احادیث جن میں خود حضور ﷺ کے پلوتھی مارنے کا ذکر ہے کبر سنی اور عذر پر محمول ہیں۔

باب نماز میں ہلنا اور جھومنا مکروہ ہے

١٥٣٤:۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز میں کھڑا ہو تو اپنے اعضاء کو ساکن رکھے اور یوں نہ ہلے جیسے یہود ہلتے ہیں۔ کیونکہ نماز میں اعضاء کا ساکن ہونا نماز کا مکمل ہے (یعنی اس سے نماز کی تکمیل ہوتی ہے)۔ اس کو حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور اسے غریب کہا ہے (کنز العمال)۔ مؤلف کہتا ہے کہ سیوطی نے اس پر کوئی تعاقب نہیں کیا۔ اس لئے یہ ان کے قاعدہ سے صحیح ہے۔ اور غرابت بمعنی تفرد علت قادحہ نہیں۔

فائدہ: طحاوی علی مراقی الفلاح میں اس بات کی صراحت ہے کہ احناف کے نزدیک نماز میں جھومنا مکروہ ہے۔

باب كراهة التلثم فى الصلاة و تغطية الأنف فيها

١٥٣٥:-عن نافع: أن ابن عمر رضى الله عنه كَانَ يَكرَهُ اَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ وَهُوَ مُتَلَثِّمٌ- أخرجه عبدالرزاق فى مصنفه (كنز العمال ٤:٢٢٤) وحسنه العراقى فى تخريج الإحياء (١٤٠:١)-

١٥٣٦:-عن عبدالله بن عمرو رضى الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : لا يُصَلِّيَنَّ اَحَدُكُمْ وَثَوْبُهُ عَلى اَنْفِهِ، فَإِنَّ ذٰلِكَ خَطْمُ الشَّيْطَانِ- رواه الطبرانى فى الكبير والأوسط، وفيه ابن لهيعة وفيه كلام (مجمع الزوائد ١:١٧٥)- قلت : هو حسن الحديث-

باب كراهة التذبيح فى الصلاة

١٥٣٧:-عن أبى سعيد الخدرى رضى الله عنه قال: أراه رفعه : " اِذَا رَكَعَ اَحَدُكُمْ فَلاَ يُذَبِّحْ كَمَا يُذَبِّحُ الْحِمَارُ، وَلٰكِنْ لِيُقِمْ صُلْبَهُ" ، رواه الدارقطنى وفى إسناده أبو سفيان طريف بن شهاب وهو ضعيف (التلخيص الحبير ٩١:١)-قلت: حسن له الترمذى، وقال

باب نماز میں منہ پر دہان بند باندھنا اور ناک ڈھکنا مکروہ ہے

١٥٣٥:- حضرت نافع ،ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اس کو ناپسند کرتے تھے کہ آدمی دہان بند باندھے ہوئے نماز پڑھے،اس کو عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں روایت کیا ہے(کنز العمال)اور عراقی نے تخریج الاحیاء میں اس کو حسن کہا ہے۔

١٥٣٦:- حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص ایسی حالت میں نماز نہ پڑھے کہ اس کی ناک پر اس کا کپڑا ہو کیونکہ وہ شیطان کی مہار ہے۔اس کو طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ابن لھیعہ ہے اور اس میں کلام ہے(مجمع الزوائد)۔میں کہتا ہوں کہ وہ حسن الحدیث ہے۔

فائدہ: نماز کے دوران منہ پر دہان بند باندھنا یا ناک ڈھکنا مکروہ ہے اور فقہاء احناف نے اس کی صراحت کی ہے۔

باب رکوع میں کمر اونچی اور سر نیچا کرنا مکروہ ہے

١٥٣٧:- حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے اور غالباً وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی رکوع کرے تو گدھے کی طرح کمر اونچی اور سر نیچا نہ کرے بلکہ اپنی کمر کو سیدھا رکھے۔اس کو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ابوسفیان طریف بن شہاب ہیں اور وہ ضعیف ہیں(تلخیص حبیر)۔مؤلف کہتا ہے کہ ترمذی نے اس کی حدیث کو حسن کہا ہے اور ابن عدی نے کہا ہے کہ اس سے ثقات نے روایت کی ہے اور اس کی اسانید درست ہیں جیسا کہ اعلاء کی جلد ثانی اور احیاء السنن کی جلد اول میں گذر چکا ہے۔

ابن عدی: روی عنه الثقات، وأسانیده مستقیمة، کما مر فی الجزء الثانی من "الإعلاء"۔

باب کراهة مسح التراب عن الوجه و کراهة مس اللحیة إلا بعذر

١٥٣٨:۔عن بریدة رضی الله عنه اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: " ثَلاثٌ مِنَ الْجَفَاءِ " وَفِيْهِ : "اَوْ يَمْسَحُ جَبْهَتَهُ قَبْلَ اَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلاتِهِ "۔ رواه البزار ورجاله رجال الصحیح (مجمع الزوائد ١: ١٧٥) وقد مر الحدیث بتمامه فی (باب النفخ فی الصلاة)۔

١٥٣٩:۔عن ابن عباس رضی الله عنه قَالَ: کَانَ النَّبِیُّ ﷺ لايَمْسَحُ وَجْهَهُ فِی الصَّلاةِ۔رواه الطبرانی فی الأوسط ورجاله موثقون (مجمع الزوائد ١: ١٧٥)۔

١٥٤٠:۔وعنه قَالَ : کَانَ النَّبِیُّ ﷺ يَمْسَحُ الْعَرَقَ عَنْ وَجْهِهِ فِی الصَّلاةِ۔ رواه الطبرانی فی الکبیر وفیه خارجة بن مصعب وهو ضعیف جدا (مجمع الزوائد١: ١٧٥)قلت : کلا! فقد قال مسلم: سمعت یحیی بن یحیی وسئل عن خارجة فقال: مستقیم الحدیث عندنا

فائدہ:ہمارے فقہاء نے صراحۃً اسے مکروہ کہا ہے۔

باب نماز میں بلا عذر چہرہ سے مٹی پونچھنا اور ڈاڑھی کو ہاتھ لگانا مکروہ ہے

١٥٣٨:۔حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین باتیں گنوار پن کی ہیں اور اسی میں یہ بھی ہے کہ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے اپنی پیشانی کو (مٹی سے) پونچھے۔اس کو بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں (مجمع الزوائد) یہ پوری حدیث نماز میں پھونک مارنے کے بیان میں گذر چکی ہے۔

فائدہ:اس حدیث سے مٹی پونچھنے کی کراہت ثابت ہے۔

١٥٣٩:۔حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں اپنے چہرہ کو نہ پونچھتے تھے۔اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے۔اور اس کے راوی توثیق کردہ شدہ ہیں (مجمع الزوائد)۔

فائدہ:اس سے بھی مٹی پونچھنے کی کراہت ثابت ہے۔

١٥٤٠:۔نیز ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں اپنے چہرہ سے پسینہ پونچھتے تھے (یعنی جب کہ آپ ﷺ کو اس سے تشویش ہوتی تھی لہذا یہ حدیث پہلی حدیث کے معارض نہیں)۔اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں خارجہ بن مصعب ہیں جو کہ بہت کمزور ہیں (مجمع الزوائد)۔مؤلف کہتا ہے خارجہ ہرگز ضعیف نہیں کیونکہ مسلم نے کہا ہے کہ یحییٰ بن یحییٰ سے خارجہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ہمارے نزدیک مستقیم الحدیث ہے جیسا کہ تہذیب میں ہے۔

كذافي "التهذيب" (۳: ۷۸)-

١٥٤١: محمد قال: أخبرنا أبو حنيفة عن حماد، قال: رَأَيْتُ اِبْرَاهِيمَ يُصَلِّيْ فِي الْمَكَانِ فِيْهِ الرَّمْلُ وَالتُّرَابُ الْكَثِيْرُ، فَيَمْسَحُ عَنْ وَجْهِهٖ قَبْلَ اَنْ يَنْصَرِفَ- أخرجه في كتاب الآثار (ص ٢٥) وقال محمد: لا نَرَى بَأسًا بِمَسْحِهٖ ذٰلِكَ قَبْلَ التَّشَهُّدِ وَالتَّسْلِيْمِ، لِاَنَّ تَرْكَهٗ يُؤْذِي الْمُصَلِّيَ، وَرُبَمَا شَغَلَهٗ عَنْ صَلَاتِهٖ وَهُوَ قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ اه-

١٥٤٢: عن أبي هريرة رضي الله عنه مرفوعًا: رَاٰى رَجُلًا يَعْبَثُ بِلِحْيَتِهٖ فِي الصَّلَاةِ فَقَالَ: "لَوْ خَشَعَ قَلْبُ هٰذَا لَخَشَعَتْ جَوَارِحُهٗ"- رواه الحكيم الترمذي في نوادره بسند ضعيف، ورواه ابن أبي شيبة في المصنف، وفيه رجل لم يسم، كذافي تخريج الإحياء للعراقي (١: ١٢٥) وفي العزيزي (٣: ٢٠٢): قال الشيخ: حديث حسن لغيره اه-

١٥٤٣: عن ابن عمر رضي الله عنه مرفوعًا: كَانَ رُبَمَا يَضَعُ يَدَهٗ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فِي الصَّلَاةِ مِنْ

فائدہ: اس سے بضرورت پسینہ پونچھنا ثابت ہے اور اسی کے حکم میں مٹی وغیرہ ہے۔

۱۵۴۱: حضرت حمادؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے ابراہیم نخعی کو دیکھا کہ وہ ایسی جگہ نماز پڑھ رہے تھے جہاں مٹی اور ریت بہت تھی اور قبل از فراغ اپنے چہرہ سے مٹی پونچھتے تھے (کیونکہ چہرہ پر مٹی زیادہ لگ جاتی تھی جو ان کو پریشان کرتی تھی)۔ اس کو امام محمد نے کتاب الآثار میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ ہم تشہد اور سلام سے پہلے مٹی پونچھنے میں مضائقہ نہیں سمجھتے کیونکہ اس کے چھوڑنے سے نمازی کو تکلیف ہوتی ہے اور بسا اوقات وہ اس کو نماز سے غافل کر دیتی ہے اور یہی قول امام ابوحنیفہؒ کا ہے۔

فائدہ: آخری دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ بوقتِ ضرورت اور عذر کی صورت میں چہرے سے مٹی وغیرہ پونچھنا جائز ہے اور وہ ضرورت اتنی زیادہ مقدار میں مٹی وغیرہ کا لگ جانا ہے جو پریشان کن ہو یا خشوع فی الصلوۃ سے مانع ہو البتہ بغیر عذر کے چہرہ سے مٹی پونچھنا مکروہ ہے جیسا کہ باب کی پہلی دو احادیث سے ثابت ہے۔

۱۵۴۲: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نماز میں اپنی ڈاڑھی سے کھیلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضا میں بھی خشوع ہوتا۔ اس کو حکیم ترمذی نے نوادر میں ضعیف سند سے روایت کیا ہے اور ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کیا ہے اور ان کی سند میں ایک راوی ایسے ہیں جن کا نام نہیں لیا گیا (تخریج الاحیاء للعراقی) اور عزیزی میں ہے کہ شیخ نے اسے حسن لغیرہ کہا ہے۔

فائدہ: اس سے بھی بلا ضرورت ڈاڑھی کو ہاتھ لگانے کی کراہت ثابت ہے۔

۱۵۴۳: حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ بسا اوقات رسول اللہ ﷺ نماز میں اپنی ڈاڑھی پر ہاتھ رکھ لیتے تھے بغیر اس کے کہ وہ اس

غَیرِ عَبَثٍ- أخرجه البیهقی وابن عدی وإسناده ضعیف (العزیزی ٣:١٤١) ورواه أبویعلی عن عمرو بن حریث مرفوعاً بلفظ: رُبَمَا مَسَّ لِحْیَتَهٗ فِیْ الصَّلٰوةِ وفیه محمد بن الخطاب وهو ضعیف ، وقد ذکره ابن حبان فی الثقات ، ورواه عن الحسن مرسلا أیضا (مجمع الزوائد١ :١٧٦)- قلت : فالحدیث حسن بتعدد طرقه-

باب کراهة صف القدمین فی الصلاة واستحباب التراوح بینهما وکراهة الاعتماد علی الجدار ونحوه

١٥٤٤- عن ابن مسعود ﷺ أَنَّهٗ رَاٰی رَجُلاً صَافًا اَوْ صَافِنًا قَدَمَیْهِ فَقَالَ: اَخْطَاَ هٰذَا السُّنَّةَ- أخرجه سعید بن منصور کذا فی " تخریج الإحیاء " للعراقی (١٣٧:١) وسکت عنه، وأخرجه عبدالرزاق بلفظ: مَرَّ ابْنُ مَسْعُوْدٍ بِرَجُلٍ صَافٍّ بَیْنَ قَدَمَیْهِ، فقال: اَمَّا هٰذَا فَقَدْ اَخْطَاَ

سے کھیلیں (غالبا یہ فعل فکرِ آخرت کے غلبہ کیوقت یا کسی اور وجہ سے ہوتا تھا لہٰذا پہلی حدیث کے خلاف نہیں۔) اس کو بیہقی اور ابن عدی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے۔(عزیزی) اور ابو یعلی نے عمرو بن حریث سے روایت کی ہے کہ بسا اوقات رسول اللہ ﷺ نماز میں اپنی ڈاڑھی کو ہاتھ لگاتے تھے اور اس کی سند میں محمد بن الخطاب ہیں جو کہ ضعیف ہیں۔اور ابن حبان نے انہیں ثقات میں ذکر کیا ہے اور حسن نے اس کو مرسلا روایت کیا ہے (مجمع الزوائد)۔مؤلف کہتا ہے کہ تعدد طرق سے حدیث حسن ہے۔

فائدہ: اس سے بضرورت ڈاڑھی کو ہاتھ لگانے کا جواز ثابت ہوتا ہے یعنی اس صورت میں ڈاڑھی کو ہاتھ لگانا مکروہ ہے جو کھیل کے طریقے پر ہو جیسا کہ پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے اور اگر ڈاڑھی کو ہاتھ لگانا کھیل کے طریقے پر نہ ہو تو جائز ہے جیسا کہ دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

باب نماز میں دونوں پاؤں پر برابر زور دینا مکروہ ہے اور کبھی ایک پاؤں پر زور دینا اور کبھی دوسرے پر مستحب ہے اور نماز میں دیوار وغیرہ سے سہارا لینا مکروہ ہے

١٥٤٤- حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو (نماز میں) دونوں پاؤں پر برابر زور دیئے ہوئے دیکھا تو انہوں نے فرمایا کہ اس نے سنت کو چھوڑ دیا (کیونکہ سنت یہ ہے کہ کبھی ایک پاؤں پر زور دے اور کبھی دوسرے پر لیکن اس نے ایسا نہیں کیا) اس کو سعید بن منصور نے روایت کیا ہے اور عراقی نے تخریج احیاء میں اسے نقل کر کے اس پر کلام نہیں کیا اور کنز العمال میں عبدالرزاق کی روایت سے یوں کہا ہے کہ ابن مسعودؓ کا ایک شخص پر گذر ہوا جو کہ دونوں پاؤں پر برابر زور دیئے ہوئے تھا۔ تو آپؓ نے فرمایا کہ اس نے

السُّنَّةَ، لَوْ رَاوَحَ بَيْنَهُمَا كَانَ اَحَبَّ اِلَيَّ- كذافى كنزالعمال (٤:٢٠٥) وقال الطحاوى فى "معانى الآثار" (١:١٤٥) : وكمن قام فى الصلاة أمر أن يراوح بين قدمه- وقد روى ذلك عن ابن مسعود ، ذكره محتجا به على أن تفريق الأعضاء أولى من إلصاق بعضها ببعض، واحتجاج المحدث الحافظ الناقد بحديث دليل على صلاحيته له-

١٥٤٥:-عن زيد بن أسلم أن عمر بن الخطاب رضى الله عنه قَالَ:لايُصَلِّيَ اَحَدُكُمْ وَهُوَ ضَامٌّ وَرِكَيْهِ- أخرجه مالك فى "الموطأ" (كنز العمال ٤:٢٢٥) - وهو صحيح على قاعدته-

١٥٤٦:-عن قتادة قال: سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ رضى الله عنه عَنِ الإِعْتِمَادِ عَلَى الْجِدَارِ فِى الصَّلَاةِ فَقَالَ: اِنَّا لَنَفْعَلُهُ وَاِنَّ ذٰلِكَ يَنْقُصُ مِنَ الْاَجْرِ- أخرجه عبدالرزاق كذافى "كنز العمال" (٤:٢٢٤) ولم أقف له على سند، ولكن القياس يعاضده، وبه قال فقهاؤنا-

---

سنت کو چھوڑ دیا- اگر یہ باری باری سے ہر ایک پاؤں پر زور دیتا تو یہ مجھے (موافقتِ سنت کی وجہ سے) زیادہ پسند ہوتا- اور طحاوی نے ابن مسعودؓ کی اس روایت سے احتجاج کیا ہے اور محدث ناقد کا کسی روایت سے احتجاج کرنا اس کے قابلِ حجت ہونے کی دلیل ہے۔

فائدہ: یعنی سنت یہ ہے کہ تھوڑی دیر ایک پاؤں پر زور دے اور پھر دوسرے پاؤں پر تاکہ زیادہ دیر قیام کر سکے، البتہ بغیر سکون کے دائیں بائیں ہلتے رہنا مکروہ ہے۔

١٥٤٥:- زید بن اسلم سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کوئی شخص ایسی حالت میں نماز نہ پڑھے کہ وہ دونوں سرینوں کو ملائے ہوئے ہو- اس کو امام مالکؒ نے موطا میں روایت کیا ہے (کنز العمال)- مؤلف کہتے ہیں کہ یہ حدیث کنز العمال کے قاعدہ سے صحیح ہے۔

فائدہ: مؤلف نے اس سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ دونوں پاؤں کو ملانا مکروہ ہے اور ان میں فاصلہ ہونا مسنون ہے- تقریر استدلال یہ بیان کی ہے کہ سرینوں کو ملانا قدمین کے ملانے کو مستلزم ہے- اور سرینوں کا ملانا مکروہ تو قدمین کا ملانا بھی مکروہ ہوگا- مترجم کہتا ہے کہ عنوانِ باب سے اس حدیث کو تعلق نہیں اور خود یہ امر بھی مخدوش ہے کہ سرینوں کا ملانا ضمِ قدمین کو مستلزم ہے۔

١٥٤٦:- قتادہ سے روایت ہے کہ ابن عمرؓ سے نماز کے اندر دیوار سے سہارا لینے کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم ایسا کرتے ہیں اور اس سے (نماز فاسد نہیں ہوتی بلکہ) ثواب میں کمی آجاتی ہے- اس کو عبد الرزاق نے روایت کیا ہے (کنز العمال)- مؤلف کہتے ہیں کہ مجھے اس کی سند نہیں معلوم ہوئی مگر قیاس اس کا مؤید ہے اور یہ بھی ہمارے فقہاء کا قول ہے اور ابن عمرؓ کا یہ قول نوافل پر محمول ہے۔

۱۰۴۷۔حدثنا محمد بن عبدالملك الغزال نا عبدالرزاق عن معمر عن إسماعيل بن أمية عن نافع عن ابن عمر رضى الله عنه قال: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ يَعْتَمِدَ الرَّجُلُ عَلٰى يَدَيْهِ اِذَا نَهَضَ فِى الصَّلَاةِ۔ وقال أحمد بن حنبل : نَهٰى اَنْ يَجْلِسَ الرَّجُلُ فِى الصَّلَاةِ وَهُوَ مُعْتَمِدٌ عَلٰى يَدَيْهِ۔ رواه أبوداود وسكت عنه (۱:۳۷۷) ورجاله رجال الجماعة خلا شيخ أبى داود وهو ثقة أيضا۔

باب جواز أخذ القملة وقتلها ودفنها فى الصلاة

۱۰۴۸۔محمد قال: أخبرنا أبو حنيفة قال: حدثنا عاصم بن أبى النجود عن أبى رزين عن عبدالله بن مسعود اَنَّهُ اَخَذَ قُمْلَةً فِى الصَّلَاةِ فَدَفَنَهَا ثُمَّ قَالَ: اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا اَحْيَاءً وَّاَمْوَاتًا۔ أخرجه فى كتاب الآثار له (ص: ۳۰) وسنده حسن۔ فإن عاصما من رجال مسلم والبخارى أخرجا له مقرونا، وأبو رزين اسمه مسعود بن مالك الأسدى ثقة فاضل من رجال مسلم والأربعة۔ كذا فى "التقريب" (۹۳۶و۲۰۶)۔

۱۰۴۹۔عن عبدالرحمن بن الأسود قال : كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رضى الله عنه يَقْتُلُ الْقُمْلَةَ فِى الصَّلَاةِ حَتّٰى يَظْهَرَ دَمُهَا عَلٰى يَدِهٖ۔ أخرجه ابن أبى شيبة فى المصنف

۱۰۴۷:۔حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ آدمی نماز میں اٹھتے وقت ہاتھوں پر سہارا کرے۔ اور امام احمد بن حنبلؒ نے کہا ہے کہ آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا کہ آدمی نماز میں ہاتھوں پر سہارا کر کے بیٹھے۔اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر کلام نہیں کیا اور اس کے تمام راوی جماعت کے راوی ہیں بجز ابوداؤد کے شیخ کے اور وہ بھی ثقہ ہیں۔

فائدہ: جب اپنے اعضاء پر سہارا ممنوع ہے تو دیوار وغیرہ پر بالاولی ممنوع ہوگا۔لھذا ابن عمرؓ کی حدیث نوافل پر محمول ہوگی کہ نوافل میں دیوار کا سہارا لینا جائز ہے۔

باب نماز میں جوں کا پکڑنا اور مارنا اور دفن کرنا جائز ہے

۱۰۴۸:۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے جوں کو نماز میں پکڑا اور دفن کر دیا اور یہ آیت پڑھی اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا اَحْيَاءً وَّاَمْوَاتًا (یعنی کیا ہم نے زمین کو زندوں اور مردوں کو اپنے ساتھ ملانے والا نہیں بنایا) اس کو امام محمد نے کتاب الآثار میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

۱۰۴۹:۔حضرت عبدالرحمٰن بن الاسودؓ سے روایت ہے کہ عمر بن الخطابؓ نماز میں جوں کو قتل کرتے یہاں تک کہ اس کا خون ان کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا۔اس کو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کیا ہے (کنز العمال)

(كنز العمال ٤: ٢٣٤)۔

أبواب أحكام المساجد

باب النهى عن البول وإلقاء كل نجاسة فى المسجد

١٥٥٠:عن أنس بن مالك رضى الله عنه قال: بَيْنَمَا نَحْنُ فِى الْمَسْجِدِ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ إِذْ جَاءَ اَعْرَابِيٌّ فَقَامَ يَبُوْلُ فِى الْمَسْجِدِ ، فَقَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ : مَهْ مَهْ ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: لا تُزْرِمُوْهُ دَعُوْهُ - فَتَرَكُوْهُ حَتّٰى بَالَ، ثُمَّ اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ دَعَاهُ فَقَالَ لَهُ : " اِنَّ هٰذِهِ الْمَسَاجِدَ لا تَصْلُحُ لِشَىْءٍ مِنْ هٰذَا الْبَوْلِ وَلَا الْقَذَرِ، اِنَّمَا هِىَ لِذِكْرِ اللهِ وَالصَّلَاةِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ "- اَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ، قَالَ: فَاَمَرَ رَجُلاً مِنَ الْقَوْمِ فَجَاءَ بِدَلْوٍ مِنْ مَاءٍ فَشَنَّهٗ

فائدہ:ان دونوں روایتوں سے جوں کے نماز کے اندر پکڑنے اور مارنے اور دفن کرنے کا جواز معلوم ہوتا ہے اور یہ ہی مذہب ہے حنفیہ کا،چنانچہ امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں کہا ہے کہ ہمارے نزدیک جوں کے نماز کے اندر مارنے اور اس کے دفن کرنے میں کچھ حرج نہیں۔اور یہ ہی قول ہے امام ابوحنیفہؒ کا۔لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ خواہ مخواہ نماز میں جوئیں ڈھونڈا کرے بلکہ اگر وہ کسی جگہ کاٹے یا اس کی سرسراہٹ سے تشویش ہو یا اتفاقیہ نظر پڑ جائے تو اسے پکڑ کا مار دے،کاٹنے اور سرسرانے کی صورت میں تو جوازِ قتل ظاہر ہے اور اتفاقیہ نظر پڑ جانے کی صورت میں اس لئے کہ اس صورت میں مصلی کا قلب اس سے مشوش ہوگا کہ ایسا نہ ہو کہیں کاٹ لے یا اپنی سرسراہٹ سے تکلیف دے اور پھر ہاتھ نہ آئے اور اساءت وکراہت جو امام صاحب اور امام ابو یوسف سے مروی ہے وہ خواہ مخواہ جوؤں کے تلاش کرنے پر محمول ہوگی۔

احکام مساجد کے ابواب

باب مسجد میں پیشاب کرنا یا اور کسی قسم کی نجاست ڈالنا ممنوع ہے

١٥٥٠:۔حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ اس اثناء میں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں تھے،ایک اعرابی آیا اور کھڑے ہوکر مسجد میں پیشاب کرنے لگا،اس پر رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے اس سے کہا کہ رک رک۔راوی انسؓ فرماتے ہیں کہ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا پیشاب بند نہ کرو(مبادا کوئی بیماری پیدا ہو جائے)اسے پیشاب کر لینے دو پس صحابہ نے اس سے تعرض نہ کیا اور اس نے پیشاب کرلیا اور اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اسے بلایا اور فرمایا کہ میاں مسجدیں پیشاب یا دوسری کسی پلیدی کے لئے موزوں نہیں ہیں۔یہ تو خدا کی یاد،نماز اور قراءۃِ قرآن کے لئے موزوں ہیں یا اسی مضمون کے کچھ الفاظ رسول اللہ ﷺ نے فرمائے، اس کے بعد آپ ﷺ نے حاضرین میں سے ایک شخص کو حکم دیا کہ اس پر پانی کا ایک ڈول بہادے،چنانچہ وہ ڈول لایا اور اس پر بہا دیا۔اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

عَلَيْهِ۔ رواہ مسلم (۱: ۱۳۸)۔

باب النهي عن زخرفة المساجد ورفع بنائها وجواز استحكامها ونقشها قليلا

۱۵۵۱:۔عن ابن عباس رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: " مَا أُمِرْتُ بِتَشْيِيْدِ الْمَسَاجِدِ"۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: لَتُزَخْرِفُنَّهَا كَمَا زَخْرَفَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى۔ أخرجه أبوداود (۱: ۱۷۰)۔ وفی النیل (۲: ۳۶): رجاله رجال الصحيح اه۔ وفی "بلوغ المرام" (۱: ۴۳): وصححه ابن حبان اه۔

۱۵۵۲:۔عن أنس رضی الله عنه مرفوعًا: " اِبْنُوْا الْمَسَاجِدَ وَاتَّخِذُوْهَا جمًّا" رواه ابن أبی شيبة والبيهقی والعقيلی -قال الشيخ: حديث حسن (العزيزی ۱: ۲۳)۔

۱۵۵۳:۔عن نافع عن عبدالله بن عمررضی الله عنه أَخْبَرَهُ أَنَّ الْمَسْجِدَ كَانَ عَلٰى عَهْدِ

فائدہ: اس سے مسجد میں کسی قسم کی نجاست ڈالنے کی ممانعت ظاہر ہے۔ نیز حضور کے فرمان انما هو لذكر الله (بصیغۂ حصر) سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی یاد کے علاوہ مسجد میں کوئی اور کام جائز نہیں، البتہ تبعاً دوسرے کام بھی جائز ہیں۔

باب مساجد کو مزین کرنا اور ان کی عمارت کو بلند کرنا ممنوع ہے اور ان کو مضبوط کرنا اور ان میں قدرے نقش ونگار کرنا جائز ہے

۱۵۵۱:۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے مساجد کے عالیشان بنانے کا حکم نہیں دیا گیا اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تم مسجدوں کو ایسا مزین کرو گے جیسے یہود ونصاریٰ اپنے معابد کو مزین کرتے ہیں۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور نیل میں ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور بلوغ المرام میں ہے کہ اس کو ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔

۱۵۵۲:۔ انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسجدیں بناؤ اور انہیں ایسا بناؤ کہ ان کی چھتوں پر ابھار (جیسے گرجوں اور مندروں میں ہوتا ہے) نہ ہو۔ اس کو ابن ابی شیبہ اور بیہقی اور عقیلی نے روایت کیا ہے اور شیخ نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے (عزیزی)۔

فائدہ: جو تاویل حدیث کی ہم نے کی ہے کہ گرجوں اور مندروں جیسا ابھار نہ ہو اس سے معلوم ہوگیا کہ اس حدیث سے مساجد پر میناروں اور گنبدوں کی ممانعت مقصود نہیں اور نہ اس زمانہ میں ان کا بنانا حدیث کے خلاف ہے۔ فافہم۔

۱۵۵۳:۔ عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں مسجد نبوی کچی اینٹوں کی بنی ہوئی تھی

رَسُوْلِ اللهِ ﷺ مَبْنِيًّا بِاللَّبِنِ وَسَقْفُهُ الْجَرِيْدُ وَعُمُدُهُ خَشَبُ النَّخْلِ، فَلَمْ يَزِدْ فِيْهِ اَبُوْبَكْرٍ شَيْئًا، وَزَادَ فِيْهِ عُمَرُ وَبَنَاهُ عَلٰى بُنْيَانِهٖ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ بِاللَّبِنِ وَالْجَرِيْدِ، وَاَعَادَ عُمُدَهُ خَشَبًا، ثُمَّ غَيَّرَهُ عُثْمَانُ فَزَادَ فِيْهِ زِيَادَةً كَثِيْرَةً، وَبَنٰى جِدَارَهُ بِالْحِجَارَةِ الْمَنْقُوْشَةِ وَالْقَصَّةِ، وَجَعَلَ عُمُدَهُ مِنْ حِجَارَةٍ مَنْقُوْشَةٍ، وَسَقْفَهُ بِالسَّاجِ، رواه البخاری (۲: ۶۴)۔

باب استحباب اتخاذ المساجد فی المحلات و تنظيفها

۱۵۵۴۔عن عروة بن الزبير عن مَّنْ حَدَّثَهُ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ يَأْمُرُنَا اَنْ نَصْنَعَ الْمَسَاجِدَ فِيْ دُوْرِنَا وَاَنْ نُصْلِحَ صَنْعَتَهَا وَنُطَهِّرَهَا۔ رواه أحمد وإسناده صحيح (مجمع الزوائد ۱: ۱۴۷)۔

۱۵۵۵۔عن عائشة رضی الله عنها قَالَتْ: اَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِبِنَاءِ الْمَسَاجِدِ فِي الدُّوْرِ، وَاَنْ تُنَظَّفَ وَتُطَيَّبَ۔ رواه أبوداود (۱: ۱۷۳) وسكت عنه، وفی "النيل" (۲: ۴۰): رجاله ثقات:

اور اس کی چھت کھجور کی شاخوں کی اور اس کے ستون کھجوروں کے تنوں کے تھے، سو ابوبکر صدیقؓ نے تو اس میں کوئی چیز زیادہ نہیں کی، ہاں حضرت عمرؓ نے اس (کی وسعت) میں زیادتی کی (لیکن طرز تعمیر میں کوئی زیادتی نہ کی) اور اسے اسی ساخت پر جو کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تھی کچی اینٹوں اور کھجور کی شاخوں سے بنایا اور کھجوروں کے تنوں کے ستون لگائے، اس کے بعد حضرت عثمانؓ نے اس کو بدلا اور اس کی وسعت میں بہت زیادتی کر دی اور منقش پتھروں اور چونے سے اس کی دیوار بنائی اور منقش پتھروں کے اس میں ستون لگائے اور ساج کی لکڑی کی چھت ڈالی۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مساجد میں استحکام اور قلیل نقش ونگار جائز ہیں لیکن زیادہ تکلفات اور شان وشوکت ممنوع ہے بلکہ فتح القدیر میں لکھا ہے کہ مسجد کی تزئین سے بہتر ہے کہ یہ رقم فقراء کو دیدی جائے۔

باب محلوں میں مسجدیں بنانا اور ان کو صاف رکھنا شرعاً پسندیدہ ہے

۱۵۵۴۔ ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم اپنے محلوں میں مسجدیں بنائیں اور ان کو اچھا بنائیں اور ان کو پاک رکھیں۔ اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے (مجمع الزوائد)۔

۱۵۵۵۔ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ محلوں میں مسجدیں بنائی جائیں اور ان کو صاف ستھرا رکھا جائے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر کلام نہیں کیا اور نیل الاوطار میں ہے کہ اسکے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مساجد کو پاک اور صاف رکھا جائے۔ لہٰذا مساجد کو گھونسلوں سے پاک کرنا بھی اس حکم میں داخل ہے۔ باقی ابوداؤد کی وہ حدیث جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ پرندوں کو اپنے گھونسلوں میں رہنے دو یعنی ان کو نہ گراؤ، وہ مذکورہ

باب كراهة إلقاء القملة فى المسجد

١٥٥٦:-عن رجل من الأنصار اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: اِذَا وَجَدَ اَحَدُكُمُ الْقُمْلَةَ فِىْ ثَوْبِهٖ فَلْيَصُرَّهَا وَلا يُلْقِهَا فِىْ الْمَسْجِدِ۔ رواه أحمد ورجاله موثقون (مجمع الزوائد ١: ١٥٠)۔

١٥٥٧:-عن شيخ من أهل مكة من قريش قال: وَجَدَ رَجُلٌ فِىْ ثَوْبِهٖ قُمْلَةً فَاَخَذَهَا لِيَطْرَحَهَا فِى الْمَسْجِدِ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: " لاتفعَلْ رُدَّهَا اِلٰى ثَوْبِكَ حَتّٰى تَخْرُجَ مِنَ الْمَسْجِدِ "۔ رواه أحمد ورجاله ثقات إلا أن محمد بن إسحاق عنعنه وهو مدلس (مجمع الزوائد١: ١٥٠)۔

قلت: صحح و حسن له الترمذى (١: ٥ و ١٧) مع عنعنته فالحديث حسن

باب استحباب لزوم المسجد والنهى عن اتخاذه طريقًا

١٥٥٨:- عن أبى الدرداء رضى الله عنه قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: " اَلْمَسْجِدُ بَيْتُ كُلِّ تَقِيٍّ ، وَتَكَفَّلَ اللّٰهُ لِمَنْ كَانَ الْمَسْجِدُ بَيْتَهٗ بِالرَّوْحِ وَالرَّحْمَةِ وَالْجَوَازِ عَلَى الصِّرَاطِ اِلٰى

یہ احادیث کی بناپر ان گھونسلوں پر محمول ہے جو غیر مساجد میں ہوں۔اسی طرح مساجد میں وضو یا غسل کرنا بھی مکروہ ہے۔باقی جو حدیث میں آپ ﷺ کے بارے میں مروی ہے کہ توضأ النبی ﷺ فی المسجد تو اس سے مرادیہ ہے کہ آپ ﷺ مسجد میں تھے لیکن پانی مسجد سے باہر گرتا تھا۔

باب مسجد میں جوں ڈالنا مکروہ ہے۔

١٥٥٦:۔ایک انصاری صحابیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی تم میں سے اپنے کپڑے میں جوں پائے اس کو چاہیے کہ اسے بند رکھے اور مسجد میں نہ ڈالے۔اس کو احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی توثیق کردہ شدہ ہیں (مجمع الزوائد)۔

١٥٥٧:۔اہل مکہ میں سے ایک قریشی شخص روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص کو اس کے کپڑے میں جوں ملی، اس نے اسے پکڑلیا اور مسجد میں پھینکنا چاہا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسجد سے نکلنے تک اسے اپنے کپڑے ہی میں رکھ۔اس کو احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں مگر محمد بن اسحٰق مدلّس ہے اور روایت میں عنعنہ کیا ہے (مجمع الزوائد)۔مؤلف کہتا ہے کہ ترمذی نے محمد بن اسحٰق کی روایت کو باوجود عنعنہ کے حسن اور صحیح کہا ہے لہٰذا حدیث حسن ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں جوں وغیرہ مار کر گرانا مکروہ ہے البتہ ان کا مارنا وغیرہ جائز ہے جیسا کہ پیچھے معلوم ہو چکا۔

باب اکثر اوقات مسجد میں رہنا شرعاً پسندیدہ ہے اور اس کو راہ گذر بنانا ناپسندیدہ ہے

١٥٥٨:۔ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسجد ہر متقی کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ اس شخص کے لئے جس کا گھر مسجد ہو آسائش اور رحمت اور پل صراط سے گذر کر حق تعالیٰ کی خوشنودی اور جنت تک پہنچنے کا ذمہ دار ہے۔اس کو طبرانی نے کبیر اور اوسط میں اور

رِضْوَانِ اللّٰهِ اِلَی الْجَنَّةِ "- رواه الطبرانی فی الکبیر والأوسط، والبزار وقال: إسناده حسن-
قلت: ورجال البزار کلهم رجال الصحیح (مجمع الزوائد١: ١٥١)-
١٥٥٩- وعن أبی هریرة رضی الله عنه مرفوعًا: " سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ " وَذَکَرَ فِيْهِمْ: " وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ "- رواه الشیخان وغیرهما (الترغیب ص ٥٧)-

١٥٦٠- وعنه مرفوعا: مَا تَوَطَّنَ رَجُلٌ الْمَسَاجِدَ لِلصَّلَاةِ وَالذِّکْرِ اِلَّا تَبَشْبَشَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَيْهِ کَمَا يَتَبَشْبَشُ اَهْلُ الْغَائِبِ بِغَائِبِهِمْ اِذَا قَدِمَ عَلَيْهِمْ "- رواه ابن ماجة وابن خزیمة وابن حبان والحاکم وقال: صحیح علی شرطهما -(الترغیب -ص٥٧)-
١٥٦١- عن أبی سعید رضی الله عنه مرفوعًا: اِذَا رَاَيْتُمُ الرَّجُلَ يَعْتَادُ الْمَسْجِدَ فَاشْهَدُوْا لَهٗ بِالْاِيْمَانِ، قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: ﴿اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ آمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾- رواه الترمذی وقال: حسن غریب، والحاکم وصححه، وابن خزیمة وابن حبان فی

بزار نے روایت کیا ہے اور بزار کے راوی تمام ثقہ ہیں (مجمع الزوائد)۔
۱۵۵۹:- ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سات شخص ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اس دن جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا اپنے (عرش کے) سایہ میں سایہ دے گا اور ان سات شخصوں کی تفصیل فرمائی اور ان میں اس شخص کو بھی شمار کیا جس کا دل مسجد میں لگا ہو (پس جب کہ مسجد میں دل لگنے کی یہ فضیلت ہے، تو خود مسجد میں رہنے کی کس قدر فضیلت ہوگی) اس کو شیخین وغیرہ نے روایت کیا ہے (ترغیب)۔
۱۵۶۰:- نیز ابو ہریرہؓ سے ہی مرفوعا روایت ہے کہ جو شخص نماز و ذکر کے لئے مسجد میں رہنا اختیار کر لیتا ہے، حق تعالیٰ اس سے یوں خوش ہوتے ہیں جیسے ایک باہر گئے ہوئے شخص کے گھر والے اس وقت خوش ہوتے ہیں جب کہ وہ سفر سے ان کے پاس واپس آتا ہے۔ اس کو ابن ماجہ، ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ شرط شیخین پر صحیح ہے۔
۱۵۶۱:- ابو سعید خدریؓ سے مرفوعا روایت ہے کہ جب تم کسی کو مسجد میں آنے کا عادی دیکھو تو اس کے ایمان کی گواہی دو کیونکہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مساجد کو وہی آباد کرتے ہیں جو خدا اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں (اور یہ شخص مسجد کو آباد کرتا ہے اس لئے مؤمن ہے) اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے حسن غریب کہا ہے اور حاکم نے بھی اسے روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اسے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ (ترغیب)
فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں رہنا نہایت فضیلت کی چیز ہے، لیکن یاد رکھئے کہ یہ فضیلت اس وقت ہے جب کہ مسجد

صحیحیهما، (الترغیب ص ۵۷)۔

۱۵۶۲۔عن ابن عمر رضی الله عنهما قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : لَا تَتَّخِذُوْا الْمَسَاجِدَ طُرُقًا اِلَّا لِذِكْرٍ اَوْ صَلاةٍ۔ رواه الطبرانی فی الکبیر والأوسط، ورجاله موثقون(مجمع الزوائد۱:۱۵۲)۔

۱۵۶۳۔عن أبی عمرو الشیبانی قَالَ: كَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ يَعُسُّ فِیْ الْمَسْجِدِ فَلَا يَجِدُ سَوَادًا اِلَّا اَخْرَجَهٗ اِلَّا رَجُلًا مُصَلِّيًا۔ رواه الطبرانی فی الکبیر ورجاله موثقون (مجمع الزوائد ۱:۱۵۱)۔

۱۵۶۴۔عن ابن مسعود رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : " اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ اَنْ يَّمُرَّ الرَّجُلُ فِیْ طُوْلِ الْمَسْجِدِ وَعَرْضِهٖ لَا يُصَلِّیْ فِيْهِ رَكْعَتَيْنِ "۔ رواه الطبرانی فی الکبیر ورجاله رجال الصحیح إلا أن سلمة بن کهیل وإن کان سمع من الصحابة لم أجدله روایة عن ابن مسعود رضی الله عنه (مجمع الزوائد۔ السابق)

کے حقوق بھی ادا کرے۔

۱۵۶۲۔ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم مسجدوں کو راہ گذر نہ بناؤ، ہاں ان میں خدا کی یاد یا نماز کے لئے آؤ۔اس کو طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی توثیق کردہ شدہ ہیں (مجمع الزوائد)۔

۱۵۶۳۔ابوعمرو شیبانی سے مروی ہے کہ ابن مسعودؓ رات کو مسجد میں گشت لگاتے اور جس کو مسجد میں پاتے اسے نکال دیتے بجز اس کے جو نماز پڑھ رہا ہو (یا اور کوئی ایسا کام کر رہا ہو جو مسجد کے شایان شان ہے اور جس کے لئے مساجد بنائی گئی ہیں)۔اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی موثق ہیں (مجمع الزوائد)۔

فائدہ:اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں ذکر وعبادت کے علاوہ کوئی دوسرا کام مثلاً نیند وغیرہ کرنا جائز نہیں ہے اور جو شخص نیند وغیرہ میں ہو تو اس کو نکالا جا سکتا ہے البتہ کسی عذر کی بنا پر یا معتکف کے لئے مسجد میں سونا وغیرہ جائز ہے جیسا کہ طبرانی کی اوسط میں ابوذرؓ سے مروی ہے کہ جب میں حضور ﷺ کی خدمت سے فارغ ہوتا تو میں مسجد میں آ کر لیٹ جاتا کیونکہ میرا اور کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔

۱۵۶۴۔ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ منجملہ علامات قیامت کے ایک علامت یہ ہے کہ آدمی تمام مسجد میں چکر لگائے گا مگر دو رکعتیں بھی اس میں نہ پڑھے گا۔اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں بجز اس کے کہ سلمۃ بن کہیل کو ابن مسعودؓ سے سماع نہیں ہے اگرچہ اور صحابہ سے ان کو سماع حاصل ہے (مجمع الزوائد)۔

فائدہ:اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر ذکر وعبادت کے مسجد سے نکل جانا مذموم ہے اس لئے مسجد میں داخل ہونے والے کے لئے

باب كراهة إدخال الصبيان والمجانين فى المسجد وكراهة رفع الصوت وتناشد الأشعار ونحوه فيه إلا ما كان لغرض شرعى

١٥٦٥:-عن مكحول رفعه إلى معاذ بن جبل رضى الله عنه ورفعه معاذ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "جَنِّبُوْا مَسَاجِدَكُمْ صِبْيَانَكُمْ وَخُصُوْمَاتِكُمْ وَحُدُوْدَكُمْ وَشِرَائَكُمْ وَبَيْعَكُمْ، وَجَمِّرُوْهَا يَوْمَ جَمْعِكُمْ، وَاجْعَلُوْا عَلٰى اَبْوَابِهَا مَطَاهِرَكُمْ"۔ رواه الطبرانى فى الكبير ومكحول لم يسمع من معاذ (مجمع الزوائد ١٥٢:١)۔

١٥٦٦:-ورواه ابن ماجة عن واثلة وزاد بعد قوله: "صِبْيَانَكُمْ"، "وَمَجَانِيْنَكُمْ" وبعد قوله: "وَخُصُوْمَاتِكُمْ"، و" وَرَفْعَ اَصْوَاتِكُمْ، وَاِقَامَةَ حُدُوْدِكُمْ، وَسَلَّ سُيُوْفِكُمْ" وضعفه السيوطى فى الجامع الصغير برمزه (١٤:١) ولكن هذا الضعيف تأيد بالأول المنقطع، والانقطاع لا يضر عندنا۔

١٥٦٧:-عن السائب بن يزيد قَالَ: كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَحَصَبَنِيْ رَجُلٌ فَنَظَرْتُ اِلَيْهِ

ضروری ہے کہ وہ دو رکعت نماز ضرور پڑھے تا کہ اس مذمت سے نکل جائے۔

باب مسجد میں بچوں اور دیوانوں کا لانا اور اس میں بلا ضرورتِ شرعی آواز بلند کرنا اور اشعار پڑھنا وغیرہ افعال مکروہ ہیں

١٥٦٥:۔مکحول، معاذؓ سے روایت کرتے ہیں اور معاذؓ رسول اللہ ﷺ سے، کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مساجد کو اپنے بچوں اور اپنے جھگڑے قصوں اور اپنی حدود (سزاؤں) اور اپنی خرید وفروخت سے علیحدہ رکھو اور جمعہ کے روز ان میں دھونی دیا کرو (اگر ضرورت ہو) اور اپنی پاکی کے مقامات (جیسے وضو کی نالی، غسل خانہ وغیرہ) ان کے دروازوں پر (یعنی مسجد کی حد سے باہر) بناؤ۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے، اور یہ حدیث منقطع ہے، کیونکہ مکحول کو معاذ سے سماع حاصل نہیں (مجمع الزوائد)۔

١٥٦٦:۔ابن ماجہ نے واثلہؓ سے یہ روایت نقل کی ہے اور اس میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ اپنے بچوں کو، اپنے پاگلوں کو، اپنے جھگڑوں کو، اپنی آوازوں کے بلند کرنے کو، اپنی حدود کے قائم کرنے کو اور تلواروں کے سونتنے کو مسجدوں سے دور رکھو۔ یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن ماقبل کی حدیثِ صحیح منقطع سے مؤید ہے لہٰذا حسن ہے۔

١٥٦٧:۔سائب بن یزیدؓ سے مروی ہے کہ میں مسجد نبوی میں کھڑا تھا کہ ایک شخص نے میرے ایک کنکری ماری میں نے جو اس کی طرف دیکھا تو دیکھتا کیا ہوں کہ امیر المومنین عمر بن الخطابؓ ہیں، اس پر آپؓ نے فرمایا کہ ان دونوں آدمیوں کو میرے پاس لاؤ، میں انھیں ان

فإذا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ، فَقَالَ: اِذْهَبْ فَائْتِنِيْ بِهٰذَيْنِ فَجِئْتُهُ بِهِمَا، فَقَالَ: مِمَّنْ اَنْتُمَا اَوْ مِنْ اَيْنَ أَنْتُمَا؟ قَالَا: مِنْ اَهْلِ الطَّائِفِ۔ قَالَ : لَوْ كُنْتُمَا مِنْ اَهْلِ الْبَلَدِ لَاَوْجَعْتُكُمَا، تَرْفَعَانِ اَصْوَاتَكُمَا فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ : رواه البخاری (١:١٦٧)۔

١٥٦٨:۔مالك أنه بلغه أن عمر بن الخطاب بَنٰى رَحْبَةً فِيْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ تُسَمّٰى الْبُطَيْحَاءَ، وَقَالَ: مَنْ كَانَ يُرِيْدُ اَنْ يَلْغَطَ اَوْ يُنْشِدَ شِعْرًا اَوْ يَرْفَعَ صَوْتَهٗ فَلْيَخْرُجْ اِلٰى هٰذِهِ الرَّحْبَةِ، كذا أخرجه يحيى بلاغًا ولغيره مالك عن أبى النضر مولى عمر بن عبيدالله عن سالم عن أبيه موصولا، كذافى الزرقانى على الموطأ (١:١٤٣)۔

١٥٦٩:۔عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضى الله عنه عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهٗ نَهٰى عَنْ تَنَاشُدِ الْاَشْعَارِ فِي الْمَسْجِدِ ، وَعَنِ الْبَيْعِ وَالشِّرَاءِ فِيْهِ ، وَاَنْ يَتَحَلَّقَ النَّاسُ فِيْهِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَبْلَ الصَّلَاةِ۔ وفى الباب عن بريدة وجابر وأنس ، قال أبو عيسى: حديث عبدالله بن عمرو بن العاص حديث حسن ، وشعيب هو ابن محمد بن عبدالله بن عمرو بن

کے پاس لایا۔تو آپؓ نے فرمایا کہ تم کون ہو یا فرمایا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم طائف کے باشندے ہیں، آپؓ نے فرمایا کہ اگر تم اس شہر کے باشندے ہوتے تو میں تمہیں سزا دیتا، تم رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں آواز بلند کرتے ہو۔اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: یعنی مسجد میں آواز بلند کرنا ممنوع ہے، لیکن بخاری میں ہی ایک حدیث مروی ہے کہ کعب بن مالکؓ کا کسی سے اداءِ قرض کے بارے میں جھگڑا ہوا تو آوازیں بلند ہونے لگیں، تو آپ ﷺ نے اپنے حجرے میں سے باہر نکل کر فرمایا کہ اے کعب! اس کا قرض دیدو لیکن آپ ﷺ نے اس رفعِ صوت پر نکیر نہ فرمائی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں آواز بلند کرنا مباح ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ منع کی احادیث متفاحش رفعِ صوت پر محمول ہیں، جب کہ جواز کی حدیث اس رفعِ صوت پر محمول ہے، جو متفاحش نہ ہو۔

١٥٦٨:۔امام مالکؒ کہتے ہیں کہ انہیں معلوم ہوا ہے کہ عمر بن الخطابؓ نے مسجد کے گوشہ میں ایک حصہ بطور صحن کے رکھ چھوڑا تھا جس کا نام بطیحاء تھا اور فرمایا تھا کہ جس کو باتیں کرنا ہوں یا اشعار پڑھنے ہوں یا آواز بلند کرنی ہو وہ اس صحن میں آجائے۔ یحیٰی نے تو اس کو امام مالکؒ سے بلاغاً روایت کیا ہے اور دوسرے لوگوں نے اس کو امام مالک سے یوں روایت کیا ہے کہ وہ ابوالنضر مولیٰ عمر بن عبیداللہ سے اور وہ سالم سے اور وہ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ پس یہ سند موصول ہے۔

١٥٦٩:۔عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے اور وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مسجد میں اشعار پڑھنے اور اس میں خرید و فروخت کرنے اور جمعہ کے روز نماز سے پہلے اس میں لوگوں کے جمگھٹا کرنے سے منع فرمایا۔ اس باب میں بریدہؓ اور جابرؓ اور انسؓ سے بھی روایات ہیں۔ اور ترمذی نے کہا ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی روایت حسن ہے اور بخاری نے کہا ہے کہ میں

العاص، قال محمد بن إسماعيل: رأيت أحمد وإسحاق وذكر غيرهما يحتجون بحديث عمروبن شعيب، رواه الترمذى (۱:۴۳) وفى فتح البارى (۱:۴۵): إسناده صحيح إلى عمرو فمن يصحح نسخته يصححه اهـ۔

۱۵۷۰:۔عن عائشة رضى الله عنها قالتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَضَعُ لِحَسَّانَ مِنْبَرًا فِي الْمَسْجِدِ يَقُوْمُ عَلَيْهِ قَائِمًا يُفَاخِرُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، أوْ قَالَتْ: يُنَافِحُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ الحديث أخرجه الترمذى وقال: حسن صحيح غريب (۲:۱۰۷)۔

۱۵۷۱:۔عن أبى عبدالله مولى شداد بن الهاد أنه سمع أبا هريرة رضى الله عنه يقول: قَالَ رسول اللهﷺ: "مَنْ سَمِعَ رَجُلاً يَنْشُدُ ضَالَّةً فِي الْمَسْجِدِ فَلْيَقُلْ: لا رَدَّهَا اللهُ عَلَيْكَ، فَإِنَّ الْمَسَاجِدَ لَمْ تُبْنَ لِهٰذَا"۔ رواه مسلم (۲۱۰)۔

باب كراهة الضحك الكثير وعمل الصنعة فى المسجد

۱۵۷۲:۔عن أنس رضى الله عنه مرفوعًا: "اَلضِّحْكُ فِي الْمَسْجِدِ ظُلْمَةٌ فِي الْقَبْرِ"۔ رواه

نے امام احمد اور اسحٰق بن راہویہ اور دوسرے لوگوں کو عمرو بن شعیب کی روایت سے احتجاج (یعنی حجت پکڑتے) کرتے دیکھا ہے۔ (کذا فی الترمذی) اور فتح الباری میں ہے کہ اس حدیث کی سند عمرو بن شعیب تک صحیح ہے لہذا جو لوگ عمرو بن شعیب کی کتاب کو صحیح کہتے ہیں وہ اس کو بھی صحیح کہیں گے۔

۱۵۷۰:۔حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہﷺ حسان بن ثابتؓ کے لئے مسجد میں منبر رکھواتے جس پر کھڑے ہوکر وہ رسول اللہﷺ کی طرف سے فخر میں کفار کا مقابلہ کرتے۔ یا حضرت عائشہؓ نے یوں فرمایا کہ وہ جناب رسول اللہﷺ کی طرف سے کفار کے حملوں کی مدافعت کرتے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح اور غریب ہے۔

فائدہ: اس روایت سے بضرورت شرعی مسجد میں بلند آواز سے شعر پڑھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے لیکن اس سے میلادِ مروجہ پر سند لانی صحیح نہیں کیونکہ یہ مجلس مجلسِ میلاد نہ تھی بلکہ یہ جہادِ لسانی تھا کفار پر۔ فافہم۔

۱۵۷۱:۔ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی کسی کو مسجد میں اپنی گم شدہ چیز کو (جو مسجد سے باہر گم ہوئی ہو) تلاش کرتے سنے (مسجد میں اس غرض سے تلاش کی تھی کہ اس میں ہر جگہ کے لوگ ہوتے ہیں شاید کسی کو علم ہو) تو اس کو یہ کہہ دینا چاہیے کہ خدا تجھے وہ شی واپس نہ دے کیونکہ مساجد اس غرض سے نہیں بنائی گئیں۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: یہ حدیث اصلِ کلی ہے کہ ہر وہ کام جس کے لئے مسجد نہیں بنائی گئی مسجد میں کرنا ممنوع ہے۔ مثلاً گم شدہ چیز کی تلاش یا تعزیت وصول کرنے کے لئے مسجد میں بیٹھنا وغیرہ، ہاں اگر بیٹھنے کے لئے کوئی اور ٹھکانہ نہ ہو تو مسجد میں تعزیت کے لئے بیٹھنا جائز ہے۔

باب مسجد میں فضول ہنسنا اور اس میں کوئی پیشہ کرنا شرعاً ناپسندیدہ ہے

۱۵۷۲:۔انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ مسجد میں (فضول) ہنسنا قبر میں تاریکی کا سبب ہے۔ اس کو دیلمی نے مسند

الدیلمی فی مسند الفردوس بسند ضعیف،(کنز العمال ٤: ١٤٢)۔

١٥٧٣:-عن عثمان رضی اللہ عنہ مرفوعًا: " جَنِّبُوْا صُنَّاعَكُمْ مَسَاجِدَكُمْ "۔ رواہ الدیلمی فی مسند الفردوس بإسناد ضعیف ،(کنز العمال نفس المرجع)۔

باب جواز دخول المُحدِث المسجد

١٥٧٤:-عن الأشعث اَنَّ عَلِيًا بَالَ، ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ ، فَاجْتَازَ فِيهِ قَبْلَ اَنْ يَتَوَضَّأَ۔ رواہ الضیاء المقدسی فی صحیحہ المسمی بالمختارۃ (کنز العمال ٤: ٢٦١)۔

باب آداب دخول المسجد

١٥٧٥:-عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ اِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ قَالَ: " اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ "۔ وَاِذَا خَرَجَ قَالَ: " اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رِزْقِكَ "۔ رواہ الضیاء

الفردوس میں ضعیف سند سے روایت کیا ہے(کنز العمال)۔

فائدہ: یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن قواعد عامہ سے مؤید ہونے کی بنا پر حجت ہے۔

١٥٧٣:۔حضرت عثمانؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ مسجد کو اپنے کاریگروں سے علیحدہ رکھو یعنی مسجد میں پیشہ اور کاریگری جیسے سنار کا کام یا لوہار کا کام وغیرہ نہ ہونا چاہیے۔اس کو بھی دیلمی نے مسند الفردوس میں ضعیف سند سے روایت کیا ہے(کنز العمال)۔

باب مسجد میں بلاوضو جانا جائز ہے

١٥٧٤:۔اشعث سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے پیشاب کیا اور قبل وضو کے مسجد میں داخل ہوئے اور اس میں سے گذر گئے۔اس کو ضیاء مقدسی نے مختارہ میں روایت کیا ہے (کنز العمال)۔

فائدہ: یہ روایت مقصود پر اس طرح دال ہے کہ عبور موقوف ہے دخول پر پس جواز دخول اس سے ثابت ہوگیا،لیکن یاد رکھیے کہ کہ استنجاء کرنا ضروری ہے ورنہ نجاست کے ہوتے ہوئے مسجد میں داخل ہونا درست نہیں جیسا کہ ماقبل میں تنظیفِ مسجد کے باب سے معلوم ہو چکا۔

باب دخولِ مساجد کے آداب

١٥٧٥:۔حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو فرماتے اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ (یعنی اے اللہ مجھ پر رحمت کے دروازے کھول دے)اور جب اس سے باہر تشریف لاتے تو فرماتے کہ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رِزْقِكَ (یعنی اے اللہ مجھ پر اپنے رزق کے دروازے کھولدے)اس کو ضیاء مقدسی نے مختارہ میں روایت کیا ہے(کنز العمال)اور وہ کنز العمال کے اصول پر صحیح ہے۔

المقدسی فی المختارة (کنز العمال ٤:٢٦١) وهو صحيح على قاعدته۔

۱۵۷٦:۔عَنْ فَاطِمَةَ رضی الله عنها بِنْتِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ يَقُوْلُ: "بِسْمِ اللهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ"۔ فَإِذَا خَرَجَ قَالَ: "بِسْمِ اللهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ"۔ رواه عبدالرزاق فی مصنفه وابن ابی شیبة والضیاء المقدسی فی المختارة (کنز العمال٤:٢٦١) وهو صحيح على قاعدته أيضا، وحسنه السيوطی فی الجامع الصغير رمزًا (۲:۱۰۵)۔

۱۵۷۷:۔وعن ابن عمرو رضی الله عنه مرفوعًا: كَانَ إِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ قَالَ: "اَعُوْذُ بِاللهِ الْعَظِيْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ" وَقَالَ: "إِذَا قَالَ ذٰلِكَ قَالَ الشَّيْطَانُ: حَفِظَ مِنِّیْ سَائِرَ الْيَوْمِ"۔ رواه أبوداود، وحسنه السيوطی فی الجامع الصغير رمزاً (۲:۱۰۵)۔

۱۵۷۸:۔وعن أبی أسيد قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ، وَإِذَا خَرَجَ فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ۔ رواه مسلم (مشكاة ۱:۵۳)۔

۱۵۷٦:۔حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو فرماتے بِسْمِ اللهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اور جس وقت باہر تشریف لاتے تو فرماتے بِسْمِ اللهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ۔ اس کو عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے اور ضیاء مقدسی نے مختارہ میں روایت کیا ہے (کنز العمال) اور یہ بھی اس کے قاعدہ سے صحیح ہے۔ اور سیوطی نے جامع صغیر میں بذریعہ اشارہ کے اس کی تحسین کی ہے۔

۱۵۷۷:۔ابن عمرؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو اَعُوْذُ بِاللهِ الْعَظِيْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ فرماتے اور فرمایا کہ جب کوئی ایسا کہتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ یہ مجھ سے آج تمام دن کے لئے محفوظ ہو گیا۔ اس کو ابوداود نے روایت کیا ہے اور سیوطیؒ نے جامع صغیر میں اشارۃً اس کی تحسین کی ہے۔

۱۵۷۸:۔ابواسید سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے مسجد میں جائے تو یوں کہے اللهم افتح لی ابواب رحمتك اور جب اس سے باہر آئے تو یوں کہے اللهم انی اسالك من فضلك۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ (مشکوۃ)

۱۵۷۹:- عن أنس رضی الله عنه اَنَّهٗ کَانَ یَقُوْلُ: مِنَ السُّنَّةِ اِذَا دَخَلْتَ الْمَسْجِدَ اَنْ تَبْدَاَ بِرِجْلِكَ الْیُمْنٰی ، وَاِذَا خَرَجْتَ اَنْ تَبْدَاَ بِرِجْلِكَ الْیُسْرٰی- أخرجه الحاکم فی "المستدرك" قاله الحافظ فی الفتح (۱:۴۳۷) وقال : والصحیح أن قول الصحابی من السنة کذامحمول علی الرفع، وذکر البخاری تعلیقًا: کَانَ ابْنُ عُمَرَ یَبْدَأُ بِرِجْلِهِ الْیُمْنٰی ، وَاِذَا خَرَجَ بَدَاَ بِرِجْلِهِ الْیُسْرٰی اھ-

باب کراهة البزاق والمخاط فی المسجد وعن یمین المصلی وأمامه فی الصلاة مطلقا

۱۵۸۰:-عن أنس بن مالك رضی الله عنه اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ رَاٰی نُخَامَةً فِی الْقِبْلَةِ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَیْهِ حَتّٰی رُاِیَ فِیْ وَجْهِهٖ، فَقَامَ فَحَکَّهٗ بِیَدِهٖ، وَقَالَ اِنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا قَامَ فِیْ صَلَاتِهٖ فَاِنَّهٗ یُنَاجِیْ رَبَّهٗ اَوْ اَنَّ رَبَّهٗ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْقِبْلَةِ، فَلَایَبْزُقَنَّ اَحَدُکُمْ قِبَلَ قِبْلَتِهٖ ، وَلٰکِنْ عَنْ یَسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهٖ، ثُمَّ اَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهٖ فَبَصَقَ فِیْهِ ثُمَّ رَدَّبَعْضَهٗ عَلٰی بَعْضٍ، فَقَالَ: اَوْ یَفْعَلُ هٰکَذَا، رواه البخاری (۱:۱۵۸)-

---

۱۵۷۹:-انسؓ سے مروی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ یہ امر سنت ہے کہ جب تم مسجد میں داخل ہوتو اس میں پہلے اپنا دایاں پاؤں رکھواور جب اس میں سے نکلوتو پہلے بایاں پاؤں نکالو- اس کو حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے جیسا کہ حافظ نے فتح الباری میں کہا ہے اور حافظ نے یہ بھی کہا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جب صحابیؓ یہ کہتا ہے کہ فلاں بات سنت ہے تو اس سے رسول اللہ ﷺ کی سنت مراد ہوتی ہے اور بخاری نے تعلیقاً روایت کیا ہے کہ ابن عمرؓ مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے اپنا دایاں پاؤں رکھتے تھے اور جب نکلتے تو پہلے بایاں پاؤں نکالتے-

باب مسجد میں تھوک اور رینٹ ڈالنا مکروہ ہے اور نماز میں دائیں جانب یا آگے تھوکنا اور رینٹ ڈالنا مطلقاً مکروہ ہے خواہ مسجد ہو یا کوئی اور مقام

۱۵۸۰:-انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کھنکار کا بلغم مسجد میں قبلہ کی جہت میں دیکھا تو آپ ﷺ کو یہ بات سخت گراں گذری حتی کہ آپ ﷺ کے چہرہ میں اس کا اثر محسوس ہوا، اس کے بعد آپ ﷺ نے اسے اپنے ہاتھ سے صاف کیا اور فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ حق تعالیٰ سے گفتگو کرتا ہے یا یہ ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ اس کے اور قبلہ کے درمیان ہوتے ہیں- لہٰذا کسی کو نہ چاہیے کہ وہ اپنے قبلہ کی جہت میں تھوکے بلکہ بایائیں جانب تھوکے یا اپنے پاؤں کے نیچے تھوکے، یا یوں کرے کہ اپنے کپڑے کے اندر رکھ کر اسے مل دے- اس کو بخاری نے روایت کیا ہے-

۱۵۸۱:۔وفی روایة له عن أبی هریرة رضی الله عنه مرفوعًا: " فَإِنَّ عَنْ يَمِينِهِ مَلَكًا"۔

۱۵۸۲:۔وفی "فتح الباری" (۱:۲۹): وروی ابن أبی شیبة من حدیث حذیفة موقوفاً فی هذا الحدیث، قَالَ: "وَلَا عَنْ يَمِينِهِ فَإِنَّ عَنْ يَمِينِهِ كَاتِبَ الْحَسَنَاتِ"۔

۱۵۸۳:۔ وفی الطبرانی من حدیث أبی أمامة فی هذاالحدیث : " فَإِنَّهُ يَقُومُ بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ، وَمَلَكُهُ عَنْ يَمِينِهِ وَقَرِينُهُ عَنْ يَسَارِهِ"۔

۱۵۸۴:۔ عن أنس بن مالك رضی الله عنه قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : " اَلْبُزَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيئَةٌ وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا"۔ رواه البخاری (۱:۵۹)۔

۱۵۸۵:۔عن أبی سعید الخدری اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُحِبُّ الْعَرَاجِينَ وَلَا يَزَالُ فِي يَدِهِ مِنْهَا، فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَرَاٰى نُخَامَةً فِي قِبْلَةِ الْمَسْجِدِ فَحَكَّهَا، ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ مُغْضَبًا فَقَالَ: اَيَسُرُّ اَحَدَكُمْ اَنْ يُبْصَقَ فِي وَجْهِهِ؟ اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَاِنَّمَا يَسْتَقْبِلُ رَبَّهُ عَزَّوَجَلَّ، وَالْمَلَكُ عَنْ يَمِينِهِ فَلَا يَتْفُلْ عَنْ يَمِينِهِ وَلَا فِي قِبْلَتِهِ، وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهِ اَوْتَحْتَ قَدَمِهِ، فَاِنْ عَجِلَ بِهِ اَمْرٌ فَلْيَتْفُلْ هٰكَذَا، وَوَصَفَ لَنَا ابْنُ عَجْلَانَ ذٰلِكَ اَنْ يَتْفُلَ فِي

۱۵۸۱:۔اورابوہریرہؓ کی ایک مرفوع روایت میں دائیں طرف تھوکنے کی ممانعت کی یہ وجہ بیان کی گئی ہے کہ اس کے دائیں جانب فرشتہ ہوتا ہے۔

۱۵۸۲:۔اورابن ابی شیبہ کی روایت میں حذیفہؓ سے موقوفاً مروی ہے کہ اس کے دائیں جانب نیکیاں لکھنے والا فرشتہ ہوتا ہے۔

۱۵۸۳:۔اور طبرانی نے اسی روایت کوابوامامہؓ سے روایت کیا ہے مگر اس میں یوں مذکور ہے کہ وہ اللہ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اور اس کے دائیں جانب اس کا فرشتہ ہوتا ہے(یعنی نیکیاں لکھنے والا فرشتہ)اور بائیں جانب اس کا جوڑی دار(یعنی شیطان)ہوتا ہے۔

۱۵۸۴:۔انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسجد میں تھوکنا غلطی ہے اور اس کی تلافی اس کو دفن کر دینا ہے(اگر کچی زمین ہو ورنہ اسے صاف کر دینا ہے۔)اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

<u>فائدہ</u>:اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں تھوکنا مطلقاً گناہ ہے۔

۱۵۸۵:۔ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو کھجور کی شاخیں مرغوب تھیں، اس لئے وہ اکثر کھجور کی شاخ ہاتھ میں رکھتے تھے، سوایک روز آپ ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور آپ ﷺ نے قبلہ کی جانب میں کھنکار کا بلغم دیکھا، تو خفا ہو کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ کوئی اس کے سامنے تھوکے، جب کہ ایسا نہیں ہے تو تم کو نماز میں قبلہ کی جانب نہ تھوکنا چاہئے کیونکہ جب کوئی شخص نماز میں قبلہ رخ ہوتا ہے تو وہ اس وقت اپنے رب کی طرف منہ کئے ہوئے ہوتا ہے اور فرشتہ اس کے دائیں جانب ہوتا ہے لہٰذا اس کو چاہیے کہ نہ وہ اپنے دائیں جانب تھوکے نہ اپنے قبلہ کی جانب تھوکے، بلکہ اسے چاہئے کہ بائیں جانب

ثوبه ثُمَّ يَرُدَّ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ - رواه أبو داود (١٧٩:١) وسكت عنه، وفي " فتح الباري " إسناد صحيح (٤٢٩:١)-

١٥٨٦:-عن سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه مرفوعًا: قال: " مَنْ تَنَخَّمَ فِي الْمَسْجِدِ فَلْيُغَيِّبْ نُخَامَتَهٗ اَنْ تُصِيْبَ جِلْدَ مُؤْمِنٍ اَوْ ثَوْبَهٗ فَتُؤْذِيَهٗ"- رواه أحمد بإسناد حسن (" فتح الباري " ٤٢٨:١)-

باب كراهة حديث الدنيا في المسجد إذا جلس له فيه

١٥٨٧:-عن أنس رضي الله عنه قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "يَاْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَتَحَلَّقُوْنَ فِيْ مَسَاجِدِهِمْ وَلَيْسَ هِمَّتُهُمْ اِلَّا الدُّنْيَا لَيْسَ لِلّٰهِ فِيْهِمْ حَاجَةٌ فَلَاتُجَالِسُوْهُمْ " : رواه

تھوکے یا پاؤں کے نیچے تھوکے اور اگر زیادہ جلدی ہو تو یوں کرلے۔ اور ابن عجلان راوی نے اس اشارہ کی یوں توضیح کی ہے کہ اپنے کپڑے میں تھوک کر اسے مل دیا۔ اس کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر کلام نہیں کیا۔ اور فتح الباری میں ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔

۱۵۸۶:۔ سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ جو شخص مسجد میں کھنکار ڈالے تو اس کو چاہیے کہ اپنی کھنکار کو مٹی سے چھپادے مبادا کسی مسلمان کے جسم یا کپڑے کو لگے اسے تکلیف دے۔ اس کو احمد نے بسندِ حسن روایت کیا ہے (فتح الباری)۔

فائدہ: احادیث باب سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت کے وقت نماز میں تھوک ڈالنے کی گنجائش ہے۔ لیکن اس کے بعد چاہئے کہ اسے دفن کردے یا صاف کردے تاکہ دوسرے مسلمانوں کو تکلیف نہ ہو۔ نیز ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں تھوکنے کی ممانعت اس لئے نہیں ہے کہ پاخانہ پیشاب کی طرح خود تھوک مسجد کی شان کے خلاف ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اس کو دفن کرنے کا حکم نہ ہوتا کیونکہ دفن کرنے سے مسجد کا تلوث دفع نہیں ہوتا کیونکہ مسجد تحت الثریٰ تک مسجد ہے بلکہ اس سے صرف مسلمانوں کی تکلیف دفع ہوتی ہے اور اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ بوریئے پر تھوکنا بہ نسبت بوریئے کے نیچے تھوکنے کے زیادہ برا ہے نہ کہ اس کا عکس جیسا کہ متاخرین فقہاء کا خیال ہے۔ فلیتنبہ لہ اور بائیں جانب تھوکنے کی اجازت اس صورت میں ہے کہ جب بائیں جانب کوئی نہ ہو اور اگر بائیں جانب بھی کوئی ہو تو اپنے کپڑے میں لیکر مل دینا ہی بہتر ہے۔ اور تھوکنے کی اباحت عذر کی بنا پر ہے ورنہ بغیر عذر کے مسجد میں تھوکنا مطلقاً مکروہ ہے جیسا کہ حدیث میں اسے خطیئہ کہا گیا ہے۔

باب مسجد میں دنیا کی باتوں کے لئے جمع ہونا مکروہ ہے

۱۵۸۷:۔ انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں پر ایسا وقت آنے والا ہے کہ وہ مسجدوں میں جمگھٹے کریں گے اور ان کا مقصود دنیا کے سوا کچھ نہ ہوگا خدا کو ایسے لوگوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے، سو تم ان کے ساتھ نہ بیٹھنا۔ اس کو حاکم نے روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے (خصائص کبریٰ)۔

الحاکم وصححہ۔ (الخصائص الکبری ٢:١٥٦)۔

١٥٨٨:۔ عن عبداللہ ــــ یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ ــــ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ "سَیَکُوْنُ فِیْ آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ یَکُوْنُ حَدِیْثُھُمْ فِیْ مَسَاجِدِھِمْ لَیْسَ لِلّٰہِ فِیْھِمْ حَاجَةٌ"۔ رواہ ابن حبان فی صحیحہ (الترغیب ١:٥٤)

باب کراھة دخول من أكل الثوم والبصل و كل ماله رائحة كريهة فى المسجد إلا بعد إزالة الرائحة و كراهة إخراج الريح فيه أيضًا

١٥٨٩:۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ ﷺ قَالَ: "مَنْ اَکَلَ مِنْ ھٰذِہِ الْبَقْلَةِ فَلَا یَقْرُبَنَّ مَسْجِدَنَا حَتّٰی یَذْھَبَ رِیْحُھَا" ــ یَعْنِیْ الثُّوْمَ ــ رواہ مسلم (١:٢٠٩)۔

١٥٩٠:۔ عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ ﷺ قَالَ: "مَنْ اَکَلَ ثُوْمًا اَوْ بَصَلًا فَلْیَعْتَزِلْنَا، اَوْ لِیَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا، وَلْیَقْعُدْ فِیْ بَیْتِہٖ"، وَاَنَّہٗ اُتِیَ بِقِدْرٍ فِیْہِ خَضِرَوَاتٌ مِنْ بُقُوْلٍ فَوَجَدَ لَہٗ رِیْحًا، فَسَاَلَ فَاُخْبِرَ بِمَا فِیْھَا مِنَ الْبُقُوْلِ فَقَالَ: قَرِّبُوْھَا اِلٰی بَعْضِ اَصْحَابِہٖ فَلَمَّا رَآہُ

١٥٨٨:۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بعد کے زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے کہ ان کی گفتگوئیں مسجدوں میں ہوں گی، خدا کو ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے (ترغیب)

فائدہ: ان احادیث سے مفہوم ہوتا ہے کہ قصداً دنیاوی گفتگو کے لئے مساجد میں اکٹھا ہونا جیسا کہ آج کل سیاسی لوگوں نے طریق اختیار کر رکھا ہے کہ مساجد کو اپنی سیاسیات کا اکھاڑا بنا رکھا ہے، سخت ممنوع ہے۔ اور اسی طرح ان احادیث سے مفہوم ہوتا ہے کہ مساجد میں بلاضرورت اور خواہ مخواہ دنیاوی باتیں کرنا بھی ممنوع ہے گو مسجد میں اس قصد سے نہ آیا ہو۔

باب مسجد میں لہسن یا پیاز یا اور کوئی بدبودار چیز کھا کر یا اس کا استعمال کر کے قبل اس کی بو کے زائل کرنے کے مسجد میں آنا اور اس میں ریح خارج کرنا مکروہ ہے

١٥٨٩:۔ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص یہ سبزی یعنی لہسن کھائے وہ ہماری مسجد کے پاس نہ پھٹکے تاوقتیکہ اس کی بو زائل نہ ہو جائے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

١٥٩٠:۔ اور جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص لہسن یا پیاز کھائے وہ ہم سے یا ہماری مسجد سے علیحدہ رہے اور اپنے گھر میں بیٹھا رہے اور آپ ﷺ کے پاس ایک ہانڈی لائی گئی جس میں مختلف سبزیاں تھیں، آپ ﷺ نے اس میں ایک خاص قسم کی بو محسوس کی تو آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ اس میں کیا کیا سبزیاں ہیں، اس لانے والے نے جو سبزیاں اس میں تھیں بیان کر دیں۔ آپ

كره أكلها قال: "كُلْ فَإِنِّي أُنَاجِي مَنْ لاتُنَاجِي"- رواه مسلم (۱: ۲۰۹)-

۱۵۹۱- عن جابر رضی الله عنه قال: نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنْ أَكْلِ الْبَصَلِ وَالْكُرَّاثِ فَغَلَبَتْنَا الْحَاجَةُ فَأَكَلْنَا مِنْهَا ، فقال: " مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ الْمُنْتِنَةِ فَلا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا، فَإِنَّ الْمَلائِكَةَ تَأَذّٰى مِمَّا يَتَأَذّٰى مِنْهُ الْإِنْسُ "- رواه مسلم (۱: ۲۰۹) وفی روایة له عن جابر بن عبدالله رضی الله عنه عن النبی ﷺ قَالَ :"مَنْ أَكَلَ مِنْ هٰذِهِ الْبَقْلَةِ الثُّوْمِ، وَقَالَ مَرَّةً: مَنْ أَكَلَ الْبَصَلَ وَالثُّوْمَ وَالْكُرَّاثَ فَلا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا، فَإِنَّ الْمَلائِكَةَ تَتَأَذّٰى مِمَّا يَتَأَذّٰى مِنْهُ بَنُوْآدَمَ-

۱۵۹۲- عَنْ أَنَسٍ رضی الله عنه قال: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : " إِيَّاكُمْ وَهَاتَيْنِ الْبَقْلَتَيْنِ الْمُنْتِنَتَيْنِ أَنْ تَأْكُلُوْهُمَا وَتَدْخُلُوْنَ مَسَاجِدَنَا، فَإِنْ كُنْتُمْ لَابُدَّ آكِلُوْهُمَا فَاقْتُلُوْهُمَا بِالنَّارِ قَتْلاً"- رواه الطبرانی فی "الأوسط" ورجاله موثقون ، (مجمع الزوائد ۱: ۱۴۹)-

۱۵۹۳- عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : " إِنَّ الْمَلائِكَةَ تُصَلِّيْ عَلٰى

ﷺ نے فرمایا کہ فلاں شخص کو دے دو، وہ کھائے گا، جب اس نے دیکھا تو اس نے بھی اس کے کھانے کو پسند نہ کیا تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کھالو تمہارے لئے مضائقہ نہیں۔ کیونکہ تمہیں اس سے گفتگو کا اتفاق نہیں ہوتا جس سے مجھے ہوتا ہے (یعنی جبریل علیہ السلام سے) اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۱۵۹۱۔ نیز جابرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے پیاز اور گندنے کے کھانے سے منع فرمایا، سو ہم بعض وجوہ سے ان کے کھانے کے لئے مجبور ہوئے، اس لئے ہم نے انہیں کھایا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو یہ بدبودار سبزی کھائے اس کو چاہیے کہ ہماری مسجد کے پاس نہ پھٹکے کیونکہ جس چیز سے آدمیوں کو تکلیف ہوتی ہے اس سے فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے اور مسلم کی ایک اور روایت میں جابرؓ سے یوں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو اس سبزی یعنی لہسن کو کھائے اور کبھی کہا کہ جو کوئی پیاز اور لہسن اور گندنا کھائے وہ ہماری مسجد کے پاس نہ بھٹکے کیونکہ جن چیزوں سے آدمیوں کو تکلیف ہوتی ہے ان سے فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔

۱۵۹۲۔ انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم ان بدبودار سبزیوں (یعنی لہسن اور پیاز) کے کھانے سے محترز رہو بحالیکہ تم ہماری مسجد میں آتے ہو اب اگر تمہیں انہیں کھانا ہی ہو تو ان کو پکا کر ان کی بو کو مار دیا کرو۔ اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی توثیق کردہ شدہ ہیں (مجمع الزوائد)۔

۱۵۹۳۔ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فرشتے اس وقت تک آدمی کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں جب تک

أَحَدِكُمْ مَادَامَ فِيْ مُصَلَّاهُ الَّذِيْ صَلّٰى فِيْهِ مَالَمْ يُحْدِثْ ، تَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ"۔ رواه البخاری (۱:۱٦۳) ورواه الترمذی (۱:٤٤) وقال : حسن صحیح بلفظ: " لا يَزَالُ أَحَدُكُمْ فِيْ صَلَاةٍ مَادَامَ يَنْتَظِرُهَا۔ وَلا تَزَالُ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّيْ عَلٰى أَحَدِكُمْ مَادَامَ فِي الْمَسْجِدِ ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ مَالَمْ يُحْدِثْ "

باب جواز قص الرؤیا وسماعها فی المسجدوجواز الکلام المباح والضحک فیه إذا لم یدخل فیه لأجله بل للعبادة

۱۵۹٤:۔عن سمرة بن جندب رضی الله عنه قال: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ : اِذَا صَلّٰى بِنَا الصُّبْحَ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ بِوَجْهِهٖ، وَقَالَ :" هَلْ رَاٰى أَحَدٌ مِّنْكُمْ رُؤْيَا اللَّيْلَةَ ؟ "۔ رواه الترمذی (۲: ۵۳) وقال: حسن صحیح۔

۱۵۹۵:۔عن جابر بن سمرة رضی الله عنه قال : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَايَقُوْمُ مِنْ مُصَلَّاهُ الَّذِيْ

کہ وہ نماز پڑھ کر اپنی نماز کی جگہ بیٹھا رہے تاوقتیکہ اس کا وضو نہ ٹوٹے یعنی وہ یوں کہتے رہتے ہیں کہ اے اللہ! اسے بخش دے، اے اللہ! اس پر رحم فرما۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس کو بدیں مضمون روایت کیا ہے کہ آدمی اس وقت تک نماز ہی میں رہتا ہے جب تک کہ وہ نماز کا منتظر رہے، اور فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں جب تک کہ وہ مسجد میں رہے اور یوں کہتے رہتے ہیں کہ اے اللہ! اسے بخش دے اور اے اللہ! اس پر رحم فرما۔ اور ترمذیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں ہوا نکالنا انتہائی برا ہے کہ وہ ملائکہ کی دعا سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ نیز یہ پیاز ولہسن وغیرہ کھا کر مسجد میں داخل ہونے کی کراہت ہر مسجد کے بارے میں ہے، صرف مسجد نبویؐ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔

باب مسجد میں خواب بیان کرنا اور اس میں اس کا سننا اور اس میں مباح کلام کرنا اور اس میں ہنسنا جب کہ اس میں صرف انہی باتوں کے لئے نہ گیا ہو بلکہ اصل مقصود عبادت ہو اور یہ امور تابع ہوں اور فضول اور لایعنی نہ ہوں، جائز ہے

۱۵۹٤:۔ سمرة بن جندبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب صبح کی نماز پڑھا چکتے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے کہ کسی نے آج شب کوئی خواب دیکھا ہے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے حسن صحیح کہا ہے۔

فائدہ: لیکن مؤمن کا خواب خصوصاً صحابہؓ کا خواب اجزاء نبوت میں سے ہے لہٰذا یہ آخرت سے ہی متعلق ہوتا ہوگا۔

۱۵۹۵:۔ اور جابر بن سمرةؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جس جگہ نماز پڑھتے تھے وہاں سے طلوع آفتاب تک نہ اٹھتے تھے

يُصَلِّيْ فِيْهِ الصُّبْحَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، فَإِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ قَامَ وَكَانُوا يَتَحَدَّثُوْنَ فَيَأْخُذُوْنَ فِيْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ فَيَضْحَكُوْنَ وَيَتَبَسَّمُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ - رواه مسلم (مشكاة ٣٤٧)-

١٥٩٦- وفی الشمائل للترمذی (١٧) : بسند صحيح على شرط مسلم عن جابر هذا قَالَ: جَالَسْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ مَرَّةٍ، وَكَانَ أَصْحَابُهُ يَتَنَاشَدُوْنَ الشِّعْرَ وَيَتَذَاكَرُوْنَ أَشْيَاءَ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ وَهُوَ سَاكِتٌ، وَرُبَّمَا تَبَسَّمَ مَعَهُمْ-

باب جواز نثر المال وتقسيمه فی المسجد وجواز إنزال الكافر وربطه فيه

١٥٩٧- قال إبراهيم — يعنی ابن طهمان — عن عبدالعزيز بن صهيب عن أنس رضی الله عنه قَالَ: أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ فَقَالَ: اُنْثُرُوْهُ فِي الْمَسْجِدِ، وَكَانَ أَكْثَرَ مَالٍ أُتِيَ بِهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ، فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِلَى الصَّلَاةِ وَلَمْ يَلْتَفِتْ إِلَيْهِ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ جَاءَ فَجَلَسَ إِلَيْهِ فَمَا كَانَ يَرَى أَحَدًا إِلَّا أَعْطَاهُ الحديث ، رواه البخاری (١: ٦٠)-

---

پھر جس وقت کہ آفتاب طلوع ہو جاتا اس وقت اٹھتے اور لوگ آپس میں گفتگو کرتے ہوتے تھے اور جاہلیت کے واقعات بیان کر کے ہنستے تھے اور رسول اللہ ﷺ تبسم فرماتے ہوتے تھے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

<u>فائدہ</u>: یہ امور بطور خوش گپیوں کے نہ ہوتے تھے بلکہ ان کا کوئی مقصد صحیح ہوتا ہوگا۔

۱۵۹۶:۔ انہی جابرؓ سے مروی ہے کہ مجھے سو مرتبہ سے زیادہ ایسی حالت میں جناب رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں حاضری کا اتفاق ہوا کہ آپ ﷺ کے اصحاب شعر پڑھتے اور جاہلیت کے واقعات بیان کرتے تھے، اور رسول اللہ ﷺ خاموش سنتے ہوتے تھے، اور کبھی کبھی تبسم بھی فرماتے تھے۔

<u>فائدہ</u>: اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ یہ غرض صحیح کے لئے ہوتا تھا اور محض خوش گپیاں نہ ہوتی تھیں۔

باب مسجد میں مال کا ڈالنا اور اس کا اس میں تقسیم کرنا اور اس میں کافر کو ٹھہرانا اور اس کو باندھنا جائز ہے

۱۵۹۷:۔ انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بحرین کا مال آیا تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اسے مسجد میں ڈال دو اور یہ ان تمام مالوں سے زیادہ تھا جو اب تک آپ ﷺ کے پاس آئے تھے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نماز کے لئے تشریف لائے اور مال کی طرف التفات نہ فرمایا، جب نماز سے فارغ ہوئے تو اس کے پاس تشریف لائے اور وہاں آ کر بیٹھ گئے اور جس کسی کو آپ دیکھتے تھے اس میں سے آپ ﷺ اسے دیتے تھے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

١٥٩٨- ثنا وكيع قال: ثنا سفيان — هو الثوري — عن يونس عن الحسن أَنَّ وَفْدَ ثَقِيْفٍ قَدِمُوْا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ فِيْ الْمَسْجِدِ فِيْ قُبَّةٍ لَهُ فَقِيْلَ لَهُ يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّهُمْ مُشْرِكُوْنَ، فَقَالَ: إِنَّ الْأَرْضَ لا يُنَجِّسُهَا شَيْءٌ- رواه أبو بكر بن أبي شيبة في مصنفه (٢-٥٥٩)- قلت: رجاله رجال الجماعة وهو مرسل-

١٥٩٩- عن الحسن عن عثمان بن أبي العاص رضي الله عنه: أَنَّ وَفْدَ ثَقِيْفٍ لَمَّا قَدِمُوْا عَلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ أَنْزَلَهُمُ الْمَسْجِدَ لِيَكُوْنَ أَرَقَّ لِقُلُوْبِهِمْ، الحديث رواه أبو داود وسكت عنه- وقال المنذري: وقد قيل: إن الحسن البصري لم يسمع من عثمان بن أبي العاص ("عون المعبود" ٣:١٣٦)- قلت: قال البزار: روى عن عثمان بن أبي العاص وسمع منه (زيلعي ١:١٤٧)-

١٦٠٠- عن أبي هريرة في قصة ثمامة بن أثال: فَرَبَطُوْهُ بِسَارِيَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ، وَأَنَّهُ ﷺ مَرَّ عَلَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَهُوَ مَرْبُوْطٌ فِيْ الْمَسْجِدِ، وَأَمَرَ بِإِطْلَاقِهِ فِيْ الْيَوْمِ الثَّالِثِ- أخرجه البخاري في المغازي مطولا، وكذا أخرجه مسلم، وصرح ابن إسحاق في المغازي من

فائدہ: لیکن مسجد میں مال رکھنا اس صورت میں درست ہے کہ جب یہ مال رکھنا نماز وعبادت سے مانع نہ ہو۔ اسی طرح ہر وہ چیز جس سے عام مسلمانوں کو نفع ہو، کا بھی یہی حکم ہے مثلاً پینے کے لئے پانی کا رکھنا۔

۱۵۹۸:۔ حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں قبیلہ ثقیف کا وفد حاضر ہوا۔ اس وقت آپ ﷺ مسجد میں اپنے قبہ میں تشریف فرما تھے (تو آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ ان کو مسجد میں ٹھہرادو) لوگوں نے عرض کیا کہ یہ تو مشرک (اور گندے) لوگ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ زمین ان کی گندگیوں سے ناپاک نہ ہوگی۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں روایت کیا ہے۔ اور اس کے راوی جماعت کے راوی ہیں مگر وہ مرسل ہے۔ (اور ہمارے ہاں خیر القرون میں ارسال معتر نہیں)

۱۵۹۹:۔ حسن بصریؒ، عثمان بن ابی العاصؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جس وقت وفد ثقیف آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اسے مسجد میں ٹھہرایا تا کہ مسلمانوں کی عبادت کو دیکھ کر ان کے دل نرم ہوں۔ الحدیث۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر کلام نہیں کیا اور عون المعبود میں ہے کہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ حسنؒ کو عثمانؓ سے سماع حاصل نہیں ہے لیکن زیلعی میں ہے کہ بزار نے کہا ہے حسن کو عثمانؓ سے سماع حاصل ہے۔

۱۶۰۰:۔ ابو ہریرہؓ سے ثمامہ بن اثال کے قصہ میں مروی ہے کہ لوگوں نے اسے مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا اور رسول اللہ ﷺ تین دن میں تین مرتبہ اس کے پاس ایسی حالت میں تشریف لائے کہ وہ ستون سے بندھا ہوا تھا (اور آپ ﷺ نے اس پر نکیر نہ فرمائی) اور تیسرے دن اس کے کھول دینے کا حکم دیا۔ اس کو بخاری نے کتاب المغازی میں مفصل اور مسلم نے روایت کیا ہے اور ابن اسحٰق نے

هذا الوجه أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ هُوَ الَّذِيْ أَمَرَهُمْ بِرَبْطِهِ۔ كذا في "فتح الباري" (١:٤٦٢)۔

١٦٠١ـ عن عطية بن سفيان بن عبدالله قَالَ: قَدِمَ وَفْدُ ثَقِيْفٍ عَلى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِيْ رَمَضَانَ، فَضَرَبَ لَهُمْ قُبَّةً فِي الْمَسْجِدِ، فَلَمَّا أَسْلَمُوْا صَامُوْا مَعَهُ ـ رواه الطبراني في الكبير، وفيه محمد بن إسحاق وهو مدلس وقد عنعنه، ("مجمع الزوائد" ١:١٥٣) ـ قلت: قد مر في هذا الكتاب ما يتعلق بابن إسحاق، وقد تأيد حديثه هذا بالأحاديث المذكورة قبله۔

١٦٠٢ـ عن ابن عباس رضي الله عنه قَالَ: بَعَثَتْ بَنُوْ سَعْدِ بْنِ بَكْرٍ ضِمَامَ بْنَ ثَعْلَبَةَ إِلى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَقَدِمَ عَلَيْهِ فَأَنَاخَ بَعِيْرَهُ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ، ثُمَّ عَقَلَهُ ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ، الحديث رواه أبوداود (١:١٨٢) وسكت عنه۔

باب لا يحل للجنب والحائض والنفساء دخول المسجد

١٦٠٣ـ عن عائشة رضي الله عنها تَقُوْلُ: جَاءَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَوُجُوْهُ بُيُوْتِ أَصْحَابِهِ شَارِعَةٌ فِي الْمَسْجِدِ، فَقَالَ: "وَجِّهُوْا هٰذِهِ الْبُيُوْتَ عَنِ الْمَسْجِدِ"، ثُمَّ دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ وَلَمْ يَصْنَعِ

مغازی میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ خود آنحضرت ﷺ نے اسے (ستونِ مسجد سے) باندھنے کا حکم دیا تھا (فتح الباری)

١٦٠١:۔ عطیہ بن سفیان بن عبداللہ سے روایت ہے کہ جس وقت وفدِ ثقیف رمضان میں جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے ان کے لئے مسجد میں قبہ قائم کرنے کا حکم دیا پس جب کہ وہ اسلام لے آئے تو انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ روزے رکھے۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے، اور اس کی سند میں محمد بن اسحٰق واقع ہے جو کہ مدلس ہے اور اس نے اس میں عنعنہ کیا ہے (مجمع الزوائد)۔ مؤلف کہتے ہیں کہ اس کتاب میں محمد بن اسحٰق کے متعلق بحث گذر چکی ہے، معہذا احادیث مذکورہ بالا سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔

١٦٠٢:۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ بنی سعد بن بکر نے ضمام بن ثعلبہ کو (بحالتِ کفر) جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا تو اس نے اپنے اونٹ کو مسجد کے دروازہ پر بٹھایا اور اس کا پاؤں باندھ دیا اور خود مسجد میں چلا گیا۔ الحدیث۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس سے سکوت کیا ہے، (لہٰذا یہ حدیث صحیح یا حسن ہے)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مشرکین اور کفار مسجد میں داخل ہو سکتے ہیں۔ اور آیت انما المشركون نجس فلا يقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا ان کے لئے مسجد میں داخل ہونے سے مانع نہیں کیونکہ اس آیت میں وہ دخول ممنوع ہے جو علی وجہ الاستیلاء ہو۔ اور یہی حکم تمام مساجد کا ہے، بعضوں کا مسجد مسجد میں فرق کرنا اس مسئلہ کے اندر فقہی ذوق کے خلاف ہے۔

باب جنبی، حائضہ اور نفساء کے لئے مسجد میں جانا جائز نہیں

١٦٠٣:۔ عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں ایسی حالت میں تشریف لائے کہ صحابہؓ کے مکانات کے دروازے مسجد میں

الْقَوْمُ شَيْئًا رَجَاءَ اَنْ يَنْزِلَ فِيهِمْ رُخْصَةٌ، فَخَرَجَ اِلَيْهِمْ بَعْدُ، فَقَالَ: " وَجِّهُوْا هٰذِهِ الْبُيُوْتَ عَنِ الْمَسْجِدِ، فَاِنِّيْ لَا اُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَلَا جُنُبٍ "۔ رواه أبو داود (١:٩٣) وسكت عنه، وحسنه ابن القطان، وأجاب عن كلام بعضهم فيه كما هو مفصل في " الزيلعي "(١:١٠١)

باب جواز بناء المسجد في مكان البيعة ومحل الطواغيت بعد كسرها وفي مقابر المشركين بعد نبشها

١٦٠٤: عن قيس بن طلق عن أبيه طلق بن علي رضي الله عنه قال: خَرَجْنَا وَفْدًا اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَبَايَعْنَاهُ وَصَلَّيْنَا مَعَهُ، وَاَخْبَرْنَاهُ اَنَّ بِاَرْضِنَا بِيْعَةً (بكسر الباء معبد النصارى واليهود) لَنَا، فَاسْتَوْهَبْنَاهُ مِنْ فَضْلِ طَهُوْرِهٖ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَتَوَضَّاَ وَتَمَضْمَضَ، ثُمَّ صَبَّهُ فِيْ اِدَاوَةٍ وَاَمَرَنَا، فَقَالَ: اُخْرُجُوْا، فَاِذَا اَتَيْتُمْ اَرْضَكُمْ فَاكْسِرُوْا بِيْعَتَكُمْ وَانْضَحُوْا مَكَانَهَا بِهٰذَا الْمَاءِ وَاتَّخِذُوْهَا مَسْجِدًا۔ قُلْنَا: اِنَّ الْبَلَدَ بَعِيْدٌ۔ الحديث، رواه الإمام النسائي وسكت عنه (١:١٠٤) وفي " نيل الأوطار " (٢:٣٢): وأما من دون قيس بن طلق فهم ثقات۔ اھ۔

تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان مکانات کے رخ مسجد سے پھیر دو۔ آپ ﷺ پھر تشریف لائے لیکن لوگوں نے اس خیال سے کہ شاید یہ حکم منسوخ ہو جائے اس پر (فوراً) عمل درآمد نہ کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ پھر مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا کہ ان مکانات کے رخ بدل دو کیونکہ میں مسجد کو حائضہ عورت اور جنبی کے لئے حلال نہیں کرتا۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس سے سکوت کیا ہے (لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے) اور ابن القطان نے اسے حسن کہا ہے اور ان اعتراضات کا جواب دیا ہے جو بعض لوگوں نے اس روایت پر کئے ہیں۔ چنانچہ یہ امور زیلعی میں مفصلاً مذکور ہیں۔

فائدہ: سعید بن منصورؒ کی وہ حدیث، جو انہوں نے عطاء بن یسار سے روایت کی ہے کہ میں نے اصحاب رسول ﷺ کو جنبی ہونے کی حالت میں نماز کا وضو کر کے مسجد میں بیٹھے ہوئے دیکھا ہے، کا جواب ہے کہ یہ موقوف، مرفوع حدیث کے معارض نہیں بن سکتی اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایسے صحابہ نے ممانعت کے حکم کو اپنے فہم کے مطابق کراہت تنزیہی پر محمول کیا ہو۔

باب گرجا اور مندروں کی جگہ اور مشرکین کے قبرستان میں ان کی قبروں کو کھودنے کے بعد مسجد بنانا جائز ہے

١٦٠٤: طلق بن علیؓ سے مروی ہے کہ ہم بحیثیت وفد کے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے آپ سے بیعتِ اسلام کی اور ہم نے آپ ﷺ کو اطلاع دی کہ ہمارے وطن میں ہمارا ایک گرجا ہے اور ہم نے آپ ﷺ سے آپ ﷺ کے وضو کا بچا ہوا پانی مانگا تو آپ ﷺ نے پانی منگایا اور آپ ﷺ نے اس سے وضو کیا اور کلی کی پھر آپ ﷺ نے اسے ایک برتن میں ڈالا اور ہم سے کہا کہ اسے لے جاؤ، جب تم اپنے وطن پہنچو تو گرجا توڑ دینا اور وہاں یہ پانی چھڑک دینا اور اسے مسجد بنا لینا، ہم نے عرض کیا کہ ہمارا وطن دور

قلت: قيس مختلف فيه ، وقال ابن القطان : يقتضي أن يكون خبره حسنا لا صحيحا، كما في ميزان الاعتدال (١: ٣٥٠) وفي التقريب (ص ـ١٧٤): صدوق - قلت: فالحديث إسناده حسن عند ابن القطان ، وصحيح عند النسائي۔

١٦٠٥ـ عن عثمان بن أبي العاص رضي الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَمَرَهُ أَنْ يَجْعَلَ مَسْجِدَ الطَّائِفِ حَيْثُ كَانَ طَوَاغِيتُهُمْ - رواه أبو داود وابن ماجة ورجال إسناده ثقات، (نيل الأوطار٢: ٣١) قلت: هذا لفظ أبي داود وقد سكت عنه هو والمنذري، فهو حجة عندهما أيضًا۔

١٦٠٦ـ عن أنس رضي الله عنه في حديث طويل: فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِقُبُورِ الْمُشْرِكِينَ فَنُبِشَتْ ، ثُمَّ بِالْخَرِبِ فَسُوِّيَتْ ، وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ، فَصَفُّوا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ - رواه البخاري (١: ٦١)۔

ہے الخ۔ اس کو نسائی نے روایت کیا ہے اور اس سے سکوت کیا ہے، گویا نسائی کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔ اور ابن القطان نے کہا ہے کہ اس خبر کو صحیح نہ ہونا چاہیے بلکہ حسن ہونا چاہیئے کیونکہ اس کی سند میں قیس بن طلق واقع ہے۔ الغرض ابن القطان کے ہاں یہ حدیث حسن اور نسائی کے ہاں صحیح ہے۔

فائدہ: کفار کے عبادت خانے ان علاقوں میں گرائے جائیں گے جو علاقے غلبہ سے فتح کئے گئے ہیں۔ اور اگر علاقے صلح سے فتح کئے گئے ہیں اور ان کے عبادت خانوں کے توڑنے کی شرط بھی منظور کرائی گئی ہے تو بھی ان کے عبادت خانے توڑے جائیں اسی میں شوکتِ اسلام ہے اور اگر ان کے عبادت خانوں کو توڑنے کی شرط منظور نہ کرائی گئی ہو تو نہ توڑے جائیں۔

١٦٠٥:۔ عثمان بن ابی العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ وہ طائف کی مسجد اس جگہ بنائیں جہاں ان کے بت تھے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر اس نے اور منذری نے سکوت کیا ہے، لہٰذا وہ ان کے نزدیک حجت ہے۔ اور نیل الاوطار میں ہے کہ ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند کے راوی ثقات ہیں۔

١٦٠٦:۔ انسؓ سے ایک طویل حدیث کے ضمن میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی مسجد کے بنانے کے وقت مشرکین کی قبروں کے اکھاڑنے کا حکم دیا لہٰذا وہ اکھاڑی گئیں، اس کے بعد گڑھوں کے پر کرنے کا حکم دیا اور وہ ہموار کئے گئے، اس کے بعد کھجوروں کے درختوں کے کاٹنے کا حکم دیا اور وہ کاٹے گئے اور وہاں مسجد نبوی بنائی گئی۔ اور کھجوروں کے تنوں کو مسجد کے قبلہ میں برابر برابر کھڑا کیا گیا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

باب أی المساجد أفضل؟

١٦٠٧:۔ عن ابن عمر رضی الله عنه مرفوعًا: لِيُصَلِّ الرَّجُلُ فِیْ الْمَسْجِدِ الَّذِیْ يَلِيْهِ وَلَا يَتَّبِعُ الْمَسَاجِدَ۔ رواه الطبرانی فی الکبیر بإسناد حسن کذافی العزیزی (٣:٢٢٩) وحسنه بالرمز فی الجامع الصغیر (٢:١١٨) أیضًا۔

١٦٠٨:۔عن حذیفة بن الیمان رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: "فَضْلُ الدَّارِ الْقَرِيْبَةِ مِنَ الْمَسْجِدِ عَلَى الدَّارِ الشَّاسِعَةِ کَفَضْلِ الْغَازِیْ عَلَى الْقَاعِدِ"۔ رواه أحمد وفیه ابن لهیعة وفیه کلام (مجمع الزوائد ١:١٤٨)۔ قلت : قد مرأنه حسن الحدیث ، وقد قال العزیزی : إسناده حسن (٣:١٩)۔

١٦٠٩:۔ عن عبدالله بن الزبیر رضی الله عنه عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ : " صَلَاةٌ فِیْ مَسْجِدِیْ

باب کونسی مسجد افضل ہے

١٦٠٧:۔ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ اپنے قریب کی مسجد میں نماز پڑھے اور دوسری مسجدوں کو نہ ڈھونڈتا پھرے (کیونکہ اس کی نماز کے لئے قریب کی مسجد افضل ہے)۔اس کو طبرانی نے کبیر میں بسند حسن روایت کیا ہے (عزیزی) اور جامع صغیر میں اس کو اشارہ سے حسن کہا ہے۔

١٦٠٨:۔اور حذیفہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ مسجد کے قریب والے گھر کو اس سے دور والے گھر پر ایسی فضیلت ہے، جیسے غازی کو ترکِ جہاد کر کے گھر میں بیٹھے رہنے والے پر۔ اس کو احمد نے روایت کیا ہے۔ اور مجمع الزوائد میں ہے کہ اس کی سند میں ابن لھیعہ ہے اور اس میں کلام ہے۔ لیکن مؤلف کہتا ہے کہ گذشتہ مباحث میں گذر چکا ہے کہ ابن لھیعہ حسن الحدیث ہے اور عزیزی نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔

<u>فائدہ:</u> چونکہ مکان قریب کو یہ فضیلت بوجہ قربِ مسجد کے حاصل ہوئی ہے اس لئے اس سے مسجد قریب کی فضیلت ثابت ہوئی۔ اور ابو داؤد میں مذکور حدیث "الابعد فالابعد من المسجد اعظم اجراً" (کہ دور کی مسجد میں نماز پڑھے کا ثواب زیادہ ہے) کا مطلب یہ ہے کہ اگر قریب میں کوئی مسجد نہ ہو تو پھر گھر میں نماز نہ پڑھے بلکہ دور کی مسجد میں ہی چلا جائے اور اس تکلیف پر اسے زیادہ ثواب ہوگا یعنی یہ مطلب نہیں کہ قریب کی مسجد کو چھوڑ کر دور کی مسجد میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ ہاں اگر قریب کی مسجد میں امام بدعتی ہے یا اور کوئی عذر شرعی ہے تو پھر دور کی مسجد میں جانا بہتر ہے۔

١٦٠٩:۔عبداللہ بن زبیرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری اس مسجد میں ایک نماز علاوہ مسجدِ حرام کے دوسری مسجدوں میں ہزار نمازوں سے بڑھ کر ہے۔ اور مسجد حرام میں ایک نماز میری اس مسجد میں نماز سے سو گنا بڑھ کر ہے۔ اس کو نسائی نے اپنی سنن میں

هذَا أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلاةٍ فِيْ مَاسِوَاهُ اِلاَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ ، وَصَلاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَفْضَلُ مِنْ صَلاةٍ فِيْ مَسْجِدِيْ هذَا بِمِائَةِ صَلاةٍ - رواه النسائي في سننه، وأحمد في مسنده بإسناد صحيح ، كذافي زاد المعاد (۱:۹) - وصححه ابن حبان ، قال ابن عبدالبر: اختلف على ابن الزبير في رفعه ووقفه، ومن رفعه أحفظ وأثبت ، ومثله لا يقال بالرأى كذافى "فتح البارى" (۳:۵٤) وقال الذهبى: إسناده صالح كذا فى المرقاة (۱:٤٤٥)- وفى "الترغيب" (۱:۲۰۵) بعد عزوه إلى البزار بمعناه: إسناده صحيح-

۱٦۱۰- عن أبى الدرداء رضى الله عنه رفعه: اَلصَّلاةُ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ بِمِائَةِ أَلْفِ صَلاةٍ، وَالصَّلاةُ فِيْ مَسْجِدِيْ بِأَلْفِ صَلاةٍ، وَالصَّلاةُ فِيْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ بِخَمْسِمِائَةِ صَلاةٍ- رواه البزار والطبرانى ، قال البزار: إسناده حسن (فتح البارى ۳:۵۵)

۱٦۱۱- عن جابر رضى الله عنه مرفوعا "صَلاةٌ فِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ مِائَةُ أَلْفِ صَلاةٍ ، وَصَلاةٌ فِيْ مَسْجِدِيْ أَلْفُ صَلاةٍ، وَفِيْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ خَمْسُمِائَةِ صَلاةٍ" رواه البيهقى فى شعب الإيمان ، قال الشيخ: حديث حسن (العزيزى ۲:۳٦٤) قلت: وحسنه أيضا فى الجامع الصغير ولكن بالرمز(۲:٤۱)-

---

اور احمد نے اپنی مسند میں بسند صحیح روایت کیا ہے (زاد المعاد) اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے اور ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ اس روایت میں ابن زبیر پر اختلاف واقع ہوا ہے۔ بعض اس کو مرفوعاً روایت کرتے ہیں اور بعض موقوفاً لیکن جس نے مرفوعاً روایت کیا ہے وہ زیادہ قوی ہے اور زیادہ محفوظ ہے۔ اور موقوف بھی حکماً مرفوع ہے کیونکہ ایسی بات اجتہاد سے نہیں کی جاسکتی۔ کذا فی فتح الباری۔ اور ذہبی نے کہا ہے کہ اس کی اسناد صالح ہے۔ کذا فی المرقاۃ۔ اور ترغیب میں اسی مضمون کو بزار کی طرف نسبت کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔

۱٦۱۰:۔ ابوالدرداءؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ مسجد حرام میں ایک نماز عام مسجدوں میں نماز سے ایک لاکھ مرتبہ بڑھی ہوئی ہے، اور میری مسجد میں نماز ان سے ایک ہزار مرتبہ، اور بیت المقدس میں ایک نماز ان سے پانچ سو مرتبہ۔ اس کو بزار اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور بزار نے کہا ہے کہ اس کی اسناد حسن ہے۔ (فتح الباری)

۱٦۱۱:۔ جابرؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کا ہے اور میری مسجد میں ایک نماز کا ثواب ایک ہزار نمازوں کا ہے اور بیت المقدس میں پانچ سو نمازوں کا ثواب ہے۔ اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے اور شیخ نے کہا ہے یہ حدیث حسن ہے اور جامع صغیر میں بھی اس کو اشارہ سے حسن کہا ہے۔

۱۶۱۲:۔عن ابن عمر رضی اللہ عنہ مرفوعًا " صَلاةٌ فِیْ مَسْجِدِیْ ھٰذَا کَاَلْفِ صَلاةٍ فِیْمَا سِوَاہُ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ ، وَصِیَامُ شَھْرِ رَمَضَانَ بِالْمَدِیْنَۃِ کَصِیَامِ اَلْفِ شَھْرٍ فِیْمَا سِوَاھَا، وَصَلاةُ الْجُمُعَۃِ بِالْمَدِیْنَۃِ کَاَلْفِ جُمُعَۃٍ فِیْمَا سِوَاھَا "۔ رواہ البیھقی فی شعب الإیمان قال الشیخ: حدیث حسن (العزیزی ۲:۳٦٤)۔

۱٦۱۳:۔ عن أسید بن ظھیر الأنصاری رضی اللہ عنہ وَکَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ یُحَدِّثُ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ ، قَالَ : " اَلصَّلاةُ فِیْ مَسْجِدِ قُبَاءٍ کَعُمْرَۃٍ "۔ رواہ الترمذی (۱:٤۳) وقال : حسن غریب ، وعزاہ العزیزی والسیوطی إلی ابن ماجۃ، والحاکم والإمام أحمد أیضًا ثم صححاہ۔

۱٦۱٤:۔ عن جابر رضی اللہ عنہ مرفوعًا: " صَلاةٌ فِیْ مَسْجِدِیْ اَفْضَلُ مِنْ اَلْفِ صَلاةٍ فِیْمَا سِوَاہُ اِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ ، وَصَلاةٌ فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَفْضَلُ مِنْ مِائَۃِ اَلْفِ صَلاةٍ فِیْمَا سِوَاہُ "۔ رواہ ابن ماجۃ ورجال إسنادہ ثقات، وفی بعض النسخ: "مِنْ مِائَۃِ صَلاةٍ فِیْمَا سِوَاہُ"، فعلی الأول معناہ: فیما سواہ إلا مسجد المدینۃ، وعلی الثانی معناہ: من مائۃ صلاۃ فی

۱٦۱۲:۔اور ابن عمرؓ سے مرفوعًا مروی ہے کہ میری مسجد میں ایک نماز مسجدِ حرام کے علاوہ اور مسجدوں میں ایک ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ اور مدینہ میں ایک رمضان کے روزے دیگر مقامات میں ہزار مہینوں کے روزوں کے برابر ہیں اور مدینہ میں ایک جمعہ دیگر مقامات میں ہزار جمعوں کے برابر ہے۔ اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے، شیخ نے کہا ہے کہ حدیث حسن ہے (عزیزی)۔

۱٦۱۳:۔ اسید بن ظہیر رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مسجد قبا میں ایک نماز عمرہ کے برابر ہے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اور عزیزی اور سیوطی نے اس کو ابن ماجہ اور حاکم اور احمد کی طرف بھی نسبت کیا ہے۔ اور اسے دونوں نے صحیح کہا ہے۔

۱٦۱٤:۔ جابرؓ سے مرفوعًا روایت ہے کہ میری مسجد میں نماز پڑھنا باستثناء مسجدِ حرام کے دوسری مساجد میں نماز پڑھنے سے ہزار گونہ بہتر ہے۔ اور مسجدِ حرام میں نماز پڑھنا باستثناء میری مسجد کے دوسری مساجد میں نماز پڑھنے سے لاکھ گونہ بہتر ہے۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند کے راوی ثقہ ہیں اور بعض نسخوں میں "سو گونہ بہتر ہے" آیا ہے، سو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ مسجدِ حرام میں نماز پڑھنا میری مسجد میں نماز پڑھنے سے سو گونہ بہتر ہے۔ کذا فی فتح الباری۔ مؤلف کہتے ہیں کہ اس حدیث کو عزیزی نے احمد اور ابن ماجہ کی طرف نسبت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند کھری ہے۔ اور حافظ منذری نے ترغیب میں اسے پہلے لفظ سے ابن ماجہ کی طرف نسبت کر کے کہا ہے کہ یہ حدیث دو صحیح سندوں سے مروی ہے اور میرے پاس دو نسخے ابن ماجہ کے ہیں جن میں لفظ اول ہی ہے

مسجد المدينة ، كذافى "فتح البارى" (٣: ٥١)-قلت: الحديث عزاه العزيزى إلى الإمام أحمد (٢: ٢٦٤) وابن ماجة، وقال : إسناده جيد- وعزاه الحافظ المنذرى فى الترغيب إليهما باللفظ الأول ، ثم قال: بإسنادين صحيحين (١: ٢٠٥) وفى النسختين لسنن ابن ماجه عندى ذكر اللفظ الأول فقط، فالغالب أن بعض النسخ المذكور غير صحيح-

١٦١٥:- عن عامر بن سعد وعائشة بنت سعد سمعا أباهما يَقُوْلُ: لَاَنْ اُصَلِّيَ فِيْ مَسْجِدِ قُبَاءٍ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اُصَلِّيَ فِيْ بَيْتِ الْمَقْدَسِ- رواه الحاكم وقال : إسناده صحيح على شرطهما- (الترغيب ١: ٢٠٧)-

١٦١٦:- وفى "فتح البارى" (٣: ٥٦): روى عمر بن شبه فى أخبار المدينة بإسناد صحيح عن سعد بن أبى وقاص رضى الله عنه قال: لَاَنْ اُصَلِّيَ فِيْ مَسْجِدِ قُبَاءٍ رَكْعَتَيْنِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ آتِيَ بَيْتَ الْمَقْدَسِ مَرَّتَيْنِ ، لَوْ يَعْلَمُوْنَ مَافِيْ قُبَاءٍ لَضَرَبُوْا اِلَيْهِ اَكْبَادَ الْإِبِلِ- قلت: ولا يقال ذلك بالرأى بل بالسماع، فهو مرفوع عند العلماء-

باب كراهة شدالرحال للصلاة إلى موضع سوى المساجد الثلاثة

١٦١٧:- عن شهر بن حوشب قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيْدٍ وَذُكِرَتْ عِنْدَهُ الصَّلَاةُ فِي الطُّوْرِ،

صحت ثابت نہیں ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بعض نسخے جن کا ابن حجر نے ذکر کیا ہے صحیح نہیں ہیں۔

١٦١٥۔عامر بن سعدؓ اور عائشہؓ بنت سعد سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے والد سعد بن ابی وقاصؓ کو کہتے سنا ہے کہ میں مسجد قبا میں نماز پڑھوں یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں مسجد بیت المقدس میں نماز پڑھوں۔اس کو حاکم نے روایت کیا ہے اور اسے شرط شیخین پر صحیح کہا ہے (ترغیب)۔

١٦١٦۔اور فتح الباری میں ہے کہ عمرو بن شبہ نے اخبار مدینہ میں بسند صحیح سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت کیا ہے کہ میں مسجد قباء میں صرف دو رکعتیں نماز پڑھ لوں یہ میرے لئے اس سے بہتر ہے کہ میں بیت المقدس میں دو مرتبہ نماز پڑھوں۔لوگوں کو اگر معلوم ہوتا کہ مسجد قبا میں کس درجہ فضیلت ہے تو لوگ اونٹوں پر سفر کر کے یہاں آتے۔اھ۔مؤلف کہتے ہیں کہ یہ مضمون اجتہاد سے ناشی نہیں ہو سکتا اس لئے علماء کے نزدیک سعد کی روایت حکما مرفوع ہوگی۔

فائدہ:ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مسجد حرام میں نماز پڑھنا افضل ہے مسجد نبوی ﷺ میں نماز پڑھنے سے۔

باب نماز کے لئے سوائے تین مسجدوں کے اور مقامات کی طرف سفر کرنا ناپسندیدہ ہے

١٦١٧۔شہر بن حوشب سے روایت ہے کہ ابو سعید خدریؓ کے سامنے کوہ طور پر نماز پڑھنے کا ذکر ہوا تو انہوں نے (اسے ناپسند فرمایا اور)

فَقَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: " لَايَنْبَغِيْ لِلْمُصَلِّيْ اَنْ يَشُدَّ رِحَالَهٗ اِلٰى مَسْجِدٍ تَبْتَغِيْ فِيْهِ الصَّلَاةَ غَيْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى وَمَسْجِدِيْ "۔ رواه الإمام أحمد ،وشهر حسن الحديث وإن كان فيه بعض الضعف كذافي " فتح الباري " (۳:۵۳) قلت: فالإسناد حسن وهو مفسر لحديث البخاري : " وَلَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: اَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِ الرَّسُوْلِ ﷺ، وَمَسْجِدِ الأَقْصٰى "۔

کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز پڑھنے والے کو نہ چاہیے کہ کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے ارادہ سے سفر کرے، بجز مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری مسجد کے۔ اس کو احمد نے روایت کیا ہے، اور شہر بن حوشب حسن الحدیث ہے اگر چہ اس میں کسی قدر کمزوری ہے۔ کذافی فتح الباری۔ مؤلف کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور یہ بخاری کی اس حدیث کی تفسیر کرتی ہے کہ کسی مقام کی طرف سفر نہ کیا جائے۔ بجز تین مسجدوں کے (ایک) مسجد حرام (دوسری) مسجد رسول اللہ ﷺ اور (تیسری) مسجدِ اقصیٰ۔ (یعنی حدیث بخاری میں شد رحال سے خاص نماز کے لئے سفر کرنا مراد ہے نہ کہ دوسرے اغراض کے لئے جیسا کہ زیارتِ روضۂ نبوی جیسا کہ اہل ظاہر کا خیال ہے۔

فائدہ: اعراس متی عنہا پر زیارتِ قبرِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قیاس نہ کیا جائے جیسا کہ بعض اہلِ ظاہر نے اس میں تشدد کیا ہے۔ کسی نے نفسِ سفر میں کلام کیا ہے اور اس حدیث سے تمسک کیا ہے۔ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰى ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ الحديث۔ حالانکہ اس حدیث کی تفسیر خود دوسری حدیث میں آگئی ہے۔ فی مسند احمد عن ابی سعید الخدریؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لا ینبغی للمطی ان یشد رحاله الی مسجد یبتغی فیه الصلوٰة غیر المسجد الحرام والمسجد الا قصی ومسجدی هذا من منتهی المقال للمفتی صدر الدینؒ۔ (یعنی نماز کے ارادے سے سفر کرنا درست نہیں سوائے مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور میری اس مسجد کے (کہ نماز کے ارادہ سے ان تین مسجدوں کی طرف سفر کرنا جائز ہے)۔ اور کسی نے اجتماع سے منع کیا ہے اور اس حدیث سے تمسک کیا ہے لا تجعلو ا قبری عیدا، حالانکہ وہاں نہ کوئی تاریخ معین ہے نہ اجتماع میں تداعی یا اہتمام ہے، اور عید کے یہ دو ہی لازم ہیں اور بعض نے خیر القرون میں یہ سفر منقول نہ ہونے سے استدلال کیا ہے حالانکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز سے جو کہ جلیل القدر تابعی ہیں، ثابت ہے کہ وہ روضۂ اقدس پر صرف سلام پہنچانے کے لئے قصداً قاصد کو بھیجتے تھے اور کسی سے نکیر منقول نہیں، تو یہ ایک قسم کا اجماع ہو گیا۔ اور جب دوسرے کا سلام پہنچانے کے لئے سفر جائز ہے تو خود اپنا سلام عرض کرنے کے لئے بدرجہ اولیٰ جائز ہے۔ لانه اقرب الی الضرورة لکونه عملا لنفسه۔ اور وہ روایت یہ ہے فی خلاصة الوفاء، ص۴۷ للسمهودیؒ المتوفی سنه ۹۱۱ھ۔ وقد استفاض عن عمر بن عبدالعزیز انه کان یبرد البرید من الشام یقول سلم لی علی رسول اللہ ﷺ وقال الامام ابوبکر بن عمر بن ابی عاصم النبیل من المتقدمین فی مناسك له التزم فیها الثبوت (لعل المراد انه لا یروی فیها الا الروایات الثابتة المقبولة عند اهل الفن) وکان عمر بن عبدالعزیز یبعث بالرسول قاصدا من

١٦٦٨-قلت: وفي المسند: ثنا هاشم حدثنا عبدالحميد حدثني شهر قال: سَمِعْتُ أَبَا سَعِيْدٍ الْخُدْرِيْ وَذُكِرَتْ عِنْدَهُ صَلاَةٌ فِي الطُّوْرِ ، فَقَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : " لاَيَنْبَغِيْ لِلْمَطِيِّ اَنْ تَشُدَّ رِحَالَهُ اِلٰى مَسْجِدٍ يَبْتَغِيْ فِيْهِ الصَّلاَةَ غَيْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى وَمَسْجِدِيْ هٰذَا، وَلا يَنْبَغِيْ لِامْرَاَةٍ دَخَلَتِ الْاِسْلاَمَ اَنْ تَخْرُجَ مِنْ بَيْتِهَا مُسَافِرَةً اِلاَّ مَعَ بَعْلٍ اَوْ مَعَ ذِيْ مَحْرَمٍ مِنْهَا، وَلا يَنْبَغِيْ الصَّلاَةُ فِيْ سَاعَتَيْنِ مِنَ النَّهَارِ مِنْ بَعْدِ صَلاَةِ الْفَجْرِ اِلٰى اَنْ تَرْتَحِلَ الشَّمْسُ وَلاَ بَعْدَ صَلاَةِ الْعَصْرِ اِلٰى اَنْ تَغْرُبَ الشَّمْسُ ، وَلاَيَنْبَغِيْ الصَّوْمُ فِيْ يَوْمَيْنِ مِنَ الدَّهْرِ: يَوْمُ الْفِطْرِ مِنْ رَمَضَانَ ، وَيَوْمُ النَّحْرِ "- رواه الإمام أحمد في مسنده (٦٤:٣) ونقله في النيل (٣٢٧:٤) بلفظ : أنه قد ثبت بإسناد حسن في بعض ألفاظ الحديث : " لاَيَنْبَغِيْ لِلْمُطِيِّ اَنْ يُشَدَّ رِحَالُهَا اِلٰى مَسْجِدٍ تَبْتَغِيْ فِيْهِ الصَّلاَةَ غَيْرَ مَسْجِدِيْ هٰذا وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى "-قلت: أما رجال سند المسند

الشام الى المدينة ليقرئ النبي صلى الله عليه وسلم السلام ثم يرجع (كذا كتب اليّ المولوى محمد شفيع من الديوبند) قلت ان رحيل البريد هذالم يكن للصلوٰة في المسجد وهذا ظاهر لا شبهة فيه۔ (یعنی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا قاصد بھیجنا یہ مسجد نبویؐ میں نماز پڑھنے کے لئے نہ تھا بلکہ بلاشبہ روضۂ نبوی ﷺ پر سلام پہنچانے کیلئے تھا) اورنسائی باب ساعة الاجابة يوم الجمعة میں جو بصرہ بن ابی بصرہ کا قول ہے۔ لولقيتك (يا بصيرة) من قبل ان تاتيه (اى الطور) لم تأته . اوراس پر حدیث لا تحمل المطى الا الىٰ ثلثة مساجد سے استدلال فرمایا تو اس سے مطلق سفر لزیارۃ الطور کی ممانعت لازم نہیں آتی۔ بلکہ سفر باعتقاد قربت سے ممانعت ہے، کیونکہ اس کا قربت ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں،۔ اور اگر کسی سفر کا موجب قربت ہونا ثابت ہو یا سفر باعتقاد قربت نہ ہو تو وہ اس میں داخل نہیں۔ اسی طرح علم کی طلب میں اسفار بھی اس حدیث کے تحت داخل نہیں۔ الغرض محض نماز وعبادت کے لئے ان تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور طرف سفر کرنا ممنوع ہے۔ باقی اغراض کے لئے ممنوع نہیں۔

۔شہر بن حوشب فرماتے ہیں کہ جب ابوسعید خدریؓ کے پاس مقام طور پر نماز پڑھنے کا تذکرہ ہوا تو میں نے ابوسعید خدریؓ کو کہتے ہوئے سنا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ نماز پڑھنے کے ارادہ سے کسی مسجد کا سفر کرنا مناسب نہیں سوائے تین مسجدوں کے یعنی مسجد حرام مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی ﷺ کے اور کسی مسلمان عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے گھر سے بغیر اپنے شوہر یا محرم کے سفر کرے اور دن کی دو گھڑیوں میں نماز پڑھنا جائز نہیں ایک تو صبح کی نماز کے بعد سورج کے طلوع ہونے تک اور دوسرے عصر کی نماز کے بعد سورج کے غروب ہونے تک اور سال کے دو دنوں یعنی عید الفطر کے دن اور قربانی کے دن روزہ رکھنا جائز نہیں (مسند احمد) پس یہ حدیث حسن قوی ہے۔ اس کے راوی مسلم کے راوی ہیں سوائے عبدالحمید کے (التقریب۔تہذیب التہذیب)

فالأول ثقة ثبت من رجال الجماعة ، والثانى صدوق، قال أبو طالب عن أحمد : حديثه عن شهر مقارب كان يحفظها وقال احمد بن صالح المصرى ثقة احاديثه عن شهر صحيحة ، وبقية رجاله رجال مسلم، فالحديث حسن قوى رجاله رجال مسلم غير عبدالحميد وتحقيق السند مأخوذ من " التقريب " و "تهذيب التهذيب "۔

باب فضيلة مكة على المدينة فى ثواب الأعمال

١٦١٩۔ عن ابن جريج قال: أخبرنى سليمان بن عتيق وعطاء عن ابن الزبير أَنَّهُمَا سَمِعَاهُ يَقُوْلُ: صَلاةٌ فِىْ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ خَيْرٌ مِنْ مِّائَةِ صَلاةٍ فِيْهِ ، وَيُشِيْرُ اِلٰى مَسْجِدِ الْمَدِيْنَةِ ۔ رواه عبدالرزاق (فتح البارى ٣:٥٥) ۔ قلت: رجاله رجال الجماعة غير سليمان ، فإن الترمذى والبخارى لم يخرجاله۔

١٦٢٠۔ وفى " المرقاة " (١: ٤٤٥۔٤٤٦): وصح عن عمر قال ابن حزم : بسند كالشمس فى الصحة أنّه قَالَ: صَلاةٌ فِىْ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَفْضَلُ مِنْ مِّائَةِ اَلْفِ صَلاةٍ فِىْ مَسْجِدِ النَّبِيِّ ﷺ ۔

١٦٢١۔ وصح عن عبدالله بن الزبير رضى الله عنه قَالَ: اَلصَّلاةُ فِىْ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

باب ثوابِ اعمال میں مکہ کو مدینہ پر فضیلت ہے

۱۶۱۹:۔ابن الزبیرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مسجدِ حرام میں ایک نماز اس مسجد یعنی مسجد نبوی ﷺ میں ایک سو نماز سے بہتر ہے۔اس کو عبدالرزاق نے روایت کیا ہے (فتح الباری)۔

مؤلف کہتے ہیں کہ اس کے تمام راوی باستثناء سلیمان کے، جماعت کے راوی ہیں اور سلیمان کو اس لئے مستثنیٰ کیا ہے کہ ترمذی اور بخاری میں ان کی روایت نہیں ہے۔

۱۶۲۰:۔اور مرقاۃ میں ہے کہ حضرت عمرؓ سے بسند صحیح ،جس کو ابن حزم نے سند کالشمس کہا ہے، مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ مسجد حرام میں نماز مسجد نبوی میں نماز سے سوگونہ افضل ہے۔

۱۶۲۱:۔اور عبداللہ بن الزبیرؓ سے بھی مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مسجد حرام میں نماز مسجد نبوی میں نماز سے سوگونہ بڑھی ہوئی ہے۔اور ابن حزم اور ابن عبدالبر نے کہا ہے کہ یہ دو جلیل القدر صحابی مسجدِ حرام کو مسجد نبوی ﷺ پر فضیلت دیتے ہیں اور کوئی صحابی ان کی مخالفت نہیں کرتا لہٰذا یہ بمنزلہ ان کے اجماع کے ہو گیا اور مقصود بھی مسجدِ حرام میں ثواب کی فضیلت کو ثابت کرنا ہے۔

فائدہ: اس سے مسجدِ حرام کی فضیلت مسجدِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ثابت ہوتی ہے نہ کہ مکہ کی فضیلت مدینہ پر۔

تَفضُلُ عَلٰى مَسْجِدِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِائَةِ ضَعْفٍ۔ قال ابن عبد البر وابن حزم : فهذان صحابيان جليلان يَقُوْلَانِ بِفَضْلِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ عَلٰى مَسْجِدِ النَّبِيِّ ﷺ ، وَلا مُخَالِفَ لَهُمَا مِنَ الصَّحَابَةِ فَصَارَ كَالْاِجْمَاعِ مِنْهُمْ فِيْ ذٰلِكَ۔

باب جواز القضاء فى المسجد ويكره إقامة الحدفيه

۱۶۲۲۔ عن سهل بن سعد اَنَّ رَجُلاً قَالَ : يَا رَسُوْلَ اللهِ ! اَرَاَيْتَ رَجُلاً وَجَدَ مَعَ اِمْرَأَتِهٖ رَجُلاً اَيَقْتُلُهٗ ؟ فَتَلَاعَنَا فِي الْمَسْجِدِ وَاَنَا شَاهِدٌ ۔ أخرجه البخارى، كما فى الفتح (۱: ۴۳)۔

۱۶۲۳۔ وذكر البخارى تعليقًا: وَلَاعَنَ عُمَرُ عِنْدَ مِنْبَرِ النَّبِيِّ ﷺ ، وَ قَضٰى شُرَيْحٌ والشَّعْبِيُّ وَيَحْيٰى بْنُ يَعْمَرَ فِي الْمَسْجِدِ۔ وذكر الحافظ فى الفتح (۱: ۱۳۷) من وصله۔

۱۶۲۴۔ وفيه أيضًا :أخرج الكرابيسى فى أدب القضاء من طريق أبى الزناد، قال: كَانَ سَعْدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَاَبُوْبَكْرِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ وَابْنُهٗ وَ مُحَمَّدُ بْنُ صَفْوَانَ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُصْعَبِ بْنِ شُرَحْبِيْلَ يَقْضُوْنَ فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ ، وَذَكَرَ ذٰلِكَ جَمَاعَةٌ آخَرُوْنَ۔

باب مسجد میں مقدمہ کا فیصلہ کرنا جائز ہے اور مسجد میں حد قائم کرنا مکروہ ہے:

۱۶۲۲:۔حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ بتایئے تو سہی اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو (مشغول جماع) دیکھ لے تو کیا اسے قتل کردے، اس کے بعد اس شخص نے اور اس کی بیوی نے مسجد میں لعان کیا اور میں اس وقت موجود تھا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔ (فتح الباری)۔

۱۶۲۳:۔اور بخاری نے نے تعلیقاً روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے منبر کے قریب دو شخصوں کے درمیان لعان کرایا اور شریح اور شعبی اور یحیٰی بن یعمر نے مسجد میں فیصلہ کیا اور حافظ نے فتح الباری میں ان کا پتہ بتایا ہے جنہوں نے ان روایات کو موصول کیا ہے۔

۱۶۲۴:۔نیز فتح الباری میں کہا ہے کہ کرابیسی نے باب القضاء میں ابوالزناد کے طریق سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ سعد بن ابراہیم اور ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم اور ان کے صاحبزادے اور محمد بن صفوان اور محمد بن مصعب بن شرحبیل رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں فیصلہ کیا کرتے تھے اور اس کو اور لوگوں نے بھی بیان کیا ہے۔

فائدہ:ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مسجد میں مقدمات کا فیصلہ کرنا جائز ہے۔ باقی بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ مسجد میں قضاء کے لئے بیٹھنا مکروہ ہے، کیونکہ قضاء میں فریق کے طور پر مشرک اور حائضہ بھی پیش ہوسکتی ہے حالانکہ مشرک نجس ہے اور حائضہ ممنوع الدخول ہے، تو اسکا جواب یہ ہے کہ مشرک اعتقاداً نجس ہے نہ کہ ظاہراً اور مشرک کو مسجد نبوی میں ٹھہرانا خود حضور ﷺ سے ثابت ہے اور حائضہ سے قاصد کے ذریعے یا امام خود مسجد سے باہر جاکر تفتیش کرسکتا ہے اور احادیث میں یہ ثابت ہے کہ حضور ﷺ اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم مساجد میں

۱۶۲۵:۔عن أبی هریرة رضی الله عنه قال : اَتٰی رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ وَهُوَ فِی الْمَسْجِدِ فَنَادَاهُ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰہِ ! اِنِّی زَنَيْتُ، فَاَعْرَضَ عَنْهُ ، فَلَمَّا شَهِدَ عَلٰی نَفْسِهٖ اَرْبَعًا قَالَ: اَبِكَ جُنُوْنٌ ؟ قَالَ : لا ! قَالَ: " اِذْهَبُوْا بِهٖ فَارْجُمُوْهُ "۔ أخرجه البخاری فی کتاب الاحکام (۱۳۸:۱۳) مع " فتح الباری "۔

۱۶۲۶:۔ عن طارق بن شهاب قَالَ: أُتِيَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بِرَجُلٍ فِيْ حَدٍّ، فَقَالَ: اَخْرِجَاهُ مِنَ الْمَسْجِدِ ثُمَّ اضْرِبَاهُ ، أخرجه ابن أبی شیبة وعبدالرزاق وسنده علی شرط الشیخین ، وذکره البخاری تعلیقًا، ویذکر عن علی نحوه ، وفی سنده من فیه مقال کذا فی " الفتح " (۱۳ : ۱۳۸)۔

باب جواز عقد النکاح فی المسجد

۱۶۲۷:۔عن عائشة رضی الله عنها قالت : قال رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : " اَعْلِنُوْا هٰذَا النِّكَاحَ ، وَاجْعَلُوْهُ فِی الْمَسَاجِدِ، وَاضْرِبُوْا عَلَيْهِ بِالدُّفُوْفِ " أخرجه الترمذی وقال : هذا حدیث

ہی مقدمات کے فیصلے فرمایا کرتے تھے اور مسجد میں بیٹھنا قضاء کے لئے اس لئے بھی بہتر ہے کہ ہر امیر وغریب یہاں پہنچ سکتا ہے۔

۱۶۲۵:۔حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے حضور میں حاضر ہوا۔اس وقت آپ ﷺ مسجد میں تشریف فرماتے تھے اور کہا کہ یارسول اللہ ﷺ میں نے زنا کیا ہے۔آپ ﷺ نے اس سے اعراض فرمایا (الغرض اس نے چار دفعہ ایسا ہی کہا) پس جب وہ چار مرتبہ اپنے اوپر زنا کی گواہی دے چکا تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو دیوانہ ہے،اس نے کہا نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے (مسجد سے باہر) لے جاؤ اور سنگسار کرو۔اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

۱۶۲۶:۔طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے سامنے (مسجد میں) ایک شخص کسی حد کے معاملہ میں پیش کیا گیا۔تو آپ ﷺ نے دو آدمیوں کو حکم دیا کہ اسے مسجد سے باہر لے جاؤ، اس کے بعد اسے (حد) مارو۔اس کو ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے روایت کیا ہے۔اور اس کی سند شیخین کی شرط پر ہے۔اور اس کو بخاری نے تعلیقاً روایت کیا ہے۔اور حضرت علیؓ کے متعلق بھی اس قسم کا مضمون بیان کیا جاتا ہے لیکن اس کی سند میں بعض وہ راوی ہیں جن میں کلام ہے۔(فتح)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حد مسجد سے باہر ہی قائم کی جائے کیونکہ محدود کے جسم سے خون نکل آنے سے مسجد کے ملوث ہونے یا آوازوں کے بلند ہونے سے مسجد کی بے حرمتی ہونے کا اندیشہ ہے۔

باب مسجد میں نکاح پڑھنا جائز ہے

۱۶۲۷:۔حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نکاح کا اعلان کیا کرو اور اس کو مساجد میں منعقد کیا کرو (کیونکہ وہاں بہت سے لوگ موجود ہوتے ہیں) اور ڈھپڑوں (دف) سے بھی اس کا اعلان کیا کرو (تاکہ جو لوگ موجود نہ ہوں ان کو بھی خبر

حسن غریب (١: ١٢٩)۔

باب حکم دخول المسجد متنعلا

١٦٢٨:-عن عبدالله بن السائب رضی الله عنه قال: رَأَیتُ النَّبِیَّ ﷺ یُصَلِّی یَوْمَ الْفَتْحِ وَ وَضَعَ نَعْلَیْهِ عَنْ یَسَارِهٖ۔ رواه أبو داود (١٢٩:١)۔

١٦٢٩:-عن أبی سعید الخدری رضی الله عنه مرفوعًا: "إِذَا جَاءَ أَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ فَلْیَنْظُرْ فَإِنْ رَأٰی فِیْ نَعْلَیْهِ قَذَرًا أَوْ أَذًی فَلْیَمْسَحْهُ وَلْیُصَلِّ فِیْهِمَا"۔ رواه أبو داود فی باب الصلوة فی النعل (٣٥٨:١) وسکت عنه۔

١٦٣٠:- عن شداد بن أوس قال: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: خَالِفُوْا الْیَهُوْدَ، فَإِنَّهُمْ لَا یُصَلُّوْنَ فِیْ

ہو جائے) اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن غریب کہا ہے۔

فائدہ: نیز چونکہ احناف کے ہاں نکاح میں عبادت کا معنی پایا جاتا ہے اور مسجد بھی عبادت کے لئے بنائی جاتی ہے، لہٰذا نکاح کا مسجد میں ہونا مسجد کے منافی نہیں۔

باب مسجد میں جوتے پہنے ہوئے جانے کے حکم میں

١٦٢٨:- حضرت عبداللہ بن السائبؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فتح مکہ کے روز ایسی حالت میں نماز پڑھتے دیکھا کہ آپ ﷺ کے جوتے آپ ﷺ کے بائیں جانب رکھے ہوئے تھے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر کلام نہیں کیا۔ اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس سے مسجد میں ننگے پاؤں جانا اور ننگے پاؤں نماز پڑھنا ثابت ہے۔

١٦٢٩:- حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو اسے چاہیے کہ پہلے دیکھ لے اگر اس کے جوتوں میں کوئی ناپاکی یا گندگی لگی ہو تو اسے پونچھ دے اور ان میں نماز پڑھ لے۔ اس کو بھی ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔ (لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے)

فائدہ: اس سے مسجد میں جوتوں سمیت جانے اور نماز پڑھنے کا جواز ثابت ہے۔

١٦٣٠:- حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہود اپنے جوتوں اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے، تم ان کی مخالفت کرو (اور پاک جوتوں اور موزوں میں نماز پڑھ لیا کرو) اس کو بھی ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر کلام نہیں کیا (لہٰذا مسکوت عنہ احادیث صحیح یا حسن ہیں)۔

نِعَالِهِمْ وَلَا خِفَافِهِمْ- رواه أبو داود أيضا وسكت عنه-

☆☆☆
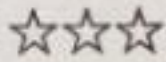
فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ننگے پاؤں مسجد میں جانا اور نماز پڑھنا اور اسی طرح پاک جوتہ پہن کر مسجد میں جانا اور نماز پڑھنا دونوں باتیں جائز ہیں اور اس سے معلوم ہوا کہ حدیث شداد بن اوس کا یہ مطلب نہیں کہ یہود کی مخالفت کے لئے ہر مسلمان کو ہر حالت میں جوتا پہن کر نماز پڑھنا لازم یا افضل ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہود کے یہاں جوتوں اور موزوں میں نماز جائز نہیں اس لئے میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ جوتوں سمیت نماز پڑھ لیا کرو تا کہ یہود کی مخالفت ہو جائے، پس یہود کی مخالفت تو اس تشریح سے ہو گئی۔

اب رہ گئیں چند باتیں۔ اول یہ کہ حدیثِ شداد سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلی حکم بغیر جوتوں کے نماز پڑھنا ہے اور جوتوں میں نماز پڑھنے کی اجازت مخالفتِ یہود کیلئے ہے۔ دوسرے یہ کہ ہمارے زمانہ میں نصاریٰ کا عمل یہ ہے کہ وہ جوتوں سمیت اپنے معابد میں جاتے اور نماز پڑھتے ہیں اور ان کی مخالفت یہود کی مخالفت سے اہم ہے۔ تیسرے یہ بات کہ اس وقت جہالت اور بد دینی غالب ہے اس لئے جوتوں سمیت مساجد میں داخل ہونے اور نماز پڑھنے کی عام اجازت کی صورت میں عوام کے جہالت اور بد دینی کے غلبہ کی وجہ سے مساجد کے تلویث اور تنجیس کا احتمال غالب ہے۔ ان وجوہ سے آج کل احتیاط اسی میں ہے کہ مساجد میں جوتوں سمیت داخل ہونے سے روکا جائے۔

ابواب الوتر

باب وجوب الوتر، وبيان وقته

١٦٣١- عن:بريدة رضى الله عنه قَالَ :سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ :" اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا، اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا،اَلْوِتْرُ حَقٌّ فَمَنْ لَمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا " رواه أبوداود فى باب فيمن لم يوتر(١:٥٣٤) وسكت عنه،ورواه الحاكم فى " المستدرك " وصححه (١:٣٠٦) وقال : أبوالمنيب العتكى مروزى ثقة يجمع حديثه ولم يخرجاه ، وقال النيموى (التعليق الحسن٢:٤): " والحق ان إسناده حسن وإليه ذهب ابن الهمام "ا ه.

١٦٣٢-عن :الأ شعث بن قيس قال : " تَضَيَّفْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رضى الله عنه، فَقَامَ بَعْضَ اللَّيْلِ فَذَكَرَ قِصَّةً قَالَ : ثُمَّ نَادَانِيْ يَا اَشْعَثُ ! قُلْتُ : لَبَّيْكَ ! قَالَ: اِحْفَظْ عَنِّيْ ثَلَاثًا حَفِظْتُهُنَّ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ ، لَا تَسْاَلِ الرَّجُلَ فِيْمَ يَضْرِبُ اِمْرَاَتَهٗ ، وَلَا تَسْاَلْهُ عَمَّنْ يَعْتَمِدُ مِنْ اِخْوَانِهٖ وَلَايَعْتَمِدُهُمْ ، وَلَا تَنَمْ اِلَّا عَلٰى وِتْرٍ. أخرجه الحاكم فى

وتر کے ابواب

باب وتر کے وجوب اور اس کے وقت کے بیان میں

۱۶۳۱:- حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے، آپ ﷺ فرماتے تھے کہ وتر حق (اور امر ثابت ولازم) ہے لہذا جو وتر نہ پڑھے وہ ہمارا نہیں، وتر حق (اور امر ثابت ولازم) ہے لہذا جو وتر نہ پڑھے وہ ہمارا نہیں، وتر حق (اور امر ثابت ولازم) ہے لہذا جو وتر نہ پڑھے وہ ہمارا نہیں۔ اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے (لہذا ان کے نزدیک یہ حدیث صحیح یا حسن ہے) اور حاکم نے اسے مستدرک میں روایت کیا ہے اور اسکی تصحیح کی ہے اور نیموی نے کہا ہے کہ یہ حق ہے کہ اسکی سند حسن ہے اور یہ ہی ابن ہمام کا قول ہے۔

فائدہ: اس سے وتر کا وجوب صاف طور پر ثابت ہوتا ہے۔

۱۶۳۲:- اشعث بن قیس سے مروی ہے کہ میں عمر بن الخطاب ؓ کا مہمان ہوا تو آپ رات کے ایک حصہ میں اُٹھے اور اسکے بعد پورا واقعہ بیان کیا اور اسی کے ضمن میں یہ بھی بیان کیا کہ پھر انہوں نے مجھے پکارا کہ اشعث! میں نے کہا حاضر۔ اس پر انھوں نے فرمایا کہ تم مجھ سے وہ تین باتیں سیکھ لو جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سیکھی ہیں۔ تم مرد سے یہ نہ پوچھنا کہ وہ اپنی بیوی کو کیوں مارتا ہے۔ اور نہ اس سے یہ پوچھنا کہ وہ اپنے بھائیوں میں سے کن پر اعتماد کرتا ہے اور کن پر اعتماد نہیں رکھتا اور نہ بغیر وتر کے سونا۔ اسکو حاکم نے مستدرک میں روایت کر کے صحیح کہا ہے اور ذہبی نے بھی اسے قائم رکھا ہے۔

فائدہ: اس روایت میں یہ فقرہ کہ نہ بغیر وتر کے سونا جسکے یہ معنی ہیں کہ اسطرح نہ سونا کہ وتر چھوٹ جائیں۔ وتر کے وجوب پر دلالت

"المستدرك" (٤:١٧٥) وصححه، وأقره عليه الذهبى فى تلخيصه.

١٦٣٣- عن: خارجة بن حذافة العدوى قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَقَالَ: "اِنَّ اللهَ قَدْ اَمَدَّكُمْ بِصَلَاةٍ هِيَ خَيْرٌلَّكُمْ مِنْ حُمُرِ النَّعَمِ وَهِيَ الْوِتْرُ، فَجَعَلَهَا لَكُمْ فِيْمَا بَيْنَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ اِلَى صَلَاةِالْفَجْرِ": أخرجه الحاكم فى "المستدرك" (١:٣٠٦) وقال: صحيح الإسناد ولم يخرجاه وصححه الذهبى أيضا فى تلخيصه وقال تبعا للحاكم: تركاه لتفرد التابعى عن الصحابى اهـ قلت: كأنه يشير إلى أن خارجة لم يرو عنه غير ابن أبى مرة وليس كذلك، فقد روى عنه عبد الرحمن بن جبير أيضاعند المصريين، و خارجة هذا كان أحد الفرسان، قيل: كان يعد بألف فارس، وأمد به عمر عمروبن العاص فشهد معه فتح مصر واختط بها، وكان على شرطة عمروبن العاص (فهو صحابى معروف) ولكن لم يرو عنه غير المصريين، كذافى "الإصابة" للحافظ ابن حجر (٢:٨٤) وقال أبوزيد فى "كتاب الأسرار": هو حديث مشهور كذافى "العمدة" للعينى اهـ(٣:٤١٣)

١٦٣٤- عن: أبى سعيد الخدرى رضى الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: "اِنَّ اللهَ تَعَالَى زَادَكُمْ صَلَاةً وَهِيَ الْوِتْرُ" رواه الطبرانى فى مسند الشاميين، وقال الحافظ فى "الدارية": إسناده حسن (ص - ١١٢).

کرتا ہے کذا قال المؤلف یعنی اس کلام کا مطلب یہ ہے کہ بغیر وتر کے ساری رات سوتے رہنا حرام ہے۔

۱۶۳۳:- حضرت خارجہ بن حذافہ عدویؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ حق تعالیٰ نے تمہیں ایک زائد نماز عطا کی ہے جو کہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے اور وہ نماز وتر ہے۔ پس اس نے اسے تمہارے لئے عشا اور صبح کی نمازوں کے درمیان رکھا ہے۔ اسکو حاکم نے مستدرک میں روایت کر کے اُسے صحیح کہا ہے۔ اور ذہبی نے انکی تصحیح کو برقرار رکھا ہے۔

فائدہ: اس روایت کے طرز بیان سے وتر کا وجوب بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ زیادتی مزید علیہ کی جنس سے ہوا کرتی ہے اور مزید علیہ ضروری ہے تو زیادتی بھی ضروری ہوگی نیز اس زیادتی کی نسبت اللہ کی طرف کی گئی ہے تو یہ زیادتی واجب ہی ہوگی اور جو زیادتی نفل ہو وہ حضور ﷺ ہی کی طرف سے عدمِ مواظبت کی شرط کے ساتھ ہوتی ہے (عمدۃ القاری) اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وتر کے لئے وقت معین ہے۔

۱۶۳۴:- حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک نماز اور بڑھادی ہے اور وہ وتر ہے۔ اسکو طبرانی نے مسند شامیین میں روایت کیا ہے اور ابن حجر نے درایہ میں اسکی اسناد کو حسن کہا ہے۔

١٦٣٥- عن : أبي تميم الجيشاني : أَنَّ عَمرو بنَ العَاص خَطَبَ النَّاسَ يَوْمَ الجُمعَةِ فقَالَ : إِنَّ أَبَا بَصْرَةَ حَدَّثَنِيْ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : " إِنَّ اللّٰهَ زَادَكُمْ صَلاَةً وَهِيَ الْوِتْرُ فَصَلُّوْهاَ فِيماَ بَيْنَ صَلاَةِ الْعِشَاءِ إِلَى صَلاَةِ الْفَجْرِ ". قَالَ أَبُو تَمِيْم: فَأَخَذَ بِيَدِيْ أَبُوْ ذَرٍّ فَسَارَ فِيْ الْمَسْجِدِ إِلَى أَبِيْ بَصْرَةَ، فَقَالَ لَهُ: أَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَا قَالَ عَمْرٌو ؟ قَالَ أَبُو بَصْرَةَ: أَنَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، رواه أحمد و الحاكم و الطبراني و إسناده صحيح " آثار السنن " (٢: ٥) وقال الحافظ في "الدراية" (ص-١١٢): وقد رواه ابن لهيعة عن عبد الله بن هبيرة عن ابي تميم عن عمرو بن العاص عن ابي بصرة ، أخرجه الحاكم ولم ينفرد به ابن لهيعة بل أخرجه أحمد و الطبراني من وجهين جيدين عن ابن هبيرة اه ، قلت :فبطل تضعيف بعضهم حديث أبي بصرة و إعلاله إياه بابن لهيعة مع أنه حسن الحديث كما قد مر غير مرة.

١٦٣٦- عن : أبي أيوب الأنصاري رضي الله عنه قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : "اَلْوِتْرُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ " الحديث ، أخرجه أحمد وابن حبان وأصحاب السنن إلا الترمذي كذا في " الدراية " للحافظ (ص- ١١٣). قلت : ولفظ " واجب " ليس عند أصحاب السنن فلعله عند ابن حبان ، وقال الحافظ في " الفتح " (٢: ٤٠٠): أخرجه أبوداود والنسائي وصححه ابن حبان ، والحاكم اه،قلت : و أخرجه الدار

فائدہ: یہ روایت وجوبِ وتر پر دلالت کرنے میں پہلی روایت کی مثل ہے۔

۱۶۳۵:- ابوتمیم جیشانی سے روایت ہے کہ عمرو بن العاصؓ نے جمعہ کے روز خطبہ پڑھا اور اُس میں فرمایا کہ ابوبصرہؓ نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک نماز اور بڑھادی ہے اور وہ وتر ہے پس تم اسے عشاء اور صبح کی نمازوں کے درمیان پڑھا کرو۔ ابوتمیم کہتے ہیں کہ یہ سن کر ابوذر نے میرا ہاتھ پکڑا اور مسجد میں ابوبصرہ کے پاس گئے اور فرمایا کہ یہ مضمون خود تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جو عمرو بن العاص نے بیان کیا، اسپر ابوبصرہ نے کہا کہ خود میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اسکو احمد، حاکم اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور اسکی اسناد صحیح ہے (آثار السنن)

فائدہ: اس سے بھی وتر کا وجوب معلوم ہوتا ہے کیونکہ صیغۂ امر وجوب پر دلالت کرتا ہے اور نیز اسکے وقت کا تعین معلوم ہوتا ہے۔

۱۶۳۶:- حضرت ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وتر ہر مسلمان پر لازم اور واجب ہے۔ اسکو احمد اور ابن حبان نے اور ترمذی کے سوا اور اصحابِ سنن نے روایت کیا ہے (درایہ) اور حافظ نے فتح الباری میں کہا ہے کہ اسکو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان اور حاکم نے اسکی تصحیح کی ہے۔

فائدہ: یہ روایت وجوبِ وتر میں قریب قریب نص ہے اور گو بعض روایات میں لفظ واجب نہیں ہے مگر یہ کچھ معتر نہیں کیونکہ

قطنی(۱:۱۷۱) أیضاً بلفظ واجب ، وفی " التعلیق المغنی " : رواته کلهم ثقات، وصحح أبو حاتم و الذهلی والدارقطنی فی العلل ، والبیهقی و غیر واحد وقفه ، و هو الصواب اه،قلت : قد ذکرنا فی " المقدمة " أن رفع الثقة حدیثا وقفه غیره ولو أکثر منه حفظا وعددا أرجح ، والحکم له لکونه زیادة من الثقة لا تنافی روایة الثقات فتقبل اه.

۱۶۳۷- عن : ابن محیریز اَنَّ رَجُلاً مِنْ بَنِیْ کِنَانَةَ یُدْعیٰ الْمُخْدَجِیّ سَمِعَ رَجُلاً بِالشَّامِ یُدْعیٰ اَبَا مُحَمَّدٍ یَقُوْلُ : "اِنَّ الْوِتْرَ وَاجِبٌ" الحدیث ، وسنذکره مفصلا فی الحاشیة، أخرجه أبوداود وسکت عنه ، وقال المنذری : قال أبو عمر النمری : لم یختلف عن مالک فی إسناد هذا الحدیث وهو صحیح ثابت ، وأبو محمد له صحبة و کان بدریا اه ، من " عون المعبود " (۱:۵۳٤)، وأخرجه ابن حبان أیضا فی صحیحه وذکر المخدجی فی الثقات کذا فی " نصب الرایة " (۱:۲۷٦).

۱۶۳۸- عن : عاصم بن ضمرة عن علی رضی الله عنه قَالَ : " اِنَّ الْوِتْرَ لَیْسَ بِحَتْمٍ کَصَلاَ تِکُمُ الْمَکْتُوْبَةِ وَلٰکِنْ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ اَوْتَرَ ، ثُمَّ قَالَ : یَا اَهْلَ الْقُرْآنِ! اَوْتِرُوْا فَاِنَّ اللهَ وِتْرٌ یُحِبُّ الْوِتْرَ " أخرجه الحاکم فی " المستدرک " (۱:۳۰۰)، وسکت عنه هو

حَقٌّ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وہی معنی ادا کرتا ہے جو لفظ واجب کرتا ہے۔

۱۶۳۷:- ابن محیریز سے روایت ہے کہ بنی کنانہ میں سے ایک شخص نے جس کو لوگ مخدجی کہتے تھے شام میں ایک شخص کو جس کو لوگ ابو محمد کہتے تھے یہ کہتے سنا کہ وتر واجب ہے (الی آخر الروایۃ) اس کو ابوداؤد نے روایت کر کے اس پر سکوت کیا ہے (لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے) اور ابن حبان نے اسکو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے بھی وتر کا وجوب ظاہر ہے۔

۱۶۳۸:- حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ وتر ایسا تو ضروری نہیں ہے جیسے فرض نماز (کیونکہ فرض نماز کا تحتم قطعی ہے برخلاف وتر کے کہ اس کا تحتم قطعی نہیں ہے) ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھے ہیں پس اے قرآن کے ماننے والو! تم بھی وتر پڑھا کرو کیونکہ اللہ بھی وتر ہے اور وہ وتر کو پسند بھی کرتا ہے۔ اسکو حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور انہوں نے اور ذہبی نے اس پر کوئی کلام نہیں کیا، نیز ترمذی نے بھی اسے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حسن ہے۔

فائدہ: اس میں حضرت علیؓ نے وتر پڑھنے کا امر فرمایا ہے اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے اس لئے ثابت ہوا کہ وتر واجب ہے، نیز حتم خاص کی نفی کی ہے نہ کہ حتم مطلق کی پس فرضیت ثابت نہ ہوئی بلکہ وجوب ثابت ہوا، نیز محبوب کہتے ہیں مناسب کو اور واجب بھی مناسب ہی ہوتا ہے لہٰذا محبت کے لفظ سے ندب و مسنون اصطلاحی پر استدلال کرنا غلط ہے، یہ بھی یاد رکھیں کہ بعض لوگوں کا اوتروا یا اہل القرآن کے الفاظ سے وتر کے عدم وجوب پر استدلال کرنا کہ اگر واجب ہوتا تو صرف اہل قرآن یعنی حفاظ کی تخصیص نہ ہوتی بلکہ عام

والذهبي ،والترمذي وقال : حديث علي حسن اه (١: ٦٠).

١٦٣٩- عن : عبدالله بن مسعود رضي الله عنه رفعه : " اَلْوِتْرُ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ " أخرجه البزار وفيه جابر الجعفي وهو ضعيف ، وذكر البزار أنه تفرد به كذافي " الدراية "(ص - ١١٣). قلت هو مختلف فيه ، وثقه شعبة وروى عنه ، وقال ابن عدي : الجعفي حديث صالح وقد احتمله الناس ورووا عنه ، ولم يختلف أحد في الرواية عنه ، وعن الثوري قال : ما رأيت أورع في الحديث منه اه،من " الجوهر النقي " (١: ٧٠). فالحديث حسن .

١٦٤٠- عن : أبي هريرة رضي الله عنه مرفوعًا :" مَنْ لَمْ يُوْتِرْ فَلَيْسَ مِنَّا "أخرجه أحمد و إسناده ضعيف ، كذا في " الدراية " ، وفي " نصب الراية " (١: ٢٧٥):هو منقطع ، قال أحمد : لم يسمع معاوية بن قرة عن أبي هريرة شيئا ، و الخليل بن مرة ضعفه يحيى و النسائي ، وقال البخاري : منكر الحديث اه،قلت : معاوية هذا من رجال الجماعة ثقة ، وقد لقي من الصحابة كثيرا ، فلا يضرنا إرساله ، و الخليل بن مرة قال أبوزرعة : شيخ صالح ، وقال ابن عدي : هو في جملة من يكتب حديثه ، وذكره ابن شاهين في المختلف فيهم ، ثم قال وهو عندي إلى الثقة أقرب ، ثم ذكره في الثقات ، وذكر عن أحمد بن صالح المصري أنه قال : ما رأيت أحدا يتكلم فيه ولم أر أحدا تركه وهو ثقة اه،ملخصا من " التهذيب" (٣: ١٨٠و ١٠: ٢١٦) فالحديث منقطع حسن ، وله شاهد صحيح من حديث بريدة وقد ذكرناه.

...تو اس کا جواب یہ ہے کہ اہل قرآن لغوی اعتبار سے فرمایا اور اس سے مراد اہل اسلام ہیں جیسا کہ اہل تورات واہل انجیل سے مراد یہود و نصاری ہیں لہٰذا یہ کہنا کہ وتر کا حکم صرف حفاظ کو کیا گیا ہے غلط ہے، اسی لئے حضور ﷺ نے تمام صحابہ کی موجودگی میں فرمایا کہ ان اللہ زادکم یعنی تم سب کے ذمے ہے اور تمام صحابہ یقیناً حافظ نہ تھے۔

١٦٣٩-عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وتر ہر مسلمان پر واجب ہے۔ اس کو بزار نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کو جابر جعفی تنہا روایت کرتا ہے، مؤلف کہتا ہے کہ جابر جعفی مختلف فیہ ہے اس لئے یہ حدیث حسن ہے مگر اس مضمون کی دوسری روایات بھی موجود ہیں ان سے اس کو تقویت ہوتی ہے پس یہ حسن ہے۔

١٦٤٠-حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص وتر نہ پڑھے وہ ہمارا نہیں۔ اس کو احمد نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث منقطع حسن ہے اور حضرت بریدۃ کی روایت مذکورہ سابق سے مؤید ہے۔

فائدہ: اس روایت میں ترک وتر پر وعید ہے اور وعید وجوب کی علامت ہے لہٰذا اس سے اسکا وجوب ثابت ہوتا ہے۔

۱٦٤۱- عن : أبی سعید رضی اللہ عنه أن النبی ﷺ قَالَ : "اَوْتِرُوْا قَبْلَ اَنْ تُصْبِحُوْا "أخرجه "مسلم" کما فی "نصب الرایة" (۱:۲۷٥).

۱٦٤۲- عن : ابن عمر رضی اللہ عنهما مرفوعًا : "بَادِرُوْا الصُّبْحَ بِالْوِتْرِ "أخرجه مسلم أیضًا (نصب الرایة ۱:۲۷٥)

۱٦٤۳- عن جابر رضی اللہ عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ خَافَ اَنْ لَّا یَقُوْمَ مِنْ آخِرِ اللَّیْلِ فَلْیُوْتِرْ اَوَّلَهٗ ، وَمَنْ طَمِعَ اَنْ یَّقُوْمَ آخِرَهٗ فَلْیُوْتِرْ آخِرَ اللَّیْلِ : فَاِنَّ صَلَاةَ آخِرِ اللَّیْلِ مَشْهُوْدَةٌ وَذٰلِكَ اَفْضَلُ رواہ مسلم (آثار السنن ۲:٤).

۱٦٤٤- عن : مالك : اَنَّه بَلَغَهٗ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ عَنِ الْوِتْرِ اَوَاجِبٌ هُوَ؟فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ : اَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ اَوْتَرَ الْمُسْلِمُوْنَ ، فَجَعَلَ الرَّجُلُ یُرَدِّدُ

۱٦٤۱:- حضرت ابوسعیدؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طلوع فجر سے پہلے پہلے وتر پڑھ لو۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے وتر کے وقت کی انتہاء اور وجوب معلوم ہوتا ہے۔

۱٦٤۲:- حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح سے پہلے پہلے وتر پڑھ لو۔ اس کو بھی مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے بھی وقتِ وتر کی انتہا معلوم ہوتی ہے۔

۱٦٤۳:- حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو اندیشہ ہو کہ وہ آخر شب میں نہ اٹھ سکے گا اس کو اول شب میں (بعد نماز عشاء) وتر پڑھ لینے چاہئیں اور جس کو یہ امید ہو کہ وہ آخر شب میں اٹھ سکے گا اس کو آخرِ شب میں وتر پڑھنے چاہئیں کیونکہ آخر شب کی نماز صلاۃِ مشہودہ ہے (یعنی اس وقت حق تعالیٰ کو اپنے بندوں اور ان کے افعال کی طرف خاص توجہ ہوتی ہے اس لئے وہ نماز خاص طور پر حق تعالیٰ کے حضور میں ہوتی ہے۔ ہذا ما ظہر لی۔ اور نووی نے اس کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ اس وقت رحمت کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں واللہ اعلم۔ مترجم) اور یہ بات (کہ نماز خاص طور پر حق تعالیٰ کے حضور میں ہو یا رحمت کے فرشتوں کی موجودگی میں ہو) افضل ہے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے اوقاتِ وتر معلوم ہوتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ وتر کا بہتر وقت تو آخر شب ہے مگر اول شب میں بھی پڑھ لینا جائز ہے اور طرزِ بیان حدیث کا وتر کے وجوب پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ترک کی گنجائش نہیں ہے بلکہ اول شب یا آخر شب میں پڑھنا ضروری ہے اور یہی معنی وجوب کے ہیں۔

۱٦٤٤:- امام مالک سے روایت ہے کہ ان کو یہ روایت (قابل وثوق طریق سے) پہنچی ہے کہ ایک شخص نے عبداللہ بن عمرؓ سے وتر کے متعلق دریافت کیا کہ کیا وہ واجب ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی وتر پڑھے ہیں اور مسلمانوں نے بھی

عَلَيْهِ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ يَقُوْلُ : اَوْتَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ اَوْتَرَ الْمُسْلِمُوْنَ، اخرجه مالك في "الموطأ" (زرقاني ۱:۲۳۱).

۱٦٤٥- عن : ابن عمر رضي الله عنهما : اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ :" صَلَاةُ الْمَغْرِبِ وِتْرُالنَّهَارِ فَاَوْتِرُوْا صَلَاةَ اللَّيْلِ " أخرجه ابن أبي شيبة ، ولأحمد عنه : اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : ((صَلَاةُ الْمَغْرِبِ اَوْتَرَتْ صَلَاةَ النَّهَارِ فَاَوْتِرُوْا صَلَاةَ اللَّيْلِ))،قال العراقي :و الحديث سنده صحيح (زرقاني على الموطأ۱:۲۳۳).

۱٦٤٦-عن : أبي سعيد رضي الله عنه قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ:"مَنْ نَامَ عَنْ وِتْرِهٖ اَوْنَسِيَهٗ فَلْيُصَلِّهٖ اِذَا ذَكَرَهٗ "، رواه أبوداود في الدعاء بعد الوتر(۱:۵۳۸) وسكت عنه.

چنانچہ وہ بار بار یہ سوال کرتا تھا کہ آیا وتر واجب ہے اور عبداللہ بن عمرؓ یہ جواب دیتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وتر پڑھے ہیں اور مسلمانوں نے بھی- اس کو امام مالک نے موطا میں روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وتر مسلمانوں کا طریقہ ہے اور جو شخص وتر ترک کرتا ہے وہ مسلمانوں کی روش کے علاوہ دوسری روش اختیار کرتا ہے جس پر قرآن میں سخت وعید ہے، قرآن میں ہے کہ ومن يتبع غير سبيل المومنين نوله ما تولى ونصله جهنم وساءت مصيرا یعنی مسلمانوں کی روش چھوڑنے والا جہنم رسید ہوگا اسلئے ثابت ہوا کہ وتر واجب ہے، رہا انکا عبداللہ بن عمر کی طرف سے وجوب کی تصریح نہ کرنا سو وہ اسلئے ہے کہ سائل اسکے وجوب کو صلوات خمس کی طرح نہ سمجھ جائے- ہکذا قال المؤلف فی الحاشیۃ- اور ابن ابی شیبہ میں تو اسکی صراحت ہے کہ سائل وتر کو سنت کہتا رہا اور آپ اسکی تردید کرتے رہے لہٰذا معلوم ہوا کہ آپ کے نزدیک بھی واجب ہی تھے۔

۱۶۴۵:- حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مغرب کی نماز وترِ نہار ہے، تم (بذریعہ وتر کے) رات کی نماز کو وتر (طاق) بنا دو- اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور امام احمد نے ابن عمرؓ سے اس روایت کو بدین الفاظ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مغرب کی نماز نے دن کی نماز کو طاق بنا دیا ہے، تم (وتر پڑھکر) رات کی نمازوں کو طاق بنا دو- عراقی نے کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔ (زرقانی علی الموطا)

فائدہ: اس روایت میں وتر پڑھنے کا امر ہے اور امر وجوب کے لئے ہے لہٰذا وجوبِ وتر ثابت ہے۔

۱۶۴۶:- حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا جو کوئی سونے کی وجہ سے وتر نہ پڑھ سکے یا وتر پڑھنا بھول جائے تو جس وقت یاد آئے اس وقت پڑھ لینا چاہیئے- اسکو ابوداؤد نے روایت کر کے اس پر سکوت کیا ہے (لہٰذا یہ حدیث انکے ہاں حسن یا صحیح ہے) اور اسی حدیث کو ترمذی نے بھی روایت کیا ہے اور اس میں کہا ہے کہ جس وقت اسے یاد آئے یا وہ بیدار ہو تو اس وقت پڑھ لینا چاہیے نیز اسے ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے- علی ہذا اسے حاکم نے بھی مستدرک میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ شیخین کی شرط پر صحیح

وفی نیل الأ وطار (۲:۲۹۳) : الحدیث أخرجه الترمذی وزاد : "وَاِذَا اسْتَيْقَظَ" و أخرجه أيضا ابن ماجة والحاكم فی "المستدرك" وقال :صحیح علی شرط الشیخین ، و أسناد الطریق التی اخرجه منها أبوداود صحیح كما قال العراقی اه.

۱۶۴۷ - عن : أبی هریرة رضی الله عنه قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ :" اِذَا اَصْبَحَ اَحَدُكُمْ وَلَمْ يُوْتِرْ فَلْيُوْتِرْ "، رواه البیهقی و الحاکم وصححه علی شرط الشیخین ، (النیل۲:۲۹۳).

۱۶۴۸- عن : سلیمان بن موسیٰ عن نافع عن ابن عمر رضی الله عنه عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ قَالَ : " اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ (اَیْ ذَهَبَ وَقْتُ اَدَائِهِ) فَقَدْ ذَهَبَ كُلُّ صَلَاةِ اللَّيْلِ وَالْوِتْرِ، فَاَوْتِرُوْا قَبْلَ طُلُوْعِ الْفَجْرِ"، رواه الترمذی وقال : سلیمان بن موسی قد تفرد به علی هذا اللفظ اه (۱:۶۲) قلت و سلیمان هذا من رجال الجماعة غیر البخاری ، و بقیة السند رجاله رجال الصحیحین ، و فی " نصب الرایة " : قال النووی فی " الخلاصة ": و إسناده صحیح اه (۱:۲۷۵).

۱۶۴۹- عن : أبی سعید رضی الله عنه مرفوعاً " مَنْ اَدْرَكَهُ الصُّبْحُ وَلَمْ يُوْتِرْ فَلَا

ہےاور عراقی نے کہا ہے کہ جس سند سے ابوداود نے اسے روایت کیا ہے وہ صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں وتر کی قضاء کا حکم ہے اور یہ کھلی ہوئی دلیل ہے اس کے واجب ہونے کی کیونکہ قضاء سنت اور نفل کی نہیں ہوتی بلکہ واجب یا فرض کی ہوتی ہے۔

۱۶۴۷:- حضرت ابوھریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے صبح تک وتر نہ پڑھے ہوں اسکو چاہیے کہ صبح کے بعد پڑھے۔ اسکو بیہقی اور حاکم نے روایت کیا اور حاکم نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کیا ہے (نیل)

فائدہ: اس میں بھی قضاء وتر کا امر اسکے وجوب پر دلالت کرتا ہے حالانکہ صبح صادق کے طلوع کے بعد فجر کی دوسنتوں پر زیادہ پڑھنے سے روکا گیا ہے لیکن صبح صادق کے طلوع ہونے کے بعد وتر کے قضاء کا حکم وتر کے واجب ہونے پر دلالت کرتا ہے اور اگر وتر سنت یا مستحب ہوتے تو اس وقت میں دوسری احادیث کی بناء پر قضاء کا حکم نہ کیا جاتا۔

۱۶۴۸:- ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت فجر طلوع ہوگئی تو تہجد اور وتر کا وقت نکل گیا اس لئے طلوع فجر سے پہلے ہی وتر پڑھ لیا کرو- اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے، اس روایت کے تمام راوی باستثناء سلیمان بن موسیٰ کے صحیحین کے راوی ہیں اور سلیمان بن موسیٰ بخاری کے سوا جماعت کے راوی ہیں لہٰذا سند صحیح ہے اور نووی نے خلاصہ میں کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس روایت سے وقت وتر کا منتہی معلوم ہوتا ہے۔ فائدہ: وقت کے چلے جانے سے مراد وقتِ ادا کا نکل جانا ہے لیکن وقت قضاء اس وقت بھی باقی ہوتا ہے جیسا کہ پچھلی حدیثِ ابوھریرۃؓ سے معلوم ہوا۔

۱۶۴۹:- ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسے ایسی حالت میں صبح ہوگئی کہ اس نے

وتر لہٗ"، رواہ ابن خزیمۃ فی " صحیحہ " کذا فی " فتح الباری " (۲: ۳۹۹).

۱۶۵۰- عن : عائشۃ رضی اللہ عنہا قَالَتْ :" كُلَّ اللَّيْلِ أَوْتَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ وَانْتَهٰى وِتْرُهٗ إِلَى السَّحَرِ " رواہ البخاری (۱: ۱۳۶).

۱۶۵۱- عن : أبی قتادہ رضی اللہ عنہ : " أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لِأَبِي بَكْرٍ : مَتٰى تُوْتِرُ ؟ قَالَ : أُوْتِرُ أَوَّلَ اللَّيْلِ ، وَقَالَ لِعُمَرَ : مَتٰى تُوْتِرُ؟ قَالَ : أُوْتِرُ آخِرَ اللَّيْلِ . فَقَالَ لِأَبِي بَكْرٍ : أَخَذَ هٰذَا بِالْحَزْمِ ، وَقَالَ لِعُمَرَ : أَخَذَ هٰذَا بِالْقُوَّةِ"، رواہ أبوداود فی باب فی الوتر قبل النوم (۱: ۵۳۹) : وسکت عنہ ھو و المنذری ، وفی "التلخیص الحبیر" (۱: ۱۱۷) بعدعزوہ إلی أبی داود وابن خزیمۃ و الطبرانی و الحاکم ما نصہ : قال ابن القطان : رجالہ ثقات اھ.

وتر نہ پڑھے تھے تو اب اس کے وتر ادا نہیں ہو سکتے (بلکہ اسے قضاء کرنے ہوں گے) اس کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔(فتح الباری)

فائدہ: اس سے معلوم ہو گیا کہ طلوع فجر سے وتر کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

۱۶۵۰:- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر تمام رات میں پڑھے ہیں (کبھی کسی حصہ میں، کبھی کسی حصہ میں) اور آپ ﷺ کے وتر آخر شب تک پہنچ گئے ہیں (یعنی آپ ﷺ نے آخر شب میں بھی وتر پڑھے ہیں)۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وقتِ وتر آخر شب پر ختم ہو جاتا ہے۔

۱۶۵۱:- حضرت ابوقتادہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا کہ تم کب وتر پڑھتے ہو انہوں نے عرض کیا کہ اول شب میں پڑھتا ہوں. اس کے بعد حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ تم کس وقت پڑھتے ہو؟، انہوں نے عرض کیا کہ آخر شب میں پڑھتا ہوں- تو آپ ﷺ نے ابوبکر صدیقؓ کی نسبت فرمایا کہ انہوں نے تو احتیاط کا پہلو اختیار کیا، اور حضرت عمرؓ کی نسبت فرمایا کہ انہوں نے ہمت کا پہلو اختیار کیا- اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور انہوں نے اور منذری نے دونوں نے اس پر سکوت کیا ہے، اور تلخیص حبیر میں اس روایت کو ابوداؤد، ابن خذیمہ، طبرانی اور حاکم کی طرف نسبت کر کے کہا ہے کہ ابن القطان نے کہا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اوقاتِ وتر میں ذاتی فضیلت آخر شب کو ہے- اور اول شب کے لئے فضیلت عرضی ہے کہ اس وقت وتر پڑھ لینے سے فوت ہونے کا خطرہ نہیں رہتا- خلاصہ بحث یہ ہے کہ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وتر مسلمانوں پر حق واجب و لازم ہے اور اس کے ترک کی اجازت نہیں بلکہ اگر بلا قصد ترک ہو جائیں تو قضاء ضروری ہے، اس کے لئے وقت باتعیین مبدا ومنتھا مقرر ہے جیسے صلوات خمسہ کیلئے مقرر ہے، نیز وہ ایسے وقت میں مستحب اور افضل ہے جس وقت عشاء مکروہ ہے یعنی آخر شب جو کہ اس کی دلیل ہے کہ وہ عشاء کے تابع نہیں بلکہ ایک مستقل نماز ہے اور حدیث ان اللہ زادکم صلوۃ اس کے استقلال اور اسکے صلوات خمسہ کی جنس سے ہونے کی دلیل ہے، یہ تمام باتیں ایسی ہیں جن سے وتر کا وجوب ثابت ہوتا ہے- نیز امام طحاوی فرماتے ہیں کہ وتر کے وجوب پر صحابہؓ کا اجماع ہے لیکن بعض لوگ وتر کی سنت کے قائل ہیں اور دلیل میں یہ بیان کرتے ہیں کہ وتر کے بارے میں سن رسول اللہ کے الفاظ ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ سن سے مرادِ سنتِ اصطلاحی نہیں بلکہ مشروعیت ہے جیسا کہ یہی الفاظ عشر کے بارے میں بھی مروی ہیں حالانکہ عشر کی فرضیت متفق علیہ ہے تو جب سن کا لفظ فرضیت عُشر سے مانع نہیں تو وجوب وتر سے کیوں مانع بن سکتا ہے

باب الايتار بثلاث موصولة وعدم الفصل بينهن بالسلام ووجوب القعدة على الركعتين عنها والنهي عن الايتار بركعة فردة وذكر القراءة في الوتر

١٦٥٢- عن : عائشة رضی الله عنها " أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ لَا يُسَلِّمُ فِيْ رَكْعَتَيِ الْوِتْرِ ". رواه النسائی (١:٢٤٨) وسكت عنه ، وفى " آثار السنن " (١١:٢) : إسناده صحيح ، أخرجه الحاكم في " المستدرك " (١:٢٠٤) بلفظ : ((قَالَتْ : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَا يُسَلِّمُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ مِنَ الْوِتْرِ)) : وقال : هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ، و أقره عليه الذهبی فی " تلخيصه " ، وقال : على شرطهما اه.

١٦٥٣- و عنها : قَالَتْ : " كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ ، لَا يُسَلِّمُ اِلَّا فِيْ آخِرِهِنَّ " اخرجه الحاكم (١:٢٠٤) و استشهد به وَقَالَ : وَهٰذَا وِتْرُ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی الله عنه ، و عنه أخذه أهل المدينة، وسكت عنه الذهبی فی " تلخيصه " ، فهو حسن ، و كذا نقله الزيلعی (١:٢٧٧) فی " نصب الراية " بلفظ: " لا يُسَلِّمُ " ، و كذا نقله الحافظ فی " الدراية" (١١٤) بلفظ : " لَا يُسَلِّمُ اِلَّا فِيْ آخِرِهِنَّ " ، و كلاهما عزاه إلى الحاكم .

اسی طرح اس کے بارے میں "حسن جمیل" کے الفاظ ہیں لیکن یہ بھی وجوب کے منافی نہیں کیونکہ "حسن جمیل" مستحب، سنت اور فرض اورواجب سب کو شامل ہے، نیز بعض روایات میں آپ ﷺ کا وتر اونٹ پر پڑھنا معلوم ہوتا ہے جو نفل کی علامت ہے تو اس کا جواب حافظ صاحب نے فتح الباری میں یہ دیا ہے کہ یہ واقعہ جزئیہ ہے لہٰذا یہ دوسری صحیح صریح حدیث کے (جن سے وجوب معلوم ہوتا ہے) معارض نہیں بن سکتی اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ اونٹ پر پڑھنا کسی عذر کی بنا پر ہو۔ ورنہ آپ ﷺ کا عام معمول وتر سواری سے اُتر کر پڑھنے کا تھا جیسا کہ طحاوی میں ہے کہ ابن عمر نوافل سواری پر پڑھتے اور وتر زمین پر اور فرماتے تھے کہ حضور ﷺ ایسے کرتے تھے۔

باب وتر تین رکعات ہیں جو موصول ہیں اور ان میں سلام فاصل نہیں اور اس کی دو رکعتوں پر قاعدہ واجب ہے اور ایک رکعت سے وتر پڑھنا ممنوع ہے اور قراءۃ فی الوتر کے بیان میں

١٦٥٢:- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو رکعتوں میں سلام نہ پھیرتے تھے اس کو نسائی نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے اور آثار السنن میں ہے کہ اس کی سند صحیح ہے اور حاکم نے مستدرک میں اس کو ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی پہلی دو رکعتوں میں سلام نہ پھیرتے تھے اور کہا ہے کہ یہ حدیث شرط شیخین پر صحیح ہے اور ذہبی نے اس کو اپنی تلخیص میں قائم رکھا ہے اور کہا ہے کہ شرط شیخین پر ہے۔

١٦٥٣:- نیز حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین رکعتوں کے ساتھ وتر پڑھتے تھے اور صرف ان کے آخر میں سلام پھیرتے تھے اس کو حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور اس سے حضرت عائشہؓ کی پہلی روایت کی تائید کی ہے اور مزید تائید کے لئے کہا ہے کہ یہی وتر ہے عمر بن الخطابؓ کے اور انہی سے ان کو اہل مدینہ نے لیا ہے پھر اس تائید مزید کا روایت سے ثبوت دیا ہے۔ جس کو بعد میں بیان کیا ہے فطالعہ ان شئت اور ذہبی نے اس کو اپنی تلخیص میں ذکر کر کے اس سے سکوت کیا ہے لہٰذا حدیث حسن ہے۔

فائدہ: ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ تعداد رکعاتِ وتر تین ہے اور وہ تینوں موصول ہیں اور ان کے درمیان سلام فاصل نہیں ہے۔

١٦٥٤- عن : عبد الله بن أبى قيس ، قَالَ : " سَأَلْتُ عائشةَ رضى الله عنها بِكَمْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُوْتِرُ ؟ قَالَتْ : بِأَرْبَعٍ وَ ثَلَاثٍ ، وَسِتٍّ وَّ ثَلَاثٍ ، وَثَمَانٍ وَ ثَلَاثٍ ، وَ عَشْرٍ وَ ثَلَاثٍ ، وَلَمْ يَكُنْ يُوْتِرُ بِأَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَلَا أَنْقَصَ مِنْ سَبْعٍ ". رواه أحمد و أبو داود و الطحاوى و إسناده حسن (آثار السنن ٢ : ١١).

١٦٥٥- عن : عمرة عن عائشة رضى الله عنها :" أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ ، يَقْرَأُ فِيْ الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى بِ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى﴾، وَ فِيْ الثَّانِيَةِ : ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ﴾، وَ فِيْ الثَّالِثَةِ : ﴿قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ﴾ وَ ﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ وَ ﴿قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾". رواه الدار قطنى و الطحاوى و الحاكم و صححه(آثار السنن٢ :١٢) و قال الحافظ فى "التلخيص الحبير" (١١٨:٣): قال العقيلى : إسناده صالح ولكن حديث ابن عباس و أبى بن كعب باسقاط المعوذتين أصح ، و قال ابن الجوزى : أنكر أحمد و يحيى بن معين زيادة المعوذتين اه .

١٦٥٦- حدثنا : أبوالنضر ثنا محمد يعنى ابن راشد عن يزيد بن يعفر عن الحسن

١٦٥٤:-عبداللہ بن ابی قیس سے مروی ہے،وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کتنی رکعتوں کے ساتھ وتر پڑھتے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ چار اور تین کے ساتھ بھی اور چھ اور تین کے ساتھ بھی اور آٹھ اور تین کے ساتھ بھی اور دس اور تین کے ساتھ بھی اور نہ آپ تیرہ سے زیادہ کے ساتھ وتر پڑھتے تھے اور نہ سات سے کم کے ساتھ-اس کو احمد،ابوداؤداور طحاوی نے روایت کیا ہے اور اسکی اسناد حسن ہے(آثار السنن)

<u>فائدہ:</u> اس روایت سے بھی وتر کا تین رکعتیں بلافصل ہونا ظاہر ہوتا ہے کیونکہ اگر وتر تین رکعات مفصولہ یا صرف ایک رکعت ہوتا تو آپ چار اور تین کی بجائے چھ اور ایک کہہ دیتیں-نیز یہ مضمون ان کی سابقہ روایات میں مصرح بھی ہے-

١٦٥٥:-عمرہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعتوں سے وتر پڑھتے تھے اور پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلی اور دوسری میں قل یا ایھا الکافرون اور تیسری میں قل ھو اللہ احد-اور قل اعوذ برب الفلق-اور قل اعوذ برب الناس پڑھتے تھے-اس کو دارقطنی اور طحاوی نے روایت کیا ہے اور حاکم نے اسے روایت کر کے صحیح کہا ہے-اور عقیلی نے کہا ہے کہ اس کی اسناد صالح ہے لیکن اس روایت میں معوذتین کا نہ ہونا اصح ہے اور ابن الجوزی نے کہا ہے کہ احمد اور ابن معین نے معوذتین کی زیادتی کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا۔

<u>فائدہ:</u> اس سے بھی وتر کا تین رکعات غیر مفصولہ ہونا ظاہر ہوتا ہے-

١٦٥٦:-حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عشاء کی نماز پڑھ چکتے تو مکان میں تشریف لاتے اور

(البصری) عن سعد بن هشام عن عائشة (رضی الله عنها): " اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ اِذَا صَلَّى الْعِشَاءَ دَخَلَ الْمَنْزِلَ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ صَلّٰى بَعْدَهُمَا رَكْعَتَيْنِ اَطْوَلَ مِنْهُمَا، ثُمَّ اَوْتَرَ بِثَلَاثٍ لَايَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ ".رواه أحمد و إسناده يعتبر به (آثار السنن ص- ١١) قلت: أما أبو النضر فلا يسأل عنه فإن شيوخ أحمد ثقات كلهم، و محمد بن راشد متكلم فيه وقد وثق، ويزيد بن يعفر قال الدار قطني:يعتبر به، وذكره ابن حبان فى الثقات، و قال الذهبى فى "الميزان": ليس بحجة (تعجيل المنفعة ص-٤٥٥) و هذا تليين هين، فالإسناد حسن و ذكره الحافظ فى "التلخيص" (١١٦:١) أيضا وسكت عنه.

١٦٥٧- عن: أبى سلمة بن عبد الرحمن اَنَّهٗ سَاَلَ عائشةَ رضى الله عنها كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ (اَىِ التَّهَجُّد) رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِىْ رَمَضَانَ ؟ فَقَالَتْ : " مَا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَزِيْدُ فِىْ رَمَضَانَ وَلَا فِىْ غَيْرِهٖ عَلٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً، يُصَلِّىْ اَرْبَعاً فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَ طُوْلِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّىْ اَرْبَعاً فَلَا تَسْئَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَ طُوْلِهِنَّ، ثُمَّ يُصَلِّىْ ثَلَاثًا ". الحديث رواه البخارى (١٥٤:١) و مسلم (٢٥٤:١).

١٦٥٨- عن : ابن عباس رضى الله عنهما: " اَنَّهٗ رَقَدَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَاسْتَيْقَظَ

تشریف لانے کے بعد دو رکعتیں پڑھتے، اس کے بعد دو رکعتیں اور پڑھتے جو ان سے طویل ہوتیں، اس کے بعد تین رکعتوں کے ساتھ وتر پڑھتے اور ان تینوں میں فصل نہ کرتے۔ اس کو احمد نے روایت کیا ہے، اور آثار السنن میں اسکی سند کو قابل تائید کہا ہے، لیکن مؤلف کہتا ہے کہ اسکی اسناد حسن ہے۔

فائدہ: اس میں وتر کے تین رکعات غیر مفصولہ ہونے کی تصریح ہے۔

۱۶۵۷:- ابوسلمۃ بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تہجد میں) گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھتے تھے نہ رمضان میں نہ غیر رمضان میں (مگر یہ حکم بنا بر غالب ہے ورنہ خود انہی عائشہؓ سے تیرہ رکعتیں بھی مروی ہیں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا پس جس روز گیارہ رکعتیں پڑھنی ہوتیں اس روز) آپ ﷺ اول چار رکعتیں پڑھتے سو ان کی عمدگی اور درازی کو نہ پوچھو، اس کے بعد چار رکعتیں اور پڑھتے، سو ان کی خوبی اور درازی کو نہ پوچھو- اس کے بعد تین رکعتیں (وتر کی) پڑھتے۔ اس کو بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: یہ روایت بھی بظاہر وتر کی تین رکعات بیک سلام ہونے پر دال ہے۔

۱۶۵۸:- ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سوئے پس (تہجد کے وقت) جناب رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے اور مسواک کی اور وضو کیا اور وہ ان فی خلق السموات والارض تا آخر سورۃ پڑھ رہے تھے، ان سب چیزوں سے فارغ ہو کر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور دو رکعتیں پڑھیں اور ان میں قیام اور رکوع اور سجدہ کو دراز کیا، اس کے بعد

فَتَسَوَّكَ وَ تَوَضَّأَ وَهُوَ يَقُوْلُ : ﴿إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾ حَتّٰى خَتَمَ السُّوْرَةَ ، ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ فَاَطَالَ فِيْهِمَا الْقِيَامَ وَالرُّكُوْعَ وَ السُّجُوْدَ ، ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَامَ حَتّٰى نَفَخَ ، ثُمَّ فَعَلَ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ سِتَّ رَكْعَاتٍ كُلَّ ذٰلِكَ يَسْتَاكُ وَ يَتَوَضَّأُ وَيَقْرَأُ هٰؤُلَاءِ الآيَاتِ ، ثُمَّ اَوْتَرَ بِثَلٰثٍ" الحديث رواه مسلم بطريق علي بن عبد الله بن عباس عنه (١: ٢٦١).

١٦٥٩- عن : ابن عباس رضي الله عنه قال : " كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْوِتْرِ ﴿بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى﴾ وَ ﴿ قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ ﴾ وَ ﴿ قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ ﴾ فِيْ رَكْعَةٍ رَكْعَةٍ ". رواه الترمذي (١: ٦١). و قال النووي في " الخلاصة" : إسناده صحيح كما في " نصب الراية " (١: ٢٧٧). و في تخريج العراقي (١: ١٧٦): رواه الترمذي و النسائي وابن ماجة بسند صحيح.

١٦٦٠- عن : عبد الرحمن بن أبزى : " اَنَّهٗ صَلّٰى مَعَ النَّبِيِّ ﷺ اَلْوِتْرَ ، فَقَرَأَ فِي الْاُوْلٰى بِ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى﴾ وَ فِي الثَّانِيَةِ : ﴿ قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ ﴾ وَ فِي الثَّالِثَةِ ﴿ قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ ﴾ ، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ : سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ ثَلَاثًا يَمُدُّ صَوْتَهٗ بِالثَّالِثَةِ. رواه الطحاوي و أحمد و عبد بن حميد و النسائي و إسناده صحيح ، " آثار السنن" (٢: ١٠ و ١١) وفي " التعليق الحسن " :إن لعبد الرحمن بن أبزى حديثان : أحدهما : من روايته عن أبي بن كعب عن النبي ﷺ. و ثانيهما : عن النبي ﷺ ، وقد قال العراقي : كلاهما عند

نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ سو گئے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے منہ سے پھوں پھوں کی آواز نکلنے لگی، اس کے بعد آپ بیدار ہوئے اور پھر وہی کیا جو پہلے کیا تھا، غرض اسی طرح تین مرتبہ کیا اور تین مرتبہ میں چھ رکعتیں پڑھیں- آپ ﷺ ہر مرتبہ میں مسواک اور وضو کرتے اور آیات مذکورہ پڑھتے تھے، اس کے بعد آپ ﷺ نے تین رکعتیں وتر کی پڑھیں، الحدیث اس کو مسلم نے روایت کیا ہے-

١٦٥٩:-حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں سبح اسم ربك الاعلی اور قل یاایها الکافرون اور قل ھو اللہ احد ہر رکعت میں ایک سورت پڑھتے تھے- اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے-نووی نے خلاصہ میں کہا ہے کہ اسکی اسناد صحیح ہے (نصب الرایہ) اور تخریج عراقی میں ہے کہ اس کو ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے صحیح سند سے روایت کیا ہے-

١٦٦٠:-حضرت عبد الرحمٰن بن ابزیؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وتر پڑھے تو آپ ﷺ نے پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلی اور دوسری میں قل یاایھاالکفرون اور تیسری میں قل ھو اللہ احد پڑھی- اس کے بعد جب فارغ ہوئے تو تین مرتبہ **سبحان الملک القدوس** فرمایا اور تیسری مرتبہ آواز کو دراز فرمایا- اس کو طحاوی، احمد، عبد بن حمید اور نسائی نے روایت کیا ہے اور اسکی اسناد صحیح ہے (آثار السنن).

النسائي بإسناد صحيح اه. و التحقيق أن له صحبة يدل على ذلك قوله في رواية الطحاوي: إنه صلى مع النبي ﷺ الوتر اه.

١٦٦١- عن: أبي بن كعب رضي الله عنه قال: " كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَقْرَأُ فِيْ الْوِتْرِ بِ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى﴾ وَ فِيْ الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ: بِ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ﴾ وَ فِيْ الثَّالِثَةِ: بِ﴿قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ﴾، وَلَا يُسَلِّمُ إِلَّا فِيْ آخِرِهِنَّ وَ يَقُوْلُ يَعْنِيْ بَعْدَ التَّسْلِيْمِ: سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ ثَلَاثًا". أخرجه النسائي (١:٢٤٩). و في "نيل الأوطار" (٢:٢٧٩): رجاله ثقات إلا عبد العزيز بن خالد وهو مقبول اه. و فيه أيضا (٢:٢٨٧) قال العراقي: إسناده صحيح. وفي "آثار السنن": أسناده حسن (٢:١٠) اهـ. وللدارقطني (١:١٧٥) في هذا الحديث بإسناد صحيح: ((وَإِذَا سَلَّمَ قَالَ: سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ يَمُدُّ بِهَا صَوْتَهُ فِيْ الْآخِرَةِ، يَقُوْلُ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَ الرُّوْحِ" اه.

١٦٦٢- عن: المسور بن مخرمة رضي الله عنه قال: " دَفَنَّا أَبَا بَكْرٍ لَيْلًا، فَقَالَ عُمَرُ: إِنِّيْ لَمْ أُوْتِرْ، فَقَامَ وَ صَفَفْنَا وَرَائَهُ فَصَلّٰى بِنَا ثَلَاثَ رَكْعَاتٍ لَمْ يُسَلِّمْ إِلَّا فِيْ آخِرِهِنَّ "

١٦٦١: -حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلى اور دوسری میں قل یاایھاالکفرون اور تیسری میں قل ھواللہ احد پڑھتے تھے اور بجز آخری رکعت کے اور کسی رکعت میں سلام نہ پھیرتے تھے، اور سلام کے بعد سبحان الملك القدوس تین مرتبہ کہتے تھے۔ اس کو نسائی نے روایت کیا ہے اور نیل الاوطار میں ہے کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں باستثناء عبدالعزیز بن خالد کے اور عبدالعزیز (بھی) مقبول ہیں، نیز نیل الاوطار میں ہے کہ عراقی نے کہا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہے اور آثار السنن میں ہے کہ اس کی اسناد حسن ہے اور دار قطنی نے اس حدیث میں بسند صحیح یہ مضمون روایت کیا ہے کہ جس وقت آپ ﷺ سلام پھیرتے اس وقت سبحان الملك القدوس تین مرتبہ فرماتے اور آخری مرتبہ میں آواز کو دراز فرماتے اور رب الملئكة و الروح بھی فرماتے۔

فائدہ: ان تمام روایت سے وتر کا تین رکعات غیر مفصول بالسلام ہونا ظاہر ہے۔

١٦٦٢: -حضرت مسور بن مخرمہؓ سے روایت ہے کہ ہم نے ابوبکر صدیقؓ کو رات کے وقت دفن کیا، اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے وتر نہیں پڑھے۔ یہ کہہ کر وہ وتر پڑھنے کھڑے ہوئے اور ہم نے ان کے پیچھے صف باندھی، سو آپؓ نے ہمیں تین رکعتیں پڑھائیں۔ جن میں آپ نے سوائے آخری رکعت کے اور کسی رکعت میں سلام نہیں پھیرا۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور آثار السنن میں ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔

فائدہ: حضرت عمرؓ کا تین رکعت بغیر فصل کے وتر پڑھانا صحابہ کے عظیم اجتماع میں اور کسی کا انکار نہ کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وتر کے تین رکعت غیر مفصول بالسلام ہونے پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع تھا۔

أخرجه الطحاوى (١:١٧٣). و فى " آثار السنن " : أسناده صحيح (٢:١٢).

١٦٦٣- عن : عبد الرحمن بن يزيد عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال : "اَلْوِتْرُ ثَلَاثٌ كَوِتْرِ النَّهَارِ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ " رواه الطحاوى (١:١٧٣) وفى " آثار السنن" (٢:١٢) : إسناده صحيح اه قلت : و أخرجه محمد (ص - ١٤٦) فى موطأه بسند رجاله رجال مسلم بلفظ : " اَلْوِتْرُ ثَلَاثٌ كَصَلَاةِ الْمَغْرِبِ اه).

١٦٦٤- عن : أنس رضى الله عنه قال : " اَلْوِتْرُ ثَلَاثُ رَكْعَاتٍ ، وَكَانَ يُوْتِرُ بِثَلَاثِ رَكْعَاتٍ ". قال الحافظ فى " الدراية " (ص- ١١٥) : أسناده صحيح أخرجه الطحاوى فى " معانى الآثار" (١:١٧٣).

١٦٦٥- عَنْ : ثَابِتٍ قَالَ : " صَلّٰى بِیْ اَنَسٌ الْوِتْرَ اَنَا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَ اُمُّ وَلَدِهٖ خَلْفَنَا ثَلَاثَ رَكْعَاتٍ لَمْ يُسَلِّمْ اِلَّا فِیْ آخِرِهِنَّ ، ظَنَنْتُ اَنَّهٗ يُرِيْدُ اَنْ يُعَلِّمَنِیْ ". أخرجه الطحاوى (١:١٧٦) و صححه الحافظ فى " الدراية" (ص- ١١٥).

١٦٦٦- عن : عقبة بن مسلم قَالَ : " سَأَلْتُ اِبْنَ عُمَرَ عَنِ الْوِتْرِ ، فَقَالَ : اَتَعْرِفُ وِتْرَ النَّهَارِ ؟ قُلْتُ : نَعَمْ ! صَلَاةُ الْمَغْرِبِ ، قَالَ : صَدَقْتَ وَ اَحْسَنْتَ ". اخرجه الطحاوى (١:١٦٤) ، ورجاله ثقات ، و كلام الحافظ فى " الدراية" (ص- ١١٣) . يدل على صحته

۱۶۶۳:-حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ وترِ لیل تین رکعتیں ہیں جیسے وترِ نہار یعنی نماز مغرب۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور آثار السنن میں ہے کہ اسکی اسناد صحیح ہے-مؤلف کہتا ہے کہ اسکو امام محمدؒ نے اپنے موطا میں ایسی سند سے جس کے راوی مسلم کے راوی ہیں ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ وتر نماز مغرب کی طرح تین رکعتیں ہیں-

۱۶۶۴:-حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ وتر تین رکعتیں ہیں اور وہ پڑھتے بھی وتر تین ہی رکعتیں تھے۔اسکو طحاوی نے معانی الآثار میں روایت کیا ہے اور ابن حجر نے درایہ میں کہا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہے-

۱۶۶۵:-ثابت بنانیؒ کہتے ہیں کہ مجھے انسؓ نے ایسی حالت میں کہ میں ان کی دائیں جانب تھا اور ان کی اُم ولد انکے پیچھے تھی وتر کی تین رکعتیں یوں پڑھائیں کہ انہوں نے بجز آخری رکعت کے کسی رکعت پر سلام نہیں پھیرا-میں ان کے طرز سے یہ سمجھتا تھا کہ وہ مجھے تعلیم کر رہے ہیں،اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور ابن حجر نے درایہ میں اس کو صحیح کہا ہے-

۱۶۶۶:-عقبہ بن مسلمؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے ابن عمرؓ سے وتر کی بابت دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ تم دن کے وتر جانتے ہو،میں نے کہا جی ہاں!مغرب کی نماز کو کہتے ہیں-انہوں نے کہا تم نے ٹھیک کہا اور خوب کہا-اس کو طحاوی نے

عنده لكونه ذكره في معارضة حديث صحيح، والصحيح لا يعارض ألا بمثله، و قد تقدم حديث ابن عمر مرفوعاً: ((صَلاَةُ الْمَغْرِبِ أَوْتَرَتْ صَلاَةَ النَّهارِ فَأَوْتِرُوْا صَلاَةَ اللَّيْلِ)) في الباب السابق، صححه العراقي، و هو في معاني قول ابن عمر هذا.

۱۶۶۷- عن: عامر الشعبي قال: "سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ وَابْنَ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما كَيْفَ كَانَ صَلاَةُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ بِاللَّيْلِ؟ فَقَالاَ: ثَلاَثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً، ثَمَانٌ وَ يُوْتِرُ بِثَلاَثٍ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْفَجْرِ". أخرجه الطحاوي (۱:۱۶۵). ورجاله رجال الصحيح الأشيخ الطحاوي ابن أبي داود و هو ثقة كما مر غير مرة.

۱۶۶۸- عن: أبي خالدة قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا الْعَالِيَةِ عَنِ الْوِتْرِ، فَقَالَ: "عَلَّمَنَا أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ أَوْ عَلَّمُوْنَا أَنَّ الْوِتْرَ مِثْلُ صَلاَةِ الْمَغْرِبِ غَيْرَ أَنَّا نَقْرَأُ فِي الثَّالِثَةِ، فَهٰذَا وِتْرُ اللَّيْلِ وَ هٰذَا وِتْرُ النَّهَارِ". رواه الطحاوي، وفي "آثار السنن": إسناده صحيح اهـ(۱:۱۷۳).

۱۶۶۹- عن: القاسم قَالَ: ((رَأَيْنَا أُنَاسًا مُنْذُ أَدْرَكْنَا يُوْتِرُوْنَ بِثَلاَثٍ، وَإِنَّ كُلاًّ لَوَاسِعٌ، وَأَرْجُوْ أَنْ لاَّ يَكُوْنَ بِشَيْءٍ مِنْهُ بَأْسٌ))- رواه البخاري (۱:۱۳۵)- قلت: قوله ((وأن كلا لواسع)) إلخ اجتهاد منه، واجتهاد التابعي ليس بحجة-

---

روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں اور ابن حجر کے کلام سے بھی اس کا صحیح ہونا سمجھا جاتا ہے کیونکہ انہوں نے درایہ میں اسکو صحیح کے معارضہ میں پیش کیا ہے، اس کے علاوہ یہ ابن عمرؓ کی اس مرفوع حدیث کہ "مغرب کی نماز وترِ نہار ہے اور تم (بذریعہ وتر کے) رات کی نمازوں کو وتر (یعنی طاق) بنادو" سے بھی مؤید ہے جو کہ باب سابق میں گزر چکی ہے جسکو عراقی نے صحیح کہا ہے۔

۱۶۶۷:۔ عامر شعبی فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ سے پوچھا کہ حضور ﷺ کی رات میں نماز کیسے ہوتی تھی؟ انہوں نے فرمایا کہ تیرہ رکعتیں ہوتی تھیں یعنی آٹھ رکعات تہجد کی اور تین وتر اور دو فجر کی سنتیں (طحاوی) اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں، سوائے شیخ طحاوی کے اور وہ بھی ثقہ ہیں۔

۱۶۶۸:۔ابو خالدہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے ابوالعالیہ سے وتر کی بابت دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے یہ بتلایا ہے کہ وتر مغرب کی نماز کی طرح ہیں، فرق اتنا ہے کے ہم (مغرب میں تیسری رکعت میں قراءت نہیں کرتے اور وتر میں) تیسری رکعت میں بھی قراءت کرتے ہیں، پس یہ رات کے وتر ہیں- اور یہ (یعنی مغرب کی نماز) دن کے وتر ہیں اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور آثار السنن میں ہے کہ اسکی اسناد صحیح ہے۔

۱۶۶۹:۔قاسم بن محمد سے مروی ہے کہ جب سے ہم نے ہوش سنبھالا ہے، ہم نے لوگوں کو وتر تین ہی رکعتیں پڑھتے دیکھا ہے اور گنجائش ہر مذہب میں ہے (کیونکہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے) اور (اسلئے) مجھے امید ہے کہ کسی مذہب میں خطرہ نہیں ہے (کیونکہ مجتہدین

١٦٧٠- عن : أبي الزناد عن (الفقهاء) السبعة ، وسعيد بن المسيب، وعروة بن الزبير، والقاسم بن محمد، وأبي بكر بن عبدالرحمن، وخارجة بن زيد، وعبيدالله بن عبدالله ، وسليمان بن يسار، في مشيخة سواهم أهل فقه وفضل وَرُبَمَا اِخْتَلَفُوا فِي الشَّيْءِ، فَآخُذُ بِقَوْلِ أَكْثَرِهِمْ وَأَفْضَلِهِمْ رَأْيًا، فَكَانَ مِمَّا وَعَيْتُ عَنْهُمْ عَلى هذِهِ الصِّفَةِ اَنَّ الْوِتْرَ ثَلَاثٌ لَايُسَلِّمُ اِلَّا فِي آخِرِهِنَّ - رواه الطحاوي (١:١٧٥)، وفي "آثارالسنن": إسناده حسن (١:١٣)

١٦٧١-عن : أبي الزناد أيضا قال : ((اَثْبَتَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِالْعَزِيْزِ اَلْوِتْرَ بِقَوْلِ الْفُقَهَاءِ ثَلَاثًا لَا يُسَلِّمُ اِلَّا فِي آخِرِهِنَّ)) . رواه الطحاوي، وفي "آثار السنن": إسناده صحيح (١:١٧٥)

١٦٧٢-حدثنا : يونس (ثقة شيخ مسلم) ثنا سفيان الثوري عن حصين (هو ابن عبد الرحمن ثقة) عن أبي يحيى (هو زياد الأ عرج)قال:"سَمَرَ الْمِسْوَرُ بْنُ مَخْرَمَةَ وَابْنُ عَبَّاسٍ حَتّٰى طَلَعَتِ الْحَمْرَاءُ(أي القمر) ثُمَّ نَامَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَلَمْ يَسْتَيْقِظْ اِلَّا بِاَصْوَاتِ أَهْلِ الزَّوْرَاءِ ،

کی خطائی الاجتہاد اوران کے مقلدین کی خطائی التقلید معاف ہے) اس کو بخاری نے روایت کیا ہے-مؤلف کہتا ہے کہ انکا یہ کہنا کہ "ہر مذہب میں گنجائش ہے" انکا اجتہاد ہے اور اجتہاد تابعی حجت نہیں-

فائدہ: مگر مترجم کہتا ہے کہ یہ قول تابعی کے ساتھ مختص نہیں بلکہ یہ قول متفق علیہ ہے-چنانچہ میں نے اثناء ترجمہ میں اس کو صاف کردیا ہے-

فائدہ: قاسمؒ کا یہ فرمانا کہ "جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے صحابہؓ کو تین وتر ہی پڑھتے دیکھا ہے" اس بات کی واضح دلیل ہے کہ صحابہؓ میں تین رکعات وتر پڑھنا ہی متعارف اور متقرر تھا- اور قاسمؒ نے کسی ایک کو بھی ایک رکعت وتر پڑھتے نہیں پایا-

١٦٧٠:-ابوالزناد ،فقہاء سبعہ یعنی سعید بن المسیب ،عروۃ بن الزبیر ،قاسم بن محمد ،ابو بکر بن عبد الرحمٰن ،خارجہ بن زید اور عبید اللہ بن عبداللہ اور سلیمان بن یسار اوران کے سوا دوسرے اہل علم وفضل کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ اکثر یہ لوگ آپس میں اختلاف کرتے تھے اور جس وقت یہ اختلاف کرتے تھے تو میں ان میں سے ان لوگوں کی رائے کو اختیار کرتا تھا جو تعداد میں زیادہ اور رائے میں افضل ہوتے تھے-یہ اصول بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ میں نے ان لوگوں سے اسی اصول پر یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ وتر میں تین رکعتیں ہیں جن میں سے صرف آخری رکعت میں سلام پھیرا جائے ۔اسکو طحاوی نے روایت کیا ہے اور آثار السنن میں ہے کہ اسکی اسناد حسن ہے-

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ وتر کا تین رکعت ہونا ان علماء کا مذہب ہے جو عدد میں اکثر اور رائے میں افضل ہیں-نیز اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ تین رکعات وتر پر اہل مدینہ کا اجماع ہے اور اصول کی کتب میں لکھا ہے کہ اجماع لاحق اختلاف سابق کو ختم کردیتا ہے(نورالانوارص ٢٢٠) لہذا ابن عمرؓ سے جو یہ مروی ہے کہ "تیسری رکعت کو پہلی دو سے جدا کرنا جائز ہے"- غیر معتد بہ ہوجائے گا کیونکہ وہ بھی مدنی ہیں اوران کے بعد عدم جواز پر اجماع ہو چکا-

١٦٧١:-ابوالزناد سے مروی ہے کہ عمر بن عبد العزیزؒ نے فقہاء کے فتوے سے وتر کی تین رکعتیں قائم کیں جن میں صرف آخر میں سلام پھیرا جائے ۔اسکو طحاوی نے روایت کیا ہے اور آثار السنن میں ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہے-

١٦٧٢:-ابو یحیٰی سے روایت ہے کہ ایک شب مسور بن مخرمہؓ اور ابن عباسؓ (کسی معاملہ میں) طلوع حمراء تک گفتگو کرتے رہے-اس

فَقَالَ لِأَصْحَابِهِ: أَتَرَوْنِي أُدْرِكُ أُصَلِّيَ ثَلَاثًا يُرِيدُ الْوِتْرَ وَرَكْعَتَيِ الْفَجْرِ وَ صَلَاةَ الصُّبْحِ قَبْلَ أَنْ تَطْلُعَ الشَّمْسُ، فَقَالُوا: نَعَمْ! فَصَلَّى وَ هٰذَا فِي آخِرِ وَقْتِ الْفَجْرِ". رواه الطحاوی (۱: ۱۷۱)، و إسناده صحيح، و أبو يحيى اسمه زياد و هو مولى قيس بن مخرمة، و يقال: مولى الأنصار، روى عن الحسنين و ابن عباس و غير هم و عنه حصين بن عبد الرحمن و عطاء بن السائب، و ثقه ابن معين و أبو داود و غير هما، كذا في "التهذيب" (۳: ۲۹۱).

۱۶۷۳- أخبرنا: سلام بن سليم الحنفي عن أبي حمزه عن أبراهيم النخعي عن علقمة قال: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: " أَهْوَنُ مَا يَكُوْنُ الْوِتْرُ ثَلَاثَ رَكْعَاتٍ".أخرجه محمد الإمام في "موطأه" (ص- ۱۴۱) ورجاله ثقات من رجال الصحيح إلا أبا حمزة صاحب إبراهيم و اسمه ميمون فقد تكلم فيه من قبل حفظه و ضعفه بعضهم، قاله الترمذي، و قال أبو حاتم: ليس بقوی يكتب حد يثه، و قال يعقوب بن سفيان: ليس بمتروك الحديث، ولاهو حجة اه من التهذيب (۱: ۳۹۶) قلت فهو حسن الحديث ولا أقل من أن يعتبر به و يستشهد، ولما رواه شواهد.

کے بعد ابن عباسؓ سو گئے اور ان کی آنکھ صرف اہل زوراء کی آوازوں سے کھلی (جب کہ بالکل صبح ہو گئی تھی اور آفتاب قریب بطلوع تھا) تب آپ نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں تین (رکعتیں) یعنی وتر اور دو رکعتیں فجر کی اور صبح کی نماز طلوع شمس سے پہلے پڑھ سکتا ہوں، انہوں نے کہا جی ہاں! تو آپ نے نماز پڑھی اور یہ نماز پڑھنا آخر وقت فجر میں تھا۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اسکی اسناد صحیح ہیں۔

فائدہ: استدلال یوں کیا جاتا ہے کہ ناممکن ہے کہ ابن عباسؓ کے نزدیک وتر کے لئے تین رکعتوں سے کم کافی ہوں اور پھر بھی وہ باوجود فوت وقت کے خوف کے تین ہی پڑھیں۔ اس لئے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک وتر کیلئے ایک رکعت کافی نہیں۔

۱۶۷۳- علقمہ سے روایت ہے کہ ہم سے ابن مسعودؓ نے بیان کیا کہ آسان ترین وتر تین رکعتیں ہیں۔ اسکو امام محمد نے موطا میں روایت کیا ہے اور اسکے راوی صحیح کے راوی ہے بجز ابوحمزہ کے جو ابراہیم کے شاگرد ہیں کہ وہ مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے حسن الحدیث یا کم از کم قابل اعتبار واستشہاد ہے۔ اس کے علاوہ اس روایت کے لیے شواہد بھی ہیں۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن مسعودؓ ایک رکعت وتر کو معتد بہ نہ جانتے تھے ورنہ وہ ایک رکعت کو آسان ترین فرماتے نہ کہ تین کو۔

فائدہ-۲: واضح ہو کہ وتر کا اطلاق کبھی تین رکعت پر آتا ہے کبھی پانچ پر، کبھی سات پر، کبھی نو پر، کبھی گیارہ پر اور کبھی تیرہ پر سوان میں تین رکعت تو واجب ہیں اور باقی سنت تو حاصل یہ ہوا کہ سب سے زیادہ آسانی اس میں ہے کہ قدر واجب پر اکتفاء کرے اور صرف تین رکعتیں پڑھ لے اور اگر آسانی مطلوب نہ ہو تو پھر اس کے ساتھ سنتیں بھی شامل کرلے واللہ اعلم۔

١٦٧٤- أخبرنا : ابوحنيفه حدثنا أبوجعفر قال:" كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُصَلِّيْ مَا بَيْنَ صَلاَةِ الْعِشَاءِ اِلٰى صَلاَةِ الصُّبحِ ثَلاَثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ، ثَمَانَ رَكْعَاتٍ تَطَوُّعًا،وَثَلاَثَ رَكْعَاتِ الْوِتْرِ ، وَرَكْعَتَيِ الْفَجْرِ" أخرجه محمد فى " الموطأ" (ص- ١٤٥) وهو مرسل صحيح ، و أبو جعفر هو محمد بن على بن الحسين المعروف بالباقر من رجال الجماعة ثقة فاضل من الرابعة " تقريب " (ص- ١٩١).

١٦٧٥- أخبرنا : أبوحنيفة عن حماد عن ابراهيم النخعى عن عمر بن الخطاب رضى الله عنه،أَنَّهُ قَالَ:"مااُحِبُّ اَنِّيْ تَرَكْتُ الْوِتْرَ بِثَلاَثٍ ، وَاَنَّ لِيْ حُمُرَ النَّعَمِ ". أخرجه محمد فى " موطأه " (ص- ١٤٦) و هو مرسل صحيح ، فإن مراسيل النخعى صحاح عندهم كما مر غير مرة .

١٦٧٦- أخبرنا : إسماعيل بن إبراهيم عن ليث عن عطاء (قال): قَالَ اِبْنُ عَبَّاسٍ رضى الله عنه : " اَلْوِتْرُكَصَلاَةِ الْمَغْرِبِ ". أخرجه محمد فى "الموطأ" أيضاً (ص- ١٤٦) إسماعيل هذا هو ابن علية فيما أظن، فإنه صديق بن المبارك ، وولى ببغداد المظالم فى آخر خلافة هارون ، كما فى "التهذيب" (١:٢٧٤- ٢٧٥) و محمد نشأ بالكوفة ، وسكن بغداد و حدث بها ، كما فى " الأ نساب" للسمعانى ، فلا يبعد سماع محمد منه، ولا سماع ابن علية من ليث ، فإنه يروى عن طبقته ، فالسند حسن .

١٦٧٤:-امام ابوحنیفہؒ،امام محمد باقرؒ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ عشاء و فجر کے درمیان تیرہ رکعتیں پڑھتے تھے جن میں سے آٹھ رکعتیں نفل ہوتیں تھیں جو کہ تبعاللوتر پڑھی جاتیں تھیں اور تین رکعتیں وتر ہوتیں تھیں (جو کہ واجب ہے)اور دوسنت فجر ہوتی تھیں ۔اس کوامام محمد نے موطامیں روایت کیا ہے اور یہ روایت مرسل صحیح ہے

فائدہ: اس سے وتر کی رکعات کا تین ہونا صاف ظاہر ہے، نیز اس میں وتر کے وجوب کی طرف بھی اشارہ ہے اور وتر کی رکعتوں کے موصول ہونے کی طرف بھی۔

١٦٧٥:-امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ میں تین وتر پڑھنا چھوڑ دوں اور میرے لئے سرخ اونٹ ہوں ۔اس کوامام محمد نے موطامیں روایت کیا اور یہ مرسل صحیح ہے۔

فائدہ: اس سے وتر کی رکعات کا تین ہونا ثابت ہوتا ہے، نیز اس سے اسکا وجوب بھی ظاہر ہے۔

١٦٧٦:-حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وتر مغرب کی نماز کی طرح ہے۔اس کوامام محمد نے موطامیں روایت کیا ہے اور اسکی سند حسن ہے ۔

١٦٧٧- عن يحيى بن زكريا الكوفى ثنا الأعمش عن مالك بن الحارث عن عبد الرحمن بن يزيد النخعى عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه قال: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: "وِتْرُ اللَّيْلِ ثَلَاثٌ كَوِتْرِ النَّهَارِ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ". أخرجه الدارقطنى (١:١٧٣) وقال: يحيى ابن زكريا هذا يقال له ابن أبى الحواجب ضعيف ولم يروه عن الاعمش مرفوعاً غيره ١ هـ-

قلت: ابن ابى الحواجب ذكره ابن حبان فى الثقات كما فى "اللسان" (٦:٢٥٥) فالرجل مختلف فيه و مثله يعتبر به لا سيما و لما رواه شاهد، فقد أخرج الدار قطنى أيضاً عن إسماعيل بن مسلم المكى عن الحسن عن سعد بن هشام عن عائشة رضى الله عنها مرفوعا نحوه سواء، ومن طريق الدارقطنى رواه ابن الجوزى فى "العلل" و أعله باسماعيل بن مسلم المكى، كما فى "نصب الراية" (١:٢٧٧)، و اسماعيل هذا و إن ضعفه الناس ولكن قال أبو حاتم: ليس بمتروك يكتب حديثه، و كذا قال ابن عدى: إنه ممن يكتب حديثه، و قال ابن سعد: قال محمد بن عبد الله الأنصارى: كان له رأى و فتوى و بصر و حفظ للحديث فكنت أكتب عنه لنباهته اه-من "التهذيب" ملخصاً (١:٣٣٢ و٣٣٣) فالحديث حسن مرفوعًا على الأصل الذى ذكرناه غير مرة، و الرفع زيادة لا تنافى الوقف، فتقبل ممن اختلف فى توثيقه، و بالأولى إذا كان له شاهد مثله.

١٦٧٨- عن: ثابت عن أنس قال: قال أنس رضى الله عنه: "يَا اَبَا مُحَمَّدٍ! خُذْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ اَخَذْتُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، وَاَخَذَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنِ اللهِ، وَلَنْ تَاْخُذَ عَنْ اَحَدٍ

فائدہ: اس روایت میں وتر کے تین رکعات ہونے کی طرف اشارہ ہے-

١٦٧٧:-حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کے وتر تین ہیں جیسے دن کے وتر یعنی نماز مغرب-اس کو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور حدیث حسن ہے-

١٦٧٨:-ثابت بنانیؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت انسؓ نے فرمایا کہ اے ابومحمد! مجھ سے علم حاصل کرو کیونکہ میں نے علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالی سے اور تم مجھ سے زیادہ قابل اعتماد آدمی سے علم حاصل نہیں کر سکتے،اس کے بعد انہوں نے مجھے عشاء کی نماز پڑھائی، اس کے بعد چھ رکعتیں پڑھیں جن میں سے ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے تھے،اس کے بعد تین وتر پڑھے جن کے آخر میں سلام پھیرا-اس کو رویانی اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال (راوی) ثقہ ہیں (کنز العمال) مؤلف کہتے ہیں کہ یہ حدیث حکما مرفوع ہے-

وَتَقَ مِنِّيْ ، قَالَ : ثُمَّ صَلَّى بِيَ الْعِشَاءَ ، ثُمَّ صَلَّى سِتَّ رَكْعَاتٍ يُسَلِّمُ بَيْنَ الرَّكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ أَوْتَرَ بِثَلَاثٍ يُسَلِّمُ فِيْ آخِرِهِنَّ". رواه الروياني وابن عساكر ورجاله ثقات،" كنز العمال " (۱۹٦:٤). قلت : و هذا في حكم المرفوع .

١٦٧٩- عن: حفص عن عمر و عن الحسن ، قال : " أَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَى أَنَّ الْوِتْرَ بِثَلَاثٍ لَايُسَلِّمُ إِلَّا فِيْ آخِرِهِنَّ ."أخرجه ابن أبي شيبة ، و فيه عمرو بن عبيد و هو متروك ، قاله الحافظ في " الدراية " (ص-١١٥). قلت : ليس هو ممن أجمع على تركه ، ساق له ابن عدي جملة أحاديث غالبها محفوظة المتون ، قاله الذهبي في "الميزان" (۲۹٥:۲). و قال عبد الوارث بن سعيد : و هو من رجال الجماعة أحد الاعلام ، " لولا أني أعلم أن كل شيء روى عمرو بن عبيد حق لما رويت عنه شيئا ابدا " اه . كذا في "التهذيب"(٤٤٣:٦) و فيه أيضا(٧٥:٨): قال ابن حيان : كان يكذب في الحديث وهما لا تعمدا اه . فلا بأس به في المتابعات ولا يحتج به منفردا.

١٦٨٠- عن:عائشة رضي الله عنها مرفوعاً في حديث طويل : وَ كَانَ يَقُوْلُ : " فِيْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ اَلتَّحِيَّةُ " . رواه مسلم (١٩٤:١) في "صحيحه " ، وقد تقدم في باب هيئة الجلوس للتشهد .

١٦٨١- عن : عبد الله بن مسعود رضي الله عنه مرفوعاً إِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَالَ :" إِذَا قَعَدْتُمْ فِيْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ فَقُوْلُوْا اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ" الخ . أخرجه النسائي(١٧٤:١) . و سكت

۱٦۷۹:-حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ وتر تین رکعات ہیں جن کے صرف آخر میں سلام ہے۔اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں عمرو بن عبید متکلم فیہ ہے لیکن وہ اس قابل ضرور ہے کہ اس کی روایات سے متابعات میں کام لیا جائے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ حسن بصری تابعی جلیل کے زمانہ میں اس پر اجماع ہو چکا تھا کہ وتر تین ہی ہیں پس یہ اجماع اختلاف سابق کے لئے ناسخ ہے۔

۱٦۸۰:-حضرت عائشہؓ سے ایک طویل حدیث کے ضمن میں مروی ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر دو رکعت میں التحیات ہے۔اس کو مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس روایت سے وتر کے دو رکعتوں پر تشہد کا واجب ہونا ظاہر ہوتا ہے کیونکہ وتر کی پہلی دو رکعتیں بھی "کل رکعتین" کے عموم میں داخل ہیں-اور اس سے وتر میں قعدہ اولی کا وجوب ثابت ہوتا ہے-

۱٦۸۱:-حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ہر دو رکعتوں پر بیٹھو تو

عنه،وقال الشوكانى فى " النيل " (۲:۱٦٥): ورواه أحمد من طرق و جميع رجالها ثقات اه. و قد تقدم فى باب و جوب التشهد.

۱٦۸۲- عن : ابن عمر رضى الله عنه: أَنَّ رَجُلاً سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ صَلَاةِ اللَّيْلِ ، فَقَالَ ﷺ: "صَلَاةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى "،الحديث.أخرجه البخارى (فتح البارى ۲:۳۹۷).

۱٦۸۳- حدثنا : أبوغسان مالك بن يحيى الهمدانى قال : ثنا عبدالوهاب عن عطاء قال : أخبرنا عمران بن حدير عن عكرمة أنه قال : "كُنْتُ مَعَ اِبْنِ عَبَّاسٍ عِنْدَ مُعَاوِيَةَ ، فَتَحَدَّثَ حَتّٰى ذَهَبَ هَزِيْعٌ مِنَ اللَّيْلِ ، فَقَامَ مُعَاوِيَةُ فَرَكَعَ رَكْعَةً وَاحِدَةً فَقَالَ اِبْنُ عَبَّاسٍ مِنْ أَيْنَ تَرٰى أَخَذَهَا ؟... حدثنا أبو بكرة قال : ثنا عثمان بن عمر قال : حدثنا عمران فذكر باسناده مثله ، إلا أنه لم يقل الحمار . أخرجه الطحاوى (۱:۱۷۱) ، ولم أقف على ترجمة شيخه أبى غسان فى السند الأول ، ولكن لا ضير فإن السند الثانى رجاله ثقات كلهم معروفون.

۱٦۸٤- حدثنا : على (هو البغوى) بن عبد العزيز ، ثنا أبو نعيم (الفضل بن

التحیات للہ کہو۔ اس کو نسائی نے روایت کیا ہے اور اس سے سکوت کیا ہے اور شوکانی نے نیل الاوطار میں کہا ہے کہ امام احمد نے اس کو متعدد طرق سے روایت کیا ہے اور سب طرق کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس روایت سے بھی وتر میں قعدہ اولی اور تشہد کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔

۱۶۸۲:-حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازِ شب کی بابت دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نمازِ شب دو دو رکعتیں ہیں الحدیث، اس کو بخاری نے روایت کیا ہے (فتح الباری)

فائدہ: اس سے بھی مؤلف نے وتر کے قعدہ اولیٰ کے وجوب پر استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ وتر کی پہلی دو رکعتیں بھی صلاۃ اللیل میں داخل ہیں لہٰذا ان کے آخر میں قعدہ ہونا چاہئے۔

۱۶۸۳:-عکرمہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں ابن عباسؓ کے ساتھ امیر معاویہؓ کے یہاں تھا-وہاں ہم لوگ بات چیت کرتے رہے یہاں تک کہ رات کا ایک حصہ گزر گیا، اس پر امیر معاویہؓ کھڑے ہوئے اور ایک رکعت پڑھی تو ابن عباسؓ نے کہا کہ امیر معاویہؓ نے یہ طریق کہاں سے لیا-اس روایت کو طحاوی نے دو سندوں سے روایت کیا ہے جن میں پہلی سند کے رجال میں سے ابوغسان کی تحقیق نہیں ہوئی مگر دوسری سند کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ابن عباسؓ کے نزدیک ایک رکعت وتر پڑھنا ٹھیک نہیں تھا مگر چونکہ مسئلہ اجتہادی تھا اس لیے امیر معاویہؓ پر اعتراض نہیں کیا-

۱۶۸۴:-ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ ابن مسعودؓ کو معلوم ہوا کہ سعد بن ابی وقاصؓ وتر ایک رکعت پڑھتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ ایک رکعت کچھ بھی کارآمد نہیں-اس کو طبرانی نے اپنی معجم میں روایت کیا ہے (زیلعی) اور اس کے راوی سب ثقہ ہیں اور گو

دکین) ثنا القاسم بن معن ، ثنا حصين (هو عبد الرحمن) عن إبراهيم (النخعي) قال : "بَلَغَ اِبنَ مَسْعُودٍ اَنَّ سَعْدًا يُوْتِرُ بِرَكْعَةٍ ، فَقَالَ : مَا اَجزَاَتْ رَكْعَةٌ قَطُّ" . أخرجه الطبراني في "معجمه" (الزيلعي ١:٣٧٨) ، و رجاله كلهم ثقات كما سنذكرهم ، و ابراهيم عن ابن مسعود مرسل ولكن مراسيله صحاح لا سيما عن ابن مسعود.

١٦٨٥ - عن : يعقوب(هو أبو يوسف القاضي) بن أبراهيم حدثنا حصين عن إبراهيم عن ابن مسعود رضى الله عنه قال:" مَا اَجْزَاَتْ رَكْعَةٌ وَاحِدَةٌ قَطُّ " أخرجه محمد في "موطأه" (ص- ١٤٦) (زيلعي ١:٢٧٨). قلت: و مثله لا يقال بالرأى فهو مرفوع حكما.

١٦٨٦- حدثنا : بكار (ابن أبي قتيبه) قال : ثنا أبوداود (هو الطيالسي) قال : ثنا حماد (هو ابن سلمة) عن حماد (ابن أبي سليمان) عن ابراهيم : " اَنَّ اِبْنَ مَسْعُوْدٍ عَابَ ذٰلِكَ (أىْ الْإِيْتَارَ بِوَاحِدَةٍ) عَلٰى سَعْدٍ ". أخرجه الطحاوى (١:١٧٤) ورجاله كلهم ثقات و سنده صحيح، الا أنه منقطع ، و مراسيل إبراهيم عن ابن مسعود حجة كما مر غير مرة.

١٦٨٧- حدثنا : عبد الله بن محمد بن يوسف ثنا أحمد بن محمد بن إسماعيل ثنا أبي ثنا الحسن بن سليمان قسط ثنا عثمان بن محمد بن ربيعة بن أبي عبدالراحمن ثنا عبد العزيز بن محمد الدراوردي عن عمروبن يحيى عن أبيه عن أبي سعيد الخدري رضى الله عنه :" اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ نَهٰى عَنِ الْبُتَيْرَاءِ اَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ وَاحِدَةً يُوْتِرُ بِهَا ". أخرجه أبو عمر بن عبد البر في " التمهيد"وقال

روایت مرسل ہے مگر ابراہیم نخعی کی مراسیل صحیح ہیں۔

فائدہ: یقیناً یہ بات ابن مسعودؓ نے اپنی رائے سے نہ کہی ہوگی، پس یہ مرفوع حکمی کے درجے میں ہے۔

١٦٨٥:- نیز ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ ایک رکعت کچھ بھی کارآمد نہیں۔ اس کو امام محمدؒ نے اپنی موطا میں روایت کیا ہے۔

١٦٨٦:- نیز ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے سعد کے اس فعل کو ناپسند کیا۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں مگر مرسل ہے لیکن چونکہ نخعی کی مرسل ہے اس لئے موجب قدح نہیں ہے۔

١٦٨٧:- ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتیراء سے منع فرمایا ہے یعنی اس سے کہ آدمی ایک رکعت وتر پڑھے، اس کو ابن عبدالبر نے تمہید میں روایت کیا ہے مگر لوگوں نے اس کی تضعیف کی ہے۔

عبدالحق فی "أحکامه": الغالب علی حدیث عثمان بن محمد بن ربیعة الوهم ، و کذا قال ابن القطان وزاد: لیس دون الدراوردی من یغمض عنه، و الحدیث شاذ لا یعرج علیه مالم یعرف عدالة رواته ، (الزیلعی ۱:۳۰۲) اه. قال الحافظ فی "اللسان": یرید بذلك عثمان وحده و إلا فباقی الإسناد ثقات مع احتمال أن یخفی علی ابن القطان حال بعضهم اه، و قال الزیلعی بعد ما نظر فی قول ابن القطان شیخ ابن عبد البر: هو الإمام الثقة الحافظ ، و الحسن بن سلیمان قال ابن یونس : کان ثقة حافظا اه، و فی "الجوهر النقی" (۱:۲۱۰) : عثمان بن محمد بن ربیعة قال العقیلی : الغالب علی حدیثه الوهم ، ولم یتکلم علیه أحد بشیء فیما علمنا غیر العقیلی ، و کلامه خفیف ، وقد أخرج له الحاکم فی "المستدرك"اه.

۱۶۸۸- عن: محمد بن کعب القرظی رضی الله عنه :" أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَہٰی

۱۶۸۸:-محمد بن کعب قرظی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتیراء سے منع فرمایا ہے-لیکن عراقی نے اسے مرسل ضعیف کہا ہے (نیل الوطار) اسی طرح نووی نے خلاصہ میں کہا ہے کہ یہ روایت مرسل اور ضعیف ہے (زیلعی) مگر مؤلف کہتا ہے کہ ایک ضعیف کو دوسرے ضعیف سے قوت ہو جاتی ہے-

فائدہ: وتر کا لغوی معنی ہے "طاق"۔ نماز تہجد، اصطلاحی وتر شامل کرنے سے طاق بن جاتی ہے۔اس لئے بعض احادیث میں صلوٰة اللیل اور نماز تہجد پر بھی وتر کا لفظ بولا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن ابی قیس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ سَأَلْتُ عَائِشَةَ بِکَمْ کَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُوْتِرُ قَالَتْ بَارْبَعٍ وَّ ثَلَاثٍ وَّ سِتٍّ وَثَلَاثٍ وَثَمَانٍ وَثَلَاثٍ وَعَشْرَةٍ وَثَلَاثٍ ٥ (مسند امام احمدؒ، سندہ حسن، ابوداؤد ج۱ص ۲۰۰ ،مشکوٰۃ ص۱۱۲) "میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتنی رکعت وتر پڑھتے تھے انہوں نے فرمایا۔ چار اور تین رکعت، چھ اور تین رکعت، آٹھ اور تین رکعت، دس اور تین رکعت"۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ اصطلاحی وتر تو ہمیشہ تین رکعت رہے، اس کے ساتھ نماز تہجد کی رکعتیں کم وبیش پڑھی جاتی تھیں، چار، چھ، آٹھ، دس اور یہ بھی واضح ہوا کہ وتر کا اطلاق مطلق نمازِ تہجد پر بھی کیا جاتا تھا۔

فائدہ: چونکہ ایک رکعت ملانے سے ہی نماز کا دوگانہ وتر بنتا ہے اس لئے بعض روایات میں ایک رکعت پر بھی وتر کا اطلاق ہوا ہے، جس کا

عَنِ الْبُتَيْرَاءِ". قال العراقی:وهذا مرسل ضعيف"نيل الأوطار"(۲:۲۷۸)، وكذا قال النووی فی "الخلاصة" : انه ضعيف و مرسل ، (للزيلعی ۱:۳۰۳) . قلت : وله شاهد قد ذكرناه قبله ، و الضعيف إذا تعدد طرقه يتقوى كما ذكرناه فی المقدمة.

باب وجوب القنوت فی آخر الوتر فی جميع السنة كلها وسنية رفع اليدين والتكبير له ومحله قبل الركوع

۱٦۸۹- عن: عبد الرحمن بن أبی ليلی أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الْقُنُوتِ فِیْ الْوِتْرِ ، فَقَالَ:حدثنا البراء بن عازب رضی الله عنه قَالَ : "سُنَّةٌ مَاضِيَةٌ"(أی طريقة مسلوكة فی الدين) أخرجه السراج و إسناده حسن (آثار السنن ۲:۱۵).

مطلب یہ ہے کہ ایک رکعت جس دوگانہ سے ملے گی، اِسے وتر (طاق) بنادے گی۔ چنانچہ بخاری صفحہ ۱۳۵ جلد اول ابواب الوتر اور مسلم ص ۲۵۷ جلد اول میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی مرفوع حدیث ہے۔ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى فَإِذَا خَشِيَ اَحَدُكُمُ الصُّبْحَ صَلّٰى رَكْعَةً وَاحِدَةً تُوْتِرُ لَهٗ مَاقَدْ صَلّٰى۔"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ،رات کی نماز (تہجد) دوگانہ دوگانہ ہے پس تم میں سے کوئی ایک طلوع صبح کا اندیشہ کرے تو ایک رکعت پڑھے وہ ایک رکعت اس کے لئے اس پڑھی ہوئی نماز کو وتر بنادے گی۔" الحاصل صلوٰۃ اللیل یا ایک رکعت پر وتر کا اطلاق لغوی معنی کے لحاظ سے ہے یا مجازاً ہے، اصطلاحی نمازِ وتر "تین رکعت ایک سلام" سے ہے، جیسا کہ متعدد صحیح احادیثِ مرفوعہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ بالخصوص حضرت حسن بصریؒ نے اس پر اپنے زمانہ کے مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۱۶۷۹ سے واضح ہے۔

باب وتر کی آخری رکعت میں تمام سال قنوت واجب ہے اور قنوت کے لئے رفع یدین اور تکبیر مسنون ہے اور قنوت کا موقع رکوع سے پہلے ہے

۱۶۸۹:-عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے مروی ہے کہ ان سے وتر میں قنوت پڑھنے کی بابت دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم سے براء بن عازبؓ نے بیان فرمایا کہ پہلے سے یوں ہی ہوتا چلا آتا ہے (کوئی نئی بات نہیں) اس کو سراج نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں سنت سے مراد طریقہ مسلوکہ فی الدین ہے جو واجب کو بھی شامل ہوتا ہے اور کبھی بھی حضور ﷺ سے وتر میں قنوت کا نہ پڑھنا ثابت نہیں-نیز صحابہؓ کی قنوتِ وتر پر مواظبت بغیر کسی ترک کے وجوب کی دلیل ہے-

---

١٦٩٠- عن: أبي بن كعب رضى الله عنه: "أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يُوْتِرُ بِثَلَاثِ رَكْعَاتٍ، كَانَ يَقْرَأُ فِي الْأُوْلَى بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى، وَ فِي الثَّانِيَةِ بِقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ، وَ فِي الثَّالِثَةِ بِقُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ، وَ يَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوْعِ". رواه النسائى (١: ٢٤٨)، و فى "التلخيص الحبير" (١: ١١٨): و أبو على بن السكن فى "صحيحه" اه، وفيه أيضاً ما محصله: أن العقيلى جعله حجة و أشار إلى تصحيحه اه. و فى حاشية "البخارى" (١: ١٣٦) قال العينى: ورواه ابن ماجة بسند صحيح اه. ملخصاً، قلت: رواه بسند النسائى مختصراً و لفظه: "أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يُوْتِرُ فَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوْعِ" اه.

١٦٩١- ثنا يزيد بن هارون ثنا هشام الدستوائى عن حماد هو ابن أبى سليمان عن إبراهيم عن علقمة: "أَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ وَ أَصْحَابَ النَّبِيِّ ﷺ كَانُوْا يَقْنُتُوْنَ فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ". رواه ابن أبى شيبة فى "مصنفه"، و هذا سند صحيح على شرط مسلم (الجوهر النقى ١: ٢١٢) و فى "الدراية": إسناده حسن (ص- ١١٦) اه. و قال ابوبكر بن أبى شيبة: هذا الأمر عندنا (الجوهر النقى).

١٦٩٢- ثنا: أبو خالد الأحمر عن أشعث عن الحكم عن إبراهيم، قَالَ: "كَانَ عَبْدُ اللهِ لَا يَقْنُتُ فِي السَّنَةِ كُلِّهَا فِي الْفَجْرِ، وَ يَقْنُتُ فِي الْوِتْرِ كُلَّ لَيْلَةٍ قَبْلَ الرُّكُوْعِ"، أخرجه ابن أبى شيبة فى "المصنف" ايضاً (الجوهر النقى ١: ٢١٢)، وسنده صحيح إلا أنه مرسل، و

١٦٩٠:- حضرت ابی بن کعبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعتوں سے وتر پڑھتے تھے، پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلی پڑھتے، دوسری میں قل یاایہا الکفرون اور تیسری میں قل ہو اللہ احد اور (تیسری رکعت میں) رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے، اس کو نسائی نے روایت کیا ہے- نیز اسکو ابویعلیٰ نے اور ابن السکن نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور عقیلی نے اس کو حجت قرار دیا ہے اور اس کی تصحیح کی طرف اشارہ کیا ہے اور عقیلی نے کہا ہے کہ اسے ابن ماجہ نے صحیح سند سے روایت کیا ہے لیکن ابن ماجہ کی روایت میں صرف اتنا مضمون ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھتے اور ان میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے-

فائدہ: اس حدیث میں لفظ "کان" خارجی قرینہ کی وجہ سے استمرار پر دلالت کرتا ہے یعنی حضور محمد صلی اللہ علیہ والیہ وسلم ہمیشہ قنوت پڑھتے اور قنوت ہمیشہ رکوع سے قبل پڑھتے تھے-

١٦٩١:- علقمہ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ و دیگر صحابہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے- اس کو ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کیا ہے اور یہ سند شرط مسلم پر صحیح ہے (جوہرنقی) اور درایہ میں ہے کہ اس کی سند حسن ہے-

١٦٩٢:- ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ نماز فجر میں تمام سال قنوت نہ پڑھتے اور وتر میں ہر شب رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے، اس کو بھی ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کیا ہے (جوہرنقی) اور اس کی سند صحیح ہے لیکن مرسل ہے اور مراسیل ابراہیم حجت

مراسيل إبراهيم عن ابن مسعود خاصة حجة لا سيما و قد روى موصولا أيضاً كما مر.

١٦٩٣- عن : الأسود قال : "كَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ رضى الله عنه لَا يَقْنُتُ فِيْ شَيْءٍ مِنَ الصَّلَوَاتِ اِلَّا فِيْ الْوِتْرِ قَبْلَ الرَّكْعَةِ". رواه الطبرانى فى "معجمه" (الزيلعى ١: ٢٨٠) ، و قال : الحافظ فى "الدراية" (ص- ١١٥): صحيح ، و فى "مجمع الزوائد" عنه (١: ١٩٦) : "أَنَّهُ كَانَ لَا يَقْنُتُ فِيْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ ، وَاِذَا قَنَتَ فِيْ الْوِتْرِ قَنَتَ قَبْلَ الرَّكْعَةِ" رواه الطبرانى فى "الكبير" و إسناده حسن اه.

١٦٩٤- أنا : أبو عبد الله الحافظ ثنا أبو الفضل الحسن بن يعقوب بن يوسف المعدل من أصل كتابه ثنا أحمد بن الخليل البغدادى ثنا ابوالنفر ثنا سفيان الثورى عن الأعمش عن إبراهيم عن علقمة عن عبد الله :"اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَنَتَ فِيْ الْوِتْرِ قَبْلَ الرَّكْعَةِ"، أخرجه البيهقى فى "الخلافيات" ، ثم قال : هذا غلط و المشهور رواية الجماعة عن الثورى عن أبان ، و أجاب عنه فى "الجوهر النقى" (١: ٢١٣) : بأن الحسن بن يعقوب عدل فى نفس الإسناد ، و بقية رجاله ثقات،فيحمل على أن الثورى رواه عن الأعمش و أبان كلاهما عن إبراهيم ، و هذا أولى مما فعله البيهقى من التغليط اه.قلت :وقال الترمذى فى "العلل"(٢: ٢٣٦): وقد روى غير واحد عن إبراهيم النخعى عن علقمة عن عبد الله بن مسعود رضى الله عنه :"اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْنُتُ فِيْ وِتْرِهٖ قَبْلَ الرُّكُوْعِ". وروى أبان عن إبراهيم هكذا اه ملخصا. و هذا يدل على أن مدارالحديث ليس على أبان وحده ، بل تابعه عليه غير واحد ، وله طريق آخر عند الخطيب البغدادى فى

ہیں خصوصاً وہ روایات جو ابن مسعودؓ سے مروی ہوں-

١٦٩٣:-اسود سے مروی ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ کسی نماز میں قنوت نہ پڑھتے تھے، ہاں وتر میں رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔ اسکوطبرانی نے اپنے معجم میں روایت کیا ہے (زیلعی) اور ابن حجر نے درایہ میں کہا ہے کہ یہ صحیح ہے اور مجمع الزوائد میں ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ وہ صبح کی نماز میں قنوت نہ پڑھتے تھے اور جب وتر میں قنوت پڑھتے تو رکوع سے پہلے پڑھتے تھے-اسکوطبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اسکی سند حسن ہے۔

فائدہ: ان تینوں احادیث سے صحابہ کرامؓ کی وتر میں رکوع سے قبل قنوت پر مواظبت ثابت ہوتی ہے جو کہ وجوب کا فائدہ دیتی ہے -

١٦٩٤:-حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھی۔ اس کو بیہقی نے خلافیات میں ذکر کیا ہے اور ترمذی نے علل میں اور ابن الجوزی نے تحقیق میں خطیب کی سند سے روایت کیا ہے،

"كتاب القنوت" له، رواه بسنده عن شريك عن منصور عن ابراهيم عن علقمة عن عبدالله عن النبیﷺ بنحوه ، ذكره ابن الجوزی فی "التحقيق" من جهة الخطيب وسكت عنه. (زيلعی ۱:۲۷۹).

۱۶۹۵- عن: أبی حنيفة عن أبان بن أبی عياش عن إبراهيم عن علقمة عن عبدالله بن مسعود رضی الله عنه عن أم عبد الله رضی الله عنها قالت :" رَأَيتُ رَسُولَ اللهِﷺ قَنَتَ فِی الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوعِ ". أخرجه الحافظ طلحة بن محمد فی "مسنده " بطريق عديدة الی ابی حنيفة ، وقال : هذا حديث حسن ، رواه جماعة عن أبان بن أبی عياش (جامع المسانيد۱:۳۱۸).

۱۶۹۶- عن: حفص بن سليمان عن أبان بن أبی عياش عن إبراهيم عن علقمة عن عبد الله ﷺ قال : " اَرْسَلْتُ اُمِّی لَيْلَةً لِتَبِيتَ عِنْدَ النَّبِیِّ ﷺ فَتَنْظُرَ كَيْفَ يُوْتِرُ ، فَصَلّٰی مَا شَاءَ اللهُ اَنْ يُصَلِّیَ ، حَتّٰی إِذَا كَانَ آخِرُ اللَّيْلِ وَاَرَادَ الْوِتْرَ قَرَاَ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الاَعْلٰی فِی الرَّكْعَةِ الاُوْلٰی ، وَقَرَاَ فِی الثَّانِيَةِ قُلْ يَآ اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ ، ثُمَّ قَعَدَ ثُمَّ قَامَ وَلَمْ يَفْصِلْ بَيْنَهُمَا بِالسَّلَامِ ، ثُمَّ قَرَاَ بِقُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ ، حَتّٰی اِذَا فَرَغَ كَبَّرَ ، ثُمَّ قَنَتَ فَدَعَا بِمَاشَاءَ اللهُ اَنْ يَّدْعُوَ ، ثُمَّ كَبَّرَ وَرَكَعَ" اه. أخرجه الحافظ ابن عبد البر فی "الاستيعاب"(۲:۷۹۹) له ولم يتكلم عليه بشیء، بل قال : و يعرف بها (أی بأم عبد) حديث أم ابن مسعود يرويه حفص بن سليمان اه.و هذا يشعر بكون هذا الحديث معروفا عنها ، و أعله الحافظ ابن حجر و

اوراس پر سکوت کیا ہے (لہٰذا یہ حسن یا صحیح ہے)۔

۱۶۹۵:- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ماں کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے دیکھا۔ اس کو حافظ طلحہ بن محمد نے مسند ابی حنیفہ میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

۱۶۹۶:- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ ایک رات میں نے اپنی ماں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں سونے کے لیے بھیجا تا کہ وہ دیکھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کس طرح پڑھتے ہیں سو (وہ کہتی ہیں کہ) آپ ﷺ نے رات کے وقت جس قدر خدا نے چاہا نماز پڑھی حتی کہ جب آخر شب ہوئی اور آپ ﷺ نے وتر پڑھنے چاہے تو پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلی پڑھی اور دوسری میں قل یا ایہا الکافرون اس کے بعد قعدہ اولی کیا، اسکے بعد کھڑے ہوئے اور ان دو رکعتوں کو سلام کے ذریعہ سے تیسری رکعت سے جدا نہیں کیا، اسکے بعد (یعنی فاتحہ کے بعد) قل ھو اللہ احد پڑھی یہاں تک کہ جب اس سے فارغ ہوئے تو تکبیر کہی، اسکے بعد قنوت پڑھی اور جو خدا کو منظور ہوا وہ دعا فرمائی، اسکے بعد تکبیر کہی اور رکوع کیا۔ اسکو ابن عبدالبر نے استیعاب میں اور ابن حجر نے اصابہ میں روایت کیا ہے اور گو ابن حجر نے اسے ابان بن ابی عیاش کی وجہ سے ضعیف کہا ہے لیکن وہ مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے

ضعفه فی "الإصابة" (۸:۲۵۷) من أجل أبان ، و سنذكر الجواب عنه فی الحاشية.

۱٦۹۷- عن : عطاء (الخفاف) بن مسلم عن العلاء بن المسيب عن حبيب بن أبی ثابت عن ابن عباس رضی الله عنه ، قَالَ: " اَوْتَرَ النَّبِیُّ ﷺ بِثَلاَثٍ فَقَنَتَ فِيهَا قَبلَ الرُّكُوعِ". أخرجه أبو نعيم فی "الحلية"وقال : غريب تفرد به عطاء بن مسلم اه. (الزيلعی ۱:۲۷۹) ، و رواه البيهقی بطريق عطاء بن مسلم أيضاً فضعفه ' واجاب عنه فی "الجوهر النقی" (۱:۲۱۳) : حكی صاحب الكمال عن ابن معين أنه ثقة ، وفی "الكامل" لابن عدی : ثنا محمد بن يوسف الفربری ثنا علی بن حزم سمعت الفضل بن موسی و وكيعا يقولان : عطاء بن مسلم ثقة ، فهؤلاء ثلاثة أكابر وثقوه فأقل أحواله أن تكون روايته شاهدةً لما تقدم من حديث أبی و ابن مسعود اه.

۱٦۹۸- عن : ابن عمر رضی الله عنه :" اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ يُوْتِرُ بِثَلاَثِ رَكْعَاتٍ وَيَجْعَلُ الْقُنُوتَ قَبْلَ الرُّكُوعِ".رواه الطبرانی فی "الأوسط" وفيه سهل بن العباس الترمذی،قال الدارقطنی:ليس بثقة ، كذا فی "مجمع الزوائد"(۱:۱۹۷). قلت : ذكرناه اعتضادًا.

۱٦۹۹- عن : الأسود عن عبد الله (هو ابن مسعودؓ) : "اَنَّهٗ كَانَ يَقْرَأُ فِیْ آخِرِ رَكْعَةٍ مِنَ الْوِتْرِ قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ ثُمَّ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فَيَقْنُتُ قَبْلَ الرَّكْعَةِ ". رواه الإمام البخاری

حسن الحدیث ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وتر میں تین رکعت ایک سلام کے ساتھ ہے اور قنوت رکوع سے قبل ہے اور یہ کہ قنوت کے لیے تکبیر کہی جائے۔

۱٦۹۷:- حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر تین رکعت پڑھے اور ان میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھی۔ اسکو ابونعیم نے حلیہ میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس روایت کو عطاء بن مسلم تنہا روایت کرتا ہے اور بیہقی نے اس کو انہی عطاء بن مسلم کے ذریعہ سے روایت کیا ہے اور اسے ضعیف کہا ہے لیکن چونکہ عطاء کی تین بڑے لوگوں یعنی ابن معین اور فضل بن موسیٰ اور وکیع نے توثیق بھی کی ہے، اسلئے اسکو اسقدر ضعیف نہیں کہا جاسکتا کہ استشہاد کے کام بھی نہ آئے، پس ہم اس حدیث کو حدیث ابی اور ابن مسعود کے لئے شاہد بنائیں گے۔

۱٦۹۸:- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر تین رکعت پڑھتے تھے اور قنوت کو رکوع سے پہلے رکھتے تھے۔ اسکو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اسکی سند میں سہل بن العباس ترمذی ہے جسکی نسبت دار قطنی نے کہا ہے کہ اعتماد کے قابل نہیں ہے لیکن ہم نے اس روایت کو تائید کے لئے ذکر کیا ہے۔

۱٦۹۹:- اسود، عبداللہ بن مسعودؓ کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ وہ وتر کی آخری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھتے، اس کے بعد (تکبیر کہہ کر

فی "جزء رفع الیدین" له وقال: صحیح (ص- ٢٨).

١٧٠٠- عن: أبی عثمان: "كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الْقُنُوتِ" .أخرجه البخاری أیضاً فی الجزء المذکور و صححه، و عنه أیضاً باسناد صحیح قال: "كُنَّا وَ عُمَرُ يَؤُمُّ النَّاسَ ثُمَّ يَقْنُتُ بِنَا عِنْدَ الرُّكُوعِ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَتّٰى يَبْدُوَ كَفَّاهُ وَ يُخْرِجَ ضَبْعَيْهِ". أخرجه البخاری أیضاً فی الجزء المذکور.

١٧٠١- محمد أنا أبو حنیفة عن حماد عن إبراهیم: "أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ كَانَ يَقْنُتُ السَّنَةَ كُلَّهَا فِي الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّكُوعِ"، أخرجه محمد فی "الآثار" (ص- ٣٧) و هذا مرسل جید.

١٧٠٢- عن: عبد الله (هو ابن مسعود رضی الله عنه): "أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ حِينَ يَفْرُغُ مِنَ الْقِرَاءَةِ، فَإِذَا فَرَغَ مِنَ الْقُنُوتِ كَبَّرَ فَرَكَعَ"، رواه الطبرانی فی "الکبیر"، و فیه لیث بن أبی سلیم وهو ثقة و لکنه مدلس (مجمع الزوائد١:١٩٧). قلت: أخرج له مسلم و استشهد به البخاری فهو حسن الحدیث.

جیسا کہ عبداللہ بن مسعود کی ماں کی روایت سے معلوم ہوتا ہے) اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اسکے بعد رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے، اسکو بخاری نے جزء رفع یدین میں روایت کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے۔

١٧٠٠:- ابوعثمان سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ قنوت میں ہاتھ اٹھاتے تھے، اسکو بھی بخاری نے جزء رفع یدین میں روایت کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے، نیز ابوعثمان سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ لوگوں کی امامت کرتے، اسکے بعد ہم کو رکوع کے قریب یوں قنوت پڑھواتے کہ یہاں تک ہاتھ اٹھاتے کہ ان کے دونوں ہاتھ ظاہر ہو جاتے اور اپنے بازوؤں کو ظاہر کرتے۔ اسکو بھی بخاری نے جزء رفع یدین میں روایت کیا ہے۔

<u>فائدہ</u>: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ قنوتِ وتر کے لیے تکبیر کہتے وقت ہاتھ اٹھائے جائیں، بعض لوگوں کا یہ دعویٰ کرنا کہ قنوتِ وتر کی تکبیر کے لئے ہاتھ اٹھانا کسی تابعی سے بھی ثابت نہیں چہ جائیکہ صحابی یا صحیح حدیث سے ثابت ہو، غلط ہو گیا کیونکہ مذکورہ بالا تین صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قنوتِ وتر کے لیے تکبیر کہتے وقت ہاتھ اٹھائے جائیں۔

١٧٠١:- ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ وہ تمام سال وتر میں رکوع سے پہلے ہی قنوت پڑھتے تھے۔ اسکو محمدؒ نے کتاب الآثار میں روایت کیا ہے اور یہ مرسل جید ہے۔

<u>فائدہ</u>: اس حدیث سے ابن مسعود جلیل القدر صحابیؓ کی تمام سال قنوتِ وتر پر مواظبت ثابت ہوتی ہے نیز اسکا ثبوت مرفوع احادیث سے بھی ہو چکا ہے۔

١٧٠٢:- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جب وہ قراءتؔ سے فارغ ہوتے تو تکبیر کہتے پھر جب قنوت سے فارغ ہوتے تو تکبیر کہتے اور رکوع کرتے۔ اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے، اسکی سند میں لیث بن ابی سلیم ہے، وہ فی نفسہ ثقہ ہے لیکن مدلس ہے۔ (مجمع الزوائد)

١٧٠٣- عن: طارق بن شهاب قال : " صَلَّيْتُ خَلْفَ عُمَرَ صَلَاةَ الصُّبْحِ فَلَمَّا فَرَغَ مِنَ الْقِرَاءَةِ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ كَبَّرَ ثُمَّ قَنَتَ ثُمَّ كَبَّرَ فَرَكَعَ ".أخرجه الطحاوى و إسناده صحيح (آثار السنن ٢ : ١٩).

١٧٠٤- محمد : أنا أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم : " اَنَّ الْقُنُوْتَ فِيْ الْوِتْرِ وَاجِبٌ فِيْ رَمَضَانَ وَغَيْرِهِ قَبْلَ الرُّكُوْعِ ، وَ إِذَا اَرَدْتَّ اَنْ تَقْنُتَ فَكَبِّرْ ، وَإِذَا اَرَدْتَّ اَنْ تَرْكَعَ فَكَبِّرْ اَيْضًا ". أخرجه محمد فى " كتاب الحجج و الآثار " (ص- ٣٧) و إسناده صحيح (آثار السنن ٢ : ١٧).

١٧٠٥- عن : أبى الحوراء قال : قال الحسن بن على :" عَلَّمَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَلِمَاتٍ اَقُوْلُهُنَّ فِيْ الْوِتْرِ فِي الْقُنُوْتِ ، قَالَ :قُلْ: اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ" الحديث . أخرجه النسائى (١: ٢٥٢) ، وسكت عنه ، و قال النووى فى "الخلاصة" : و إسناده صحيح أو حسن ، كذا فى "نصب الراية" (١: ٢٨١) ، و لفظ الحاكم فى "مستدركه" : ((عَلَّمَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هٰؤُلَاءِ الْكَلِمَاتِ فِي الْوِتْرِ)) الخ . و لفظ أبى بكر أحمد بن

١٧٠٣:-طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی تو جس وقت آپ دوسری رکعت کی قراءت سے فارغ ہوئے تو تکبیر کہی ،اس کے بعد قنوت پڑھی اسکے بعد پھر تکبیر کہی اور رکوع کیا۔اسکو طحاوی نے روایت کیا ہے اوراس کی اسناد صحیح ہے (آثار السنن)۔

فائدہ: حضرت عمر جب مصیبت کے وقت فجر میں قنوت پڑھتے تو رکوع سے پہلے پڑھتے اور تکبیر کہہ کر پڑھتے ،یہ مدلول ہے روایت کا-اب سمجھو کہ قنوتِ وتر نظیر ہے قنوتِ فجر کی، پس جبکہ قنوت فجر رکوع سے پہلے اور قراءت وتکبیر کے بعد ہے تو وتر میں بھی ایسا ہی ہونا چاہئے-پس وتر میں قنوت کا بعد تکبیر اور قبل رکوع ہونا ثابت ہوگیا-

١٧٠٤:-ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ وتر میں قنوت رمضان وغیر رمضان دونوں میں رکوع سے پہلے واجب ہے اور جس وقت تم قنوت پڑھنا چاہو تو پہلے تکبیر کہو،اور جس وقت رکوع کرنا چاہو اسوقت بھی تکبیر کہو۔اسکو امام محمد نے کتاب الحجج والآثار میں روایت کیا ہے اور اسکی اسناد صحیح ہے (آثار السنن)-

١٧٠٥:-حسن بن علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت وتر میں پڑھنے کے لیے یہ کلمات تعلیم فرمائے اللهم اهدني فى من هديت الخ-اسکو نسائی نے روایت کیا ہے اوراس پر سکوت کیا ہے اورنووی نے خلاصہ میں کہا ہے کہ اسکی اسناد صحیح ہے یاحسن ہے کذافی الدرایہ-

الحسین بن مهران الاصبهانی فی تخریج الحاکم له : "عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ اَقُوْلَ فِی الْوِتْرِ قَبْلَ الرُّکُوْعِ " اه. کذا فی " التلخیص الحبیر"(١:٩٤) ، و کلام الحافظ یدل علی صحته.

١٧٠٦- عن أنس رضی الله عنه : " اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَنَتَ حَتّٰی مَاتَ ، وَ اَبُوْ بَکْرٍ حَتّٰی مَاتَ ، وَ عُمَرُ حَتّٰی مَاتَ ". رواه البزار ورجاله موثقون (مجمع الزوائد١:١٩٧) .

١٧٠٧- عن : عاصم قَالَ : " سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ عَنِ الْقُنُوْتِ ؟ فَقَالَ : قَدْ کَانَ الْقُنُوْتُ، قُلْتُ : قَبْلَ الرُّکُوْعِ اَوْ بَعْدَهٗ ؟ قَالَ : قَبْلَهٗ ، قَالَ : فَاِنَّ فُلَانًا اَخْبَرَنِیْ عَنْكَ اَنَّكَ قُلْتَ: بَعْدَ الرُّکُوْعِ ، فَقَالَ : کَذَبَ (اَیْ اَخْطَأَ) ، اِنَّمَا قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَعْدَ الرُّکُوْعِ شَهْرًا ، اُرَاهُ کَانَ بَعَثَ قَوْمًا یُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ زُهَاءَ سَبْعِیْنَ رَجُلاً اِلٰی قَوْمِ الْمُشْرِکِیْنَ دُوْنَ اُولٰئِكَ ، وَ کَانَ بَیْنَهُمْ وَ بَیْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَهْدٌ ، فَقَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ شَهْرًا یَدْعُوْ عَلَیْهِمْ ".رواه البخاری (١:١٣٦).

فائدہ: ان روایات سے معلوم ہوا کہ قنوتِ وتر تمام سال ہے،امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ قنوت کے مسئلہ میں یہ سب سے بہتر حدیث ہے اس سے بہتر مجھے حدیث نہیں ملی -ابن مسعودؓ کے نزدیک قنوت تمام سال ہے اور رکوع سے قبل ہے،یہی سفیان ثوری، ابن مبارک ،اسحٰق اور اہل کوفہ کا قول ہے لیکن حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ وہ قنوت رمضان کے نصف آخر میں پڑھتے تھے یہی شافعی اور احمد کا مسلک ہے(ترمذی) خود ترمذی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن مسعودؓ کی رائے صحیح ہے اور حضرت علیؓ کی رائے کمزور ہے کیونکہ ترمذی نے حضرت ابن مسعودؓ کی رائے کو جزم کے ساتھ اور حضرت علیؓ کی رائے کو بغیر جزم کے بیان کیا ہے۔

١٧٠٦-حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تاوفات قنوت پڑھتے رہے اور حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی تا وفات قنوت پڑھتے رہے اور حضرت عمرؓ بھی تاوفات قنوت پڑھتے رہے۔اسکو بزار نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی توثیق کردہ شدہ ہیں (مجمع الزوائد)۔

فائدہ: اس روایت میں قنوت سے مراد قنوتِ وتر ہے جیسا کہ دوسری روایات میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے اور جب اس سے مراد قنوتِ وتر ہے تو اس سے قنوتِ وتر پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شیخینؓ کی مداومت ثابت ہوئی اور یہ دلیل ہے اس کے وجوب کی-

١٧٠٧-عاصم سے مروی ہے کہ میں نے انس بن مالکؓ سے قنوت کی بابت سوال کیا تو فرمایا کہ ہاں قنوت عہد نبوی میں تھا، میں نے کہا رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد؟ کہا رکوع سے قبل- عاصم نے کہا کہ مجھ سے تو فلاں شخص نے بیان کیا ہے کہ آپؓ نے بعد رکوع فرمایا-اسکے جواب میں فرمایا کہ اس نے غلط کہا-رکوع کے بعد تو میرا خیال ہے کہ آپ نے صرف ایک مہینہ پڑھی کیونکہ

١٧٠٨- عن : ابن عمر ﷺ قال : " اَرَاَيتُم قِيَامَكُم عِندَ فَرَاغِ الاِمَامِ مِنَ السُّورَةِ هٰذَا القُنُوتَ؟ وَاللهِ اِنَّهٗ لَبِدعَةٌ ، مَا فَعَلَهٗ رَسُولُ اللهِ ﷺ غَيرَ شَهرٍ ثُمَّ تَرَكَهٗ، اَرَاَيتُم رَفعَكُم اَيدِيَكُم فِي الصَّلاَةِ ؟ وَ اللهِ اِنَّهٗ لَبِدعَةٌ ، مَا زَادَ رَسُولُ اللهِ عَلٰى هٰذَا قَطُّ فَرَفَعَ يَدَيهِ حِيَالَ مَنكِبَيهِ ". رواه الطبراني في "الكبير" ، و فيه بشر بن حرب ضعفه أحمد وابن معين و أبو زرعة و أبو حاتم و النسائي ، ووثقه أيوب وابن عدى (مجمع الزوائد١ :١٩٦). قلت : فالحديث حسن.

باب اخفاء القنوت فى الوتر وذكر الفاظه وانّ القنوت فى الفجر لم يكن الاللنازلة

١٧٠٩- عن : محمد قال : " قُلتُ لِاَنَسٍ هَل قَنَتَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي صَلاَةِ الصُّبحِ؟ قَالَ نَعَم! بَعدَ الرُّكُوعِ يَسِيرًا ". رواه الشيخان (آثار السنن ٢ :١٩).

آپ نے کچھ لوگوں کو جن کو قراء کہا جاتا تھا اور جو کہ ستر کے قریب تھے مشرکین کی ایک جماعت کی طرف بھیجا جو کہ ان کے سوا تھی جن پر بددعا کی گئی اور ان مدعوعلیہم اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان عہد تھا (سوانہوں نے بدعہدی کی اور قراء کو قتل کردیا) اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر بددعا کرتے ہوئے ایک مہینہ تک قنوت پڑھی، اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

١٧٠٨:-ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ تم نے (نماز فجر میں) امام کے سورۃ سے فارغ ہونے کے وقت قنوت پڑھنے کے لئے اپنے کھڑے ہونے کو بھی دیکھا ہے (کہ یہ بجا ہے یا بے جا) بخدا یہ بدعت ہے کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ کے سوا دوسرے وقت ایسا نہیں کیا اور ایک مہینہ کے بعد اسے بالکل چھوڑ دیا تھا نیز تم نے دیکھا کہ نماز میں تمہارا (اس مبالغہ کے ساتھ) ہاتھ اٹھانا کیسا ہے واللہ یہ بدعت ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے زائد ہاتھ نہیں اٹھائے، اور یہ کہہ کر مونڈھوں تک ہاتھ اٹھائے۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اسکی سند میں بشر بن حرب واقع ہے جو کہ مختلف فیہ ہے، لہٰذا حدیث حسن ہے۔

<u>فائدہ</u>: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فجر میں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت صرف ایک ماہ پڑھی تھی پھر کبھی نہیں اور وہ بھی قنوتِ نازلہ تھی، نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وتر میں قنوت کے لئے تکبیر کہتے وقت دونوں ہاتھ اٹھائے جائیں اور یہ اٹھانا سنت ہے البتہ بہت زیادہ اونچے ہاتھ اٹھانا جیسا کہ دعا میں اٹھائے جاتے ہیں بدعت ہے باقی جو بعض احادیث میں بعدالرکوع قنوت کا ذکر ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ وہ قنوت نازلہ پر محمول ہے جو کسی اہم حادثہ اور مصیبت کے وقت بعدالرکوع پڑھی جاتی ہے۔ دیکھئے بخاری باب القنوت قبل الرکوع وبعدہ و مسلم ج ١ ص ٢٣٧ و مشکوٰۃ ص ١١٣۔

باب قنوت میں اخفاء اور اس کے الفاظ کے بیان میں اور اس کے بیان میں کہ صبح کی نماز میں قنوت صرف مصیبت کے وقت ہے

١٧٠٩:-محمدؒ (بن سیرین) سے مروی ہے کہ میں نے حضرت انسؓ سے کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں قنوت

۱۷۱۰- عن : أبی مجلز عن أنس بن مالك ﷺ ، قال :" قَنَتَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ شَهرًا بَعْدَ الرُّکُوْعِ فِیْ صَلاَةِ الصُّبْحِ یَدْعُوْ عَلٰی رِعْلٍ وَ ذَکْوَانَ ، وَ یَقُوْلُ : عُصَیَّةُ عَصَتِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ". رواه الشیخان (نفس المرجع).

۱۷۱۱- عن : عاصم عن أنس رضی الله عنه : " اِنَّمَا قَنَتَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ (اَیْ فِیْ الْفَجْرِ) شَهرًا یَدْعُوْ عَلٰی أُنَاسٍ قَتَلُوْا أُنَاسًا مِنْ اَصْحَابِهٖ یُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ ". رواه الشیخان (نفس المرجع) مختصرا، ورواه الخطیب من طریق قیس بن الربیع عن عاصم بن سلیمان ، قلنا لأنس:"اِنَّ قَوماً یَزْعُمُوْنَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ لَمْ یَزَلْ یَقْنُتُ فِیْ الْفَجْرِ ، فَقَالَ : کَذَبُوْا اِنَّمَا قَنَتَ شَهرًا وَاحِدًا یَدْعُوْ عَلٰی حَیٍّ مِنْ اَحْیَاءِ الْمُشْرِکِیْنَ ". وقیس وإن کان ضعیفا لکنه لم یتهم بکذب اه. کذا فی "التلخیص الحبیر" (۱:۹۳) و قال ابن القیم فی زاد المعاد (۱:۷۲) وقیس وان کان یحیی ضعفه فقد وثقه غیره اه. قلت : فهو حسن الحدیث.

۱۷۱۲- عن أنس بن سیرین عن أنس بن مالك ﷺ : " اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَنَتَ شَهرًا بَعْدَ الرُّکُوْعِ فِیْ صَلاَةِ الْفَجْرِ یَدْعُوْ عَلٰی بَنِیْ عُصَیَّةَ".رواه مسلم(آثار السنن۲ :۹۱).

پڑھی ہے، تو فرمایا کہ ہاں کچھ دنوں تک بعد رکوع پڑھی -اس کو شیخینؒ نے روایت کیا ہے-(آثار السنن)

۱۷۱۰:-ابومجلز، حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ رکوع کے بعد صبح کی نماز میں رعل وذکوان پر بددعا کرتے ہوئے قنوت پڑھی ہے اور آپ ﷺ فرماتے تھے کہ عصیہ نے خدا اور رسول کی نافرمانی کی۔ اسکو شیخین نے روایت کیا ہے(آثار السنن)۔

۱۷۱۱:-عاصم، حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر میں صرف ایک مہینہ قنوت پڑھی ہے ان لوگوں پر بددعا کرتے ہوئے جنہوں نے آپ ﷺ کے چند صحابیوں کو قتل کر دیا تھا جن کو قراء کہتے تھے۔اس کو شیخین نے روایت کیا ہے(آثار السنن) اور خطیب نے بروایت قیس بن الربیع عاصم بن سلیمان سے روایت کیا ہے کہ ہم نے حضرت انسؓ سے کہا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر میں برابر قنوت پڑھتے رہے تو انہوں نے فرمایا کہ وہ غلط کہتے ہیں- جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبائل مشرکین میں سے ایک قبیلے پر بددعا کرتے ہوئے صرف ایک مہینہ قنوت پڑھی- تلخیص الحبیر میں اس روایت کو نقل کر کے کہا ہے کہ قیس ضعیف ضرور ہے مگر وہ متہم بالکذب نہیں اور ابن القیم نے زاد المعاد میں کہا ہے کہ قیس کو گو یحییٰ نے ضعیف کہا ہے لیکن دوسروں نے توثیق بھی کی ہے اھ پس وہ مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے حسن الحدیث ہوا-

۱۷۱۲:-انس بن سیرین، حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ فجر کی نماز میں

١٧١٣- عن : قتاده عن أنس ﷺ : " اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَنَتَ شَهْرًا يَدْعُوْ عَلٰى اَحْيَاءٍ مِنَ الْعَرَبِ ثُمَّ تَرَكَهٗ " رواه مسلم (نفس المرجع) وفى . "التلخيص الحبير"(١:٩٣) : متفق عليه وللبخارى مثله عن عمر و لمسلم عن خفاف بن إيماء اه.

١٧١٤- و عنه : عن أنس ﷺ : " اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ لَا يَقْنُتُ اِلَّا اِذَا دَعَا لِقَوْمٍ اَوْ دَعَا عَلٰى قَوْمٍ".رواه ابن خزيمة فى "صحيحه "كمافى "فتح البارى " (٢:٤٠٨) بإسناد صحيح كمافيه أيضاً،وصححه الحاكم فى جزء له مفرد فى القنوت كمافى "التلخيص"(١:٩٣) ، و عزاه الزيلعى (١:٢٨٢) الى كتاب القنوت للخطيب البغدادى، و عزاه الى صحيح ابن حبان أيضاً.

١٧١٥- ولكن لفظ ابن حيان عن أبى هريرة ﷺ : " كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَا يَقْنُتُ فِی الصُّبْحِ اِلَّا اَنْ يَّدْعُوَ لِقَوْمٍ اَوْ يَدْعُوَ عَلٰى قَوْمٍ " ، ثم قال : قال صاحب " التنقيح" : سند هذين الحديثين صحيح ، و هما نص فى أن القنوت (أى فى الفجر) مختص بالنازلة اه.

١٧١٦- وعن عبد العزيز بن صهيب عن أنس ﷺ ، قال : " بَعَثَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِحَاجَةٍ يُقَالُ لَهُمُ الْقُرَّاءُ ، فَعَرَضَ لَهُمْ حَيَّانِ مِنْ بَنِیْ سُلَيْمٍ، رِعْلٌ وَ ذَكْوَانُ ، فَقَتَلُوْهُمْ

رکوع کے بعد بنی عصیہ پر بددعا کرتے ہوئے قنوت پڑھی۔اسکو مسلم نے روایت کیا ہے(آثار السنن)۔

۱۷۱۳:-قتادہ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند قبائلِ عرب پر بددعا کرتے ہوئے ایک مہینہ قنوت پڑھی، اس کے بعد اسے چھوڑ دیا-اس کو مسلم نے روایت کیا ہے(آثار السنن) اور تلخیص حبیر میں ہے کہ یہ روایت متفق علیہ ہے اور بخاری نے اسکو اسی طرح حضرت عمرؓ سے اور مسلم نے خفاف بن ایماء سے بھی روایت کیا ہے-

۱۷۱۴:-قتادہ حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف کسی قوم کے لئے دعا کرنے یا کسی قوم پر بددعا کرنے کی غرض سے قنوت پڑھتے تھے(اور روزانہ کا معمول نہ تھا) فتح الباری میں ہے کہ اس کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں صحیح سند سے روایت کیا ہے اور تلخیص میں ہے کہ حاکم نے اسے اپنے رسالہ قنوت میں صحیح کہا ہے اور زیلعی نے اسے خطیب کے رسالہ قنوت اور صحیح ابن حبان کی طرف نسبت کیا ہے-

۱۷۱۵:-لیکن ابن حبان کے الفاظ ابوہریرہؓ کی روایت سے یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں صرف کسی جماعت کے لئے دعا یا بددعا کرنے کے لئے قنوت پڑھتے تھے،نیز زیلعی نے کہا ہے کہ صاحب تنقیح کا بیان ہے کہ ان دونوں حدیثوں یعنی حدیث انسؓ و حدیث ابی ہریرہؓ کی سندیں صحیح ہیں اور وہ دونوں اس باب میں بالکل صریح ہیں کہ صبح کی نماز میں قنوت صرف کسی حادثہ کے وقت ہے اور ہر روز نہیں ہے۔

۱۷۱۶:-عبدالعزیز بن صہیب، حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر آدمیوں کو جن

، فَدَعَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ شَهرًا فِى صَلاةِ الْغَدَاةِ فَذٰلِكَ بَدأُ الْقُنُوتِ وَمَا كُنَّا نَقْنُتُ ". أخرجه الشيخان كذا في "زاد المعاد " (۱:۲۸۲) و هو في الصحيح في باب غزوة الرجيع (۲:۵۸۶).

۱۷۱۷- عن : أبي هريرة ؓ : " اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَدْعُوَ عَلٰى اَحَدٍ اَوْيَدْعُوَ لِاَحَدٍ قَنَتَ بَعْدَ الرُّكُوْعِ ، فَرُبَمَا قَالَ اِذَا قَالَ : سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ : اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اَللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلِيْدَ بْنَ الْوَلِيْدِ ، وَ سَلَمَةَ بْنَ هِشَامٍ ، وَ عَيَّاشَ بْنَ رَبِيْعَةَ ، اَللّٰهُمَّ اشْدُدْ وَطْاَتَكَ عَلٰى مُضَرَ ، وَاجْعَلْهَا سِنِيْنَ كَسِنِىْ يُوْسُفَ ، يَجْهَرُ بِذٰلِكَ حَتّٰى اَنْزَلَ اللهُ : لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَىْءٌ ". رواه البخاري (آثار السنن ۲ : ۲۰). و في رواية عند الشيخين : قال أبو هريرة : "وَاَصْبَحَ ذَاتَ يَوْمٍ فَلَمْ يَدْعُ لَهُمْ ، فَذَكَرْتُ لَهٗ ذٰلِكَ ، فَقَالَ : اَوَمَاتَرَاهُمْ قَدْ قَدِمُوْا" كذا في "زاد المعاد"(۱:۷۳).

۱۷۱۸- عن : ابي مالك قال :" قُلْتُ لِاَبِىْ : يَا اَبَتِ ! اِنَّكَ قَدْ صَلَّيْتَ خَلْفَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَ اَبِىْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ وَ عَلِيِّ رَضِىَ اللهُ تعالى عنهم هٰهُنَا بِالْكُوْفَةِ نَحْوًامِنْ خَمْسِ سِنِيْنَ ، اَكَانُوْ يَقْنُتُوْنَ ؟ قَالَ : اَىْ بُنَىَّ ! مُحْدَثٌ . رواه الترمذي (۱:۵۳) وقال : حسن

کو قراء کہا جاتا تھا کسی کام کے لئے باہر روانہ فرمایا جس پر بنی سلیم کے دو قبیلے رعل وذکوان ان کے مزاحم ہوئے اور انہیں شہید کر دیا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز میں ایک مہینہ تک قنوت پڑھی - یہ ابتداء ہے قنوت نازلہ کی اور ہم (اس سے پہلے فجر میں) قنوت (نازلہ) نہ پڑھتے تھے - زاد المعاد میں ہے کہ اس کو شیخین نے روایت کیا ہے اور بخاری میں یہ روایت غزوہ رجیع کی ذیل میں مذکور ہے-

۱۷۱۷:- ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی پر بددعا یا کسی کے لئے دعا کرنا چاہتے تو (فجر میں) رکوع کے بعد قنوت پڑھتے اور بسا اوقات آپ ﷺ نے یوں قنوت پڑھی کہ سمع اللہ لمن حمدہ اللھم ربنا لک الحمد کہہ کر فرمایا کہ اے اللہ! ولید بن الولید اور سلمۃ بن ہشام اور عیاش بن ربیعہ کو کفار کے پنجہ سے رہائی دے، اے اللہ مضر پر اپنی پامالی کو سخت کر اور اس کو ایسی قحط سالی بنا دے جیسی حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کی قحط سالی تھی اور یہ دعا آپ جہر کے ساتھ کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے لیس لک من الامر شیء الآیۃ نازل فرمایا - اسکو بخاری نے روایت کیا ہے (آثار السنن) شیخین کی ایک روایت میں یہ مضمون بھی ہے کہ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک روز آپ ﷺ نے صبح کو ولید وغیرہ کے لئے دعا نہ کی تو میں نے آپ ﷺ سے اس کا ذکر کیا (کہ کیا بات ہے کہ آج آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا نہ کی) آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں معلوم نہیں وہ تو آ گئے (زاد المعاد).

۱۷۱۸:- ابو مالک سے روایت ہے کہ میں نے اپنے باپ سے کہا، اے ابا! تم نے تو جناب رسول اللہ ﷺ اور ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ ان سب

صحیح ، و عند ابن ماجة (ص- ٨٩) فی هذا الحديث : " فَكَانُوا يَقْنُتُونَ فِيْ الْفَجْرِ؟ فَقَالَ : اَیْ بُنَیَّ ! مُحْدَثٌ "، اه. وقال الحافظ فی "التلخیص" : إسناده حسن (١:٩٣) اه.

١٧١٩- عن : الأ سود : " اَنَّ عُمَرَ رَضِیَ اللہ عنه كَانَ لَا يَقْنُتُ فِيْ صَلَاةِ الْصُّبْحِ ". رواه الطحاوی ، و إسناده صحيح ، (آثار السنن ٢: ٢٠).

١٧٢٠- وَعَنْهُ :" اَنَّهُ صَحِبَ عُمَرَ رَضِیَ اللہ عنه بْنَ الْخَطَّاب سِنِيْنَ فِيْ السَّفَرِ وَ الْحَضَرِ فَلَمْ يَرَهُ قَانِتًا فِيْ الْفَجْرِ حَتّٰى فَارَقَهُ ". رواه محمد بن الحسن فی "كتاب الآثار" وإسناده حسن (آثار السنن ٢: ٢٥).

١٧٢١- و عنه : قال: " كَانَ عُمَرُ رَضِیَ اللہ عنه اِذَا حَارَبَ قَنَتَ (اَیْ فِيْ غَيْرِ الْوِتْرِ اَيْضا). وَاِذَا لَمْ يُحَارِبْ لَمْ يَقْنُتْ ". رواه الطحاوی وإسناده حسن (آثار السنن ٢: ٢٠).

کے پیچھے نماز پڑھی ہے اور یہاں کوفہ میں تقریباً پانچ برس حضرت علیؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے، آیا یہ لوگ (بلاکسی حادثہ کے بھی فجر میں) قنوت پڑھتے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ بیٹا یہ بالکل نئی بات ہے (کیونکہ اس سے پہلے میں نے کسی کو ایسا کرتے نہیں دیکھا) اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حسن صحیح ہے ،ترمذی کی روایت میں تو قنوت کے متعلق نماز فجر کی تصریح نہیں مگر ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں کہ کیا یہ حضرات (جناب رسول اللہ ﷺ اور ابو بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ وعلیؓ) فجر میں قنوت پڑھتے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ بیٹا نئی بات ہے (ان میں تصریح ہے کہ یہ سوال قنوتِ فجر کے متعلق تھا نہ کہ قنوت وتر کے)اور حافظ ابن حجر نے تلخیص میں ابن ماجہ کی سند کو حسن کہا ہے۔

<u>فائدہ:</u> اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بغیر کسی حادثہ کے فجر میں قنوت پڑھنا یا اس پر مداومت کرنا بدعت ہے (سندھی) علامہ سندھی فرماتے ہیں کہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ اور خلفاء اربعہ راشدین اور حضرت معاویہؓ نے صرف محاربت اور مصیبت کے وقت فجر میں قنوت پڑھی اس لئے حازمی کا خلفاء اربعہ کے قنوتِ فجر کو اپنے مذہب کی تائید میں بیان کرنا غلط ہے کیونکہ خلفاء راشدین سے یہ بات بالکل ثابت ہے کہ انہوں نے فجر میں قنوت پڑھی بھی اور نہیں بھی پڑھی۔

١٧١٩:- اسود سے حضرت عمرؓ کے متعلق مروی ہے کہ وہ صبح کی نماز میں (بلاکسی حادثہ کے) قنوت نہ پڑھتے تھے۔ اسکو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اسکی اسناد صحیح ہے (آثار السنن)۔

١٧٢٠:- نیز اسود ہی سے مروی ہے کہ وہ کئی سال سفر اور حضر میں حضرت عمرؓ کے ساتھ رہے مگر باوجود اس کے انہوں نے ان سے ان سے جدا ہونے تک (بلاکسی حادثہ کے) صبح کی نماز میں قنوت پڑھتے نہیں دیکھا۔ اسکو امام محمدؒ نے کتاب الآ ثار میں روایت کیا ہے اور اسکی اسناد حسن ہے (آثار السنن).

١٧٢١:- نیز اسود سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ جنگ کے موقع پر قنوت پڑھتے تھے (لیکن بوقت ضرورت)اور بغیر جنگ کے قنوت نہ

۱۷۲۲- عن: علقمة و الأسود و مسروق أَنَّهُمْ قَالُوْا: " كُنَّا نُصَلِّي خَلْفَ عُمَرَ الْفَجْرَ فَلَمْ يَقْنُتْ ". رواه الطحاوی و إسناده صحیح ، (آثار السنن ۲: ۲۰).

۱۷۲۳- عن : علقمة قَالَ : "كَانَ عَبْدُ اللهِ رَضِيَ الله عنه لَا يَقْنُتُ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ". رواه الطحاوی و إسناده صحیح (آثار السنن۲: ۲۰).

۱۷۲٤- عن : الأسود ، قَالَ :" كَانَ اِبْنُ مَسْعُوْدٍ لَايَقْنُتُ فِي شَيْءٍ مِنَ الصَّلَوَاتِ اِلَّا الْوِتْرَ فَاِنَّهُ كَانَ يَقْنُتُ (فِيْهِ) قَبْلَ الرَّكْعَةِ (اَيِ الرُّكُوْعِ)". رواه الطحاوی و الطبرانی و إسناده صحیح (آثار السنن- نفس المرجع) وقد ذكرناه قبل.

۱۷۲٥- عن:أبي الشعثاء قَالَ : " سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنِ الْقُنُوْتِ ، فَقَالَ : مَا شَهِدْتُ وَمَا رَأَيْتُ ". رواه الطحاوی و إسناده صحیح (آثار السنن - نفس المرجع).

۱۷۲٦- عَنْهُ : قَالَ : "سُئِلَ ابْنُ عُمَرَ عَنِ الْقُنُوْتِ ، فَقَالَ : مَا الْقُنُوْتُ ؟ فَقَالَ: إِذَا فَرَغَ الْإِمَامُ مِنَ الْقِرَاءَةِ فِي الرَّكْعَةِ الْآخِرَةِ قَامَ يَدْعُوْ ، قَالَ : مَا رَأَيْتُ اَحَدًا ، يَفْعَلُهُ، وَاِنِّي لَاَظُنُّكُمْ مَعَاشِرَ اَهْلِ الْعِرَاقِ تَفْعَلُوْنَهُ". رواه الطحاوی و إسناده صحیح،(آثار السنن ۲: ۲۱).

۱۷۲۷- عن : أبي مجلز، قَالَ :"صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عُمَرَ الصُّبْحَ فَلَمْ يَقْنُتْ فَقُلْتُ:

پڑھتے تھے۔ اسکوطحاویؒ نے روایت کیا ہے اور اسکی اسناد حسن ہے (آثار السنن)۔

۱۷۲۲:- علقمہ، اسود اور مسروق تینوں سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ ہم حضرت عمرؓ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھا کرتے تھے، سو انہوں نے اس میں قنوت نہیں پڑھی (یعنی غیر جنگ کی حالت میں) اسکوطحاوی نے روایت کیا ہے اور اسکی اسناد صحیح ہے۔ (آثار السنن)۔

<u>فائدہ</u>: مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ قنوتِ فجر پر مداومت نہیں کرتے تھے بلکہ جنگ کے زمانہ میں پڑھتے تھے اور یہی احناف اور جمہور کا مسلک ہے۔

۱۷۲۳:- (نیز) علقمہ سے مروی ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ صبح کی نماز میں قنوت نہ پڑھتے تھے، اسکوطحاوی نے روایت کیا ہے اور اسکی اسناد صحیح ہے۔ (آثار السنن)

۱۷۲٤:- اسود سے روایت ہے کہ ابن مسعودؓ وتر کے سوا کسی نماز میں قنوت نہ پڑھتے تھے اور وتر میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔ اسکوطحاوی اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور اسکی اسناد صحیح ہے (آثار السنن)۔ اس روایت کو ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں۔

۱۷۲۵:- ابو الشعثاء سے روایت ہے کہ میں نے ابن عمرؓ سے قنوت (فجر) کے متعلق دریافت کیا تو آپؓ نے فرمایا کہ نہ میرے سامنے کسی نے پڑھی اور نہ میں نے کسی کو پڑھتے دیکھا (یعنی مصیبت کے علاوہ دوسرے اوقات میں) اسکوطحاوی نے روایت کیا ہے اور اسکی اسناد صحیح ہے۔ (آثار السنن)

اَلْكِبَرُ يَمْنَعُكَ ؟ فَقَالَ : مَا اَحْفَظُهُ عَنْ اَحَدٍ مِنْ اَصْحَابِیْ ". رواه الطحاوی و الطبرانی و إسناده صحیح ، (آثار السنن ۲ : ۲۱).

۱۷۲۸- عن : نافع :" اَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ لَا يَقْنُتُ فِیْ شِیْءٍ مِنَ الصَّلَاةِ اَیِ الْمَكْتُوْبَةِ ".رواه مالك و إسناده صحیح (آثارالسنن ۲ : ۲۱).

۱۷۲۹- عن : عمران بن الحارث السلمی : "صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ الصُّبْحَ فَلَمْ يَقْنُتْ ". رواه الطحاوی و إسناده صحیح ، (آثار السنن ۲ : ۲۱).

۱۷۳۰- عن : مجاهد و سعید بن جبیر : " اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ كَانَ لَا يَقْنُتُ فِیْ صَلَاةِ الْفَجْرِ ". أخرجه ابن أبی شیبة فی "المنصف" ،و سنده صحیح (الجوهر النقی ۱ : ۱۶٤).

۱۷۳۱- عن : الشعبی قَالَ : " لَمَّا قَنَتَ عَلِیٌّ فِیْ صَلَاةِ الصُّبْحِ اَنْكَرَ النَّاسُ ذٰلِكَ ، فَقَالَ عَلِیٌّ : اِنَّمَا اسْتَنْصَرْنَا عَلٰی عَدُوِّنَا ". أخرجه ابن أبی شیبة و سنده صحیح (الجوهر

۱۷۲۶:-نیز انہی ابوالشعثاء سے روایت ہے کہ ابن عمرؓ سے قنوت کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؓ نے فرمایا کہ قنوت کیا ہے؟ تو سائل نے کہا کہ جب امام پچھلی رکعت میں قراءت سے فارغ ہوتا ہے تو دعا کرتا ہے تو فرمایا کہ میں نے کسی کو ایسا کرتے نہیں دیکھا، اے عراق والو! میرا خیال ہے کہ تم ایسا کرتے ہو گے، اسکوطحاوی نے روایت کیا ہے اور اسکی اسناد صحیح ہے (آثار السنن).

۱۷۲۷:-ابومجلز سے روایت ہے کہ میں نے ابن عمرؓ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی تو آپ نے قنوت نہیں پڑھی، میں نے کہا کہ کیا زیادتی عمر کی وجہ سے کمزوری آپ کو قنوت پڑھنے سے روکتی ہے تو فرمایا کہ یہ بات نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ میں نے اپنے لوگوں سے اسے سیکھا نہیں۔اسکوطبرانی نے روایت کیا ہے اور اسکی اسناد صحیح ہے (آثار السنن)۔

<u>فائدہ:</u> اس سے معلوم ہوا کہ اکثر صحابہ فجر میں قنوت نہیں پڑھتے تھے یعنی قنوتِ وتر کی طرح اسکو ہمیشہ پڑھتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا-البتہ کبھی کبھی پڑھتے ہوئے دیکھا ہے جیسا کہ دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے-

۱۷۲۸:-نافع سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کسی (فرض) نماز میں قنوت نہ پڑھتے تھے-اسکو مالک نے روایت کیا ہے اور اسکی اسناد صحیح ہے (آثار السنن)۔

۱۷۲۹:-عمران بن الحارث سلمی سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے ابن عباسؓ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی تو انہوں نے قنوت نہیں پڑھی، اسکوطحاوی نے روایت کیا ہے اور اسکی اسناد صحیح ہے (آثار السنن).

۱۷۳۰:-مجاہدؒ اور سعید بن جبیرؒ سے مروی ہے کہ ابن عباسؓ صبح کی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے، اسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کیا ہے اور اسکی اسناد صحیح ہے (جوہر نقی)۔

۱۷۳۱:-شعبی سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب حضرت علیؓ نے (صبح کی نماز میں) قنوت (نازلہ) پڑھی تو لوگوں نے

النقي ١:١٦٤).

١٧٣٢- أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم عن علقمة عن عبد الله بن مسعود ﷺ: "اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَقْنُتْ فِيْ الْفَجْرِ قَطُّ اِلَّا شَهْرًا وَاحِدًا لَمْ يُرَ قَبْلَ ذٰلِكَ وَلَا بَعْدَهٗ وَ اِنَّمَا قَنَتَ فِيْ ذٰلِكَ الشَّهْرِ يَدْعُوْ عَلٰى اُنَاسٍ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ". هذا حديث صحيح لا غبار عليه ، كذا في "فتح القدير" (١:٣٨٧). وصححه في "شرح المنية" (ص- ٣٩٩) أخرجه محمد في "الآثار" (ص-٣٧) عن إبراهيم مرسلا، وزاد: ((وَاَنَّ اَبَابَكْرٍ لَمْ يُرَ قَانِتًا بَعْدَهٗ حَتّٰى فَارَقَ الدُّنْيَا)). قال إبراهيم : وَاَنَّ اَهْلَ الْكُوْفَةِ اِنَّمَا اَخَذُوا الْقُنُوْتَ عَنْ عَلِيٍّ ، قَنَتَ يَدْعُوْ عَلٰى مُعَاوِيَةَ حِيْنَ حَارَبَهٗ ، وَاَمَّا اَهْلُ الشَّامِ فَاِنَّمَا اَخَذُوا الْقُنُوْتَ عَنْ مُعَاوِيَةَ ، قَنَتَ يَدْعُوْ عَلٰى عَلِيٍّ حِيْنَ حَارَبَهٗ)) اه. وسنده صحيح لكنه مرسل ، و مراسيل النخعي صحاح كما مر غير مرة.

اسے اچھی نظر سے نہ دیکھا (اور سمجھا کہ یہ بدعت ہے) تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہم نے اس سے اپنے مقابل پر فتح چاہی ہے (جس طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رعل وذکوان وعصیہ پر چاہی تھی لہذا یہ بدعت نہیں ہے) اسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے (جوہر نقی)

<u>فائدہ:</u> اس سے معلوم ہوا کہ اس زمانہ میں فجر میں قنوت بالکل متروک تھی ورنہ حضرت علیؓ کے فعل کو بری نظر سے دیکھنے اور حضرت علیؓ کے معذرت کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔

۱۷۳۲- عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بجز ایک مہینہ کے کبھی صبح کی نماز میں قنوت نہیں پڑھی اور نہ انکو اس سے پہلے قنوت پڑھتے دیکھا گیا اور نہ اس کے بعد اور اس مہینہ میں بھی آپ ﷺ نے مشرکین میں سے کچھ لوگوں پر بددعاء کرتے ہوئے پڑھی ہے (جنہوں نے آپ ﷺ کے چند صحابہؓ کو دھوکہ سے شہید کر دیا تھا) فتح القدیر میں ہے کہ یہ حدیث بے غبار صحیح ہے اور شرح منیہ میں بھی اسکو صحیح کہا ہے- اور امام محمد نے اسی مضمون کو ابراہیم نخعی سے مرسلا روایت کیا ہے اور اس میں اتنا مضمون اور زائد آیا ہے کہ ابوبکر صدیقؓ کو بھی (صبح کی نماز میں) قنوت پڑھتے نہیں دیکھا گیا، یہاں تک کہ انہوں نے دنیا کو چھوڑ دیا اور ابراہیم نے کہا ہے کہ اہل کوفہ نے (فجر میں) قنوت (نازلہ) حضرت علیؓ سے لی ہے کیونکہ انہوں نے امیر معاویہؓ کے لئے بددعا کرتے ہوئے قنوت پڑھی تھی اور اہل شام نے قنوت حضرت امیر معاویہؓ سے حاصل کی وہ حضرت علیؓ پر بددعا کرتے ہوئے قنوت پڑھتے تھے جبکہ انہوں نے ان سے جنگ کی تھی اور اسکی سند صحیح ہے- لیکن وہ مرسل نخعی ہے اور مراسیل نخعی صحیح ہیں لہذا یہ بھی صحیح ہے۔

<u>فائدہ:</u> ابن قیمؒ زادالمعاد میں فرماتے ہیں کہ انصاف یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فجر کی نماز میں قنوت پڑھی ہے لیکن آپ ﷺ اکثر فجر میں قنوت نہ پڑھتے تھے، آپ ﷺ محض کسی عارضہ کی بنا پر کسی قوم پر بددعا کرنے کے لئے یا کسی قوم کیلئے دعا کرنے کے لئے فجر میں قنوت پڑھتے تھے اور جب یہ مقصد پورا ہو جاتا تو قنوتِ فجر چھوڑ دیتے (۱-۷۰) اور ابن امیر حاج فرماتے ہیں کہ اگر قنوت فجر

۱۷۳۳- عن : غالب بن فرقد الطحان ، قَالَ : " كُنْتُ عِنْدَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ شَهْرَيْنِ فَلَمْ يَقْنُتْ فِيْ صَلاَةِ الْغَدَاةِ ". رواه الطبراني و إسناده حسن (آثار السنن۲: ۲۱).

۱۷۳٤- عن : عمرو بن دينار قَالَ: " كَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ رضي الله عنه يُصَلِّيْ بِنَا الصُّبْحَ بِمَكَّةَ فَلاَ يَقْنُتُ ". رواه الطحاوي و إسناده صحيح ، (آثار السنن۲: ۲۱).

۱۷۳٥- حدثنا : فهد قال : ثنا الحماني قال : ثنا ابن مبارك عن فضيل بن غزوان عن الحارث العكلي عن علقمة بن قيس ، قَالَ :" لَقِيْتُ اَبَا الدَّرْدَاءِ بِالشَّامِ فَسَأَلْتُهُ عَنِ الْقُنُوْتِ ، فَلَمْ يَعْرِفْهُ " أخرجه الطحاوي (۱: ۱٤۹) وسنده صحيح ، و الحارث العكلي هو الحارث بن يزيد ثقة فقيه من السادسة ، كذا في "التقريب" (ص-۳۳).

۱۷۳٦- أخبرنا أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم :" اَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ لَمْ يَقْنُتْ هُوَ وَلاَ اَحَدٌ مِنْ اَصْحَابِهِ حَتّٰى فَارَقَ الدُّنْيَا ، يَعْنِيْ فِيْ صَلاَةِ الْفَجْرِ ". أخرجه محمد في "الآثار" (ص- ۳۷) و سنده صحيح الآ أنه مرسل ، و مراسيل النخعي صحاح عندهم لا سيما عن ابن مسعود رضي الله عنه.

۱۷۳۷- عن : ابن وهب عن معاوية بن صالح عن عبدالقاهر هو ابن عبد الله عن خالد بن أبي عمر ان ، قَالَ : بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَدْعُوْ عَلٰى مُضَرَ اِذَا جَاءَهُ جِبْرِيْلُ فَاَوْمَأَ اِلَيْهِ اَنْ اُسْكُتْ فَسَكَتَ ، فَقَالَ :" يَا مُحَمَّدُ ! اِنَّ اللهَ لَمْ يَبْعَثْكَ سَبَّابًا وَلاَ لَعَّانًا ، وَاِنَّمَا

سنت راتبہ ہوتی تو اسکا ثبوت ونقل بھی جہر قراءت وسر قراءت کی طرح منقول ہوتا حالانکہ قنوت فجر اس طرح منقول نہیں لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ قنوت فجر سنت راتبہ نہیں بلکہ امر عارض کی بنا پر پڑھی جاتی تھی (غنية المستملى ص ٤٠٠)۔

۱۷۳۳:- غالب بن فرقد طحان فرماتے ہیں کہ میں حضرت انسؓ کے پاس دو ماہ رہا لیکن انہوں نے صبح کی نماز میں قنوت نہیں پڑھی (طبرانی) اسکی سند حسن ہے (آثار السنن)۔

۱۷۳٤:- عمرو بن دینار فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ہمیں مکہ میں صبح کی نماز پڑھاتے تھے لیکن قنوت نہ پڑھتے تھے (طحاوی) اسکی سند صحیح ہے (آثار السنن)۔

۱۷۳٥:- علقمہ بن قیس فرماتے ہیں کہ میں (ملک) شام میں حضرت ابو الدرداءؓ سے ملا اور ان سے (فجر کی نماز میں) قنوت سے متعلق پوچھا تو وہ اسے (کچھ) نہ جانتے تھے (طحاوی) اسکی سند صحیح ہے۔ (تقریب)

۱۷۳٦:- ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ ابن مسعودؓ اور ان کے شاگردوں میں سے کوئی بھی (فجر کی نماز میں) قنوت نہ پڑھتے تھے یہاں تک کہ ابن مسعودؓ دنیا سے رخصت ہو گئے (کتاب الآثار امام محمدؒ) اسکی سند صحیح ہے اور ابراہیم کی مرسل احادیث حجت ہیں۔

بَعَثَكَ رَحْمَةً وَلَمْ يَبْعَثْكَ عَذَابًا ، لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ . قال: ثُمَّ عَلَّمَهُ هٰذَا الْقُنُوتَ : اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِينُكَ وَ نَسْتَغْفِرُكَ وَ نُؤمِنُ بِكَ وَ نَخْنَعُ لَكَ وَ نَخْلَعُ وَ نَتْرُكُ مَنْ يَكْفُرُكَ اَللّٰهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَ نَسْجُدُ وَ إِلَيْكَ نَسْعٰى وَ نَحْفِدُ وَ نَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَ نَخْشٰى عَذَابَكَ الْجِدَّ إِنَّ عَذَابَكَ بِالْكَافِرِيْنَ مُلْحِقٌ ".
أخرجه سحنون فى "المدونة الكبرى " (۱:۱۰۰) . و فيه عبدالقاهر ذكره ابن حبان فى الثقات كما فى "التهذيب"(٦:٣٦٨) وخالد بن أبى عمران من الطبقة الصغرى من التابعين ، فالأمر مرسل ، وقال الحازمى فى "الاعتبار"(ص-٩٠): أخرجه أبو داود فى المراسيل ، و هو حسن فى المتابعات اه.

۱۷۳۸- عن: عبد الرحمن بن أبزى ، قال : " صَلَّيْتُ خَلْفَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ الصُّبْحَ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنَ السُّوْرَةِ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ قَالَ قَبْلَ الرُّكُوْعِ (و فى رواية الطحاوى بَعْدَ الرُّكُوْعِ) : اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَ نَسْتَغْفِرُكَ وَ نُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ كُلَّهُ وَلَا نَكْفُرُكَ وَ نَخْلَعُ وَ نَتْرُكُ مَنْ يَفْجُرُكَ ". ثم ذكر نحوه سواء غير أنه لم يذكر الجد رواه ابن أبى شيبة فى "مصنفه" وابن الضريس فى "فضائل القرآن" ، ورواه البيهقى فى "سننه" وصححه

۱۷۳۷:- خالد بن ابی عمران سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اس اثنا میں کہ رسول اللہ ﷺ قبیلہ مضر پر بددعا کر رہے تھے، آپ ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور اشارہ سے آپ ﷺ سے فرمایا کہ خاموش رہیں، اس پر آپ خاموش ہو رہے، اس کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ نے آپ کو لوگوں کو برا کہنے والا اور ان کے لئے خدا کی رحمت سے دوری کی دعا کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا اور نہ آپ کو ان کیلئے موجب عذاب بنا کر بھیجا ہے، آپ ﷺ کو ان باتوں سے کوئی سروکار نہیں، خدا کو اختیار ہے خواہ ان کی طرف رحمت سے متوجہ ہو یا انہیں سزا دے کیونکہ وہ ظالم ہیں (اور اسی بنا پر وہ احد الامرین مذکورین کے سزاوار ہیں) راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد انہوں نے ان کو یہ دعاءِ قنوت تعلیم فرمائی اللهم انانستعينك و نستغفرك و نومن بك ونخنع لك ونخلع ونترك من يكفرك اللهم اياك نعبدولك نصلى ونسجد واليك نسعى و نحفد ونرجو رحمتك ونخشى عذابك الجد ان عذابك بالكافرين ملحق -اسکو سحنون نے مدونہ کبری میں روایت کیا ہے، حازمی نے اپنی کتاب الاعتبار میں کہا ہے کہ اسکو ابوداؤد نے مراسیل میں روایت کیا ہے اور وہ متابعات میں عمدہ ہے-

۱۷۳۸:- عبدالرحمٰن بن ابزی سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن الخطاب کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی تو جب وہ دوسری رکعت میں سورۃ سے فارغ ہوئے تو رکوع سے پہلے (اور طحاوی کی روایت میں رکوع کے بعد کے الفاظ ہیں) یوں کہا- اللهم انانستعينك و نستغفرك و نثنى عليك الخير كله ولا نكفرك ونخلع ونترك من يفجرك اس کے بعد

(كنز العمال ٤ :١٩٨).

١٧٣٩- وفى "الإتقان" (١ :٦٩) من رواية ابن الضريس عنه قال في مصحف ابن عباس: قراءة أُبَيّ وَ أَبِيْ مُوْسٰى بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ إلخ. وسنده حسن.

١٧٤٠ - وكيع: عن سفيان عن حبيب بن أبي ثابت عن عبد الرحمن بن سويد الكاهلى: " اَنَّ عَلِيًّا قَنَتَ فِيْ الْفَجْرِ: اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَ نَسْتَغْفِرُكَ وَ نُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَلاَ نَكْفُرُكَ وَ نَخْنَعُ وَ نَخْلَعُ وَ نَتْرُكُ مَنْ يَفْجُرُكَ "، ثم ذكره بنحو أثر عمر رضى الله عنه، رواه سحنون فى " المدونة " (١ :١٠٠)، و سنده لا بأس به إلا أن عبد الرحمن بن سويد لم أقف على من ترجمه، و هو ثقة على قاعدة ابن حبان المذكورة في "المقدمة".

١٧٤١- عن: أبي الحوراء، قال: قال الحسن بن على ﷺ: " عَلَّمَنِيْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ كَلِمَاتٍ اَقُوْلُهُنَّ فِيْ الْوِتْرِ (زاد النسائى: "فِي الْقُنُوْتِ"، وقد تقدم): اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَ عَافِنِيْ فِيْمَنْ عَافَيْتَ، وَ تَوَلَّنِيْ فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَ بَارِكْ لِيْ فِيْمَا اَعْطَيْتَ، وَ قِنِيْ شَرَّ مَا قَضَيْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِيْ وَلاَ يُقْضٰى عَلَيْكَ، وَاِنَّهُ لاَ يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَ تَعَالَيْتَ ".رواه الترمذى (١ :٦١). وقال: هذا حديث حسن، وَلاَ نَعْرِفُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ

انہوں نے بقیہ دعائے قنوت بالکل اسی طرز پر بیان کی جس کا ذکر پہلی روایت میں آچکا ہے لیکن اس میں و نخشی عذابک کے ساتھ لفظ الجد نہیں ہے، اسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف، اور ابن ضریس نے کتاب فضائل القرآن میں روایت کیا ہے، نیز اسے بیہقی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے (کنز العمال).

١٧٣٩:- اور سیوطی نے اتقان میں تخریج ابن القرطبی انہی عبد الرحمٰن بن ابزی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ مصحف ابن عباس میں ابی اور ابو موسی کی قراءت یوں مذکور ہے بسم الله الرحمن الرحيم اللهم انانستعينك الخ اور اسکی سند حسن ہے-

١٧٤٠:- عبد الرحمٰن بن سوید کاھلی سے مروی ہے کہ حضرت علی نے فجر میں ان الفاظ سے قنوت پڑھی اللهم انانستعينك و نستغفرك و نثني عليك الخير ولا نكفرك و نخنع و نخلع و نترك من يفجرك اسکے بعد اسکو حضرت عمرؓ کی قنوت مذکور کی طرح پورا کیا، اسکو سحنون نے مدونہ میں روایت کیا ہے اور اسکی سند لاباس بہ ہے لیکن مجھے عبد الرحمٰن بن سوید کا حال نہیں ملا لیکن وہ ابن حبان کے اس قاعدہ سے جسکا مقدمہ میں بیان ہوا ہے ثقہ ہے-

١٧٤١:- ابو الحوراء سے روایت ہے کہ حسن بن علیؓ نے فرمایا کہ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند باتیں بتائی ہیں جن کو میں وتر میں پڑھا کرتا ہوں (اور نسائی نے روایت میں فی القنوت کے الفاظ کا اضافہ فرمایا ہے کہ میں یہ الفاظ قنوت وتر میں پڑھا کرتا ہوں) اور وہ یہ ہیں اللهم اهدني فيمن هديت وعافني فيمن عافيت و تولني فيمن توليت و بارك لي فيما

الْقُنُوْتِ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْ هٰذَا. قلت : وزاد النسائی (١٥٢:١) بطريق عبد الله بن علی عن الحسن بن علی فی آخره : " وَ صَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ ". وقال النووی فی "الخلاصة": و إسنادها صحيح أو حسن ، كذا فی "نصب الراية " (٢٨٠:١) ، و فی " التلخيص الحبير " (٩٤:١) : قال النووی فی "شرح المهذب " : انها زيادة بسند صحيح أو حسن ، قال الحافظ : و ليس كذلك ، و أعله بالانقطاع والاضطراب ، قال : وزاد بعضهم فيه :"وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ "، هذه الزيادة ثابتة فی الحديث ، رواها البيهقی من طريق اسرائيل بن يونس عن أبی إسحاق عن بريد ابن أبی مريم عن الحسن أو الحسين بن علی ، فساقه بلفظ الترمذی وزاد :"ولا يعز من عاديت " اه.

١٧٤٢- و فيه أيضا : روى محمد بن نصر المروزی و غيره من طرق :" اَنَّ اَبَا حَلِيْمَةَ مُعَاذًا الْقَارِئَ كَانَ يُصَلِّيْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فِيْ الْقُنُوْتِ " اه.

١٧٤٣- عَنِ : النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهٗ قَالَ : " خَيْرُ الدُّعَاءِ اَلْخَفِيُّ " ، رواه ابن حبان فی "صحيحه " كذا فی "البحر الرائق" (٤٦:٢).

١٧٤٤- عن : سعد بن أبی وقاص رضی الله عنه ، قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ : " خَيْرُ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ ، وَ خَيْرُ الرِّزْقِ اَوِ الْعَيْشِ مَا يَكْفِيْ "، الشك من ابن و هب ، رواه أبو عوانة و ابن حبان فی "صحيحيهما " و البيهقی ، كذا فی " الترغيب "

اعطیت وقنی شرما قضیت فانك تقضی ولا يقضی عليك وانه لايذل من واليت تباركت وتعاليت، اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور قنوت کے باب میں اس قنوت سے بہتر کوئی قنوت ہمارے علم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں اور نسائی میں مروی ہے کہ دعاءِ قنوت کے آخر میں حضور ﷺ پر درود بھیجے۔

١٧٤٢:-نصر بن محمد مروزی وغیرہ سے مروی ہے کہ قاری ابوحلیمہ معاذ قنوت میں حضور ﷺ پر درود بھیجا کرتے تھے (بیہقی)۔

١٧٤٣:-جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا بہتر دعا وہ ہے جو مخفی ہو-اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے (بحر الرائق)

فائدہ: اس سے دعاءِ قنوت کا اخفاء ثابت ہوتا ہے کیونکہ دعا کے عموم میں وہ بھی داخل ہے۔

١٧٤٤:-حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ بہتر ذکر وہ ہے جو مخفی ہو اور بہتر رزق یا معیشت وہ ہے جو بقدر کفایت ہو۔ اسکو ابوعوانہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، نیز اسے بیہقی نے بھی روایت کیا ہے (ترغیب) اور عزیزی میں اسے مسند احمد کی طرف بھی نسبت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ سند صحیح سے مروی ہے اور مقاصد حسنہ میں ہے کہ اسے ابن حبان اور ابوعوانہ نے صحیح کہا ہے۔

(ص-۵۰۸) و عزاه فی "العزیزی" (۲: ۲۴۰) إلی مسند الإمام أحمد أیضاً، وقال: بإسناد صحیح اھ. وفی "المقاصد الحسنة" (ص-۹۸): صححه ابن حبان و أبو عوانة اھ.

۱۷۴۵- عن: انس رضی الله عنه مرفوعاً: " دَعْوَةٌ فِی السِّرِّ تَعْدِلُ سَبْعِیْنَ دَعْوَةً فِی الْعَلَانِیَةِ ". رواه أبوالشیخ فی "الثواب"، قال الشیخ: حدیث صحیح (العزیزی ۲: ۲۶۰).

باب لاوتران فی لیلة واستحباب ختم صلوة اللیل بالوتر

۱۷۴۶- عن: طلق بن علی رضی الله عنه قال: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ یَقُوْلُ: " لَا وِتْرَانِ فِیْ لَیْلَةٍ ". رواه الترمذی (۱: ۶۲)، و قال حسن غریب، وفی " بلوغ المرام" (۱: ۶۸): و صححه ابن حبان اھ.

۱۷۴۷- عن: ابن عمر رضی الله عنه عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: " اِجْعَلُوا آخِرَ صَلَاتِکُمْ بِاللَّیْلِ وِتْرًا " متفق علیه کذا فی "بلوغ المرام" (۱: ۶۸).

۱۷۴۸- عن: ابن المسیب: " اَنَّ اَبَا بَکْرٍ وَ عُمَرَ تَذَاکَرَا الْوِتْرَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ،

فائدہ: اس سے بھی قنوت کا اخفاء ثابت ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی ذکر کے عموم میں داخل ہے۔

۱۷۴۵:- حضرت انسؓ سے مرفوعا مروی ہے کہ خفیہ ایک دعاء علانیہ ستر دعاؤں کے برابر ہے۔ اسکو ابوالشیخ نے ثواب میں روایت کیا ہے اور شیخ نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے (عزیزی)

فائدہ: اس سے بھی قنوت کا اخفاء ثابت ہوتا ہے۔

باب ایک شب میں دو وتر نہیں اور نمازِ شب کا وتر پر ختم کرنا مستحب ہے

۱۷۴۶:- حضرت طلق بن علیؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ایک شب میں دو وتر نہیں ہیں۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے حسن غریب ہے اور بلوغ المرام میں ہے کہ اسکو ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا ہے کہ ایک رات میں دو وتر نہیں یعنی اگر اول شب میں وتر پڑھ لے اور پھر آخر شب میں نیند کھل جائے تو پہلے وتروں کو توڑ کر دوبارہ وتر نہ پڑھے جائیں بلکہ آخرِ شب میں صرف تہجد ہی پڑھ لی جائے نیز اول شب میں وتر پڑھ کر سونا اور پھر نیند کے بعد ایک رکعت پڑھ کر پڑھے ہوئے وتروں کو ایک ہی نماز بنانا قرینِ قیاس بھی نہیں کہ دو نمازوں کے درمیان نیند، حدث اور کلام ہونے کے باوجود وہ ایک نماز بن جائیں۔

۱۷۴۷:- حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب میں اپنی نماز کا خاتمہ وتر کو بنایا کرو۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے (بلوغ المرام)

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ وتر آخر شب میں پڑھے جائیں لیکن یہ امر استحباب پر محمول ہے جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ : اَمَّا اَنَا فَاُصَلِّیْ ثُمَّ اَنَامُ عَلٰی وِتْرٍ ، فَاِذَا اسْتَیْقَظْتُ صَلَّیْتُ شَفْعاً حَتَّی الصَّبَاحِ ، فَقَالَ عُمَرُ : لٰکِنِّیْ اَنَامُ عَلٰی شَفْعٍ ثُمَّ اُوْتِرُ مِنْ آخِرِ السَّحْرِ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لِاَبِیْ بَکْرٍ : حَذَرَ ھٰذَا ، وَقَالَ لِعُمَرَ : قَوِیَ ھٰذَا . رواہ الطحاوی و الخطابی ، و بقی بن مخلد و إسنادہ مرسل قوی ، "آثار السنن" (۲:۲۲) قلت : و مراسیل ابن المسیب صحاح عندھم.

۱۷۴۹- عن : أبی جمرۃ قَالَ : سَاَلْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ الْوِتْرِ ، فَقَالَ : " اِذَا اَوْتَرْتَ اَوَّلَ اللَّیْلِ فَلَاتُوْتِرْ آخِرَہٗ ، وَاِذَا اَوْتَرْتَ آخِرَہٗ فَلَا تُوْتِرْ اَوَّلَہٗ ، قَالَ : وَسَاَلْتُ عَائِذَ بْنَ عَمْرٍو ، فَقَالَ مِثْلَہٗ " ، رواہ الطحاوی و إسنادہ صحیح (آثار السنن ۲:۲۲).

۱۷۵۰- عن : سعید بن جبیر قَالَ : ذُکِرَ عِنْدَ عَائِشَۃَ رضی اللہ عنہا نَقْضُ الْوِتْرِ ، فَقَالَتْ : " لَاوِتْرَانِ فِیْ لَیْلَۃٍ ". رواہ الطحاوی وإسنادہ قوی مرسل (آثار السنن ۲:۲۲).

۱۷۴۸:۔سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ابوبکرؓ و عمرؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کے سامنے وتر کا تذکرہ کیا۔ سو ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں تو پہلے وتر پڑھ لیتا ہوں پھر وتر پڑھ کر سو رہتا ہوں پھر جس وقت میری آنکھ کھلتی ہے تو صبح تک دو دو رکعتیں پڑھتا رہتا ہوں اور حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں پہلے دو دو رکعتیں پڑھتا ہوں، اس کے بعد جب سحر کا آخر ہوتا ہے تو وتر پڑھتا ہوں تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر صدیقؓ کی نسبت فرمایا کہ یہ محتاط ہیں اور حضرت عمرؓ کی نسبت فرمایا کہ یہ مضبوط ہیں۔ اس کو طحاوی اور خطابی اور بقی بن مخلد نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد مرسل قوی ہے (آثار السنن) مؤلف کہتے ہیں کہ ابن المسیب کی مراسیل محدثین کے نزدیک صحیح ہیں۔

۱۷۴۹:۔ابو جمرہ سے روایت ہے کہ میں نے ابن عباسؓ سے وتر کی بابت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ جس وقت تم اول شب میں وتر پڑھ لو تو آخر شب میں نہ پڑھو اور جس وقت آخر شب میں پڑھنا چاہو تو اول شب میں نہ پڑھو۔ ابو جمرہ کہتے ہیں کہ میں نے یہی مسئلہ عائذ بن عمرو سے دریافت کیا تو انہوں نے بھی ویسا ہی جواب دیا جیسا ابن عباسؓ نے دیا تھا۔ اسکو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اسکی اسناد صحیح ہے (آثار السنن)

<u>فائدہ</u>: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رات کی آخر نماز کو وتر بنانے کا حکم استحباب پر محمول ہے بلکہ بعض روایات میں حضور ﷺ کا وتروں کے بعد دو رکعت پڑھنا بھی معلوم ہوتا ہے جو مذکورہ بالا حدیث اجعلو آخر صلوتکم وترًا کے استحباب پر محمول ہونے کی واضح دلیل ہے اور مؤلف علام فرماتے ہیں کہ اجعلوا آخر صلوتکم کا مطلب یہی کہ رات میں ایک مرتبہ وتر پڑھو اور دو مرتبہ وتر نہ پڑھو کیونکہ دو مرتبہ وتر پڑھنے سے رات کی نماز کا آخر شفع بن جائے گا اور ایک مرتبہ وتر پڑھنے کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا اسکے منافی نہیں جیسا کہ مغرب کی نماز کے بعد دو رکعت پڑھنا وتر صلوٰۃ نھار کے لئے ناقض نہیں۔ واللہ اعلم

۱۷۵۰:۔سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ کے سامنے وتر کو توڑنے یعنی ایک مرتبہ وتر پڑھ چکنے کے بعد دوبارہ وتر پڑھنے کا بیان ہوا (کہ ایسا کرنا کیسا ہے) تو آپؓ نے فرمایا کہ وتر کو توڑنا نہ چاہئے کیونکہ ایک شب میں دو وتر نہیں ہیں۔ اسکو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اسکی اسناد مرسل قوی ہے (آثار السنن)۔

باب النوافل والسنن

۱۷۵۱— عن : عَائِشَةَ رضی الله عنها : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَدَعُ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ. رواه البخاری (۱:۱۵۷) فی باب الرکعتین قبل الظهر.

۱۷۵۲— عن : علی ﷺ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّيْ قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ. رواه الترمذی وقال : حسن (۱:۹۶) فی باب ما جاء فی الاربع قبل الظهر.

۱۷۵۳— عن : أم حبيبة رضی الله عنها زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ تَقُوْلُ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ : مَنْ حَافَظَ عَلٰى أَرْبَعِ رَكْعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَ أَرْبَعٍ بَعْدَهَا حَرَّمَهُ اللهُ عَلَى النَّارِ. رواه الترمذی (۱:۹۸) وقال حسن صحيح غريب من هذا الوجه.

باب سنن اور نوافل کے بیان میں

۱۷۵۱- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ظہر سے پہلے چار رکعتیں اور صبح سے پہلے دو رکعتیں (برابر پڑھتے تھے اور انہیں) نہ چھوڑتے تھے۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ظہر اور صبح کی سنتیں، سنت مؤکدہ ہیں اور ظہر کی سنتیں چار ہیں اور صبح کی دو۔ باقی جن روایات میں ظہر سے قبل دو رکعتوں کا ذکر ہے (جیسے بخاری و ترمذی میں ہے) تو وہ روایات کبھی کبھار پر محمول ہیں اور مذکورہ بالا حدیث اکثر احوال پر محمول ہے ہکذا قال ابو جعفر الطبری (فتح الباری)۔

۱۷۵۲- حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور اسکے بعد دو۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: اس سے ظہر کے بعد کی دو سنتوں کے مؤکدہ ہونے کا ثبوت ہوا۔

۱۷۵۳- ام حبیبہؓ سے مروی ہے، وہ فرماتی تھیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ جو شخص ظہر سے پہلے چار اور اسکے بعد چار رکعتوں پر مداومت کرے گا اللہ تعالیٰ اسکو دوزخ پر حرام کردے گا۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں ظہر سے پہلے چار اور اسکے بعد چار رکعتوں کی ترغیب ہے۔ چھ کی بوجہ سنت مؤکدہ ہونے کے جیسا کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت علیؓ کی روایت سے معلوم ہوا اور دو کی بوجہ نفل ہونے کے کیونکہ ان کا سنت مؤکدہ ہونا ثابت نہیں ہوا، پس اس سے ظہر کے بعد دو نفلوں کا ثبوت بھی ہوا۔

١٧٥٤— عن: أبي هريرة ﷺ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: لَا تَدَعُوْهُمَا وَإِنْ طَرَدَتْكُمُ الْخَيْلُ. (أي خيل العدو من الكفار و غيرها كذا في العزيزي: وفي الطحطاوي شرح مراقي الفلاح المصري (ص—٢٢٦): المقصود الحث على الفعل و إلا فترك الفرض عند طرد الخيل يباح لعدم التمكن اه. كذا قيل) رواه أبو داود وسكت عنه (١:٤٨٧) في باب في ركعتي الفجر و تخفيفهما وفي نيل الاوطار (٢:٢٦٤) عزاه إلى الإمام أحمد وأبي داود بلفظ: لَا تَدَعُوْا رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ وَلَوْ طَرَدَتْكُمُ الْخَيْلُ. ثم قال: قال العراقي: إن هذا حديث صالح اه. وأورده في الجامع الصغير وعزاه إلى أبي داود و أحمدوقال العلقمي: بجانبه علامة الحسن قاله العزيزي (٣:٤٢٥و٤٢٦).

١٧٥٥— عن: عائشة رضي الله عنها: قَالَتْ: لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى شَيْءٍ مِنَ النَّوَافِلِ أَشَدَّ تَعَاهُداً مِنْهُ عَلَى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ. (نيل الأوطار ٢:٢٦٣).

۱۷۵۴-ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں (یعنی فجر سے پہلے کی دو رکعتوں کو) نہ چھوڑو اگرچہ دشمن کے سوار تم کو بھگا رہے ہوں۔ اسکو ابوداؤد نے روایت کر کے اس پر سکوت کیا ہے (لہذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے) عراقی نے اس کو صالح کہا ہے اور علقمی نے اس کو اشارہ کے ذریعہ سے حسن کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بظاہر فجر کی دو رکعتوں کا وجوب بلکہ فرضیت ثابت ہوتی ہے، لیکن چونکہ اس کی سند میں کلام ہے جو کہ اسکو ایک حد تک کمزور کرتا ہے اسلئے اس سے ہمارے ائمہ نے صرف تقویت تاکید ثابت کی ہے، نہ کہ وجوب یا فرضیت، کیونکہ فرضیت کے لئے قطعیت کی ضرورت ہے اور وجوب کے لئے خبر کے صحیح ہونے کی۔ اور یہ حدیث نہ قطعی الثبوت ہے اور نہ صحیح جو کہ مفید غلبہ ظن ہو بلکہ صالح ہے جو کہ ادنی درجہ کی حسن ہے اور جس سے صرف معمولی رجحان ثابت ہوتا ہے (واللہ اعلم) نیز مسلم کی روایت میں اور ترمذی کی روایت میں (جو کہ مذکورہ بالا حدیث سے صحت میں قوی ہیں) تصریح ہے کہ ام حبیبہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو رات دن میں بارہ رکعت نفل غیر فرض پر پابندی کرے گا اللہ اسکے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا اور ان میں فجر کی دوسنتوں کا بھی ذکر کیا پس معلوم ہوا کہ فجر کی دوسنتیں فرض اور واجب نہیں بلکہ سنت ہیں۔ نیز حسن بصریؒ کی حدیث جس سے فجر کی دو رکعتوں کا وجوب ثابت ہوتا ہے، اس وجوب سے مراد وجوب اصطلاحی نہیں بلکہ وجوب بمعنی تاکد ہے، لہذا اس بات پر اجماع ہو گیا کہ فجر کی دوسنتیں واجب نہیں۔

۱۷۵۵-حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نوافل میں سے کسی کی اتنی نگہداشت نہیں کرتے تھے جتنی کہ فجر کی دوسنتوں کی۔ اسکو بخاری ومسلم نے روایت کیا۔

۱۴۵۶– عن : علی ﷺ قال : کَانَ النَّبِیُّ ﷺ یُصَلِّیْ قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعَ رَکْعَاتٍ یَّفْصِلُ بَیْنَهُنَّ بِالتَّسْلِیْمِ عَلَی الْمَلاَئِکَةِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُؤْمِنِیْنَ. رواه الترمذی فی باب ما جاء فی الاربع قبل العصر (۱:۹۸) وقال : حسن ، واختار إسحاق بن إبراهیم اَنْ لاَ یَفْصِلَ فِی الْاَرْبَعِ قَبْلَ الْعَصْرِ واحتج بهذا الحدیث وقال : معنی قوله : إنه یفصل بینهن بالتسلیم یعنی التشهد اه. رواه ابوداود مختصراً وسکت عنه بلفظ : اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یُصَلِّیْ قَبْلَ الْعَصْرِ رَکْعَتَیْنِ اه (۱:۴۹۱) . قلت : إسناده صحیح قاله النووی فی شرح صحیح مسلم (۱:۲۵۱).

۱۷۵۷– عن : ابن عمر رضی الله عنهما عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : رَحِمَ اللّٰهُ اِمْرَءًا صَلّٰی قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعاً . رواه الترمذی فی باب ما جاء فی الربع قبل العصر (۱:۹۸) وقال حسن غریب اه. وفی بلوغ المرام (۱:۶۴) : ورواه ابن خزیمة وصححه وفی التلخیص (۱:۱۱۵) رواه ابن حبان وصححه.

فائدہ:اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فجر کی رکعتیں واجب نہیں کیونکہ واجب فرض ظنی ہے اور نوافل میں سے نہیں ہے، نیز ثابت ہوتا ہے کہ وہ تمام سنتوں میں سب سے زیادہ مؤکد ہیں۔

۱۷۵۶-حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ (کبھی کبھی) رسول اللہ ﷺ عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے جن کے درمیان ملائکہ مقربین اور انکے متبعین مسلمانوں پر سلام کرتے تھے۔اسکو ترمذی نے روایت کر کے حسن کہا ہے اور اسحاق بن ابراہیم نے اس حدیث میں سلام مذکور سے تشہد مراد لیا ہے اور اسکو ابوداؤد نے مختصراً اور بدیں الفاظ روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ (کبھی کبھی) عصر سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے اور اسکی سند کو نووی نے شرح صحیح مسلم میں صحیح کہا ہے۔

فائدہ:اس روایت سے عصر سے پہلے چار یا دو رکعتوں کا استحباب ثابت ہوتا ہے اور یہ دو یا چار رکعتیں سنت مؤکدہ نہیں کیونکہ اگر ان پر حضور ﷺ کی مواظبت ہوتی تو حضرت عائشہؓ وام حبیبہؓ ضرور ان کا تذکرہ فرماتیں لیکن انکی بیان کردہ نوافل میں اس کا تذکرہ نہیں ملتا۔

۱۷۵۷-ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ خدا اس آدمی پر رحم کرے جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھا کرے۔اسکو ترمذی نے روایت کر کے حسن کہا ہے اور ابن خزیمہ نے روایت کر کے صحیح کہا ہے اور ابن حبان نے اسکو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

فائدہ:اس حدیث سے عصر سے پہلے چار نفلوں کا استحباب ثابت ہوتا ہے۔

١٧٥٨— عن : ابن عمر رضی الله عنهما مَرفُوعاً : مَنْ صَلّٰی قَبلَ العَصْرِ اَربَعاً حَرَّمَهُ اللهُ عَلَی النَّارِ. رواه الطبرانی كذا أورده السيوطی فی الجامع الصغير (٢:١٤٨) ثم حسنه بالرمز.

١٧٥٩— عن : عبد الله بن شقيق قَالَ : سَأَلتُ عَائِشَةَ رضی الله عنها عَنْ صَلاةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ عَنْ تَطَوُّعِهِ ، فَقَالَتْ : كَانَ يُصَلِّیْ فِیْ بَيْتِیْ قَبلَ الظُّهرِ اَربَعاً ، ثُمَّ يَخرُجُ فَيُصَلِّیْ بِالنَّاسِ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّیْ رَكْعَتَيْنِ ، وَكَانَ يُصَلِّیْ بِالنَّاسِ الْمَغْرِبَ ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّیْ رَكْعَتَيْنِ ، وَ يُصَلِّیْ بِالنَّاسِ الْعِشَآءَ وَيَدْخُلُ بَيْتِیْ فَيُصَلِّیْ رَكْعَتَيْنِ اِلٰی اَنْ قَالَتْ : وَ كَانَ اِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ صَلّٰی رَكْعَتَيْنِ. رواه مسلم (١:٢٥٢).

١٧٦٠— عن : أبی هريرة ؓ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : اِذَا صَلّٰی اَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيُصَلِّ بَعْدَهَا اَرْبَعاً . رواه مسلم (١:٢٨٨).

١٧٥٨-ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جوشخص عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتا رہے خدا اسے دوزخ پرحرام کردیگا۔اس کوطبرانی نے روایت کیا ہےاور سیوطی نے جامع صغیر میں اسکے حسن ہونے کااشارہ کیا ہے۔

فائدہ:اس روایت سے بھی عصر سے پہلے چار رکعتوں کا استحباب ثابت ہوتا ہے۔

١٧٥٩-عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے جناب رسول اللہ ﷺ کی نوافل کے متعلق دریافت کیاتو انھوں نے فرمایا کہ میرے گھر میں چار رکعتیں (یعنی ظہر کی سنتیں) پڑھتے تھے،اسکے بعد آپ ﷺ مسجد جاکر لوگوں کوظہر کی نماز پڑھاتے ،اسکے بعد مکان آ کر دو رکعتیں پڑھتے ، پھر مغرب کی نماز لوگوں کو پڑھاتے اور گھر آ کر دو رکعتیں پڑھتے ،اسکے بعد عشاء کی نماز پڑھاتے اور گھر آ کر دو رکعتیں پڑھتے ،اسکے بعد اور مضمون بیان کیا،اسکے بعد فرمایا کہ جب صبح ہوتی تو دو رکعتیں (سنت فجر) پڑھتے -اسکومسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ:اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عصر سے پہلےاور عشاء سے پہلے کی نفلیں سنن رواتب میں سے نہیں۔

١٧٦٠-ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کی نماز پڑھے تو اسکو چاہیے کہ اسکے بعد چار رکعت اور پڑھ لیا کرے-اسکومسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ:اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے بعد چار رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں۔

١٧٦١— أخبرنا : الثوری عن عطاء بن السائب عن أَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِیِّ قَالَ : كَانَ عَبْدُ اللهِ يَأْمُرُنَا اَنْ نُّصَلِّيَ قَبْلَ الْجُمُعَةِ اَرْبَعًا وَبَعْدَهَا اَرْبَعًا . رواه عبد الرزاق فی مصنفه (٤٢٧:٣) كذا فی نصب الراية (٣١٨:١) وفی الدراية : رجاله ثقات اه (ص—١٣٣) . وفی آثار السنن : إسناده صحيح (٩٦:٢) اه. وهو موقوف فی حكم المرفوع فإن الظاهر أنه إنما كان يأمر بهذا لما ثبت عنده من النبی ﷺ فيه شیئ.

١٧٦٢— عن : علی ﷺ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُصَلِّيْ قَبْلَ الْجُمُعَةِ اَرْبَعًا وَبَعْدَهَا اَرْبَعًا يَجْعَلُ التَّسْلِيْمَ فِيْ آخِرِهِنَّ رَكْعَةً . أخرجه الطبرانی فی الأوسط (زيلعی ٣٨:١) وقال الحافظ فی الفتح (٣٥٥:٢) : وفيه محمد بن عبد الرحمن السهمی وهو ضعيف عند البخاری وغيره وقال الأثرم : إنه حديث واه اه. قلت : محمد بن عبد الرحمن هذا قال فيه ابن عدی : عندی لا بأس به ، وذكره ابن حبان فی الثقات ، كما فی اللسان (٢٤٥:٥) فالرجل مختلف فيه وحديث مثله حسن ، وبقية رجاله ثقات ، ويشعر به سكوت الحافظ عنهم أيضاً ، وقال علی القارئ فی المرقاة (١١٢:٢) : وقد جاء بإسناد جيد كما قال الحافظ العراقی : إِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يُصَلِّيْ قَبْلَهَا اَرْبَعاً اه.

١٧٦١—ابوعبدالرحمٰن سلمی کہتے ہیں کہ ہمیں عبداللہ بن مسعودؓ حکم دیتے تھے کہ ہم چار رکعتیں جمعہ سے پہلے اور چار رکعتیں جمعہ کے بعد پڑھا کریں۔ اس کو عبدالرزاق نے مصنف میں روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ اور سند صحیح ہے اور یہ حدیث موقوف حکماً مرفوع ہے کیونکہ ایسا حکم اجتہاد سے نہیں ہوسکتا (بس ضروری ہے کہ انہوں نے یہ ہی تعلیم رسول اللہ ﷺ سے حاصل کی ہو اور اس سے جمعہ سے پہلے کی چار رکعتوں کی سنیت ثابت ہوتی ہے اور جمعہ کے بعد کی چار رکعتوں کی سنیت کی تائید ہوتی ہے از مترجم)۔

١٧٦٢—حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ چار رکعتیں جمعہ سے پہلے اور چار رکعتیں جمعہ کے بعد پڑھتے تھے جس کی آخری رکعت میں سلام پھیرتے تھے۔ اسکو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی مختلف فیہ ہے اس لئے روایت حسن ہے اور ملا علی قاریؒ نے مرقات میں کہا ہے کہ عراقی نے کہا ہے کہ باسناد جید مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ سے پہلے چار رکعت پڑھتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی جمعہ سے پہلے چار سنتوں کا ثبوت ہوتا ہے اور جمعہ کے بعد کی چار رکعتوں کی سنیت کی تائید ہوتی ہے۔

١٧٦٣– عن : ابن عباس رضى الله عنهما ، قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَرْكَعُ قَبْلَ الْجُمُعَةِ اَرْبَعًا وَبَعْدَهَا اَرْبَعًا لَا يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ . قلت : رواه ابن ماجة باختصار الأربع بعدها رواه الطبرانى فى الكبير وفيه الحجاج بن أرطاة وعطية العوفى ، وكلاهما فيه كلام ، (مجمع الزوائد ١: ٢٢٠). قلت : وكلام الهيثمى مشعر بأن ليس فى سند الطبرانى أحد غيرهما متكلم فيه ، و أما الحجاج وعطية فقال العينى فى العمدة (٣: ٣٣٤) : حجاج صدوق روى له مسلم مقرونا ، وعطية مشاه يحيى بن معين فقال : فيه صالح اه. وفى التهذيب (٧: ٢٢٥، ٢٢٦) فى ترجمة عطية : قال أبو زرعة : لين ، وقال ابن سعد : كان ثقة ان شاء الله تعالى ،وله أحاديث صالحة ، ومن الناس من لا يحتج به اه. وضعفه آخرون ، فالحديث بسند الطبرانى حسن .

١٧٦٤– عن : أبى عبد الرحمن السلمى قَالَ : كَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ يُعَلِّمُنَا اَنْ نُصَلِّيَ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ بَعْدَ الْجُمُعَةِ حَتّٰى سَمِعْنَا قَوْلَ عَلِيٍّ : صَلُّوْا سِتًّا قَالَ (اَبُوْ) عبد الرحمن : فَنَحْنُ نُصَلِّيْ سِتًّا . قَالَ عَطَاءٌ : أبو عبد الرحمن يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اَرْبَعًا . رواه الطبرانى فى الكبير ، وعطاء بن السائب ثقة ولكنه اختلط . مجمع الزوائد (١: ٢٢٠) .

١٧٦٣–ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ چار رکعتیں جمعہ سے پہلے پڑھتے اور چار رکعات جمعہ کے بعد–اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے–اس کی سند میں حجاج بن ارطاۃ اور عطیہ عوفی مختلف فیہ ہیں لہذا حدیث حسن ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی وہی مضمون ثابت ہوتا ہے جو حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث سے ثابت ہوتا تھا– پس عبداللہ بن مسعودؓ کی حکماً مرفوع اور حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ کی حقیقۃً مرفوع روایتوں کے مجموعہ سے سنیت اربعہ قبل الجمعہ باحسن وجوہ ثابت ہوئی اور یہ شبہ کہ آپ ﷺ جسوقت تشریف لاتے تھے، اسوقت اذان ہوتی تھی، اس کے بعد آپ ﷺ خطبہ شروع کردیتے تھے تو سنتیں کس وقت پڑھتے تھے؟ اسلئے مدفوع ہے کہ آپ ﷺ کی عادت تھی کہ آپ ﷺ سنتیں گھر میں پڑھا کرتے تھے اسلئے یہ سنتیں آپ ﷺ گھر میں پڑھ لیتے ہونگے۔

١٧٦٤–ابوعبدالرحمٰن سلمیؒ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ ہمیں سکھلاتے تھے کہ ہم جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھا کریں (چنانچہ ہم ایسا ہی کرتے رہے) یہاں تک کہ ہم نے حضرت علیؓ کو کہتے سنا کہ چھ رکعت پڑھا کرو تو اب ہم چھ پڑھتے ہیں–عطا کہتے ہیں کہ ابوعبدالرحمٰن چھ یوں پڑھتے ہیں کہ اول دو رکعتیں اور ان کے بعد چار رکعتیں پڑھتے ہیں–اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے–(مجمع الزوائد)۔

قلت: أخرجه الطحاوی (۱۹۹:۱) بلفظ "عَلَّمَ اِبْنُ مَسْعُوْدٍ النَّاسَ اَنْ يُّصَلُّوْا بَعْدَ الْجُمُعَةِ اَرْبَعًا، فَلَمَّا جَاءَ عَلِيٌّ عَلَّمَهُمْ اَنْ يُّصَلُّوْا سِتًّا" بطريق سفيان عن عطاء و حديث سفيان عنه صحيح لكونه روى عنه قبل الإختلاط ثم أخرجه من طريق إسرائيل، عن أبي إسحاق، عن أبي عبد الرحمن، ليس فيه عطاء. فالحديث صحيح، صححه النيموی فی آثار السنن بلفظ الطحاوی (۹۶:۲).

۱۷۶۵– عن: أبی عبد الرحمن، عن علی ﷺ، أَنَّهُ قَالَ: مَنْ كَانَ مُصَلِّيًا بَعْدَ الْجُمُعَةِ فَلْيُصَلِّ سِتًّا. أخرجه الطحاوی (۱۹۹:۱) وفی آثار السنن: إسناده صحيح (۹۶:۲).

۱۷۶۶– عن جَبَلَةَ بْنِ سُحَيْمٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ: اَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الْجُمُعَةِ اَرْبَعًا ثُمَّ اَرْبَعًا لَا يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِسَلَامٍ، ثُمَّ بَعْدَ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ اَرْبَعًا. رواه الطحاوی (۱۹۹:۱) وإسناده صحيح كما فی آثار السنن (۹۶:۲).

مؤلف کہتے ہیں کہ اسکو طحاوی نے بدیں الفاظ روایت کیا ہے کہ ابن مسعودؓ نے لوگوں کو سکھلایا کہ وہ جمعہ کے بعد چار رکعتیں پڑھا کریں، اسکے بعد جب حضرت علیؓ آئے تو انہوں نے سکھلایا کہ وہ چھ رکعتیں پڑھا کریں۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

۱۷۶۵- ابوعبدالرحمٰن سے مروی ہے، وہ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جس کو جمعہ کے بعد نماز پڑھنا ہو وہ چھ رکعتیں پڑھے۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور آثار السنن میں اسکو صحیح کہا ہے۔

۱۷۶۶- جبلہ بن سحیم، عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ جمعہ سے پہلے چار رکعت پڑھتے تھے جن میں سلام سے فصل نہ کرتے تھے اور جمعہ کے بعد چھ رکعت یوں پڑھتے کہ دو پہلے اور چار ان کے بعد۔ اس کو بھی طحاوی نے روایت کیا ہے اور آثار السنن میں اسے صحیح کہا ہے۔

<u>فائدہ</u>: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ آئمہ احناف میں سے امام ابو یوسفؒ کا جمعہ کے بعد چھ رکعتوں کو مسنون کہنا بھی حدیث سے ثابت ہے اور یہ آثار اگرچہ موقوف ہیں لیکن حکماً مرفوع ہیں کیونکہ حضرت علیؓ نے ان کو چھ رکعتیں پڑھنے کا حکم دیا باوجودیکہ آپؓ جانتے تھے کہ ابن مسعودؓ نے انہیں چار رکعت پڑھنے کا حکم دیا ہے اور اگر یہ چھ رکعت سنت مؤکدہ نہ ہوتیں تو حضرت علیؓ صرف مستحب کے لئے حکم صادر نہ فرماتے۔ نیز خود حضور ﷺ کے فعل سے بھی مزید دو رکعتوں کی سنیت ثابت ہے کیونکہ چار کے بارے میں آپ ﷺ کا قول ہے اور اسکے علاوہ دو رکعت پڑھنا بھی آپ ﷺ کے فعل سے ثابت ہے جیسا کہ بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ آپ ﷺ جمعہ کے بعد دو رکعت بھی پڑھتے تھے۔

١٧٦٧— عن : أبی هريرة ﷺ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : مَنْ صَلّٰى بَعْدَ الْمَغْرِبِ سِتَّ رَكْعَاتٍ لَمْ يَتَكَلَّمْ فِيْمَا بَيْنَهُنَّ بِسُوْءٍ عُدِلْنَ لَهُ بِعِبَادَةِ ثِنْتَىْ عَشَرَةَ سَنَةً . رواه ابن ماجة وابن خزيمة فی صحيحه والترمذی كذا فی الترغيب (٩٦:١).

١٧٦٨— عن : عائشة رضی الله عنها قَالَتْ : مَا صَلّٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ الْعِشَاءَ قَطُّ فَدَخَلَ عَلَيَّ اِلَّا صَلّٰى اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ اَوْ (للتنويع) سِتَّ رَكْعَاتٍ . رواه أبو داود فی باب الصلاة بعد العشاء (٥٠٢:١) وسكت عنه ، وفی النيل (٢٦٢:٢) : رجال إسناده ثقات.

١٧٦٩— عن : عبد الله بن مغفل ﷺ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلَاةٌ ، بَيْنَ كُلِّ اَذَانَيْنِ صَلَاةٌ ، ثُمَّ قَالَ فِی الثَّالِثَةِ : لِمَنْ شَاءَ . رواه البخاری (٨٧:١).

١٧٧٠— عن : سُلَيْمٍ (تابعی ثقة من رجال الجماعة غير البخاری كما فی تهذيب التهذيب) ابن عامر عن عبد الله بن الزبير ﷺ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : مَا مِنْ صَلَاةٍ مَفْرُوْضَةٍ اِلَّا

١٧٦٧-حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جوشخص مغرب کے بعد چھ رکعتیں یوں پڑھے کہ ان کے درمیان کوئی بری بات زبان سے نہ نکالے تو وہ چھ رکعتیں اسکے حق میں بارہ برس کی عبادت کے برابر ہونگی۔ اسکوابن ماجہ نے اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور ترمذی نے روایت کیا ہے (ترغیب)

١٧٦٨-حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کبھی عشاء کی نماز پڑھ کر میرے یہاں تشریف لائے تو انہوں نے چاریا چھ رکعتیں ضرور پڑھیں۔ اسکوابوداؤد نے بلا کلام کے نقل کیا ہے اور نیل میں اسکے راویوں کو ثقہ کہا ہے۔

فائدہ: ان چھ میں دوسنت مؤکدہ اور باقی مستحب ہیں۔

١٧٦٩-عبداللہ بن مغفلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر دواذانوں یعنی اذان واقامت کے درمیان نماز ہے، اسکوتین بار فرمایا اور تیسری مرتبہ میں یہ بھی فرمایا کہ یہ (حکم لازمی نہیں ہے بلکہ) اسکے لئے ہے جو پڑھنا چاہے۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے عشاء سے قبل کی نوافل کا استحباب ثابت ہوا۔ اوران کی تعداد ان روایات سے ثابت ہوتی ہے کہ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ رات میں ایک سلام سے چار رکعتیں پڑھنا افضل ہے۔

١٧٧٠-سلیم بن عامر، عبداللہ بن الزبیر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی فرض نماز ایسی نہیں

وَبَيْنَ يَدَيْهَا (أَيْ قَبْلَهَا) رَكْعَتَانِ . رواه ابن حبان فى صحيحه فى النوع الثانى و التسعين من القسم الأول كذا فى نصب الراية (۱:۲۲۸) . وفى فتح البارى صححه ابن حبان (۳:۳۵۵).

۱۷۷۱– عن : على ﷺ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّيْ فِيْ إِثْرِ كُلِّ صَلَاةٍ مَكْتُوْبَةٍ رَكْعَتَيْنِ إِلَّا الْفَجْرَ وَ الْعَصْرَ . رواه أبو داود و سكت عنه وإسناده حسن (۱:۴۹۲).

۱۷۷۲– عن : أبى هريرة ﷺ : أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَرَأَ (أى بعد الفاتحة ، قاله السندى) فِيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ. رواه مسلم (۱:۲۵۱).

۱۷۷۳– عن : ابن عباس رضى الله عنهما : أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِيْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فِي الْأُوْلٰى مِنْهُمَا : قُوْلُوْا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا ، الآية الَّتِيْ فِي الْبَقَرَةِ ، وَفِي الْآخِرَةِ مِنْهُمَا : آمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ . رواه مسلم . وفى لفظ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقْرَأُ

جس سے پہلے (کم ازکم) دورکعتیں مشروع نہ ہوں (خواہ علی وجہ الاستحباب جیسا کہ عشاء وعصر میں کہ ان میں چار رکعتیں مستحب ہیں- یا علی وجہ السنیۃ جیسے کہ ظہر اور فجر میں کیونکہ ظہر میں چار رکعتیں مسنون ہیں اور صبح میں دو- یا علی وجہ الاباحۃ جیسا کہ مغرب میں بشرطیکہ تاخیر مغرب لازم نہ آئے)۔ اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے-

۱۷۷۱-حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر فرض نماز کے بعد کم ازکم دو رکعتیں پڑھی جائیں بجز فجر اور عصر کے (کہ ان کے بعد نوافل مکروہ ہیں) اسکو ابوداؤد نے باسناد حسن روایت کیا ہے-

<u>فائدہ</u>: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فجر اور عصر کی نمازوں کے بعد نوافل مکروہ ہیں، باقی حضور ﷺ کا عصر کی نماز کے بعد نوافل پڑھنا آپ ﷺ کی خصوصیت پر محمول ہے-

۱۷۷۲-ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کی سنتوں میں پہلی رکعت میں قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ اور دوسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ پڑھی- اسکو مسلم نے روایت کیا ہے-

۱۷۷۳-ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ (کبھی کبھی) صبح کی سنتوں میں پہلی رکعت میں قُوْلُوْا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا آخر آیت تک پڑھتے تھے جو کہ سورہ بقرہ میں ہے اور دوسری رکعت میں آمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ (پڑھتے تھے)۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے- اور مسلم کی ایک روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ صبح کی سنتوں میں

فِی رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ: قُوْلُوْا آمَنَّا بِاللهِ وَمَا أُنْزِلَ اِلَیْنَا ، وَ الَّتِیْ فِیْ آلِ عِمْرَانَ : تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَ بَیْنَکُمْ اھ. رواہ مسلم (١:٢٥١).

١٧٧٤– عن : ابن عمر ﷺ قَالَ : رَمَقْتُ النَّبِیَّ ﷺ شَھْراً ، فَکَانَ یَقْرَأُ فِی الرَّکْعَتَیْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ بِ قُلْ یَا اَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ وَ قُلْ ھُوَ اللهُ اَحَدٌ . رواہ الترمذی فی باب ما جاء فی تخفیف رکعتی الفجر والقرائۃ فیھما و قال : حسن (١:٥٦) . ولفظہ عند النسائی بسند آخر ، وقد سکت عنہ : رَمَقْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ عِشْرِیْنَ مَرَّۃً ، یَقْرَأُ فِی الرَّکْعَتَیْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَفِی الرَّکْعَتَیْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ قُلْ یَا اَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ وَ قُلْ ھُوَ اللهُ اَحَدٌ . (١:١٥٢).

١٧٧٥– عن : عائشۃ رضی اللہ عنھا ، قَالَتْ : کَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ یُصَلِّیْ رَکْعَتَیْنِ قَبْلَ الْفَجْرِ وَ کَانَ یَقُوْلُ : نِعْمَ السُّوْرَتَانِ ھُمَا یُقْرَأُ بِھِمَا فِیْ رَکْعَتَیِ الْفَجْرِ ، قُلْ ھُوَ اللهُ اَحَدٌ وَ قُلْ یَا اَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ . رواہ ابن ماجۃ (ص–٨١) وفی فتح الباری بعد عزوہ إلیہ : بإسناد قوی (٣:٣٨) . ولابن أبی شیبۃ من طریق محمد بن سیرین : عَنْ عائشۃَ رضی اللہ عنھا : کَانَ یَقْرَأُ فِیْھِمَا بِھِمَا اھ . وفیہ أیضاً فی روایۃ ابن سیرین المذکورۃ : یُسِرُّ فِیْھِمَا الْقِرَائَۃَ. وقد صححہ ابن عبد البراہ.

قولوا آمنا باللہ وما انزل الینا اوروہ آیت جوسورہ آل عمران میں ہے یعنی تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَا وَ بَیْنَکُمْ پڑھتے تھے۔

١٧٧٤-ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کوایک مہینہ تک دیکھاتو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ فجر کی سنتوں میں قُلْ یَا اَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ اور قُلْ ھُوَ اللهُ اَحَد پڑھتے ہیں۔ اسکوترمذی نے روایت کیاہےاور کہاہے کہ یہ حدیث حسن ہے اورنسائی کی ایک روایت میں جس پرانہوں نے سکوت کیاہے دوسری سند سے حدیث کے الفاظ یوں ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیس مرتبہ بعد مغرب اورقبل فجر کی سنتوں میں قُلْ یَا اَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ اور قُلْ ھُوَ اللهُ اَحَد پڑھتے دیکھاہے۔

١٧٧٥-حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فجر کے فرضوں سے پہلے دورکعتیں پڑھتے تھےاوروہ فرماتی ہیں کہ یہ دونوں یعنی قُلْ ھُوَ اللهُ اَحَد اورقُلْ یَا اَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ نہایت عمدہ سورتیں ہیں جن کووہ صبح کی سنتوں میں پڑھتے ہیں۔ اس کوابن ماجہ نے روایت کیاہےاورفتح الباری میں اس کی اسنادکوقوی کہاہےاور کہاہے کہ ابن سیرین نے حضرت عائشہؓ سے اس روایت میں یہ مضمون بھی روایت کیاہے کہ آپ ﷺ ان سورتوں کوان میں آہستہ پڑھتے تھےاور کہاہے کہ اسکوابن ابی شیبہ نے روایت کیاہے

١٧٧٦ – عن : أبي الدرداء ﷺ ، وعن أبي ذر ﷺ ، عن رسول الله ﷺ ، عَنِ اللهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالَى أَنَّهُ قَالَ : يَا ابْنَ آدَمَ ! لَا تَعْجِزْنِي مِنْ أَرْبَعِ رَكْعَاتٍ مِنْ أَوَّلِ النَّهَارِ أَكْفِكَ آخِرَهُ. رواه الترمذي في باب ما جاء في صلوة الضحى (١٠٨:١) وقال : حديث حسن غريب ، قال الحافظ : في إسناده إسماعيل بن عياش ولكنه إسناد شامي (وهو فيه حجة) ، ورواه أحمد عن أبي الدرداء وحده ، ورواته كلهم ثقات (الترغيب والترهيب ١١٤:١، ١١٥).

١٧٧٧ – عن : أنس ﷺ بن مالك ، قال : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِيْ جَمَاعَةٍ ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللهَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ كَانَتْ لَهٗ كَأَجْرِ حَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ ، قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : تَامَّةٍ تَامَّةٍ تَامَّةٍ. رواه الترمذي وقال : حديث حسن غريب ، ورواه الطبراني عن أبي أمامة ﷺ مرفوعاً بمعناه ، وإسناده جيد ، هذا كله من الترغيب (١٧٥:١).

اور ابن عبدالبر نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے فجر اور مغرب کی سنتوں میں ان دو سورتوں کا پڑھنا مستحب معلوم ہوتا ہے۔

۱۷۷۶-ابوالدرداءؓ اور ابوذرؓ سے روایت ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ حق تعالی فرماتے ہیں کہ اے آدم زاد! تو ہم سے شروع دن میں چار رکعت پڑھنے سے دریغ نہ کر ہم تجھ سے آخر دن کو کفایت کریں گے۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حدیث حسن ہے اور حافظ نے بھی اسے قوی کہا ہے اور امام احمد نے اسے اکیلے ابوالدرداءؓ سے روایت کیا ہے اور ان کے راوی سب ثقہ ہیں (ترغیب وترہیب)۔

فائدہ: اس روایت میں صلوۃ ضحیٰ کی فضیلت ہے جو کہ اشراق اور چاشت دونوں کو شامل ہے اسلئے یہ نماز چاہے اول ضحیٰ میں پڑھ لی جائے جسکو اشراق کہتے ہیں اور چاہے آخر ضحیٰ میں جسکو چاشت کہتے ہیں، اور چاہے دو رکعات شروع میں اور دو رکعت آخر میں۔

۱۷۷۷-انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص فجر کی نماز جماعت سے پڑھے اور طلوع آفتاب تک بیٹھا ہوا خدا کی یاد کرتا رہے اسکے بعد (جس وقت وقت مکروہ نکل جائے) دو رکعتیں پڑھے (جسکو صلوۃ اشراق کہتے ہیں) تو اسکو ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب ہوگا- راوی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ پورا پورا (حج وعمرہ کا ثواب ہوگا) اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور طبرانی نے یہی مضمون دوسرے الفاظ سے ابوامامہ سے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد عمدہ ہے (ترغیب)

١٧٧٨– عن : أبى هريرة رضي الله عنه قَالَ : أَوْصَانِىْ خَلِيْلِىْ ﷺ بِثَلَاثٍ لَا أَدَعُهُنَّ حَتّٰى أَمُوْتَ ، صَوْمِ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ، وَصَلَاةِ الضُّحٰى ، وَنَوْمٍ عَلٰى وِتْرٍ . أخرجه إمام الدنيا أبو عبد الله البخارى (١:١٥٧) . وعند مسلم من طريق أخرى : رَكْعَتَيِ الضُّحٰى مَوْضِعَ صَلَاةِ الضُّحٰى (١:٢٥٠) .

١٧٧٩– حدثنا : شيبان بن فروخ ثنا طيب بن سليمان ، قَالَ : قَالَتْ عَمْرَةُ : سَمِعْتُ أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَائِشَةَ رضى الله عنها تَقُوْلُ : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُصَلِّى الضُّحٰى أَرْبَعَ رَكْعَاتٍ لَا يَفْصِلُ بَيْنَهُنَّ بِسَلَامٍ . رواه أبو يعلى الموصلى فى مسنده كذا فى نصب الراية (١:٢٩٠) و فتح القدير (١:٣٩٢) . قال المؤلف : إسناده حسن ، وطيب بن سليمان ذكره فى لسان الميزان (٢:٣١٤) وقال : قال الدار قطنى : بصرى ضعيف ، و ذكره ابن حبان فى الثقات ، وقال الطبرانى فى الأوسط : إنه بصرى ثقة اه . والمتن عند مسلم (١:٢٤٩) عن معاذة : أَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ رضى الله عنها كَمْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُصَلِّىْ صَلَاةَ الضُّحٰى ؟ قَالَتْ : أَرْبَعَ رَكْعَاتٍ وَ يَزِيْدُ مَاشَاءَ اللهُ اه.

١٧٨٠– عن : أُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ أبى طالب رضى الله عنها : أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَوْمَ الْفَتْحِ صَلّٰى سُبْحَةَ الضُّحٰى ثَمَانِىَ رَكْعَاتٍ يُسَلِّمُ مِنْ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ . رواه أبو داود فى باب

١٧٧٨-ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ مجھ کو میرے دوست رسول اللہ ﷺ نے تین باتوں کی ہدایت کی ہے جن کو میں مرتے دم تک نہ چھوڑوں گا-ایک یہ کہ ہر مہینہ میں تین روزے رکھنا، دوسرے صلوۃ ضحیٰ (اشراق کے وقت یا چاشت کے وقت) اور تیسرے یہ کہ وتر پڑھکر سونا-اسکو امام بخاری نے روایت کیا ہے اور مسلم میں دوسری سند سے، بجائے صلوۃ ضحیٰ کے ضحیٰ کی دو رکعتیں ہیں۔

١٧٧٩-حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ صلوۃ ضحیٰ چار رکعتیں ایک سلام سے پڑھتے تھے۔اسکو ابو یعلی موصلی نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے اور مسلم میں ہے کہ معاذہ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ صلوۃ ضحیٰ کتنی رکعت پڑھتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ چار رکعتیں اور جس قدر خدا چاہتا اس قدر زائد بھی پڑھ لیتے تھے۔

١٧٨٠-ام ہانیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے روز ضحیٰ آٹھ رکعتیں پڑھیں جن میں وہ ہر دو رکعت پر

صلوة الضحى وسكت عنه (٤٩٧:١) ، والمنذرى ، وقال النووى فى شرح مسلم : بإسناد صحيح على شرط البخارى (٢٧٩:١).

١٧٨١– عن : أبى الدرداء ﷺ قال : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : مَنْ صَلَّى الضُّحٰى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغٰفِلِيْنَ ، وَ مَنْ صَلّٰى اَرْبَعاً كُتِبَ مِنَ الْعَابِدِيْنَ ، و مَنْ صَلّٰى سِتًّا كُفِىَ ذٰلِكَ الْيَوْمَ وَ مَنْ صَلّٰى ثَمَانِيًا كَتَبَهُ اللهُ مِنَ الْقَانِتِيْنَ وَ مَنْ صَلّٰى ثِنْتَىْ عَشْرَةَ رَكْعَةً بَنَى اللهُ لَهٗ بَيْتاً فِى الْجَنَّةِ الحديث . رواه الطبرانى فى الكبير ورواته ثقات ، وفى موسى بن يعقوب الذمعى خلاف ، كذا فى الترغيب (١٥:١) . قلت : حسن له الترمذى حديثاً فى فضل الصلاة على النبى ﷺ (٦٤:١) وفى تهذيب التهذيب (٣٧٨:١٠) ما محصله : أنه قد وثقه ابن معين ، و أبو داود ، و عبد الرحمن بن مهدى وابن حبان ، وابن عدى ، وابن القطان ، وضعفه ابن المدينى والنسائى ، وأحمد اه. قلت : فهو حسن الحديث .

١٧٨٢– عن : أبى هريرة ﷺ ، قال : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : لَا يُحَافِظُ عَلٰى صَلَاةِ الضُّحٰى اِلَّا اَوَّابٌ ، قَالَ : وَهِىَ صَلَاةُ الْاَوَّابِيْنَ . أخرجه الحاكم فى مستدركه (٣١٤:١) وصححه على شرط مسلم ، وأقره عليه الذهبى .

سلام پھیرتے تھے۔اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے اور نووی نے شرح مسلم میں کہا ہے کہ اس کی سند بخاری کی شرط پر صحیح ہے۔

فائدہ: مؤلف نے اسی کتاب میں دوسرے موقع پر اس کو صلوۃ شکر قرار دیا ہے۔

١٧٨١-ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص صلوۃ ضحیٰ دو رکعتیں پڑھے اسکو غافلین میں نہ لکھا جائے گا اور جو کوئی چار پڑھے اسکو عابدون میں لکھا جائے گا اور جو آٹھ پڑھے اسکو پورے فرمانبرداروں میں لکھا جائے گا اور جو کوئی بارہ پڑھے تو خدا اسکے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا۔اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

١٧٨٢-ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ صلوۃ ضحیٰ کی پابندی وہی کرتا ہے جو حق تعالی کی طرف بہت رجوع کرنے والا ہوتا ہے اور فرمایا کہ یہ ان لوگوں کی نماز ہے جو حق تعالی کی طرف بہت رجوع ہوتے ہیں۔اسکو حاکم نے مستدرک میں روایت کر کے اسے شرط مسلم پر صحیح کہا ہے۔اور ذھبی نے ان کی اس رائے کو برقرار رکھا ہے۔

۱۷۸۳– عن : بريدة ﷺ ، قَالَ : أَصْبَحَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَدَعَا بِلاَلاً ، فَقَالَ : بِمَا سَبَقْتَنِيْ إِلَى الْجَنَّةِ ؟ مَا دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَطُّ إِلَّا سَمِعْتُ خَشْخَشَتَكَ أَمَامِيْ ، قَالَ : يَا رَسُوْلَ اللهِ مَا أَذَّنْتُ قَطُّ إِلَّا صَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ ، وَ مَا أَصَابَنِيْ حَدَثٌ قَطُّ إِلَّا تَوَضَّأْتُ عِنْدَهٗ وَرَأَيْتُ أَنَّ لِلّٰهِ عَلَيَّ رَكْعَتَيْنِ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : بِهِمَا . رواه الترمذی وقال حسن صحيح ، نقله ميرك (مرقاة ۲:۱۸۹) ورواه ابن خزيمة فی صحيحه كما فی الترغيب قبيل الترغيب فی صلاة الحاجة .

۱۷۸٤– عن : أبی قتادة مرفوعاً : إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا يَجْلِسْ حَتّٰى يُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ . متفق على صحته (التلخيص الحبير ۲:۱۱۸).

۱۷۸۵– وروى الأثرم فی سننه بأسناد جيد أنه ﷺ قَالَ : أَعْطُوا الْمَسَاجِدَ حَقَّهَا قَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللهِ ! وَمَا حَقُّهَا ؟ قَالَ : أَنْ تُصَلِّيَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ تَجْلِسَ . كذا فی حاشية

فائدہ: ان روایات سے بھی نماز اشراق کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

۱۷۸۳- حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے صبح کی تو بلالؓ کو بلایا اور فرمایا کہ تم کس عمل کی وجہ سے جنت میں مجھ سے پہلے پہنچ گئے۔ کیونکہ میں جب کبھی (خواب میں یا بیداری میں) جنت میں پہنچا ہوں تو میں نے تمہاری آہٹ اپنے آگے سنی ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میری ایک عادت یہ ہے کہ میں نے جب کبھی اذان دی ہے تو اسکے بعد دو رکعتیں ضرور پڑھی ہیں۔ اور دوسری عادت یہ ہے کہ جب کبھی میرا وضو ٹوٹا ہے تو میں نے فوراً تازہ وضو کیا ہے اور یہ خیال کیا ہے کہ مجھ پر حق تعالیٰ کا حق ہے کہ میں دو رکعت پڑھوں اور یہ خیال کر کے میں نے دو رکعتیں ضرور پڑھی ہیں۔ (یہ دو باتیں تو ایسی ہیں جن میں میں منفرد ہوں۔ باقی اور کام وہی ہیں جو اور لوگ کرتے ہیں) اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بس انہی باتوں کی وجہ سے تم مجھ سے آگے رہے ہو۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے حسن صحیح کہا ہے اور ابن خزیمہ نے اسکو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے تحیۃ الوضوء کی مشروعیت اور فضیلت معلوم ہوئی۔

۱۷۸۴- ابو قتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں آئے تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعتیں پڑھ لے۔ اس حدیث کی صحت پر اتفاق ہے۔

۱۷۸۵- اثرم نے اپنی سنن میں عمدہ سند سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسجدوں کو ان کا حق دیا کرو۔

البلقيني على الأم للشافعي رحمه الله (١٢٩:١).

١٧٨٦— عن : حذيفة ﷺ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا حَزَبَهٗ أَمْرٌ صَلّٰى . رواه أحمد و أبو داود ، وقال الشيخ : حديث صحيح (العزيزى ١١٣:١) وسكت عنه أبوداود وذكر فى باب وقت قيام النبى ﷺ من الليل ، وقال الحافظ الإمام فى فتح البارى بعد عزوه إلى أبى داود : بإسناد حسن اه .

١٧٨٧— عن : أبى بكر ﷺ ، قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ : مَا مِنْ رَجُلٍ يُذْنِبُ ذَنْبًا ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَتَطَهَّرُ ثُمَّ يُصَلِّيْ ثُمَّ يَسْتَغْفِرُ اللهَ إِلَّا غَفَرَ اللهُ لَهٗ ، ثُمَّ قَرَأَ هٰذِهِ الْآيَةَ : ﴿وَالَّذِيْنَ إِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللهَ﴾ إلى آخر الآية . رواه الترمذى وقال حديث حسن ، و أبو داود ، و النسائى ، وابن ماجة ، وابن حبان فى صحيحه ، والبيهقى ، وَ قَالَا : ثُمَّ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ . (الترغيب والترهيب ١١٧:١).

لوگوں نے عرض کیا کہ مسجدوں کا حق کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کا حق یہ ہے کہ ان میں داخل ہو کر بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھ لو۔

فائدہ: اس سے تحیۃ المسجد کی فضیلت اور اس کی مشروعیت معلوم ہوئی۔

١٧٨٦-حذیفہؓ سے روایت ہے کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ کو کوئی پریشانی کی بات پیش آتی تو آپ ﷺ نماز پڑھتے۔اس کو احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا اور عزیزی میں ہے کہ شیخ نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے اور فتح الباری میں اسکو حسن کہا ہے۔

فائدہ: اس سے پریشانی کے وقت نماز کی مشروعیت اور استحباب کا ثبوت ہوتا ہے۔

١٧٨٧-حضرت ابوبکرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ جو گنہگار کوئی گناہ کرتا ہے،اسکے بعد اٹھتا ہے اور پاک ہوتا ہے پھر نماز پڑھتا ہے پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہے تو حق تعالیٰ اسکو ضرور معاف فرمادیتے ہیں،اسکے بعد انہوں نے اس کی تائید میں یہ آیت پڑھی وَالَّذِيْنَ إِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً الخ۔اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔نیز اسکو ابوداؤد،نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے اسکو اپنی صحیح میں اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے اور اس میں کہا ہے کہ پھر دو رکعت نماز پڑھتا ہے(ترغیب وترہیب)۔

فائدہ: اس سے صلوۃ توبہ کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے اور دو رکعت کم از کم ہے اور زیادہ پڑھنا چاہے تو زیادہ بھی پڑھ سکتا ہے۔

۱۷۸۸— عن : أنس ﷺ أن النبی ﷺ قالَ : یَا عَلِیُّ ! اَلاَ أُعَلِّمُكَ دُعَاءً إِذَا أَصَابَكَ غَمٌّ اَوْ هَمٌّ تَدْعُوْ بِهِ رَبَّكَ فَيُسْتَجَابُ لَكَ بِإِذْنِ اللهِ وَيُفَرَّجُ عَنْكَ ؟ تَوَضَّأْ وَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ ، وَاحْمَدِ اللهَ وَ اَثْنِ عَلَيْهِ ، وَ صَلِّ عَلٰى نَبِيِّكَ ، وَ اسْتَغْفِرْ لِنَفْسِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ، ثُمَّ قُلْ : اَللّٰهُمَّ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ ، سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ، اَللّٰهُمَّ كَاشِفَ الْغَمِّ مُفَرِّجَ الْهَمِّ ، مُجِيْبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّيْنَ إِذَا دَعَوْكَ ، رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَ الْآخِرَةِ وَ رَحِيْمَهُمَا ، فَارْحَمْنِيْ فِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهٖ بِقَضَائِهَا وَ نَجَاحِهَا رَحْمَةً تُغْنِيْنِيْ بِهَا عَنْ رَحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ . رواه الإصبهانی (الترغیب والترهیب ۱:۱۱۸ ، ۱۱۹) وإسناده حجة علی قاعدة الترغیب المذکورة فی أوله.

۱۷۸۹— عن : عثمان ﷺ بن حنیف : إِنَّ أَعْمٰى اَتٰى اِلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللهِ! اُدْعُ اللهَ اَنْ يَكْشِفَ لِيْ عَنْ بَصَرِيْ قَالَ اَوْ اَدْعُكَ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ ! اِنَّهٗ قَدْ شَقَّ

۱۷۸۸-انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے علی! کیا میں تم کو ایسی دعا نہ سکھلاؤں کہ جب تم کو کوئی غم یا رنج پہنچے اور تم اسکے ذریعہ سے خدا سے دعا کرو تو خدا کے حکم سے تمہاری دعا مقبول ہو اور تم سے وہ رنج و غم دور کر دیا جائے (اچھا سنو) تم وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھو اور خدا کی حمد و ثنا کرو اور اپنے نبی پر درود بھیجو اور اپنے اور مسلمان مردوں اور عورتوں کیلئے استغفار کرو۔ اسکے بعد یوں دعا کرو "اللهم انت تحکم بین عبادك فیما کانوا فیه یختلفون ،لا اله الا اللّٰه العلی العظیم ،لا اله الا اللّٰه العلیم الکریم ،سبحٰن اللّٰه رب العرش العظیم ،الحمدلله رب العلمین ،اللهم کاشف الغم ،مفرج الهم مجیب دعوة المضطرین ،اذا دعوك رحمن الدنیا والاخرة و رحیمهما ،فارحمنی فی حاجتی هذه بقضائها و نجاحها رحمة تغنینی بها عن رحمةمن سواك "اسکو اصبہانی نے روایت کیا ہے جیسا کہ ترغیب وترہیب میں ہے اور ترغیب وترہیب کے قاعدہ کی بنا پر اس کی اسناد حجت ہے۔

فائدہ: اس سے نماز حاجت کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے۔

۱۷۸۹-عثمان بن حنیفؓ سے مروی ہے کہ ایک نابینا رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ دعا

عَلَيَّ ذِهَابُ بَصَرِيْ ، قَالَ : فَانْطَلِقْ فَتَوَضَّأْ ثُمَّ صَلِّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قُلْ : اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ وَ اَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ ، يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ اَتَوَجَّهُ اِلٰى رَبِّيْ بِكَ اَنْ يَّكْشِفَ لِيْ عَنْ بَصَرِيْ ،اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِيَّ وَ شَفِّعْنِيْ فِيْ نَفْسِيْ ، فَرَجَعَ وَ قَدْ كَشَفَ اللهُ عَنْ بَصَرِهٖ . رواه الترمذيوقال : حديث حسن صحيح غريب ، والنسائي واللفظ له و ابن ماجة ، وابن خزيمة في صحيحه ، والحاكم و قال : صحيح على شرط البخاري ومسلم ، وليس عند الترمذي : ثُمَّ صَلِّ رَكْعَتَيْنِ ، اِنَّمَا قَالَ : فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّتَوَضَّأَ فَيُحْسِنَ وُضُوْئَهٗ ، ثُمَّ يَدْعُوْهُ بِهٰذَا الدُّعَاءِ . فذكره بنحوه ، رواه في الدعوات (الترغيب والترهيب ۱۱۸:۱).

فرمادیں کہ حق تعالیٰ میری نظر درست کردے، آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں اسی حالت پر چھوڑ دوں اور دعا نہ کروں، اس نے عرض کیا کہ حضرت ضرور دعا فرمائیں کیونکہ مجھے بینائی کے جاتے رہنے سے بہت تکلیف ہے، آپ نے فرمایا کہ اچھا جاؤ وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھو اور یوں کہو" **اللهم انی اسئلك و اتوجه اليك بنبيى محمد نبى الرحمة يا محمد انى اتوجه الى ربى بك ان يكشف لى عن بصرى اللهم شفعه لى و شفعنى فى نفسى**" اس نے ایسا ہی کیا پس وہ ایسی حالت میں واپس ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی بینائی درست کردی۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے اور یہ الفاظ انہی کے ہیں اور ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے اور ترمذی کی روایت میں دو رکعت نماز پڑھنے کا ذکر نہیں ہے، اس میں صرف یہ مضمون ہے کہ آپ ﷺ نے اسے وضو کرنے کا حکم دیا کہ وہ اچھی طرح وضو کرے اور اس دعا کے ذریعہ سے دعا کرے اور ترمذی نے اس کو کتاب الدعوات میں روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے بھی نمازِ حاجت کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے۔

وسیلہ کا مسئلہ

دعا کا مسنون طریقہ جو متعدد احادیث سے ثابت ہے یہ ہے کہ دعا کرنے والا پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرے اس کے بعد درود شریف پڑھے اس کے بعد اخلاص، عاجزی اور بہت ہی تضرع کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجت طلب کرے، اس بات میں اہل اسلام میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔

اختلاف اس بات میں ہے کہ دعا میں یہ کہنا درست ہے یا نہیں کہ اے اللہ تعالیٰ تو بوسیلہ آنحضرت ﷺ یا بطفیل حضرت ابوبکر صدیق ؓ یا ببرکت حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ میرا کام کردے یا اس قسم کا کوئی مفہوم ہو جس کو اپنی زبان اور عرف کے اعتبار سے ادا کرے تو آیا یہ کہنا درست ہے یا نہیں؟

جمہور اہل اسلام اس کے جواز کے قائل ہیں، سب سے پہلے اس کا اختلاف ابن تیمیہ نے کیا، اب اس دور میں غیر مقلدین، کیپٹن عثمانی کے پیروکار اور مماتی گروہ وسیلہ کا انکار کرتے ہیں۔

وسیلہ کی مثال

جیسے جب انسان بیمار ہوتا ہے، صحت اور بیماری اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے، لیکن بیماری میں انسان اسباب اختیار کرتے ہوئے ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے، بیمار آدمی کبھی بھی ڈاکٹر کو شفاء دینے والا نہیں سمجھتا، بلکہ شفاء دینے والا اللہ تعالیٰ کو سمجھتا ہے، اس طرح دعا میں وسیلہ کی حیثیت یہ ہے کہ دعا کرنے والا یہ تو سمجھتا ہے کہ میری پکار اللہ تعالیٰ سنتے ہیں اور وہ شہ رگ کے قریب ہیں مگر اسباب کو اختیار کرتے ہوئے اور اس آیت ﴿یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلہ﴾ پر عمل کرتے ہوئے انبیاء اور اولیاء کا واسطہ دیتا ہے، کیونکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ میں گناہ گار ہوں اور انبیاء اور اولیاء اللہ کے مقرب بندے ہیں، جس طرح بیمار دوائی کو بیماری دور کرنے کا سبب سمجھتا ہے، شفاء اللہ تعالیٰ دیتے ہیں اسی طرح دعا کرنے والا سبب وسیلہ کو اختیار کرتا ہے اور دعا کو قبول کرنے والا اللہ تعالیٰ کو ہی سمجھتا ہے، البتہ جو شخص یہ کہے ''یافلاں! میرا کام کردو'' اور وہ اس کو مختار کل، حاضر و ناظر اور عالم الغیب سمجھتا ہے تو وہ مشرک ہے، اس کا شرعی وسیلہ سے کوئی تعلق نہیں۔

وسیلہ کا ثبوت قرآن پاک کی آیات اور احادیث مبارکہ سے

(۱): قرآن پاک میں ہے ﴿یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ﴾ (المائدہ)۔ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔

(۲): ﴿وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا......الایۃ﴾ وہ یہود پہلے فتح مانگتے تھے کافروں پر۔ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کے بارے میں نازل ہوئی ہے، وہ اوس اور خزرج کے خلاف آنحضرت ﷺ کی بعثت سے پہلے آپ ﷺ کے وسیلہ سے فتح طلب کیا کرتے تھے، جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ اور قتادہؓ نے فرمایا ہے اور وہ ان الفاظ سے دعا کرتے تھے: اللّٰھم انا نسئلک بحق نبیک الذی وعدتنا ان تبعثہٗ فی آخرالزمان ان تنصرنا الیوم علی عدونا فینصرون۔ (روح المعانی، جلد:۱، صفحہ:۳۲۵)۔

(۳): حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں ایک دفعہ خشک سالی ہوئی اور کافی عرصہ تک بارش نہ ہوئی، جس کی وجہ سے لوگ خاصے پریشان ہوئے اسی اثناء میں ایک دیہاتی حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے کہا یا رسول اللہ ھلکت الماشیۃ ھلک العیال ھلک الناس، فرفع رسول اللہ ﷺ یدیہ یدعو و رفع الناس ایدیھم مع رسول اللہ ﷺ

یدعون . (بخاری جلد:۱،صفحہ:۱۴۰)۔

(۴): حضرت عمر فاروق ؓ کے دور میں بھی ایسی ہی خشک سالی کی تکلیف پیش آئی تو حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کو توسل کے طور پر پیش کیا اور یوں ارشاد فرمایا کہ: اللهم انا كنا نتوسل اليك بنبينا ﷺ فسقيتنا و انا نتوسل اليك بعم نبينا فاسقنا، قال فيسقون . (بخاری، جلد:۱، صفحہ:۱۳۷)۔

(۵): حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ایک بدوی حضور ﷺ کی تدفین کے تین روز بعد آیا اور قبر مبارک پر پڑ گیا اور اس کی مٹی لے کر سر پر ڈالی اور کہا: اے اللہ کے رسول! جو آپ ﷺ نے فرمایا ہم نے آپ ﷺ کا ارشاد سنا اور جو آپ ﷺ نے خدا سے یاد کیا ہم نے آپ سے یاد نہیں کیا اور جو آپ ﷺ پر نازل ہوا اس میں یہ بھی ہے، ولوا انهم اذ ظلموا انفسهم جآؤوك فاستغر الله...... الآية و قد ظلمت و جئتك تستغفر لی فنودی من القبر انه قد غفر لك . (وفاء الوفاء صفحہ: ۱۳،۱۴)۔ یہ حدیث آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد بھی وسیلہ پر واضح دال ہے۔

(۶): ایک اور واقعہ جس کو ابن ابی شیبہ نے بھی نقل کیا ہے، صحیح سند کے ساتھ مالک نے اسے روایت کیا ہے کہ عمر بن خطابؓ کے زمانہ میں قحط ہوا تو ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی قبر پر حاضر ہوا اور عرض کیا: يا رسول الله ! استسق الله لأمتك فانهم قد هلكوا ، فاتاه رسول الله ﷺ في المنام فقال ائت عمر فاقرأه السلام و اخبره انهم يسقون و قل له عليك والكيس الكيس ، فاتى الرجل عمرؓ فاخبره ، فبكى عمر ثم قال يا رب ما آتوه ما عجزت عنه (وفاء الوفاء صفحہ:۱۳-۱۴)۔

علامہ ابن عابدین الشامی الحنفیؒ لکھتے ہیں کہ علامہ سبکیؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آنحضرت ﷺ کا توسل مستحسن ہے، ابن تیمیہ کے علاوہ سلف وخلف میں اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔ (شامی جلد:۵، صفحہ ۳۵۰)۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلی اپنی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں: اور دعا کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعریف اور نبی ﷺ کے وسیلہ کو مقدم کیا جائے، تا کہ دعا کو قبولیت کا شرف حاصل ہو۔ (حجۃ اللہ البالغہ)۔

علماء دیوبند کثر اللہ جماعتہم کی اجماعی کتاب المہند کی عبارت توسل کے بارے میں سوال کے جواب میں گیا کہ وفات کے بعد جناب رسول اللہ کا توسل لینا جائز ہے دعاؤں میں یا نہیں؟ تمہارے نزدیک سلف صالحین یعنی انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام وصدیقین اور شہداء واولیاء اللہ کا توسل بھی جائز ہے یا ناجائز؟

جواب: ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء واولیاء صدیقین کا توسل جائز ہے، ان کی حیات

۱۷۹۰— عن : عبادة بن الصامت ﷺ ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ : مَنْ أَحْيَى لَيْلَةَ الْفِطْرِ وَلَيْلَةَ الْأَضْحٰى لَمْ يَمُتْ قَلْبُهٗ يَوْمَ تَمُوْتُ الْقُلُوْبُ . رواه الطبرانی فی الکبیر والأوسط (مجمع الزوائد ۱:۲۲).

۱۷۹۱— عن : ابی أمامة ﷺ عن النبی ﷺ قَالَ : مَنْ قَامَ لَيْلَتَيِ الْعِيْدَيْنِ مُحْتَسِباً لَمْ يَمُتْ قَلْبُهٗ يَوْمَ تَمُوْتُ الْقُلُوْبُ . رواه ابن ماجة ورواته ثقات إلا أن بقية مدلس وقد عنعنه (الترغیب والترهیب ۱:۱۸۷) . قلت : تأید بالذی قبله .

۱۷۹۲— عن : معاذ بن جبل ﷺ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : مَنْ أَحْيَى اللَّيَالِيَ الْخَمْسَ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ ، لَيْلَةَ التَّرْوِيَةِ ، وَلَيْلَةَ الْعَرَفَةِ وَلَيْلَةَ النَّحْرِ وَلَيْلَةَ الْفِطْرِ وَلَيْلَةَ النِّصْفِ

میں یا بعد وفات بایں طور کہے کہ یا اللہ میں بوسیلہ فلاں بزرگ کے تجھ سے دعا کی قبولیت اور حاجت برائی چاہتا ہوں، اسی طرح کے اور کلمات کہے۔ (المہند صفحہ:۱۳)۔

غیر مقلدین کے پیشوا قاضی شوکانی تحریر فرماتے ہیں: اور دوسرا مطلب حدیث توسل بالنبی ﷺ کا یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو حاجات میں وسیلہ بنانا صرف زندگی کی حالت میں مخصوص نہ تھا بلکہ جس طرح زندگی میں آپ کو وسیلہ بنایا جاتا تھا، اسی طرح انتقال کے بعد بھی آپ ﷺ کو وسیلہ بنانا جائز ہے اور جس طرح آپ ﷺ کی موجودگی میں آپ ﷺ سے توسل جائز تھا اسی طرح عدم موجودگی میں بھی جائز تھا، یہ بالکل واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ کو آپ ﷺ کی زندگی میں وسیلہ بنانا اور آپ ﷺ کے بعد دوسرے بزرگوں کو وسیلہ بنانا صحابہ کرام کے اجماع سکوتی سے ثابت ہے (بحوالہ بوادر النوادر، صفحہ:۷۶۳)۔

۱۷۹۰-عبادۃ بن الصامتؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی عید اور بقرعید کی رات کو تمام رات عبادت کرے اس کا دل اس روز نہ مرے گا جس روز اور دل مر جائیں گے۔ اس کو طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے۔

۱۷۹۱-ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی شب عیدین میں بہ نیت ثواب قیام کرے، اس کا دل اس روز نہ مرے گا جس روز اور دل مر جائیں گے۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کی تائید عبادۃ بن الصامت کی روایت سے ہوتی ہے۔

<u>فائدہ</u>: ان روایات سے احیاء شب عیدین کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

۱۷۹۲-معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے پانچ راتوں میں عبادت کی اسکو جنت ملے گی

مِنْ شَعْبَانَ. رواه الاصبهانی باسناد ضعیف (الترغیب الترهیب ١ :١٨٧).

١٧٩٣– عن جابر بن عبد الله ﷺ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُعَلِّمُنَا الِاسْتِخَارَةَ فِي الْاُمُوْرِ كُلِّهَا كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْآنِ ، يَقُوْلُ : اِذَا هَمَّ اَحَدُكُمْ بِالْاَمْرِ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ مِنْ غَيْرِ الْفَرِيْضَةِ ، ثُمَّ لِيَقُلْ : اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ ، وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْاَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ ، فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ ، وَ تَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ ، وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ، اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّیْ فِیْ دِيْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَةِ اَمْرِیْ ، اَوْ قَالَ : عَاجِلِ اَمْرِیْ ، وَ آجِلِهٖ ، فَاقْدِرْهُ لِیْ وَيَسِّرْهُ لِیْ ، ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِيْهِ ، وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِيْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ ، اَوْ قَالَ : فِیْ عَاجِلِ اَمْرِیْ وَ آجِلِهٖ ، فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ ، وَاقْدِرْ لِیَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ، ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ ، قَالَ وَ يُسَمِّیْ حَاجَتَهٗ . رواه البخاری (١ :١٥٦).

ذی الحجہ کی آٹھویں اور نویں اور دسویں تاریخوں کی راتیں اور عید کی رات اور شب براءت کی رات۔ اس کو اصبہانی نے بسند ضعیف روایت کیا ہے۔ (لیکن ایسی روایات فضائل میں مقبول ہیں)۔

۱۷۹۳- جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں تمام اہم امور میں استخارہ کی یوں ہی تعلیم فرماتے تھے جس طرح وہ ہمیں قرآن تعلیم فرماتے تھے۔ چنانچہ وہ فرماتے تھے کہ جس وقت کسی کو کوئی کام کرنے کا ارادہ ہو اس وقت اسے چاہئے کہ فرض کے علاوہ دو رکعتیں پڑھے اسکے بعد کہے **اللهم انی استخيرك بعلمك و استقدرك بقدرتك و اسئلك من فضلك العظيم فانك تقدر ولا اقدر و تعلم ولا اعلم وانت علام الغيوب اللهم ان كنت تعلم ان هذا الامر خير لی فی دينی و معاشی و عاقبة امری و عاجل امری و آجله فاقدره لی و يسره لی ثم بارك لی فيه و ان كنت تعلم ان هذاالامر شر لی فی دينی و معاشی و عاقبة امری و عاجل امری و آجله فاصرفه عنی و اصرفنی عنه واقدرلی الخير حيث كان ثم ارضنی به** اور ھذاالامر کی جگہ اپنی ضرورت کا نام لے۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے صلوۃ الاستخارہ کی مشروعیت ثابت ہوئی۔

۱۷۹۴– عن : عکرمة ، عن ابن عباس ﷺ قال :قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ لِلعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ المُطَّلِبِ : يَا عَبَّاسُ ! يَا عَمَّاهُ ! اَلاَ أُعْطِيْكَ ؟ اَلاَ اَمْنَحُكَ ؟ اَلاَ اَحْبُوْكَ ؟ اَلاَ اَفْعَلُ لَكَ عَشْرَ خِصَالٍ؟ اِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ غَفَرَ اللهُ ذَنْبَكَ ، اَوَّلَهُ وَآخِرَهُ ، وَقَدِيْمَهُ وَحَدِيْثَهُ،وَ خَطَاهُ وَعَمْدَهُ ، وَ صَغِيْرَهُ وَكَبِيْرَهُ ، وَسِرَّهُ وَعَلاَنِيَتَهُ،عَشْرَ خِصَالٍ ، اَنْ تُصَلِّيَ اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ تَقْرَأُ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَ سُوْرَةٍ ، فَاِذَا فَرَغْتَ مِنَ الْقِرَائَةِ فِيْ اَوَّلِ رَكْعَةٍ فَقُلْ وَاَنْتَ قَائِمٌ : سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَ اللهُ اَكْبَرُ ، خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً ، ثُمَّ تَرْكَعُ فَتَقُوْلُ وَ اَنْتَ رَاكِعٌ عَشْرًا ، ثُمَّ تَرْفَعُ رَاْسَكَ مِنَ الرُّكُوْعِ فَتَقُوْلُهَا عَشْراً ، ثُمَّ تَهْوِيْ سَاجِدًا فَتَقُوْلُ وَاَنْتَ سَاجِدٌ عَشْرًا ، ثُمَّ تَرْفَعُ رَاْسَكَ مِنَ السُّجُوْدِ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا ، ثُمَّ تَسْجُدُ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا ، ثُمَّ تَرْفَعُ رَاْسَكَ مِنَ السُّجُوْدِ فَتَقُوْلُهَا عَشْرًا ، فَذٰلِكَ خَمْسٌ وَ سَبْعُوْنَ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ ، تَفْعَلُ ذٰلِكَ فِيْ اَرْبَعِ رَكْعَاتٍ ، اِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تُصَلِّيَهَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ مَرَّةً فَافْعَلْ ، فَاِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَفِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّةً ، فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِيْ كُلِّ شَهْرٍ مَرَّةً ، فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِيْ كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً ، فَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَفِيْ عُمْرِكَ مَرَّةً . رواه أبو داود ، وابن ماجة و ابن خزيمة فی صحیحه (الترغيب والترهيب ، ۱:۱۱۵و۱۱۶) .

۱۷۹۴–عکرمہ،ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عباسؓ سے فرمایا کہ اے عباسؓ۔اے چچا! کیا میں تم کو عطا نہ کروں؟ کیا میں تم کو نہ بخشوں؟ کیا میں تم کو نہ دوں؟ کیا میں تمہارے لئے دس باتیں نہ کروں؟ اچھا سنو! جب تم اس کام کو کروگے جو میں تمہیں بتلانا چاہتا ہوں تو حق تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کردیگا پہلے بھی، پچھلے بھی، پرانے بھی، نئے بھی، غلطی سے بھی اور قصداً بھی، چھوٹے بھی اور بڑے بھی، مخفی بھی اور ظاہر بھی۔ یہ دس باتیں ہوئیں اور وہ کام یہ ہے کہ تم چار رکعتیں پڑھو اور ہر رکعت میں فاتحۃ الکتاب اور ایک سورۃ پڑھو۔ پس جب تم قراءت سے فارغ ہوجاؤ تو قیام کی حالت میں سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پندرہ مرتبہ پڑھو پھر رکوع کرو۔ اور رکوع میں اس کلمہ کو دس مرتبہ کہو۔ پھر رکوع سے سر اٹھاؤ اور قومہ میں دس مرتبہ کہو۔ پھر سجدہ میں جاؤ اور سجدہ میں دس مرتبہ کہو پھر سجدہ سے سر اٹھا کر جلسہ میں دس مرتبہ کہو، پھر سجدہ میں جاؤ اور سجدہ میں دس مرتبہ کہو، پھر سجدہ سے سر اٹھاؤ اور بیٹھے ہوئے دس مرتبہ کہو، یہ کل پچھتر مرتبہ ہوئے اور اسی طرح باقی تین رکعتوں میں کرو (یعنی ہر رکعت میں یہ تفصیل مذکور بالا پچھتر مرتبہ کہو)۔ اب اگر تم سے یہ ہوسکے کہ یہ نماز ہر روز ایک مرتبہ پڑھو تو ایسا کرو ورنہ ہر ہفتہ میں ایک مرتبہ پڑھو اور اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو ہر مہینہ میں ایک مرتبہ پڑھو اور اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو ہر سال میں ایک مرتبہ پڑھو اور اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو تمام عمر ایک مرتبہ پڑھو۔

قلت : سكت عنه أبو داود في باب صلوة التسبيح (٤٩٩:١) وفي التلخيص الحبير : صححه أبو علي بن السكن والحاكم اه (١١٣:١).

١٧٩٥– عن أبي أمامة ﷺ الباهلي ، عن رَسُوْلِ اللهِ ﷺ قَالَ : عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ فَإِنَّهُ دَأْبُ الصَّالِحِيْنَ قَبْلَكُمْ ، وَقُرْبَةٌ اِلَى رَبِّكُمْ ، وَمَكْفَرَةٌ لِلسَّيِّئَاتِ وَمَنْهَاةٌ عَنِ الْاِثْمِ . رواه الترمذي في كتاب الدعاء من جامعه ، وابن أبي الدنيا في كتاب التهجد ، وابن خزيمة في صحيحه ، والحاكم ، كلهم من رواية عبد الله بن صالح كاتب الليث ، وقال الحاكم : صحيح على شرط البخاري (الترغيب والترهيب ١٠٣:١) . قلت : هو مختلف فيه ، قال ابن القطان : هو صدوق ، ولم يثبت عليه ما يسقط له حديثه إلا أنه مختلف فيه ، فحديثه حسن اه ما في تهذيب التهذيب . وفيه أيضاً : البخاري أخرج له (٢٦٠:٥) اه. و إخراج ابن خزيمة حديثه في صحيحه يدل أيضا على أنه حجة عنده .

١٧٩٦– عن : عبد الله بن عمرو بن العاص ﷺ ، قَالَ : قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : يَا عَبْدَ اللهِ ! لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ كَانَ يَقُوْمُ مِنَ اللَّيْلِ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ . رواه البخاري (١٤٥:١).

اس کو ابوداؤد وابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ اور ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے اور ابن السکن اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

<u>فائدہ</u>: اس سے صلوۃ التسبیح کی مشروعیت اور فضیلت معلوم ہوئی۔

۱۷۹۵– ابوامامہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم تہجد کو اپنے ذمہ لے لو کیونکہ وہ تم سے پہلے کے نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور حق تعالی کے قرب کا ذریعہ اور گناہوں کا کفارہ اور گناہوں سے روکنے والا ہے۔ اسکو ترمذی، ابن ماجہ، ابن ابی الدنیا وابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کو بخاری کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

۱۷۹۶– عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تم فلاں شخص جیسے نہ ہونا کہ وہ پہلے تہجد پڑھتا تھا پھر اسے چھوڑ دیا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

۱۷۹۷– عن : جابر ﷺ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: اَفْضَلُ الصَّلاَةِ طُوْلُ الْقُنُوْتِ. رواه مسلم (۱:۲۱۱).

۱۷۹۸– عن : عبد الله بن حُبْشِي الخثعمی : اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ سُئِلَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ؟ قَالَ : طُوْلُ الْقِیَامِ . رواه أبو داود فی باب وقت قیام النبی ﷺ من اللیل (۱:۵۰۸) وسکت عنه فهو صالح عنده .

۱۷۹۹– عن : أبی سلمة بن عبد الرحمن : اَنَّهُ سَاَلَ عَائِشَةَ کَیْفَ کَانَتْ صَلاَةُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِیْ رَمَضَانَ ؟ قَالَتْ : مَا کَانَ یَزِیْدُ فِیْ رَمَضَانَ وَلاَ فِیْ غَیْرِهٖ عَلٰی اِحْدٰی عَشْرَةَ رَکْعَةً ، یُصَلِّیْ اَرْبَعاً فَلاَ تَسْاَلُ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَ طُوْلِهِنَّ ، ثُمَّ یُصَلِّیْ اَرْبَعاً فَلاَ تَسْاَلُ

۱۷۹۷–جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بہتر نماز وہ ہے جس میں قیام لمبا ہو۔اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ:اس سے تہجد اور دیگر نوافل میں طول قیام کی فضیلت ثابت ہوئی۔

فائدہ:اس روایت میں اس نماز کو جس میں قیام طویل ہو اس نماز پر فضیلت دی گئی ہے جس میں قیام کم ہو۔اور قیام کو سجود پر فضیلت نہیں دی گئی بلکہ حدیث اس سے ساکت ہے لہذا جس حدیث میں یہ ہے کہ بندہ سجدہ کی حالت میں حق تعالی سے زیادہ قریب ہوتا ہے یہ حدیث اس حدیث کے معارض نہیں۔پس بنا بر حدیث مذکور سجود قیام سے افضل ہوگا اور ہونا بھی یوں ہی چاہئے۔کیونکہ سجود میں انتہائی تعظیم ہے اور قیام میں اتنی تعظیم نہیں اور یہی وجہ ہے اسکے زیادہ تقرب کا موجب ہونے کی اور یہ مسئلہ کہ طول قنوت افضل ہے یا کثرت رکعات؟ حدیث طول قنوت سے غیر متعلق اور ایک جداگانہ مسئلہ ہے پس جن لوگوں نے اس حدیث سے اس مسئلہ پر استدلال کیا ہے یہ ان کی قلت تدبر ہے۔فافہم!

۱۷۹۸–عبداللہ بن حبشی خثعمی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کونسا کام زیادہ اچھا ہے تو آپ نے فرمایا کہ طولِ قیام۔اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔(لہذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے)۔

فائدہ:اس سے بھی طول قیام کی افضلیت عدم طول قیام پر ثابت ہوتی ہے اسلئے طول قیام مستحب ہوگا۔

۱۷۹۹–ابوسلمۃ بن عبدالرحمن سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی نماز رمضان میں کس طرح ہوتی تھی تو انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ نہ رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ پڑھتے تھے اور نہ غیر رمضان میں۔چنانچہ آپ ﷺ پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے۔سو نہ پوچھو کہ وہ کیسی عمدہ اور کس قدر لمبی ہوتی تھیں،اسکے بعد چار رکعتیں اور

عَنْ حُسْنِهِنَّ وَ طُوْلِهِنَّ ، ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلَاثاً ، الحديث. رواه مسلم (۱:۲۵٤).

۱۸۰۰— حدثنا : محمد بن بشار ، نا أبو داود ، نا شعبة ، عن يزيد بن خمير ، قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ اَبِيْ قَيْسٍ يَقُوْلُ : قَالَتْ عَائِشَةُ رضى الله عنها : لَا تَدَعْ قِيَامَ اللَّيْلِ ، فَاِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ لَا يَدَعُهُ ، وَ كَانَ اِذَا مَرِضَ اَوْ كَسِلَ صَلّٰى قَاعِداً . رواه أبو داود وسكت عنه هو والمنذرى ، كذا فى عون المعبود (۱:۵۰٤) . ورواه أيضاً ابن خزيمة فى صحيحه كذا فى الترغيب (۱:۱۰۵).

پڑھتے تھے۔ سو نہ پوچھو کہ وہ کس قدر عمدہ اور نہایت طویل ہوتی تھیں، اس کے بعد تین وتر پڑھتے تھے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: حضرت عائشہؓ کی بعض روایات میں تیرہ آیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ وتر کے بعد دو رکعتیں اور ہوتی تھیں اور ان کے متعلق یہ بھی بیان کیا ہے کہ وہ بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ سو غالب یہ ہے کہ یہ دو رکعتیں سنت فجر ہوتی تھیں نہ کہ نوافل بعد الوتر۔ اور ان کا بیٹھ کر پڑھنا تکان کی وجہ سے ہوتا تھا، نہ کہ اس وجہ سے کہ ان کا بیٹھ کر پڑھنا سنت ہے۔ نیز یہ بیٹھ کر پڑھنا اتفاقی تھا نہ کہ معمول۔ پس جو لوگ وتر کے بعد دو نفلیں ثابت کرتے ہیں اور ان کے بیٹھ کر پڑھنے کو سنت کہتے ہیں ان کے پاس اپنے دعوی کی کوئی صریح دلیل نہیں اور نہ یہ کسی مجتہد کا قول ہے بلکہ بعض مقلدین کی ذاتی رائیں ہیں جو کہ حجت نہیں بالخصوص ایسی حالت میں کہ مجتہدین اسکے خلاف کہتے ہوں کیونکہ امام مالکؒ ان نفلوں کا انکار کرتے ہیں، علی ھذا امام احمد بھی ان کو تسلیم نہیں کرتے اور ہمارے امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ بھی ان نوافل کا تذکرہ نہیں کرتے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی ان نفلوں کا ثبوت نہیں۔ علی ھذا امام شافعی بھی ان کو ذکر نہیں کرتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سب ائمہ کے نزدیک تیرہ رکعت والی حدیث کا وہی محمل ہے جو ہم نے بیان کیا یعنی دو رکعتیں جو آپ ﷺ وتر کے بعد پڑھتے تھے۔ وہ نوافل صلوۃ اللیل نہ ہوتی تھیں بلکہ سنت فجر ہوتی تھیں اور ان کا گاہے گاہے بیٹھ کر پڑھنا عذر کی بنا پر تھا اور اس بنا پر "اجعلوا آخر صلوتکم وترا" اپنے ظاہر پر رہے گا اور اس میں تاویل کی ضرورت نہ ہوگی۔ اور مرسل طاؤس میں جو سترہ رکعتیں آئی ہیں ان میں عشاء کے بعد کی چار رکعتوں اور فجر کی دو سنتوں کو شامل کرلیا گیا ہے، اس تفصیل پر انشاء اللہ تمام حدیثیں متفق ہوجائیں گی واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

۱۸۰۰۔ حضرت عائشہؓ نے عبداللہ بن ابی قیس سے فرمایا کہ تم قیام لیل کو ترک نہ کرنا کیونکہ رسول اللہ ﷺ اسے ترک نہ کرتے تھے۔ اور جب وہ بیمار ہوتے یا ان کو تکان ہوتا تو بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔ نیز منذری نے بھی اس پر سکوت کیا ہے اور ابن خزیمہ نے اسکو صحیح میں روایت کیا ہے۔

۱۸۰۱— عن : عبد الله ﷺ قال : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : فَضْلُ صَلَاةِ اللَّيْلِ عَلٰى صَلَاةِ النَّهَارِ كَفَضْلِ صَدَقَةِ السِّرِّ عَلٰى صَدَقَةِ الْعَلَانِيَةِ . رواه الطبرانی فی الكبير بإسناد حسن ، كذا فی الترغيب (۱۰۳:۱).

۱۸۰۲— عن : إياس بن معاوية المزنی ﷺ ، أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ : لَا بُدَّ مِنْ صَلَاةٍ بِلَيْلٍ وَلَوْ حَلْبَ شَاةٍ ، وَمَا كَانَ بَعْدَ صَلَاةِ الْعِشَاءِ فَهُوَ مِنَ اللَّيْلِ . رواه الطبرانی ورواته ثقات إلا محمد بن إسحاق ، كذا فی الترغيب (۱۰۳:۱) . قلت : قد تقدم أنه حسن الحديث ، فالإسناد حسن .

۱۸۰۳— عن : أبی هريرة ﷺ ، أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ ، قَالَ : يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرُ ، فَيَقُوْلُ : مَنْ يَّدْعُوْنِیْ فَأَسْتَجِيْبَ لَهٗ ، وَمَنْ يَّسْأَلُنِیْ فَأُعْطِيَهٗ ، وَمَنْ يَّسْتَغْفِرُنِیْ فَأَغْفِرَ لَهٗ . رواه مسلم (۲۵۹:۱) وفی لفظ له :

فائدہ: اس روایت میں قیام لیل سے مراد قیام آخر شب نہیں۔ بلکہ قیام مطلق لیل ہے کیونکہ یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ کبھی اول شب میں قیام فرماتے اور کبھی وسط شب میں اور کبھی آخر شب میں گو قیام آخر شب اکثر ہوتا تھا۔

۱۸۰۱-عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیام لیل کی فضیلت قیام نہار پر ایسی ہے جیسے مخفی صدقہ کی فضیلت علانیہ صدقہ پر۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں بسند حسن روایت کیا ہے۔

۱۸۰۲-ایاس بن معاویہ مزنی سے روایت ہے کہ رات میں نماز ضرور پڑھنی چاہئے اگر چہ اتنی دیر ہو جتنی دیر میں اونٹنی کا دودھ دوھا جاتا ہے۔ اور جو نماز عشاء کی نماز کے بعد ہو وہ بھی صلوۃ لیل میں شامل ہے۔ اسکو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: بظاہر عشاء کی نماز کے بعد سنت و وتر پڑھنے والا بھی قیام لیل کی فضیلت پانے والا معلوم ہوتا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ مسلمان آخر شب میں نماز پڑھ کر مذکورہ بالا فضیلت حاصل کرے جیسا کہ بخاری میں ہے کہ حضور ﷺ رات کو مرغے کے آواز لگانے کے وقت یعنی آخر شب میں اٹھتے تھے۔

۱۸۰۳-ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب رات کا آخری تہائی حصہ ہوتا ہے تو حق تعالیٰ آسمانِ دنیا پر نزول اجلال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کون ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا قبول کروں۔ کون ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اسے دوں۔ کون ہے جو مجھ سے بخشش چاہے اور میں اسے بخشوں۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے اور ان کی ایک

فَيَقُولُ : هَلْ مِنْ سَائِلٍ يُعْطَى ؟ هَلْ مِنْ دَاعٍ يُسْتَجَابُ لَهُ ؟ هَلْ مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ يُغْفَرُ لَهُ حَتّٰى يَنْفَجِرَ الصُّبْحُ اه.

١٨٠٤– عن : أبي هريرة ﷺ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ:أَفْضَلُ الصِّيَامِ بَعْدَ رَمَضَانَ شَهْرُ اللهِ الْمُحَرَّمُ ، وَ أَفْضَلُ الصَّلاَةِ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ صَلاَةُ اللَّيْلِ . رواه مسلم ، و أبو داود ، و الترمذي والنسائي ، وابن خزيمة في صحيحه كذا في الترغيب (١٠١:١).

باب جواز التنفل قاعدًا بغير عذر

١٨٠٥– عن : عمران ﷺ بن حصين – وَكَانَ مَبْسُوْراً – قَالَ : سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ عَنْ صَلاَةِ الرَّجُلِ قَاعِداً ، فَقَالَ : اِنْ صَلّٰى قَائِماً فَهُوَ أَفْضَلُ ، وَمَنْ صَلّٰى قَاعِداً فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ ،وَمَنْ صَلّٰى نَائِماً فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَاعِدِ . رواه البخاري (١٥٠:١).

روایت میں یوں ہے کہ حق تعالی فرماتے ہیں کہ ہے کوئی مانگنے والا کہ اسکو دیا جائے۔ ہے کوئی دعا کرنے والا کہ اسکی دعا قبول کی جائے۔ ہے کوئی بخشش چاہنے والا کہ اسے بخشا جائے اور یہ ارشاد برابر ہوتا رہتا ہے تا آنکہ پہلی پھٹ جاتی ہے۔

فائدہ:اس سے تہجد کے لئے اخیر شب کی افضلیت ثابت ہوتی ہے۔

۱۸۰۴-ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رمضان کے بعد افضل روزہ محرم کا ہے اور فرض نمازوں کے بعد افضل قیام لیل ہے (کیونکہ وہ مشتمل ہے وتر پر جو واجب ہے) اسکو مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

باب نوافل کو بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے

۱۸۰۵-عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ ان کو بواسیر کا عارضہ تھا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ بیٹھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر کھڑے ہو کر پڑھے تو یہ افضل ہے اور اگر بیٹھ کر پڑھے (جس حالت میں کہ اسکو بیٹھ کر پڑھنے کی شرعا اجازت ہے) تو اسکو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کے ثواب کا آدھا ملے گا۔ اور جو لیٹ کر پڑھے (جس حالت میں کہ اسکو لیٹ کر پڑھنے کی اجازت ہے) اسکو بیٹھ کر پڑھنے والے کے ثواب کا آدھا ملے گا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

تنبیہ از مترجم-اس حدیث سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ قیام کا ثواب دوگنا ہے اور قعود کا ثواب اس سے آدھا اور

باب جمع القيام والقعود فى ركعة من النفل

۱۸۰۶— عن : عائشة أم المؤمنين رضى الله عنها : اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ جَالِسًا ، فَيَقْرَأُ وَ هُوَ جَالِسٌ ، فَاِذَا بَقِيَ مِنْ قِرَائَتِهٖ نَحْوٌ مِنْ ثَلاَثِيْنَ اَوْ اَرْبَعِيْنَ آيَةً قَامَ فَقَرَأَهَا وَ هُوَ قَائِمٌ ، ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ سَجَدَ ، يَفْعَلُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ ، فَاِذَا قَضٰى صَلاَتَهٗ نَظَرَ فَاِنْ كُنْتُ يَقْظٰى تَحَدَّثَ مَعِيْ ، وَاِنْ كُنْتُ نَائِمَةً اِضْطَجَعَ . رواه البخاری (۱۵۱:۱).

لیٹ کر پڑھنے کا ثواب اس سے بھی آدھا۔اس میں اس کا کوئی ذکر نہیں کہ کن نمازوں کو اور کس حالت میں بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے اور کن نمازوں کو اور کس حالت میں لیٹ کر پڑھنا نا جائز ہے بلکہ اسکے لئے دوسرے دلائل کی ضرورت ہے۔لہذا نہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نوافل کو بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے اور نہ یہ کہ انکو بلا عذر لیٹ کر پڑھنا جائز ہے بلکہ ان کے لئے دوسرے دلائل کی ضرورت ہے۔ نیز یہ مقدار اجر، نفس عمل کے لحاظ سے ہے۔سو مریض کو پورا ثواب ملنا اسکے منافی نہیں کیونکہ وہ تفضل ہے نہ کہ اجرِ عمل، چنانچہ اسکو اس صورت میں بھی اجر ملتا ہے جبکہ وہ بالکل عمل نہ کرے اور مقصود اس حدیث کا لوگوں کو قیام میں کوتاہی کرنے سے بچانا ہے۔لیکن عمدۃ القاری میں ہے کہ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بعض علماء کے نزدیک نفل نماز پر محمول ہے (احناف کے نزدیک بھی یہ نفل نماز پر محمول ہے)لہذا اس حدیث سے معلوم ہوگیا کہ باوجود قیام پر قدرت کے نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے۔(ج ۳ ص ۵۷۸) اس بات کی مؤید کہ یہ حدیث صلوۃ نفل کے بارے میں ہے مؤطا محمد کی وہ حدیث ہے جو عبداللہ بن عمروؓ سے مروی ہے کہ جب ہم نئے نئے مدینہ پہنچے تو ہمیں وباء نے آگھیرا جسکی وجہ سے ہم نفل بیٹھ کر پڑھتے رہے تو تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے کا ثواب کھڑے ہوکر پڑھنے کی نسبت آدھا ہے۔اور اسی طرح کی حدیث مسند احمد میں انسؓ سے بھی مروی ہے، پس معلوم ہوا کہ یہ حدیث نفل نماز کے بارے میں ہے۔

باب نفل کی ایک رکعت میں قیام اور قعود کو جمع کرنا جائز ہے

۱۸۰۶-حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تہجد کی نماز (تکان یا مرض کی وجہ سے) بیٹھ کر پڑھتے تھے اور قراءت بیٹھ کر کرتے تھے اور جبکہ تیس یا چالیس آیتیں باقی رہتیں تو کھڑے ہوجاتے اور قراءت قیام کی حالت میں پوری کرکے رکوع کرتے اسکے بعد سجدہ کرتے اور ایسا ہی دوسری رکعت میں کرتے، پس جبکہ آپ ﷺ اپنی نماز ختم کرچکتے تو اگر میں بیدار ہوتی تو مجھ سے باتیں کرتے اور اگر میں سوتی ہوتی تو آپ ﷺ لیٹ جاتے۔اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: علامہ عینیؒ کے حوالے سے حاشیہ بخاری میں لکھا ہے کہ جمہور کا یہی مسلک ہے کہ ایک ہی رکعت میں قیام وقعود کو جمع کرنا بحالت قراءت جائز ہے اور اس میں قیام وقعود میں تقدم وتاخر ہر طرح جائز ہے۔یعنی پہلے قیام کرے یا بعد میں ہر طرح جائز ہے۔

باب جواز التطوع على الراحلة

۱۸۰۷– عن : عامر بن ربيعة ﷺ قَالَ : رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ وَهُوَ عَلَى الرَّاحِلَةِ يُسَبِّحُ يُوْمِئُ بِرَأْسِهِ قِبَلَ اَيِّ وَجْهٍ تَوَجَّهَ ، وَلَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَصْنَعُ ذٰلِكَ فِي الصَّلَاةِ الْمَكْتُوْبَةِ. رواه البخاری (۱:۱۳۸).

۱۸۰۸– عن : جابر ﷺ قَالَ : رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي النَّوَافِلَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ فِيْ كُلِّ وَجْهٍ يُوْمِئُ اِيْمَاءً وَلٰكِنَّهٗ يَخْفِضُ السَّجْدَتَيْنِ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ . أخرجه ابن حبان فی صحیحه (زیلعی ۱:۲۹۲).

۱۸۰۹– عن أنس ﷺ : اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ اِذَا سَافَرَ فَاَرَادَ اَن يَّتَطَوَّعَ اِسْتَقْبَلَ بِنَاقَتِهِ الْقِبْلَةَ فَكَبَّرَ ، ثُمَّ صَلّٰى حَيْثُ وَجَّهَهٗ رِكَابُهٗ . رواه أبوداود (۱:۴۷۳) : وسكت عنه ، وصححه ابن السكن ، كذا فی التلخيص الحبير (۱:۸۰).

۱۸۱۰– عن : عبد الله بن دينار ، قَالَ : كَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ يُصَلِّيْ فِي السَّفَرِ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ اَيْنَمَا تَوَجَّهَتْ بِهٖ يُوْمِئُ ، وَذَكَرَ عَبْدُ اللهِ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَفْعَلُهٗ.

باب سواری پر نفلیں پڑھنا جائز ہے

۱۸۰۷–عامر بن ربیعہؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسی حالت میں کہ وہ اونٹنی پر سوار تھے، دیکھا کہ وہ نفلیں پڑھ رہے ہیں اور رکوع اور سجدہ کے لئے اشارہ کرتے ہیں جس طرف بھی آپ ﷺ کا رخ ہو۔اور رسول اللہ ﷺ فرض نماز میں ایسا نہ کرتے تھے۔اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

۱۸۰۸–جابرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سواری پر بلا قید جہت کے اشارہ سے نماز پڑھتے دیکھا۔ہاں وہ سجدوں کو رکوعوں کی نسبت پست کرتے تھے۔اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

۱۸۰۹–انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سفر کرتے اور نفلیں پڑھنا چاہتے تو اپنی اونٹنی کا رخ قبلہ کی طرف کرتے پھر جس طرف بھی ان کی سواری کا رخ ہوتا اسی طرف نماز پڑھتے۔اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے (لہذا یہ حدیث ان کے ہاں صحیح یا کم از کم حسن ہے) اور ابن السکن نے اسے صحیح کہا ہے۔

۱۸۱۰–عبداللہ بن دینار سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمر سفر میں اپنی سواری پر نفل نماز پڑھتے خواہ ان کی سواری کسی طرف

رواه البخاری (١٤٨:١).

باب أفضلية التطوع فی البيت مع جوازه فی المسجد

١٨١١— عن: ابن عمر رضی الله عنهما، عن النبی ﷺ، قَالَ: اِجْعَلُوْا فِیْ بُيُوْتِكُمْ مِنْ صَلَاتِكُمْ، وَلَا تَتَّخِذُوْهَا قُبُوْرًا. رواه البخاری (٦٢:١).

١٨١٢— عن أنس ﷺ، قَالَ: دَخَلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَلْمَسْجِدَ وَحَبْلٌ مَمْدُوْدٌ بَيْنَ سَارِيَتَيْنِ، فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ قَالُوْا: لِزَيْنَبَ تُصَلِّيْ، فَإِذَا كَسِلَتْ اَوْ فَتَرَتْ اَمْسَكَتْ بِهٖ، فَقَالَ: حُلُّوْهُ لِيُصَلِّ اَحَدُكُمْ نَشَاطَهٗ، فَإِذَا كَسِلَ اَوْ فَتَرَ قَعَدَ. وفی حديث زهير: فَلْيَقْعُدْ. رواه مسلم (٢٦٦:١).

١٨١٣— عن زيد ﷺ بن ثابت: اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: صَلَاةُ الْمَرْءِ فِیْ بَيْتِهٖ اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهٖ فِیْ مَسْجِدِیْ هٰذَا اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ. رواه أبوداود و سكت عنه و المنذری (٤٠٣:١).

جاری ہواور انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

باب مسجد میں نوافل جائز ہیں مگر گھر میں پڑھنا افضل ہے

١٨١١-ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کچھ نمازیں گھر میں بھی پڑھا کرو اور ان کو قبروں کی طرح نماز سے خالی نہ رکھو۔اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ:اس حدیث میں گھر میں نماز (نفل) پڑھنے کی ترغیب ہے اور یہ امر استحباب پر محمول ہے کیونکہ اگلی احادیث سے مسجد میں نفل پڑھنے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

١٨١٢-انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایسی حالت میں مسجد میں تشریف لائے کہ ایک رسی دو ستونوں کے درمیان دراز تھی۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ رسی کیسی ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ رسی زینب کی ہے، وہ نماز پڑھا کرتی ہے سو جب اسے سستی یا تکان لاحق ہوتا ہے تو اسکو پکڑ لیتی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے کہہ دو کہ اس کی ضرورت نہیں، آدمی کو چاہئے کہ جب تک چست رہے اس وقت تک نماز پڑھے اور جب سستی یا تکان لاحق ہو، بیٹھ جائے۔

١٨١٣-زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کا گھر میں نماز پڑھنا میری اس مسجد میں نماز پڑھنے سے بھی افضل ہے باستثناء فرض نماز کے۔اسکو ابوداود نے روایت کیا ہے اور اس پر انہوں نے بھی سکوت کیا اور منذری نے بھی۔ (لہذا یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح یا حسن ہے)۔

۱۸۱٤— عن : زید ﷺ بن ثابت : اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : اَفْضَلُ الصَّلَاۃِ صَلَاۃُ الْمَرْءِ فِیْ بَیْتِہٖ اِلَّا الْمَکْتُوْبَۃَ. رواہ الجماعۃ إلا ابن ماجۃ (نیل الأوطار ۲:۳۲۳).

۱۸۱۴—زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بہتر نماز آدمی کی وہ نماز ہے جو گھر میں ہو باستثناء فرض نماز کے۔اس کو جماعت نے روایت کیا ہے باستثناء ابن ماجہ کے۔

فائدہ:ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ نمازِ نفل گھر میں پڑھنا افضل ہے اور فرض نماز کا حکم اس سے مستثنیٰ ہے۔نیز عراقی فرماتے ہیں کہ یہ حکم الاّ المکتوبۃ والا مردوں کے بارے میں ہے کیونکہ عورتوں کی فرض نماز بھی گھر میں افضل ہے، بلکہ آج کل کے پرفتن حالات میں عورتوں کے لئے مسجد میں جانا مناسب ہی نہیں، جیسا کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ لو ان رسول اللہ رأی ما احدث النساء لمنعھن المسجد کما صنعت نساء بنی اسرائیل (مسلم ج-۱،ص-۱۸۳) یعنی اگر حضور نبی کریم ﷺ ان حالات کو دیکھ لیتے جو آپ ﷺ کے بعد عورتوں نے پیدا کردئے ہیں تو وہ عورتوں کو مسجد آنے سے ضرور منع فرمادیتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو منع کردیا گیا تھا۔علامہ بدرالدین عینیؒ حضرت عائشہؓ کی مذکورہ بالا روایت کے تحت فرماتے ہیں کہ ”اس زمانے کی (یعنی نویں صدی کی) عورتوں نے جو بدعات ومنکرات ایجاد کی ہیں، خصوصاً مصر کی عورتوں نے ، اگر حضرت عائشہؓ ان کو دیکھتیں تو نہایت شدت سے انکار فرماتیں اور منع فرماتیں“ آگے فرماتے ہیں ”حضرت عائشہؓ کا ارشاد حضور اکرم ﷺ کی وفات کے تھوڑے عرصہ بعد کا ہے، جبکہ اس زمانے کی عورتوں نے جو منکرات ایجاد کی تھیں وہ اس زمانے کی عورتوں کی ایجاد کردہ منکرات کے مقابلہ میں ہزارواں حصہ بھی نہیں تھیں“ (عمدۃ القاری، ج-۲ص-۱۵۸، باب خروج النساء الی المساجد)۔

علامہ عینیؒ نویں صدی کی عورتوں کا یہ حال بیان فرماتے ہیں، آج تو پندرھویں صدی ہے، اس زمانہ کی عورتوں کی بے احتیاطی اور بے حیائی انتہا کو پہنچ چکی ہے، اور قسم قسم کے فیشن ایبل لباس آچکے ہیں حکم قرآنی (پردہ) رخصت ہورہا ہے، ایسے پرفتن دور میں عورتوں کو مسجد میں نماز ادا کرنے کی اجازت دینا اور حضور ﷺ کے بابرکت زمانہ سے استدلال کرنا قطعاً غلط ہے، معجم کبیر للطبرانی میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو دیکھا گیا کہ جمعہ کے دن عورتوں کو مسجد سے نکالا کرتے تھے اور فرماتے کہ تم گھروں میں چلی جاؤ، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ ابن مسعودؓ بہت زور سے قسم کھا کر فرمایا کرتے تھے کہ عورت کے لئے نماز کی سب سے افضل جگہ گھر ہے، مگر حج وعمرہ کے موقعہ پر مسجد حرام اور مسجد نبوی میں آسکتی ہے۔(مجمع الزوائد، ج-۲،ص-۳۸)۔اور حضرت ابن عمرؓ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ جمعہ کے دن کھڑے ہوکر عورتوں کو کنکریاں مار کر مسجد سے نکالا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ یہ عمل صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں ہوتا تھا اسی طرح جب حضرت عمرؓ کے زمانہ میں عورتوں میں بے احتیاطی ظاہر ہونے لگی تو حضرت عمرؓ نے حکم جاری فرمایا کہ ”عورتیں اب مسجد میں نہ آیا کریں“۔

باب التراويح

۱۸۱۵— عن : عبد الرحمن بن عوف ﷺ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: اِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فَرَضَ صِيَامَ رَمَضَانَ عَلَيْكُمْ ، وَ سَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهُ ، فَمَنْ صَامَهُ وَ قَامَهُ اِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِهٖ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهُ . أخرجه النسائى بسند حسن وسكت عنه (۱:۳۰۸).

۱۸۱۶— عن : عائشة أم المؤمنين رضى الله عنها : اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ صَلّٰى ذَاتَ لَيْلَةٍ فِى الْمَسْجِدِ فَصَلّٰى بِصَلَاتِهٖ نَاسٌ ، ثُمَّ صَلّٰى مِنَ الْقَابِلَةِ فَكَثُرَ النَّاسُ ، ثُمَّ اجْتَمَعُوْا مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ اَوِ الرَّابِعَةِ فَلَمْ يَخْرُجْ اِلَيْهِمْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ، فَلَمَّا اَصْبَحَ قَالَ : قَدْ رَاَيْتُ الَّذِىْ صَنَعْتُمْ ، وَلَمْ يَمْنَعْنِىْ مِنَ الْخُرُوْجِ اِلَيْكُمْ اِلَّا اَنِّىْ خَشِيْتُ اَنْ يُّفْرَضَ عَلَيْكُمْ

باب تراویح کے بیان میں

۱۸۱۵-عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے (بوحی جلی) تم پر رمضان کے روزے فرض کیے ہیں اور میں (بوحی خفی) تمہارے لئے اسکے قیام کا قانون مقرر کرتا ہوں، پس جو کوئی ایمان کی رو سے اور بہ نیت ثواب اسکے روزہ رکھے اور اس کا قیام کرے وہ اپنے گناہوں سے نکل کر ایسا ہو جائے گا جیسا کہ وہ اس روز تھا جس روز اسے اس کی ماں نے جنا تھا۔ اس کو نسائی نے بسند حسن روایت کیا ہے اور اس سے سکوت کیا ہے۔

<u>فائدہ</u>: حضور ﷺ کے فرمان "میں اس کے قیام کا قانون مقرر کرتا ہوں" سے بالاجماع تراویح مراد ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ تراویح باجماعت پڑھنا سنت نبوی ﷺ ہے، سنت عمرؓ نہیں، البتہ حضرت عمرؓ سے قبل مسلمان متفرق ہو کر پڑھتے تھے پھر حضرت عمرؓ نے انہیں ایک امام پر مجتمع فرمایا۔ لہذا قیامِ تراویح سنت نبوی ﷺ ہے اور ایک امام پر مجتمع کرنا سنتِ عمرؓ ہے۔ ابن قدامہ مغنی میں فرماتے ہیں "بیس رکعت نماز تراویح سنت مؤکدہ ہے اور یہ حضور ﷺ کی سنت ہے اور حضرت عمرؓ کی طرف اسکی سنیت کی نسبت بایں معنی ہے کہ وہ ایک امام پر مجتمع فرمانے والے ہیں" (۱:۸۰۱)۔

۱۸۱۶-ام المؤمنین عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شب مسجد میں نماز پڑھی اور آپ ﷺ کی اقتدا میں کچھ لوگوں نے بھی نماز پڑھی، آیندہ شب پھر نماز پڑھی تو لوگ زیادہ ہو گئے، پھر تیسری یا چوتھی شب کو لوگ نماز کے لئے جمع ہوئے آپ ﷺ نماز کے لئے باہر تشریف نہ لائے، پس جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تمہارا طرز عمل دیکھا تھا اور میں نماز کے لئے ضرور نکلتا مگر مجھے اس سے اور کسی بات نے نہیں روکا بجز اسکے کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے

وذلك في رَمَضَانَ . رواه البخاری (١٥٢:١).

١٨١٧— عن أبی هريرة ﷺ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُرَغِّبُ فِیْ قِيَامِ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّأْمُرَهُمْ فِيْهِ بِعَزِيْمَةٍ ، فَيَقُوْلُ : مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَاناً وَاحْتِسَاباً غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ ، فَتُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَ الْاَمْرُ عَلٰی ذٰلِكَ فِیْ خِلَافَةِ اَبِیْ بَكْرٍ ﷺ وَ صَدْرًا مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ ﷺ عَلٰی ذٰلِكَ . رواه مسلم (٢٦٩:١).

١٨١٨— عن : جبير بن نفير ، عن أبی ذر ﷺ ، قَالَ : صُمْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَلَمْ يُصَلِّ بِنَا حَتّٰی بَقِیَ سَبْعٌ مِنَ الشَّهْرِ ، فَقَامَ بِنَا حَتّٰی ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ ، ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بِنَا فِی السَّادِسَةِ ، وَقَامَ بِنَا فِی الْخَامِسَةِ حَتّٰی ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ ، فَقُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللهِ ! لَوْ نَفَّلْتَنَا بَقِيَّةَ لَيْلَتِنَا هٰذِهٖ ، فَقَالَ : اِنَّهٗ مَنْ قَامَ مَعَ الْاِمَامِ حَتّٰی يَنْصَرِفَ كُتِبَ لَهٗ قِيَامُ لَيْلَةٍ ، ثُمَّ لَمْ يُصَلِّ بِنَا حَتّٰی بَقِیَ ثَلَاثٌ مِنَ الشَّهْرِ ، وَ صَلّٰی بِنَا فِی الثَّالِثَةِ وَدَعَا اَهْلَهٗ وَنِسَائَهٗ ، فَقَامَ بِنَا حَتّٰی

اور یہ واقعہ رمضان میں تھا۔اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تراویح کی نماز باجماعت پڑھنا حضور ﷺ کی سنت ہے۔

١٨١٧-ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قیام رمضان کی صرف ترغیب دیتے تھےاور تاکید کے ساتھ ان کواس کا حکم نہ دیتے تھے۔چنانچہ فرماتے تھے کہ جوکوئی ایمان کی رو سے اور بہ نیت حصول ثواب رمضان کا قیام کرے اسکے اگلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔اس حالت میں رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوگیا،اسکے بعد ابوبکر صدیقؓ کی خلافت اور حضرت عمرؓ کی شروع خلافت میں یہ ہی حالت رہی۔اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

١٨١٨-ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے تو آپ ﷺ نے ہمیں نماز نہیں پڑھائی یہاں تک کہ مہینہ کی سات راتیں باقی رہ گئیں پس ساتویں رات (یعنی تئیسویں رات) کو آپ نے ہمیں نماز پڑھائی یہاں تک کہ رات کا تیسرا حصہ گذر گیا۔اسکے بعد چھٹی رات (یعنی چوبیسویں رات) کو قیام نہیں فرمایا۔اور پانچویں (یعنی پچیسویں رات) کو قیام فرمایا۔یہاں تک کہ نصف رات گذر گئی،تب ہم نے کہا کہ یارسول اللہ! اگر آپ ﷺ یہ باقی رات بھی ہم کو دیدیتے تو اچھا ہوتا۔اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جوشخص امام کے ساتھ قیام کرے یہاں تک کہ امام فارغ ہوجائے تو اسکے لئے تمام رات کا قیام لکھا جاتا ہے۔اسکے بعد آپ ﷺ نے ہمیں نماز نہیں پڑھائی یہاں تک کہ مہینہ کی تین راتیں باقی رہ گئیں اور تیسری رات (یعنی ستائیسویں شب) کو

تَخَوَّفْنَا الْفَلَاحَ ، قُلْتُ لَهٗ : وَ مَا الْفَلَاحُ ؟ قَالَ السُّحُوْرُ . رواه الترمذی (۱:۹۹) وقال حسن صحیح.

۱۸۱۹— عن : ثعلبة بن أبی مالك القرظی ﷺ قَالَ : خَرَجَ رَسُوْلُ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِيْ رَمَضَانَ ، فَرَأَىٰ نَاساً فِيْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ يُصَلُّوْنَ ، فَقَالَ : مَا يَصْنَعُ هٰؤُلَاءِ ؟ قَالَ قَائِلٌ : يَا رَسُوْلَ اللهِ ! هٰؤُلَاءِ نَاسٌ لَيْسَ مَعَهُمُ الْقُرْآنُ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يَقْرَأُ وَهُمْ مَعَهٗ يُصَلُّوْنَ بِصَلَاتِهٖ ، قَالَ : قَدْ اَحْسَنُوْا وَ قَدْ اَصَابُوْا ، وَلَمْ يَكْرَهْ ذٰلِكَ لَهُمْ . رواه البيهقی فی المعرفة وإسناده جيد (آثار السنن ۲:۴۹،۵۰).

۱۸۲۰— عن : جابر بن عبد الله ﷺ : اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَامَ بِهِمْ فِيْ رَمَضَانَ فَصَلّٰى ثَمَانَ رَكْعَاتٍ وَاَوْتَرَ ، الحديث. رواه ابن حبان فی صحيحه (زيلعی ۱:۲۹۳).

آپ ﷺ نے نماز پڑھی اور اپنے گھر کے آدمیوں اور بیویوں کو بھی شرکت کے لئے فرمایا اور آپ ﷺ نے اس قدر قیام فرمایا کہ ہم کو فلاح کے فوت ہونے کا اندیشہ ہوا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ فلاح سے آپکی کیا مراد ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ سحری۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی نماز تراویح باجماعت کا ثبوت حضور ﷺ کے زمانے سے ثابت ہوا۔ نیز اس تراویح باجماعت کا مسنون ہونا بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ تداعی ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے اہل کو باقاعدہ بلایا۔ اس کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام کا مواظبت کے ساتھ باجماعت تراویح پڑھنا بھی سنت کی بین اور واضح دلیل ہے۔

۱۸۱۹- ثعلبہ بن ابی مالک قرظیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک رات رمضان میں نکلے تو کچھ لوگوں کو مسجد کی ایک جانب میں نماز پڑھتے دیکھا۔ اس پر دریافت فرمایا کہ یہ لوگ کیا کرتے ہیں؟ کسی نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کو قرآن یاد نہیں، اس لئے ابی بن کعب قرآن پڑھتے ہیں اور یہ لوگ ان کی اقتدا میں نماز پڑھتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ بہت اچھا کرتے ہیں، بہت ٹھیک کرتے ہیں اور ان کے اس فعل کو ناپسند نہیں فرمایا۔ اسکو بیہقی نے کتاب المعرفۃ میں روایت کیا ہے اور اس کی سند جید ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی سنت تقریری ثابت ہوئی کہ نماز تراویح باجماعت مسنون ہے۔

۱۸۲۰- جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں ان کو آٹھ رکعت نماز پڑھائی اور وتر پڑھائے۔ اس کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی تراویح اور وتر کا رمضان میں باجماعت پڑھنا مسنون ثابت ہوتا ہے۔

١٨٢١– عن : السائب بن يزيد ، قَالَ : كُنَّا نَقُوْمُ فِىْ زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَ الْوِتْرِ. رواه البيهقى فى المعرفة وصححه العلامة السبكى فى شرح المنهاج (التعليق الحسن ٢:٥٤،٥٥) وفى لفظ له من طريق آخر: قَالَ : كَانُوْا يَقُوْمُوْنَ عَلى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ﷺ فِىْ شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً ، قَالَ : وَ كَانُوْا يَقْرَأُوْنَ بِالْمِئِيْنِ ، وَكَانُوْا يَتَوَكَّئُوْنَ عَلى عِصِيِّهِمْ فِىْ عَهْدِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ مِنْ شِدَّةِ الْقِيَامِ . وصححه النووى فى الخلاصة ، وابن العراقى فى شرح التقريب ، والسيوطى فى المصابيح ، كذا فى آثار السنن و التعليق الحسن أيضاً.

١٨٢٢– عن : يحيى بن سعيد :اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اَمَرَ رَجُلاً يُصَلِّىْ بِهِمْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً . رواه أبو بكر بن أبى شيبة فى مصنفه و إسناده مرسل قوى (آثار السنن ٢:٥٥) وفى التعليق الحسن : قال ثنا وكيع ، عن مالك بن أنس ، عن يحيى بن سعيد فذكره . قلت : رجاله ثقات لكن يحيى بن سعيد الأنصارى لم يدرك عمر اه.

١٨٢٣– عن : عبد العزيز بن رفيع ، قَالَ : كَانَ أُبَىُّ بْنُ كَعْبٍ يُصَلِّىْ بِالنَّاسِ فِىْ رَمَضَانَ بِالْمَدِيْنَةِ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَيُوْتِرُ بِثَلاَثٍ . أخرجه أبو بكر بن أبى شيبة فى مصنفه

١٨٢١–سائب بن یزید سے روایت ہے کہ ہم عمر بن الخطابؓ کے زمانہ میں بیس رکعت اور وتر کے ساتھ قیام کرتے تھے۔ اسکو بیہقی نے کتاب المعرفۃ میں روایت کیا ہے اور شرح منہاج میں علامہ سبکی نے اس کی تصحیح کی ہے۔ اور بیہقی کی ایک روایت میں یوں ہے کہ صحابہؓ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں رمضان میں بیس رکعت کے ساتھ قیام کرتے تھے اور ان میں سورہ مئین پڑھتے تھے اور حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں شدت قیام کے سبب اپنی لاٹھیوں پر ٹیک لگاتے تھے۔ اسکو نووی نے خلاصہ میں اور ابن العراقی نے شرح تقریب میں اور سیوطی نے مصابیح میں صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے تراویح کا بیس رکعت ہونا ثابت ہوتا ہے۔

١٨٢٢–یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان کو حکم دیا کہ ان کو بیس رکعت نماز پڑھائیں۔ اسکو ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند مرسل قوی ہے۔

١٨٢٣–عبدالعزیز بن رفیع سے روایت ہے کہ ابی بن کعبؓ لوگوں کو رمضان میں مدینہ میں بیس رکعت اور تین وتر

و إسناده مرسل قوی ، (آثار السنن ۲:۵۵) . وفی التعلیق الحسن : قال : ثنا حمید بن عبد الرحمن ، عن حسن ، عن عبد العزیز بن رفیع فذکره : قلت : عبد العزیز لم یدرک أُبیًّا اھ.

۱۸۲۴– عن : عبد الرحمن بن عبد القاریٔ ، اَنَّهٗ قَالَ : خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ لَیْلَةً فِیْ رَمَضَانَ اِلَی الْمَسْجِدِ ، فَاِذَا النَّاسُ اَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُوْنَ یُصَلِّیْ الرَّجُلُ لِنَفْسِهٖ وَیُصَلِّیْ الرَّجُلُ فَیُصَلِّیْ بِصَلَاتِهِ الرَّهْطُ ، فَقَالَ عُمَرُ : اِنِّیْ اَرٰی لَوْ جَمَعْتُ هٰؤُلَاءِ عَلٰی قَارِیٍٔ وَاحِدٍ لَکَانَ اَمْثَلَ ، ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلٰی اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهٗ لَیْلَةً اُخْرٰی وَ النَّاسُ یُصَلُّوْنَ بِصَلَاةِ قَارِئِهِمْ ، قَالَ عُمَرُ : نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ ، وَالَّتِیْ تَنَامُوْنَ عَنْهَا اَفْضَلُ مِنَ الَّتِیْ تَقُوْمُوْنَ ، یُرِیْدُ آخِرَ اللَّیْلِ ، وَکَانَ النَّاسُ یَقُوْمُوْنَ اَوَّلَهٗ . رواہ البخاری (۱:۲۶۹).

پڑھاتے تھے۔اس کوابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں روایت کیا ہے اور یہ مرسل قوی ہے۔

۱۸۲۴–عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے مروی ہے کہ ایک شب میں عمر بن الخطابؓ کے ساتھ رمضان میں مسجد کی طرف گیا تو ہم دیکھتے کیا ہیں کہ لوگ متفرق طور پر نماز پڑھ رہے ہیں۔کوئی تنہا نماز پڑھ رہا ہے، کسی کے ساتھ کچھ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں۔یہ حالت دیکھ کر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میرا یہ خیال ہوتا ہے کہ میں ان سب کو ایک امام پر متفق کردوں تو اچھا ہو(کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بھی ایسا ہوا ہے کہ لوگوں نے صرف رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز تراویح پڑھی ہے) اسکے بعد(مزید غور کے بعد) ان کا یہ خیال پختہ ہوگیا۔اور انہوں نے لوگوں کو ابی بن کعبؓ پر متفق کردیا۔اسکے بعد میں ایک دوسری شب کو ان کے ساتھ ایسی حالت میں مسجد میں گیا کہ سب لوگ اپنے امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ نئی بات تو بہت ہی عمدہ ہے۔اور وہ نماز جس کو چھوڑ کر تم سورہتے ہو اس سے بہتر ہے جو تم پڑھتے ہو۔یعنی اس نماز کو آخر شب میں پڑھنا بہتر ہے اور لوگ اول شب میں قیام کرتے تھے اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

تنبیہ از مترجم–اس روایت میں حضرت عمرؓ نے نفس صلوۃ کو نئی بات نہیں فرمایا اور نہ جماعت کو اور نہ ایک امام پر متفق ہونے کو کیونکہ یہ تمام باتیں رسول اللہ ﷺ سے قولاً وفعلاً ثابت ہیں، آپ نے اہتمام اور رفع انتشار کو نئی بات فرمایا ہے اور اسکو نئی بات صرف وجود اور تحقق کے لحاظ سے فرمایا نہ کہ مشروعیت کے لحاظ سے۔کیونکہ اس کا مستحسن ہونا بھی رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ہاں اس پر عمل درآمد بخوف فرضیت نہیں ہوا تھا۔سو جب آپ ﷺ کی وفات سے یہ عارض مرتفع ہوگیا تو حضرت عمرؓ نے اس پر عمل درآمد فرمایا۔اسکو خوب سمجھ لو۔اس تفصیل سے ان لوگوں کی غلطی بھی معلوم ہوگئی جو کہ حضرت عمرؓ کے قول نعمت البدعة سے یہ سمجھ گئے ہیں کہ بعض بدعات شرعیہ حسن بھی ہوتی ہیں۔

۱۸۲۵— عن: أبی عثمان النهدی، قَالَ: دَعَا عُمَرُ ﷺ بِثَلَاثَةٍ مِنَ الْقُرَّاءِ فَاسْتَقْرَأَهُمْ فَأَمَرَ أَسْرَعَهُمْ قِرَائَةً اَنْ يَقْرَأَ لِلنَّاسِ بِثَلَاثِيْنَ آيَةً فِیْ كُلِّ رَكْعَةٍ، وَ اَوْسَطَهُمْ بِخَمْسٍ وَّ عِشْرِيْنَ آيَةً، وَاَبْطَأُهُمْ بِعِشْرِيْنَ آيَةً. رواه البیهقی بإسناده (عمدة القاری ۳:۵۹۸،۵۹۹) ولم أقف علی إسناده ولا ینزل من رتبة الضعیف. وعزاه فی کنز العمال إلی سنن جعفر الفریابی أیضاً.

فائدہ: اگرچہ تراویح کا افضل وقت آخر شب ہے جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے لیکن آج کل کے زمانے میں لوگوں کی سستی اور نماز کے فوت ہو جانے کے خوف سے اول وقت میں پڑھ لینا مستحسن معلوم ہوتا ہے۔

۱۸۲۵- ابوعثمان نہدی سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے تین قاریوں کو بلایا اور ان سے قرآن پڑھوایا۔ سو جوان میں تیز پڑھتا تھا اسکو حکم دیا کہ وہ ہر رکعت میں تیس آیتیں پڑھے اور جو اس سے کم تیز پڑھتا تھا اس کو حکم دیا کہ وہ پچیس آیتیں پڑھے اور جو سست پڑھتا تھا اسکو بیس آیتوں کا حکم دیا۔ اس کو بیہقی نے روایت کیا ہے لیکن اس کی سند نہیں معلوم ہو سکی۔ اور کنز العمال میں اسکو سنن جعفر فریابی کی طرف بھی منسوب کیا ہے۔

(نوٹ: اہمیت کے پیش نظر نماز تراویح سے متعلق مضمون نماز مدلل مصنفہ شیخ الحدیث حضرت مولانا فیض احمد صاحب سے اخذ کر کے قدرے تغیر کے ساتھ قارئین کی نذر کیا جا رہا ہے۔۔۔۔۔ مترجم)۔

نماز تراویح: نماز تراویح کو احادیث میں قیام رمضان سے تعبیر کیا گیا ہے، آنحضرت ﷺ نے خود نماز تراویح کو سنت قرار دیا ہے اور اس کی ترغیب دی ہے:

حضرت عبدالرحمٰنؓ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی فَرَضَ صِيَامَ رَمَضَانَ عَلَيْكُمْ وَ سَنَنْتُ لَكُمْ قِيَامَهٗ. (نسائی ۱:۳۰۸، ابن ماجه). ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، یقیناً اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان میں روزہ فرض قرار دیا ہے اور میں نے اس کے قیام (نماز تراویح) کو سنت قرار دیا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کی مرفوع حدیث ہے:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَ اِحْتِسَاباً غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ. (مسلم ۱:۲۵۹، بخاری، مشکوٰة:۱۷۳). ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو شخص ایمان وطلب ثواب کے

جذبہ سے رمضان میں تراویح پڑھے، اس کے تمام سابقہ گناہ بخش دیے جائیں گے۔

حضرت ابوہریرہؓ کی دوسری مرفوع حدیث ہے:

قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُرَغِّبُ فِيْ قِيَامِ رَمَضَانَ .(مسلم ١:٢٥٩، باب الترغيب في قيام رمضان و هو التراويح). ترجمہ: رسول اللہ ﷺ قیام رمضان (نماز تراویح) کی ترغیب دیا کرتے تھے۔

حضرت عائشہؓ سے بھی اسی مضمون کی مرفوع حدیث نسائی ج-١ص-٣٠٧ میں مروی ہے:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ لَمْ يَأْتِ فِرَاشَهٗ حَتّٰى يَنْسَلِخَ .(بيهقي).

یعنی جب رمضان آتا تو رسول اکرم ﷺ اپنے بستر پر تشریف نہ لاتے، یہاں تک کہ ماہ رمضان ختم ہوجاتا۔

تراویح کی جماعت: آنحضرت ﷺ خود تو پورے رمضان میں رات بھر نماز و عبادت میں مصروف رہتے تھے اور امت کو بھی قیامِ رمضان (تراویح) کی ترغیب فرماتے تھے، لیکن تراویح کی جماعت پر آپ ﷺ نے مداومت و مواظبت نہیں فرمائی، آپ ﷺ نے ترک مداومت کا یہ سبب ارشاد فرمایا کہ اس سے کہیں امت پر فرض نہ ہوجائے، آپ ﷺ نے ایک ایک رات کے وقفہ سے تین راتیں (٢٣-٢٥-٢٧ رمضان) جماعت سے تراویح کی نماز پڑھائی، پہلی شب تہائی رات تک، دوسری شب آدھی رات تک اور تیسری شب صبح صادق کے قریب تک نماز تراویح پڑھاتے رہے، یہاں تک کہ صحابہ کرامؓ کو سحری کے فوت ہوجانے کا اندیشہ لاحق ہوگیا۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ صُمْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ رَمَضَانَ فَلَمْ يَقُمْ بِنَا شَيْئًا مِنَ الشَّهْرِ حَتّٰى بَقِيَ سَبْعٌ فَقَامَ بِنَا حَتّٰى ذَهَبَ ثُلُثُ اللَّيْلِ فَلَمَّا كَانَتِ السَّادِسَةُ لَمْ يَقُمْ بِنَا ...... فَلَمَّا كَانَتِ الْخَامِسَةُ قَامَ بِنَا حَتّٰى ذَهَبَ شَطْرُ اللَّيْلِ فَلَمَّا كَانَتِ الرَّابِعَةُ لَمْ يَقُمْ بِنَا ...... فَلَمَّا كَانَتِ الثَّالِثَةُ جَمَعَ نِسَائَهٗ وَ اَهْلَهٗ وَ النَّاسَ فَقَامَ بِنَا حَتّٰى خَشِيْنَا اَنْ يَّفُوْتَنَا الْفَلَاحُ قُلْتُ مَا الْفَلَاحُ، قَالَ السُّحُوْرُ ثُمَّ لَمْ يَقُمْ بِنَا بَقِيَّةَ الشَّهْرِ. (ابو داود ١:٢٠٢، ترمذی، نسائی، ابن ماجة، مسند امام احمد، مشكوٰة:١١٤).

ترجمہ: حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے تو آپ ﷺ نے

مہینے کے کسی حصے میں بھی ہمارے ساتھ قیام نہیں کیا، یہاں تک کہ سات راتیں باقی رہ گئیں تو ہمارے ساتھ قیام کیا (نماز تراویح پڑھی) یہاں تک کہ تہائی رات گزر گی، جب چھٹی رات ہوئی تو آپ ﷺ نے ہمارے ساتھ قیام نہ کیا، پھر جب پانچویں رات ہوئی......تو آدھی رات تک ہمارے ساتھ قیام کیا، پس جب چوتھی رات ہوئی تو آپ ﷺ نے ہمارے ساتھ قیام نہیں کیا، پھر جب تیسری رات ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنے گھر والوں اور لوگوں کو جمع کیا اور ہمارے ساتھ (طویل) قیام کیا، حتی کہ ہمیں فلاح کے فوت ہوجانے کا اندیشہ ہونے لگا (راوی کہتا ہے) میں نے پوچھا کہ فلاح کیا ہے؟ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا، فلاح سے سحری مراد ہے، پھر مہینہ کے باقی حصہ میں آپ ﷺ نے ہمارے ساتھ قیام نہیں کیا۔

حضرت عائشہؓ کی مرفوع حدیث میں بھی آنحضرت ﷺ کا تین راتیں تراویح کی نماز پڑھانے کا ذکر آیا ہے، اس کے بعد جماعت کی پابندی نہ فرمانے کے سلسلہ میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے:

لٰكِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوْا عَنْهَا . (بخاری ۱:۲۶۹، مسلم ۱:۲۵۹).

ترجمہ: لیکن مجھے اندیشہ ہوا کہ تراویح کی جماعت تم پر فرض نہ کردی جائے، پھر تم اس سے عاجز ہو جاؤ۔

حضرت زید بن حارثؓ کی مرفوع حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے چند راتیں تراویح کی جماعت کرائی، پھر اس کی پابندی ترک کرنے کا یہ سبب ارشاد فرمایا:

خَشِيْتُ اَنْ يُّكْتَبَ عَلَيْكُمْ وَ لَوْ كُتِبَ عَلَيْكُمْ مَا قُمْتُمْ بِهٖ. (بخاری واللفظ للبخاری ۲:۱۰۸۲ و مسلم، مشکوٰۃ:۱۱٤). ترجمہ: مجھے ڈر لگا کہ تم پر فرض کردی جائے اور اگر تم پر فرض کردی گئی تو تم اسے نباہ نہیں سکو گے۔

عَنْ عَائِشَةَ رضی الله عنها قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يُصَلُّوْنَ فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِيْ رَمَضَانَ بِاللَّيْلِ اَوْزَاعًا يَكُوْنُ مَعَ الرَّجُلِ الشَّيْئُ مِنَ الْقُرْآنِ فَيَكُوْنُ مَعَهٗ النَّفَرُ الْخَمْسَةُ اَوِ السِّتَّةُ وَ اَقَلُّ مِنْ ذٰلِكَ وَ اَكْثَرُ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوتِهٖ اهـ . (ابو داود و سكت عليه هو و المنذری اوجز المسالك، شرح مؤطا امام مالك ۱:۳۸۷).

ترجمہ: حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں لوگ رمضان کی رات کو متفرق طور پر نماز پڑھتے تھے، ایک آدمی کے پاس قرآن مجید کا کچھ حصہ (یاد) ہوتا تو پانچ یا چھ آدمی اور کم و بیش اس کے نماز اس کے ساتھ نماز پڑھتے تھے۔

حضرت ابی بن کعب عہد نبوت میں تراویح کی جماعت کراتے تھے، آنحضرت ﷺ نے اس عمل کی تحسین وتصویب فرمائی تھی۔

ثعلبہ بن مالک القرظیؓ سے مروی ہے:

خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِيْ رَمَضَانَ فَرَاٰى نَاسًا فِيْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ يُصَلُّوْنَ فَقَالَ مَا يَصْنَعُ هٰؤُلَاءِ قَالَ قَائِلٌ يَا رَسُوْلَ اللهِ هٰؤُلَاءِ نَاسٌ لَيْسَ مَعَهُمُ الْقُرْآنُ وَ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ يَقْرَأُ وَ هُمْ مَعَهٗ يُصَلُّوْنَ بِصَلٰوتِهٖ قَالَ قَدْ اَحْسَنُوْا وَ قَدْ اَصَابُوْا. (رواه البيهقى فى المعرفة و اسناده جيد و اخرجه ايضا فى السنن الكبرىٰ بطرق. اوجز المسالك شرح مؤطا امام مالكؒ ۱:۳۸۷ ، آثار السنن:۲۴۷).

ترجمہ: حضرت ثعلبہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک رات رمضان المبارک میں گھر سے باہر تشریف لائے اور دیکھا کہ لوگ مسجد کے ایک کونے میں نماز پڑھ رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ ایک کہنے والے نے عرض کیا کہ ان لوگوں کے پاس قرآن مجید (حفظ) نہیں ہے، یہ لوگ حضرت ابی بن کعبؓ کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہوں نے اچھا کیا اور درست کیا۔

فائدہ: آں حضرت ﷺ کے عہد مبارک میں نزول وحی کا سلسلہ جاری تھا، تراویح کی جماعت پر مداومت کرنے سے اس کے فرض ہوجانے کا اندیشہ تھا، آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے شدت اشتیاق کے باوجود جماعت تراویح کی پابندی سے عذر فرمادیا، آپ ﷺ کے وصال کے بعد جب وحی کا مقدس سلسلہ منقطع ہوگیا، فرضیت کا اندیشہ نہ رہا تو حضرت عمرؓ (جن کا علم، علم نبوت کا تتمہ تھا، بخاری ۱:۱۸باب فضل العلم، ومناقب عمرؓ:۱:۵۲۰) نے آنحضرت ﷺ کا منشاء پورا کرنے کے لئے تراویح باجماعت کا باقاعدہ انتظام فرمایا، حضرت ابی ابن کعبؓ کو جماعت تراویح کا امام مقرر کیا۔

صحیح بخاری کی حدیث کے الفاظ ہیں:

فَجَمَعَهُمْ عَلٰى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ (بخارى ۱:۲۶۹).

یعنی حضرت عمرؓ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعبؓ کی امامت پر اکٹھا کیا۔

تراویح کی بیس رکعت: بطور تمہید عرض ہے کہ صحابہ کرام آنحضرت ﷺ کے براہ راست تربیت یافتہ تھے، مزاج شناس وحی اور مزاج شناسِ نبوت تھے، اللہ تعالیٰ کو اور رسول اللہ ﷺ کو ان کے علم، عمل اور فہم دین پر کامل اعتماد تھا، قرآن

حدیث کی بے شمار نصوص میں اس اعتماد کا اظہار واعلان فرمایا گیا ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ﴾ (التوبة ۹:۱۰۰).

ترجمہ: اور جو مہاجرین وانصار (ایمان لانے میں) سبقت کرنے والے مقدم ہیں اور جن لوگوں نے اخلاص کے ساتھ ان کا اتباع کیا، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہیں۔

اس آیت سے واضح ہوا کہ صحابہ کرامؓ، مہاجرین وانصارؓ کی اتباع اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور رضائے الٰہی کا سبب ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا﴾ (الفتح ۲۹:۴۸).

ترجمہ: محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور آپ ﷺ کے ساتھی کفار پر سخت اور آپس میں مہربان ہیں، اے مخاطب، آپ ان کو رکوع وسجود میں دیکھیں گے، وہ اللہ تعالیٰ کے فضل ورضا کے طالب ہیں۔

یہ آیت کریمہ صحابہ کرامؓ کی عبادت واخلاص اور پاکیزہ جذبات کی زبردست شہادت ہے۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿ولكنّ الله حبّبَ اليكم الايمان و زينه فى قلوبكم و كره اليكم الكفر و الفسوق و العصيان . اولئك هم الراشدون ﴾ (الحجرات).

اور لیکن اللہ تعالیٰ نے (اے صحابہ) تم کو ایمان کی محبت دی اور اس کو تمہارے دلوں میں مرغوب کر دیا اور کفر، فسق اور عصیان سے تم کو نفرت دی، ایسے لوگ ہی راہ راست پر ہیں۔

ارشاد ربانی ہے:

﴿ آمِنُوْا كَمَا آمَنَ النَّاسُ ﴾ (البقرہ، ۱۳). یعنی (اے لوگو!) اس طرح ایمان لاؤ جس طرح یہ لوگ (صحابہ) ایمان لائے۔

حضرت عرباض بن ساریہؓ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَ عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ. (ترمذی ۲:۶۲، ابو داؤد ۲:۲۸۷، باب فی لزوم السنة، ابن ماجه، و قال الترمذی حدیث حسن صحیح، مشکوٰة: ص-۲۹).

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میرا طریقہ اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدینؓ کا طریقہ لازم پکڑو، اس پر عمل کرو اور اسے ڈاڑھوں سے مضبوط پکڑو۔

حضرت حذیفہؓ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَا أَدْرِيْ مَا بَقَائِيْ فِيْكُمْ اقْتَدُوْا بِالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ أَبِيْ بَكْرٍؓ وَ عُمَرَؓ. (ترمذی ۲:۲۰۷، ابن ماجه، مسند امام احمدؒ مشکوٰة ص-۵۶۰).

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، مجھے نہیں معلوم کہ میں کتنی مدت تمہارے ساتھ رہوں گا، میرے بعد حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کی پیروی کرنا۔

حضرت ابن عمرؓ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اللّٰہَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ وَ قَلْبِهٖ. (ترمذی ۲:۲۰۹، مشکوٰة ص-۵۸۷).

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی زبان و دل پر حق رکھ دیا ہے۔

یہ حدیث ابن عمرؓ کے علاوہ درج ذیل صحابہؓ سے بھی مروی ہے:

حضرت ابوذرؓ سے ابوداؤد اور مسند امام احمد میں، حضرت ابو ہریرہؓ سے مسند امام احمد، مستدرک حاکم اور مسند ابویعلیٰ میں اور حضرت بلالؓ و حضرت معاویہؓ سے طبرانی میں۔ (اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالک، ۱:۳۹۷)۔

حضرت عمران بن حصینؓ کی مرفوع حدیث ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ خَيْرُ أُمَّتِيْ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ. (بخاری ۱:۵۱۵، باب فضائل اصحاب النبی ﷺ، مسلم، مشکوٰة ص-۵۵۳).

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری امت کے بہترین لوگ میرے زمانے کے لوگ ہیں (یعنی صحابہؓ) پھر وہ لوگ جو ان کے متصل ہیں (تابعینؒ) پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں (یعنی تبع تابعینؒ)۔

نیز آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ وہی فرقہ ناجی ہوگا جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر گامزن ہوگا، نیز ارشاد فرمایا "اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم" کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، جسکا دامن پکڑلوگے کامیاب ہوجاؤگے۔

کتاب وسنت کی ان نصوص وہدایات سے واضح ہوا کہ صحابہ کرامؓ بالخصوص خلفائے راشدینؓ کے آثار بھی شرعی دلیل ہیں، ائمہ اربعہؒ اور جمہور علماء اسلام ہمیشہ صحابہؓ وتابعین کے آثار سے بھی حسب ضرورت استدلال کرتے آئے ہیں، امام بخاریؒ نے صحیح بخاری کے مختلف ابواب میں صحابہؓ وتابعینؒ وغیرہم کے ایک ہزار چھ سو آٹھ (۱۶۰۸) آثار بطور استدلال ذکر کئے ہیں (فتح الباری شرح بخاری، ا: ۲۵۰، خاتمہ کتاب)۔

جس طرح ملکی قانون کی تشریح میں سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے فیصلے اور ان کے جج صاحبان کی تحقیقات وآراء اور اقوال ماتحت عدالتوں کے لئے اتمام حجت اور دلیل تسلیم کئے جاتے ہیں، اسی طرح قرآن وحدیث کی تشریح میں صحابہؓ وتابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے آثار واقوال بھی مذکورہ بالا کتاب وسنت کی نصوص وہدایات کی بنا پر درجہ بدرجہ حجت اور دلیل ہیں، اس تمہید کے بعد اصل مسئلہ پر غور فرمایئے۔

کتاب وسنت کی بے شمار نصوص سے واضح ہوتا ہے کہ ماہ رمضان باقی گیارہ مہینوں سے ممتاز ہے، یہ مبارک مہینہ عبادت کے لئے مخصوص ہے، اس کے دن روزہ وتلاوت میں اور اس کی راتیں نماز ودیگر عبادات میں گزاری جائیں، خود آنحضرت ﷺ اس مبارک ماہ میں شب بیداری کیا کرتے تھے، ساری رات نماز وعبادت میں مصروف رہتے تھے، آپ ﷺ دوسروں کو بھی خصوصی اہتمام کے ساتھ قیام رمضان (تراویح) کی ترغیب وتشویق فرمایا کرتے تھے۔ چند راتیں آپ ﷺ نے تراویح کی جماعت بھی کرائی تھی، ایک رات تو سحری تک تراویح باجماعت میں گزاردی، لیکن اس اندیشہ سے تراویح کی جماعت کا التزام اور پابندی نہیں فرمائی گئی کہ امت پر فرض نہ کردی جائے اور پھر امت اسے نباہ نہ سکے۔

آپ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت کا دور بہت مختصر تھا جو جہادی مصروفیات اور مسیلمہ کذاب جیسے فتنوں کے دبانے میں گزر گیا، حضرت صدیق اکبرؓ کو چھوٹے مسائل کی طرف التفات فرمانے کی فرصت ہی نہیں ملی۔

حضرت عمرؓ کا ابتدائی دور بھی انہی جیسے مسائل کے حل میں صرف ہوا حضرت فاروق اعظمؓ جب جہادی مہمات ومسائل سے قدرے فارغ ہوئے تو آپؓ نے تراویح جیسے مسائل کی طرف توجہ فرمائی اور ان کو حل کیا۔ آپؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ کو مسجد نبویؐ میں تراویح کا امام مقرر کیا، آپ کے مقدس عہد میں بیس (۲۰) رکعات تراویح باجماعت کا التزام اور اس پر دائمی عمل شروع ہوا۔

کسی صحابی نے اس پر اعتراض نہیں کیا، گویا اس پر صحابہؓ کا اجماع ہوگیا، آپؓ کے بعد حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی خلافت میں بھی مسلسل بیس رکعات تراویح پر عمل ہوتا رہا، صحابہؓ و تابعینؒ کا مسلسل عمل بیس رکعت تراویح پر رہا جسے ائمہ اربعہؒ امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے باتفاق اختیار کیا۔ چودہ سو سال سے جمہور امت کا عمل بیس رکعت پر چلا آرہا ہے۔

اس تفصیل کے لئے درج ذیل شواہد ملاحظہ فرمائیں:

حضرت سائب بن یزید صحابیؓ سے مروی ہے:

قَالَ كَانُوْا يَقُوْمُوْنَ عَلٰى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً. (سنن کبری بیہقی ۲:۴۹۶) قال النووی الشافعیؒ فی شرح المهذب ٤:٣٦ ، اسناد صحیح).

یعنی حضرت عمر بن الخطابؓ کے عہد خلافت میں لوگ (صحابہؓ و تابعینؒ) ماہ رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

متعدد حفاظ محدثین کرام نے اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے، علامہ نووی شافعیؒ نے اپنی کتاب خلاصۃ میں، محدث ابن العراقی نے شرح التقریب میں اور علامہ سیوطیؒ نے المصابیح میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (اوجز المسالک، ۱:۳۹۷، حاشیہ آثار السنن: ۲۵۱)۔

بیہقی کی ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

وَعَلٰى عَهْدِ عُثْمَانَؓ وَ عَلِيٍّؓ مِثْلَهٗ . یعنی حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں بھی عہد فاروقی کی طرح بیس رکعت پڑھی جاتی تھیں۔

حضرت سائب بن یزیدؓ کی دوسری حدیث ہے:

قَالَ كُنَّا نَقُوْمُ فِيْ زَمَانِ عُمَرَؓ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً .(اخرجه البیهقی فی معرفة الآثار و السنن). ہم حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

محدث نووی شافعیؒ خلاصہ میں فرماتے ہیں:

اِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ .(نصب الرایة، ۲:۱۵۴). اس کی سند صحیح ہے۔

حضرت یزید بن رومان تابعیؒ سے مروی ہے:

كَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ فِيْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِيْ رَمَضَانَ بِثَلَاثٍ وَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً

(بیہقی، ۲:۴۹۶، موطا امام مالک :۹۸، مرسل قوی).

یعنی حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانہ خلافت میں لوگ رمضان مبارک میں تیئس (۲۳) رکعت پڑھتے تھے۔

محدث بیہقی شافعیؒ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان میں بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر تھے (بیہقی ۲:۴۹۶)۔

حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے:

إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِؓ أَمَرَ رَجُلاً يُصَلِّيْ بِهِمْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً. (مصنف ابن شيبة، ۲:۳۹۳، آثار السنن :۲۵۳). یعنی حضرت عمر بن الخطابؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت پڑھائیں۔

واضح رہے کہ محدث ابن ابی شیبہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کے اساتذہ میں سے ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۲، لابن حجرؒ)۔

حضرت ابی بن کعبؓ سے مروی ہے:

إِنَّ عُمَرَ أَمَرَهُ أَنْ يُصَلِّيَ بِاللَّيْلِ فِيْ رَمَضَانَ فَصَلّٰى بِهِمْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً. (كنز العمال، ۸:۴۰۹، اوجز المسالك، ۱:۳۹۸، مسند ابن منيع). یعنی حضرت عمرؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ کو رمضان کی رات نماز پڑھانے کا حکم دیا تو حضرت ابی بن کعبؓ نے لوگوں کو بیس رکعت نماز پڑھائی۔

حضرت محمد بن کعب قرظیؒ تابعی سے مروی ہے:

كَانَ النَّاسُ يُصَلُّوْنَ فِيْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً. (قيام الليل للمحدث محمد بن نصرؒ). یعنی لوگ حضرت عمر بن الخطابؓ کے زمانہ خلافت میں رمضان مبارک میں بیس رکعت پڑھتے تھے۔

حضرت عبدالعزیز بن رُفیعؒ تابعیؒ فرماتے ہیں:

كَانَ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍؓ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ فِيْ رَمَضَانَ بِالْمَدِيْنَةِ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ. (مصنف ابن ابی شيبة، ۲:۳۹۳). یعنی حضرت ابی بن کعبؓ ماہ رمضان میں مدینہ منورہ میں لوگوں کو بیس رکعت پڑھاتے تھے اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔

حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمیؒ تابعی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا عمل نقل کرتے ہیں:

دَعَا الْقُرَّاءَ فَأَمَرَ مِنْهُمْ رَجُلًا يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً. (بيهقی، ۲:۴۹۶).

یعنی حضرت علیؓ نے ایک شخص کو مامور کیا کہ وہ لوگوں کو پانچ ترویحہ یعنی بیس رکعت پڑھائے۔

حضرت ابوالحسناءؒ سے روایت ہے:

إِنَّ عَلِيًّا أَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّيْ بِهِمْ فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً. (مصنف ابن ابی شیبة، ۳۹۳:۲ فی نسخة). یعنی حضرت علیؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت پڑھائے۔

حضرت حسن بن عبدالعزیزؒ سے مروی ہے:

إِنَّ أُبَيًّا كَانَ يُصَلِّيْ بِهِمْ فِيْ رَمَضَانَ بِالْمَدِيْنَةِ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً. (مصنف ابن ابی شیبة، ۳۹۳:۲). یعنی حضرت ابی بن کعبؓ مدینہ منورہ میں ماہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ يُصَلِّيْ لَنَا فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ ...... قَالَ الْأَعْمَشُ كَانَ يُصَلِّيْ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَيُوْتِرُ بِثَلَاثٍ. (قیام اللیل لمحمد بن نصرؒ، عمدة القاری شرح البخاری، ۱۲۷:۱۱).

حضرت زید تابعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ رمضان المبارک میں ہمیں نماز پڑھاتے تھے..... زید کے شاگرد حضرت اعمشؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیس رکعت پڑھتے اور وتر تین رکعت پڑھتے تھے۔

عَنْ عَطَاءٍ قَالَ أَدْرَكْتُ النَّاسَ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ ثَلَاثًا وَعِشْرِيْنَ رَكْعَةً بِالْوِتْرِ. (مصنف ابن ابی شیبة، ۳۹۳:۲، سند حسن، قیام اللیل لمحمد بن نصرؒ).

حضرت عطاء تابعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں (صحابہؓ وتابعینؒ) کو پایا کہ وہ وتر سمیت تئیس رکعت پڑھتے تھے۔

حضرت ابوالخطیبؒ فرماتے ہیں:

كَانَ يَؤُمُّنَا سُوَيْدُ بْنُ غَفَلَةَ فِيْ رَمَضَانَ فَيُصَلِّيْ خَمْسَ تَرْوِيْحَاتٍ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً. (بیهقی، ۴۹۶:۲، سند حسن). یعنی حضرت سوید بن غفلہؒ رمضان المبارک میں ہمارے امام بنتے تو بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔

فائدہ: حضرت سوید بن غفلہؒ خلفاء راشدینؓ کے تلمیذ خاص اور کبار تابعین میں سے ہیں۔ (تہذیب التہذیب، ۲۷۸:۴)۔

حضرت نافع بن عمرؒ فرماتے ہیں:

كَانَ اِبْنُ اَبِیْ مُلَيْكَةَ يُصَلِّيْ بِنَا فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً . (مصنف ابن ابی شیبة ۳۹۳:۲ ، سند صحیح). یعنی حضرت ابن ابی ملیکہ ماہ رمضان میں ہمیں بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

حضرت سعید بن عبیدؒ فرماتے ہیں:

اِنَّ عَلِيَّ بْنَ رَبِيْعَةَ كَانَ يُصَلِّيْ بِهِمْ فِيْ رَمَضَانَ خَمْسَ تَرْوِيْحَاتٍ وَ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ . (مصنف ابن ابی شیبة ، ۳۹۳:۲، بسند صحیح). یعنی حضرت علی بن ربیعہؒ لوگوں کو رمضان مبارک میں پانچ ترویحہ (بیس رکعت) پڑھاتے اور تین وتر پڑھتے تھے۔

حضرت شُتیر بن شکل تابعیؒ کا عمل مروی ہے:

اِنَّهٗ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً. (قیام اللیل بیهقی ، مصنف ابن ابی شیبة ، ۳۹۳:۲). یعنی حضرت شتیرؒ ماہ رمضان میں بیس رکعت پڑھتے تھے۔

حضرت ابوالبختریؒ کا عمل مروی ہے:

اِنَّهٗ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ رَمَضَانَ خَمْسَ تَرْوِيْحَاتٍ وَ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ . (مصنف بن ابی شیبة ۳۹۳:۲). یعنی حضرت ابوالبختریؒ تابعی رمضان مبارک میں پانچ ترویحہ (بیس رکعت) پڑھتے تھے اور تین وتر پڑھتے تھے۔

حضرت حارثؒ کا عمل مروی ہے:

اِنَّهٗ كَانَ يَؤُمُّ النَّاسَ فِيْ رَمَضَانَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً (مصنف ابن ابی شیبة ، ۳۹۳:۲).
یعنی حضرت حارثؒ ماہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

فائدہ: ان احادیث و آثار کی تفصیل اوجز المسالک شرح موطا امام مالکؒ (۱:۳۹۷،۳۹۸) و حاشیہ آثار السنن (۲۵۰،۲۵۴) پر ملاحظہ فرمائیں۔

خلفاء راشدین ثلثہ (حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ) کے مقدس عہد سے صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کا متواتر و مسلسل عمل بیس رکعت تراویح کا رہا ہے، ائمہ اربعہؒ، ان کے متبعین اور جمہور علماء کا مسلک بھی یہی ہے، بعض محققین نے اس پر اجماع نقل کیا ہے، امام ترمذی شافعیؒ اپنی جامع ترمذی باب قیام شہر رمضان کے عنوان کے تحت مسئلہ تراویح پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَ اَكْثَرُ اَهْلِ الْعِلْمِ عَلٰى مَا رُوِیَ عَنْ عَلِيٍّؓ وَ عُمَرؓ وَ غَيْرِهِمَا مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ

عِشْرِيْنَ رَكْعَةً. (ترمذی، ۱:۹۹)، یعنی اکثر اہل علم بیس رکعت تراویح پر قائم ہیں جو حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے منقول ہیں۔

علامہ عینی حنفیؒ عمدۃ القاری شرح بخاری صفحہ ۱۲۶، جلد:۱۱ پر بیس رکعت تراویح کے متعلق امام ترمذیؒ کا مذکور تذکرہ نقل کر کے فرماتے ہیں:

وَهُوَ قَوْلُ أَصْحَابِنَا الْحَنَفِيَّةِ. (ہمارے ائمہ احناف کا قول بھی بیس رکعت کا ہے)۔

علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ بیس رکعت تراویح کے بارے میں فرماتے ہیں:

وَهُوَ قَوْلُ جَمْهُوْرِ الْعُلَمَاءِ وَ بِهٖ قَالَ الْكُوْفِيُّوْنَ وَ الشَّافِعِيُّ وَ اَكْثَرُ الْفُقَهَاءِ وَ هُوَ الصَّحِيْحُ عَنْ أُبَيِّ ابْنِ كَعْبٍ مِنْ غَيْرِ خِلَافٍ فِي الصَّحَابَةِ. (عمدة القاری، ۱۱:۱۲۷)۔

یعنی بیس رکعت تراویح جمہور علماء کا قول ہے، اہل کوفہ (احناف و دیگر محدثین و فقہا) امام شافعیؒ اور اکثر فقہا کا یہی مسلک ہے حضرت ابی بن کعبؓ سے صحیح طور پر یہی ثابت ہے صحابہ کرامؓ کا اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

علامہ ابن رشد مالکیؒ فرماتے ہیں:

فَاخْتَارَ مَالِكٌ فِيْ أَحَدِ قَوْلَيْهِ وَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ وَ الشَّافِعِيُّ وَ اَحْمَدُ وَ دَاوٗدُ الْقِيَامَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً سِوَى الْوِتْرِ. (بداية المجتهد، ۱:۲۱۰)۔ یعنی امام مالکؒ اپنے ایک قول میں اور امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ اور امام داؤد ظاہری نے وتر کے علاوہ بیس رکعت تراویح کو اختیار کیا ہے۔ (امام مالک کا دوسرا قول چھتیس رکعت تراویح کا ہے)۔

علامہ ابن حجر مکی شافعیؒ فرماتے ہیں:

اَجْمَعَ الصَّحَابَةُ عَلٰى اَنَّ التَّرَاوِيْحَ عِشْرُوْنَ رَكْعَةً. (مرقات شرح مشكوة، ۳:۱۹۴)۔ یعنی صحابہ کرامؓ کا بیس رکعت تراویح پر اجماع و اتفاق ہے۔

محدث ابن قدامہ حنبلیؒ المغنی صفحہ ۷۹۸ جلد ا پر نماز تراویح کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَ الْمُخْتَارُ عِنْدَ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ (الامام احمد بن حنبل) فِيْهَا عِشْرُوْنَ رَكْعَةً. یعنی امام احمد بن حنبلؒ کے ہاں بیس رکعت تراویح مختار اور راجح ہے۔

آگے صفحہ ۷۹۹، ج-۱، میں بیس رکعت کے دلائل پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَعَنْ عَلِيٍّؓ أَنَّهُ أَمَرَ رَجُلًا يُصَلِّيْ بِهِمْ فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَ هٰذَا كَالْإِجْمَاعِ.

یعنی حضرت علیؓ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت پڑھائے، یہ بمنزلہ اجماع کے ہے۔

علامہ قسطلانی شافعیؒ ارشاد الساری شرح بخاری (۳:۴۲۶) میں عہد فاروقی میں بیس ریعت تراویح پر صحابہؓ وتابعینؒ کا عمل نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَ قَدْ عَدُّوْا مَا وَقَعَ فِيْ زَمَنِ عُمَرَؓ كَالْإِجْمَاعِ. یعنی حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں بیس رکعت تراویح کا واقعہ بمنزلہ اجماع کے ہے۔

علامہ نووی شافعیؒ شرح مہذب صفحہ۳۲ جلد۴ پر نماز تروایح پر بحث کرتے ہوئے ارقام فرماتیں:

إِنَّهَا عِشْرُوْنَ رَكْعَةً ...... هٰذَا مَذْهَبُنَا وَ بِهِ قَالَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ وَ أَصْحَابُهُ وَ أَحْمَدُ وَ دَاوٗدُ وَ غَيْرُهُمْ وَ نَقَلَهُ الْقَاضِيْ عِيَاض (المالكى) عَنْ جُمْهُوْرِ الْعُلَمَاءِ. یعنی نماز تراویح بیس رکعت ہے، ہمارا مذہب یہی ہے، امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحابؒ اور امام احمد بن حنبلؒ اور امام داود ظاہریؒ اور دوسرے علماء کا یہی قول ہے اور قاضی عیاض مالکیؒ نے بھی جمہور علماء کا یہی مسلک نقل کیا ہے۔

الحاصل بیس رکعت تراویح جمہور صحابہؓ وتابعینؒ کا مسلسل عمل ہے جو اجماع کی ایک شکل ہے، ائمہ اربعہؒ کا اس پر اتفاق ہے، چودہ صدیوں سے کروڑوں اہل اسلام اسی پر عمل پیرا چلے آرہے ہیں۔

فائدہ: بعض احادیث وآثار میں نماز تراویح میں بیس رکعت سے کم کا ذکر بھی آیا ہے، محققین کے ہاں ایسی روایات ابتداء پر محمول ہیں، آخری عمل بیس رکعت کا ہے، اس پر قرینہ خلفاء راشدینؓ کے مقدس عہد میں بیس رکعت پر جمہور صحابہؓ وتابعینؒ کا عملی اجماع ہے، اگر بیس رکعت تراویح آخری عمل نہ ہوتا تو جمہور صحابہؓ وتابعینؒ ہرگز اسے اختیار نہ کرتے، اور اس پر مسلسل عملی اصرار نہ کرتے۔

محدث بیہقی شافعیؒ نے تراویح کے بارے میں مختلف روایات کی یہی توجیہ کی ہے:

وَ جَمَعَ الْبَيْهَقِيُّ بَيْنَهَا بِأَنَّهُمْ كَانُوْا يَقُوْمُوْنَ بِإِحْدٰى عَشَرَةَ ثُمَّ قَامُوْا بِعِشْرِيْنَ وَ أَوْتَرُوْا بِثَلَاثٍ. (ارشاد السارى شرح بخارى، ۳:۴۲۶، للمحدث القسطلانى الشافعیؒ، نصب الراية، ۲:۱۵٤ للمحدث الزيلعى الحنفیؒ). یعنی محدث بیہقیؒ نے ان مختلف روایات میں تطبیق دی ہے کہ وہ لوگ (ابتدا میں) گیارہ رکعت پڑھتے تھے، پھر بیس رکعت پڑھیں اور تین رکعت وتر پڑھے۔

باب كراهة الجماعة في النوافل والوتر سوى التراويح وصلاة الكسوف والاستسقاء والعيدين بالتداعي

۱۸۲٦– عن : زيد بن ثابت ﷺ : اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : صَلُّوْا اَيُّها النَّاسُ فِيْ بُيُوْتِكُمْ فَاِنَّ اَفْضَلَ الصَّلَاةِ صَلَاةُ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهٖ اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ. رواه النسائی بإسناد جيد ، وابن خزيمة في صحيحه كذا في الترغيب (۱:۷۲) وأصله رواه الجماعة إلا ابن ماجة ، كذا في نيل الأوطار (۲:۳۲۳) ، وفي لفظ له عند أبي داود : صَلَاةُ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهٖ اَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهٖ فِيْ مَسْجِدِيْ هٰذَا اِلَّا الْمَكْتُوْبَةَ . قال العراقي : و إسناده صحيح ، كذا في النيل أيضاً (۲:۳۳٤).

امام بیہقیؒ کی توجیہ وتطبیق سنن کبریٰ بیہقی مع الجوہر النقی صفحہ ۴۹۶ جلد ۲ پر ملاحظہ فرمائیں۔

فائدہ: بیس رکعت تراویح پر حضرت ابن عباسؓ کی مرفوع حدیث اگر چہ سند کے لحاظ سے ضعیف ہے، تاہم مذکورہ بالا صحابہؓ تابعینؒ کے بیس رکعت کے عملی اجماع سے اسکی بنیا صحیح ثابت ہوتی ہے، وہ مرفوع حدیث یہ ہے:

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ رَمَضَانَ بِعِشْرِيْنَ رَكْعَةً. (بیہقی ، ۲:۴۹۶ ، طبرانی کبیر ،معجم بغوی ، مسند عبد بن حمید ، مصنف ابن ابی شیبة ، ۲:۳۹۴). یعنی حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ رمضان مبارک میں بیس رکعت پڑھتے تھے۔

نوٹ: تراویح کی رکعات پر سیر حاصل بحث تجلیات صفدر جلد نمبر ۳ میں ملاحظہ فرمائیں۔

باب اس بیان میں کہ تراویح اور صلوۃ استسقاء اور صلوۃ کسوف اور صلوۃ عیدین کے سوا، نوافل اور وتر میں اہتمام جماعت مکروہ ہے

۱۸۲٦– زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو! اپنے گھروں میں نماز پڑھو کیونکہ بہتر نماز وہ ہے جو آدمی اپنے گھر میں پڑھتا ہے، بجز فرض نماز کے۔ اسکو نسائی نے بسند جید روایت کیا ہے۔ اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور زید بن ثابت کی ایک روایت جو کہ ابو داؤد میں بدیں الفاظ ہے کہ آدمی کی نماز اپنے گھر میں اس میری مسجد میں نماز پڑھنے سے بھی بہتر ہے باستثناء فرض نماز کے۔ عراقی نے کہا ہے کہ اسکی سند صحیح ہے۔

۱۸۲۷– وَ يُزَادُ هُنَا حَدِيثُ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ ،عَنْ عَائِشَةَ رضى الله عنها ، وَ فِيهِ أَنَّهُ ﷺ كَانَ يُصَلِّي الرَّوَاتِبَ فِي بَيْتِهَا . وقد تقدم برواية مسلم .

۱۸۲۸– عن : عبد الله بن سعد ﷺ قَالَ : سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ الصَّلاَةِ فِي بَيْتِيْ وَ الصَّلوةِ فِي الْمَسْجِدِ قَالَ قَدْ تَرى مَا أَقْرَبَ بَيْتِيْ مِنَ الْمَسْجِدِ فَلَأَنْ أُصَلِّيَ فِي بَيْتِي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُصَلِّيَ فِي الْمَسْجِدِ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ صَلاَةً مَكْتُوْبَةً . أخرجه الترمذى فى الشمائل (ص–۲۱) وسنده حسن صحيح على شرط مسلم ، و أخرجه أحمد ، وابن ماجة ، و ابن خزيمة فى صحيحه عن عبد الله بن مسعود ، كما فى الترغيب للمنذرى (۱:۷۲).

۱۸۲۹– عن : صهيب بن النعمان ﷺ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : فَضْلُ صَلاَةِ الرَّجُلِ فِي بَيْتِهِ عَلى صَلاَتِهِ حَيْثُ يَرَاهُ النَّاسُ كَفَضْلِ الْمَكْتُوبَةِ عَلَى النَّافِلَةِ.رواه الطبرانى فى الكبير

۱۸۲۷–حضرت عائشہؓ کی ایک روایت میں جو کہ مسلم کے یہاں ہے، مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ سنن رواتب میرے مکان میں پڑھتے تھے۔

<u>فائدہ</u>: جبکہ ان روایات سے معلوم ہوا کہ نوافل کا گھر میں پڑھنا افضل ہے تو ان میں اخفاء مطلوب شرعی ہوگا اور جماعت بالتداعی میں اظہار کا اہتمام ہے اس لئے مکروہ شرعی ہوگا لیکن عیدین وغیرہ میں چونکہ تداعی ثابت ہے اس لئے وہاں تداعی مطلوب شرعی ہے نہ کہ مکروہ۔ اور جماعت بلا تداعی میں چونکہ تین آدمیوں تک کی شرکت ثابت ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اور ایک بچے نے حضور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی اور میری ماں ام سلیم ہمارے پیچھے تھیں (بخاری) اس لئے وہ مکروہ نہ ہوگی۔ اور اس سے زائد حکماً تداعی میں داخل ہوگی۔

۱۸۲۸–عبداللہ بن سعد سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے گھر میں اور مسجد میں نماز پڑھنے کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم دیکھتے ہو کہ میرا مکان مسجد سے کس قدر قریب ہے مگر اس پر بھی میں مسجد میں نماز پڑھنے سے گھر میں نماز پڑھنے کو زیادہ پسند کرتا ہوں بجز اسکے کہ فرض نماز ہو۔ اسکو ترمذی نے شمائل میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن صحیح ہے اور اسکو احمد، ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کیا ہے۔

۱۸۲۹–صہیب بن النعمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کے اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی فضیلت ایسی جگہ نماز پڑھنے پر جہاں لوگ اسکو دیکھیں، ایسی ہے جیسے فرض نماز کی فضیلت نفل نماز پر۔ اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے

وفی إسناده محمد بن مصعب ، وثقه أحمد بن حنبل ، وضعفه ابن معین وغیره ، كذا فی النیل (۲:۳۲٤) . و أخرجه فی الترغیب (۱–۷۲) عن رجل من أصحاب النبی ﷺ ، وعزاه إلی البیهقی ، و قال : و إسناده جید إن شاء الله تعالی.

إدراك الفریضة

باب كراهة الخروج من المسجد بعد الأذان مع قصد عدم الرجوع إلیه إلا لحاجة

۱۸۳۰– عن : أبی هریرة ﷺ ، قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : لَا یَسْمَعُ النِّدَاءَ فِیْ مَسْجِدِیْ هٰذَا ثُمَّ یَخْرُجُ مِنْهُ اِلَّا لِحَاجَةٍ ثُمَّ لَا یَرْجِعُ اِلَیْهِ اِلَّا مُنَافِقٌ. رواه الطبرانی فی الأوسط ، ورجاله رجال الصحیح (مجمع الزوائد ۱:۱٤٤) وفی الترغیب رواته محتج بهم فی الصحیح اه (۱:٤۹).

اوراس کی سند میں ایک راوی مختلف فیہ ہے اور ترغیب میں اسکو بیہقی کے حوالہ سے ایک غیر مسمی صحابی سے روایت کر کے کہا ہے کہ اسکی سند جید ہے ان شاء اللہ تعالی۔

باب اذان کے بعد بغیر نماز پڑھے بلا قصد واپسی اور بلا ضرورت مسجد سے نکلنا مکروہ ہے

۱۸۳۰–ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص میری اس مسجد میں موجود ہو اور اذان سنے ، اسکے بعد وہ بلا ضرورت باہر جائے اور واپسی کا ارادہ نہ رکھتا ہو وہ ضرور منافق ہے۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے، اسکے راوی صحیح کے راوی ہیں جیسا کہ مجمع الزوائد اور ترغیب میں ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں مسجد نبوی ﷺ کی قید اتفاقی ہے یعنی ہر مسجد کا یہی حکم ہے جیسا کہ اگلی احادیث سے معلوم ہوتا ہے، ہاں اگر واپس آنے کا ارادہ ہو تو پھر منافق نہیں اگر چہ بعد میں کسی عذر کی بنا پر واپس نہ آسکے۔ نیز اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ یہ کراہت تحریمی ہے اور اگر اذان ہو چکنے کے بعد کسی دوسری مسجد میں جانا ضروری ہو مثلاً وہ دوسری مسجد میں مؤذن یا امام ہو تو بھی جانے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ صورتاً ترک ہے حقیقتاً تکمیل ہے۔

۱۸۳۱— وَفِيهِ اَيضًا عَنهُ ﷺ مَرفُوعًا: اِذَا كُنتُم فِي الْمَسْجِدِ فَنُودِيَ بِالصَّلَاةِ فَلَا يَخْرُجُ اَحَدُكُم حَتّٰى يُصَلِّيَ. رواه أحمد، وإسناده صحيح اه.

۱۸۳۲— روى مسلم، و أبو داود، والترمذي و النسائي عنه: اَنَّهُ رَاٰى رَجُلًا خَرَجَ بَعْدَ مَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ، فَقَالَ: اَمَّا هٰذَا فَقَدْ عَصٰى اَبَا الْقَاسِمِ ﷺ. كما في الترغيب أيضاً.

۱۸۳۳— عن: سعيد بن المسيب اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: لَا يَخْرُجُ مِنَ الْمَسْجِدِ اَحَدٌ بَعْدَ النِّدَاءِ اِلَّا مُنَافِقٌ اِلَّا لِعُذْرٍ اَخْرَجَتْهُ حَاجَةٌ وَ هُوَ يُرِيدُ الرُّجُوعَ. رواه أبو داود في مراسيله (الترغيب ۱:۵۰) وفي الدراية: رجاله ثقات اه (ص—۱۲۲).

باب جواز سنة الفجر عند شروع الإمام في الفريضة

۱۸۳۴— عن: عبد الله بن أبي موسى، قَالَ: جَاءَ نَا اِبْنُ مَسْعُوْدٍ وَ الْاِمَامُ يُصَلِّي الصُّبْحَ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ اِلٰى سَارِيَةٍ، وَلَمْ يَكُنْ صَلّٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ.

۱۸۳۱—ترغیب میں ہے کہ ابو ہریرہؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جب تم مسجد میں ہو اور اذان ہو جائے تو کوئی شخص بغیر نماز پڑھے نہ جائے۔ اسکو احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۱۸۳۲—ترغیب میں ہے کہ مسلم اور ابوداؤد اور ترمذی نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اذان کے بعد مسجد سے نکلا تو انہوں نے فرمایا کہ اس نے ضرور ابوالقاسم محمد رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی۔

۱۸۳۳—سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی اذان کے بعد مسجد سے نکلتا ہے وہ ضرور منافق ہے بجز اسکے کہ وہ کسی ضرورت سے ایسا کرے یعنی بضرورت وہاں سے جائے اور واپسی کا ارادہ رکھتا ہو۔ اسکو ابوداؤد نے اپنے مراسیل میں ذکر کیا ہے۔ اور درایہ میں ہے کہ اسکے راوی ثقہ ہیں۔

تنبیہ: ان احادیث سے اذان کے بعد بلاضرورت اور بغیر نماز پڑھے اور بلا قصد واپسی مسجد سے نکلنے کی کراہت تو ہر زمانہ میں ثابت ہوتی ہے مگر نکلنے والے پر نفاق کا حکم آپکے زمانہ کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ اس زمانہ میں نماز سے اعراض منافقین ہی کے ساتھ مخصوص تھا۔

باب جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد بھی فجر کی سنتیں پڑھنا جائز ہے

۱۸۳۴—عبداللہ بن ابی موسیٰ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس ابن مسعودؓ ایسی حالت میں آئے کہ امام نماز پڑھ رہا تھا تو

رواه الطبرانی ، ورجاله موثقون (مجمع الزوائد ۱:۱۷۲).

۱۸۳۵– عن : مالك بن مغول ، قَالَ : سَمِعْتُ نَافِعًا يَقُوْلُ : اَيْقَظْتُ اِبْنَ عُمَرَ لِصَلَاةِ الْفَجْرِ وَقَدْ اُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ فَقَامَ فَصَلّٰى الرَّكْعَتَيْنِ . رواه الطحاوی و إسناده صحيح ، (آثار السنن ۲:۳۰،۳۲).

۱۸۳۶– حدثنا : أبو بكرة ، قَالَ : ثنا أبو عمر الضرير ، قَالَ : ثنا عبد العزيز بن مسلم قَالَ : أنا مطرف بن طريف ، عن أبی عثمان الأنصاری ، قَالَ : جَاءَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما وَالْاِمَامُ فِیْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ ، وَلَمْ يَكُنْ صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ ، فَصَلّٰى عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ اَلرَّكْعَتَيْنِ خَلْفَ الْاِمَامِ ثُمَّ دَخَلَ مَعَهُمْ . رواه الطحاوی (۱:۲۱۹) وإسناده حسن صحيح .

۱۸۳۷– عن : محمد بن كعب ، قَالَ : خَرَجَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ مِنْ بَيْتِهٖ فَاُقِيْمَتْ صَلَاةُ الصُّبْحِ ، فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ اَنْ يَّدْخُلَ الْمَسْجِدَ وَهُوَ فِی الطَّرِيْقِ ، ثُمَّ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَصَلَّى الصُّبْحَ مَعَ النَّاسِ . رواه الطحاوی و إسناده حسن ، (آثار السنن ۲:۳۲) .

آپنے ایک ستون کی طرف منہ کر کے دو رکعتیں پڑھیں کیونکہ آپ نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی تھیں ۔اسکو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی موثق ہیں۔

۱۸۳۵–مالک بن مغول کہتے ہیں کہ میں نے نافع کو کہتے سنا کہ میں نے ابن عمرؓ کو نماز کے لئے ایسی حالت میں جگایا کہ جماعت کھڑی ہو چکی تھی تو آپ اٹھے اور دو رکعتیں نماز پڑھی۔اسکو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

۱۸۳۶–ابو عثمان انصاری سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عباسؓ ایسے وقت تشریف لائے کہ امام صبح کی نماز پڑھا رہا تھا اور آپ نے سنتِ فجر نہ پڑھی تھی تو آپ نے امام کے پیچھے (جماعت سے علیحدہ ہو کر) سنتِ فجر پڑھی اور جماعت میں شامل ہو گئے ۔اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

<u>فائدہ</u>:ان احادیث سے معلوم ہوا کہ صبح کی نماز شروع ہو چکنے کے بعد بھی جماعت کی صفوں سے علیحدہ ہو کر سنتیں پڑھنا جائز ہے۔

۱۸۳۷–محمد بن کعب سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ اپنے گھر سے نکلے تو صبح کی نماز کھڑی ہو گئی ،تب آپؓ نے راستہ ہی میں مسجد میں داخل ہونے سے پہلے دو رکعتیں پڑھیں ،اسکے بعد مسجد میں داخل ہوئے اور جماعت کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔

١٨٣٨- عن : زيد بن أسلم ، عن ابن عمر رضى الله عنهما : أَنَّهُ جَاءَ وَ الْإِمَامُ يُصَلِّي الصُّبحَ ، وَلَمْ يَكُنْ صَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ قَبلَ الصُّبحِ ، فَصَلَّاهُمَا فِي حُجْرَةِ حَفْصَةَ ، ثُمَّ إِنَّهُ صَلَّى مَعَ الْإِمَامِ . رواه الطحاوى ورجاله ثقات إلا أن يحيى بن أبى كثير مدلس . (آثار السنن ٣٢:٢). قلت : عداده فى المرتبة الثانية وهى من احتمل الأئمة تدليسه وأخرجوا له فى الصحيح لإمامته و قلة تدليسه ، كما فى طبقات المدلسين (١١:٢) . فالحديث صحيح الإسناد .

١٨٣٩- عن : أبى الدرداء ﷺ : أَنَّهُ كَانَ يَدْخُلُ الْمَسْجِدَ وَ النَّاسُ صُفُوفٌ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ ، فَيُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ ، ثُمَّ يَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِي الصَّلَاةِ . رواه الطحاوى و إسناده حسن (آثار السنن ٣٢:٢).

اسکوطحاوی نے روایت کیا ہے اوراس کی سند حسن ہے۔

١٨٣٨-زید بن اسلم سے روایت ہے کہ ابن عمرؓ ایسے وقت آئے کہ امام صبح کی نماز پڑھار ہاتھااور آپ نے سنتِ فجر نہ پڑھی تھی تو آپ نے ان کو حضرت حفصہؓ کے حجرہ میں پڑھا، اسکے بعد امام کے ساتھ نماز پڑھی۔اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ ہیں اوراسناد صحیح ہے۔

تنبیہ:اس روایت سے اتنا ضرور ثابت ہوا کہ ابن عمرؓ کے نزدیک اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا صَلٰوۃَ اِلَّاالْمَکْتُوْبَۃَ عام نہیں ہے، بلکہ سنتِ فجراس سے مستثنیٰ ہے بلکہ ان کے نزدیک یہ حدیث مسجد میں غیر نماز میں مشغول ہونے پرمحمول ہے۔اور یہ بحث کہ حجرہ حفصہ داخلِ مسجد تھایا خارج مسجد بیکار ہے کیونکہ جو ہمارا مدعی ہے وہ ہر حالت میں ثابت ہے یعنی فرض نماز کی جماعت کی حالت میں سنت وغیرہ پڑھنا۔

١٨٣٩-ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ وہ ایسے وقت مسجد میں داخل ہوتے کہ لوگ صبح کی نماز میں صف بصف کھڑے ہوتے تو آپ مسجد کی ایک جانب میں (صفوں سے علیحدہ ہوکر)سنتِ فجرادا کرتے پھر جماعت میں شریک ہوجاتے۔اسکوطحاوی نے روایت کیا ہے اوراس کی سند حسن ہے۔

فائدہ:اس سے معلوم ہوا کہ اگر فجر کی جماعت کھڑی ہوجائے توصفوں سے علیحدہ ہوکر مسجد میں بھی سنتیں پڑھنا جائز ہے البتہ جماعت کی صفوں کے ساتھ مل کر سنتیں پڑھنا درست نہیں اور لا صلوۃ الا المکتوبۃ کاایک محمل یہ بھی ہے۔

۱۸۴۰— عن : حارثة بن مضرب : أَنَّ اِبْنَ مَسْعُوْدٍ ، وَ أَبَا مُوْسٰى خَرَجَا مِنْ عِنْدِ سَعِيْدٍ ﷺ بْنِ الْعَاصِ ، فَأُقِيْمَتِ الصَّلاةُ ، فَرَكَعَ اِبْنُ مَسْعُوْدٍ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ دَخَلَ مَعَ الْقَوْمِ فِي الصَّلاةِ وَأَمَّا أَبُوْ مُوْسٰى فَدَخَلَ الصَّفَّ. رواه أبو بكر بن أبي شيبة في مصنفه .وإسناده صحيح ، (آثار السنن ۲:۳۲) . وفيه أيضاً في طريق أخرى : فَجَلَسَ اِبْنُ مَسْعُوْدٍ اِلٰى أُسْطُوَانَةٍ مِنَ الْمَسْجِدِ ، فَصَلَّى الرَّكْعَتَيْنِ ثُمَّ دَخَلَ فِي الصَّلاةِ . رواه الطحاوي والطبراني وفي إسناده لين ، لأنه من رواية زهير بن معاوية ، عن أبي إسحاق ، و زهير ثقة ثبت إلا أن سماعه عن أبي إسحاق بآخرة ، كذا في التعليق الحسن (۲:۳۳).

۱۸۴۱— عن أبي عثمان النهدي ، قَالَ : كُنَّا نَأْتِيْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ قَبْلَ اَنْ نُصَلِّيَ الرَّكْعَتَيْنِ قَبْلَ الصُّبْحِ وَهُوَ فِي الصَّلاةِ ، فَنُصَلِّيْ فِيْ آخِرِ الْمَسْجِدِ ، ثُمَّ نَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِيْ صَلاتِهِمْ . راوه الطحاوي وإسناده حسن (آثار السنن ۲:۳۴).

۱۸۴۰-حارثہ بن مضرب سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ اور ابوموسی اشعریؓ سعید بن العاصؓ کے پاس آئے تو نماز کھڑی ہو چکی تھی، سوابن مسعودؓ نے پہلے فجر کی سنتیں پڑھیں اور اسکے بعد جماعت میں شامل ہوئے۔اور ابوموسیؓ (غالباًاس لئے کہ سنت فجر پڑھ چکے ہونگے) جماعت میں داخل ہو گئے۔اس کو ابن ابی شیبہ نے مُصَنّف میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور اسی روایت میں دوسرے طرق سے روایت ہے کہ ابن مسعودؓ مسجد کے ایک ستون کی طرف منہ کر کے بیٹھے اور دو رکعتیں پڑھیں پھر نماز میں شریک ہو گئے۔اس کو طحاوی اور طبرانی نے روایت کیا ہے لیکن اس کی سند میں کسی قدر کمزوری ہے مگر یہ کمزوری مضر نہیں۔

فائدہ: ابن مسعودؓ امام فی الفقہ اور اجلہ صحابہ میں سے ہیں اور حضور ﷺ کے سفر وحضر کے ساتھی ہیں، ان کا فعل بھی احناف کے مؤید ہے۔

۱۸۴۱-ابوعثمان نہدی سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ نماز پڑھاتے ہوتے اور ہم بغیر فجر کی سنتیں پڑھے آتے تھے اور مسجد کے پچھلے حصہ میں سنتیں پڑھ کر جماعت میں شریک ہو جاتے تھے (اور ہم پر کوئی روک ٹوک نہ ہوتی تھی)۔اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: اور جن آثار میں مروی ہے کہ حضرت عمرؓ اس شخص کو مارتے جو جماعت قائم ہونے کے بعد مسجد میں سنتیں پڑھتا ہوتا تو اس سے مراد فجر کی دوسنتوں کے علاوہ سنتیں ہیں یا جماعت کی صفوں کے ساتھ مل کر پڑھنے والا مراد ہے۔

١٨٤٢– عن : الشعبی ، قَالَ : كَانَ مَسْرُوقٌ يَجِيئُ إِلَى الْقَوْمِ وَهُمْ فِي الصَّلاَةِ ، وَلَمْ يَكُنْ رَكَعَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ ، فَيُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ فِي الْمَسْجِدِ ، ثُمَّ يَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِي صَلاَتِهِمْ . رواه الطحاوی و إسناده صحيح ، وفي لفظ له : قال : فِي نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ . (آثار السنن ٢:٣٤).

١٨٤٣– عن : يزيد بن إبراهيم ، عن الحسن (البصری) أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ : إِذَا دَخَلْتَ الْمَسْجِدَ وَلَمْ تُصَلِّ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَصَلِّهِمَا وَ إِنْ كَانَ الإِمَامُ يُصَلِّيْ ، ثُمَّ ادْخُلْ مَعَ الْإِمَامِ . رواه الطحاوی . وإسناده صحيح ، وفی لفظ له عن يونس ، قَالَ : كَانَ الْحَسَنُ يَقُوْلُ : يُصَلِّيهِمَا فِيْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ ثُمَّ يَدْخُلُ مَعَ الْقَوْمِ فِيْ صَلاَتِهِمْ . إسناده صحيح أيضاً كذا فی آثار السنن (٢:٣٤).

١٨٤٤– عن : الحارث عن علی ﷺ ، قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ عِنْدَ الْإِقَامَةِ . رواه ابن ماجة (ص–٨١) فی باب ما جاء فی الركعتين قبل الفجر . وفيه الحارث ضعفه بعضهم ووثقه آخرون ، وهو حسن الحديث كما مر غير مرة ، وبقية رجاله ثقات .

١٨٤٢–شعبیؒ سے روایت ہے کہ مسروق لوگوں کے پاس ایسے وقت پہنچتے کہ وہ نماز میں ہوتے اور انہوں نے صبح کی سنتیں نہ پڑھی ہوتیں تو وہ مسجد ہی میں دو رکعتیں پڑھتے ، پھر جماعت میں شریک ہوجاتے ۔اسکو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے ۔اور بعض روایات میں ہے کہ آپ یہ رکعتیں مسجد کی ایک جانب میں پڑھتے ۔

فائدہ: اس حدیث سے کبار تابعینؒ کا عمل بھی احناف کے مسلک کے موافق معلوم ہوتا ہے۔

١٨٤٣–یزید بن ابراہیم، حسن بصریؒ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ جب تم ایسی حالت میں مسجد میں آؤ کہ تم نے صبح کی سنتیں نہ پڑھی ہوں تو تم ان کو پڑھ لو اگرچہ جماعت ہو رہی ہو، اسکے بعد جماعت میں شریک ہوجاؤ۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور انہی کی دوسری روایت میں ہے کہ حسن بصری فجر کی سنتیں مسجد کی ایک جانب میں پڑھتے اور جماعت میں شریک ہوجاتے ۔اس کی سند بھی صحیح ہے ۔

١٨٤٤–حارث اعور، حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ (اگر کسی وجہ سے اقامت سے پہلے نہ پڑھ سکتے تو) فجر کی سنتیں اقامت کے وقت پڑھ لیتے ۔اسکو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے ۔

١٨٤٥— عن : أنس ﷺ : خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ حِينَ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ ، فَرَأَى نَاساً يُصَلُّونَ بِالْعُجْلَةِ ، فَقَالَ : أَصَلَاتَانِ مَعاً ، فَنَهَى أَنْ تُصَلَّيَا فِي الْمَسْجِدِ إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ . أخرجه ابن خزيمة كذا فى العمدة للعينى (٢:٧١١).

١٨٤٦— مالك : عن هشام بن عروة ، عن أبيه : أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ ﷺ قَالَ : مَا أُبَالِيْ لَوْ أُقِيمَتْ صَلَاةُ الصُّبْحِ وَأَنَا أُوْتِرُ . أخرجه فى موطاه (ص—٤٤) وسنده صحيح.

١٨٤٥-انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایسے وقت تشریف لائے کہ اقامت ہو رہی تھی، ایسی حالت میں آپ نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ وہ (حدودِ صفوف کے اندر) جلدی جلدی نماز پڑھ رہے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا دو نمازیں ایک ساتھ ہونگی (یعنی ایک مسجد میں اور ایک وقت میں ہم الگ نماز پڑھیں اور تم الگ نماز پڑھو) اسکے بعد آپ ﷺ نے منع فرمایا کہ انکو مسجد میں جماعت کے وقت پڑھا جائے۔ اس کو ابن خزیمہ نے روایت کیا ہے

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سنتوں کے جماعت کے ساتھ پڑھنے کی ممانعت کا منشا اختلاف مصلین ہے اور چوں کہ یہ اختلاف مسجد سے باہر نماز پڑھنے میں بالکل نہیں اس لئے اس صورت میں کراہت بالکل نہ ہوگی۔ اور مسجد میں نماز پڑھنے میں جس قدر بُعد من الصف ہوگا اسی قدر بُعد من الکراھۃ ہوگا۔ پس یہ حدیث مفسر ہوگی حدیث "اذا اقیمت الصلوۃ فلا صلوۃ الا المکتوبۃ" کی۔ اس کے علاوہ ہم کہتے ہیں کہ اقامت کے وقت دوسری نماز پڑھنا بھی ممنوع ہے اور ترک سنت فجر بھی ممنوع ہے اور ترک جماعت بھی ممنوع ہے پس جبکہ سنتوں کا پڑھنا ترک جماعت کو مستلزم ہو تو ہم کہیں گے کہ سنتوں کو چھوڑ دے کیونکہ سنت فجر اور جماعت تاکد میں برابر ہیں اور جماعت سنت وقت ہے اور سنتوں کا فی الجملہ وقت نکل چکا ہے۔ پس سنتوں کی وجہ سے جماعت کو ترک نہ کیا جائے گا۔ اور جبکہ سنتوں کا پڑھنا ترک جماعت کو مستلزم نہ ہو بلکہ صلوۃ عندالاقامۃ کو مستلزم ہو تو سنتِ فجر کو ترک نہ کیا جائیگا بلکہ صلوۃ عندالاقامۃ کی کراہت کو گوارا کرلیا جائے گا۔ کیونکہ ترک سنت فجر کی ممانعت اشد واغلظ ہے صلوۃ عندالاقامۃ کی ممانعت سے۔ کیونکہ صلوۃ عندالاقامۃ میں مسلمانوں کی مخالفت صرف صوری ہے نہ کہ حقیقی۔ اس لئے وہ بہت زیادہ اہم نہیں ہے اور ترک سنت فجر میں ایک امر شرعی کو بالکلیہ فوت کردینا ہے، اس لئے وہ زیادہ اہم ہوگا۔ پس جن لوگوں نے اقامتِ صلوۃ کے وقت سنتِ فجر کی اجازت دی ہے وہ قابل ملامت نہیں کیونکہ انہوں نے "اِذَا اُبْتُلِيْتَ بِبَلِيَّتَيْنِ فَاخْتَرْ اَهْوَنَهُمَا" کے اصول پر عمل کیا ہے اور جنھوں نے اقامت صلوۃ کے وقت ترکِ سنت کو لازم کیا ہے وہ قابل ملامت ہو سکتے ہیں کیونکہ انہوں نے مفسدہ خفیفہ کی بنا پر مفسدہ شدیدہ کو گوارا کیا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر شخص کو اجتہاد کی اجازت نہیں بلکہ اجتہاد کی اجازت انہی کو ہو سکتی ہے جو احکام شرعیہ کے مدارج و مراتب کو سمجھتے ہیں۔

١٨٤٦-عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر (صبح کی نماز کی) اقامت ہو جائے اور میں وتر پڑھتا ہوں تو

١٨٤٧ – مالك : عن يحيى بن سعيد ، أَنَّهُ قَالَ : كَانَ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ ﷺ يَؤُمُّ قَوماً فَخَرَجَ يَوماً اِلَى الصُّبحِ فَاَقَامَ الْمُؤَذِّنُ صَلاَةَ الصُّبحِ ، فَاَسْكَتَهُ عُبَادَةُ حَتّٰى اَوْتَرَ ثُمَّ صَلّٰى بِهِمُ الصُّبحَ . أخرجه في الموطأ أيضاً ، ورجاله ثقات إلا أن فيه انقطاعاً ،يحيى بن سعيد لم يسمع من صحابي غير أنس ، كذا في التهذيب (١١:٤٢٣).

١٨٤٨ – مالك : عن عبد الرحمن بن القاسم ، أَنَّهُ قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ ﷺ يَقُوْلُ : اِنِّيْ لَاُوْتِرُ وَاَنَا اَسْمَعُ الْاِقَامَةَ اَوْ بَعْدَ الْفَجْرِ ، يَشُكُّ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ اَيَّ ذٰلِكَ قَالَ . أخرجه في الموطأ أيضاً ، وسنده صحيح ، وعبد الله بن عامر ولد في عهد النبي ﷺ ورآه وهو غلام ، كما في التهذيب (٥:٢٧١).

باب قضاء السنن والأوراد

١٨٤٩ – حدثنا : عقبة بن مكرم العمى البصري ، نا عمرو بن عاصم ، نا همام عن قتادة ، عن نضر بن أنس ، عن بشير بن نهيك ، عن أبي هريرة ﷺ ، قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : مَنْ لَمْ يُصَلِّ

سمجھا کی کوئی پروانہیں۔ اسکو مالکؒ نے مؤطا میں روایت کیا ہے اوراس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اقامت صلوۃ کے وقت وتر پڑھنا جائز ہیں۔ پس سنت فجر بھی جائز ہوگی کیونکہ وہ بھی تاکد میں وتر کے قریب قریب ہے چنانچہ سنتوں کا پڑھنا بھی ابن مسعودؓ سے ثابت ہو چکا ہے۔

۱۸۴۷- یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ عبادۃ بن الصامتؓ ایک قوم کے امام تھے۔ ایک روز صبح کے وقت نماز پڑھانے آئے تو مؤذن نے اقامت کہی، آپ نے اسے خاموش کر دیا یہاں تک کہ آپ نے وتر پڑھے، اسکے بعد لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی۔ اس کو بھی مالک نے مؤطا میں روایت کیا ہے۔ مگر اس کی سند میں انقطاع ہے (مگر یہ انقطاع معنر نہیں)۔

۱۸۴۸- عبدالرحمٰن بن القاسم کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عامر بن ربیعہ کو کہتے سنا ہے کہ میں اقامت کو سنتے ہوئے یا بعد فجر کے وتر پڑھ لیتا ہوں عبدالرحمٰن کو شک ہے کہ انہوں نے کونسی بات کہی تھی، آیا یہ کہا تھا کہ اقامت کو سنتے ہوئے یا یہ کہا تھا کہ فجر کے بعد۔ اسکو مؤطا میں بسند صحیح روایت کیا ہے۔

باب سنتوں اور معمولات کے قضا کے بیان میں

۱۸۴۹- ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں

رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيُصَلِّهِمَا بَعْدَ مَا تَطْلُعُ الشَّمْسُ . رواه الترمذی (١:٥٧) وقال : لا نعرفه إلا من هذا الوجه . قلت : رجاله رجال الصحيحين إلا عقبة فمن أفراد مسلم ، وعزاه العزيزی (٣:٣٦٢) إلی الترمذی والحاكم ، وقال : قال الحاكم صحيح ، و أقروه اه. وفی النيل (٢:٢٦٩) بعد عزوه إلی الترمذی : أخرجه ابن حبان فی صحيحه والحاكم فی المستدرك وقال : صحيح علی شرط الشيخين ولم يخرجاه اه . وكذا رأيته فی المستدرك (١:٢٠٧) بلفظ : مَنْ نَسِيَ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ . وصححه الحاكم علی شرطهما ، وأقره عليه الذهبی.

١٨٥٠– عن : أبی هريرة ﷺ ، قال : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا فَاتَتْهُ رَكْعَتَا الْفَجْرِ صَلَّاهُمَا إِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ . أخرجه الطحاوی فی مشكل الآثار له ، و قال : إسناده أحسن من إسناد حديث قيس بن فهد ، كذا فی المعتصر من المختصر من مشكل الآثار (ص–٤٢) والطحاوی حافظ حجة إمام فی الجرح والتعديل ، عده السيوطی فی حسن المحاضرة له فی حفاظ الحديث ونقاده (١:١٤٧) فتحسينه إسناد هذا الحديث حجة .

١٨٥١– عن : أبی مجلز ، قال : دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فِيْ صَلَاةِ الْغَدَاةِ مَعَ اِبْنِ عُمَرَ وَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَ الْإِمَامُ يُصَلِّيْ ، فَأَمَّا اِبْنُ عُمَرَ فَدَخَلَ فِي الصَّفِّ ، وَأَمَّا اِبْنُ عَبَّاسٍ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ

اسکو طلوع شمس کے بعد پڑھ لینی چاہئے۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور اسکو صحیح الاسناد کہا ہے اور ذہبی نے اسے برقرار رکھا ہے۔

فائدہ: اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ صبح کی سنتوں کی قضا ہے اور ان کو طلوع شمس کے بعد قضا کیا جائے

١٨٥٠–ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی صبح کی سنتیں فوت ہو جاتیں تو آپ ان کو طلوع شمس کے بعد پڑھتے۔ اسکو طحاوی نے مشکل الآثار میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی اسناد قیس بن مہد کی روایت سے بہتر ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اگر فجر کی دو سنتیں رہ جائیں تو انہیں طلوع شمس کے بعد قضاء کیا جائے اور طلوع شمس سے قبل فرض نماز کے بعد پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ اگر فرض نماز کے بعد اور طلوع شمس سے قبل فجر کی سنتوں کے اداء کا وقت ہوتا تو آپ ﷺ اسے مؤخر نہ فرماتے کیونکہ وقت اداء سے مؤخر کرنا مکروہ ہے لہذا معلوم ہوا کہ قضا ہونے پر طلوع شمس سے قبل پڑھنا مکروہ ہے۔

١٨٥١–ابومجلز کہتے ہیں کہ میں ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ کے ساتھ صبح کی نماز کے لئے ایسے وقت مسجد میں داخل ہوا کہ امام نماز

ثم دَخَلَ مَعَ الإِمَامِ ، فَلَمَّا سَلَّمَ الإِمَامُ قَعَدَ ابْنُ عُمَرَ مَكَانَهُ حَتّٰى طَلَعَتِ الشَّمْسُ ، فَقَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ . رواه الطحاوى و إسناده صحيح . (آثار السنن ٢: ٣٩) . قلت : و ذكره مالك فى موطأه (ص—٤٥) بلاغا و بلاغاته صحاح .

١٨٥٢— عن : يحيى بن سعيد ، قال : سَمِعْتُ الْقَاسِمَ يَقُوْلُ : إِذَا لَمْ أُصَلِّهِمَا حَتّٰى أُصَلِّيَ الْفَجْرَ صَلَّيْتُهُمَا بَعْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ . رواه ابن أبى شيبة و إسناده صحيح . (آثار السنن ٢: ٣٩) وذكره مالك فى الموطأ (ص—٤٥) عن عبد الرحمن بن القاسم عن أبيه من فعله . وَقَدْ تَقَدَّمَتِ الأَحَادِيْثُ النَّاهِيَةُ عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ صَلَاةِ الْفَجْرِ فِي الْجُزْءِ الثَّانِي مِنَ الْكِتَابِ ، فَلَا نُعِيْدُهَا وَ قَدْ ثَبَتَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَضٰى سُنَّةَ الْفَجْرِ مَعَ الْفَرِيْضَةِ لَمَّا نَامَ عَنْهَا فِي السَّفَرِ. أخرجه الشيخان و أبو داود و غيرهم ، كما فى النيل (١: ٣٢٩).

١٨٥٣— عن : عائشة رضى الله عنها ، قَالَتْ : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا فَاتَتْهُ الأَرْبَعُ قَبْلَ الظُّهْرِ صَلَّاهُنَّ بَعْدَ الرَّكْعَتَيْنِ بَعْدَ الظُّهْرِ . رواه ابن ماجة ، و كلهم ثقات إلا

رہا تھا سو ابن عمرؓ تو نماز میں شریک ہو گئے ، رہے ابن عباسؓ سو انہوں نے پہلے صبح کی سنتیں پڑھیں اسکے بعد وہ جماعت میں شریک ہو گئے ۔ پس جبکہ امام نماز سے فارغ ہوا تو ابن عمرؓ طلوع آفتاب تک اپنی جگہ بیٹھے رہے ۔ پس جب آفتاب طلوع ہوا تو وہ اٹھے اور دو رکعت نماز پڑھی ۔ اسکو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے ۔

١٨٥٢- یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ میں نے قاسم بن محمد کو کہتے سنا ہے کہ جب میں صبح کے فرضوں سے پہلے سنتیں نہیں پڑھتا تو ان کو طلوع شمس کے بعد پڑھتا ہوں ۔ اسکو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور اسی مضمون کو مالک نے مؤطا میں عبدالرحمٰن بن القاسم سے روایت کیا ہے ۔

فائدہ: اس روایت سے جس طرح یہ معلوم ہوتا ہے کہ فجر کی سنتوں کو طلوع شمس کے بعد قضا کیا جائے ۔ اسی طرح یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کو فرضوں کے بعد قضاء نہ کیا جائے ۔ اور وہ حدیثیں جن سے صبح کی نماز کے بعد نماز پڑھنے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے پیشتر گذر چکی ہیں اور وہ روایتیں قاسم بن محمد کے فعل کی مؤید ہیں نیز رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے طلوع شمس کے بعد فرضوں کے ساتھ سنتوں کو قضا کیا ۔ جبکہ سفر میں سو جانے کی وجہ سے آپ ﷺ کی نماز قضا ہو گئی تھی چنانچہ اسکو شیخین اور ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے اور اس سے بھی سنتوں کی قضاء کا ثبوت ہوتا ہے ۔

١٨٥٣- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی ظہر کی چار سنتیں فوت ہو جاتیں تو آپ ﷺ انکو ظہر کی

قيس بن الربيع ، ففيه مقال وقد وثق (نيل الأوطار ۲: ۲۷۱). قلت : فهو صالح للاحتجاج ، وفي العزيزي إسناده حسن اه (۳: ۱۳۳).

۱۸۵٤– عن : عائشة رضي الله عنها ، أيضاً : اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ اِذَا لَمْ يُصَلِّ اَرْبَعاً قَبْلَ الظُّهْرِ صَلاَّهُنَّ بَعْدَهَا . رواه الترمذي (۱: ۵۸) وقال : هذا حديث غريب .

۱۸۵۵– عن : عمر بن الخطاب ﷺ ، قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : مَنْ نَامَ عَنْ حِزْبِهِ مِنَ اللَّيْلِ اَوْ عَنْ شَيْئٍ مِنْهُ ، فَقَرَأَهُ فِيمَا بَيْنَ صَلاَةِ الْفَجْرِ وَصَلاَةِ الظُّهْرِ كُتِبَ لَهٗ كَاَنَّمَا قَرَأَهُ مِنَ اللَّيْلِ . رواه الجماعة إلا البخاري (نيل الأوطار ۲: ۲۹٤).

۱۸۵٦– عن : عائشة رضي الله عنها : اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ اِذَا فَاتَتْهُ الصَّلاَةُ مِنَ اللَّيْلِ مِنْ وَجَعٍ اَوْ غَيْرِهِ صَلّٰى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً . رواه مسلم (۱: ۲۵٦).

۱۸۵۷– حدثنا : ابن حميد ، قال : ثنا يعقوب القمي ، عن حفص بن حميد عن شمر بن عطية ، عن شفيق ، قَالَ : جَاءَ رَجُلٌ اِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ﷺ ، فَقَالَ : فَاتَتْنِي الصَّلاَةُ اللَّيْلَةَ ، فَقَالَ : اَدْرِكْ مَا فَاتَكَ مِنْ لَيْلَتِكَ فِيْ نَهَارِكَ ، فَاِنَّ اللهَ جَعَلَ اللَّيْلَ وَ النَّهَارَ خِلْفَةً

دو رکعتوں کے بعد پڑھتے۔ اسکو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور عزیزی میں اس کی سند کو حسن کہا ہے۔

۱۸۵۴- حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی وجہ سے ظہر سے پہلے چار رکعتیں نہ پڑھتے تو ان کو ظہر کی نماز (کی دوسنتوں) کے بعد پڑھتے۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کو حسن غریب کہا ہے۔

۱۸۵۵- عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو اپنے رات کے معمول کو کلاً یا جزءاً چھوڑ کر سو جائے اور اس کو صبح کی نماز سے لیکر ظہر تک ادا کرلیا تو اسکے لئے رات کا ہی ثواب لکھا جائے گا۔ اس کو جماعت نے روایت کیا ہے بجز بخاری کے۔

۱۸۵۶- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب کسی تکلیف کی وجہ سے آپ ﷺ کی رات کی نماز فوت ہو جاتی تو آپ ﷺ دن میں بارہ رکعتیں پڑھتے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: ان بارہ رکعتوں میں وتر نہیں ہیں اس لئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایسے موقع پر صرف تین وتر رات میں پڑھ لیتے ہونگے اور باقی نماز کے بجائے بارہ رکعتیں پڑھتے ہونگے۔ واللہ اعلم۔

۱۸۵۷- شقیق کہتے ہیں کہ ایک شخص عمر بن الخطابؓ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میری رات کی نماز چھوٹ گئی تو آپ نے فرمایا

لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يَذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْراً . أخرجه الإمام ابن جرير الطبرى فى تفسيره (۹:۲۰)، وسنده حسن،و نترجم رجاله فى الحاشية ، و أخرج عن ابن عباس والحسن البصرى نحوه.

أبواب قضاء الفوائت

باب وجوب قضاء الفوائت

۱۸۵۸– عن : أنس بن مالك ﷺ عن النبى ﷺ، قَالَ : مَنْ نَسِىَ صَلاَةً فَلْيُصَلِّ اِذَا ذَكَرَ ، لاَ كَفَّارَةَ لَهَا اِلاَّ ذٰلِكَ، اَقِمِ الصَّلاَةَ لِذِكْرِىْ .(طه : ١٤) رواه البخارى (١:٨٤).

باب وجوب الترتيب بين القضاء والأداء

۱۸۵۹– عن : جابر بن عبد الله ﷺ : اَنَّ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ ﷺ جَاءَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ، فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ ، قَالَ : يَا رَسُوْلَ اللهِ ! مَا كِدْتُ اُصَلِّى

جورات میں رہ گئی اس کو دن میں پورا کردو کیونکہ اللہ تعالی نے اس شخص کے لئے جونصیحت قبول کرنا یا شکر گذاری کرنا چاہے رات اور دن کو ایک دوسرے کا نائب بنایا ہے۔اس لئے جوکام دن میں نہ ہو سکے رات میں کرلواور جورات میں نہ ہو سکے دن میں کرلو۔اس کوابن جریر نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے اوراس کی سند حسن ہے، نیز ابن جریر نے ایسا ہی مضمون ابن عباسؓ اور حسن سے روایت کیا ہے۔

ابواب فوت شدہ نمازوں کی قضاء کے احکام

باب فوت شدہ نمازوں کی قضا واجب ہے

۱۸۵۸-انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جوکوئی شخص کوئی نماز بھول جائے تو جب یاد آئے اسے پڑھ لینا چاہئے، کیونکہ اسکے سوا اسکی اور کوئی تلافی نہیں۔حق تعالی نے فرمایا ہے کہ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ (طہ-۱۴) میری یاد کے وقت نماز پڑھو۔اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ:اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فوت شدہ نمازوں کی قضاواجب ہے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ قضاء جلدی کرنی چاہیئے اور احناف کے ہاں جلدی قضاء کرنا واجب ہے۔

باب قضا نمازوں اور ادا نمازوں کے درمیان ترتیب واجب ہے

۱۸۵۹-جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ عمر بن الخطابؓ غزوۂ خندق کے زمانہ میں غروبِ شمس کے بعد آئے اور کفار قریش

الْعَصْرَ حَتّٰى كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ ، قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : وَ اللهِ مَا صَلَّيْتُهَا فَقُمْنَا إِلٰى بُطْحَانَ فَتَوَضَّأَ لِلصَّلَاةِ وَتَوَضَّأْنَا بِهَا ، فَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ، ثُمَّ صَلَّى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ . أخرجه البخاری (۱:۸۳).

۱۸۶۰– عن : ابن عمر رضي الله عنه ، قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : مَنْ نَسِيَ صَلَاةً فَذَكَرَهَا وَ هُوَ مَعَ الْإِمَامِ فَلْيُتِمَّ صَلَاتَهُ ، وَلْيَقْضِ الَّتِيْ نَسِيَ ، ثُمَّ لِيُعِدِ الَّتِيْ صَلّٰى مَعَ الْإِمَامِ . رواه الطبرانی فی الأوسط ورجاله ثقات إلا أن شيخ الطبرانی محمد بن هشام المستملی لم أجد من ذكره ، كذا فی مجمع الزوائد . (۱:۱۳۷). قلت : وهو أيضاً ثقة على قاعدة مجمع الزوائد ، و تقدم فی باب طهارة الأرض بالجفاف ، والحديث رواه مالك فی موطاه (ص–۵۹) نحوه موقوفاً على ابن عمر رضی الله عنهما بأصح الأسانيد.

کو برا کہنے لگے اور فرمایا کہ یا رسول اللہ! مجھے عصر کی نماز پڑھنے کا موقع نہیں ملا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہونے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ واللہ میں نے بھی عصر کی نماز نہیں پڑھی، تب ہم وادی بطحان پر گئے اور وہاں جا کر آپ ﷺ نے وضو کیا اور ہم نے بھی وضو کیا۔ اور آپ ﷺ نے غروبِ شمس کے بعد پہلے عصر کی نماز پڑھی، اسکے بعد مغرب کی نماز پڑھی۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ قضا نماز کو ادا سے پہلے پڑھنا چاہئے۔ کیونکہ اگر عصر کی نماز کو پیچھے بھی پڑھا جا سکتا تو مغرب کی نماز کو جس میں تعجیل مطلوب ہے خواہ مخواہ مؤخر نہ کیا جاتا۔ لیکن اس حدیث سے اس چیز کا وجوب ثابت نہیں ہوتا البتہ حضور ﷺ کے فرمان صلو کما رأیتمونی أصلی کے ملانے سے اس بات کا وجوب ثابت ہو جاتا ہے کہ قضاء اور اداء کے درمیان ترتیب واجب ہے۔

۱۸۶۰- ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کوئی نماز بھول جائے اور وہ اسکو ایسی حالت میں یاد آئے کہ وہ امام کے ساتھ وقتی نماز پڑھ رہا ہو تو اپنی نماز پوری کر لے، اسکے بعد اس بھولی ہوئی نماز کو پڑھے، اسکے بعد جو نماز اس نے امام کے ساتھ پڑھی ہے اس کا اعادہ کرے (کیونکہ وہ نماز بوجہ اپنے وقت معین سے پہلے ہونے کے ادا نہیں ہوئی) اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اسکو موطا میں امام مالکؒ نے ابن عمرؓ سے اصح الاسانید کے ساتھ موقوفاً روایت کیا ہے (اور یہ موقوف بھی مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ اس باب میں اجتہاد کی گنجائش نہیں)۔

فائدہ: اس حدیث سے فائتہ اور وقتیہ کے درمیان ترتیب کا وجوب معلوم ہوا، اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو وقتیہ فائتہ سے پہلے ادا کی جائے وہ کافی نہیں بلکہ اس کا اعادہ لازم ہے۔

١٨٦١ – ثنا : موسى بن داود ، قال : ثنا ابن لهيعة ، عن يزيد بن أبى حبيب ، عن محمد بن يزيد ، أن عبد الله بن عوف حدثه ، أن أبا جمعة حبيب بن سباع وَكَانَ قَدْ أَدْرَكَ النَّبِيَّ ﷺ حَدَّثَ : اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَامَ الْاَحْزَابِ صَلَّى الْمَغْرِبَ ، فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ : هَلْ عَلِمَ اَحَدٌ مِنْكُمْ اَنِّيْ صَلَّيْتُ الْعَصْرَ ؟ قَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللهِ ! مَا صَلَّيْتَهَا ، فَاَمَرَ الْمُؤَذِّنَ ، فَاَقَامَ الصَّلَاةَ ، فَصَلَّى الْعَصْرَ ، ثُمَّ اَعَادَ الْمَغْرِبَ . أخرجه أحمد فى مسنده (١٠٦:٣) ورجاله ثقات كلهم غير ابن لهيعة ، وهو حسن الحديث كما مر غير مرة .

١٨٦١-ابو جمعہ حبیب بن سباع صحابیؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خندق کے سال مغرب کی نماز پڑھی پس جبکہ اس سے فارغ ہو چکے تو فرمایا کہ کیا کسی کو معلوم ہے کہ میں نے عصر کی نماز پڑھی ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ نے نماز نہیں پڑھی تو آپ ﷺ نے مؤذن کو حکم دیا، اس نے اقامت کہی اور آپ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھی پھر مغرب کی نماز پڑھائی۔ اسکو احمد نے روایت کیا ہے لیکن اس کی سند میں ابن لہیعہ ہے اور وہ حسن الحدیث ہے (پس یہ حدیث حسن ہے)

فائدہ: اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ فائتہ اور وقتیہ کے درمیان ترتیب واجب ہے۔ اور وقتیہ کو پہلے پڑھ لینے کی صورت میں وقتیہ ادا نہیں ہوتی۔ اور یہ شبہ کہ نسیانِ فائتہ سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے اور اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نسیان سے بھی ترتیب ساقط نہیں ہوتی، اس لئے ساقط ہے کہ اس حدیث سے یہ نہیں معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو آخر تک فائتہ یاد نہیں آئی بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عین نماز میں آپ ﷺ کو خیال ہوا کہ میں نے عصر کی نماز نہیں پڑھی پس جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے مزید اطمینان کے لئے لوگوں سے دریافت کیا۔ اس لئے یہ شبہ نہیں ہوسکتا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نسیان مسقطِ ترتیب نہیں۔

فائدہ: (۲): الغرض فائتہ اور وقتیہ کے درمیان ترتیب واجب ہے البتہ تنگیٔ وقت، نسیان اور فائتہ نمازوں کی تعداد کے چھ ہونے پر ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔

فائدہ: (۳): یعنی اگر وقتیہ نماز کا وقت اتنا تھوڑا ہو کہ اگر فوت شدہ نماز پڑھی تو وقتیہ نماز اپنے وقت سے رہ جائیگی تو اس صورت میں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے اور وقتیہ کو پہلے پڑھنا ضروری ہے کیونکہ یہ وقت قرآن کی آیت سے وقتیہ کیلئے ثابت ہے اور خبر واحد کی رو سے فائتہ کے لئے ثابت ہے تو قرآن کی آیت کے حکم کو مقدم رکھا جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص فوت شدہ نماز بھول جائے تو بھی ترتیب ساقط ہو جاتی ہے کیونکہ بھول چوک ایک انسانی عذر ہے جو مسقطِ تکلیف ہے۔ اسی طرح چھ فوت شدہ نمازوں کی صورت میں بھی ترتیب کو واجب کرنے میں حرج ہے اور لَيْسَ لَهُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ کے تحت یہ حرج بھی مرفوع ہوگا۔

باب الترتيب بين الفوائت

۱۸۶۲– عن : أبي سعيد ﷺ قَالَ : حُبِسْنَا يَوْمَ الْخَنْدَقِ عَنِ الصَّلَاةِ حَتّٰى كَانَ بَعْدَ الْمَغْرِبِ بِهَوِيٍّ مِنَ اللَّيْلِ كُفِيْنَا ، وَ ذٰلِكَ قَوْلُ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ كَفَى اللهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ وَ كَانَ اللهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا . قَالَ : فَدَعَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِلَالًا ، وَاَقَامَ الظُّهْرَ فَصَلَّاهَا ، فَأَحْسَنَ صَلَاتَهَا كَمَا كَانَ يُصَلِّيْهَا فِيْ وَقْتِهَا ، ثُمَّ اَمَرَهُ ، فَاَقَامَ الْعَصْرَ ، فَصَلَّاهَا فَاَحْسَنَ صَلَاتَهَا كَمَا كَانَ يُصَلِّيْهَا فِيْ وَقْتِهَا ، ثُمَّ اَمَرَهُ ، وَاَقَامَ الْمَغْرِبَ ، فَصَلَّاهَا كَذٰلِكَ ، قَالَ : وَ ذٰلِكَ قَبْلَ اَنْ يُنْزِلَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ فِيْ صَلَاةِ الْخَوْفِ : فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا .رواه أحمد والنسائی ولم يذكر المغرب (النيل ۱:۲۳۰).

باب فوائت کے درمیان ترتیب واجب ہے

۱۸۶۲-ابوسعیدؓ فرماتے ہیں کہ ہم خندق کے روز نماز سے روک دئے گئے یہاں تک کہ ہم بعد مغرب رات کا ایک حصہ گذر جانے کے بعد خطرہ سے محفوظ ہو گئے اور یہی مصداق ہے حق تعالی کے اس ارشاد وَ كَفَى اللهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ وَ كَانَ اللهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا (الاحزاب-۲۵) کا کہ اللہ تعالی نے مسلمانوں کو جنگ سے بچادیا اور اللہ بڑا زبردست اور قابو یافتہ ہے۔تب رسول اللہ ﷺ نے بلال کو بلایا اور انہوں نے ظہر کی نماز کے لئے اقامت کہی۔اور آپ ﷺ نے ظہر کی نماز اسی خوبصورتی سے پڑھائی جس خوبصورتی سے وہ اسکو اسکے وقت میں پڑھتے تھے،اسکے بعد عصر نماز کے لئے اقامت کہی تو آپ ﷺ نے اسکو بھی اسی خوبصورتی کے ساتھ پڑھا جس خوبصورتی سے وہ اسکو اسکے وقت میں پڑھتے تھے، پھر آپ ﷺ نے بلال کو حکم دیا اور انہوں نے مغرب کے لئے اقامت کہی اور آپ ﷺ نے مغرب کی نماز اسی طرح پڑھی اور یہ واقعہ صلوۃ خوف کی مشروعیت سے قبل کا ہے۔اسکو احمد نے روایت کیا ہے اور نسائی نے بھی اسے ذکر کیا ہے مگر انہوں نے مغرب کی نماز کو بیان نہیں کیا۔

فائدہ :اس حدیث سے فوائت کے درمیان ترتیب کا ثبوت ہوتا ہے۔اب یہ امر قابل غور ہے کہ آپ ﷺ نے اس ترتیب کو کیوں اختیار فرمایا سوجبکہ ہم ان احادیث پر غور کرتے ہیں جن سے وجوب ترتیب بین الفائتہ والوقتیہ ثابت ہوتا ہے تو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ترتیب علی وجہ الوجوب تھی۔کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وقتیہ کا وقت فائتہ کے بعد ہے۔اور فوائت میں ہر نماز اپنے وقت میں وقتیہ تھی۔مثلاً عصر کے وقت ظہر فائتہ تھی اور عصر وقتیہ۔پس ظہر کی نماز کا وقت عصر کی نماز پر مقدم تھا اور مغرب کے وقت عصر فائتہ تھی اور مغرب وقتیہ اس لئے عصر کی نماز کا وقت مغرب کی نماز پر مقدم تھا اور عشاء کے وقت مغرب فائتہ تھی اور عشاء وقتیہ لہذا مغرب کی نماز

۱۸۶۳— عن : أبي عبيدة بن عبد الله بن مسعود ، قَالَ : قَالَ عَبْدُ اللهِ ﷺ : أَنَّ الْمُشْرِكِيْنَ شَغَلُوْا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ عَنْ أَرْبَعِ صَلَاةٍ يَوْمَ الْخَنْدَقِ ، حَتّٰى ذَهَبَ مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللهُ ، فَأَمَرَ بِلَالًا ﷺ فَأَذَّنَ ثُمَّ أَقَامَ ، فَصَلَّى الظُّهْرَ ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعِشَاءَ . رواه الترمذي (۱:۲۵) وقال : ليس بإسناده بأس إلا أن أبا عبيدة لم يسمع من عبد الله اه. قلت : قد تقدم أنه سمع من أبيه عند بعض أهل الحديث ، فالإسناد حجة متصل.

باب وجوب سجود السهو وكونه بين السلامين

۱۸۶۴— عن : محمد بن سيرين ، يَقُوْلُ : سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ ﷺ يَقُوْلُ : صَلَّى بِنَا

کا وقت عشاء کی نماز پر مقدم تھا۔ پس ترتیب کا وجوب ثابت ہوگیا اور جبکہ اسکے ساتھ صلوا کما رایتمونی أصلّی کو ملایا جاتا ہے اور کہا جائے کہ بقرینہ مقام ودیگر قرائن معنی یہ ہیں کہ جس ترتیب سے تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے اسی ترتیب سے تم بھی پڑھا کرو تو اس سے وجوب ترتیب کو مزید تقویت ہوجاتی ہے اور ہم نے بقرینہ مقام ودیگر قرائن کی اس لئے قید لگائی کہ اگر نفس الفاظ پر نظر کی جائے تو اس میں جماعت اور اقامت اور اذان وغیرہ بھی اسی طرح داخل ہیں جس طرح ترتیب داخل ہے اور اقامت وغیرہ واجب نہیں تو ترتیب کیونکر واجب ہوجائے گی فافھم و تامل تاملا صادقاً۔

۱۸۶۳-ابوعبیدہ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو خندق کے واقعہ میں چار نمازوں سے روک دیا یہاں تک کہ رات کا ایک حصہ گذر گیا۔ تب آپ ﷺ نے بلال کو حکم دیا پس انہوں نے اذان اور اقامت کہی اور آپ ﷺ نے ظہر کی نماز ادا کی اس کے بعد انہوں نے اقامت کہی اور آپ ﷺ نے عصر کی نماز پڑھی۔ پھر انہوں نے اقامت کہی اور آپ نے مغرب کی نماز ادا کی' اسکے بعد انہوں نے اقامت کہی اور آپ ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند لاباس بہ ہے۔ مگر اتنی بات ہے کہ ابوعبیدہ نے ابن مسعودؓ سے کچھ نہیں سنا۔ مؤلف کہتے ہیں کہ بعض کی تحقیق ہے کہ ابوعبیدہ کو ابن مسعودؓ سے سماع حاصل ہے اس لئے سند حجت ہے۔

فائدہ: اگر ابوعبیدہ کو سماع حاصل بھی نہ ہو تب بھی حجت ہے کیونکہ دوسری روایات سے اس کی تائید ہوتی ہے پھر ابوعبیدہ اسکو جزم کے ساتھ بیان کررہے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکو یہ روایت موثق ذریعہ سے پہنچی ہے، واللہ اعلم اور وجہِ استدلال وہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔

رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِحْدٰی صَلاَتَيِ الْعَشِيِّ ، اِمَّا الظُّهْرَ وَاِمَّا الْعَصْرَ ، فَسَلَّمَ فِیْ رَكْعَتَيْنِ . الحديث وَفِيْهِ : فَصَلّٰی رَكْعَتَيْنِ وَ سَلَّمَ ، ثُمَّ كَبَّرَ ثُمَّ سَجَدَ ، ثُمَّ كَبَّرَ فَرَفَعَ ، ثُمَّ كَبَّرَ وَ سَجَدَ ، ثُمَّ كَبَّرَ وَرَفَعَ ، قال : (أي محمد بن سيرين كما قال النووی) وأخبرت عن عمران بن حصين ﷺ أنه قال : وَسَلَّمَ . رواه مسلم (١ :٢١٣).

١٨٦٥— عن : ابن مسعود ﷺ مَرْفُوْعاً : اِذَا شَكَّ اَحَدُكُمْ فِیْ صَلاَتِهٖ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلْيُتِمَّ عَلَيْهِ ، ثُمَّ لِيُسَلِّمْ ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ . راوه البخاری (١ :٥٨).

١٨٦٦— عن : أبی هريرة ﷺ : اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ وَهُوَ جَالِسٌ ثُمَّ سَلَّمَ . رواه النسائی (١ :١٩٥) وسكت عنه .

باب سجدہ سہو واجب ہے اور وہ دو سلاموں کے درمیان ہوتا ہے

١٨٦٤-محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہؓ کو کہتے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں شام کی ایک نماز یعنی ظہر کی یا عصر کی پڑھائی اور دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیا۔ اسکے بعد اور مضمون بیان کیا اور اس (حدیث) میں بیان کیا کہ اس کے بعد آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں اور سلام پھیرا، اسکے بعد سجدہ کیا پھر تکبیر کہہ کر سر اٹھایا، پھر تکبیر کہہ کر سجدہ کیا، پھر تکبیر کہہ کر سر اٹھایا، اسکے بعد محمد بن سیرین نے بیان کیا کہ مجھ سے بیان کیا گیا کہ عمران کہتے تھے کہ اسکے بعد آپ ﷺ نے سلام پھیرا۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: سجدہ سہو کا دو سلاموں کے درمیان ہونا معلوم ہوا۔ اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

١٨٦٥-ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو اپنی نماز کی رکعتوں کی تعداد میں شک ہو تو اس کو چاہئے کہ سوچ کر ٹھیک بات معلوم کرے پھر جو ٹھیک بات معلوم ہو اس پر اپنی نماز کو ختم کرے، اسکے بعد سلام پھیرے اور سلام کے بعد دو سجدے کرے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے سجدہ سہو کا وجوب معلوم ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سجدہ سہو سے پہلے سلام ہوتا ہے۔

١٨٦٦-ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (سجدہ سہو کے موقعہ پر) اوّل سلام پھیرا، اسکے بعد سہو کے لئے بیٹھے ہوئے دو سجدے کئے، اسکے بعد آخری سلام پھیرا۔ اس کو نسائی نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔

فائدہ: یہ روایت مدعا میں نص ہے کہ دو سلاموں کے درمیان میں سجدہ سہو ہوتا ہے۔

١٨٦٧— عن : عمران بن حصين ﷺ : اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ صَلّٰی ثَلَاثًا ثُمَّ سَلَّمَ ، فَقَالَ الْخِرْبَاقُ : اِنَّكَ صَلَّيْتَ ثَلَاثًا ، فَصَلّٰی بِهِمِ الرَّكْعَةَ الْبَاقِيَةَ ثُمَّ سَلَّمَ ، ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ ثُمَّ سَلَّمَ . رواه النسائی (١:١٩٥) وسكت عنه ، وروى مسلم نحوه (١:٢١٤).

١٨٦٨— عن : عبد الله بن جعفر ، اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : مَنْ شَكَّ فِیْ صَلَاتِهٖ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا يُسَلِّمُ . رواه أبو داود والنسائی ، ورواه البيهقی ، وقال : إسناده لا بأس به (زيلعی ١:٣٠٠) وفی الدراية : وصححه ابن خزيمة (ص—١٢٥).

١٨٦٩— عن ثوبان ﷺ عن النبی ﷺ قَالَ : لِكُلِّ سَهْوٍ سَجْدَتَانِ بَعْدَ مَا يُسَلِّمُ . رواه أبوداود فی باب من نسی ان يتشهد (١:٤٠١) ولم يضعفه ، فهو حديث حسن .

١٨٧٠— عن : عطاء بن أبی رباح ، قَالَ : صَلَّيْتُ مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ ﷺ اَلْمَغْرِبَ ، فَسَلَّمَ فِی الرَّكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ قَامَ يُسَبِّحُ بِهِ الْقَوْمُ ، فَصَلّٰی بِهِمِ الرَّكْعَةَ ، ثُمَّ سَلَّمَ ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ .

١٨٦٧—عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تین رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا۔ خرباقؓ نے مطلع کیا کہ آپ ﷺ نے تین رکعتیں پڑھی ہیں، تب آپ ﷺ نے باقی رکعت پڑھی اسکے بعد سلام پھیرا اور سلام کے بعد سہو کے لئے دو سجدے کئے، اسکے بعد آخری سلام پھیرا۔ اس کو نسائی نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔ اور مسلم نے بھی اسی کے قریب قریب روایت کیا ہے۔

١٨٦٨—عبداللہ بن جعفر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو اپنی نماز میں شک ہو اسکو چاہئے کہ سلام کے بعد دو سجدے کرے۔ اسکو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے اور بیہقی نے اس کی سند کو لاباس بہ کہا ہے اور ابن خزیمہ نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی سجدہ سہو کا وجوب ثابت ہوتا ہے کیونکہ امر میں اصل وجوب ہے۔

١٨٦٩—ثوبانؓ، رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر سہو کے لئے سلام کے بعد دو سجدے ہیں۔ اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر جرح نہیں کی لہذا یہ حسن ہے۔

١٨٧٠—عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن زبیرؓ کے پیچھے مغرب کی نماز پڑھی تو انہوں نے دو رکعت پر سلام پھیر دیا۔ مقتدیوں نے تسبیح کہی تو وہ کھڑے ہوئے اور تیسری رکعت پڑھی اور سلام پھیر کر دو سجدے کئے ،

قَالَ : فَاَتَيْتُ اِبْنَ عَبَّاسٍ مِنْ فَوْرِى فَاَخْبَرْتُهُ فَقَالَ : اَللّٰهُ اَبُوكَ ! مَا مَاطَ عَنْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ . أخرجه ابن سعد فى الطبقات (عمدة القارى ٣:٧٣٦) قال الزيلعى (١:٣٠١) : روى ابن سعد فى ترجمة ابن الزبير : أخبرنا عارم بن الفضل ، ثنا حماد بن زيد ، ثنا عسل بن سفيان ، عن عطاء ، فذكره . قلت : رجاله كلهم ثقات غير عسل ، أما عارم بن الفضل فهو محمد بن الفضل يلقب بعارم من رجال الجماعة ثقة ثبت ، كذا فى التقريب (ص–١٩٣) وحماد بن زيد و عطاء لا يسئل عنهما ، وعسل بن سفيان ضعفه ابن معين والبخارى و غيرهما ، ولكن روى عنه شعبة ، وهو لا يروى إلا عن ثقة عنده ، و ذكره ابن حبان فى الثقات وقال : يخطئ ويخالف ، وقال ابن عدى : هو مع ضعفه يكتب حديثه ، وقال أبو أحمد الحاكم : ليس بالمتين عندهم ، وقال يعقوب بن سفيان : ليس بمتروك ، ولا هو حجة اھ. من التهذيب (٧:١٩٣) قلت : فهو حسن الحديث . وأخرجه الطحاوى فى معانى الآثار (١:٢٥٦) ، حدثنا فهد ، قال : ثنا على بن معبد (ابن شداد أبو محمد الرقى نزيل مصر ، وثقه أبو حاتم وابن حبان) قال: ثنا عبيد الله (هو ابن عمر ، والرقى من رجال الجماعة ثقة) عن زيد (هو ابن ابى انيسة من رجال الجماعة ثقة) عن جابر هو الجعفى مختلف فيه ، وثقه شعبة وسفيان ، وضعفه آخرون ، وإن كان جابر بن زيد أبا الشعثاء فهو من رجال الجماعة ثقة ، وكلاهما محتمل) عن عطاء نحوه ، إلا أنه قال : فَانْطَلَقْتُ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَذَكَرْتُ لَهٗ مَا فَعَلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ ، فَقَالَ : اَحْسَنَ وَاَصَابَ اھ. و بالجملة فالحديث حسن .

١٨٧١– عن : عبد الرحمن المسعودى ، عن زياد بن علاقة ، قال : صَلّٰى بِنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ ، فَنَهَضَ فِى الرَّكْعَتَيْنِ ، فَسَبَّحَ بِهٖ مَنْ خَلْفَهٗ ، فَاَشَارَ اِلَيْهِمْ اَنْ قُوْمُوْا ،

میں فوراً ابن عباسؓ کے پاس آیا اور واقعہ کی اطلاع کی، آپؓ نے فرمایا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے طریق سے نہیں ہٹے۔ اسکو ابن سعد نے طبقات میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ نیز اسکو طحاوی نے دوسری سند سے روایت کیا۔

١٨٧١–زیاد بن علاقہ کہتے ہیں کہ ہمیں مغیرہ بن شعبہؓ نے نماز پڑھائی، تو دو رکعتوں پر تشہد کے لئے نہ بیٹھے۔ مقتدیوں نے

فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلاَتِهِ وَسَلَّمَ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ ، فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ : رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَصْنَعُ كَمَا صَنَعْتُ . رواه أبو داود و سكت عنه والترمذی وقال : حديث حسن صحيح ، وقال النووی فی الخلاصة : روی الحاكم فی المستدرك نحوه من حديث سعد بن أبی وقاص ﷺ ، ومثله من حديث عقبة ، قال فی كل منهما : صحيح علی شرط الشيخين اه. كذا فی نصب الراية (١:٣٠١) وأخرجه الطحاوی فی معانی الآثار (١:٢٥٥) حدثنا حسين بن نصر ، قَالَ : سَمِعْتُ يَزِيْدَ بْنَ هَارُوْنَ ، قَالَ :أَنَا الْمَسْعُوْدِيُّ ، عَنْ زِيَادٍ ، عَنِ الْمُغِيْرَةِ ، قَالَ : صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَسَهَا فَنَهَضَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ ، فَسَبَّحْنَا بِهِ ، فَمَضٰى ، فَلَمَّا أَتَمَّ الصَّلاَةَ وَ سَلَّمَ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ اه. فرفعه صريحا ورجاله كلهم ثقات و سنده صحيح .

١٨٧٢– حدثنا : أبو بكرة ، قال : ثنا أبو عمر قال : أنا حماد بن سلمة ، أن خالد الحذاء أخبرهم ، عن أبی قلابة ، عن عمران بن حصين ﷺ قَالَ : فِيْ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ يُسَلِّمُ ، ثُمَّ يَسْجُدُ ثُمَّ يُسَلِّمُ . أخرجه الطحاوی (١:٢٥٦) ورجاله كله ثقات ، وقال النيموی : إسناده حسن (٢:٦٠).

تسبیح کہی، آپؐ نے (بذریعہ سبحان اللہ) کے اشارہ کیا کہ تم بھی کھڑے ہو جاؤ۔ پس جبکہ آپ نماز سے فارغ ہوئے اور سلام پھیرا تو سہو کے لئے دو سجدے کئے، پھر جب لوٹے تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ نے بھی ایسا ہی کیا تھا جیسا کہ میں نے کیا۔ اسکو ابوداؤد نے روایت کر کے اس پر سکوت کیا ہے اور ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے اور حاکم نے ایسا ہی مضمون سعد بن ابی وقاصؓ اور عقبہ بن عامرؓ سے روایت کر کے دونوں کو شرط شیخین پر صحیح کہا ہے۔ اور طحاوی میں مغیرۃ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی اور دو رکعتوں پر تشہد بھول کر اٹھنے لگے، لوگوں نے سبحان اللہ کے ذریعہ سے متنبہ کیا۔ آپ ﷺ نے التفات نہ فرمایا اور کھڑے ہو گئے، پس جبکہ نماز پوری کر لی اور سلام پھیرا تو سہو کے لئے دو سجدے کئے۔ اس کی سند صحیح ہے۔ مؤلف نے کہا ہے کہ عبداللہ بن زبیرؓ اور مغیرۃ بن شعبہؓ کی روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ نقصان کی صورت میں بھی سجدہ سہو بعد سلام ہوتا ہے۔

۱۸۷۲– عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے سجدہ سہو کے متعلق یہ طریق بیان فرمایا کہ سلام پھیر کر سجدہ سہو کرے اسکے بعد پھر سلام پھیرے۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقات ہیں اور اس کی اسناد حسن ہے۔

۱۸۷۳– حدثنا : سليمان بن شعيب ، قال : ثنا عبد الرحمن بن زياد ، قال : ثنا شعبة ، قال : حدثني عكرمة بن عمار اليمامي ، عن ضمضم بن جوس الحنفي ، عن عبد الرحمن بن حنظلة بن الراهب : أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ صَلّٰى صَلاَةَ الْمَغْرِبِ فَلَمْ يَقْرَأْ فِي الرَّكْعَةِ الْأُوْلٰى شَيْئاً ، فَلَمَّا كَانَتِ الثَّانِيَةُ قَرَأَ فِيْهَا بِفَاتِحَةِ الْقُرْآنِ وَ سُوْرَةٍ مَرَّتَيْنِ ، فَلَمَّا سَلَّمَ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ . أخرجه الطحاوى (۱:۲۵۶) أيضاً ، وسنده حسن ، و نترجم رجاله فى الحاشية إن شاء الله تعالى ، وقال الحافظ فى الفتح : رجاله ثقات اه (۳:۷۱).

۱۸۷٤– حدثنا : سليمان ، قال : ثنا عبد الرحمن ، قال : ثنا شعبة ، عن بيان أبى بشر الأحمسى قال : سمعت قيس بن أبى حازم ، قال : صَلّٰى بِنَا سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ ﷺ فَقَامَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُوْلَيَيْنِ ، فَقَالُوْا : سُبْحَانَ اللهِ ! فَقَالَ : سُبْحَانَ اللهِ ! فَمَضٰى ، فَلَمَّا سَلَّمَ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ . أخرجه الطحاوى (۱:۲۵۶) أيضاً وسنده صحيح ، و أخرج بسند صحيح نحوه عن ابن الزبير من فعله .

۱۸۷٥– عن : قتادة ، عن أنس ﷺ ، أَنَّهُ قَالَ فِي الرَّجُلِ يَهِمُ فِيْ صَلاَتِهٖ لاَ يَدْرِيْ أَزَادَ أَمْ نَقَصَ ؟ قَالَ : يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا يُسَلِّمُ . رواه الطحاوى و إسناده

فائدہ: یہ روایت نہایت صفائی کے ساتھ بتلاتی ہے کہ سجدہ سہو سے پہلے بھی سلام ہے اور بعد میں بھی اور یہ صحابی کا فتوی ہے جو مرفوع کے حکم میں ہے۔

۱۸۷۳-عبدالرحمٰن (ابوعبداللہ) بن حنظلہ سے روایت ہے کہ عمر بن الخطابؓ نے مغرب کی نماز پڑھی تو آپ نے (سہواً) رکعت اولی میں کچھ نہیں پڑھا۔ جب دوسری رکعت ہوئی تو آپ نے فاتحہ اور سورۃ دو مرتبہ پڑھیں پھر جبکہ سلام پھیرا تو سہو کے لئے دو سجدے کئے۔ اسکو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

۱۸۷۴-قیس بن ابی حازم سے روایت ہے کہ ہمیں سعد بن ابی وقاصؓ نے نماز پڑھائی اور پہلی دو رکعت پر کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے کہا سبحان اللہ! تو آپ نے بھی سبحان اللہ کہا اور آگے چلدئے پس جبکہ آپ نے سلام پھیرا تو سہو کے لئے دو سجدے کئے۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے اور یہی ابن زبیرؓ سے بھی بسند صحیح روایت کیا ہے۔

۱۸۷۵-قتادہ، انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اس شخص کی بابت میں جو اپنی نماز کے باب میں شبہ کرے اور

صحیح، کذا فی آثار السنن (۲:۵۹)

۱۸۷۶– عن: عمرو بن دینار، عن عبد اللہ بن عباس ﷺ، قَالَ: سَجْدَتَا السَّهْوِ بَعْدَ السَّلَامِ. رواه الطحاوی و إسناده حسن (آثار السنن ۲:۵۹).

باب التشهد بعد سجود السهو

۱۸۷۷– عن: عمرانِ بن حصین ﷺ: أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ صَلّٰی بِهِمْ فَسَهَا فَسَجَدَ سَجْدَتَیْنِ ثُمَّ تَشَهَّدَ ثُمَّ سَلَّمَ. رواه الترمذی (۱:۵۲) وقال: حسن غریب، و أبو داود (۱:۴۰۱) وسکت عنه، وفی فتح الباری (۲:۷۹): رواه ابن حبان فی صحیحه والحاکم فی مستدرکه وقال الحاکم: صحیح علی شرط الشیخین.

یہ نہ جانے کہ اس نے زیادتی کی ہے یا کمی؟ فرمایا کہ ایسا شخص سلام کے بعد دو سجدے کرے۔ اسکو بھی طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند بھی صحیح ہے۔

۱۸۷۶–عمرو بن دینار، عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا سہو کے دو سجدے سلام کے بعد ہیں۔ اسکو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اسکی سند حسن ہے۔

فائدہ: درج بالا روایات سے معلوم ہوا کہ سجدہ سہو سلام کے بعد ہے اور یہی احناف کا مسلک ہے، باقی وہ روایات جن میں سلام سے قبل سجدہ سہو کرنے کا ذکر ہے تو ان روایات میں سلام سے مراد سلام تحلیل بنیۃ القطع ہے یعنی نماز کو بالکل ختم کرنے والا سلام سجود سہو کے بعد ہو اور احناف سجود سہو سے قبل جس سلام کے قائل ہیں وہ سلام تحلیل اور قاطع صلوۃ نہیں، نیز خود ابن مسعودؓ کا عمل سلام کے بعد سجدہ سہو کا ہے اور ہمارے نزدیک جب ایک راوی کی روایت اور اس کے عمل میں تعارض ہو جائے تو عمل کو ترجیح دی جاتی ہے لہذا ابن مسعودؓ کا عمل یعنی سلام کے بعد سجدہ سہو راجح ہوگا۔

باب سجدہ سہو کے بعد تشہد ہے

۱۸۷۷–عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو نماز پڑھائی تو آپ ﷺ کو سہو ہو گیا اس پر آپ ﷺ نے (بعد سلام کے) دو سجدے کئے اسکے بعد تشہد پڑھا پھر سلام پھیرا۔ اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے حسن غریب کہا ہے، نیز اسے ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔ نیز اسے ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے اور حاکم نے اسے شرط شیخین پر صحیح کہا ہے۔

١٨٧٨– عن وكيع : عن سفيان الثورى ، عن خصيف ، عن أبى عبيدة ، قَالَ : قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ ﷺ : إِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ فِىْ قُعُوْدٍ اَوْ قَعَدَ فِىْ قِيَامٍ ، اَوْ سَلَّمَ فِى الرَّكْعَتَيْنِ فَلْيُتِمَّ ثُمَّ لِيُسَلِّمْ ثُمَّ لِيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ يَتَشَهَّدُ فِيْهِمَا وَ يُسَلِّمُ . أخرجه سحنون فى المدونة الكبرى له (١٢٨:١) و رجاله أشهر من أن يثنى عليهم غير خصيف ، وهو حسن الحديث إذا روى عنه ثقة ، و أيما رجل أوثق من سفيان ، فالأثر حسن جيد .

باب سقوط سجود السهو عن المؤتم بسهوه ولزومه عليه بسهو إمامه

١٨٧٩– حدثنا : على بن الحسن بن هارون بن رستم السقطى ، ثنا محمد بن سعيد أبو يحيى العطار ، ثنا شبابة ، ثنا خارجة بن مصعب ، عن أبى الحسين المدينى عن سالم بن عبد الله بن عمر ، عن أبيه ، عن عمر رضى الله عنهما عن النبى ﷺ قَالَ : لَيْسَ عَلٰى مَنْ خَلْفَ الْاِمَامِ سَهْوٌ ، فَاِنْ سَهٰى الْاِمَامُ فَعَلَيْهِ وَعَلٰى مَنْ خَلْفَهُ السَّهْوُ ، وَاِنْ سَهٰى مَنْ خَلْفَ الْاِمَامِ فَلَيْسَ عَلَيْهِ سَهْوٌ وَالْاِمَامُ كَافِيْهِ . رواه الدارقطنى (١٤٥:١).

١٨٧٨-عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جب کوئی شخص بیٹھنے کے موقعہ پر کھڑا ہو جائے۔ یا کھڑا ہونے کے موقعہ پر بیٹھ جائے یا دو رکعتوں پر سلام پھیر دے تو اسکو چاہیے کہ وہ اپنی نماز پوری کرے، اسکے بعد سلام پھیرے اور دو سجدے کرے جن کے بعد تشہد پڑھے اور سلام پھیرے۔ اسکو سحنون نے مدوّنہ کبریٰ میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن اور جید ہے۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھا جائے اور اس میں اس بات کی بھی تصریح ہے کہ سجدہ سہو بھی سلام کے بعد کیا جائے۔

باب مقتدی کے سہو سے کسی پر سجدہ سہو لازم نہیں ہوتا اور امام کے سہو سے سب پر لازم ہوتا ہے

١٨٧٩-حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مقتدیوں پر سہو نہیں۔ اب اگر امام کو سہو ہو تو وہ امام پر بھی ہے اور مقتدیوں پر بھی۔ اور اگر مقتدی کو سہو ہو تو اس پر سجدہ سہو نہیں اور امام اسکو بچانے والا ہے۔ اسکو دارقطنی نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے عنوان باب کے دونوں جزو ثابت ہوتے ہیں کہ امام کا سہو امام اور مقتدی دونوں پر ہے اور مقتدی کا سہو کسی پر نہیں۔ مغنی ابن قدامہ میں ہے کہ "اسی پر اکثر اھل علم کا عمل ہے" اور میں کہتا ہوں کہ احناف کا بھی یہی مسلک ہے۔

١٨٨٠– عن : عبد الله بن بحينة : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلّٰى فَقَامَ فِي الرَّكْعَتَيْنِ ، فَسَبَّحُوْا بِهٖ فَمَضٰى ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ صَلَاتِهٖ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ . رواه النسائي و زاد الترمذي . و سَجَدَهُمَا النَّاسُ مَكَانَ مَا نَسِيَ مِنَ الْجُلُوْسِ . كذا في النيل (٢:٣٧٠).

قلت : و قال الترمذي : حديث ابن بحينة حديث حسن اه (١:٥١).

باب من سها عن القعدة الأولى أو الأخيرة

١٨٨١– عن : أبي هريرة ﷺ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلّٰى بِهِمْ صَلَاةَ الْعَصْرِ أَوِ الظُّهْرِ فَقَامَ فِيْ رَكْعَتَيْنِ فَسَبَّحُوْا لَهٗ فَمَضٰى فِيْ صَلَاتِهٖ ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ . رواه البزار و رجاله ثقات (مجمع الزوائد ١:٢٠٢).

١٨٨٢– حديث : أَنَّ أَنَساً ﷺ تَحَرَّكَ لِلْقِيَامِ في الرَّكْعَتَيْنِ مِنَ الْعَصْرِ ، فَسَبَّحُوْا بِهٖ فَجَلَسَ ثُمَّ سَجَدَ لِلسَّهْوِ. البيهقي والدار قطني في العلل بإسناده ، وأشار أن في بعض الطرق

١٨٨٠-عبداللہ بن بحینہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی تو دو رکعتوں پر کھڑے ہو گئے، لوگوں نے تسبیح کہی، آپ ﷺ نے پروا نہیں کی پس جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو سہو کے لئے دو سجدے کئے، اس کے بعد سلام پھیرا۔ اس کو نسائی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اس میں یہ مضمون بڑھایا ہے کہ لوگوں نے بھی سجدہ سہو کیا بجائے اس قعدہ کے جس کو آپ ﷺ بھول گئے تھے۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کے سہو سے لوگوں پر سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔ ابن منذر اور اسحاق نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

باب اس شخص کے بیان میں جو قعدہ اولی یا اخیرہ بھول جائے

١٨٨١-ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی اور دو رکعتوں پر کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے سبحان اللہ کہا، لیکن آپ ﷺ نے پرواہ نہیں کی پس جب آپ ﷺ نماز پوری کر چکے (یعنی تشہد پڑھ کر سلام پھیرا) تو دو سجدے کئے اسکے بعد سلام پھیرا۔ اسکو بزار نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے قعدہ اولی سے بھولنے پر سجدہ سہو کا ذکر ہے اور احناف کا بھی یہی مسلک ہے۔

١٨٨٢-انسؓ نے عصر کی دو رکعتوں پر قیام کے لئے حرکت کی۔ لوگوں نے سبحان اللہ کہا، آپ بیٹھ گئے اسکے بعد سجدہ سہو کیا۔ اس کو بیہقی نے روایت کیا ہے۔ نیز دار قطنی نے بھی اسے کتاب العلل میں روایت کیا ہے اور اسکے بعض طرق میں کچھ مضمون

زيادة فيه أنه قال : هذا السنة ، تفرد بذلك سليمان بن بلال ، عن يحيى بن سعيد ، عن أنس ﷺ ، ورجاله ثقات (التلخيص الحبير ۱:۱۱۳) . قلت : و أخرجه محمد بن الحسن الإمام في موطأه (ص—۱۰۵) عن يحيى بن سعيد : اَنَّ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ صَلّٰى بِهِمْ فِيْ سَفَرٍ كَانَ مَعَهٗ فِيْهِ ، فَصَلّٰى سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ نَاءَ لِلْقِيَامِ ، فَسَبَّحَ بَعْضُ اَصْحَابِهٖ فَرَجَعَ ، ثُمَّ لَمَّا قَضٰى صَلَاتَهٗ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ، قَالَ : لَا اَدْرِیْ اَقَبْلَ التَّسْلِيْمِ اَمْ بَعْدَهٗ . و هذا سند صحيح .

۱۸۸۳— عن قيس بن ابی حازم قال : صَلّٰى بِنَا سَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ ﷺ فَنَهَضَ فِی الرَّكْعَتَيْنِ فَسَبَّحْنَا لَهٗ فَاسْتَتَمَّ قَائِمًا ، قَالَ فَمَضٰى فِیْ قِيَامِهٖ حَتّٰى فَرَغَ ، قَالَ اَكُنْتُمْ تَرَوْنَ اَنْ اَجْلِسَ ؟ اِنَّمَا صَنَعْتُ كَمَا رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَصْنَعُ . قَالَ اَبُوْ عُثْمَانَ عمرو بن محمد الناقد لم نسمع احدا يرفع هذا الحديث غير ابی معاوية رواه ابو يعلى و البزار و رجاله رجال الصحيح و عن قيس بن ابی حازم قَالَ : صَلّٰى بِنَا سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ فَذَكَرَ نَحْواً مِنْ حديث ابی معاوية و لم يذكر النبی ﷺ. رواه ابو يعلى ايضا و رجاله رجال الصحيح . (مجمع الزوائد ۱:۲۰۲) .

زائد ہے جس میں یہ مضمون بھی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ یہ شرعی قاعدہ ہے اور اس کے رجال ثقات ہیں۔ اور امام محمدؒ نے مؤطا میں روایت کیا ہے کہ یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ انس بن مالکؓ نے ان کو اس سفر میں جس میں وہ یعنی یحییٰ بن سعید بھی ان کے ساتھ موجود تھے نماز پڑھائی۔ پس انہوں نے دو رکعتیں پڑھیں، اس کے بعد کھڑا ہونا چاہا، کسی نے تسبیح کہی تو وہ قعود کی طرف لوٹ آئے پھر جب نماز پوری کر چکے تو دو سجدے کئے۔ لیکن یہ یاد نہیں کہ سلام سے پہلے کئے یا سلام کے بعد؟ یہ سند صحیح ہے۔

<u>فائدہ</u>: اس میں قعدہ اخیرہ سے سہو کی صورت میں سجدہ سہو کا بیان ہے بشرطیکہ اس نے پانچویں رکعت کا رکوع نہ کیا ہو۔

۱۸۸۳—قیس بن ابی حازم کہتے ہیں کہ ہمیں سعد بن ابی وقاصؓ نے نماز پڑھائی تو دو رکعتوں پر کھڑے ہونے لگے۔ ہم نے تسبیح کہی تو آپ (چونکہ اقرب الی القیام ہو چکے تھے اس لئے) پورے کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا، کیا تمہارا خیال تھا کہ میں حالت معلومہ میں بیٹھ جاؤں (یہ قاعدہ کے خلاف ہے کیونکہ) میں نے وہی کیا ہے جو رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا ہے۔ ابوعثمان عمرو بن محمد ناقد کہتے ہیں کہ ہم نے ابو معاویہ کے سوا کسی کو نہیں سنا کہ وہ اس حدیث کو مرفوع کرتا ہو۔ اس کو ابویعلی اور بزار نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی صحیح کے راوی ہیں۔ اور قیس بن ابی حازم سے بطریق ابومعاویہ یہ روایت موقوفاً بھی مروی ہے اور اس کو بھی ابویعلی نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی بھی صحیح کے راوی ہیں۔

۱۸۸۴ – حدثنا : ابن مرزوق ، قال : ثنا أبو عامر عن إبراهيم بن طهمان ، عن المغيرة بن شبيل ، عن قيس بن أبي حازم ، قال : صَلّٰى بِنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ ، فَقَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ قَائِماً ، فَقُلْنَا : سُبْحَانَ اللهِ ، فَاَوْمٰى وَقَالَ سُبْحَانَ اللهِ ، فَمَضٰى فِيْ صَلَاتِهٖ ، فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهٗ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ ، ثُمَّ قَالَ : صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَاسْتَوٰى قَائِماً مِنْ جُلُوْسِهٖ ، فَمَضٰى فِيْ صَلَاتِهٖ ، فَلَمَّا قَضٰى صَلَاتَهٗ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ ، ثُمَّ قَالَ : اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ فَقَامَ مِنَ الْجُلُوْسِ فَاِنْ لَمْ يَسْتَتِمَّ قَائِماً فَلْيَجْلِسْ ، وَلَيْسَ عَلَيْهِ سَجْدَتَانِ ، فَاِنِ اسْتَوٰى قَائِماً فَلْيَمْضِ فِيْ صَلَاتِهٖ وَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ وَهُوَ جَالِسٌ .

أخرجه الطحاوی ، وسنده صحيح و رجاله من رجال الجماعة إلا ابن مرزوق فمن رجال النسائی ثقة ، و إلا المغيرة بن شبيل ، فمن رجال الأربعة ثقة من الرابعة ، كما فی التقريب (۱۱ : ۲۱۳).

باب حكم الشك فی عدد ركعات الصلاة

۱۸۸۵ – عن : عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ ؓ : اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ سَهَا

۱۸۸۴-قیس بن ابی حازم سے روایت ہے کہ ہمیں مغیرۃ بن شعبہؓ نے نماز پڑھائی تو دو رکعتوں پر سیدھے کھڑے ہو گئے۔ ہم نے سبحان اللہ کہا تو انہوں نے کھڑے ہونے کا اشارہ کیا اور سبحان اللہ کہا اور اپنی نماز کو جاری رکھا۔ پھر جب وہ اپنی نماز پوری کر چکے تو بیٹھنے کی حالت میں دو سجدے کئے۔ اسکے بعد فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی تو آپ ﷺ بجائے بیٹھنے کے سیدھے کھڑے ہو گئے اور نماز پوری کی پس جبکہ نماز پڑھ چکے تو بیٹھنے کی حالت میں دو سجدے کئے، اسکے بعد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص بجائے بیٹھنے کے کھڑا ہو جائے تو اگر وہ پورا نہیں کھڑا ہوا ہے تو اسے چاہئے کہ بیٹھ جائے اور اس صورت میں اسپر دو سجدے نہیں۔ اور اگر پورا کھڑا ہو گیا ہے تو (واپس قعود کی طرف نہ لوٹے بلکہ) اپنی نماز پوری کرلے اور بیٹھے ہوئے دو سجدے کرلے۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: یہ حدیث اس باب میں نص ہے اور قولی حدیث ہونے کی بنا پر ضابطہ کی حیثیت رکھتی ہے کہ اگر قعدہ اولی سے اٹھنے کی صورت میں اگر وہ قعود کے قریب ہو تو بیٹھ جائے اور اس پر سجدہ سہو نہیں اور اگر وہ قیام کے قریب ہو تو وہ واپس قعود کی طرف نہ لوٹے بلکہ نماز کو جاری رکھے اور آخر میں دو سجدے سہو کے کرے۔

فِيْ صَلاَتِهٖ فَلَمْ يَدْرِ كَمْ صَلّٰى ؟ فَقَالَ : لِيُعِدْ صَلاَتَهٗ ، وَيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ قَاعِداً . أخرجه الطبرانی فی الكبير ، وهو من رواية إسحاق بن يحيى بن عبادة بن الصامت ، قال العراقی لم يسمع عن جده عبادة اه‍. كذا فی نيل الأوطار (٢:٣٦٥) . قلت : قال البخاری : أحاديثه معروفة ، وذكره ابن حبان فی الثقات فی التابعين ، كما فی التهذيب (١:٢٥٦) وسكوت العراقی عن بقية الرواة يشعر بأن كلهم ثقات ، والانقطاع فی القرون الثلاثة لايضر عندنا.

١٨٨٦– عن : ميمونة بنت سعد رضی الله عنها ، أَنَّهَا قَالَتْ : أَفْتِنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فِيْ رَجُلٍ سَهَا فِيْ صَلاَتِهٖ ، فَلاَ يَدْرِيْ كَمْ صَلّٰى ؟ قَالَ : يَنْصَرِفُ ثُمَّ يَقُوْمُ فِيْ صَلاَتِهٖ حَتّٰى يَعْلَمَ كَمْ صَلّٰى ، فَإِنَّمَا ذٰلِكَ الْوَسْوَاسُ يَعْرُضُ ، فَيُسْهِيْهِ عَنْ صَلاَتِهٖ . أخرجه الطبرانی أيضاً ، و فی اسناده عثمان بن عبد الرحمن الطرائفی الجزری مختلف فيه وفی اسناده ايضا عبد الحميد بن يزيد وهو مجهول ، كما قال العراقی اه‍. (نيل الأوطار ٢:٣٦٥) .

باب جب تعداد رکعت میں شک ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟

١٨٨٥–عبادۃ بن الصامتؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے اس شخص کی بابت دریافت کیا گیا جو نماز میں بھول گیا اور اسے معلوم نہیں کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے چاہئے کہ نماز کا اعادہ کرے (یہ بہتر ہے) یا (اسی نماز کو ظن غالب پر یا یقین پر بنا کر کے پورا کر کے آخر میں) سہو کے لئے بیٹھے ہوئے دو سجدے کر لے۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔ اس کے سند میں انقطاع ہے کیونکہ اسحٰق نے اپنے دادا عبادہ سے کچھ نہیں سنا لیکن ہمارے یہاں قرون ثلثہ (دور صحابہ دور تابعین و دور تبع تابعین) میں انقطاع مضر نہیں۔

<u>فائدہ</u>: اس حدیث سے اعادہ کی افضلیت اور سجدہ سہو کی کفایت ثابت ہوتی ہے۔

تنبیہ: متن میں ولیسجد ''واؤ'' کے ساتھ ہے لیکن بجائے واو کے اَوْ ہونا چاہئے کیونکہ اعادہ کی صورت میں سجدہ سہو نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

١٨٨٦– میمونہ بنت سعدؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ہمیں اس شخص کے باب میں فتوی دیجئے جس کو نماز میں بھول ہوئی اور اسے معلوم نہیں کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نماز سے لوٹ جائے اور دوبارہ نماز میں کھڑا ہو تا کہ وہ جان لے کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں، کیونکہ وہ وسوسہ ڈالنے والا آتا ہے اور اسکو اسکی نماز بھلا دیتا ہے۔

قلت : عثمان صدوق فی نفسه ، وثقه ابن معین ، وأبو حاتم ، وأنکر علی البخاری إدخاله فی الضعفاء ، ووثقه ابن شاهین ، وابن عدی و غیرهم ، ولکنه أکثر عن الضعفاء والمجهولین ، لأجل ذلك تکلم فیه من تکلم کما فی التهذیب (١٣٤:٧) وعبد الحمید بن یزید روی عنه عثمان البتی وحده مستور الحال ، و حدیث مثله مقبول عندنا و عند بعض المحدثین ، کما نذکره ، فالحدیث حسن لا سیما وله شاهد قد تقدم .

١٨٨٧– عن : سعید بن جبیر ، عن ابن عمر ﷺ أَنَّهٗ قَالَ فِی الَّذِیْ لَا یَدْرِیْ کَمْ صَلّٰی أَ ثَلَاثاً أَوْ أَرْبَعاً ؟قَالَ : یُعِیْدُ حَتّٰی یَحْفَظَ . وَفِیْ لَفْظٍ عَنْ اِبْنِ سِیْرِیْنَ ، عَنْهُ : أَمَّا أَنَا إِذَا لَمْ أَدْرِ کَمْ صَلَّیْتُ فَإِنِّیْ أُعِیْدُ . أخرجه ابن أبی شیبة فی مصنفه ، کذا فی البنایة (٩٢١:١) وسکت عنه الحافظ فی الدرایة (ص–٢٦) . وقال : وأخرج أی ابن أبی شیبة نحوه عن سعید بن جبیر و شریح و ابن الحنفیة اه. وفی نیل الأوطار (٤:٢و٥) : وهو مروی عن ابن عباس ، وابن عمر ، وعبد الله بن عمرو بن العاص من الصحابة ، و إلیه ذهب عطاء ، و الأوزاعی ، و الشعبی ، وأبو حنیفة اه.

١٨٨٨– محمد : أخبرنا أبو حنیفة ، عن حماد ، عن إبراهیم ، فِیْمَنْ نَسِیَ الْفَرِیْضَةَ فَلَا یَدْرِیْ أَرْبَعاً صَلّٰی أَمْ ثَلَاثاً ؟ قَالَ : إِنْ کَانَ أَوَّلَ نِسْیَانِهٖ أَعَادَ الصَّلَاةَ ، وَإِنْ کَانَ یَکْثُرُ

اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اسکی سند میں ایک راوی مختلف فیہ اور ایک مستور الحال ہے۔ لہذا حدیث حسن ہے اور اسکی تائید عبادہ کی روایت (مذکورہ بالا) سے بھی ہوتی ہے۔

١٨٨٧-ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے اس شخص کے باب میں جس کو یہ یاد نہیں کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار یہ فرمایا کہ وہ (استحبابا) نماز دہرالے تا کہ اسے یاد ہو جائے اور ایک روایت میں ہے کہ آپؓ نے فرمایا کہ جب مجھے یاد نہیں رہتا کہ میں نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں تو میں نماز کو دہرا لیتا ہوں۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور حافظ نے درایہ میں اس پر سکوت کیا ہے اور کہا ہے کہ ابن ابی شیبہ نے یہی مضمون اعادہ کا سعید بن جبیر، شریح اور محمد بن الحنفیہ سے روایت کیا ہے اور نیل الاوطار میں ہے کہ مضمونِ اعادہ ابن عباس، ابن عمر اور عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور یہی مذہب عطاء، اوزاعی، شعبی اور ابوحنیفہ رحمہم اللہ کا ہے۔

١٨٨٨-ابراہیم نخعیؒ نے اس شخص کی بابت جو نماز بھول جائے اور نہ جانے کہ چار پڑھی ہیں یا تین یہ فرمایا کہ اگر پہلی ہی مرتبہ

النِّسْيَانُ يَتَحَرَّى الصَّوَابَ ، وَإِنْ كَانَ اَكْبَرُ رَأْيِهِ اَنَّهُ اَتَمَّ الصَّلَاةَ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ ، وَإِنْ كَانَ اَكْبَرُ رَأْيِهِ اَنَّهُ صَلّٰى ثَلَاثاً اَضَافَ اِلَيْهَا وَاحِدَةً ، ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ . أخرجه فی کتاب الآثار (ص–۳۲) وسنده صحیح .

۱۸۸۹– محمد : قال : أخبرنا مالك بن مغول عن عطاء بن أبی رباح ، اَنَّهُ قَالَ : يُعِيْدُ ، قَالَ مُحَمَّدٌ : وَبِهِ نَأْخُذُ ، وَهُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ رحمه الله اه.

۱۸۹۰– عن : أبی هريرة ﷺ مرفوعا : لَا غِرَارَ فِیْ صَلَاةٍ وَلَا تَسْلِيْمٍ . رواه أحمد ، و أبو داود ، والحاكم ، قال العزيزی (۳:۴۴۰) : بإسناد صحيح اه. قلت : صحح الحاكم (۱:۲۴۴) علی شرط مسلم ، و أقره عليه الذهبی.

۱۸۹۱– عن : أبی سعيد الخدری ﷺ قال : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِذَا شَكَّ اَحَدُكُمْ فِیْ صَلَاتِهِ فَلَمْ يَدْرِ كَمْ صَلّٰى ثَلَاثاً اَمْ اَرْبَعاً ؟ فَلْيَطْرَحِ الشَّكَّ ، وَلْيَبْنِ

بھولا ہے تب تو بہتر یہ ہے کہ نماز دہرالے۔اور اگر نسیان زیادہ ہوتا ہے تو صحیح بات معلوم کرنے کی کوشش کرے، اب اگر اس کی غالب رائے یہ ہو کہ اس کی نماز پوری ہوگئی تب تو سہو کے لئے دو سجدے کرلے۔اور اگر غالب ظن یہ ہو کہ اس نے تین رکعتیں پڑھی ہیں (یا غالب ظن کسی طرف نہ ہو) تب ایک رکعت اور ملالے، اسکے بعد دو سجدے سہو کے لئے کرے۔(کیونکہ ہر مرتبہ اعادہ میں حرج ہے، گو بہتر اس صورت میں بھی اعادہ ہے)۔امام محمدؒ نے اسے کتاب الآثار میں روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے۔

۱۸۸۹–عطاء بن ابی رباح سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ صورت مذکورہ میں اعادہ کرے (یہ بہتر ہے) امام محمدؒ نے فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی قول امام ابوحنیفہؒ کا ہے۔

۱۸۹۰–ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نہ نماز میں کمی ہونی چاہئے نہ سلام نماز میں (بلکہ نماز کو بھی پورا پورا ادا کرنا چاہئے۔اور نہ عدد رکعات میں کمی کرنی چاہئے۔اور نہ ہیئات نماز میں۔لہذا نہ سلام میں کمی کرنی چاہیے کہ صرف السلام علیکم کہے بلکہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے جیسا کہ شارع نے تعلیم کیا ہے) اس کو احمد، ابوداؤد اور حاکم نے روایت کیا ہے اور حاکم نے اسے شرط مسلم پر صحیح کہا ہے اور ذہبی نے اسے برقرار رکھا ہے۔

<u>فائدہ</u>: نماز میں کمی نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز کا ہر رکن مکمل اور اطمینان سے ادا کرے اور رکعات کی تعداد میں شک ہونے کی صورت میں یقین یا غالب ظن کو چھوڑ کر اکثر رکعات کو مدار نہ بنائے بلکہ یقین یا اقل کو مدار بنائے۔

۱۸۹۱–ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی کو رکعات نماز میں تردد ہو جائے اور

على ما استَيقَنَ ، ثُمَّ يَسْجُدُ سَجدَتَينِ . رواه مسلم (۱:۲۱۱و۲۱۲).

۱۸۹۲— عن : عبد الله ﷺ مرفوعاً : إذَا شَكَّ اَحدُكُم فِى صَلاَتِهِ فَلْيَتحرَّ الصَّوابَ فَلْيتِمَّ عَلَيهِ ، ثُمَّ يَسْجُدُ سَجدَتَينِ . رواه مسلم (۱:۲۱۲) وفى رواية له : فَلْيَتحرَّ أقربَ ذٰلِكَ اِلى الصَّوابِ. وفى أخرى له : فَلْيَنظُرْ اَحرىٰ ذٰلِكَ لِلصَّوابِ اه.

۱۸۹۳— عن : عبد الرحمن بن عوف ﷺ ، قال : سَمِعتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ : اِذَا شَكَّ اَحدُكُم فِى صَلاَتِهِ فَلَمْ يَدرِ اَ وَاحِدَةً صَلّٰى اَمْ ثِنْتَينِ فَلْيَجعَلْهَا وَاحِدَةً ، وَ اِذَا لَمْ يَدرِ ثِنْتَينِ صَلّٰى اَمْ ثَلاَثاً فَلْيَجعَلهَا ثِنْتَينِ ، وَاِذَا لَمْ يَدرِ ثَلاَثاً صَلّٰى اَمْ اَربعاً فَلْيَجعَلْهَا ثَلاَثاً ثُمَّ يَسْجُدُ اِذَا فَرَغَ مِنْ صَلاَتِهِ . الحديث ، رواه أحمد وابن ماجة والترمذى وصححه اه. كذا فى النيل (۲:۲٦٤).

۱۸۹٤— عن : أنس ﷺ ، قال ﷺ: اِذَا شَكَّ اَحدُكُم فِى صَلاَتِهِ فَلَمْ يَدرِ اَ ثِنْتَينِ صَلّٰى اَوْ ثَلاَثاً فَلْيُلقِ الشَّكَّ وَلْيَبنِ عَلَى الْيَقِينِ. رواه البيهقى ورجال إسناده ثقات

اسے معلوم نہ ہو کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں، آیا تین یا چار (نہ ظناً نہ یقیناً) تو اسے چاہیے کہ شک کو نظر انداز کردے اور یقین پر بناء کرے اور اس کے بعد دو سجدے (سہو کے) کرے۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

۱۸۹۲-عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی کو اپنی نماز میں تردد ہو تو اسکو صحیح بات معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور جو بات صحیح معلوم ہو اس پر نماز کو پورا کرنا چاہئے، اسکے بعد دو سجدے (سہو کے) کرنے چاہئیں۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے اور انہی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جو امر قرین صواب ہو اسکو معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور دوسری روایت میں ہے کہ دیکھنا چاہئے کہ کونسی بات صحیح ہونے کی زیادہ مستحق ہے۔ مگر یہ الفاظ کا اختلاف ہے اور مطلب ایک ہی ہے۔

۱۸۹۳-عبدالرحمن بن عوفؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ جب کسی کو اپنی نماز میں تردد ہو اور اس کو نہ ظناً معلوم ہو اور نہ یقیناً کہ اس نے ایک رکعت پڑھی ہے یا دو تو اسکو ایک بنائے اور جبکہ اسے یہ نہ معلوم ہو کہ اس نے دو پڑھی ہیں یا تین تو اسے دو بنائے اور جبکہ اسے یہ نہ معلوم ہو کہ اس نے تین پڑھی ہیں یا چار تو اسے تین بنائے (یعنی اقل کو اختیار کرے) اسکے بعد جب نماز سے فارغ ہو تو سجدہ سہو کرنا چاہئے۔ اس کو احمد، ابن ماجہ اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔

كذا في النيل (٢: ٢٦٤).

باب في بقية أحكام السهو

١٨٩٥– عن : عبد الله ﷺ مرفوعاً : قَالَ : إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ أَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ . زاد ابن نمير في حديثه : فَإِذَا نَسِيَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ . رواه مسلم في صحيحه (١: ٢١٣).

١٨٩٦– وللنسائي عن معاوية ﷺ مرفوعاً بلفظ : مَنْ نَسِيَ شَيْئاً مِنْ صَلاتِه فَلْيَسْجُدْ مِثْلَ هَاتَيْنِ السَّجْدَتَيْنِ (١: ١٨٦) وسنده حسن.

۱۸۹۴-انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی کو اپنی نماز میں خلجان ہو۔اور اسکو نہ ظناً معلوم ہو نہ یقیناً کہ اس نے دو رکعتیں پڑھی ہیں یا تین تو شک کو نظر انداز کردے اور یقین پر بنا کرے (یعنی اقل مقدار کو اختیار کرے)۔اسکو بیہقی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ:اس مسئلہ میں احادیث کے ذخیرے میں تین قسم کے احکام ملتے ہیں:(۱) یقین یعنی اقل پر بنا کرے،(۲) از سرنو پڑھے،(۳) تحری کرے،تو بحمد اللہ احناف ان تینوں اقسام کی احادیث میں یوں تطبیق دے کر کہ اگر شک پہلی مرتبہ ہوا ہے تو دوبارہ نماز پڑھ لے اور اگر شک بار بار ہوتا رہتا ہے تو پھر اگر نمازی صاحب رائے ہو تو تحری کرے ورنہ اقل پر بنا کرے،اس طرح احناف سب (احادیث) پر عمل کرتے ہیں۔

باب باقی احکامِ سہو کے بیان میں

۱۸۹۵-عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں بھی تم ہی جیسا آدمی ہوں اس لئے جس طرح تم بھولتے ہو یوں ہی میں بھی بھولتا ہوں۔اور ابن نمیر نے اپنی روایت میں یہ مضمون زائد کیا ہے کہ جب کوئی بھول جائے تو اس کو چاہئے کہ دو سجدے کرے۔اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۱۸۹۶-نسائی نے معاویہؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جو شخص اپنی نماز کی کوئی چیز بھول جائے تو اس کو چاہئے کہ وہ ایسے سجدے کرے (جیسے میں نے کئے ہیں) اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ:مؤلف نے ان روایتوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ سجدہ سہو صرف سہو کی صورت میں ہے۔اور اگر جان بوجھ کر اس نے کوئی کمی بیشی کی ہے تو اس صورت میں سجدہ سہو نہیں ہے لیکن یہ استدلال مفہوم شرط سے ہے اور وہ ہمارے یہاں صحیح نہیں۔لہذا استدلال صحیح یوں ہے کہ انجبار نقصانِ صلوۃ بسجدہ سہو توقیفی ہے نہ کہ قیاسی اور عمد میں توقیف تو ہے نہیں۔اب رہا قیاس علی السہو سو وہ اس لئے

١٨٩٧– وعنه مرفوعا : قَالَ : إِذَا زَادَ الرَّجُلُ أَوْ نَقَصَ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ. رواه مسلم (١:٢١٣).

١٨٩٨– عن : ابن عمر ﷺ مرفوعاً : لَا سَهْوَ فِيْ وَثْبَةِ الصَّلَاةِ إِلَّا فِيْ قِيَامٍ عَنْ جُلُوْسٍ اَوْ جُلُوْسٍ عَنْ قِيَامٍ. أخرجه في كنز العمال (٤:١٠٢) و عزاه إلى الحاكم ولم يتعقبه، فهو صحيح على أصله.

١٨٩٩– عن : عائشة رضی الله عنها مرفوعاً : سَجْدَتَا السَّهْوِ فِي الصَّلَاةِ تُجْزِئَانِ مِنْ كُلِّ زِيَادَةٍ وَ نُقْصَانٍ. أخرجه في كنز العمال (١:١٠١) وعزاه إلى البيهقي

صحیح نہیں کہ سہو عمد سے ادنی ہے اور اعلی کو ادنی کے ساتھ قیاس کے ذریعہ سے ملحق نہیں کیا جاسکتا واللہ اعلم۔

١٨٩٧–عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی نماز میں کمی بیشی کردے تو اسکو چاہئے کہ دو سجدے کرے۔اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ:اس حدیث میں زیادتی اور کمی سے وہ زیادتی اور کمی مراد ہے جو کہ سہواً ہو۔اور سہو کی قید کو بنا بر علمِ مخاطبین چھوڑ دیا گیا ہے۔اور کمی سے مراد وہ کمی ہے جو کہ موجب انتقاصِ صلوۃ ہو نہ کہ موجب بطلانِ صلوۃ۔اس لئے کسی رکن کی کمی سجدہ سہو سے پوری نہ ہوگی۔نیز انتقاصِ صلوۃ سے وہ کمی مراد ہے کہ جس سے اسکی ذات میں نقصان آئے نہ وہ نقصان جس سے اس کی صفتِ کمال میں نقصان آئے اس لئے ترکِ واجب سے سجدہ سہو لازم ہوگا کیونکہ وہ موجب نقصان فی ذات الصلوۃ ہے اور ترکِ سنت و مستحب وادب سے سجدہ سہو واجب نہ ہوگا کیونکہ یہ ترک موجب نقصان فی صفۃ الکمال ہے نہ کہ موجب نقصان ذات۔اسی طرح وہ زیادتی مراد ہے جو کہ موجب نقصان ذات ہو نہ کہ موجب نقصان فی صفۃ الکمال فافہم۔

١٨٩٨–عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز کے کسی انتقال میں سجدہ سہو نہیں بجز اسکے کہ بیٹھنے کے موقع پر کھڑا ہو جائے یا کھڑا ہونے کے موقع پر بیٹھ جائے۔اس کو کنز العمال میں روایت کیا ہے اور اس کو حاکم کی طرف نسبت کر کے اس پر جرح نہیں کی اس لئے وہ ان کے قاعدہ کی بنا پر ان کے نزدیک صحیح ہے۔

فائدہ:اس سے قیام کے موقع پر قعود اور قعود کے موقع پر قیام کی صورت میں سجدہ سہو کا ثبوت ہوتا ہے مگر قلیل قیام مثلاً جبکہ وہ اقرب الی القعود ہو۔یا قلیل قعود جو کہ بقدر جلسہ استراحت ہو اس سے مستثنی ہے۔

١٨٩٩–عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نماز کے اندر سہو کے دو سجدے ہر زیادتی اور کمی کی طرف سے

و أبي يعلى و ابن عدي ، و ذكره الحافظ في الفتح (٣:٨٢) ولم يتعقبه بشيء ، فهو حسن أو صحيح على قاعدته.

١٩٠٠– عن : عبد الله ﷺ مرفوعاً فِي قِصَّةِ سَهْوِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الصَّلَاةِ ، قَالَ : إِنَّهُ لَوْ حَدَثَ فِي الصَّلَاةِ شَيْءٌ لَنَبَّأْتُكُمْ بِهِ ، وَلٰكِنْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ أَنْسىٰ كَمَا تَنْسَوْنَ ، فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُوْنِي . الحديث ، رواه البخاري (١:٥٨).

١٩٠١– عن : الزهري ، عن سعيد ، وعبد الله عن أبي هريرة ﷺ بهذه القصة (أي قصة ذي اليدين) قَالَ : وَلَمْ يَسْجُدْ (رَسُوْلُ اللهِ ﷺ) سَجْدَتَي السَّهْوِ حَتّٰى يَقَّنَهُ اللهُ ذٰلِكَ . رواه أبو داود و ذكر الحافظ في الفتح (٢:١٧٢) ولم يتعقبه بشيء ، فهو حسن أوصحيح على قاعدته.

کافی ہیں (بشرطیکہ وہ موجب بطلان ذات ونقصان صفت کمال نہ ہوں بلکہ موجب نقصان ذات ہوں) اس کو کنز العمال میں بیہقی اور ابویعلی اور ابن عدی کی طرف منسوب کیا ہے اور حافظ نے اس کو فتح میں بلا جرح کے ذکر کیا ہے اس لئے یہ ان کے قاعدہ سے حسن یا صحیح ہے۔ نیز روایت نمبر ۱۸۹۷ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تکرارِ سہو سے سجودِ سہو مکرر نہیں ہونگے بلکہ صرف دو سجدۂ سہو تمام بھولوں سے کفایت کر جائیں گے۔

۱۹۰۰– عبداللہ بن مسعودؓ نے رسول اللہ ﷺ کے سہو کے قصہ میں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر نماز میں کوئی نئی بات واقع ہوتی تو میں تم کو مطلع کرتا۔ مگر میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں اور جس طرح تم بھولتے ہو یوں ہی میں بھی بھولتا ہوں۔ پس جبکہ میں بھول جایا کروں تم مجھے یاد دلا دیا کرو۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے

فائدہ: اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ سہو امام کے وقت مقتدیوں کو یاد دلا دینا چاہئے۔ مترجم کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد کہ میں بھی تمہی جیسا انسان ہوں اور میں بھی یوں ہی بھولتا ہوں جس طرح تم بھولتے ہو۔ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ غرض صحیح کے لئے ایسی تشبیہات کا استعمال نہ سوء ادبی ہے اور نہ گستاخی اور نہ کفر ہے نہ فسق بلکہ شرعاً جائز ہے اور اس میں تکذیب اور تجہیل ہے ان مبتدعین کی جو حفظ الایمان کی تشبیہ کو موجب کفر قرار دیکر در پردہ نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ کی تشبیہ کو مورد طعن بتاتے ہیں۔

۱۹۰۱– ابوہریرہؓ سے اسی قصہ سہو میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت تک سجدہ نہ کیا جب تک اللہ تعالی نے ان کو سہو کا یقین نہ دلا دیا۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور حافظ نے فتح میں اس کو ذکر کر کے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا

١٩٠٢– عن : أبي العالية ، قَالَ : رَأَيتُ اِبنَ عَبَّاسٍ يَسجُدُ بَعدَ وِترِهِ سَجدَتَينِ . أخرجه ابن أبي شيبة بإسناد صحيح ، وعلقه البخاري ، كذا في الفتح (٣:٨٤) قال الحافظ : اَنَّ اِبنَ عَبَّاس كَانَ يَرىٰ اَنَّ الوِترَ غَيرُ وَاجِبٍ وَيَسجُدُ مَعَ ذٰلِكَ فِيهِ لِلسَّهوِ اھ.

١٩٠٣– عن : إبراهيم النخعي ، قَالَ : سَجَدَ اِذَا اَسَرَّ فِيمَا يُجهَرُ فِيهِ ، اَو جَهَرَ فِيمَا يُسَرُّ فِيهِ . ذكره سحنون في المدونة بلا سند جزما (١:١٣٢).

١٩٠٤– علي بن زياد ،عن سفيان، عن يونس،عن الحسن،والمغيرة، عن إبراهيم

اس لئے وہ ان کے قاعدہ سے حسن یا صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر سلام کے بعد امام اور قوم میں اعداد رکعات وغیرہ کے باب میں اختلاف ہو تو جب تک امام کو قوم کی بات پر اطمینان نہ ہو اس وقت تک اس کے لئے ان کی بات کا ماننا ضروری نہیں۔

١٩٠٢- ابو العالیہ سے روایت ہے کہ میں نے ابن عباسؓ کو وتر کے بعد دو سجدے کرتے دیکھا ہے۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ اور بخاریؒ نے اسکو تعلیقاً ذکر کیا ہے اور ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ ابن عباسؓ کے نزدیک وتر واجب نہیں مگر پھر بھی وہ اس میں سجدہ سہو کرتے تھے۔ (اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ سہو نماز فرض و واجب کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ سنن و نوافل میں بھی ہے)۔

فائدہ: چونکہ حضور ﷺ کا فرمان اِذَا نَسِیَ اَحَدُکُم مطلق ہے جس میں فرائض کی تخصیص نہیں لہذا سجدہ سہو کا حکم نوافل و سنن کو بھی شامل ہوگا۔ یہی جمہور اہل علم اور ائمہ اربعہ کا مذہب ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ روایت میں سجدہ سہو کی تصریح نہیں۔ اس لئے اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ کو وتر کے بعد دو رکعتیں پڑھتے دیکھا ہے۔ پس جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ اس روایت میں سجدہ سہو مراد ہے اس وقت تک روایت قابلِ استدلال نہیں۔

١٩٠٣- ابراہیم نخعی سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب جہری نمازوں میں اخفاء کرے اور سری نمازوں میں جہر کرے تو سجدہ سہو کرے اس کو مدونہ میں بلا سند کے مگر وثوق کے ساتھ روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر سری نمازوں میں جہر سے یا جہری نمازوں میں اخفاء سے قراءۃ کرے تو سجدہ سہو کرے گا باقی وہ روایت جس میں ہے کہ حضرت انسؓ نے ظہر یا عصر کی نماز میں قراءۃ اونچی آواز سے کی لیکن سجدہ سہو نہیں کیا تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ جہر ایک دو آیات کا تھا جو قلیل ہونے کی بنا پر معاف ہے۔ مدونہ میں امام مالک سے بھی یہی مروی ہے کہ خفیف مقدار معاف ہے۔

اَنَّهُمَا قَالاَ فِي الرَّجُلِ تَفُوْتُهُ مِنْ صَلاَةِ الْاِمَامِ رَكْعَةٌ وَ قَدْ سَهَا فِيهَا الْاِمَامُ : فَاِنَّهُ يَسْجُدُ مَعَ الْاِمَامِ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ ، ثُمَّ يَقْضِي الرَّكْعَةَ بَعْدَ ذٰلِكَ . أخرجه سحنون في المدونة (١:١٣١) وسنده صحيح فإن علي بن زياد هو العبسي ثقة كما مر ، والباقون لا يسئل عنهم .

١٩٠٥– محمد : قال : أخبرنا أبو حنيفة ، عن حماد ، عن إبراهيم فِي الرَّجُلِ يَشُكُّ فِي السَّجْدَةِ الْاُوْلٰى اَوِ التَّشَهُّدِ اَوْ نَحْوِ ذٰلِكَ مِنْ صَلاَتِهٖ مَا لَمْ تَكُنْ رَكْعَةٌ فَاِنَّهُ يَقْضِيْ مَا شَكَّ فِيْهِ مِنْ ذٰلِكَ ، وَ يَسْجُدُ لِذٰلِكَ اَيْضاً سَجْدَتَيِ السَّهْوِ ، وَقَالَ : لِاَنْ اَسْجُدَ لِذٰلِكَ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ فِيْمَا لَمْ يَحِقَّ عَلَيَّ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَدَعَهُمَا . قَالَ مُحَمَّدٌ : وَبِهٖ نَاْخُذُ ، فَاِنْ كَانَ يُبْتَلٰى بِذٰلِكَ كَثِيْراً مَضٰى عَلٰى اَكْبَرِ رَاْيِهٖ وَيَسْجُدُ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ ، وَهٰذَا قَوْلُ اَبِيْ حَنِيْفَةَ .

١٩٠٦– محمد : قال : أخبرنا أبو حنيفة ، عن حماد ، عن إبراهيم ، قَالَ : اِذَا انْصَرَفْتَ مِنْ صَلاَتِكَ فَعَرَضَ لَكَ شَكٌّ فِيْ وُضُوْءٍ اَوْ صَلاَةٍ اَوْ قِرَائَةٍ فَلاَتَلْتَفِتْ .

١٩٠٤–حسن بصریؒ اور ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے اس شخص کی بابت جو امام کے ساتھ ایسی حالت میں دوسری رکعت میں شریک ہوا کہ امام پہلی رکعت میں سہو کر چکا ہے، یہ فرمایا کہ اسکو امام کے ساتھ سجدہ سہو کرنا چاہئے، اسکے بعد اپنی رہی ہوئی رکعت کو پورا کرنا چاہئے۔ اسکو سحنون نے مدونہ میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

<u>فائدہ</u>: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کے بھولنے سے بھی مقتدی پر سجدہ سہو واجب ہے نیز حدیث مرفوع اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهٖ کا عموم بھی اس کا تقاضا کرتا ہے۔

١٩٠٥–ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ انہوں نے اس شخص کی بابت جو ایک رکعت سے کم مثلاً سجدہ اولی یا تشہد یا اسکی مثل کوئی اور شئی بھولے یہ فرمایا کہ (اس صورت میں نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں بلکہ) جس چیز میں اسے شک ہوا ہے (اگر وہ رکن ہو) تو اسی کو قضا کرلے اور اسکے بعد سجدہ سہو کرلے اور اگر اسے اکثر ایسا سہو ہوتا رہتا ہے تو غالب ظن پر بنا کر کے نماز کو پورا کرلے۔ اور اسکے بعد سجدہ سہو کرلے۔ اس کو امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ہمارا بھی یہی مذہب ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی قول ہے۔

قَالَ مُحَمَّدٌ : وَبِهِ نَأْخُذُ ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ . (كتاب الآثار ٣٢-٣٣).

أبواب صلاة المريض

باب إذا لم يستطع القيام يصلِّي قاعداً و إلا فعلى جنب أو مستلقيا يؤمى بالركوع والسجود و إلا أخر الصلاة

١٩٠٧- عن : عمران بن حصين ﷺ قَالَ : كَانَتْ بِي بَوَاسِيرُ ، فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَنِ الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ : صَلِّ قَائِماً ، فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَعَلَى جَنْبٍ . رواه البخارى (١٥٠:١) و عزاه فى المنتقى و كذا فى نصب الراية و الدراية إلى الجماعة غير مسلم ، ثم قالوا : و زاد النسائى : فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَمُسْتَلْقِياً ، لَا يُكَلِّفُ اللهُ نَفْساً إِلَّا وُسْعَهَا اه.

١٩٠٦-ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ اور تم کو نماز میں یا قراءت میں شبہ ہو جائے تو اس کی طرف التفات نہ کرو۔اس کو بھی امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہی ہمارا مذہب ہے اور یہی امام اعظم ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔

فائدہ:اس سے معلوم ہوا کہ شک بعد الفراغ قابل اعتبار نہیں۔ہاں اگر مقتدیوں کے بتلانے سے یا بطور خود سہو کا ظنِ غالب یا یقین ہو جائے تو وہ اور بات ہے۔

تنبیہ:اعلاء السنن مطبوعہ ہند و بیروت کے متن میں فَعَرَضَ لَكَ شَكٌّ أَوْ صَلوةٌ ہے مگر یہ غلط معلوم ہوتا ہے اور صحیح فعرض لَكَ شَكٌّ فِى صَلوةٍ معلوم ہوتا ہے ہم نے متن میں اسے درست کر دیا ہے، واللہ اعلم۔

ابواب صلوۃ المریض

باب مریض اگر کھڑا نہ ہو سکے تو بیٹھ کر نماز پڑھے اور اگر بیٹھ نہ سکے تو کروٹ پر یا چت لیٹ کر اشارہ سے نماز پڑھے ورنہ نماز کو مؤخر کردے

١٩٠٧-عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ مجھے بواسیر کا مرض تھا۔میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو بیٹھ کر پڑھو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو لیٹ کر نماز پڑھو۔اس کو بخاری نے

ولم أجد هذه الزيادة فى المجتبى ، فلعلها فى بعض نسخه أو أخطأت فى التتبع.

١٩٠٨ — حدثنا : إبراهيم بن حماد ، ثنا عباس بن يزيد ،ثنا عبد الرزاق ، ثنا أبو بكر ابن عبيد الله بن عمر ، عن أبيه ، عن نافع ، عن ابن عمر رضى الله عنهما ، قَالَ : يُصَلِّى الْمَرِيْضُ مُسْتَلْقِياً عَلى قَفَاهُ تَلِىْ قَدَمَاهُ الْقِبْلَةَ . رواه الدار قطنى (١٧٩:١) ورجاله ثقات.

روایت کیا ہے۔اور منتقیٰ اور نصب الرایہ اور درایہ میں ہے کہ نسائی نے اس میں یہ الفاظ زائد روایت کئے ہیں کہ اگر کروٹ پر لیٹ کر نہ پڑھ سکو تو چت لیٹ کر نماز پڑھو کیونکہ خدا کسی کو اس کی قدرت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ مریض کو اول کھڑے ہو کر نماز پڑھنا چاہئے، اگر قیام پر قدرت نہ ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنا چاہئے۔اور اگر بیٹھ کر بھی نہ پڑھ سکے تو لیٹ کر نماز پڑھنا چاہئے۔اور اس حدیث میں علی جنب سے مراد مطلق لیٹنا ہے جیسا کہ یَذْکُرُوْنَ اللهَ قِیَامًا وَ قُعُوْدًا وَ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ یا دَعَانَا لِجَنْبِهٖ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَائِمًا نہ کہ خاص کروٹ سے لیٹنا۔اب رہی یہ بات کہ لیٹنے کی کون سی ہیئت افضل ہے؟ آیا کروٹ کے بل لیٹنا یا چت لیٹنا؟ سو روایت سے چت لیٹنا افضل معلوم ہوتا ہے۔اس لئے کہ چت لیٹنے میں استقبال قبلہ اور ایماء للرکوع والسجود کا قبلہ کی طرف ہونا اظہر ہے۔رہی نسائی کی زیادتی فان لم تستطع فمستلقیا سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی سند معلوم نہیں۔پھر یہ بھی ممکن ہے کہ یہ راوی کا ادراج ہو جس کا منشا یہ ہے کہ اس نے علی جنب کو معنی متبادر پر محمول کیا اور اس کے بعد اپنی طرف سے یہ مضمون بڑھایا کہ اگر کروٹ پر نہ لیٹ سکے تو پھر چت لیٹ کر پڑھ لے اور لا یکلف الله نفسا الا وسعها کو اس کی دلیل بنایا اور اس کے غیر ثابت ہونے کی یہ دلیل ہے کہ اضطجاع کو استلقاء پر کوئی فوقیت نہیں کہ اس کو استلقاء پر وجوبا یا اولویۃً مقدم رکھا جائے پس ثابت ہوا کہ عمران بن حصینؓ کی روایت حنفیہ کے خلاف نہیں۔اور اس باب میں حنفیہ اور شافعیہ کا اختلاف علی جب کے معنی میں اختلاف پر مبنی ہے۔شافعیہ اس کو ظاہری معنی پر محمول کرتے ہیں اور حنفیہ دقت نظر سے کام لے کر اسکو مطلق لیٹنے کے معنی پر محمول کرتے ہیں چنانچہ یہ لفظ قرآن میں مطلق لیٹنے کے معنی میں مستعمل ہوا ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ وہاں کروٹ پر لیٹنے کی تخصیص کے کوئی معنی نہیں۔هذا ما عندنا فی تحقیق المقام واللہ اعلم۔

١٩٠٨-ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مریض چت لیٹ کر نماز پڑھے اور اسکے پاؤں قبلہ کی طرف ہوں۔اسکو دار قطنی نے روایت کیا ہے۔اور اسکے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ مریض کے لئے چت لیٹ کر نماز پڑھنا اولی ہے کیونکہ اگر کروٹ کے بل اولی ہوتا تو ابن عمرؓ اسے ضرور ذکر کرتے۔

١٩٠٩– عن : ابن عباس رضى الله عنهما ، عن النبى ﷺ قَالَ : يُصَلِّي الْمَرِيْضُ قَائِماً ، فَإِنْ نَالَتْهُ مَشَقَّةٌ صَلّٰى جَالِساً ، فَإِنْ نَالَتْهُ مَشَقَّةٌ صَلّٰى بِإِيْمَاءٍ يُوْمِئُ بِرَأْسِهٖ ، فَإِنْ نَالَتْهُ مَشَقَّةٌ سَبَّحَ . رواه الطبرانى فى الأوسط وقال : لم يروه عن ابن جريج إلا خلس بن محمد الضبعي . قلت : ولم أجد من ترجمه ، و بقية رجاله ثقات ، كذا فى مجمع الزوائد (١:٢٧١) . قلت : والمستور من القرون الثلاثة مقبول.

١٩١٠– عن : جابر بن عبد الله ﷺ ، قَالَ : عَادَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَرِيْضاً وَأَنَا مَعَهٗ ، فَرَآهُ يُصَلِّيْ وَ يَسْجُدُ عَلٰى وِسَادَةٍ ، فَنَهَاهُ ، وَقَالَ : إِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَسْجُدَ عَلَى الْأَرْضِ فَاسْجُدْ وَ إِلَّا فَأَوْمِ إِيْمَاءً ، وَاجْعَلِ السُّجُوْدَ أَخْفَضَ مِنَ الرُّكُوْعِ . رواه البزار و رجاله رجال الصحيح ، كذا فى مجمع الزوائد (١:٢٠١) ، وفى الدراية (ص–١٢٧) بعد عزوه إلى البزار والبيهقي : ورجاله ثقات اه.

١٩٠٩–ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مریض کھڑے ہو کر نماز پڑھے۔اب اگر کھڑے ہونے میں غیر معمولی تکلیف ہو تو بیٹھ کر پڑھے۔ اگر اس میں بھی زحمت ہو تو (لیٹ کر پڑھے اور) سر سے اشارہ کرے۔اب اگر اس میں بھی تکلیف ہو تو پھر صرف تسبیح کر لے۔اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ایک راوی مستور الحال ہے اور جو قرون ثلثہ میں مستور ہو اسکی روایت ہمارے نزدیک مقبول ہے لہٰذا روایت مذکورہ مقبول ہے۔

فائدہ: اس روایت میں لیٹنے کی وضع کو معین نہیں کیا۔اس سے معلوم ہوا کہ اضطجاع اور استلقاء دونوں کی اجازت ہے کہ جس پر قدرت ہوا سے اختیار کرے اور اگر دونوں پر قدرت ہو تو استلقاء راجح ہے، اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عمران کی روایت میں علی جنب سے مراد مطلق لیٹنا ہے، نہ کہ خاص کروٹ پر لیٹنا۔ کیونکہ اگر خاص کروٹ پر لیٹنا مراد ہوتا تو اس کی تعیین کی جاتی۔حافظ نے اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے جس کا منشا مستوریت راوی معلوم ہوتا ہے، سو اگر اسکو ضعیف بھی مان لیا جائے تو زیادہ سے زیادہ یہ کہ وہ حجت مستقلہ نہ ہو۔لیکن علی جنب کے معنی کی تعیین میں تو ضرور کار آمد ہو سکتی ہے۔نیز خیر القرون میں مستوریت ہمارے ہاں مضر نہیں۔

١٩١٠–جابر بن عبد اللہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مریض کی عیادت فرمائی۔اور میں آپ ﷺ کے ساتھ تھا تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے اور تکیہ پر سجدہ کر رہا ہے۔آپ ﷺ نے اس کو ایسا کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ اگر تم

١٩١١– عن : ابن عمر رضی اللہ عنہما ، قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْجُدَ فَلْيَسْجُدْ ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَلاَ يَرْفَعُ اِلٰى جَبْهَتِهٖ شَيْئاً يَسْجُدُ عَلَيْهِ ، وَلٰكِنْ رُكُوْعُهٗ وَ سُجُوْدُهٗ يُوْمِئُ اِيْمَاءً . رواه الطبرانی فی الأوسط ، ورجاله موثقون ليس فيهم كلام يضر (مجمع الزوائد ١:٢٠١).

١٩١٢– عن : ابن مسعود رضی اللہ عنہ : اَنَّهٗ دَخَلَ عَلٰى اَخِيْهِ عُتْبَةَ وَ هُوَ يُصَلِّىْ عَلٰى سِوَاكٍ يَرْفَعُهٗ اِلٰى وَجْهِهٖ فَاَخَذَهٗ فَرَمٰى بِهٖ ، ثُمَّ قَالَ : اَوْمِ اِيْمَاءً ، وَلْتَكُنْ رَكْعَتُكَ اَرْفَعَ مِنْ سَجْدَتِكَ . رواه الطبرانی فی الكبير ورجاله ثقات كذا فی مجمع الزوائد (١:٢٠١).

١٩١٣– عن : نافع ، عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما كَانَ يَقُوْلُ : اِذَا لَمْ يَسْتَطِعِ الْمَرِيْضُ السُّجُوْدَ اَوْمَاَ بِرَاْسِهٖ اِيْمَاءً وَ لَمْ يَرْفَعْ اِلٰى جَبْهَتِهٖ شَيْئاً . رواه مالك (آثار السنن ٢:٦٠).

زمین پر سجدہ کرسکو تو کرو ورنہ سر سے اشارہ کرو اور سجدہ کو رکوع سے پست تر کرو۔ اسکو بزار اور بیہقی نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی صحیح کے راوی اور ثقہ ہیں۔

١٩١١- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو بیمار تم میں سے سجدہ کرسکے وہ تو سجدہ کرے۔ اور جو سجدہ نہ کرسکے تو اسکو اپنی پیشانی تک کوئی چیز اونچی نہ کرنی چاہئے بلکہ اسکو اشارہ سے رکوع اور سجدہ ادا کرنا چاہئے۔ اسکو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اسکے رجال موثق ہیں۔

١٩١٢- ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ وہ اپنے بھائی عقبہؓ کے پاس گئے، وہ ایک مسواک پر سجدہ کرتے تھے جس کو وہ اپنے چہرے کی طرف اٹھائے ہوئے تھے۔ تو آپؓ نے مسواک کو ان کے ہاتھ سے لے کر پھینک دیا اور فرمایا اشارہ کرو۔ اور تمہارے رکوع کا اشارہ سجدہ کے اشارہ سے اونچا ہونا چاہئے۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: تینوں مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ مریض کے لئے یہ جائز نہیں کہ سجدہ کرنے کے لئے کسی چیز کو اپنے چہرے کی طرف اٹھائے۔ بلکہ ایسی صورت میں صرف اشارہ کر دینا بھی کافی ہے بشرطیکہ سجدہ کا اشارہ رکوع کے اشارہ سے پست تر ہو۔

١٩١٣- نافع سے روایت ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے تھے کہ جب بیمار سجدہ نہ کرسکے تو اپنے سر سے اشارہ کرے اور اپنی پیشانی تک کوئی چیز نہ اٹھائے، اسکو امام مالک نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں صراحت ہے کہ اشارہ صرف سر سے ہونا چاہئے۔ آنکھ یا ابرو سے اشارہ نہ کیا جائے۔

۱۹۱٤– عن : عائشة رضى الله عنها : اَنَّهٗ لَمَّا صَلّٰى جَالِساً تَرَبَّعَ . رواه النسائى والدار قطنى ، و ابن حبان ، والحاكم ، قال النسائى : ما أعلم أحداً رواه غير أبى داود الحفرى (و كان ثقة) ولا أحسبه إلا خطأ اه. وقد رواه ابن خزيمة والبيهقى من طريق محمد بن سعيد بن الإصبهانى بمتابعة أبى داود ، فظهر أنه لا خطأ كذا فى التلخيص الحبير (۱:۸۵). قلت : وصحح إسناده فى المعتصر من المختصر (۱:٤۳).

۱۹۱۵– وروى البيهقى من طريق ابن عيينة ، عن ابن عجلان ، عن عامر بن عبد الله بن الزبير ، عن أبيه ﷺ: رَاَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَدْعُوْ هٰكَذَا وَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ وَ هُوَ مُتَرَبِّعٌ جَالِسٌ.

۱۹۱٦– و روى عن حميد : رَاَيْتُ اَنَساً يُصَلِّيْ مُتَرَبِّعًا عَلٰى فِرَاشِهٖ. وعلقه البخارى كذا فى التلخيص أيضاً (۱:۸۵).

۱۹۱۷– عن : أم قيس بنت محصن : اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ لَمَّا اَسَنَّ وَ حَمَلَ اللَّحْمَ اِتَّخَذَ عَمُوْداً فِيْ مُصَلَّاهُ يَعْتَمِدُ عَلَيْهِ . أخرجه أبو داود مطولا ، كذا فى جمع الفوائد

۱۹۱۴–عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب بیٹھ کرنماز پڑھی تو پلوتھی مار کر بیٹھے۔اس کو نسائی، دار قطنی ، ابن حبان، ابن خزیمہ اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔اور مختصر میں اس کی اسناد کو صحیح کہا ہے۔

۱۹۱۵– بیہقی نے اپنی سند سے عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس طرح تشہد پڑھتے دیکھا ہے اور انہوں نے اس ہیئت کو یوں بیان کیا کہ پلوتھی مار کر بیٹھے اور اپنے دونوں ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھے۔

۱۹۱۶–حمید سے راوی کہتا ہے کہ میں نے انسؓ کو دیکھا کہ وہ بستر پر پلوتھی مارے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔اور بخاری نے اسکو تعلیقاً روایت کیا ہے کذا فی التلخیص۔

فائدہ: ان روایات سے پلوتھی مار کر نماز پڑھنے کے جواز کا ثبوت ہوتا ہے لیکن ان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ نمازیں نفل تھیں یا فرض؟ اور بیماری کی حالت میں تھیں یا حالت صحت میں؟ اور بیماری کی حالت میں تھیں تو ہیئت تشہد کو بعذر چھوڑا گیا تھا یا بلا عذر؟ بہر حال حالت عذر میں پلوتھی مار کر بیٹھنے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

۱۹۱۷–ام قیس بنت محصنؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی عمر زائد ہوگئی اور آپ ﷺ کا جسم مبارک بھاری ہوگیا

لابن سليمان المغربي (١:٧٢) . قلت : وسكت عنه أبو داود (١:١٤٤) وأوله : أن هلال بن يساف رآى وابصة (ابن معبد) وَ اِذَا هُوَ مُعْتَمِدٌ عَلٰى عَصًا فِىْ صَلَاتِهٖ ، فَقُلْنَا لَهٗ بَعْدَ اَنْ سَلَّمْنَا ، فَقَالَ حَدَّثَتْنِىْ أُمُّ قَيْسٍ بِنْتُ مِحْصَنٍ . الحديث .

١٩١٨— عن : مجزأة بن زاهر ، عن أهبان بن أوس – من اَصْحَابِ الشَّجَرَةِ – وَ كَانَ اِشْتَكٰى رُكْبَتَهٗ فَكَانَ اِذَا سَجَدَ جَعَلَ تَحْتَ رُكْبَتِهٖ وِسَادَةً . أخرجه البخاري (٢:٦٠٠).

باب الصلاة فى السفينة

١٩١٩— أخبرنا : إبراهيم بن محمد ، عن داود بن الحصين ، عن عكرمة ، عن ابن عباس رضى الله عنهما ، قَالَ : اَلَّذِىْ يُصَلِّىْ فِى السَّفِيْنَةِ وَ الَّذِىْ يُصَلِّىْ عُرْيَانًا ، يُصَلِّىْ جَالِسًا . رواه عبد الرزاق فى مصنفه (الزيلعي) . و رجاله رجال الجماعة إلا إبراهيم بن محمد

(جس کی وجہ سے دیر تک کھڑا رہنا مشکل ہوگیا) تو آپ ﷺ نے اپنی نماز کی جگہ میں ایک عمود قائم کرلیا جس سے (آپ ﷺ قیام میں تھک جانے کے وقت) سہارا لیتے تھے۔ اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے اور اس کی ابتداء یوں ہے کہ ہلال بن یساف نے وابقہ بن سعید کو دیکھا کہ انہوں نے نماز میں اپنی لاٹھی پر ٹیک لگالی۔ پس سلام پھیرنے کے بعد ہم نے ان سے کہا کہ آپ نے نماز میں لاٹھی پر ٹیک کیسے لگائی؟ اس پر انہوں نے ام قیس کی یہ روایت بیان فرمائی۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عذر کی وجہ سے قیام کی حالت میں سہارا لینا جائز ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی مریض سہارے سے کھڑا ہونے پر قدرت رکھتا ہو تو اس سے قیام ساقط نہ ہوگا اور اسکے لئے قعود جائز نہ ہوگا۔

١٩١٨- مجزأۃ بن زاہر سے روایت ہے کہ اہبان بن اوس اصحاب شجرہ میں سے تھے، ان کے گھٹنے میں کوئی تکلیف تھی (جس کی وجہ سے وہ گھٹنا زمین پر نہ ٹیک سکتے تھے) اس لئے جب وہ سجدہ کرتے تو اپنے گھٹنے کے نیچے کوئی چیز رکھ لیتے تھے۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: یعنی اگر سجدہ کرنے میں تکلیف ہو گھٹنے یا ٹخنے وغیرہ میں تو گھٹنوں کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھنا جائز ہے۔

باب کشتی میں نماز پڑھنے کے بیان میں

١٩١٩- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جو شخص کشتی میں نماز پڑھے اور جو ننگا نماز پڑھے وہ بیٹھ کر نماز پڑھے۔ اس کو عبدالرزاق نے مصنف میں روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ابراہیم بن ابی یحییٰ مختلف فیہ ہے لہذا حدیث حسن ہے۔

فمختلف فيه ، أثنى عليه الشافعي و قال : كان ثقة في الحديث ، و سئل حمدان ابن الإصبهاني أتدين بحديث إبراهيم بن أبي يحيى ؟ قال : نعم ! قال ابن عدى : هو ممن يكتب حديثه اه . و تركه آخرون ، كذا في تهذيب التهذيب ، والحديث قد مر في الجزء الثاني من الإعلاء فليراجع.

١٩٢٠– عن : أنس بن سيرين قال : خَرَجْتُ مَعَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اِلٰى أَرْضِ بلبق سربن ، حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِدِجْلَةَ حَضَرَتِ الظُّهْرُ ، فَأَمَّنَا قَاعِداً عَلٰى بِسَاطٍ فِي السَّفِيْنَةِ وَ اَنَّ السَّفِيْنَةَ لَتَجُرِبنَا جَرًّا . راوه الطبراني في الكبير و رجاله ثقات (مجمع ، ۱۰۷:۱ ۲).

١٩٢١– عن : ميمون بن مهران ، عن ابن عمر ، قَالَ : سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الصَّلاَةِ فِي السَّفِيْنَةِ فَقَالَ : كَيْفَ اُصَلِّيْ فِي السَّفِيْنَةِ ؟ قَالَ : صَلِّ فِيْهَا قَائِمًا اِلَّا اَنْ تَخَافَ الْغَرَقَ.

فائدہ: ایک روایت بعض کے حق میں صحیح اور بعض کے حق میں ضعیف ہوسکتی ہے۔ مثلاً اس روایت کو عبدالرزاق بواسطہ ابراہیم روایت کرتے ہیں اور ابراہیم بواسطہ داؤد بن الحصین اور داؤد بواسطہ عکرمہ اور عکرمہ بلاواسطہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ پس یہ روایت عبدالرزاق کے حق میں ضعیف ہے اور داؤد اور عکرمہ کے حق میں ضعیف نہیں۔ جب یہ معلوم ہوگیا تو اب سمجھو کہ ابوحنیفہؒ کے حق میں یہ روایت ضعیف نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ ان کو یہ روایت بواسطہ ابراہیم نہیں پہنچی۔ کیونکہ ابراہیم مذکور امام شافعی کے مشائخ میں سے ہیں نہ کہ امام صاحب کے۔ انکے مشائخ میں عکرمہ ہیں اور ممکن ہے کہ داود بن حصین بھی ہوں، پس غالباً ان کو یہ روایت عکرمہ سے پہنچی ہے اور ممکن ہے داود سے پہنچی ہو پس ابراہیم کا ضعف ابوحنیفہ کے لئے مضر نہیں ہوسکتا۔ اب اگر یہ ثابت ہوجائے کہ یہ روایت ابو حنیفہ کو داؤد یا عکرمہ کے واسطہ سے پہنچی ہے تو یہ حجت ملزمہ ودافعہ دونوں ہوگی۔ اور اگر یہ ثابت نہ ہوا تو احتمال وصول کی بناء پر صرف حجۃ دافعہ لطعن الخصم ہوگی فتدبر فيه فانه ينفعك في كثير من المقام والله اعلم۔

۱۹۲۰-انس بن سیرینؒ کہتے ہیں کہ ہم انس بن مالکؓ کے ساتھ ارض بلبق سربن کے قصد سے روانہ ہوئے۔ پس جبکہ ہم دجلہ پر پہنچے تو نماز کا وقت ہوگیا۔ انسؓ نے کشتی کے اندر فرش کے اوپر بیٹھ کر ایسی حالت میں ہماری امامت کی کہ کشتی ہمارے سمیت کھنچی جارہی تھی۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: ابن عباسؓ اور انسؓ کی روایتوں سے معلوم ہوا کہ چلتی ہوئی کشتی میں بحالت قدرت علی القیام بھی بیٹھ کر نماز جائز ہے اور یہی مذہب امام اعظم ابوحنیفہؒ کا ہے۔

۱۹۲۱-ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا اور سائل نے کہا کہ میں کشتی میں کس طرح نماز پڑھوں؟

أخرجه الحاكم فی المستدرك (۱:۲۷۵) ، وقال : صحیح الإسناد علی شرط مسلم وهو شاذ بمرة و كذا قال الذهبی فی تلخیصه اه.

۱۹۲۲– وروی البزار نحوه ، عَنْ جَعْفَرِ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ ﷺ : اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اَمَرَهُ اَنْ یُصَلِّیَ فِی السَّفِیْنَةِ قَائِمًا اِلَّا اَنْ یَخْشَی الْغَرَقَ . وفیه رجل لم یسم ، و بقیة رجاله ثقات كذا فی المجمع (۱:۲۰۷).

۱۹۲۳– عن : عبد الله بن أبی عتبة ، قَالَ : صَحِبْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ وَ اَبَا سَعِیْدِ الْخُدْرِیَّ ، وَ اَبَا هُرَیْرَةَ رضی الله عنهم فِیْ سَفِیْنَةٍ ، فَصَلَّوْا قِیَامًا فِیْ جَمَاعَةٍ اَمَّهُمْ بَعْضُهُمْ ، وَ هُمْ یَقْدِرُوْنَ عَلَی الْجُدِّ . رواه سعید (بن منصور) فی سننه كذا فی المنتقی

آپ ﷺ نے فرمایا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھو، بجز اس کے کہ تم کو ڈوبنے کا اندیشہ ہو۔ اسکو حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کو شرط مسلم پر صحیح کہا ہے اور کہا ہے کہ یہ روایت بالکل شاذ ہے اور ایسا ہی ذھبی نے تلخیص مستدرک میں کہا ہے۔

۱۹۲۲–بزار نے جعفرؓ بن ابی طالب سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ وہ کشتی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھیں بجز اسکے کہ ان کو ڈوبنے کا اندیشہ ہو (مجمع الزوائد)۔

فائدہ: یہ روایات بصورت ثبوت امام صاحبؒ کے نزدیک عزیمت پر محمول ہیں اور ابن عباسؓ اور انسؓ کی روایات رخصت پر۔ اور اس صورت میں تمام روایات متفق ہو جائیں گی۔ اور ان روایتوں کو وجوب قیام پر محمول کرنے میں ابن عباسؓ اور انسؓ کی روایتوں کو چھوڑنا پڑے گا حالانکہ وہ بھی حکماً مرفوع ہیں کیونکہ مخالفِ قیاس ہیں۔ اس لئے کہ قیاس کا مقتضی یہی ہے کہ باوجود قدرت کے قیام کو ترک کرنا جائز نہ ہو۔ مگر ان سے اس کی اجازت ظاہر ہے۔ اور جن لوگوں نے ان کو قیاس کے موافق بنانے کی کوشش کی ہے اور کہا ہے کہ کشتی میں عجز عن القیام غالب ہے اور قدرت نادر ہے والنادر کالمعدوم، یہ ان کی غلطی ہے۔ کیونکہ اول تو دعوی غلبۂ عجز مسلّم نہیں۔ پھر اگر یہ غلبہ مسلّم بھی ہو تو مرض میں یہ غلبہ اظہر ہے۔ پس مرض میں عجز حقیقی کو شرط کرنا اور سفینہ میں عجز تقدیری کو کافی سمجھنا تحکم ہے، پس حقیقت وہی ہے کہ امام صاحبؒ نے آثار کی بنا پر قیاس کو چھوڑ دیا ہے اور احادیث موافقِ قیاس کو دلائل میں تطبیق و توفیق دیتے ہوئے عزیمت پر محمول کیا ہے۔ پس اس تقریر سے امام صاحب کے مذہب کو بہت قوت ہو گئی۔ اور جن لوگوں نے مذہب صاحبینؒ کو ترجیح دی ہے ان کی ترجیح مرجوح ہو گئی۔

۱۹۲۳–عبداللہ بن ابی عتبہ سے مروی ہے کہ میں کشتی میں جابر بن عبداللہؓ اور ابو سعید خدریؓ اور ابو ہریرہؓ کے ہمراہ تھا۔ سو ان لوگوں نے کشتی میں کھڑے ہو کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھی حالانکہ وہ ساحل پر نماز پڑھنے پر قادر تھے۔ اس کو سعید بن منصور نے

وسكت عنه الشوكاني في النيل (٣:٩٥).

باب جواز المكتوبة على الدابة لعذر بالإيماء و جواز الصلاة بالإيماء للخائف و نحوه

١٩٢٤– عن : يَعْلى بْنِ أُمَيَّةَ ﷺ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِيْ سَفَرٍ ، فَأَصَابَتْنَا السَّمَاءُ ، فَكَانَتِ الْبَلَّةُ مِنْ تَحْتِنَا وَ السَّمَاءُ مِنْ فَوْقِنَا ، وَكَانَ فِيْ مَضِيْقٍ فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ ، فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِلَالًا ، فَأَذَّنَ وَ أَقَامَ ، وَ تَقَدَّمَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَصَلّٰى عَلٰى رَاحِلَتِهٖ وَ الْقَوْمُ على رَوَاحِلِهِمْ ، يُوْمِئُ إِيْمَاءً يَجْعَلُ السُّجُوْدَ أَخْفَضَ مِنَ الرُّكُوْعِ .قلت : رواه أبو داود من حديث يعلى بن مرة ، وهو ههنا من حديث يعلى بن أمية رواه الطبراني في الكبير ، وإسناده إسناد أبي داود ، و رجاله موثقون إلا أن أبا داود قال :

اپنی سنن میں روایت کیا ہے اور نیل میں اس پر جرح نہیں کی لہذا روایت قابل حجت ہے۔

__فائدہ:__ اس روایت سے معلوم ہوا کہ جب کشتی ساحل کے قریب ہو تو وہ حکم میں ساحل کے ہے اور اس میں کھڑے ہو کر نماز جائز ہے، نہ کہ بیٹھ کر اور یہ بھی معلوم ہوا کہ زمین پر نماز پڑھنے کی طاقت وقدرت کے باوجود کشتی میں نماز پڑھنا جائز ہے حالانکہ کشتی میں اضطراب ہوتا ہے۔

باب کسی عذر کی وجہ سے فرض نماز کا گھوڑے وغیرہ پر اشارہ سے پڑھنا اور خائف وغیرہ کا اشارہ سے نماز پڑھنا جائز ہے

١٩٢٤–یعلی بن امیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں تھے کہ بارش ہونے لگی پس نیچے تری تھی اور اوپر بارش اور آپ ﷺ تکلیف میں تھے۔ اسی حالت میں نماز کا وقت آ گیا، آپ ﷺ نے بلال کو حکم دیا، انہوں نے اذان اور اقامت کہی رسول اللہ ﷺ آگے بڑھے اور آپ ﷺ نے اپنی سواری پر نماز پڑھی اور لوگوں نے اپنی سواریوں پر بحالیکہ آپ ﷺ اشارہ کرتے تھے جس میں سجدہ کو رکوع کی بہ نسبت پست کرتے تھے۔ اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی موثق ہیں، اسی روایت کو اسی سند سے ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ مگر انہوں نے بجائے یعلی بن امیہ کے یعلی بن مرہ کہا ہے اور اسکو غریب کہا ہے۔ عبدالحق نے اس کی سند کو صحیح اور نووی نے حسن کہا ہے۔

غريب تفرد به عمر بن الرماح اه. (مجمع الزوائد ٢:٢٠٦) وفي جمع الفوائد (١:٧١): وهو رحمه الله وهم في نسبته لأبي داود، و إنما هو للترمذي فقط اه. وفي التلخيص (١:٧٩): قال عبد الحق: إسناده صحيح، و قال النووي: إسناده حسن اه.

١٩٢٥- عن: علقمة بن عبد الله المزني، عن أبيه، رفعه: اِذَا كُنْتُمْ فِي الْقَصَبِ أَوِ الثَّلْجِ أَوِ الرِّدَاغِ فَاَوْمِئُوْا اِيْمَاءً. للكبير بضعف كذا في جمع الفوائد للمغربي (١:٧١) و قد التزم أن لا يخرج من أحاديث مجمع الزوائد، والدارمي، وابن ماجة، ما كان بعض رواته كذاباً، أو متهما، أو متروكا، أو منكراً، كما صرح به في خطبته (١:٦) فالضعيف الذي فيه قريب من الحسن كما يشعر به كلامه.

١٩٢٦- عن: ابن عمر ﷺ في صلاة الخوف مرفوعاً: أَنَّهُ اِذَا كَانَ خَوْفٌ أَكْثَرُ مِنْ ذٰلِكَ صَلّٰى رَاكِباً أَوْ قَائِماً يُوْمِئُ اِيْمَاءً وَ فِيْ أُخْرٰى: مُسْتَقْبِلِي الْقِبْلَةِ أَوْ غَيْرَ مُسْتَقْبِلِيْهَا. أخرجه في جمع الفوائد (١:١٠٤)، و عزاه إلى الستة و الحديث أخرجه البخاري (ص-٦٥٠و٦٥١) بمثل هذا اللفظ كما تقدم في الجزء الثاني من الإعلاء.

فائدہ: اس حدیث سے گارے اور کیچڑ کے موقع پر سواری پر اشارہ سے نماز پڑھنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ نیز اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر امام اپنی سواری پر سوار ہو اور مقتدی اپنی سواریوں پر اور سواریاں قریب قریب ہوں تو یہ صورت جائز اور اقتداء صحیح ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اھل علم کے ہاں اسی پر عمل ہے۔

١٩٢٥- علقمہ بن عبداللہ المزنی اپنے باپ سے مرفوعا روایت کرتے ہیں کہ جب تم نیستان میں ہو (جہاں اسکے گنجان ہونے کی وجہ سے رکوع سجدہ کی گنجائش نہیں ہوتی) یا برف میں ہو یا گارے کیچڑ میں ہو تو ان سب صورتوں میں رکوع سجدہ کے لئے اشارہ کرو۔ جمع الفوائد میں اس کو معجم کبیر کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ روایت کسی قدر کمزور ہے۔ لیکن چونکہ کتاب مذکور میں اس کا التزام کیا گیا ہے کہ اس میں کسی ایسے راوی کی روایت درج نہیں کی جائیگی جو کذاب یا متہم یا متروک یا منکر ہو۔ اس لئے یہ ضعیف قلیل ہے جو کہ مضر نہیں۔

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا حالتوں میں اشارہ سے نماز جائز ہے۔

١٩٢٦- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صلوۃ الخوف کے بیان میں فرمایا کہ جب خوف بہت زیادہ ہو تو آدمی

۱۹۲۷– عن : عزة – وَكَانَتْ مِنَ النِّسَاءِ الْاَوَّلِ – قَالَتْ : خَطَبَنَا اَبُوْ بَكْرٍ : لَاتُصَلُّوْا عَلَى الْبَرَادِعِ . رواه الطبرانی فی الکبیر ، و رجاله ثقات إن کانت عزة صحابیة ، وهو الظاهر من قول أبی حازم ، کذا فی مجمع الزوائد (۱:۲۰۶).

۱۹۲۸– عن : أنس بن سیرین ، قال : اَقْبَلْنَا مَعَ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ مِنَ الْكُوْفَةِ حَتّٰى اِذَا كُنَّا بِاَطِيْطِ اَصْبَحْنَا وَ الْاَرْضُ طِيْنٌ وَ مَاءٌ ، فَصَلَّى الْمَكْتُوْبَةَ عَلٰى دَابَّتِهٖ ، ثُمَّ قَالَ : مَا صَلَّيْتُ الْمَكْتُوْبَةَ عَلٰى دَابَّتِيْ قَبْلَ الْيَوْمِ . و رجاله ثقات اه (مجمع الزوائد ۱:۲۰۶).

۱۹۲۹– عن : عطاء بن أبی رباح ، اَنَّهٗ سَاَلَ عَائِشَةَ رضی الله عنها : هَلْ رُخِّصَ لِلنِّسَاءِ اَنْ يُّصَلِّيْنَ عَلَى الدَّوَابِّ ؟ قَالَتْ : لَمْ يُرَخَّصْ لَهُنَّ فِيْ ذٰلِكَ فِيْ شِدَّةٍ وَلَا رَخَاءٍ. قال محمد : هذا فی المکتوبة . أخرجه أبو داود وسکت عنه (۱:۱۸۰).

سوار یا پیادہ ہونے کی حالت میں اشارہ سے نماز پڑھے۔اسکو بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

۱۹۲۷-عزۃؓ سے مروی ہے اور یہ پرانی عورتوں میں سے تھیں کہ ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ زین وغیرہ کے عرق گیرون پر نماز نہ پڑھا کرو (کیونکہ اسکے باب میں احتیاط نہیں کی جاتی۔ کیونکہ وہ زین اور کجاووں کے نیچے ہوتے ہیں۔ ہاں خود زین اور کجاوہ پر نماز پڑھ سکتے ہو۔کیونکہ ان کے باب میں احتیاط کی جاتی ہے اور عموماً وہ پاک ہوتے ہیں) اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقات ہیں کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ عزۃ صحابیہ ہیں۔ واللہ اعلم۔

۱۹۲۸-انس بن سیرین سے روایت ہے کہ ہم انس بن مالکؓ کے ساتھ کوفہ سے واپس ہو رہے تھے سو جب ہم مقام اطیط میں پہنچے تو ہم نے ایسی حالت میں صبح کی کہ زمین پر پانی اور کیچڑ تھا۔اور نماز پڑھنے کی کوئی جگہ نہ تھی اس لئے انہوں نے فرض نماز اپنے گھوڑے پر پڑھی اور فرمایا کہ یہ پہلا موقع ہے کہ میں نے فرض گھوڑے پر پڑھے، مجمع الزوائد میں ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: انسؓ کا یہ فرمانا کہ آج اس حالت میں میں نے پہلی مرتبہ نماز پڑھی ہے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ فرض نماز سواری پر پڑھنا عذر کے ساتھ مقید ہے اور مشروط ہے مثلاً نیچے اترنا کیچڑ یا خوف کی وجہ سے متعذر رہو۔ باقی ابوسعید خدریؓ کی وہ حدیث جس میں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ جب نماز سے فارغ ہوتے تو آپ کی پیشانی اور ناک پر پانی اور گارے کا اثر تھا۔تو مذکورہ بالا مرفوع حدیث اور انس بن مالکؓ کے اجماعی عمل کی روشنی میں اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت گارا نہایت کم ہوگا۔

۱۹۲۹-عطاء بن ابی رباح سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو گھوڑوں پر فرض نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے عورتوں کو اس کی اجازت نہیں دی

باب المغمى عليه

١٩٣٠— حدثنا : أحمد بن يونس ، ثنا زائدة ، عن عبيد الله ، عن نافع ، قال : أُغمِيَ عَلى عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ يَوماً وَ لَيْلَةً ، فَأَفَاقَ فَلَمْ يَقْضِ مَا فَاتَهُ وَاسْتَقْبَلَ . كذا في نصب الراية (٣٠٥:١) وعزاه إلى إبراهيم الحربي في أواخر كتابه غريب الحديث . قلت : رجاله رجال الصحيح ، و في الدراية (ص—١٢٧) : إسناده صحيح ، وأخرجه الدارقطني بطريق سفيان ، عن عبيد الله ، عن نافع . وبطريق سفيان ، عن أيوب ، عن نافع ، هكذا بهذا اللفظ ، ثم قال (..................):

١٩٣١— و عن سفيان ، عن أيوب ، عن نافع ، عن ابن عمر رضي الله عنهما : أَنَّهُ أُغمِيَ عَلَيْهِ أَكْثَرَ مِنْ يَوْمَيْنِ فَلَمْ يَقْضِ . ثم أخرج عن هشام ، عن أيوب ، عن نافع : أَنَّ اِبْنَ عُمَرَ أُغمِيَ عَلَيْهِ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَ لَيَالِيهِنَّ فَلَمْ يَقْضِ اه. (١٩٥:١).

١٩٣٢— و روى عبد الرزاق في المصنف أخبرنا الثوري ، عن ابن أبي ليلى ، عن نافع : أَنَّ اِبْنَ عُمَرَ أُغمِيَ عَلَيْهِ شَهراً فَلَمْ يَقْضِ مَا فَاتَهُ . و كذا رواه ابن أبي شيبة :

نہ تکلیف میں نہ راحت میں (کیونکہ ان کو ایسی ضرورت ہی پیش نہیں آئی ۔ اور اگر ان کو اسکی ضرورت پیش آتی تو وہ مردوں سے زیادہ اجازت کی مستحق تھیں) اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔

فائدہ: یعنی عورتوں کے لئے بھی عذر کی بنا پر سواری پر فرض نماز پڑھنا جائز ہے۔

باب بے ہوش کے حکم کے بیان میں

۱۹۳۰۔ نافعؒ سے مروی ہے کہ ابن عمرؓ ایک دن رات بے ہوش رہے اور انہوں نے فوت شدہ نمازوں کو قضا نہیں کیا۔ اور آئندہ سے نماز شروع کی ۔ اس کی سند صحیح ہے اور یہی مضمون دار قطنی نے بطریق سفیان عن عبید اللہ عن نافع اور بطریق سفیان عن ایوب عن نافع روایت کیا ہے۔

۱۹۳۱۔ اس کے بعد اس نے بطریق سفیان عن ایوب عن نافع روایت کیا کہ ابن عمرؓ دو دن سے زیادہ بے ہوش رہے اور انہوں نے فوت شدہ نمازیں قضاء نہیں کیں ۔ اس کے بعد بطریق ہشام عن ایوب عن نافع روایت کیا کہ ابن عمرؓ تین دن رات بے ہوش رہے اور انہوں نے (فوت شدہ) نمازیں قضاء نہیں کیں۔

حدثنا وكيع ، عن ابن أبي ليلى به.

١٩٣٣– و أخرج مالك في الموطأ عن نافع ، عن ابن عمر رضي الله عنهما : أَنَّهٗ أُغمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَلَمْ يَقْضِ مَا فَاتَهٗ اه. (ولم يذكر اليوم ولا اليومين فصاعداً) كذا في التعليق المغنى (١٩٥:١).

١٩٣٤– أخبرنا : أبو حنيفة ، عن حماد بن أبي سليمان ، عن إبراهيم النخعي ، عن ابن عمر رضي الله عنهما : أَنَّهٗ قَالَ فِي الْمُغْمٰى عَلَيْهِ يَوماً وَلَيْلَةً : قَالَ : يَقْضِيْ . أخرجه محمد الإمام في كتاب الآثار(ص–٣٢). قلت :إسناده صحيح،و مراسيل النخعي صحاح

۱۹۳۲-عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے بطریق ابن ابی لیلی عن نافع روایت کیا کہ ابن عمر ایک مہینہ بے ہوش رہے اور (فوت شدہ) نمازیں قضا نہیں کیں۔

۱۹۳۳-مالک نے نافع سے روایت کیا کہ ابن عمرؓ بے ہوش ہوئے اور نمازیں قضا نہیں کیں اور کوئی مقدار بے ہوشی کی نہیں بیان کی۔

فائدہ: ان روایات میں ابن ابی لیلی کی روایت تو ساقط ہے کیونکہ وہ حفاظ کی روایت کا معارضہ نہیں کر سکتی۔اب رہی ایوب کی روایت سو اس میں ہشام اور سفیان میں اختلاف ہو گیا ہے اس لئے وہ بھی ساقط ہے۔اب رہی عبیداللہ کی روایت سو وہ اضطراب سے خالی ہے کیونکہ اس میں زائدۃ اور سفیان متفق ہیں اور ایوب کی ایک روایت بطریق سفیان بھی اس کی مؤید ہے۔اور مالک کی روایت اس کے معارض نہیں کیونکہ مالک کی روایت مقدار سے ساکت ہے اور عبیداللہ کی روایت ناطق۔اور ساکت اور ناطق میں تعارض نہیں اور بلا تعارض کے اضطراب نہیں پس روایت عبیداللہ سالم اور محفوظ عن الاضطراب ہے لیکن یہ روایت حنفیہ کے اس لئے خلاف نہیں کہ ممکن ہے کہ ابن عمرؓ کو مغرب کے وقت بے ہوشی ہوئی ہو۔اور اگلے دن مغرب کے بعد ہوش آیا ہو تو اس صورت میں یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ ایک رات دن بے ہوش رہے۔اور بوجہ چھ نمازوں کے قضا ہو جانے کے ان پر قضا بھی نہیں۔لہذا اس روایت سے ہم پر کوئی اشکال نہیں ہوتا۔خلاصہ یہ کہ ابن عمرؓ ایک دن رات سے کچھ زیادہ بے ہوش رہے تھے۔جس سے ان کی چھ نمازیں فوت ہو گئی تھیں۔ راوی نے کسر کو حذف کر کے ایک دن رات روایت کر دیا۔اور دلیل اس کی یہ ہے کہ خود ابن عمرؓ نے ایک دن رات بے ہوش رہنے پر قضا کا حکم کیا ہے جیسا کہ آئندہ آئے گا۔پس ضروری ہے کہ خود ان کا قضا نہ کرنا اس بنا پر ہو کہ وہ ایک دن رات سے زیادہ بے ہوش رہے ہوں ورنہ خود ان کے قول اور فعل میں تعارض ہو جائے گا۔پس عبیداللہ کی روایت ہمارے موافق ہے، نہ کہ مخالف والحمدللہ علی ذالک۔

۱۹۳۴-ابراہیم نخعیؒ، ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اس شخص کے باب میں جو ایک دن رات بے ہوش رہے (اور اسکی بے ہوشی ایک دن رات سے متجاوز نہ ہو) فرمایا کہ وہ قضا کرے۔اس کو امام محمد نے کتاب الآثار میں روایت کیا ہے اور مرسل نخعی صحیح ہوتی ہے

كما مر غير مرة ، قَالَ مُحَمَّدٌ : وَ بِهٖ نَاْخُذُ ، حَتّٰى يُغْمٰى عَلَيْهِ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ ، وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ اه .

١٩٣٥– عن : سفيان ، عن السدى ، عن يزيد مولى عمار : اَنَّ عَمَّارَبْنَ يَاسِرٍ اُغْمِىَ عَلَيْهِ فِى الظُّهْرِ وَ الْعَصْرِ وَ الْمَغْرِبِ وَ الْعِشَاءِ ، فَاَفَاقَ نِصْفَ اللَّيْلِ ، فَصَلَّى الظُّهْرَ وَ الْعَصْرَ وَ الْمَغْرِبَ وَ الْعِشَاءَ . أخرجه الدار قطنى (١٩٥:١) والسدى هو إسماعيل بن عبد الرحمن مختلف فيه ، كان ابن معين يضعفه ، و كان يحيى بن سعيد و ابن مهدى لا يريان به بأساً ، كما فى التعليق المغنى ، قلت : المجهول فى القرون الثلاثة لا يضرنا فهو مرسل حسن .

١٩٣٦– أخبرنا : أبو حنيفة ، عن حماد ، عن إبراهيم : اَنَّهٗ سَاَلَهٗ عَنِ الْمَرِيْضِ يُغْمٰى عَلَيْهِ فَيَدَعُ الصَّلَاةَ ، قَالَ : اِذَا كَانَ الْيَوْمُ الْوَاحِدُ فَاِنِّىْ اُحِبُّ اَنْ يَقْضِيَهٗ ، وَ اِنْ كَانَ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَاِنَّهٗ فِىْ عُذْرٍ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى . أخرجه محمد فى الآثار (ص-٣١) وهو موقوف صحيح.

اسکے بعد امام محمدؒ نے فرمایا کہ یہی ہمارا مذہب ہے کہ ایک دن رات بے ہوش رہنے میں قضا ہے(ابن عمرؓ کے فتویٰ سے) یہاں تک کہ جب بیہوشی ایک دن سے متجاوز ہو جائے تو اس پر قضا نہیں (بوجہ ابن عمرؓ کے فعل کے جس کو اوپر روایت کیا گیا ہے)اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔

۱۹۳۵-یزید مولی عمار روایت کرتے ہیں کہ عمار بن یاسر ظہر اور عصر اور مغرب اور کچھ حصہ عشاء میں بے ہوش رہے اور آدھی رات کے وقت ہوش آیا تو انہوں نے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء چاروں نمازیں پڑھیں۔اس کو دار قطنی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں سدی مختلف فیہ ہے اور یزید مجہول اور نہ یہ اختلاف مضر ہے اور نہ قرون ثلثہ میں جہالت مضر ہے۔لہذا حدیث حسن ہے۔

فائدہ:اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایک دن رات سے کم بے ہوشی کی صورت میں قضا ہے اور اس کی تائید ابن عمرؓ کے فتوی سے ہوتی ہے۔

۱۹۳۶-حماد کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم نخعیؒ سے اس مریض کا حکم پوچھا جسکی نماز بے ہوشی کی وجہ سے قضا ہو جائے تو انہوں نے فرمایا کہ اگر بے ہوشی ایک ہی دن رہی ہے تو میں پسند کرتا ہوں کہ وہ نمازوں کو قضا کرے اور اگر ایک دن سے متجاوز ہو جائے تو ان شاء اللہ تعالی وہ معذور ہوگا۔اس کو امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں روایت کیا ہے اور وہ اثر صحیح ہے اور مدعائے باب میں نص ہے۔

باب سجود التلاوة و ما يتعلق به

١٩٣٧– عن : أبى هريرة ﷺ مرفوعاً : اِذَا قَرَأَ اِبْنُ آدَمَ السَّجْدَةَ فَسَجَدَ اِعْتَزَلَ الشَّيْطَانُ يَبْكِي يَقُوْلُ : يَا وَيْلَتِيْ أُمِرَ اِبْنُ آدَمَ بِالسُّجُوْدِ فَسَجَدَ فَلَهُ الْجَنَّةُ ، وَ أُمِرْتُ بِالسُّجُوْدِ وَ اَبَيْتُ فَلِيَ النَّارُ . أخرجه مسلم فى كتاب الإيمان من الصحيح (٦١:١) كذا فى الزيلعى (٣٠٥:١) و جمع الفوائد (٩٨:١).

١٩٣٨– عن : ابن عمر رضى الله عنهما : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَقْرَأُ السُّوْرَةَ الَّتِيْ فِيْهَا السَّجْدَةُ ، فَيَسْجُدُ وَ نَسْجُدُ مَعَهُ ، حَتّٰى مَا يَجِدُ اَحَدُنَا مَكَاناً لِمَوْضِعِ جَبْهَتِهٖ فِيْ غَيْرِ وَقْتِ الصَّلاَةِ . أخرجه الشيخان و أبو داود (جمع الفوائد ٩٥:١).

فائدہ: مجنون کا بھی یہی حکم ہے۔یعنی اگر پانچ نمازوں تک مجنون رہے اور پھر افاقہ ہوجائے تو قضا کرے اور زیادہ جنون کی صورت میں قضا نہیں۔

باب سجدہ تلاوت کے بیان میں

۱۹۳۷-ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی آیت سجدہ پڑھتا ہے اور اسکے بعد سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا الگ ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ ہائے رے میری خرابی! آدمی کو سجدہ کا حکم ہوا اور اس نے سجدہ کیا تو اسکو جنت ملی۔اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا اور میں نے انکار کیا تو مجھے دوزخ ملی۔اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس روایت سے سجدہ تلاوت کا وجوب ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان سمجھتا ہے کہ آدمی سجدہ تلاوت کے لئے مامور ہے اور رسول اللہ ﷺ اسکی اس فہم کو صحیح تسلیم فرماتے ہیں پس جبکہ اس سے سجدہ تلاوت کا مامور بہ ہونا ثابت ہوا تو وجوب ثابت ہوگیا کیونکہ امر وجوب کیلئے ہوتا ہے۔

۱۹۳۸-ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ وہ سورت پڑھتے تھے جس میں سجدہ ہے اور سجدہ تلاوت کرتے تھے۔اور ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ سجدہ کرتے تھے یہاں تک کہ ہم کو اپنی پیشانی ٹیکنے کے لئے جگہ نہ ملتی تھی (اور بعض روایات میں ہے کہ بعضوں نے دوسروں کی پیٹھ پر سجدہ کیا) اور یہ نماز کے علاوہ دوسرے وقت ہوتا تھا۔اس کو بخاری و مسلم اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس روایت سے سجدہ تلاوت کا شدت اہتمام اور وجوب معلوم ہوتا ہے کیونکہ سنت زائدہ یا مستحب میں اس قسم کا اہتمام نہیں کیا جاتا۔اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ سامعین پر بھی واجب ہے۔

۱۹۳۹— عن : أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ أَنَّهُ قَالَ : قَرَأَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ – وَ هُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ – صٓ ، فَلَمَّا بَلَغَ السَّجْدَةَ نَزَلَ فَسَجَدَ وَ سَجَدَ النَّاسُ مَعَهُ فَلَمَّا كَانَ يَوْمٌ آخَرُ قَرَأَهَا ، فَلَمَّا بَلَغَ السَّجْدَةَ تَشَزَّنَ النَّاسُ لِلسُّجُوْدِ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِنَّمَا هِيَ تَوْبَةُ نَبِيٍّ وَ لٰكِنِّيْ رَاَيْتُكُمْ تَشَزَّنْتُمْ لِلسُّجُوْدِ فَسَجَدَ وَ سَجَدُوْا. رواہ أبو داود و سکت عنہ هو والمنذری ، (عون المعبود ۱:۵۳۲) ، و أخرجه الحاکم فی المستدرك فی تفسیر سورة ص (۲:۴۳۱) وقال : صحیح علی شرط الشیخین ، و أقره علیه الذهبی فی تلخیصه . وقال النووی فی الخلاصة : سنده صحیح علی شرط البخاری (زیلعی ۱:۳۰۷) و أخرجه ابن خزیمة أیضاً فی صحیحه کما فی فتح الباری (۲:۴۵۱).

۱۹۴۰— عن : ابن عباس رضی اللہ عنہما : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سَجَدَ فِيْ صٓ ، وَقَالَ : سَجَدَهَا دَاوٗدُ تَوْبَةً وَنَسْجُدُهَا شُكْرًا . رواہ النسائی (۱:۱۸۲) وسکت عنه، وفی الدرایة : رجاله ثقات اه (ص—۱۲۸). وصححه ابن السکن کما فی التلخیص (۶:۱۱۴).

۱۹۳۹—ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے برسر منبر سورہ ص پڑھی، پس جب آیت سجدہ پر پہنچے تو منبر پر سے اتر کر سجدہ کیا اور لوگوں نے بھی سجدہ کیا پس جبکہ ایک اور دن ہوا تو آپ ﷺ نے پھر سورہ مذکورہ پڑھی۔ پس جبکہ آپ ﷺ آیت سجدہ پر پہنچے تو لوگ سجدہ کے لئے تیار ہوئے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ سجدہ ایک نبی کی توبہ کے طور پر ہے (اس وجہ سے اتنا مہتم بالشان نہیں ہے کہ اس کی ادا میں عجلت کی جائے، گو واجب ہے) لیکن میں نے دیکھا کہ تم سجدہ کے لئے تیار ہو (اس لئے ابھی سجدہ کرتا ہوں) پس آپ ﷺ نے سجدہ کیا اور لوگوں نے بھی سجدہ کیا۔ اس کو ابوداؤد اور منذری نے روایت کر کے اس پر سکوت کیا ہے اور حاکم نے اسے شرط شیخین پر صحیح کہا ہے اور ذہبی نے اسکو برقرار رکھا ہے اور نووی نے اسے شرط بخاری پر صحیح کہا ہے اور ابن خزیمہ نے اسے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ سورہ ص میں سجدہ تلاوت ہے اور اس کا ادا کرنا فی الفور واجب نہیں۔ باقی آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ یہ توبہ نبی ہے اس سے مقصود سجود کا سبب بیان کرنا ہے۔

۱۹۴۰—ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے "ص" میں سجدہ کیا اور فرمایا کہ یہ سجدہ داؤد (علیہ السلام) نے توبہ کے طور پر کیا تھا اور ہم اس کو شکر کے طور پر کرتے ہیں۔ اسکو نسائی نے روایت کر کے اس پر سکوت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ ہیں اور ابن السکن نے اسے صحیح کہا ہے۔

۱۹۴۱— عن : أبی هریرة ﷺ : اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ سَجَدَ فِیْ صٓ . أخرجه الدار قطنی و رواته ثقات ، كذا فی الدراية (ص—۱۲۸).

۱۹۴۲— عن : العوام قَالَ : سَاَلْتُ مُجَاهِدًا عَنْ سَجْدَةِ صٓ ؟ فَقَالَ : سَاَلْتُ اِبْنَ عَبَّاسٍ مِنْ اَیْنَ سَجَدْتَّ؟ فَقَالَ : اَوَ مَا تَقْرَأُ ﴿ و من ذُرِّیَّتِهٖ داودَ و سُلَیْمانَ ﴾ و ﴿ أولٰئِكَ الَّذِیْنَ هَدَی اللّٰهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ ﴾ فَكَانَ دَاوٗدُ مِمَّنْ اُمِرَ نَبِیُّكُمْ اَنْ یَّقْتَدِیَ بِهٖ ، فَسَجَدَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ . أخرجه البخاری (۲:۷۰).

فائدہ: شکر سے مراد میرے نزدیک اس جگہ تعبّد اور تعمیل حکم ہے اور مطلب یہ ہے کہ انہوں نے یہ سجدہ توبہ کے طور پر کیا تھا اور ہم اس لئے کرتے ہیں کہ ہم اس کی تلاوت کے سبب سجدہ کے لئے مامور ہیں اور ہماری یہ تعمیل حکم تعبّد ہے اور ہر عبادت شکر ہے یہ تقریر میرے نزدیک بے غبار ہے اور دوسرے لوگ شکر کی اور تقریر کرتے ہیں جو عربی حواشی میں ہے فافہم۔ نیز اس سجدہ کے سجدۂ شکر ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ سجدۂ تلاوت نہ بن سکے کیونکہ سجدہ تلاوت کا تعلق قراءت آیت سے ہے یا اس کے سننے سے اور انکے تحقق کے وقت سجدہ تلاوت واقع ہوتا ہے خواہ اس کا سبب امر ہو یا شکر ہو یا کچھ اور۔

۱۹۴۱—ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورۃ ص میں سجدہ کیا۔ اس کو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ ہیں۔

۱۹۴۲—عوام سے روایت ہے کہ میں نے مجاہد سے سورہ ص میں سجدہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے ابن عباسؓ سے دریافت کیا تھا کہ سورہ ص میں سجدہ کس وجہ سے واجب ہوا تو آپ نے فرمایا: کیا تم یہ آیت نہیں پڑھتے وَ مِنْ ذُرِّیَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ پس داوٗد علیہ السلام بھی ان لوگوں میں سے تھے جن کی ہدایت کے پیروی کا تمہارے نبی کو حکم تھا۔ اس لئے آپ ﷺ نے سجدہ کیا۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عباسؓ کے نزدیک سجدۂ ص واجب ہے کیونکہ وہ اسکو اس ہدیٰ میں داخل سمجھتے ہیں جس کے اتباع کے لئے رسول اللہ ﷺ مامور ہیں، یہ دوسری بحث ہے کہ ان کا یہ اجتہاد کہ وہ اس بنا پر واجب ہے کہ آپ ﷺ داوٗد علیہ السلام کی اقتداء کے لئے مامور ہیں صواب ہے یا خطا؟ کیونکہ خطائی الدلیل خطائی المدعیٰ کو مستلزم نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اس سجدہ کا وجوب امر اقتداء کی بنا پر نہیں کیونکہ داوٗد علیہ السلام نے سجدہ توبہ کیا تھا نہ کہ سجدہ تلاوت، پس اگر اقتداء کی بنا پر اس کا وجوب ہوتا تو سجدۂ توبہ واجب ہونا چاہئے تھا نہ کہ سجدۂ تلاوت۔ حالانکہ امر بالعکس ہے بلکہ یہ وجوب مستقل امر کی بنا پر ہے جس کی طرف جناب رسول اللہ ﷺ نے نَحْنُ نَسْجُدُهٗ لِلشُّكْرِ اَیْ تَعَبُّدًا وَ اِمْتِثَالًا میں اشارہ کیا ہے۔

۱۹۴۳– حدثنا : عفان ، ثنا يزيد يعني ابن ذريع ، ثنا حميد ، قال : حدثني بكر أنه أخبره : اَنَّ اَبَا سَعِيدِ الْخُدرِىَّ ﷺ رَاٰى رُؤْيَاً اَنَّهُ يَكْتُبُ صٓ فَلَمَّا بَلَغَ اِلَى سَجْدَتِهَا قَالَ : رَاٰى الدَّوَاةَ وَالْقَلَمَ وَ كُلَّ شَيْئٍ بِحَضْرَتِهِ اِنْقَلَبَ سَاجِدًا ، قَالَ : فَقَصَّهَا عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَلَمْ يَزَلْ يَسْجُدُ بِهَا بَعْدُ . رواه الإمام أحمد في مسنده (۷۸:۲) و رجاله ثقات من رجال الجماعة ، و أخرجه المنذري في الترغيب (۲۵۳:۱) و قال : رواته رواة الصحيح.

۱۹۴۴– عن : أبي رافع ، قَالَ : صَلَّيْتُ مَعَ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ﷺ اَلْعَتَمَةَ ، فَقَرَأَ ﴿ اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ ﴾ فَسَجَدَ ، فَقُلْتُ : مَا هٰذِهٖ؟ قَالَ : سَجَدْتُ بِهَا خَلْفَ اَبِي الْقَاسِمِ ﷺ فَلَا اَزَالُ اَسْجُدُ فِيْهَا حَتّٰى اَلْقَاهُ . رواه البخاري (۱۴۷:۱).

۱۹۴۵– عن : عبد الله ، قَالَ : قَرَاَ النَّبِيُّ ﷺ اَلنَّجْمَ بِمَكَّةَ ، فَسَجَدَ فِيْهَا وَ سَجَدَ مَنْ مَعَهٗ غَيْرُ شَيْخٍ اَخَذَ كَفًّا مِنْ حَصًى اَوْ تُرَابٍ فَرَفَعَهٗ اِلَى جَبْهَتِهٖ ، وَ قَالَ : يَكْفِيْ هٰذَا ،

۱۹۴۳–ابوسعید خدریؓ نے خواب دیکھا کہ وہ سورہ ص لکھ رہے ہیں، پس جب کہ وہ آیت سجدہ تک پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ دوات اور قلم اور جو چیزیں ان کے سامنے تھیں سب سجدہ میں گر گئیں۔ اس خواب کو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا تو (آپ ﷺ نے سمجھا کہ اس میں حق تعالیٰ کی طرف سے ہم کو تعلیم ہے سجدہ کی اس لئے) اس کے بعد اس کے سبب سے برابر سجدہ کرتے رہے۔ اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ اور جماعت کے راوی ہیں اور منذری نے ترغیب میں کہا ہے کہ اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ سورہ ص میں سجدہ ہے جس کی تعلیم بذریعہ رویاء صالحہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہوئی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس پر مداومت فرمائی ہے۔

۱۹۴۴–ابورافع سے مروی ہے کہ میں نے ابوہریرہؓ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی، انہوں نے سورۃ انشقت پڑھی اور سجدہ کیا، میں نے کہا کہ یہ کیا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے اسکی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سجدہ کیا ہے اور میں اس میں برابر سجدہ کرتا رہوں گا تا آنکہ میں ان سے مل جاؤں۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ سورۃ انشقت میں سجدہ ہے۔

۱۹۴۵–عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں سورۃ والنجم پڑھی تو آپ ﷺ نے بھی اس میں سجدہ کیا

فَرَأَيْتُهُ بَعْدُ قُتِلَ كَافِرًا . رواه البخاری (١٤٦:١).

١٩٤٦– عن : أبی هريرة رضی الله عنه : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كُتِبَتْ عِنْدَهُ سُوْرَةُ النَّجْمِ ، فَلَمَّا بَلَغَ السَّجْدَةَ سَجَدَ وَ سَجَدْنَا مَعَهُ ، وَ سَجَدَتِ الدَّوَاتُ وَ الْقَلَمُ . رواه البزار باسناد جيد ، كذا فی الترغيب للمنذری (٢٥٤:١).

١٩٤٧– و عنه : قَالَ : سَجَدْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ ، وَ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ . رواه مسلم (٢١٥:١) و قال أبو داود (٢٠٦:١) : أَسْلَمَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ فِيْ سَنَةِ سِتٍّ عَامَ خَيْبَرَ ، وَ هٰذَا السُّجُوْدُ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ آخِرُ فِعْلِهِ اه.

اور جو آپ ﷺ کے ساتھ تھے انہوں نے بھی سجدہ کیا بجز ایک بوڑھے کے کہ اس نے سجدہ نہیں کیا بلکہ کنکریوں کی یا مٹی کی ایک مٹھی لے کر پیشانی سے لگالی اور کہا کہ مجھے تو یہی کافی ہے، سو اسکے بعد میں نے اسے دیکھا کہ وہ کفر کی حالت میں مارا گیا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے سورۃ نجم میں سجدہ کا ثبوت ہوتا ہے۔ اور بعض روایات میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے سورۃ والنجم پڑھی اور سجدہ تلاوت نہیں کیا تو اس کا اور اس قسم کی دوسری روایات کا جن میں سجدہ نہ کرنے کا ذکر ہے تو انکا جواب دوسری مذکورہ بالا صحیح احادیث کی روشنی میں یہ ہے کہ انہوں نے بعد میں سجدۂ تلاوت کیا ہوگا کیونکہ سجدۂ تلاوت علی الفور واجب نہیں۔ خود حافظ فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ سجدہ کو اس حالت میں چھوڑ دینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ ﷺ نے اسے بالکل چھوڑ دیا ہوگا کیونکہ اسی وقت چھوڑنے کا سبب عدمِ وجوب نہیں بلکہ بے وضو ہونا یا وقت کا مکروہ ہونا وغیرہ بھی ہوسکتا ہے۔ اور حضرت عمرؓ سے بخاری میں ہی ایک حدیث مروی ہے کہ آپؓ نے فرمایا کہ "فَمَنْ سَجَدَ فَقَدْ أَصَابَ وَ مَنْ لَمْ يَسْجُدْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَ لَمْ يَسْجُدْ لَهُ عُمَرُ" اور بخاری کی ایک اور روایت میں ہے کہ عمرؓ نے فرمایا کہ إِنَّ اللهَ لَمْ يَفْرِضْ عَلَيْنَا السُّجُوْدَ إِلَّا أَنْ نَّشَاءَ ان دونوں روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سجدۂ تلاوت واجب نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا مطلب یہ تھا کہ جو فوراً سجدہ کرے گا وہ مصیب ہے اور جو بعد میں کرے گا تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور آپ نے علی الفور سجدہ نہیں کیا، فلا اشکال علی الاحناف۔

۱۹۴۶– ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے سورۃ نجم لکھی گئی پس جبکہ آپ ﷺ سجدہ تک پہنچے تو آپ ﷺ نے بھی سجدہ کیا اور ہم سب نے بھی سجدہ کیا اور قلم اور دوات نے بھی سجدہ کیا۔ اسکو بزار نے بسند جید روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے بھی سورۃ نجم میں سجدہ کا ثبوت ہوتا ہے۔

۱۹۴۷– ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سورۃ انشقت اور سورۃ اقراء میں سجدہ کیا۔ اسکو مسلم نے

١٩٤٨– حدثنا : أبو بكرة ، و ابن مرزوق قالا : ثنا أبو عامر قال : ثنا : سفيان عن عبد الأعلى الثعلبي ، عن سعيد بن جبير ، عن ابن عباس رضي الله عنهما قَالَ فِيْ سُجُوْدِ الْحَجِّ : اَلْاَوَّلُ عَزِيْمَةٌ وَ الْآخِرُ تَعْلِيْمٌ. أخرجه الطحاوی (١٢:١) ورجاله كلهم ثقات . و عبد الأعلى من رجال الأربعة روى عنه شعبة . و يحيى القطان ولا يرويان إلا عن ثقة . و قال يعقوب : فی حديثه لين و ثقة ، و صحح الطبری حديثه فی الكسوف و حسن له الترمذی ، و صحح له الحاكم ، و ضعفه آخرون كما فی التهذيب (٩٥:٦) فالحديث حسن .

١٩٤٩– حدثنا : ابن مرزوق ، قال : ثنا عبد الصمد بن عبد الوارث ، قال : ثنا سعيد بن إسحاق ، قال : ثنا شعبة ، عن إسحاق بن سويد ، قَالَ : سُئِلَ نَافِعٌ ، أَ كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَسْجُدُ فِي الْحَجِّ سَجْدَتَيْنِ؟ قَالَ : مَاتَ ابْنُ عُمَرَ وَ لَمْ يَقْرَأْهَا ، وَ لٰكِنَّهُ كَانَ يَسْجُدُ فِي النَّجْمِ ، وَ فِيْ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ . أخرجه الطحاوی (٢٠٩:١) و رجاله كلهم ثقات من رجال الشيخين ، إلا شيخ الطحاوی ، وقد مر غير مرة أنه ثقة ، وإلا سعيد بن إسحاق ، فلم أعرف من هو؟ و ظنی أنه من زيادة الناسخين ، فإن عبد الصمد يروی عن شعبة نفسه بلا واسطة وهو روايته.

روایت کیا ہے۔اور ابوداؤد نے کہا ہے کہ ابوہریرہؓ جنگ خیبر کے سال ٦ھ میں مسلمان ہوئے ہیں اور یہ رسول اللہ ﷺ کا آخر کا فعل ہے۔

فائدہ:اس سے سورۃ انشقت اور اقراء میں سجدہ کا ثبوت ہوتا ہے۔

١٩٤٨–ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے سجدۂ سورہ حج کے متعلق فرمایا کہ پہلا سجدہ عزیمت ہے اور دوسرا سجدہ تعلیم۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں عبدالاعلی ثعلبی مختلف فیہ ہے۔لہذا سند حسن ہے۔

فائدہ:اس سے معلوم ہوا کہ حج میں سجدہ تلاوت ایک ہی ہے یعنی پہلا۔اور دوسرا سجدہ صلاتیہ ہے۔

١٩٤٩–نافع سے دریافت کیا گیا کہ کیا ابن عمرؓ حج میں دوسجدے کرتے تھے؟انہوں نے فرمایا کہ ابن عمرؓ مر گئے اور مرتے دم تک انہوں نے سورۃ حج پڑھی ہی نہیں (پھر وہ اس میں دوسجدے یا ایک سجدہ کیسے کرتے) ہاں وہ سورہ نجم اور اقراء میں سجدہ ضرور کرتے تھے۔اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے۔لیکن اس کی سند میں سعید بن اسحٰق راوی ہے جس کی مجھے تحقیق نہیں ہوئی اور میرا خیال ہے کہ

١٩٥٠— عن : عثمان بن فائد ، ثنا عاصم بن رجاء بن حيوة ، عن المهدى بن عبد الرحمن ، حدثتني عمتي أم الدرداء ، عن أبى الدرداء ﷺ قَالَ : سَجَدْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ إِحْدٰى عَشْرَةَ سَجْدَةً لَيْسَ فِيهَا مِنَ الْمُفَصَّلِ شَيْءٌ ، اَلْاَعْرَافُ وَ الرَّعْدُ و النَّحْلُ وَ بَنِىْ إِسْرَائِيْلَ وَ مَرْيَمُ وَ الحَجُّ وَ سَجْدَةُ الْفُرْقَانِ وَ سُلَيْمَانُ سُوْرَةِ النَّمْلِ وَ السَّجْدَةُ وَ فِى صٓ وَ سَجْدَةُ الْحَوَامِيْمِ . أخرجه ابن ماجة (ص—٧٥) وفيه عثمان بن فائد ضعيف ، و ذكرناه اعتضاداً.

١٩٥١— حدثنا : يوسف بن يزيد ، قال ثنا سعيد ، ثنا هشيم ، قال : أنا خالد ، عن أبي العريان المجاشعي ، عن ابن عباس رضى الله عنهما : وَ ذَكَرَ سُجُوْدَ الْقُرْآنِ فَذَكَرَ مِنْهَا صٓ. أخرجه الطحاوى فى مشكله (٣٤:٢) وسنده حسن ، فإن يوسف بن يزيد شيخه هو القراطيسى ثقة من الحادية عشر ، و أبو العريان هو الهيثم بن الأسود شاعر صدوق رمى بالنصب ، روى له البخارى فى الأدب كما فى التقريب (ص—٢٢٨و٢٤٤) و فى التهذيب : قال العجلى : كوفى ثقة من خيار التابعين (٨٩:١١) و ذكره ابن حبان فى الثقات ، فالحديث حسن.

یہ ناسخین کی غلطی ہے اور انہوں نے غلطی سے عبدالصمد بن عبدالوارث اور ان کے شیخ شعبہ کے درمیان یہ تمام اضافہ کردیا ہے کیونکہ عبدالصمد بلاواسطہ شعبہ سے روایت کرتے ہیں لیکن مترجم کہتا ہے کہ ایسی غلطی بہت بعید ہے۔اس لئے اس کی تصحیح کے لئے رجال طحاوی اور معانی الآ ثار کے صحیح نسخہ کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

۱۹۵۰-ابوالدرداءؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گیارہ سجدے کئے جن میں سے مفصل میں کوئی بھی نہیں، سجدہ سورۃ اعراف ،سورۃ رعد ،سورۃ نحل ،سورۃ بنی اسرائیل ،سورۃ مریم ،سورۃ حج ،سورۃ فرقان ،سورۃ نمل ،سورۃ الٓمٓ سجدہ ،سورۃ ص اور سورۃ حمٓ سجدہ۔اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔لیکن یہ عثمان بن فائد راوی کی وجہ سے ضعیف ہے اور ہم نے اسکو صرف اس مضمون کی تائید کے لئے نقل کیا ہے کہ سورۃ حج میں ایک سجدہ ہے۔اور سورۃ ص میں سجدہ ہے۔

۱۹۵۱-ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے سجود قرآن کو ذکر کیا اور ان میں سجدہ ص کو بھی شامل کیا۔اس کو طحاوی نے مشکل الآ ثار میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

١٩٥٢— حدثنا : فهد ، ثنا معلى بن راشد ، ثنا عبد الواحد بن زياد ، ثنا خصيف ، عن سعيد بن جبير ، قَالَ : قَالَ لِیْ اِبْنُ عُمَرَ : اَتَسْجُدُ فِیْ صٓ ؟ قُلْتُ : لَا ! : قَالَ فَاسْجُدْ فِيْهَا فَاِنَّ اللهَ تَعَالٰی يَقُوْلُ : أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ هَدَی اللهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ. أخرجه الطحاوی فی مشكله (ص—٣٥) أيضاً ، و سنده حسن ، فإن معلى بن راشد الهذلی وثقه ابن حبان ، وقال النسائی : ليس به بأس ، كما فی التهذيب (٢٣٧:١٠) و خصيف وثقه ابن معين و غير واحد ، و ضعفه آخرون ، كما فيه أيضاً (١٤٤:٣) وفهد وثقه ابن التركمانی كما مر غير مرة ، وصحح أحاديثه النيموی فی آثار السنن كثيراً.

١٩٥٣— عن : ابن عباس رضی الله عنهما : اَنَّهٗ كَانَ يَسْجُدُ بِآخِرِ الْآيَتَيْنِ مِنْ حم السجدة ، وَ كَانَ اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يَعْنِیْ اِبْنَ مَسْعُوْدٍ يَسْجُدُ بِالْاُوْلٰی مِنْهُمَا . أخرجه الحاكم فی المستدرك (٤٣١:٢) وقال : صحيح الإسناد ، و أقره عليه الذهبی ، وأخرجه الطحاوی عن مجاهد عنه ، أنه قال : اُسْجُدْ بِآخِرِ الْآيَتَيْنِ . وفی آثار السنن (ص—٦١) : إسناده صحيح.

١٩٥٤— حدثنا : أبو بكرة ، قال : ثنا أبو أحمد قال : مسعر عن عمرو بن مرة عن مجاهد ، قال :سَجَدَ رَجُلٌ فِی الْآيَةِ الْاُوْلٰی مِنْ حم، فَقَالَ اِبْنُ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما : عَجَّلَ هٰذَا بِالسُّجُوْدِ. رواه الطحاوی (٢٠٩:١) ورجاله رجال الجماعة غير أبی بكرة وهو ثقة كما مر غير مرة .

۱۹۵۲—سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن عمرؓ نے فرمایا کہ کیا تم سورت ص میں سجدہ کرتے ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں۔ توانہوں نے فرمایا کہ تم سجدہ کیا کرو، کیونکہ حق تعالی نے فرمایا ہے کہ یہ (داؤد وغیرہ) وہ ہیں جن کو خدا نے ہدایت دی ہے۔لہذا تم بھی ان کی ہدایت کی پیروی کرو۔اس کو طحاوی نے مشکل الآ ثار میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: مترجم کہتا ہے کہ ابن عمرؓ کا مدعا صحیح ہے۔اور استدلال مخدوش ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔

۱۹۵۳—ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وہ حم سجدہ کی دوسری آیت پر سجدہ کرتے تھے۔اور ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ وہ پہلی آیت پر سجدہ کرتے تھے۔اسکو حاکم نے روایت کیا ہے اور اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔اور ذہبی نے اسے برقرار رکھا ہے۔اور طحاوی نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ ابن عباسؓ نے ان سے فرمایا کہ پچھلی آیت پر سجدہ کرو اور آ ثار السنن میں اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

۱۹۵۴—مجاہد سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حم سجدہ کی پہلی آیت پر سجدہ کیا۔تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس نے سجدہ میں جلدی کی

۱۹۵۵– عن : ابن عمر رضی اللہ عنہما : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَرَأَ عَامَ الْفَتْحِ سَجْدَۃً فَسَجَدَ النَّاسُ کُلُّھُمْ مِنْھُمُ الرَّاکِبُ وَ السَّاجِدُ فِی الْاَرْضِ ، حَتّٰی اِنَّ الرَّاکِبَ یَسْجُدُ عَلٰی یَدِہٖ. رواہ أبو داود و سکت عنہ ، و أخرجہ الحاکم و صححہ ، و أقرہ الذھبی ، کذا فی المرقاۃ (عون المعبود ۱:۵۳۲).

۱۹۵۶– عن : ابن عمر رضی اللہ عنہما ، قَالَ : کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَقْرَأُ عَلَیْنَا الْقُرْآنَ، فَاِذَا مَرَّ بِالسَّجْدَۃِ کَبَّرَ وَ سَجَدَ وَسَجَدْنَا مَعَہٗ . رواہ أبو دواود (۱:۲۰۴) وسکت عنہ ، وفی التلخیص الحبیر (۱:۱۱۴) : وفیہ العمری عبد اللہ المکبر وھو ضعیف ، و خرَّجہ الحاکم من روایۃ العمری أیضا ، لکن وقع عندہ مصغراً وھو الثقۃ ، قال : إنہ علی شرط الشیخین اھ.

(اسکو دوسری آیت پر سجدہ کرنا چاہئے تھا) اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقات ہیں۔

فائدہ: روایات سے معلوم ہوا کہ حم سجدہ کے متعلق ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ کے درمیان اختلاف ہے۔ مگر ہم نے ابن عباسؓ کے قول کو احتیاط کی وجہ سے اختیار کیا ہے۔ کیونکہ اگر سجدہ تعبدون پر واجب ہو تو لا یسئمون تک تاخیر مضر نہیں ہوگی اور واجب ادا ہو جائیگا لیکن اگر سجدہ لا یسئمون پر بالفرض واجب ہو تو تعبدون پر سجدہ کرنے کی صورت میں قبل الوجوب اور قبل سبب وجوب سجدۂ تلاوت کرنا لازم آئے گا جس سے سجدۂ واجب ادا نہ ہوگا بلکہ ایک عمل زائد کا کرنا لازم آئے گا جو کہ غلط ہوگا۔ الغرض پہلی آیت پر کرنے کی صورت میں دو خرابیاں لازم آئیں گی جبکہ دوسری آیت پر سجدہ کرنے کی صورت میں (جیسا کہ احناف کا مذہب ہے) کوئی خرابی لازم نہیں آئے گی۔ یہ ہے احناف کا تبحر علمی فی الفقہ (طحاوی)

۱۹۵۵- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے سال آیت سجدہ پڑھی تو سب لوگوں نے سجدہ کیا۔ بعض نے زمین پر سجدہ کیا اور بعض نے سواری پر۔ اور جس نے سواری پر سجدہ کیا اس نے اپنے ہاتھ پر سجدہ کیا۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔ اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے اور ذہبی نے اسے برقرار رکھا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ سوار کو سجدۂ تلاوت کے لئے سواری سے اترنا ضروری نہیں۔ اور ہاتھ پر سجدہ کرنا سجود بالایماء تھا۔ اور گو ایماء کے لئے اس قدر سر جھکانا ضروری نہ تھا مگر انہوں نے غایت تعلیم کے لئے اس قدر انحناء کو اختیار کیا۔

۱۹۵۶- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے سامنے قرآن پڑھتے۔ پس جبکہ وہ آیت سجدہ پر پہنچتے تو تکبیر کہہ کر سجدہ کرتے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ سجدہ کرتے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے (بذا یہ حدیث ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے)۔

قلت : ليس لفظ "كبر" فى المستدرك الموجود عندنا ، وعبد الله المكبر حسن الحديث ، و ثقه ابن معين ، و ابن عدى ، والعجلى ، و أحمد بن يونس . وروى عنه ابن مهدى (وهو لا يروى إلا عن ثقة) وحسن حديثه يعقوب بن شيبة ، و ضعفه أحمد و غيره ، كما فى التهذيب (٥:٢٢٧).

١٩٥٧— حدثنا : ابن نمير و وكيع ، قالا : نا سفيان ، عن أشعث بن أبى الشعثاء ، عن عبد الرحمن بن يزيد ، قَالَ : سَأَلْنَا عَبْدَ اللهِ عَنِ السُّوْرَةِ تَكُوْنُ فِيْ آخِرِهَا سَجْدَةٌ أَيَرْكَعُ أَوْ يَسْجُدُ ؟ قَالَ : إِذَا لَمْ يَكُنْ بَيْنَكَ وَ بَيْنَ السَّجْدَةِ إِلَّا الرُّكُوْعُ فَهُوَ قَرِيْبٌ . رواه أبو بكر بن أبى شيبة فى مصنفه (٢٨٢—خ) . قلت : رجاله رجال الجماعة فهو صحيح.

١٩٥٨— عن : ابن مسعود ﷺ (قَالَ) : مَنْ قَرَأَ الْاَعْرَافَ ، وَ النَّجْمَ ، وَ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ ، فَإِنْ شَاءَ رَكَعَ وَ قَدْ أَجْزَأَ عَنْهُ ، وَ إِنْ شَاءَ سَجَدَ ثُمَّ قَرَأَ السُّوْرَةَ ، وَ فِيْ رِوَايَةٍ قَالَ : إِذَا كَانَتِ السَّجْدَةُ آخِرَ السُّوْرَةِ فَارْكَعْ إِنْ شِئْتَ اَوِ اسْجُدْ ، فَإِنَّ السَّجْدَةَ مَعَ الرَّكْعَةِ.

فائدہ: اس روایت سے سجدہ کرتے وقت تکبیر کا ثبوت ہوتا ہے۔ اور سجدہ سے اٹھتے وقت کی تکبیر سے احادیث ساکت نظر آتی ہیں۔ غالباً مجتہدین نے اس کو قیاس سے ثابت کیا ہے کیونکہ نماز میں سجدہ کے شروع میں بھی تکبیر ہوتی ہے اور آخر میں بھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سنتِ سجدہ ہے۔ رہا قیام للسجدہ و بعد السجدہ سو یہ غیر مجتہدین کے اجتہادات ہیں اور خر راکعا اور یخرون للاذقان سے استدلال اس لئے مخدوش ہے کہ خرور جیسے قیام سے ہوتا ہے اسی طرح قعود سے بھی ہوتا ہے اور جبکہ سجدہ صلوتیہ کے لئے قیام اول و آخر مسنون نہیں تو سجدہ تلاوت کے لئے کہاں سے مسنون ہوگا۔

١٩٥٧—عبدالرحمٰن بن یزید سے مروی ہے کہ ہم نے عبداللہ بن مسعودؓ سے دریافت کیا کہ جب سجدہ سورت کے آخر میں ہو تو کیا رکوع کر لے یا پہلے سجدہ تلاوت کرے اور اسکے بعد رکوع کرے۔ تو فرمایا کہ جب تمہارے اور سجدہ صلاتیہ کے درمیان صرف رکوع حائل ہو تو وہ قریب ہی ہے (اور ایسی حالت میں مستقل سجدہ کی ضرورت نہیں کیونکہ سجدہ صلاتیہ قائم مقام سجدہ تلاوت ہو جائے گا) اس کو ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

١٩٥٨—ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جو شخص اعراف اور النجم اور اقرأ پڑھے تو اگر چاہے رکوع کر دے اور یہ اس کے لئے کافی ہوگا (کیونکہ رکوع کے بعد سجدہ کرے گا اور وہ سجدہ تلاوت کے قائم مقام ہو جائے گا اور مستقل سجدہ کی ضرورت نہ ہوگی

رواه الطبرانی فی الکبیر کما فی جمع الفوائد (۹۶:۱) وقد سکت عنه الإمام ابن سلیمان المغربی الفاسی، فهو حسن أو صحیح علی قاعدته المذکورة فی أول کتابه.

جیسا کہ حدیثِ سابق میں مصرح ہے) اور اگر چاہے مستقل سجدہ کرے، اسکے بعد اور سورت پڑھے (اور اسکے بعد رکوع کرے) اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب سجدہ آخر سورت میں ہو تو خواہ رکوع کرو کیونکہ اس کے بعد سجدہ (صلوٰتیہ جو کہ سجدہ تلاوت کے قائم مقام ہوگا) رکوع کے ساتھ ہی ہے یا مستقل سجدہ کرلو۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے۔ اور اس پر ابن سلیمان مغربی فارسی نے سکوت کیا ہے۔ لہذا یہ انکے نزدیک حسن یا صحیح ہے جیسا کہ انہوں نے اپنی کتاب کے شروع میں قاعدہ بیان کیا ہے۔

فائدہ: ان روایات سے محمد بن سلمہ کے رائے کی تائید ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ سجدہ صلاتیہ قائم مقام سجدہ تلاوت ہوتا ہے نہ کہ خود رکوع۔ اور عامہ مشائخ جو کہتے ہیں کہ خود رکوع سجدہ تلاوت کے قائم مقام ہوتا ہے انکے خیال کی ان روایات میں کوئی تائید نہیں۔ ابن مسعودؓ کی دوسری روایت من قرأ الاعراف الخ سے ضرور اس کا شبہ ہوتا ہے لیکن جب ان کی پہلی روایت اذا لم یکن الخ کو اسکے ساتھ ملایا جاتا ہے تو یہ شبہ دور ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ جب تمہارے اور سجدہ کے درمیان صرف رکوع حائل ہے تو وہ قریب ہی ہے اور یہ کلام نص ہے اس باب میں کہ سجدہ قائم مقام سجدہ تلاوت ہے نہ کہ رکوع اور خود اس روایت ثانیہ میں السجدة مع الرکعة بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔ اور قیاس بھی اسی کو مقتضی ہے کیونکہ سجدہ اعلی تعظیم ہے اور رکوع ادنی اور ادنی تعظیم اعلی تعظیم کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔ اور یہ کہنا کہ رکوع بھی تعظیم اور سجدہ بھی اور مطلوب نفسِ تعظیم ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نماز میں نفسِ قیام بھی تعظیم ہے اور قعدہ اور جلسہ بھی، تو چاہئے کہ سجدۂ تلاوت نفسِ قیام اور قعدہ سے بھی ادا ہو جائے حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں پس معلوم ہوا کہ یہ استدلال صحیح نہیں اور خر راکعا سے استدلال تو نہایت ضعیف ہے، کیونکہ خر راکعاً کے معنی خر للسجود خاضعاً ہیں اور مقصود یہ ہے کہ انہوں نے صرف تعظیم ظاہری پر اکتفا نہیں کیا بلکہ تعظیم باطنی یعنی خضوع بھی اسکے ساتھ تھا اور اس معنی سے رکوع کا قائم مقام سجدہ ہونا کسی طرح ثابت نہیں ہوتا۔ اور اگر رکوع کو بمعنی سجدہ ہی لیا جائے تب بھی اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ رکوع اصطلاحی قائم مقام سجدہ ہو سکتا ہے کیونکہ سجدہ پر رکوع کا اطلاق اس بنا پر ہے کہ رکوع کے معنی خضوع کے ہیں اور سجدہ غایت خضوع ہے۔ تو اس سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ رکوع اصطلاحی جو کہ ادنی درجہ کا خضوع ہے اعلی درجہ کے خضوع یعنی سجدہ کے قائم مقام ہو سکتا ہے قطع نظر اس سے ہم کہتے ہیں خر راکعاً یقیناً حالت خارج صلاۃ کا بیان ہے۔ پس اگر اس میں اس پر دلالت ہو کہ رکوع قائم مقام سجدہ ہو سکتا ہے تو اس سے لازم ہے کہ رکوع خارج صلوٰۃ بھی قائم مقام سجدہ ہو سکے۔ حالانکہ یہ مسلّم نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ اس آیت میں اس مدعا پر کوئی دلیل نہیں۔ الحاصل یہ مضمون میری سمجھ میں بالکل نہیں آیا اور نہ میرے خیال میں اس اختلاف کا کوئی نتیجہ ہے کہ رکوع قائم مقام سجدہ ہے کیونکہ یہ مسلّم ہے کہ علاوہ اس رکوع کے جو رکن صلوٰۃ ہے دوسرا رکوع قائم مقام سجدہ نہیں ہو سکتا۔ نہ نماز میں اور نہ نماز سے باہر۔ پس جس صورت میں رکوع قائم مقام ہو سکے گا سجدہ بھی قائم مقام

١٩٥٩— حدثنا : صالح بن عبد الرحمن ، قال : ثنا يوسف بن عدى ، ثنا أبو الأحوص ، عن أبى إسحاق ، عن عمرو بن مرة ، عن عبد الرحمن بن أبى ليلى ، قَالَ : صَلّٰى بِنَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ اَلْفَجْرَ بِمَكَّةَ ، فَقَرَاَ فِى الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ بِالنَّجْمِ ، ثُمَّ سَجَدَ ثُمَّ قَامَ ، فَقَرَأَ اِذَا زُلْزِلَتْ . أخرجه الطحاوى (١:٢٠٩) . قلت : و رجاله رجال الصحيح إلا شيخ الطحاوى وهو ثقة ، صحح حديثه الشيخ ابن دقيق العيد فى الإمام ، كما فى فتح القدير (٢:٩١) قلت : و أخرج الطحاوى بعده عن عثمان ﷺ نحوه و سنده حسن.

١٩٦٠— عن : عائشة رضى الله عنها ، قَالَتْ : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ فِىْ سُجُوْدِ الْقُرْآنِ بِاللَّيْلِ : سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِىْ خَلَقَهٗ وَ شَقَّ سَمْعَهٗ وَ بَصَرَهٗ وَ بِحَوْلِهٖ وَ قُوَّتِهٖ . رواه الترمذى (١:٧٥) وقال : حسن صحيح ، وفى الأذكار للنووى (ص—٤٨) : زاد الحاكم : ﴿فَتَبَارَكَ اللهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ﴾ ، قال : و هذه الزيادة صحيحة على شرط الصحيحين ، اه . وفى التلخيص الحبير (١:١١٤) وصححه ابن السكن و قال فى آخره : ثلاثا اه.

ہو سکے گا لعدم الفصل بینہما، پس اس اختلاف کا کوئی نتیجہ نہیں معلوم ہوتا۔ نیز ابن مسعودؓ کی پہلی روایت سے اس مدعا پر بھی استدلال کیا گیا ہے کہ نماز میں سجدہ تلاوت واجب علی الفور ہے نہ کہ واجب علی التراخی۔ لیکن یہ مضمون بھی اس روایت سے ثابت نہیں ہوتا۔ ہاں اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ اگر سجدۂ صلاتیہ قریب تلاوت ہو تو وہ قائم مقام سجدہ تلاوت ہو جائیگا۔ ورنہ نہیں لیکن یہ مضمون دوسرا ہے اور وہ مضمون دوسرا، فتدبروا! واللہ اعلم، یہ سب احقر مترجم کی رائے ہے۔

١٩٥٩—عبدالرحمٰن بن ابی لیلی سے مروی ہے کہ عمر بن الخطابؓ نے ہمیں مکہ میں صبح کی نماز پڑھائی تو آپ نے دوسری رکعت میں سورۃ نجم پڑھی اور سجدہ تلاوت کیا۔ اسکے بعد کھڑے ہو کر اذا زلزلت پڑھی۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقات ہیں۔ اس کے بعد طحاوی نے اس مضمون کی روایت حضرت عثمانؓ سے روایت کی ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

<u>فائدہ</u>: اس سے معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت کے بعد فوراً رکوع مناسب نہیں۔ بلکہ دونوں کے درمیان قراءت فاصل ہونی چاہئے اور یہی مضمون پیشتر عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی گذر چکا ہے۔

١٩٦٠—حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تہجد میں سجدہ تلاوت میں فرماتے تھے سجد وجھی للذی خلقه و شق سمعه و بصره بحوله و قوته ۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن صحیح کہا ہے۔ اور حاکم نے سند صحیح اس میں

۱۹۶۱— عن: اللیث، عن نافع، عن ابن عمر رضی الله عنهما، قَالَ: لا یَسْجُدُ الرَّجُلُ إلَّا وَ هُوَ طَاهِرٌ. رواه البیهقی بإسناد صحیح کما فی فتح الباری (۲:۴۶۷).

باب استحباب سجود الشکر

۱۹۶۲— عن: أبی بکرة ﷺ، عن النبی ﷺ: أَنَّهُ کَانَ إِذَا جَاءَهُ أَمْرُ سُرُوْرٍ أَوْ بُشِّرَ بِهِ خَرَّ سَاجِداً شُکْراً لِلّٰهِ. رواه أبو داود و سکت عنه (۳:۴۴) وفی المرقاة (۳:۲۸) قال الترمذی: حسن غریب، و صححه الحاکم اه. و صححه فی زاد المعاد أیضاً بعد عزوه إلی الإمام أحمد (۲:۲۱).

فتبارك الله احسن الخالقین کا اضافہ کیا ہے اور ابن السکن نے اس میں اتنا اور بڑھایا ہے کہ یہ الفاظ آپ ﷺ تین مرتبہ فرماتے تھے اور اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس سے سجدۂ تلاوت میں مسنونیت تعظیمِ لسانی معلوم ہوئی۔ اور گو تمام سجدوں میں۔۔۔تمام اذکار وارِدہ جائز ہیں مگر بہتر سبحان ربی الاعلی ہے کیونکہ مروی ہے جب سبح اسم ربك الاعلی نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو سجدہ میں رکھو۔ اور سجدہ میں سبحان ربی الاعلی کہا کرو۔

۱۹۶۱- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ آدمی کو بحالت طہارت ہی سجدہ کرنا چاہئے اور غیر حالت طہارت میں سجدہ نہ کرنا چاہئے۔ اس کو بیہقی نے بسند صحیح روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے سجدہ تلاوت کے لئے طہارت کا شرط ہونا معلوم ہوتا ہے۔ نیز یہ سجدہ مماثل ہے سجدہ صلاتیہ کے قربتِ مقصودہ ہونے میں۔ پس اس کے لئے بھی وہی چیزیں شرط ہوں گی جو سجدۂ صلاتیہ کے لئے شرط ہیں۔ اور جس طرح سجدہ صلاتیہ بلا شرائط مخصوصہ کے عبادت نہیں ہوتا۔ یوں ہی یہ بھی عبادت نہ ہوگا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سجدہ شکر و سجدہ دعا شرعی نہیں ہے بلکہ لغوی سجدہ ہیں کیونکہ ان میں طہارت وغیرہ شرط نہیں۔

باب سجدہ شکر کے بیان میں

۱۹۶۲- ابوبکرہؓ سے مروی ہے کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ کو کوئی خوشی کی بات پہنچتی تو حق تعالیٰ کے شکر کے لئے سجدہ میں گر جاتے۔ اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔ اور ترمذی نے اسے حسن غریب کہا ہے اور حاکم نے اسکی تصحیح کی ہے اور ابن القیم نے اسے امام احمد کی طرف نسبت کر کے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس روایت سے سجدہ شکر کا ثبوت ہوتا ہے۔ لیکن اس جگہ یہ سمجھ لینا چاہئے کہ سجدہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک سجدہ شرعی

۱۹۶۳— عن : البراء بن عازب ﷺ : اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ سَجَدَ حِیْنَ جَاءَهٗ كِتَابُ عَلِیٍّ ﷺ مِنَ الْیَمَنِ بِاِسْلَامِ هَمْدَانَ. رواه البیهقی و قال : إسناده صحیح كذا فی التلخیص الحبیر (۱۱۵:۱) . وصححه المنذری أیضاً ، كما فی عون المعبود (۴۵:۳) . وصححه الحافظ ابن القیم أیضاً فی زاد المعاد (۹۷:۱) حیث قال : إسناده علی شرط البخاری اه.

جس سے تعبّد مقصود ہو جیسے سجدۂ صلاتیہ یا سجدۂ تلاوت ، اسکے لئے شرائط صلوۃ لازم ہیں خواہ وہ فرض ہو یا واجب یا سنت یا مستحب ۔ اور یہی سجدہ شرعی ہے ۔ اور دوسرا سجدہ لغوی جس سے مجرد تواضع مقصود ہو اور تعبد مقصود نہ ہو جیسے سجدہ شکر یا سجدہ دعا اور اس کے لئے وہ شرائط لازم نہیں جو سجدہ شرعی کے لئے لازم ہیں ۔ پس امام ابو حنیفہؒ جو سجدہ شکر کی نفی کرتے ہیں، اس سے مراد انکی سجدہ شرعی ہے اور جو لوگ اس کو ثابت کرتے ہیں اس سے مراد انکی سجدۂ لغوی ہے لہذا یہ نزاع لفظی ہے ۔ اور لوگوں نے فریقین کی مراد نہ سمجھنے کی وجہ سے اسکو نزاع حقیقی بنا دیا ہے ۔ اور ناحق امام المجتہدین کو اپنی نافہمی سے نشانہ ملامت بنا رکھا ہے ۔ اور اس سجدۂ لغوی کا یہ حکم ہے کہ وہ محض مباح ہے ۔ نہ سنت اور نہ مندوب نہ واجب اور نہ فرض ۔ کیونکہ شریعت میں شکر ضرور مطلوب ہے مگر اس کی خاص یہ ہیئت بذاتہا مقصود نہیں ۔ اسی طرح اس میں تواضع ضرور مطلوب ہے مگر اسکی یہ ہیئت خاص بذاتہا مقصود نہیں ۔ اور جن لوگوں نے اس کو مستحب کہا ہے انہوں نے اسکو لذاتہا مستحب نہیں کہا بلکہ شکر اور تواضع کا ایک اعلی فرد ہونے کی وجہ سے مستحب کہا ہے اور مستحب بھی بمعنی لغوی نہ کہ بمعنی شرعی ۔ یہ ہی وجہ ہے کہ وہ اس کے لئے طہارت وغیرہ کو لازم نہیں کہتے ۔ اور اگر وہ اسکو لذاتہا مستحب کہتے تو وہ سجدۂ صلاتیہ اور سجدۂ تلاوت کے ساتھ یوں ہی ملحق ہو جاتا جیسے فرض اور واجب نمازوں کے ساتھ نفل نمازیں ۔ اور اسکے لئے بھی وہ تمام شرطیں لازم ہوتیں جو سجدۂ صلاتیہ اور سجدۂ تلاوت کے لئے ہیں ۔ اور اس کا مستحب ہونا اس سے اسی طرح مانع نہ ہوتا جس طرح نماز کا نفل ہونا اس سے مانع نہیں ہے ۔ اب جبکہ اس سجدہ کی شرعی حیثیت معلوم ہوگئی تو اب سمجھو کہ اگر اس کو سجدہ شرعی اور مندوب شرعی سمجھ کر کیا جائے تو پھر وہ مکروہ ہو جائیگا ۔ کیونکہ اس میں اس کی شرعی حیثیت کا بدل دینا ہے ، یہ ہی معنی ہیں امام صاحبؒ کی اس روایت کے کہ آپ نے اسے مکروہ قرار دیا واللہ اعلم ۔ اور مقصود اس سے دوسروں پر نکیر نہیں اپنے ذوق اور شرح صدر کا اظہار ہے ۔

۱۹۶۳- براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ جبکہ رسول اللہ ﷺ کے پاس یمن سے حضرت علیؓ کی جانب سے ہمدان کے مسلمان ہونے کے اطلاع کا خط آیا تو آپ ﷺ نے سجدہ کیا ۔ اس کو بیہقی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے ۔ اور منذری نے بھی اس کی تصحیح کی ہے ۔ اور ابن القیم نے بخاری کی شرط پر صحیح کہا ہے ۔

١٩٦٤— عن : سعد بن أبي وقاص ﷺ قال : خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ مِنْ مَكَّةَ نُرِيْدُ الْمَدِيْنَةَ ، فَلَمَّا كُنَّا قَرِيْباً مِنْ عَزْوَرَاء نَزَلَ ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَدَعَا اللهَ سَاعَةً ، ثُمَّ خَرَّ سَاجِداً فَمَكَثَ طَوِيْلاً ، ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ سَاعَةً ثُمَّ خَرَّ سَاجِداً فَمَكَثَ طَوِيْلاً ثُمَّ قَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ سَاعَةً ، ثُمَّ خَرَّ سَاجِداً ، قَالَ : اِنِّيْ سَأَلْتُ رَبِّيْ وَ شَفَعْتُ لِأُمَّتِيْ ، فَاَعْطَانِيْ ثُلُثَ أُمَّتِيْ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا شُكْرًا لِرَبِّيْ ، ثُمَّ رَفَعْتُ رَأسِيْ فَسَأَلْتُ رَبِّيْ لِأُمَّتِيْ فَاَعْطَانِيْ ثُلُثَ أُمَّتِيْ فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّيْ شُكْراً ، ثُمَّ رَفَعْتُ رَأْسِيْ فَسَأَلْتُ رَبِّيْ لِأُمَّتِيْ ، فَاَعْطَانِيْ الثُّلُثَ الآخِرَ ، فَخَرَرْتُ سَاجِدًا لِرَبِّيْ شُكْرًا . رواه أبو داود (٣:٤٥) وسكت عنه ، و صححه في زاد المعاد (١:٩٧ و ٢:٢١).

١٩٦٥— عن : عبد الرحمن بن عوف ﷺ ، قَالَ : خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَاتَّبَعْتُهُ ، حَتّٰى دَخَلَ نَخْلاً ، فَسَجَدَ فَاَطَالَ السُّجُوْدَ ، حَتّٰى خِفْتُ اَوْ خَشِيْتُ اَنْ يَكُوْنَ اللهُ قَدْ تَوَفَّاهُ اَوْ قَبَضَهُ

١٩٦٤—سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں کہ ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مدینہ کے ارادہ سے مکہ سے روانہ ہوئے پس جبکہ ہم غروراء کے قریب پہنچے تو آپ ﷺ اترے اور ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالی سے کچھ دیر تک دعاء فرماتے رہے، اسکے بعد آپ ﷺ سجدہ میں گر گئے اور بہت دیر تک سجدہ میں رہے، اسکے بعد اٹھے اور ہاتھ اٹھا کر کچھ دیر تک حق تعالی سے دعاء فرماتے رہے، اسکے بعد آپ ﷺ سجدہ میں گر گئے اور دیر تک سجدہ میں رہے پھر اٹھے اور دعا مانگی، اسکے بعد سجدہ میں گر گئے، اسکے بعد فرمایا کہ میں نے حق تعالی سے درخواست کی تھی اور اپنی امت کی سفارش کی تھی سو آپ نے مجھے تہائی امت دیدی۔ اس پر میں حق تعالی کے شکر کے لئے سجدہ میں گر گیا (کیونکہ حقیقت شکر تعظیم منعم ہے اور سجدہ انتہائی تعظیم ہے) اس کے بعد میں نے اپنے رب سے اپنی امت کے لئے دوبارہ درخواست کی تو آپ نے ایک تہائی اور مجھے دیدی۔ اس پر میں بغرض اداءِ شکر سجدہ میں گر گیا۔ اسکے بعد میں نے سر اٹھایا اور تیسری مرتبہ اپنی امت کے لئے درخواست کی تو آپ نے باقی تہائی مجھے دیدی۔ اس پر میں تیسری مرتبہ بغرضِ اداءِ شکر سجدہ میں گر گیا۔ اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ اور اس پر سکوت کیا ہے اور زاد المعاد میں اس کی تصحیح کی ہے۔

فائدہ: ترجمہ سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے یہ سجدے بحیثیت افراد شکر ہونے کے ادا کئے ہیں نہ کہ من حیث الذات مطلوب شرعی ہونے کی حیثیت سے۔

١٩٦٥—عبد الرحمٰن بن عوفؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے چلے اور میں آپ ﷺ کے پیچھے چلا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کھجوروں کے ایک باغ میں داخل ہوئے اور آپ ﷺ نے سجدہ کیا اور بہت دیر تک سجدہ میں رہے۔ یہاں تک کہ

قَالَ : فَجِئْتُ اَنْظُرُ فَرَفَعَ رَأسَهٗ ، فَقَالَ : مَا لَكَ يَا عَبْدَ الرَّحْمٰنِ؟ قَالَ : فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهٗ قَالَ : فَقَالَ : اِنَّ جِبْرِيْلَ قَالَ لِیْ : اَلَا يُبَشِّرُكَ ؟ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ يَقُوْلُ : مَنْ صَلّٰى عَلَيْكَ صَلَّيْتُ عَلَيْهِ ، وَ مَنْ سَلَّمَ عَلَيْكَ سَلَّمْتُ عَلَيْهِ. زاد فی رواية : فَسَجَدْتُ لِلّٰهِ شُكْراً . رواه أحمد و الحاكم و قال : صحيح الإسناد ، كذا فی الترغيب (١:٢٩٨). و نقل البيهقی فی الخلافيات عن الحاكم ، قال : هذا حديث صحيح ، و لا أعلم فی سجدة الشكر أصح من هذا الحديث ، كذا فی القول البديع (ص–٧٩) . وصححه ابن القيم فی زاد المعاد (١:٩٧و٢:٤١) بعد عزوه إلى أحمد.

١٩٦٦– و فی القول البديع أيضاً عن عمر بن الخطاب ﷺ ، قال : خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِحَاجَتِهٖ ، فَلَمْ اَجِدْ اَحَدًا يَتْبَعُهٗ ، فَفَزِعَ عُمَرُ فَاَتَاهُ بِمَطْهَرَةٍ مِنْ خَلْفِهٖ ، فَوَجَدَ النَّبِیَّ ﷺ سَاجِدًا فِیْ شُرْبَةٍ ، فَتَنَحّٰى عَنْهُ مِنْ خَلْفِهٖ حَتّٰى رَفَعَ النَّبِیُّ ﷺ رَأْسَهٗ ، فَقَالَ : اَحْسَنْتَ يَا عُمَرُ! حِيْنَ وَ جَدْتَنِیْ سَاجِدًا فَتَنَحَّيْتَ عَنِّیْ ، اِنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَتَانِیْ فَقَالَ : مَنْ صَلّٰى عَلَيْكَ مِنْ اُمَّتِكَ وَاحِدَةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا ، وَ رَفَعَهٗ عَشْرَ دَرَجَاتٍ . رواه الطبرانی فی الصغير

مجھے خیال ہوا کہ کہیں خدا نے آپ ﷺ کو وفات تو نہیں دیدی؟ تب میں آپ کو دیکھنے کے لئے آیا۔اس پر آپ ﷺ نے سر اٹھایا اور فرمایا عبدالرحمٰن! کیا بات ہے؟ میں نے آپ ﷺ سے واقعہ بیان کیا تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ جبریل میرے پاس آئے اور فرمایا کہ کیا تم کو یہ سن کر خوشی نہ ہوگی کہ حق تعالی فرماتے ہیں کہ جو شخص تم پر درود بھیجے گا میں اس پر رحمت کروں گا۔اور جو تم پر سلام بھیجے گا میں اس پر سلام بھیجوں گا اور ایک روایت میں یہ مضمون زائد ہے کہ یہ سن کر میں نے شکر کے لئے سجدہ کیا۔اس کو احمد نے روایت کیا ہے اور حاکم نے کہا کہ سجدہ شکر میں اس سے زیادہ صحیح مجھے کوئی روایت معلوم نہیں۔اور ابن القیم نے اسکو امام احمد کی روایت سے صحیح کہا ہے۔

١٩٦٦–قول بدیع میں عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔اور میں نے کسی کو آپ ﷺ کے پیچھے جاتے ہوئے نہ پایا۔یہ حالت دیکھ کر حضرت عمرؓ گھبرا گئے اور خود لوٹا لے کر پیچھے سے روانہ ہوئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو سجدے کی حالت میں پایا۔تو آپ ﷺ یہ دیکھ کر پیچھے لوٹ آئے۔یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے سر اٹھایا اور فرمایا کہ اے عمر! تم نے بہت اچھا کیا کہ مجھے سجدہ میں دیکھ کر پیچھے لوٹ گئے۔کیونکہ جبریل میرے پاس آئے تھے۔اور انہوں نے فرمایا تھا کہ حق تعالی فرماتے ہیں کہ جو شخص تمہاری امت میں سے تم پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالی اس پر دس مرتبہ رحمت

من رواية الأسود بن يزيد عن عمر ﷺ ، و من طريق الطبرانى أخرجه الضياء فى المختارة. قلت : و إسناده جيد بل صححه بعضهم اه.

۱۹۶۷– سَجَدَ اَبُوْ بَكْرٍ ﷺ حِيْنَ جَاءَهُ قَتْلُ مُسَيْلَمَةَ . رواه سعيد بن منصور.

۱۹۶۸– وَ سَجَدَ عَلِيٌّ ﷺ حِيْنَ وَجَدَ ذَا الثَّدْيَةِ فِى الْخَوَارِجِ . رواه أحمد فى مسنده .

۱۹۶۹– وَ سَجَدَ كَعْبُ بْنُ مَالِكٍ ﷺ فِىْ عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ لَمَّا بُشِّرَ بِتَوْبَةِ اللهِ عَلَيْهِ. و قصته متفق عليها كذا فى المنتقى (متن النيل ۲ :۳۵۵) ، وصحح الأثرين ، أثر أبى بكر ﷺ ، و أثر على ﷺ فى زاد المعاد (۱ :۹۷و۲ :۲۱).

کریں گے اور دس درجہ بلند کریں گے۔ اس کو طبرانی نے صغیر میں روایت کیا ہے اور اس کی اسناد جید ہے۔ بلکہ بعض نے اسے صحیح کہا ہے۔

۱۹۶۷–سعید بن منصور نے روایت کیا ہے کہ جب ابوبکر صدیقؓ کو مسیلمہ کذاب کے قتل کی اطلاع پہنچی تو انہوں نے سجدہ (شکر) کیا۔

۱۹۶۸–احمد نے روایت کیا ہے کہ جب حضرت علیؓ نے ذوالثدیہ کی لاش کو خوارج کی لاشوں میں پایا تو آپ نے سجدہ (شکر) کیا۔ (مسند احمد)۔

۱۹۶۹–بخاری ومسلم میں ہے کہ جب کعب بن مالکؓ کو قبول توبہ کی خوشخبری دی گئی تو انہوں نے سجدہ کیا۔ اور ابوبکر وعلی رضی اللہ عنہما کے سجدوں کی روایتوں کو زاد المعاد میں صحیح کہا ہے۔

<u>فائدہ</u>: ان روایات سے سجدہ شکر کا ثبوت ہوتا ہے۔ لیکن اسی تفصیل کے ساتھ جس کو ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں۔ یہاں پر ایک اور دقیق بات قابل گذارش ہے اور وہ یہ ہے کہ بعض افعال جوش طبعی اور غلبہ حال کی بنا پر صادر ہوا کرتے ہیں اور ایسے افعال قابل اتباع نہیں ہوتے۔ مثلاً ابوبکر صدیقؓ نے بعد الوفات جناب رسول اللہ ﷺ کا جوش محبت میں بوسہ لیا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے عثمان بن مظعونؓ کا بوسہ لیا لیکن باوجود اس کے کوئی نہیں کہتا کہ میت کی پیشانی کا بوسہ لینا سنت یا مستحب وغیرہ ہے بلکہ اگر لوگ بتکلف ایسا کریں تو ان کو منع کیا جائے گا۔ ہاں اگر کوئی غلبہ شوق وجوش محبت میں ایسا کرے تو وہ معذور ہے، نہ مبتدع نہ آثم، کیونکہ ایسے بوسہ کا ثبوت ہے اور اس بوسہ کا جو بہ تکلف ہو کوئی ثبوت نہیں۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ ممکن ہے کہ امام صاحبؒ نے ان روایات کو غلبہ شوق اور جوش اندرونی اور غلبہ حال پر محمول کیا ہو اور اس لئے انہوں نے اس سجدہ شکر کو جو بہ تکلف اور بلا جوش وغلبہ حال ہو منع فرمایا ہو۔ جیسے بوسہ میت مگر اقرب وہی ہے جو کہ ہم پیشتر لکھ چکے ہیں۔ واللہ اعلم

أبواب صلاة المسافر

باب مسافة القصر

١٩٧٠– عن : عبد الرحمن بن أبی بكر ، عن أبيه : أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ وَقَّتَ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَ لَيَالِيْهِنَّ لِلْمُسَافِرِ ، وَ لِلْمُقِيْمِ يَوْمًا وَ لَيْلَةً . رواه ابن حبان فی صحيحه (زيلعی ١:٨٧) وقال الطحاوی فی معانی الآثار (١:١٥٠) : قَدْ تَوَاتَرَتِ الْآثَارُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ لِلْمُسَافِرِ ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ وَلَيَالِيْهَا ، وَ لِلْمُقِيْمِ يَوْمٌ وَ لَيْلَةٌ اه.

١٩٧١– و أخرجه مسلم (١:١٣٥) عن شريح بن هانئ عن عائشة رضی الله عنها ، قَالَ : اَتَيْتُهَا اَسْاَلُهَا عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ ، فَقَالَتْ : عَلَيْكَ بِابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ فَاسْاَلْهُ ، فَسَاَلْنَاهُ ؟ فَقَالَ : جَعَلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَلَيَالِيْهِنَّ لِلْمُسَافِرِ ، إلخ.

١٩٧٢– أخبرنا : سعد بن عبيد الطائی ، عن علی بن ربيعة الوالبی – الوالبة بطن من بنی أسد بن خزيمة – قَالَ : سَاَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ اِلٰى كَمْ تُقْصَرُ الصَّلَاةُ ؟ فَقَالَ اَتَعْرِفُ السُّوَيْدَاءَ ؟ قَالَ : قُلْتُ : لَا ! وَ لٰكِنِّيْ قَدْ سَمِعْتُ بِهَا ، قَالَ : هِيَ ثَلٰثُ لَيَالٍ قَوَاصِدَ

باب مسافتِ قصر کے بیان میں

۱۹۷۰-ابوبکر یا ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مسح علی الخفین میں تین دن رات مسافر کے لئے اور ایک دن رات مقیم کے لئے مقرر فرمائی۔ اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور طحاوی نے کہا ہے کہ اس باب میں کہ مدتِ مسح مسافر کے لئے تین دن اور تین رات اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات ہے، رسول اللہ ﷺ سے روایات متواتر ہیں۔

۱۹۷۱-مسلم نے شریح بن ہانی سے روایت کیا ہے کہ میں حضرت عائشہؓ سے مسح علی الخفین کی بابت دریافت کرنے آیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ علی بن ابی طالب کے پاس جاؤ اور ان سے پوچھو۔ پس ہم نے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مسافر کے لئے تین دن رات مقرر فرمائے ہیں الخ۔

تنبیہ: ان روایات سے مدعا پر استدلال کی تقریر جو میرے ذہن میں آئی ہے آئندہ مذکور ہوگی (مترجم)

۱۹۷۲-علی بن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ سے سوال کیا کہ آپ (کم از کم) کتنی مسافت پر قصر کریں گے۔

فَاِذَا خَرَجْنَا اِلَيْهَا قَصَرْنَا الصَّلاَةَ . راوه الإمام محمد بن الحسن فى الآثار له (ص–۳٤و۳٥) وفى آثار السنن : إسناده صحيح اه (۲:۶۲) . قلت : رجاله ثقات من رجال الصحيحين.

۱۹۷۳– عن : ابن عمر رضى الله عنهما ، اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ قَالَ : لاَ تُسَافِرُ الْمَرْاَةُ ثَلاَثَةَ اَيَّامٍ اِلاَّ مَعَ ذِىْ مَحْرَمٍ. رواه البخارى (ص–۱٤۷) وفى رواية مسلم بطريق الضحاك بن عثمان عن نافع : مَسِيْرَةَ ثَلاَثِ لَيَالٍ (فتح البارى ۲:٤٦۸).

۱۹۷٤– عن : أبى هريرة ﷺ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : لاَ يَحِلُّ لِاِمْرَاَةٍ اَنْ تُسَافِرَ ثَلاَثًا اِلاَّ وَمَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ مِّنْهَا . أخرجه مسلم (۱:٤۳٤) و عزاه فى النيل إلىٰ أحمد و مسلم بلفظ : مَسِيْرَةَ ثَلاَثَةِ اَيَّامٍ اه (۱:٤۷۰).

۱۹۷٥– عن : أبى سعيد الخدرى ﷺ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : لاَ يَحِلُّ لِاِمْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ اَنْ تُسَافِرَ سَفَراً يَكُوْنُ ثَلاَثَةَ اَيَّامٍ فَصَاعِدًا اِلاَّ وَ مَعَهَا اَبُوْهَا اَوْ اِبْنُهَا اَوْ زَوْجُهَا اَوْ اَخُوْهَا اَوْ ذُوْ مَحْرَمٍ مِّنْهَا . أخرجه مسلم (ص–٤۳٤) ، و عزاه فى النيل

انہوں نے فرمایا کہ تم سویداء کو جانتے ہو۔ میں نے کہا دیکھا تو نہیں، ہاں سنا ہے، انہوں نے فرمایا کہ وہ تین معتدل راتوں کی مسافت پر ہے پس جبکہ ہم اسکے ارادہ سے روانہ ہونگے اس وقت قصر کریں گے۔ اس کو امام محمد نے کتاب الآ ثار میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیحین کے راوی ہیں لہذا اسناد صحیح ہے۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اقل مدتِ سفر تین دن کی مسافت ہے۔ اور یہی مذہب احناف کا ہے۔

۱۹۷۳- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی عورت تین دن کا سفر نہ کرے بجز اس کے کہ اسکے ساتھ اس کا کوئی محرم ہو۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے اور مسلم میں بجائے تین دن کے تین رات کی مسافت مذکور ہے۔

۱۹۷۴- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی عورت کے لئے جائز نہیں کہ وہ تین دن کا سفر کرے۔ بجز اس کے کہ اس کے ساتھ اس کا محرم ہو۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے اور نیل الاوطار میں بجائے تین دن کے تین دن کی مسافت روایت کر کے اسکو احمد اور مسلم کی طرف منسوب کیا ہے۔

۱۹۷۵- ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی عورت کے لئے جو خدا اور قیامت پر ایمان رکھتی ہو

إلی الجماعة إلا البخاری و النسائی اه (۱:۱۷۰).

باب وجوب القصر فی السفر و کراهة الإتمام

۱۹۷۶– عن: ابن عمر رضی اللہ عنهما، قال: صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فَكَانَ لَا يَزِيْدُ فِي السَّفَرِ عَلٰى رَكْعَتَيْنِ، وَ أَبَا بَكْرٍ ﷺ، وَ عُمَرَ ﷺ، وَ عُثْمَانَ ﷺ. رواه البخاری (۱:۱۴۹)

یہ جائز نہیں کہ وہ تین دن یا زیادہ کا سفر کرے بجز اسکے کہ اسکے ساتھ اس کا باپ یا بیٹا یا خاوند یا بھائی یا کوئی اور محرم ہو۔اس کو مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: ان روایات سے ابن عمرؓ کی اس روایت کی تائید ہوتی ہے جس میں انہوں نے ادنی مدتِ سفر تین دن کی مسافت قرار دی ہے۔اور وجہ تائید یہ ہے کہ عورت کے لئے بلا محرم کے تین دن یا اس سے زیادہ کے سفر کو نا جائز قرار دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہ مسافت ہے جس سے احکام بدل جاتے ہیں۔اور اس سے کم مسافت مکان واحد کے حکم میں ہے۔اور چونکہ وہ مسافت جس سے احکام بدل جاتے ہیں مدت سفر ہی ہے اس لئے معلوم ہوا کہ اقل مدتِ سفر تین دن کی مسافت ہے اور جبکہ اس کے ساتھ ان روایات کو ملایا جاتا ہے جس میں مسافر کو تین دن رات تک مسح خفین کی اجازت مذکور ہے تو اس خیال کو اور بھی قوت ہو جاتی ہے کیونکہ جب ہم اس تحدید کے منشاء پر غور کرتے ہیں اور یہ سوچتے ہیں کہ آخر یہ تین دن رات کی تخصیص کیوں ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تحدید ادنی مدت سفر کی بنا پر کی گئی ہے اور مطلب یہ ہے کہ چونکہ تین دن سے کم کے سفر سے آدمی مقیم ہی رہتا ہے اس لئے وہ کسی تخفیف کا مستحق نہیں۔اور جبکہ اس نے تین دن کا سفر کیا تو اب وہ مستحق تخفیف ہوا۔اب اگر اسکے لئے تین دن سے کم تخفیف کی جائے تو یہ پورے سفر میں تخفیف نہ ہوگی بلکہ اسکے ایک حصہ میں ہوگی۔اور اگر تین دن سے زیادہ کی تخفیف کی جائے تو وہ زیادتی سفر کے لئے لازم نہیں کیونکہ تین دن کے بعد آدمی مقیم ہو سکتا ہے۔پس اسی مقدار پر اکتفاء کیا گیا جو ہر مسافر کے لئے ضروری ہے یعنی تین دن رات کیونکہ اس مقدار سے کم میں آدمی مسافر ہی نہیں ہوتا اور زیادہ میں مقیم ہو سکتا ہے،اس لئے وہ کمی اور بیشی دونوں صورتوں میں تخفیف کا مستحق نہیں اور تخفیف کا مستحق وہ صرف تین دن میں ہے۔اس لئے یہ مقدار مقرر کی گئی اور اس سے اقل مدتِ سفر معلوم ہو گئی۔پس چونکہ یہ تمام دلائل آپس میں ایک دوسرے کی تائید کرتے تھے۔اس لئے حنفیہ نے کہا کہ اقل مدت سفر تین دن رات ہے۔

باب سفر میں قصر واجب ہے اور اتمام مکروہ ہے

۱۹۷۶-ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا،سو آپ ﷺ سفر میں دو رکعتوں سے زیادہ نہ پڑھتے تھے۔اور ابو بکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کے بھی ساتھ رہا (وہ بھی سفر میں دو رکعتوں پر زیادتی نہ کرتے تھے) اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

و لفظ مسلم فی صحیحه (۱:۲۴۲) : صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ فِی السَّفَرِ فَلَمْ یَزِدْ عَلٰی رَکْعَتَیْنِ حَتّٰی قَبَضَهُ اللّٰهُ، وَ صَحِبْتُ اَبَا بَکْرٍ فَلَمْ یَزِدْ عَلٰی رَکْعَتَیْنِ حَتّٰی قَبَضَهُ اللّٰهُ، وَ صَحِبْتُ عُمَرَ فَلَمْ یَزِدْ عَلٰی رَکْعَتَیْنِ حَتّٰی قَبَضَهُ اللّٰهُ، ثُمَّ صَحِبْتُ عُثْمَانَ فَلَمْ یَزِدْ عَلٰی رَکْعَتَیْنِ حَتّٰی قَبَضَهُ اللّٰهُ، وَ قَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی : لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ اه.

۱۹۷۷ — و عنه : قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : صَلَاةُ السَّفَرِ رَکْعَتَانِ، مَنْ تَرَکَ السُّنَّةَ کَفَرَ. رواه ابن حزم بسند صحیح (عمدة القاریٔ ۳:۵۴۸).

۱۹۷۸ — عن : مورق، قال : سَاَلْتُ اِبْنَ عُمَرَ رضی الله عنهما عَنِ الصَّلَاةِ فِی السَّفَرِ، قَالَ : رَکْعَتَیْنِ رَکْعَتَیْنِ، مَنْ خَالَفَ السُّنَّةَ کَفَرَ. رواه الطبرانی فی الکبیر و رجاله رجال الصحیح (مجمع الزوائد ۱:۲۰۳).

اور مسلم کی ایک روایت بدیں سیاق ہے کہ میں سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا۔ سو آپ ﷺ نے دو رکعتوں پر زیادتی نہ کی یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو وفات دیدی۔ اور ابوبکرؓ کے بھی ساتھ رہا، انہوں نے بھی دو رکعتوں پر زیادتی نہ کی یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے ان کو بھی وفات دیدی۔ اور حضرت عمرؓ کے بھی ساتھ رہا۔ سو انہوں نے بھی دو رکعتوں پر زیادتی نہ کی یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے ان کو بھی وفات دیدی۔ پھر حضرت عثمانؓ کے ساتھ رہا، سو انہوں نے بھی دو رکعتوں پر زیادتی نہ کی یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے ان کو بھی وفات دیدی اور حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کے اندر اسوۂ حسنہ ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ یہ سب حضرات سفر میں قصر ہی کرتے تھے اور اتمام نہ کرتے تھے۔ اور اس کا سبب بجز اسکے کچھ نہیں کہ وہ اتمام کو جائز نہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ اگر ان کے نزدیک اتمام عزیمت ہوتا اور قصر محض رخصت ہوتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ قصر پر مداومت کرتے اور عزیمت کو یک لخت چھوڑ دیتے۔

۱۹۷۷- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سفر کی نماز دو رکعتیں ہیں (اور اس سے ثابت ہوا کہ یہ قانون ہے) اب جو اس قانون کو چھوڑے (اور اتمام کرے) تو وہ اس قانون کو نہیں مانتا، اس کو ابن حزم نے بسند صحیح روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے بھی وجوب قصر ثابت ہوتا ہے۔

۱۹۷۸- مورق کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ سے سفر میں نماز پڑھنے کے متعلق دریافت کیا، آپ نے فرمایا کہ دو دو رکعتیں پڑھو (کیونکہ یہی قانون ہے) جو قانون کے خلاف کرتا ہے وہ اس قانون کے ماننے سے انکار کرتا ہے۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اسکے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

۱۹۷۹— عن : أبی الکنود ، قال : سَاَلْتُ اِبْنَ عُمَرَ عَنْ صَلاَةِ السَّفَرِ ، فَقَالَ : رَكْعَتَانِ نَزَلَتَا مِنَ السَّمَاءِ ، فَاِنْ شِئْتُمْ فَرُدُّوْهُمَا . رواه الطبرانی فی الصغیر و رجاله موثقون (مجمع الزوائد ۱:۲۰۳).

۱۹۸۰— عن : السائب بن یزید الکندی ابن أخت النمر ، قال : فُرِضَتِ الصَّلاَةُ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ زِيْدَ فِيْ صَلاَةِ الْحَضَرِ وَ أُقِرَّتْ صَلاَةُ السَّفَرِ . رواه الطبرانی فی الکبیر ، و رجاله رجال الصحیح (مجمع الزوائد ۱:۲۰۳).

فائدہ: ان حدیثوں سے صراحۃً معلوم ہورہا ہے کہ سفر میں قصر واجب ہے اور گویا کہ سفر میں اتمام ایسے ہی ہے جیسے حضر میں قصر کرنا۔

۱۹۷۹—ابوالکنود سے مروی ہے کہ میں نے ابن عمرؓ سے نماز سفر کے بابت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ دو رکعتیں ہیں جو کہ آسمان سے نازل ہوئی ہیں (کسی نے خود نہیں گھڑلیں) تم چاہو تو انہیں رد کردو (اور بجائے دو کے چار پڑھا کرو یہ مضمون توبیخی ہے)۔ اس کو طبرانی نے صغیر میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی موثق ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں قصر ہی عزیمت ہے کیونکہ اگر اتمام افضل ہوتا تو یوں فرماتے کہ آسمان سے چار رکعات نازل ہوئی ہیں البتہ دو پڑھنا بھی جائز ہے۔

۱۹۸۰—سائب بن یزیدؓ سے مروی ہے کہ اول نماز دو رکعت فرض ہوئی تھی، اسکے بعد حضر کی نمازوں میں اضافہ ہوکر تین اور چار ہوگئیں۔ اور سفر کی نماز کو حالت سابق پر دو رکعت باقی رکھا گیا۔ اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اسکے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

فائدہ: یعلی بن امیہ کی آیندہ روایت اس کے معارض نہیں کیونکہ اس کا حاصل یہ ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ کو صلوۃ خوف سے متعلق دیکھا اور اس میں قصر احوال صلوۃ کو خوف ایذاء کفار کے ساتھ مشروط پایا، تو ان کو خیال ہوا کہ صلوۃِ حضر میں جو دو رکعت کا اضافہ کیا گیا اور صلوۃ سفر میں اضافہ نہیں کیا گیا بلکہ اسکو حالتِ سابق پر باقی رکھا گیا ہے، اس کا منشا یہی اندیشہ ایذاء کفار ہی تھا کیونکہ اس زمانہ کے سفر اس خطرہ سے خالی نہ تھے۔ اب جبکہ وہ خطرہ مٹ گیا اور پھر بھی نماز سفر حالت سابق ہی پر رہی اور اس میں اضافہ نہ ہوا تو انکو تردد ہوا کہ یہ کیا بات ہے کہ امن کے بعد بھی نماز سفر کو حالت سابق پر باقی رکھا گیا۔ اور اس تردد کو رفع کرنے کے واسطے انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا۔ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ نمازِ سفر کو حالتِ سابق پر باقی رکھنے منشا اندیشہ ایذاء کفار نہ تھا بلکہ جن دو رکعتوں کو حق تعالی نے حضر میں رہنا حق قرار دیا ہے سفر میں ان کو تمہارا حق یعنی نفل بنادیا ہے۔ اور چونکہ یہ دو رکعتیں اس نے تم پر صدقہ کی ہیں کہ اپنے حق کو تمہارا حق بنادیا اس لئے تم اسکے اس صدقہ کو قبول کرو۔ پس اب دونوں حدیثوں میں تعارض نہ رہا۔ اور یہ تقریر جصاص اور مؤلف دونوں کی توجیہوں سے بہتر ہے۔ واللہ اعلم۔

١٩٨١– عن : عائشة رضى الله عنها زَوجِ النَّبِيّ ﷺ ، قَالَتُ : اَلصَّلاَةُ اَوَّلُ مَا فُرِضَتُ رَكُعَتَانِ ، فَاُقِرَتُ صَلاَةُ السَّفرِ وَ اُتِمَّتُ صَلاَةُ الْحَضَرِ . قال الزهرى : فَقُلْتُ لِعُرْوَةَ : فَمَا بَالُ عَائِشَةَ تُتِمُّ ؟ قَالَ : تَاَوَّلَتُ مَا تَاَوَّلَ عُثُمَانُ . رواه البخارى (١٤٨:١).

١٩٨٢– و عنها : قَالَتُ : فُرِضَتِ الصَّلاَةُ رَكُعَتَيُنِ رَكُعَتَيُنِ اِلَّا الْمَغْرِبَ ثَلاَثاً لِاَنَّها وِتُرٌ ، قَالَتُ : وَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ اِذَا سَافَرَ صَلَّى الصَّلاَةَ الْاُوْلٰى اِلَّا الْمَغُرِبَ ، وَ اِذَا اَقَامَ زَادَ مَعَ كُلِّ رَكُعَتَيُنِ رَكُعَتَيُنِ اِلَّا الْمَغُرِبَ لِاَنَّها وِتُرٌ ، وَ الصُّبُحَ لِاَنَّها يَطُوُلُ فِيُهَا الْقِرَائَةُ . رواه أحمد مع روايات أخرى ، و رجالها كلها ثقات (مجمع الزوائد ١:٢٠٣).

١٩٨٣– عن : عمر ﷺ ، قَالَ : صَلاَةُ السَّفرِ رَكُعَتَانِ ، وَ صَلاَةُ الْجُمُعَةِ رَكُعَتَانِ ، وَ الْفِطُرُ رَكُعَتَانِ ، وَ الْاَضُحى رَكُعَتَانِ ، تَمَامٌ غَيْرُ قَصُرٍ عَلٰى لِسَانِ مُحَمَّدٍ ﷺ. رواه ابن ماجة والنسائى و ابن حبان ، و إسناده صحيح (آثار السنن ٢:٦١).

۱۹۸۱-عائشہؓ سے مروی ہے کہ شروع میں نماز دو رکعت فرض ہوئی تھی۔ پس سفر کی نماز تو اسی حال پر رکھی گئی اور حضر کی نماز کو پورا کر دیا گیا۔ زہریؒ کہتے ہیں کہ یہ روایت سن کر میں نے عروہؓ سے پوچھا کہ جب عائشہؓ جانتی تھیں کہ سفر میں فرض دو ہی رکعتیں ہیں تو وہ خود اتمام کیوں کرتی تھیں تو انہوں نے فرمایا کہ انہوں نے وہی تاویل کی تھی جو حضرت عثمانؓ نے کی تھی۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: یعنی حضرت عثمانؓ نے منی میں چار رکعت نماز پڑھی حالانکہ وہ مسافر تھے اس کی مختلف تاویلات کی گئی ہیں جن میں سب سے بہتر یہ ہے کہ آپؓ نے اس شہر مکہ میں شادی کر لی تھی اور حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اِذَا تَاَهَّلَ الرَّجُلُ بِبَلْدَةٍ فَاِنَّهٗ يُصَلِّىْ بِهَا صَلٰوةَ مُقِيْمٍ (مسند احمد ۱:۶۲) اس لئے آپؓ نے منی میں چار رکعات نماز پڑھی اور مستقل بیان حدیث نمبر ۲۰۱۰ کے تحت آ رہا ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۹۸۲-نیز حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ اول نماز دو رکعت فرض ہوئی تھی بجز مغرب کے کہ وہ شروع سے تین ہی رکعت تھی کیونکہ وہ دن کے وتر ہیں۔ اور جب رسول اللہ ﷺ سفر کرتے تھے تو پہلی ہی نماز پڑھتے تھے اور جب مقیم ہوتے تو ہر دو رکعتوں کے ساتھ (بحکم خدا) دو رکعتیں اور بڑھا لیتے باستثناء مغرب کے کہ وہ دن کے وتر ہیں اور باستثناء صبح کے کہ اس میں قراءت کو طویل کر دیتے تھے۔ اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ ہیں۔

۱۹۸۳-حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ نماز سفر دو رکعتیں ہیں۔ اور جمعہ کی نماز بھی دو رکعتیں ہیں اور عید الفطر کی نماز بھی دو

۱۹۸۴ – عن : يعلى بن أمية قَالَ : قُلْتُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ﷺ : لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلَاةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا . فَقَدْ اَمِنَ النَّاسُ فَقَالَ : عَجِبْتُ مِمَّا عَجِبْتَ مِنْهُ ، فَسَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ ذٰلِكَ ؟ فَقَالَ : صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللّٰهُ بِهَا عَلَيْكُمْ فَاقْبَلُوْا صَدَقَتَهٗ. رواه مسلم (۱:۲٤۱) ، و فى لفظ لابن حبان فى صحيحه : فَاقْبَلُوْا رُخْصَتَهٗ. كذا فى نصب الراية (۱:۳۱۱).

رکعتیں ہیں اور عید الاضحٰی کی نماز بھی دو رکعتیں ہیں اور یہ پوری ہیں نہ کہ ناقص۔ اور رسول اللہ ﷺ کی زبانی ہیں (کسی نے اپنی طرف سے نہیں بنائیں) اس کو نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

فائدہ: جب ان تمام روایتوں سے یہ ثابت ہوا کہ سفر میں فرض دو ہی رکعت ہیں تو اب اگر کوئی چار پڑھے گا تو چاروں فرض نہ ہونگی، بلکہ دو فرض ہوں گی اور دو نفل اور فرض کے ساتھ نفل کا اختلاط اور سلام کی تاخیر لازم آئے گی جو کہ ناجائز ہے۔

۱۹۸۴- یعلی بن امیہ سے مروی ہے کہ میں نے عمر بن الخطاب ؓ سے کہا کہ حق تعالی فرماتے ہیں لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اس کا مقتضی یہ ہے کہ اس زمانہ میں قصر نہ ہو، کیونکہ اس وقت لوگ مامون ہو چکے ہیں تو آپ ؓ نے فرمایا کہ جس بات سے تم کو تعجب ہوا اسی سے مجھے بھی تعجب ہوا تھا اور میں نے اس کی بابت رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ حق تعالی کا صدقہ ہے جو اس نے تم پر کیا ہے۔ لہذا تم اسے قبول کرو۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے اور صحیح ابن حبان کی ایک روایت میں ہے کہ تم اس کی رخصت کو قبول کرو۔

فائدہ: اس روایت میں سفر میں دو رکعت کی کمی کو حق تعالی کا صدقہ فرمایا یعنی دو رکعت بصورت ثابت ہونے کے فرض اور حق تعالی کا حق ہوئیں، انکو بندوں کا حق اور نفل قرار دیدیا گیا ہے۔ پس جبکہ وہ دو رکعتیں نفل ہوئیں تو اب اتمام جائز نہ رہا کیونکہ اس صورت میں اختلاط الفرض بالنفل اور تاخیر سلام من محله لازم آئی جو کہ ناجائز ہے۔ نیز جبکہ تصدق کی حقیقت معلوم ہوگئی تو اس سے معلوم ہوگیا کہ اس کا حقیقی رد بندوں کی جانب سے ناممکن ہے کیونکہ رد کی یہ صورت ہے کہ وہ ان رکعتوں کو فرض ہی رکھیں اور نفل نہ ہونے دیں اور یہ بندوں سے ناممکن ہے، ہاں رد صوری ممکن ہے کہ بجائے دو کے چار رکعتیں پڑھیں۔ جن میں دو فرض ہوں اور دو نفل اس لئے آپ ﷺ نے فرمادیا کہ تم اس کو صورۃً بھی رد نہ کرنا اور بجائے دو کے چار نہ پڑھنا۔ پس اس حکم کی رو سے بھی چار پڑھنا ممنوع ہوا کیونکہ اس میں صورۃً حق تعالی کے صدقہ کا رد ہے۔ لہذا مدعیٰ ثابت ہے۔ صدقہ کی یہ تفسیر جو میں نے کی ہے مشہور تقریر سے بہتر ہے۔

١٩٨٥– عن : أبي هريرة ﷺ ، قَالَ : سَافَرْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ ، وَمَعَ اَبِیْ بَكْرٍ ، وَ عُمَرَ ، كُلُّهُمْ صَلّٰى مِنْ حِيْنَ يَخْرُجُ مِنَ الْمَدِيْنَةِ اِلٰى اَنْ يَّرْجِعَ اِلَيْهَا رَكْعَتَيْنِ فِی الْمَسِيْرِ وَ الْمَقَامِ بِمَكَّةَ . رواه أبو يعلى والطبراني في الأوسط ، ورجال أبي يعلى رجال الصحيح ، (مجمع الزوائد ١:٢٠٤).

١٩٨٦– عن : ابن عباس و ابن عمر رضي الله عنهم ، اَنَّهُمَا قَالاَ : سَنَّ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَلصَّلاَةَ فِی السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ وَ هِیَ تَمَامٌ ، وَ الْوِتْرُ فِی السَّفَرِ سُنَّةٌ . قلت : في "الصحيح" بعضه ، رواه البزار و فيه جابر الجعفي ، و ثقه شعبة والثوري و ضعفه آخرون ، (مجمع الزوائد ١:٢٠٤) قلت : فالحديث حسن .

١٩٨٧– عن : ابن عباس رضي الله عنهما ، قَالَ : فَرَضَ اللهُ الصَّلاَةَ عَلٰى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ ﷺ فِی الْحَضَرِ اَرْبَعاً ، وَ فی السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ ، وَ فِی الْخَوْفِ رَكْعَةً . رواه مسلم (١:٢٤١) وفي لفظ له : اِنَّ اللهَ تَعَالٰی فَرَضَ الصَّلاَةَ علی لِسَانِ نَبِيِّكُمْ عَلَى الْمُسَافِرِ رَكْعَتَيْنِ وَ عَلَى الْمُقِيْمِ اَرْبَعاً . الحديث.

١٩٨٥-ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے ساتھ سفر کیا۔ان سب نے مدینہ سے نکلنے سے لیکر مدینہ میں واپسی تک طے مسافت کے زمانہ میں بھی اور مکہ کے قیام کے زمانہ میں بھی دو ہی رکعتیں پڑھیں۔اس کو ابو یعلی اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور ابو یعلی کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

<u>فائدہ</u>:اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکرؓ و عمرؓ قصر کا اہتمام کرتے تھے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قصر لازم ہے ،نیز اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قصر حالت طے مسافت کے ساتھ مخصوص نہیں۔بلکہ طے مسافت اور قیام دونوں میں ہونا چاہئے۔

١٩٨٦-ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز سفر دو رکعت مقرر فرمائی ہے اور یہ پوری نماز ہے نہ کہ آدھی اور سفر میں وتر پڑھنے کا بھی قاعدہ ہے۔اس کو بزار نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں جابر جعفی مختلف فیہ ہے۔ لہٰذا حدیث حسن ہے۔

<u>فائدہ</u>:اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں فرض دو ہی رکعت ہیں،اگر چار پڑھے گا تو باقی دو نفل ہونگی۔

١٩٨٧-ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالی نے تمہارے نبی کی زبانی حضر میں چار رکعتیں فرض فرمائی ہیں اور سفر میں دو رکعتیں

۱۹۸۸– عن: موسى بن سلمة الهذلي، قَالَ: سَأَلْتُ اِبْنَ عَبَّاسٍ كَيْفَ أُصَلِّيْ إِذَا كُنْتُ بِمَكَّةَ إِذَا لَمْ أُصَلِّ مَعَ الإِمَامِ؟ فَقَالَ: رَكْعَتَيْنِ، سُنَّةَ أَبِي الْقَاسِمِ ﷺ. أخرجه مسلم (۱:۲٤۱).

۱۹۸۹– وعنه: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَرَجَ مِنَ الْمَدِيْنَةِ إِلَى مَكَّةَ لَا يَخَافُ إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ. أخرجه الترمذي وغيره، وقال الترمذي: حديث صحيح (۱:۷۱).

۱۹۹۰– وعنه: قَالَ: صَلّٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ حِيْنَ سَافَرَ رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ، وَحِيْنَ أَقَامَ أَرْبَعاً. قَالَ: وَقَالَ اِبْنُ عَبَّاسٍ: فَمَنْ صَلّٰى فِي السَّفَرِ أَرْبَعًا كَمَنْ صَلّٰى فِي الْحَضَرِ رَكْعَتَيْنِ. قلت: في "الصحيح" بعضه، رواه أحمد وفيه حميد بن علي العقيلي قال الدار قطني: لا يحتج به وذكره ابن حبان في الثقات، (مجمع الزوائد ۱:۲۰٤) مختصراً.

اور خوف کی حالت میں (امام کے ساتھ) ایک رکعت (اور دوسری رکعت تنہا پڑھی جائے گی) اسکو مسلم نے روایت کیا ہے اور انہی کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالی نے تمہاری نبی کی زبانی مسافر پر دو رکعتیں فرض کی ہیں اور مقیم پر چار۔

فائدہ: اس سے بھی مضمون بالا ثابت ہوتا ہے۔

۱۹۸۸–موسی بن سلمہ ہذلی کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے دریافت کیا کہ جب میں مکہ میں ہوں اور امام کے پیچھے نماز نہ پڑھتا ہوں تو میں کس طرح نماز پڑھوں۔ تو آپؓ نے فرمایا کہ دو رکعتیں پڑھو، یہ قانون ہے ابو القاسم ﷺ کا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے بھی یہی معلوم ہوا کہ سفر میں دو ہی رکعتوں کا قاعدہ ہے اور چار رکعتیں خلافِ قاعدہ ہیں۔

۱۹۸۹–ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ سے مدینہ کو ایسی حالت میں روانہ ہوئے کہ آپ ﷺ کو خدا کے سوا کسی کا خوف نہ تھا۔ اور اس حالت میں بھی آپ ﷺ نے دو ہی رکعتیں پڑھیں اس کو ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ قصر حالتِ خوف کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ امن و خوف دونوں حالتوں میں ہے۔

۱۹۹۰–ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب سفر کیا تو دو رکعتیں پڑھیں اور جب آپ ﷺ مقیم ہوئے تو چار پڑھیں۔ نیز انہوں نے فرمایا کہ اب جو شخص سفر میں چار پڑھے وہ ایسا ہے جیسے وہ شخص جو حضر میں دو پڑھے۔

قلت : و قال أبو زرعة : كوفى لا بأس به ، ولم يذكر البخارى فيه جرحا ، كذا فى تعجيل المنفعة (ص—١٠٦) فالحديث حسن .

١٩٩١— عن : إبراهيم ، أَنَّ اِبْنَ مَسْعُوْدٍ ﷺ قَالَ : مَنْ صَلّٰى فِى السَّفَرِ اَرْبَعاً أَعَادَ الصَّلاَةَ . رواه الطبرانى فى الكبير و إبراهيم لم يسمع من ابن مسعود . (مجمع الزوائد ٢٠٤:١) . قلت : ولكن مراسيله عنه صحاح كما مر غير مرة.

١٩٩٢— عن : عبد الرحمن بن يزيد ، يقول : صَلّٰى بِنَا عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ ﷺ بِمِنًى اَرْبَعَ رَكْعَاتٍ ، فَقِيْلَ ذٰلِكَ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ ﷺ ، فَاسْتَرْجَعَ ، قَالَ : صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ بِمِنًى رَكْعَتَيْنِ ، وَ صَلَّيْتُ مَعَ اَبِىْ بَكْرِ نِ الصِّدِّيْقِ ﷺ رَكْعَتَيْنِ ، وَ صَلَّيْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ﷺ رَكْعَتَيْنِ ، فَلَيْتَ حَظِّىْ مِنْ اَرْبَعِ رَكْعَاتٍ رَكْعَتَانِ مُتَقَبَّلَتَانِ . أخرجه البخارى و مسلم (آثار السنن ٦١:٢).

اس کو احمد نے روایت کیا ہے۔اوراس کی سند میں ایک شخص مختلف فیہ ہے لہذا سند حسن ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ سفر میں چار پڑھنا یوں ہی خلاف قانون ہے جس طرح حضر میں دو پڑھنا۔یعنی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قصر سفر میں لازم ہے اور اتمام بالکل جائز نہیں۔

۱۹۹۱-ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ جو شخص سفر میں قصداً چار رکعتیں پڑھے اس کو چاہئے کہ نماز دہرائے (بوجہ تاخیر سلام کے) اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور ابراہیم کی وہ روایات جو ابن مسعودؓ سے مروی ہیں، صحیح ہیں۔

فائدہ: چار رکعت پڑھنے کی صورت میں اگر دو رکعتوں پر قعدہ کیا ہے تو نماز تو ہو جائیگی البتہ تاخیر سلام کی وجہ سے اعادہ واجب ہے اور اگر دوسری رکعت پر قعدہ نہیں کیا تو اس صورت میں تو نماز بالکل ہی فاسد ہو جائیگی۔

۱۹۹۲-عبدالرحمٰن بن یزید سے روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ نے منی میں چار رکعتیں پڑھیں اور یہ واقعہ ابن مسعودؓ سے ذکر کیا گیا۔تو آپؓ نے انا لله و انا الیه راجعون پڑھا۔اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بھی منی میں دو رکعتیں پڑھی ہیں اور ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ بھی دو ہی رکعتیں پڑھی ہیں۔اور عمرؓ کے ساتھ بھی دو ہی رکعتیں پڑھی ہیں، کاش بجائے چار غیر مقبول رکعتوں کے دو مقبول رکعتیں مجھے میسر ہو جائیں (کیونکہ یہ دو ان چار سے اچھی ہیں) اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس روایت میں ابن مسعودؓ کا حضرت عثمانؓ پر اس قدر شدید انکار کرنا اور انکے فعل کو خلاف سلف قرار دینا اور انکی نماز

۱۹۹۳– عن : خلف بن حفص ، عن أنس ﷺ اِنْطَلَقَ بِنَا اِلَى الشَّامِ اِلَى عَبْدِ الْمَلِكِ وَ نَحْنُ اَرْبَعُوْنَ رَجُلاً مِنَ الْاَنْصَارِ لِيَفْرُضَ لَنَا ، فَلَمَّا رَجَعَ وَ كُنَّا بِفَجِّ النَّاقَةِ صَلّٰى بِنَا الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ دَخَلَ فُسْطَاطَهُ ، وَ قَامَ الْقَوْمُ يُضِيْفُوْنَ اِلَى رَكْعَتَيْهِمْ رَكْعَتَيْنِ اُخْرَيَيْنِ فَقَالَ : قَبَّحَ اللّٰهُ الْوُجُوْهَ ، فَوَ اللّٰهِ مَا اَصَابَتِ السُّنَّةَ ، وَ لَا قَبِلَتِ الرُّخْصَةَ ، فَاَشْهَدُ لَسَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : اِنَّ قَوْمًا يَتَعَمَّقُوْنَ فِي الدِّيْنِ يَمْرُقُوْنَ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ . رواه أحمد ، و خلف بن حفص لم أجد من ترجمه (مجمع الزوائد ١:٢٠٤) .

قلت : قال الحافظ فی تعجیل المنفعة (ص–١١٨) : إن هذا هو خلف بن خلیفة المترجم فی التهذیب ، و لكن وقع فیه تصحیف نشأ عنه هذا الوهم ، و الذی فی المسند : حدثنا حسین ، ثنا خلف ، عن حفص ، عن أنس ، فذكر الحدیث المذكور فی صلاة السفر ، و بهذا السند عدة أحادیث أخری ، فخلف هو ابن خلیفة ، و حفص هو ابن عمر بن عبد الله بن أبی طلحة ، فتصحفت "عن" فصارت بن ، فنشأ من ذلك خلف بن حفص ، و لا وجود له فی الخارج ، اه . قلت : خلف بن خلیفة من رجال مسلم و الأربعة ، وثقه ابن معین و غیره ، كذا فی التهذیب (٣:١٥١) وحفص هو ابن أخی أنس وثقه ابو حاتم و الدار قطنی و ابن حبان كما فیه أیضا (٢:٤٢١) فالحدیث صحیح أو حسن.

کے بوجہ خلاف قانون ہونے کے غیر مقبول ہونے کی تعریض کرنا یہ صاف دلیل ہے اس امر کی کہ انکے نزدیک قصر واجب ہے۔ کیونکہ اس جیسا شدید انکار مباح فعل پر بھی جائز نہیں چہ جائیکہ افضل پر جائز ہو، پس ثابت ہوا کہ چار پڑھنا سفر میں مکروہ ہے وھوالمطلوب۔

۱۹۹۳۔حفص بن عمرؒ کہتے ہیں کہ انسؓ ہمیں ملک شام میں عبدالملک کے پاس لے گئے تا کہ وہ ہمارے لئے بیت المال سے وظیفہ مقرر کردے اور ہم چالیس انصاری شخص تھے۔ پس جب ہم واپس ہوئے اور فج الناقۃ میں پہنچے تو انہوں نے ہمیں ظہر کی نماز دو رکعت پڑھائی، اسکے بعد خیمہ میں تشریف لے گئے۔ لوگ دو رکعتیں زائد شامل کر کے اپنی نماز پوری کرنے کھڑے ہوئے تو آپؓ نے فرمایا کہ خدا ان چہروں کو بگاڑے، نہ انہوں نے قانون کی موافقت کی اور نہ رخصت کو قبول کیا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ کچھ لوگ دین میں غلو کریں گے اور دین سے یوں نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ اس کو احمد نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث صحیح احسن ہے۔

باب القصر إذا فارق البيوت

١٩٩٤– عن : أبى هريرة ﷺ ، قَالَ : سَافَرْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَ مَعَ اَبِیْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ ، كُلُّهُمْ صَلّٰى مِنْ حِيْنَ يَخْرُجُ مِنَ الْمَدِيْنَةِ اِلٰى اَنْ يَّرْجِعَ اِلَيْهَا رَكْعَتَيْنِ فِى الْمَسِيْرِ وَ الْمَقَامِ بِمَكَّةَ . رواه أبو يعلى والطبرانى فى الأوسط ، و رجال أبى يعلى رجال الصحيح ، (مجمع الزوائد ١:٢٠٤) وفى فتح البارى بعد عزو الحديث إليهما : إسناده جيد (٢:٤٧١).

١٩٩٥– عن : أبى حرب بن أبى الأسود الديلى ، اَنَّ عَلِيًّا خَرَجَ مِنَ الْبَصْرَةِ فَصَلَّى الظُّهْرَ اَرْبَعًا ، ثُمَّ قَالَ : اِنَّا لَوْ جَاوَزْنَا هٰذَا الْخُصَّ لَصَلَّيْنَا رَكْعَتَيْنِ . رواه ابن أبى شيبة و رواته ثقات ، آثار السنن (٢:٦٤).

باب القصر إلى أن يدخل موضع الإقامة

١٩٩٦– عن : ابن عمر رضى الله عنهما : اَنَّهٗ كَانَ يَقْصُرُ الصَّلاَةَ حِيْنَ يَخْرُجُ مِنْ

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اتمام سفر میں ناجائز ہے کیونکہ انسؓ نے اسکوغلو فی الدین اور دین سے نکل جانا قرار دیا اوران کے لئے بددعا کی اور انکومخالفِ قانون اور رخصت کوقبول نہ کرنے والے قرار دیا۔

باب آبادی سے نکلنے سے قصر کا حکم ثابت ہوجاتا ہے

۱۹۹۴-ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکرؓ وعمرؓ کے ساتھ سفر کئے، سب نے مدینہ سے نکلنے کے وقت سے لے کراس میں واپسی کے وقت تک بحالت طے مسافت (یعنی بحالت سفر) بھی اور بحالت قیام مکہ بھی دو ہی رکعتیں پڑھیں۔اسکوابویعلی اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور ابویعلی کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور فتح الباری میں اس کی سند کوجید کہا ہے۔

۱۹۹۵-ابوحرب بن ابی الاسود دیلی کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے (صفین کو جاتے وقت) بصرہ سے نکلنے اور (قبل اسکے کہ آبادی سے آگے بڑھیں) ظہر کی چار رکعتیں پڑھیں اور فرمایا کہ اگر ہم اس جھونپڑی سے آگے بڑھ جاتے (جوکہ آبادی کا منتہی ہے) تو ہم دورکعت پڑھتے۔اس کوابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: یعنی جونہی مسافر شہر کی آبادی سے باہر نکلے اس جگہ سے نماز قصر کر کے پڑھے، مثلاً آج کل چونگی کی حدود سے نکلنے سے قصر کا حکم ثابت ہوجائے گا۔

شُعَبِ الْمَدِيْنَةِ ، وَ يَقْصُرُ إِذَا رَجَعَ حَتّٰى يَدْخُلَهَا . رواه عبد الرزاق ، و إسناده لا بأس به ، (آثار السنن ۲:٦٤).

۱۹۹۷— أخبرنا : الثوری عن وقاء بن إياس الأسدی ، قال : حدثنا علی بن ربيعة الأسدی ، قَالَ : خَرَجْنَا مَعَ عَلِيٍّ ﷺ وَ نَحْنُ نَنْظُرُ إِلَى الْكُوْفَةِ ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَ هُوَ يَنْظُرُ إِلَى الْقَرْيَةِ ، فَقُلْنَا لَهُ : أَلَا تُصَلِّيْ أَرْبَعًا ؟ قَالَ : لَا حَتّٰى نَدْخُلَهَا . رواه عبد الرزاق فی مصنفه (زيلعی ۱:۳۰۸) و رجاله رجال الجماعة إلا وقاء فلم أقف عليه ، إلا أن الحافظ أورد الأثر بهذا الإسناد فی الفتح (۲:٤٦٩) . و عزاه إلى الحاكم بلفظ : خَرَجْنَا مَعَ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ فَقَصَرْنَا الصَّلَاةَ وَ نَحْنُ نَرَى الْبُيُوْتَ ، ثُمَّ رَجَعْنَا فَقَصَرْنَا الصَّلَاةَ وَ نَحْنُ نَرَى الْبُيُوْتَ ، و لفظ البيهقی : خَرَجْنَا مَعَ عَلِيٍّ مُتَوَجِّهِيْنَ ههُنَا ، وَ أَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى الشَّامِ ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ ، حَتّٰى إِذَا رَجَعْنَا وَ نَظَرْنَا إِلَى الْكُوْفَةِ حَضَرَتِ الصَّلَاةُ ،

باب حکم قصر اس وقت ختم ہوگا جبکہ آبادی میں داخل ہو جائے

۱۹۹۶-ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ وہ روانگی میں بھی قصر کرتے تھے اور قصر اسوقت شروع کرتے تھے جبکہ وہ مدینہ کی گھاٹی سے نکل جاتے اور واپسی میں بھی قصر کرتے تھے اور اس وقت تک کرتے تھے جب تک کہ وہ مدینہ میں داخل ہوں۔اسکو عبدالرزاق نے روایت کیا ہے اور اس کی سند لاباٗس بہ ہے۔

۱۹۹۷-علی بن ربیعہ اسدی کہتے ہیں کہ ہم حضرت علیؓ کے ساتھ روانہ ہوئے تو آپ نے ایسی حالت میں دو رکعتیں پڑھیں کہ کوفہ ہمیں دکھائی دے رہا تھا اور ہم واپس ہوئے تو آپؓ نے ایسی حالت میں دو رکعتیں پڑھیں کہ آپ بستی کو دیکھ رہے تھے۔ہم نے عرض کیا کہ آپ چار کیوں نہیں پڑھتے (ہم تو گھر آگئے) آپ نے فرمایا کہ نہیں تاوقتیکہ ہم اس میں داخل نہ ہو جائیں۔اس کو عبدالرزاق نے روایت کیا ہے اور فتح الباری میں بحوالہ حاکم یوں روایت کیا ہے کہ ہم علی بن ابی طالب کے ساتھ روانہ ہوئے تو ہم نے ایسے وقت قصر کیا کہ ہم بستی کے گھروں کو دیکھ رہے تھے،اس کے بعد ہم واپس ہوئے تو ہم نے ایسی حالت میں قصر کیا کہ ہم بستی کے گھروں کو دیکھ رہے تھے۔اور بحوالہ بیہقی یوں روایت کیا ہے کہ ہم علیؓ کے ساتھ شام کی جانب روانہ ہوئے تو ہم دو رکعت پڑھتے رہے یہاں تک کہ جب ہم واپس ہوئے اور کوفہ ہم کو دکھائی دینے لگا تو نماز کا وقت آگیا۔

قَالُوْا : يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ! هٰذِهِ الْكُوْفَةُ اَتِمَّ الصَّلَاةَ ! قَالَ : لَا ! حَتّٰى نَدْخُلَهَا اه. فهو صحيح أو حسن على قاعدته ، و علقه البخاری مختصرا (۱:۱۴۸).

باب القصر ما لم ينو الإقامة خمسة عشر يوما

۱۹۹۸— عن : مجاهد ، قَالَ : إِنَّ اِبْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا أَجْمَعَ عَلَى إِقَامَةِ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْماً أَتَمَّ الصَّلَاةَ . رواه أبو بكر بن أبی شيبة ، و إسناده صحيح (آثار السنن ۲:۶۶).

۱۹۹۹— عن : مجاهد ، عن ابن عمر رضی الله عنهما : أَنَّهُ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُقِيْمَ بِمَكَّةَ خَمْسَةَ عَشَرَ سَرَّجَ ظَهْرَهُ وَ صَلّٰى أَرْبَعاً . رواه محمد بن الحسن فی كتاب الحجج ، و إسناده صحيح ،(آثار السنن ۲:۶۶).

۲۰۰۰— عن : مجاهد ، عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما ، قَالَ : إِذَا كُنْتَ مُسَافِرًا فَوَطَّنْتَ نَفْسَكَ عَلَى إِقَامَةِ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا فَأَتِمَّ الصَّلَاةَ ، وَ إِنْ كُنْتَ لَا تَدْرِيْ فَاقْصُرْ . رواه محمد بن الحسن فی الآثار ، و إسناده حسن (آثار السنن ۲:۶۶) . و أخرجه الحافظ فی الدراية (ص—۱۲۹) عن ابن عمر و ابن عباس رضی الله عنهم

لوگوں نے عرض کیا کہ کوفہ تو یہ ہے اب تو پوری نماز پڑھئے، آپ نے فرمایا کہ نہیں تاوقتیکہ ہم اس میں داخل نہ ہو جائیں پس یہ روایت فتح الباری کے قاعدہ سے حسن یا صحیح ہے اور بخاری نے اس کو اختصار کے ساتھ تعلیقاً روایت کیا ہے۔

باب جبتک پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ ہو قصر کیا جائے گا

۱۹۹۸-مجاہد کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ جب پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرتے تھے اس وقت پوری نماز پڑھتے تھے۔اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔اور اس کی سند صحیح ہے۔

۱۹۹۹-نیز مجاہد سے مروی ہے کہ ابن عمرؓ جب مکہ میں پندرہ دن قیام کرتے تھے تو اپنے سواری کے جانور کو چرنے کے لئے چھوڑ دیتے تھے اور چار رکعت پڑھتے تھے۔اس کو امام محمدؒ نے کتاب الحجج میں روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے۔

۲۰۰۰-نیز مجاہد کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جب تمہارا پندرہ دن ٹھہرنے کا پختہ خیال ہو تب تو نماز کو پورا پڑھو اور اگر تمہیں معلوم نہ ہو (کہ قیام کب تک ہوگا) تو قصر کرو۔اس کو امام محمد نے کتاب الآثار میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے

و عزاه إلى الطحاوی و سکت عنه.

باب يقصر من لم ينو الإقامة و إن طال مكثه و كذا العسكر فى أرض الحرب و إن نووا الإقامة

۲۰۰۱– عن : أبی جَمْرَةَ نَصْرِ بْنِ عمران ، قَالَ : قُلْتُ لِابْنِ عَبَّاسٍ . اِنَّا نُطِيْلُ الْقِيَامَ بِخُرَاسَانَ فَكَيْفَ تَرٰى ؟ قَالَ : صَلِّ رَكْعَتَيْنِ وَ اِنْ اَقَمْتَ عَشْرَ سِنِيْنَ . رواه أبو بكر بن أبی شيبة : حدثنا و كيع ، ثنا المثنى بن سعيد ، عن أبی جمرة ، فذكره ، و إسناده صحيح (آثار السنن ۲:۶۵).

اور ابن حجرؒ نے درایہ میں یہی مضمون ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ دونوں سے بحوالہ طحاوی روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔

فائدہ: حضور ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر مکہ میں چار دن سے زیادہ قیام فرمایا اور قصر کرتے رہے پس موالک وشوافع کا چار دن کی تحدید کرنا درست نہ ہوا، نیز جامع المسانید میں امام ابوحنیفہؒ سے سند کے ساتھ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ مدتِ اقامت پندرہ دن ہے۔ اور زرقانی شرح مؤطا میں لکھتے ہیں کہ پندرہ دن کی تحدید ابن عباسؓ وابن عمرؓ دونوں سے مروی ہے۔ باقی بخاری میں جو یہ حدیث مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر انیس روز قیام کیا اور قصر کرتے رہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جنگ کی حالت میں انسان کسی مقررہ مدت تک اقامت کا عزم نہیں کر سکتا اور یہی حال آپ ﷺ کا بھی تھا۔ اس لئے آپ ﷺ قصر فرماتے رہے جیسا کہ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ جب تک مسافر کسی ایک جگہ قیام کا پختہ ارادہ نہ کرے وہ قصر کرتا رہے اگر چہ کئی سال بھی گذر جائیں اور یہی جواب ان تمام احادیث کا ہے جن میں پندرہ دن سے زیادہ کا ذکر ہے۔

باب جب تک اقامت کی نیت نہ کرے اس وقت تک قصر کیا جائے گا اگر چہ کتنا ہی عرصہ لگ جائے اور لشکر دار الحرب میں برابر قصر کرے گا اگر چہ اقامت کی نیت بھی کر لے

۲۰۰۱–ابو جمرہؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے عرض کیا کہ ہم خراسان میں عرصہ دراز تک رہتے ہیں، سو اس میں آپ کا کیا خیال ہے (آیا ہم قصر کریں یا پوری نماز پڑھیں) آپ نے فرمایا کہ اگر چہ دس برس رہو، دو ہی پڑھو۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ اور اس کی سند صحیح ہے۔

٢٠٠٢— عن : نافع ، عن ابن عمر رضی الله عنهما : قَالَ : اِرْتَجَّ عَلَيْنَا الثَّلْجُ وَ نَحْنُ بِآذَرْبِيْجَانَ سِتَّةَ اَشْهُرٍ فِیْ غَزَاةٍ ، قَالَ اِبْنُ عُمَرَ رضی الله عنهما : وَ كُنَّا نُصَلِّیْ رَكْعَتَيْنِ . رواه البيهقی فی المعرفة . و إسناده صحيح ، و قال النووی فی الخلاصة : هذا سند علی شرط الشيخين ، و قال الحافظ فی الدراية : بإسناد صحيح (آثار السنن ، مع تعليقه السابق).

٢٠٠٣— عن : الحسن ، قَالَ : كُنَّا مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ بِبَعْضِ بِلَادِ فَارِسٍ سَنَتَيْنِ ، فَكَانَ لَا يُجَمِّعُ وَ لَا يَزِيْدُ عَلٰی رَكْعَتَيْنِ . رواه عبد الرزاق و إسناده صحيح (آثار السنن ، السابق) رواه هشام عن الحسن ، و روايته عنه فی الكتب الستة ، و تابعه يونس بن عبيد عنه فی رواية عند عبد الرزاق أيضاً ، قال : أنا الثوری ، عن يونس ، عن الحسن ، فذكره (التعليق الحسن).

٢٠٠٤— عن : أنس ﷺ : اَنَّ اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ اَقَامُوْا بِرَامَهُرْمُزَ تِسْعَةَ اَشْهُرٍ يَقْصُرُوْنَ الصَّلَاةَ . رواه البيهقی و إسناده حسن ، و قال النووی : إسناده صحيح ، و كذا صحح إسناده الحافظ فی الدراية ، و فيه عكرمة بن عمار مختلف فيه ،

٢٠٠٢-ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ ہم آذربیجان میں ایک جہاد میں ایسی حالت میں چھ مہینے رہے کہ برف نے راستہ بند کردیا تھا-اور ہم دو ہی رکعتیں پڑھتے تھے-اس کو بیہقی نے کتاب المعرفہ میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ:اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دارالحرب میں بحالت جنگ نیتِ اقامت معتبر نہیں۔ کیونکہ جب راستہ بند تھا اور صحابہؓ کو معلوم تھا کہ راستہ جلد کھلنے والا نہیں تو ضرور ان کی نیت ٹھہرنے کی ہوگی۔

٢٠٠٣-حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ ہم عبدالرحمٰن بن حمزہ کے ساتھ فارس کے ایک شہر میں دو برس رہے،سو نہ وہ اقامت کی نیت کرتے تھے اور نہ دو رکعت سے زیادہ پڑھتے تھے۔اس کو عبدالرزاق نے روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے۔

فائدہ:اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر برسوں نیتِ اقامت نہ ہو تو برسوں تک قصر کیا جائیگا۔

٢٠٠٤-انسؓ سے مروی ہے کہ صحابہؓ نے رامہرمز میں نو مہینہ قیام کیا اور وہ برابر قصر کرتے رہے (خواہ اس وجہ سے کہ انہوں نے اقامت کی نیت نہیں کی یا نیت کی مگر اسے معتبر نہیں سمجھا) اس کو بیہقی نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

و احتج به مسلم كذا فى آثار السنن مع تعليقه السابق .

٢٠٠٥– عن : جابر بن عبد الله ﷺ قَالَ : اَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِتَبُوْكَ عِشْرِيْنَ يَوْماً يَقْصُرُ الصَّلَاةَ . رواه أبو داود و قال : غير معمر لا يسنده اه (٢٢٤:٢) . و قال فى الجوهر النقى : أخرجه أبو داود و البيهقى بسند على شرط الصحيح اه (٢٢٢:١) . قلت : و معمر من رجال الجماعة ثقة حافظ ، فيقبل إسناده ، وفى النيل (٨٤:٣) : أخرجه ابن حبان و البيهقى ، و صححه ابن حزم و النووى اه.

باب صلاة المسافر خلف المقيم و إتمامها

٢٠٠٦– عن : موسى بن سلمة الهذلى ، قَالَ : سَأَلْتُ اِبْنَ عَبَّاسٍ رضى الله عنهما كَيْفَ أُصَلِّيْ اِذَا كُنْتُ بِمَكَّةَ اِذَا لَمْ أُصَلِّ مَعَ الْاِمَامِ ؟ فَقَالَ : رَكْعَتَيْنِ ، سُنَّةَ اَبِيْ الْقَاسِمِ ﷺ . أخرجه مسلم (٢٤١:١) و فى التلخيص الحبير (١٣٠:١) أحمد فى مسنده : حدثنا الطفاوى ، ثنا أيوب ، عن قتادة ، عن موسى بن سلمة ، قَالَ : كُنَّا مَعَ اِبْنِ عَبَّاسٍ بِمَكَّةَ ، فَقُلْتُ : اِنَّا اِذَا كُنَّا مَعَكُمْ صَلَّيْنَا اَرْبَعًا ، وَ اِذَا رَجَعْنَا اِلَى رِحَالِنَا صَلَّيْنَا رَكْعَتَيْنِ ، فَقَالَ : تِلْكَ سُنَّةُ اَبِيْ الْقَاسِمِ ﷺ اه. قلت : موسى بن سلمة من رجال مسلم ، و بقية السند على شرط البخارى

اور نووی اور ابن حجر نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

٢٠٠٥–جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیس روز تبوک میں قیام فرمایا اور برابر قصر کرتے رہے۔ اسکو ابوداؤد، ابن حبان اور بیہقی نے روایت کیا ہے اور ابن حزم اور نووی نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک نیتِ اقامت نہ ہو برابر قصر کیا جائے گا۔

باب مسافر مقیم کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے اور نماز پوری پڑھے گا

٢٠٠٦–موسیٰ بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے دریافت کیا کہ جب میں مکہ میں (بحالتِ سفر) ہوں اور امام (مقیم) کے ساتھ نماز نہ پڑھ رہا ہوں تو کیسے نماز پڑھوں؟ آپ نے فرمایا کہ دو رکعتیں پڑھو، یہ قانون ہے رسول اللہ ﷺ کا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے اور احمد نے روایت کیا ہے کہ موسیٰ بن سلمہ کہتے ہیں کہ ہم ابن عباسؓ کے ساتھ مکہ میں تھے تو میں نے کہا کہ

و حسنه النيموى فى آثار السنن (٦٦:٢) و لعله لم يصححه لعنعنة قتادة وهو مدلس ، و لكنه صرح بالتحديث عند مسلم ، فزالت العلة و صح الحديث.

٢٠٠٧— عن : نافع : اَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ رضى الله عنهما كَانَ يُصَلِّيْ وَرَاءَ الْاِمَامِ بِمِنیً اَرْبَعًا ، فَاِذَا صَلّٰى لِنَفْسِهٖ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ . أخرجه الإمام مالك فى موطأه (ص—٥٢) وسنده صحيح.

باب إعلام الامام المسافر بعد السلام بأنه مسافر وأن الوطن الأصلى يبطل بمثله

٢٠٠٨— عن : عمران بن حصين ﷺ ، قَالَ : غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَ شَهِدْتُ مَعَهُ الْفَتْحَ ، فَاَقَامَ بِمَكَّةَ ثَمَانِيَ عَشْرَةَ لَيْلَةً لَا يُصَلِّيْ اِلَّا رَكْعَتَيْنِ ، يَقُوْلُ : يَا اَهْلَ الْبَلَدِ ! صَلُّوْا اَرْبَعًا فَاِنَّا قَوْمٌ سَفَرٌ. رواه أبو دواود فى باب متى يتم المسافر (٤٧٥:١) وسكت عنه ، و صححه الترمذى (٧٧:١).

ہم جب آپ لوگوں کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں تو چار پڑھتے ہیں اور جب ہم لوٹتے ہیں تو دو پڑھتے ہیں، یہ کیا بات ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ یہ طریقہ ہے رسول اللہ ﷺ کا (کہ جب مسافر مقیم کے پیچھے نماز پڑھے تو پوری پڑھے اور اگر مقیم کے پیچھے نہ پڑھے خواہ تنہا پڑھے یا مسافر کے پیچھے تو قصر کرے) یہ حدیث صحیح ہے۔

۲۰۰۷-ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ منی میں امام مقیم کے پیچھے چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ اور اپنے طور پر پڑھتے تھے تو دو پڑھتے تھے۔ اس کو امام مالک نے موطا میں بسند صحیح روایت کیا ہے۔

باب جب امام مسافر ہو اور مقتدی کل یا بعض مقیم ہوں تو اسکو دو رکعت پڑھ کر کہہ دینا چاہئے کہ تم اپنی نماز پوری کرلو ہم مسافر ہیں اور وطن اصلی دوسرے وطن اصلی سے باطل ہو جاتا ہے

۲۰۰۸-عمران بن حصینؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد کیا اور میں فتح مکہ کے وقت موجود تھا۔ سو آپ ﷺ نے مکہ میں ایسی حالت میں اٹھارہ شب قیام فرمایا کہ آپ ﷺ صرف دو رکعتیں پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے باشندگانِ شہر تم چار پڑھو ہم لوگ مسافر ہیں (اس لئے دو پڑھتے ہیں) اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے (لہذا یہ حدیث ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے) اور ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔

٢٠٠٩— عن : ابن شهاب ، عن سالم بن عبد الله ، عن أبيه : أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ﷺ كَانَ إِذَا قَدِمَ مَكَّةَ صَلّٰى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ يَقُوْلُ : يَا أَهْلَ مَكَّةَ ! أَتِمُّوْا صَلَاتَكُمْ فَإِنَّا قَوْمٌ سَفَرٌ. رواه مالك في موطأه (ص—٥٢) و سنده من أصح الأسانيد ، و في الدراية : إسناده صحيح (ص—١٣٠).

باب إذا تزوج المسافر في بلد وله فيه زوجة فليتم وإن لم ينو الإقامة

٢٠١٠— ثنا أبو سعيد يعني مولى بني هاشم ، ثنا عكرمة بن ابراهيم الباهلي ، ثنا عبد الله بن عبد الرحمن بن أبي ذباب ، عن أبيه : أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ ﷺ صَلّٰى بِمِنًى أَرْبَعَ رَكْعَاتٍ ، فَأَنْكَرَهُ النَّاسُ عَلَيْهِ ، فَقَالَ : يَا أَيُّهَا النَّاسُ ! إِنِّيْ تَأَهَّلْتُ بِمَكَّةَ مُنْذُ قَدِمْتُ ، وَ إِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ : مَنْ تَأَهَّلَ فِيْ بَلَدٍ فَلْيُصَلِّ صَلَاةَ الْمُقِيْمِ . رواه أحمد في مسنده (٦٢:١) و رواه أبو يعلى أيضاً ، و لفظه : إِذَا تَأَهَّلَ الْمُسَافِرُ فِيْ بَلَدٍ فَهُوَ مِنْ أَهْلِهَا يُصَلِّيْ صَلَاةَ الْمُقِيْمِ أَرْبَعًا ، وَ إِنِّيْ تَأَهَّلْتُ بِهَا مُنْذُ قَدِمْتُهَا ، فَلِذٰلِكَ صَلَّيْتُ بِكُمْ أَرْبَعاً. و فيه عكرمة بن إبراهيم وهو ضعيف اه. كذا في مجمع الزوائد (٢٠٤:١) و قال ابن القيم : قال أبو البركات ابن تيمية : و يمكن المطالبة بسبب الضعف ،

٢٠٠٩—عمر بن الخطابؓ جب مکہ تشریف لاتے تو لوگوں کو دو رکعت پڑھاتے ، اسکے بعد فرماتے کہ اے اہل مکہ! آپ لوگ اپنی نماز پوری کرلیں کیونکہ ہم مسافر لوگ ہیں۔ اس کو مالک نے موطا میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس سے مدعا ثابت ہوا کہ نماز سے سلام پھیرنے کے بعد امام کہے کہ ہم مسافر ہیں اور تم اپنی نماز پوری کرلو۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ وطنِ اصلی دوسرے وطنِ اصلی سے باطل ہوجاتا ہے جیسا کہ مکہ مکرمہ کا وطن اصلی ہونا مدینہ کے وطن اصل ہونے سے باطل ہوا۔

باب جب آدمی کسی شہر میں شادی کرلے یا اس میں اس کی بیوی بحالتِ اقامت موجود ہو تو وہ اس شہر میں بلا نیت کے بھی مقیم ہوجائے گا

٢٠١٠—ابو ذباب کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے منی میں چار رکعتیں پڑھیں تو لوگوں نے انکے اس فعل کو اچھی نظر سے نہ دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ لوگو! میں نے اس شہر میں شادی کی ہے۔ لہذا میں جب سے مکہ آیا ہوں اپنے گھر میں ہوں۔ اور میں نے

فإن البخاری ذکره فی تاریخه ولم یطعن فیه ، و عادته ذکر الجرح و المجروحین ، وَ قَدْ نَصَّ أحمدُ وَ ابنُ عباسٍ قَبْلَهُ اَنَّ الْمُسَافِرَ اِذَا تَزَوَّجَ لَزِمَهُ الْاِتْمَامُ ، وَ هذَا قَوْلُ اَبِی حَنِیفَةَ و مالكٍ رحمهما الله وَ أصحابهما ، وَ هذَا أَحْسَنُ مَا اعْتَذَرَ بِهِ عُثْمَانُ اھ. زاد المعاد (۱:۱۳۳)

قلت : أراد بهذا الکلام تحسین الحدیث بأن راویه قد وثقه البخاری بترك الطعن فیه وهو توثیق منه ، فلا یقبل فیه الجرح إلا مفسرا ولم یوجد ، و بأن ابن عباس و أحمد و أبا حنیفة و مالکا أخذوا به، و احتجاج المجتهد بحدیث تصحیح له ، فالحدیث حسن ، لا سیما و قد أخرجه الحافظ الضیاء فی المختارة من طریق المسند ، قاله الحافظ فی تعجیل المنفعة (ص–۲۲۱).

باب التطوع فی السفر

۲۰۱۱– عن : البراء بن عازب ، قَالَ : صَحِبْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ ثَمَانِیَةَ عَشَرَ سَفَرًا ، فَمَا رَاَیْتُهُ تَرَكَ الرَّکْعَتَیْنِ اِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهرِ . أخرجه الترمذی (۱:۷۲) وحکی عن البخاری أنه رآه حسنا .

رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ جو شخص کسی شہر میں شادی کرلے تو اسکو چاہئے کہ مقیم کی نماز پڑھے۔ اسکو احمد نے روایت کیا ہے اور ابو یعلی نے یوں روایت کیا ہے کہ جب مسافر کسی شہر میں شادی کرے تو وہ اپنے گھر ہی میں ہے، اس لئے اسکو مقیم کی نماز یعنی چار رکعت پڑھنی چاہئے۔ اور میں شادی کی وجہ سے جب سے مکہ آیا ہوں اپنے گھر میں ہوں اس لئے میں تم کو چار رکعت نماز پڑھاتا ہوں۔ یہ حدیث حسن ہے اور اس کو مقدسی نے مختارہ میں بھی روایت کیا ہے۔

باب سفر میں نوافل کے بیان میں

۲۰۱۱- براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اٹھارہ سفر کئے، سو میں نے نہیں دیکھا کہ آپ ﷺ نے زوال کے بعد اور نماز ظہر سے قبل دو رکعتیں چھوڑی ہوں۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور بخاری سے اس کی تحسین نقل کی ہے۔

۲۰۱۲- عن : ابن عمر رضی الله عنهما ، قال : صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْحَضَرِ وَ السَّفَرِ ، فَصَلَّيْتُ مَعَهُ فِي الْحَضَرِ الظُّهْرَ أَرْبَعًا وَ بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ ، وَ صَلَّيْتُ مَعَهُ فِي السَّفَرِ الظُّهْرَ رَكْعَتَيْنِ ، وَ بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ ، وَ الْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ ، وَلَمْ يُصَلِّ بَعْدَهَا شَيْئًا ، وَ الْمَغْرِبَ فِي الْحَضَرِ وَ السَّفَرِ سَوَاءً ، ثَلَاثَ رَكْعَاتٍ لَا يَنْقُصُ فِي حَضَرٍ وَ لَا سَفَرٍ وَ هِيَ وِتْرُ النَّهَارِ وَ بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ . رواه الترمذی (۷۲:۱) و حسنه ، و أخرج الطحاوی بسند حسن و زاد فيه : وَ صَلَّى الْعِشَاءَ رَكْعَتَيْنِ وَ بَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ اه. (۲۴۳:۱).

۲۰۱۳- عن : أبی هريرة ﷺ ، قال : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : لَا تَدَعُوا رَكْعَتَي الْفَجْرِ وَ لَوْ طَرَدَتْكُمُ الْخَيْلُ . أخرجه أحمد و أبو داود ، وقال العراقی : إن هذا حديث صالح اه، كذا فی النيل ، وقد مر فی باب النوافل (۲۶۴:۲).

۲۰۱۲-ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حضر میں بھی نماز پڑھی اور سفر میں بھی ،سو میں نے حضر میں آپ ﷺ کے ساتھ ظہر سے پہلے چار اور اسکے بعد دو رکعتیں پڑھیں اور سفر میں ظہر سے پہلے بھی دو اور بعد میں بھی دو اور سفر میں عصر کی نماز دو رکعتیں پڑھی ہیں اور انکے بعد کچھ نہیں اور مغرب حضر اور سفر میں یکساں تین رکعتیں پڑھیں۔ یہ نماز حضر اور سفر میں کم نہیں ہوتی اور یہ دن کے وتر ہیں اور اس کے بعد دو رکعتیں پڑھیں۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کو حسن کہا ہے۔اور طحاوی نے بھی اس کو بسند حسن روایت کیا ہے۔اور اس میں یہ مضمون بڑھایا ہے کہ آپ ﷺ نے عشاء کی نماز دو رکعتیں پڑھیں اور ان کے بعد دو رکعتیں پڑھیں۔

فائدہ: ان روایتوں سے سفر میں نوافل کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے لیکن اس میں مسافر کی حالت کا اعتبار ہے جتنی پڑھ سکتا ہو اس قدر پڑھ لے اور یہ قیاس کہ جب فرضوں میں تخفیف کی گئی ہے تو نوافل کیسے جائز ہوں گے، صحیح نہیں کیونکہ فرضوں کی تخفیف کے یہ معنی ہیں کہ دو رکعتوں کو فرض نہیں رکھا بلکہ ان کو نفل بنا دیا۔ اور اس کا مقتضی یہ ہے کہ نفل سفر میں مشروع ہو نہ یہ کہ غیر مشروع۔ رہی یہ بات کہ اتمام جائز نہیں، سو اسکی وجہ یہ نہیں کہ سفر میں نفل جائز نہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اتمام مستلزم ہے صورۃً ردِ صدقہ اور تاخیرِ سلام کو اور یہ عارض نوافل میں نہیں ہے اس لئے نوافل مشروع ہوں گے، فافہم! باقی ترمذی میں ابن عمرؓ سے مروی حدیث (جس میں ہے کہ میں نے حضور ﷺ اور ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کے ساتھ سفر کیا اور ظہر اور عصر کے فرائض سے قبل اور بعد دو دو رکعتیں نوافل نہیں پڑھیں) کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث حالتِ عجلت پر محمول ہے جبکہ احادیث باب حالتِ اطمینان پر محمول ہیں یا نوافل پڑھنا عزیمت و افضلیت پر اور نوافل نہ پڑھنا رخصت پر محمول ہیں۔

۲۰۱۳-ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فجر کی دو رکعتیں نہ چھوڑو اگرچہ تم کو دشمن کے سوار بھگا رہے ہوں۔

٢٠١٤– عن : عامر بن ربيعة ﷺ :أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يُصَلِّي السُّبْحَةَ فِي اللَّيْلِ فِي السَّفَرِ عَلَى ظَهْرِ رَاحِلَتِهِ . أخرجه الشيخان كذا فى زاد المعاد (١٣٤:١) و قد تقدم حديث ابن عباس و ابن عمر بلفظ : اَلْوِتْرُ فِي السَّفَرِ سُنَّةٌ . وسنده حسن فى باب وجوب القصر.

أبواب الجمعة

باب عدم جواز الجمعة فى القرى

٢٠١٥– عن : على ﷺ أَنَّهُ قَالَ : لَا جُمُعَةَ ، وَ لَا تَشْرِيْقَ اِلَّا فِيْ مِصْرٍ جَامِعٍ . أخرجه أبو عبيد بإسناد صحيح إليه موقوفا . و معناه لَا صَلَاةَ جُمُعَةٍ ، وَ لَا صَلَاةَ عِيْدٍ . كذا فى فتح البارى (٣٨:٢) . و رواه عبد الرزاق فى مصنفه : أنبأ الثورى عن زبيد الأيامى عن سعيد بن عبيدة عن أبى عبد الرحمن السلمى عن على ﷺ قَالَ : لَا تَشْرِيْقَ ، وَ لَا جُمُعَةَ اِلَّا فِيْ مِصْرٍ جَامِعٍ . كذا فى نصب الراية (٣١٣:١) و فى الدراية (ص–١٣١) :

اس کواحمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔اور عراقی نے اس کی سند کو صالح کہا ہے۔

فائدہ: چونکہ نہی مطلق ہے اس لئے وہ حضر وسفر دونوں کو شامل ہوگی اور طَرَدَتْكُمُ الْخَيْلُ سے اس اطلاق کو مزید قوت ہو جاتی ہے کیونکہ یہ حالت عام طور پر سفر ہی میں ہوتی ہے۔

۲۰۱۴-عامر بن ربیعہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو سفر میں رات کے وقت سواری پر نوافل پڑھتے دیکھا۔اس کو شیخین نے روایت کیا ہے اور یہ امر کہ سفر میں وتر پڑھنے کا قانون ہے۔ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ سے بسند حسن پیشتر مذکور ہو چکا ہے (اور وہ ان لوگوں پر حجت ہے جو وتر کو سنت کہتے ہیں اور سفر میں نوافل کو منع کرتے ہیں۔کیونکہ ابن عباس وتروں کو سنت کہتے ہیں اور پھر بھی انکے سفر میں پڑھنے کو عینِ قانون کہتے ہیں......مترجم) واللہ اعلم۔

ابواب جمعہ

باب گاؤں میں جمعہ جائز نہیں

۲۰۱۵-حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جمعہ اور تشریق صرف مصرِ جامع میں (جائز) ہیں۔(یعنی جمعہ کی نماز اور عید کی نماز صرف مصرِ جامع میں درست ہے) اس کو ابوعبید اور عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے بسند صحیح روایت کیا ہے۔

إسناده صحيح اه. و روى ابن أبي شيبة في مصنفه : حدثنا جرير عن منصور عن طلحة عن سعد بن عبيدة عن أبي عبد الرحمن أنه قال : قال علي ﷺ فذكر اللفظ الأول ، وإسناده صحيح ، كذا في عمدة القاري (۳:۲٦٤). و ذكر الإمام خواهر زاده في مبسوطه أن أبا يوسف ذكره في الإملاء مسندا مرفوعا الى النبي ﷺ . و أبو يوسف إمام الحديث حجة اه . كذا في البناية (۱:۹۸۳) . أي فيكون رفعه حجة لأنه زيادة من ثقة فتقبل.

۲۰۱٦– عن : عائشة رضى الله عنها زوج النبي ﷺ ، قَالَتْ : كَانَ النَّاسُ يَنْتَابُوْنَ الْجُمُعَةَ مِنْ مَنَازِلِهِمْ وَ الْعَوَالِيْ ، فَيَأْتُوْنَ فِي الْغُبَارِ . و الحديث أخرجه البخاري ، قال الحافظ في الفتح (۲:۳۲۱) : وفي رواية : يَتَنَاوَبُوْنَ.

۲۰۱۷– عن : ابن عباس رضى الله عنهما أَنَّهُ قَالَ : إِنَّ أَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ بَعْدَ جُمُعَةٍ فِيْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِيْ مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَيْسِ بِجُوَاثَى مِنَ الْبَحْرَيْنِ . أخرجه البخاري ، قال الحافظ في الفتح : زاد وكيع عن ابن طهمان "في الإسلام" أخرجه أبو داود .

اور خواہر زادہ نے اپنی مبسوط میں کہا ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے اس مضمون کو اپنی املاء میں مرفوعاً روایت کیا ہے (اور زیادتی ثقہ مقبول ہے)۔

فائدہ: اس کی سند معلوم نہیں، پس اگر وہ صحیح ہے تب تو کوئی کلام ہی نہیں۔ اور اگر ضعیف ہے تو حضرت علیؓ کی موقوف روایت جو کہ حکماً مرفوع ہے اور حضرت حذیفہؓ کی آئندہ آنیوالی موقوف روایت جو کہ حکماً مرفوع ہے اسکی مؤید ہیں لہذا وہ حسن لغیرہ ہو جائیگی۔

۲۰۱٦- حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ لوگ اپنے گھروں اور عوالی سے باری باری سے جمعہ میں حاضر ہوتے تھے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شہر سے باہر رہنے والوں پر جمعہ فرض نہیں کیونکہ اگر ان پر فرض ہوتا تو یا تو وہ اپنے یہاں جمعہ پڑھتے، یا سب کے سب مدینہ آ کر جمعہ پڑھتے۔ حالانکہ یہ دونوں امر ثابت نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ان پر جمعہ فرض نہیں اور جبکہ شہر سے باہر والوں پر جمعہ فرض نہیں تو معلوم ہوا کہ گاؤں میں جمعہ جائز نہیں۔

۲۰۱۷- ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ مسجدِ رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے پہلے بحرین کے مقام جُواثی میں عبدالقیس کی مسجد میں جمعہ منعقد کیا گیا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

۲۰۱۸— عن : حذیفة ﷺ قَالَ : لَيْسَ عَلٰى اَهْلِ الْقُرٰى جُمُعَةٌ إِنَّمَا الْجُمَعُ عَلٰى اَهْلِ الْاَمْصَارِ مِثْلَ الْمَدَائِنِ. رواه أبو بكر بن أبي شيبة قال : حدثنا عباد بن العوام عن عمر بن عامر عن حماد عن إبراهيم عن حذيفة فذكره . و إبراهيم لم يسمع من حذيفة كذا في اثار السنن (۲:۷۸ و ۷۹).

قلت : رجاله كلهم ثقات و مراسيل إبراهيم صحاح عندهم ، لا سيما و قد تأيد بأثر علي ﷺ ، و المرسل حجة عندنا و عند الجمهور خلافا للبعض ، و إذا تأيد بقول صحابي فهو حجة عند الكل .

فائدہ: مسجدِ رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے پہلے جواثی میں جمعہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ جن لوگوں نے بیان کیا ہے کہ جواثی شہر تھا ان کا بیان صحیح ہے اور جن لوگوں نے اس کو قریہ کہا ہے ان کی مراد ایسی بستی ہے جس کا اطلاق شہر پر بھی صحیح ہے۔ چنانچہ قرآن وحدیث میں ایسے اطلاقات بکثرت موجود ہیں اور خاص چھوٹی بستی مراد نہیں ہے جس کو گاؤں کہتے ہیں۔ نیز اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گاؤں میں جمعہ جائز نہیں کیونکہ اگر گاؤں میں جائز ہوتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ جواثی میں سب سے پہلے جمعہ ہوتا۔ کیونکہ عبدالقیس کا اسلام بہت متاخر ہے اور اس وقت بہت سے لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔ اور یہ دعویٰ کہ اس سے پہلے اور کسی گاؤں کے لوگ مسلمان نہ ہوئے تھے، محض بلا دلیل ہے اور ابن حجر کا یہ کہنا کہ ''وفد عبدالقیس نے بیان کیا'' کہ ہمارے اور آپ ﷺ کے درمیان مضر کے کفار حائل ہیں اس لئے ہم آپ ﷺ کے پاس سوائے اشہر حرم کے دوسرے زمانہ میں نہیں آسکتے'' دلیل ہے اس بات کی کہ وہ سب سے پہلے مسلمان ہوئے'' محض بے معنی ہے کیونکہ اس سے تو یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ مدینہ اور بحرین کے راستہ میں اور کوئی گاؤں مسلمان نہ ہوا ہو۔ کیونکہ مدینہ اور بحرین کے درمیان بہت فاصلہ ہے۔ اب اگر راستہ میں مدینہ کے قرب کے گاؤں مسلمان ہو گئے ہوں۔ اور باقی گاؤں کافر ہوں تب بھی ان کا عذر صحیح ہے اور جب اس سے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا تو یہ کیسے ثابت ہوسکتا ہے کہ جو گاؤں انکے راستہ میں نہیں تھے وہ بھی مسلمان نہ ہوئے ہوں، پس یہ دعویٰ محض بے دلیل ہے۔ پس جبکہ یہ دونوں باتیں اس روایت سے ظاہر ہوئیں تو ثابت ہوا کہ یہ روایت خود احناف کی دلیل ہے نہ کہ مخالفین کی پس ان کا اس روایت کو لیکر شور مچانا محض ہٹ دھرمی ہے۔

۲۰۱۸- ابراہیم نخعی، حذیفہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ گاؤں والوں پر جمعہ نہیں بلکہ جمعہ ایسے شہر والوں پر ہے جیسے مدائن (یعنی بڑے شہر والوں پر) اسکو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں اور ابراہیم نخعی کا ارسال مضر نہیں کیونکہ انکی مراسیل صحیح ہیں، پھر اس کی تائید حضرت علیؓ کی روایت سے بھی ہوتی ہے اور امام ابو یوسف کی مرفوع روایت سے بھی اور ابن عباسؓ کی جواثی والی روایت سے بھی۔

٢٠١٩— عن : الحسن و محمد أنهما قالا : اَلْجُمُعَةُ فِيْ الْاَمْصَارِ . رواه أبو بكر بن أبي شيبة ، و إسناده صحيح . آثار السنن (٨٧:٢).

قلت : و ليس لمن يحتج بقول عمر بن عبد العزيز و الليث بن سعد أن لا يحتج بقول الحسن و محمد بن سيرين ، و قد احتج البيهقي ، و تبعه صاحب التعليق المغني ، و من وافقه من أبناء جنسه بقول ابن عبد العزيز و الليث بن سعد ، كما ذكرناه في الحاشية.

باب إذا بعث الإمام نائبا له إلى قرية ، و أقام الجمعة بها صحت الجمعة ، و أن الإمام أو نائبه شرط لصحتها

٢٠٢٠— صح : اَنَّهٗ كَانَ لِعُثْمَانَ ﷺ عَبْدٌ اَسْوَدُ اَمِيْرٌ عَلَى الرَّبَذَةِ يُصَلِّيْ خَلْفَهٗ اَبُوْذَرٍ وَ عَشَرَةٌ مِنَ الصَّحَابَةِ اَلْجُمُعَةَ وَ غَيْرَهَا ، . ذكره ابن حزم في المحلى ، كذا في شرح المنية للحلبي (ص—٥١٢).

فائدہ: اس سے بھی اشتراط مصر للجمعہ ثابت ہوتا ہے پس جبکہ حضرت علی اور حذیفہ کی روایات سے اشتراط مصر ثابت ہوا تو اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جواثی گاؤں نہیں تھا بلکہ شہر تھا، کیونکہ اگر وہ گاؤں ہوتا تو اس میں جمعہ کا ہونا ضرور انکے دعوے کے خلاف ہوتا اور پھر وہ یہ نہ کہہ سکتے کہ جمعہ صرف مصر جامع ہی میں ہوتا ہے۔

٢٠١٩—حسن بصری اور محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جمعہ شہروں میں ہے (نہ کہ گاؤں میں) اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ مؤلف کہتے ہیں کہ بیہقی نے اور ان کی تقلید میں صاحب تعلیق مغنی وغیرہ نے جواز جمعہ فی القری پر عمر بن عبدالعزیز اور لیث بن سعد کے قول سے استدلال کیا ہے لیکن اس کی کوئی وجہ نہیں کہ ان کے لئے عمر بن عبدالعزیز اور لیث بن سعد کا قول حجت ہو اور ہمارے لئے حسن بصری اور ابن سیرین کا قول حجت نہ ہو۔

باب امام یا نائب امام اقامتِ جمعہ کے لئے شرط ہے اور امام جب اپنا نائب کسی گاؤں میں اقامتِ جمعہ کے لئے بھیج دے اور وہ جمعہ قائم کرے تو یہ جمعہ صحیح ہے

٢٠٢٠—یہ روایت صحیح طور پر ثابت ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے ایک حبشی غلام کو ربذہ پر حاکم بنا کر بھیجا اور اسکے پیچھے ابوذرؓ اور دس دیگر صحابیؓ جمعہ وغیرہ پڑھتے تھے۔ یہ ابن حزم نے محلی میں بیان کیا ہے۔

٢٠٢١– عَنْ : مَوْلٰى لِآلِ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ : اَنَّهٗ سَاَلَ ابْنَ عُمَرَ ﷺ عَنِ الْقُرٰى الَّتِیْ بَيْنَ مَكَّةَ وَ الْمَدِيْنَةِ مَا تَرٰى فِی الْجُمُعَةِ؟ قَالَ : نَعَمْ ! اِذَا كَانَ عَلَيْهِمْ اَمِيْرٌ فَلْيُجَمِّعْ . أخرجه البيهقی فی المعرفة ، كذا فی التعليق الحسن للنيموی (٢:٨٤) و قال : إسناده مجهول اه. قلت : لعله أراد مولی لآل سعيد و لكنه تابعی ، و المجهول فی القرون الثلاثة لا يضرنا كما ذكره فی المقدمة.

٢٠٢٢– حدثنا : وكيع عن جعفر بن برقان قال : كَتَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اِلٰی عَدِیِّ بْنِ عَدِیٍّ : اَيُّمَا اَهْلُ قَرْيَةٍ لَيْسُوْا بِاَهْلِ عُمُوْدٍ يَنْتَقِلُوْنَ فَاَمِّرْ عَلَيْهِمْ اَمِيْرًا يُجَمِّعُ بِهِمْ . أخرجه ابن أبی شيبة ، و إسناده ضعيف ، فإن جعفرا لم يسمع من عمر بن عبد العزيز ، و لم يثبت سماعه من ابن عدی و أنه لم يسنده ، و لم يذكر أنه شهد الكتابة ، فهو منقطع كذا فی التعليق الحسن (٢:٨٤) قلت : و لكن له شاهد .

فائدہ: استدلال ظاہر ہے، نیز اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ اس جگہ صرف ابوذر اور دس صحابہؓ ہی رہتے تھے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اور مسلمانوں کے ساتھ ساتھ دس اجلہ صحابہ ابوذرؓ سمیت اس نائب امام حبشی کے پیچھے جمعہ کی نماز پڑھتے تھے۔

۲۰۲۱۔مولیٰ آل سعید بن العاص نے ابن عمرؓ سے ان بستیوں کے متعلق جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہیں سوال کیا کہ ان میں جمعہ پڑھنے کی بابت آپؓ کا کیا خیال ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ جب ان پر کوئی امیر ہو تو جمعہ قائم کرے، اس کو بیہقی نے کتاب المعرفۃ میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی اسناد مجہول ہے اور غالباً یہ انہوں نے مولیٰ آل سعید بن العاص کی بنا پر کہا ہے لیکن چونکہ یہ جہالت قرون ثلثہ میں ہے اس لئے مضر نہیں۔

فائدہ: اس سے اشتراط امیر للجمعہ ظاہر ہے۔

۲۰۲۲۔جعفر بن برقان کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے اپنے گورنر عدی بن عدی کو لکھا کہ جو بستی والے اہل خیمہ نہ ہوں جو کہ ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل ہوتے رہتے ہیں، ان پر ایک حاکم مقرر کردو، جو ان کے لئے جمعہ کا انتظام کرے۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند ضعیف ہے کیونکہ جعفر اور عمر بن عبدالعزیز و نیز جعفر و عدی کے درمیان انقطاع ہے لیکن اس کی تائید عمر بن عبدالعزیز کی آئندہ روایت سے ہوتی ہے۔

فائدہ: چونکہ عمر بن عبدالعزیز نے بلا حکم مقرر کئے ہوئے جمعہ کی اجازت نہیں دی اس سے معلوم ہوا کہ امیر جمعہ کے لئے

۲۰۲۳— عن : عمر بن عبد العزيز أَنَّهُ كَانَ مُتَبَدِّيًا بِالسُّوَيْدَا فِى إِمَارَتِهِ عَلَى الحِجَازِ ، فَحَضَرَتِ الْجُمُعَةُ ، فَهَيَّأُوْا لَهُ مَجْلِسًا مِنَ الْبَطْحَاءِ ، ثُمَّ أُذِّنَ بِالصَّلَاةِ ، فَخَرَجَ فَخَطَبَ ، وَ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ ، وَ جَهَرَ ، وَ قَالَ : اِنَّ الْاِمَامَ يُجَمِّعُ حَيْثُ كَانَ . رواه عبد الرزاق فى مصنفه ، كذا فى التلخيص الحبير (۱:۱۳۲).

۲۰۲٤— عن : على بن خشرم عن عيسى بن يونس عن شعبة عن عطاء بن أبى ميمونة عن أبى رافع ، أَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ ﷺ كَتَبَ الَى عُمَرَ ﷺ يَسْأَلُهُ عَنِ الْجُمُعَةِ وَ هُوَ بِالْبَحْرَيْنِ ، فَكَتَبَ اِلَيْهِمْ اَنْ جَمِّعُوْا حَيْثُمَا كُنْتُمْ . أخرجه ابن خزيمة صاحب الصحيح قال البيهقى فى المعرفة : إسناد هذا الأثر حسن ، كذا فى التعليق المغنى (۱:۱٦٦).

شرط ہے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پہلے سے ان بستیوں میں جمعہ نہیں ہوتا تھا کیونکہ وہاں کوئی امیر نہ تھا۔ اس سے بھی اشتراط امیر للجمعہ ظاہر ہے۔

۲۰۲۳- عمر بن عبدالعزیزؒ کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنی حکومتِ حجاز کے زمانہ میں مقام سویدا میں دورہ پر تھے، ایسی حالت میں ان کو جمعہ آ گیا۔ لوگوں نے ان کے لئے ایک پتھریلی زمین میں جائے قیام درست کی اسکے بعد جمعہ کے لئے اذان دی گئی تو آپ تشریف لائے اور دو رکعتیں پڑھائیں اور جہر کیا اور فرمایا کہ امام جہاں بھی ہو جمعہ قائم کر سکتا ہے۔ اسکو عبدالرزاق نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: لیکن ''جہاں بھی ہو'' کا فقرہ اتنا عام نہیں ہے جتنا کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کیونکہ عمر بن عبدالعزیزؒ کی دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسی بستی ہونی چاہئے جس میں لوگ مستقل سکونت رکھتے ہوں کیونکہ جنگلوں میں بالاتفاق جمعہ درست نہیں، نیز اس پر لفظ جمعہ بھی دلالت کرتا ہے کہ وہاں جمعہ جائز ہے جہاں اجتماع ہو سکے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حق اقامتِ جمعہ امام کو ہے نہ کہ عوام کو۔

۲۰۲۴- ابورافع سے روایت ہے کہ ابوہریرہؓ نے، جبکہ وہ بحرین پر حاکم تھے، حضرت عمرؓ کو لکھا کہ وہ وہاں جمعہ قائم کریں یا نہیں۔ حضرت عمرؓ نے ان کے جواب میں لکھا کہ تم یعنی حکام جہاں کہیں ہوں (یعنی جس بستی میں ہوں) جمعہ قائم کر سکتے ہو۔ اس کو ابن خزیمہ نے روایت کیا ہے۔ اور بیہقی نے کتاب المعرفہ میں اس کی اسناد کو حسن کہا ہے۔

فائدہ: اس سے بھی اشتراطِ امیر للجمعہ ظاہر ہوتا ہے۔ نیز اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے وہاں جمعہ نہیں ہوتا تھا بلکہ حضرت عمرؓ کے حکم سے اس وقت نیا جمعہ قائم کیا گیا ہے اور بحرین مشہور جگہ ہے جو یمن میں باذان (گورنر فارس) کا قیامگاہ اور بڑا شہر تھا۔ اس پر بھی

٢٠٢٥— عن : أبی سعید الخدری ﷺ قَالَ : خَطَبَنَا النَّبِیُّ ﷺ ذَاتَ یَوْمٍ ، فَقَالَ : إِنَّ اللّٰهَ کَتَبَ عَلَیْکُمُ الْجُمُعَةَ فِیْ مَقَامِیْ هٰذَا ، فِیْ سَاعَتِیْ هٰذِهٖ، فِیْ شَهْرِیْ هٰذَا ، فِیْ عَامِیْ هٰذَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ . مَنْ تَرَکَهَا بِغَیْرِ عُذْرٍ مَعَ اِمَامٍ عَادِلٍ ، اَوْ اِمَامٍ جَائِرٍ ، فَلاَ جَمَعَ اللّٰهُ شَمْلَهٗ ، و لا بُوْرِکَ لَهٗ فِیْ اَمْرِهٖ . اَلَا ! وَ لَا صَلَاةَ لَهٗ، اَلَا! وَ لَا بِرَّ لَهٗ، اَلَا ! وَ لا صَدَقَةَ لَهٗ . رواه الطبرانی فی الأوسط ، و فیه موسی بن عطیة الباهلی ، و لم أجد من ترجمه . و بقیة رجاله ثقات ، کذا فی مجمع الزوائد (٢٠٩:١).قلت : و مثله ثقة علی قاعدة ابن حبان ، کما ذکرنا فی المقدمة ، و أیضا فلم یذکره الذهبی فی المیزان ، ولا الحافظ فی اللسان ، ولا فی فصل المتفرقات ، فهو إما ثقة أو مستور ، کما قاله فی آخر اللسان (٨٦٦:٦).

٢٠٢٦— و رواه جماعة ، منهم یحیی بن صاعد بن عبد الله ، و علی بن الحسین بن جرثومة عن مهنأ بن یحیی السامی صاحب الإمام أحمد (وثقه الدار قطنی و ابن حبان) عن زید بن أبی الزرقاء عن سفیان الثوری عن علی بن زید عن سعید بن المسیب عن جابر ﷺ قَالَ : خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ : اِنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَیْکُمُ الْجُمُعَةَ

حضرت ابو ہریرہؓ کا حضرت عمرؓ سے اجازت طلب کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ جمعہ کیلئے اذنِ امام کی ضرورت ہے۔ الغرض اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امام کی طرف سے صراحۃً یا کم از کم دلالۃً اجازت ضروری ہے۔ ابو ہریرہؓ اگر چہ حضرت عمرؓ کی طرف سے ہی نائب مقرر تھے۔ اور ان کو دلالۃً اجازت بھی حاصل تھی۔ لیکن اسکے باوجود انہوں احتیاطاً صراحۃً اجازت حاصل کی۔ اور اگر امام یا اسکے نائب کا ہونا صحتِ جمعہ کیلئے شرط نہ ہوتا تو ابو ھریرہؓ کے سوال کا کوئی مقصد نہیں بنتا۔

٢٠٢٥- ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک روز ہمارے سامنے تقریر فرمائی اور اس میں فرمایا کہ اللہ تعالی نے اسی جگہ اسی وقت اسی مہینہ میں اسی سال میں تم پر جمعہ کو قیامت تک کے لئے فرض فرمایا ہے، سو جو شخص اسکو امام عادل یا جائر کے ساتھ بلا عذر ترک کرے خدا اسکی حالت درست نہ کرے اور اسکے کاموں میں برکت نہ دے، نہ اسکی نماز مقبول ہے اور نہ اس کا حج اور نہ اسکی کوئی نیکی مقبول ہے اور نہ صدقہ۔ اسکو طبرانی نے روایت کیا ہے لیکن اس کی سند میں موسیٰ بن عطیہ ایک راوی ہے جو کہ ابن حبان کے قاعدہ سے ثقہ ہے اور لسان المیزان کے قاعدہ سے یا ثقہ ہے یا مستور۔

فِیْ یَوْمِیْ هٰذَا . الحدیث بطوله کذا فی اللسان (۱۰۸:٦) . رجاله کلهم ثقات إلا علی بن زید وهو مختلف فیه ، وثقه یعقوب بن شیبة و قال الترمذی : صدوق ، و قال الساجی : کان من أهل الصدق ، و یحتمل لروایة الجلة عنه اه من التهذیب (۳۲۲:۸).

قلت : روی عنه شعبة وهو لایروی إلا عن ثقة ، کما قد عرف ، أخرج له مسلم فی الصحیح مقرونا ، واحتج به أصحاب السنن ، و البخاری فی الأدب ، کما فی التهذیب أیضا . فالحدیث حسن . و أخرجه ابن ماجة مطولا من طریق العدوی عن علی بن زید قال ابن عبد البر : إن جماعة أهل العلم بالحدیث یقولون : إنه من وضعه . و إنهم حملوه علیه من أجله . قال : لکن و جدناه من روایة غیره ثم ذکر أن محمد بن وضاح – و کان ثقة – حدث به عن ابن أبی خیثمة عن محمد بن مصفی عن بقیة عن حمزة بن حسان عن علی بن زید به ، کذا فی اللسان . قال الحافظ : و أما هذا الإسناد فلیس فیه سوی حمزة بن حسان ، وهو مجهول اه. وقال العینی فی العمدة : و رواه الطبرانی فی الأوسط عن عمر مثله . و الحدیث إذا روی من وجوه ، و طرق مختلفة تحصل له قوة ، فلا یمنع من الاحتجاج به اه.

۲۰۲٦–اور یہ روایت دوسری سند سے جابرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے جمعہ کے دن ہم سے خطاب فرمایا اور کہا کہ آج کے دن سے اللہ نے تم پر جمعہ فرض کردیا ہے (الحدیث) کذا فی اللسان۔ مگر اس میں علی بن زید مختلف فیہ ہے۔ نیز طبرانی نے اس کو ابن عمرؓ سے بھی روایت کیا ہے پس تعددِ طرق سے یہ روایت قابل استدلال ہے۔

فائدہ: اس سے جمعہ کے لئے امام کا شرط ہونا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں وعید کو ترکِ جمعہ مع الامام پر مرتب کیا گیا ہے۔ نیز یہ امام یا اسکے نائب کا ہونا وجوب اور صحتِ جمعہ دونوں کے لئے شرط ہے کیونکہ یہ شرط غیر مصلی کی طرف راجع ہے اور جو شرط غیر مصلی کی طرف راجع ہو وہ صحت کے لئے بھی شرط ہوا کرتی ہے جیسے مصر ہونا وغیرہ، نیز عمدۃ القاری میں ہے کہ شروع سے یہ طریقہ چلا آرہا ہے کہ خود بادشاہ یا اسکا نائب ماذون ہی جمعہ پڑھاتا ہے اور اگر یہ نہ ہوں تو ظہر کی نماز پڑھی جائے۔ اور یہ صاحب عمدہ کی طرف سے اجماع کا نقل کرنا ہے۔ مذکورہ بالا آثار صحابہؓ بھی اس کے مؤید ہیں۔

باب لا جمعة إلا بجماعة ، و أقلها ثلاثة سوى الإمام

۲۰۲۷— عن : طارق بن شهاب عن النبی ﷺ قال : اَلْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلىٰ كُلِّ مُسْلِمٍ فِيْ جَمَاعَةٍ . الحديث . و سيأتی مطولا رواه أبوداود (۱:۴۱۲) و صححه النووی و الحاكم علی شرط الشيخين ، و قال الحافظ فی التلخيص (۱:۱۳۷) : صححه غير واحد.

۲۰۲۸— عن : بقية ثنا معاوية بن يحيی ثنا معاوية بن سعيد التجيبی ثنا الزهری عَنْ أُمِّ عَبْدِ اللهِ الدَّوْسِيَةِ قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : اَلْجُمُعَةُ وَاجِبَةٌ عَلىٰ كُلِّ قَرْيَةٍ ، وَ اِنْ لَمْ يَكُنْ فِيْهَا اِلَّا اَرْبَعَةٌ يَعْنِيْ بِالْقُرَى الْمَدَائِنِ . أخرجه الدار قطنی (۱:۱۶۵) و قال : لا يصح هذا عن الزهری اه . قلت : ولكنه حسن الإسناد كما سنذكره .

باب جمعہ کے لئے جماعت شرط ہے اور جماعت امام کے علاوہ کم از کم تین آدمی ہیں

۲۰۲۷—طارق بن شہاب کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ ہر مسلمان پر (جس میں شرائطِ وجوب موجود ہوں) حق اور ثابت ہے جماعت کے ساتھ۔ اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور نووی اور حاکم وغیرہ نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس روایت میں وجوب کو فی جماعة کے ساتھ مقید کرنا بتلاتا ہے کہ جماعت جمعہ کے لئے شرط ہے۔ یعنی اگر جماعت نہ بن سکے تو جمعہ واجب ہی نہیں ہوتا کیونکہ شرطیت کے یہی معنی ہیں۔ علامہ عینی نے عمدۃ میں کہا ہے کہ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ منفرد کا یعنی بغیر جماعت کے جمعہ نہیں ہوتا اور بدائع میں ہے کہ لفظ جمعہ جس لفظ سے مشتق ہے، کم از کم اسکے معنی کا لحاظ کرنا تو ضروری ہونا چاہیے جیسے رھن، بیع صرف اور بیع سلم میں انکے مشتق منہ کے معانی کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ اس لئے تو حضور ﷺ نے ہمیشہ جماعت کے ساتھ ہی جمعہ ادا فرمایا ہے اور اس پر علماء کا اجماع ہے۔

۲۰۲۸—معاویہ بن سعید تجیبی بواسطہ زہری، ام عبداللہ دوسیہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ ہر بستی پر واجب ہے اگر چہ اس میں صرف چار ہی آدمی ہوں (جو کہ مکلف بہ جمعہ ہوں) اور بستیوں سے مراد شہر ہیں۔ اسکو دار قطنی نے روایت کیا ہے اور گو انہوں نے کہا ہے کہ یہ روایت زہری سے ثابت نہیں مگر واقعہ یہ ہے کہ یہ روایت حسن ہے اور دار قطنی نے اسکو دو اور سندوں سے بھی زہری سے روایت کیا ہے۔ جس میں ہے کہ ام عبداللہ دوسیہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ ہر اس بستی والوں پر واجب ہے جس میں امام ہو اور اس میں اگر چہ صرف چار ہی آدمی ہوں۔ اور دوسری سند سے یہ لفظ ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ ہر بستی والوں پر واجب ہے اگر چہ وہ بستی والے صرف تین آدمی ہوں اور چوتھا ان کا امام ہو۔ مگر دونوں سندیں ضعیف ہیں لیکن تینوں سندوں کے ملنے سے روایت کو مزید قوت ہو جاتی ہے۔

ثم أخرجه من طريق الوليد بن محمد الموقرى : ثنا الزهرى حدثتنى أم عبد الله الدوسية قالت : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : اَلْجُمُعَةُ وَاجِبَةٌ عَلٰى كُلِّ قَرْيَةٍ فِيْهَا اِمَامٌ ، وَ اِنْ لَمْ يَكُوْنُوْا اِلَّا اَرْبَعَةٌ . و قال : الموقرى متروك اه. قلت : هو من رجال الترمذى . أثنى عليه أبو زرعة الدمشقى و غيره . و لكن الراوى عنه تالف بالمرة ، كما سنذكره .

ثم أخرجه من طريق الحكم بن عبد الله بن سعد عن الزهرى ، عن الدوسية مرفوعا بلفظ : اَلْجُمُعَةُ وَاجِبَةٌ عَلٰى اَهْلِ كُلِّ قَرْيَةٍ وَاِنْ لَمْ يَكُوْنُوْا اِلَّا ثَلَاثَةً. رَابِعُهُمْ اِمَامُهُمْ. و قال : الحكم هذا متروك اه . قلت : نعم ، و لكنه تأيد باللذين قبله.

باب أن وقت الجمعة بعد الزوال

٢٠٢٩— عن : المغيرة بن عبد الرحمن عن مالك عن الزهرى عن عبيد الله عن ابن عباس رضي الله عنه قَالَ : اَذِنَ النَّبِىُّ ﷺ اَلْجُمُعَةَ قَبْلَ اَنْ يُّهَاجِرَ ، وَ لَمْ يَسْتَطِعْ اَنْ يُّجَمِّعَ بِمَكَّةَ ، فَكَتَبَ اِلٰى مُصْعَبِ بْنِ عُمَيْرٍ : اَمَّا بَعْدُ : فَانْظُرِ الْيَوْمَ الَّذِىْ تَجْهَرُ فِيْهِ الْيَهُوْدُ بِالزَّبُوْرِ ،

فائدہ: اس روایت میں ''اگرچہ اس میں صرف چار ہی آدمی ہوں'' کا فقرہ بتلاتا ہے کہ جماعت ضروری ہے اور وہ کم از کم چار آدمی ہیں۔ اور آخری طریق سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کے سوا چار آدمی بھی جماعت کے لئے کافی ہیں لہذا معلوم ہوا کہ تین مقتدیوں سے کم کی جماعت جمعہ کے لئے کافی نہیں ورنہ حضور ﷺ اس کو بھی ذکر فرماتے، نیز قرآن کی آیت میں لفظ ''فاسعوا'' بھی جماعت کا مقتضی ہے جو کہ کم از کم تین ہے۔

تنبیہ: یہ بھی یاد رکھیں کہ صرف چار آدمیوں کے ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس بستی میں صرف چار آدمی رہتے ہوں تو بھی کافی ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس بستی میں مسلمان صرف چار ہوں باقی غیر مسلم و کافر ہوں تب بھی جمعہ پڑھو، کیونکہ جس بستی کے کل باسی چار آدمی ہوں تو وہ بستی نہیں بلکہ جنگل ہے، جس میں کوئی بھی جمعہ کا قائل نہیں۔

باب جمعہ کا وقت بعد زوال ہے

۲۰۲۹-ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو مکہ ہی میں جمعہ قائم کرنے کی اجازت ہو چکی تھی، مگر آپ ﷺ وہاں غلبہ کفار کی وجہ سے جمعہ کا انتظام نہ کر سکے۔ اس لئے آپ ﷺ نے مدینہ میں مصعب بن عمیرؓ کو لکھا کہ تم اس روز کو دیکھو جس دن

فَاجْمَعُوْا نِسَائَكُمْ ، وَ اَبْنَائَكُمْ ، فَاِذَا مَالَ النَّهَارُ عَنْ شَطْرِهٖ عِنْدَ الزَّوَالِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ ، فَتَقَرَّبُوْا اِلَى اللهِ بِرَكْعَتَيْنِ . قَالَ : فَهُوَ اَوَّلُ مَنْ جَمَّعَ حَتّٰى قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ اَلْمَدِيْنَةَ ، فَجَمَّعَ عِنْدَ الزَّوَالِ مِنَ الظُّهْرِ ، وَ اَظْهَرَ ذٰلِكَ . رواه الدار قطنى ، كما فى التلخيص الحبير (۱۳۳:۱) . (و لعله أخرجه فى غرائب مالك فإنى لم أجده فى سننه). والمذكور من السند رجاله كلهم ثقات من رجال الصحيح ، و فى المغيرة كلام لا يضر ، فقد وثقه ابن معين ، و ابن حبان ، و أبو زرعة ، و أخرج له البخارى فى الصحيح (تهذيب –۲٦٤:۱۰) ، و عادة المصنفين أن ما يحذفونه من الإسناد يكون سالما من الكلام . و ذكره الحافظ فى الفتح (۲۹٤:۲) أيضا مختصرا فهو إما حسن ، أو صحيح على قاعدته.

۲۰۳۰– عن : أنس بن مالك ﷺ ، أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ الْجُمُعَةَ حِيْنَ تَمِيْلُ الشَّمْسُ . رواه الإمام البخارى (۱۲۳:۱).

۲۰۳۱– عن : سلمة بن الأكوع ﷺ قال : كُنَّا نُجَمِّعُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ إِذَا

یہود زبور بلند آواز سے پڑھتے ہیں اور اپنی عورتوں اور مردوں کو جمع کرو (یعنی جمعہ کے روز) پس جس وقت جمعہ کے روز دن ڈھل جائے تو دو رکعتیں پڑھ کر خدا سے تقرب حاصل کرو۔ پس مصعب بن عمیرؓ پہلے شخص تھے جنہوں نے جمعہ کا اہتمام کیا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے۔ اور زوال کے وقت جمعہ پڑھایا اور اس کو ظاہر کیا۔ اس کو دار قطنی نے روایت کیا ہے اور حافظ نے فتح الباری میں اس کو مختصر روایت کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ حسن یا صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کا وقت زوال کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ اول جمعہ تھا اور خود حضور ﷺ نے اس کے لئے بعد الزوال وقت کی تعیین بھی خود ہی فرما دی اور اگر جمعہ کیلئے قبل الزوال بھی وقت ہوتا تو حضور ﷺ ضرور اس کو قولاً و فعلاً بیان فرماتے۔ جیسا کہ دوسری نمازوں کیلئے حدیث جبرئیل اور حدیث سائل عن وقت الصلوۃ میں بیان فرمایا۔ لیکن کہیں بھی یہ ثابت نہیں کہ حضور ﷺ نے خود قبل الزوال جمعہ پڑھا ہو یا کسی کو اسکی اجازت دی ہو، بلکہ اس کے خلاف ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ بعد الزوال جمعہ پڑھا اور بعد الزوال پڑھنے کا حکم فرمایا۔

۲۰۳۰– انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت جمعہ پڑھتے تھے جب کہ آفتاب ڈھل جاتا تھا۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

زَالَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ نَرْجِعُ نَتَتَبَّعُ الفَیْءَ . رواه الإمام مسلم (١:٢٨٣).

٢٠٣٢— عن : جابر ﷺ : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ صَلَّى الْجُمُعَةَ . رواه الطبرانی فی الأوسط ، و إسناده حسن ، كذا فی التلخیص الحبیر (١:١٣٤).

٢٠٣٣— عن : سوید بن غفلة : اَنَّهُ صَلَّى مَعَ اَبِیْ بَكْرٍ ﷺ وَ عُمَرَ ﷺ حِیْنَ زَالَتِ الشَّمْسُ . رواه ابن أبی شیبة ، و إسناده قوی ، كذا فی فتح الباری (٢:٣٢١).

٢٠٣٤— عن : مالك بن أبی عامر أنه قَالَ : كُنْتُ اَرٰی طُنْفُسَةً لِعَقِیْلِ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ یَوْمَ الْجُمُعَةِ تُطْرَحُ اِلٰی جِدَارِ الْمَسْجِدِ الغَرْبِیِّ ، فَاِذَا غَشِیَ الطُّنْفُسَةَ كُلَّهَا ظِلُّ الْجِدَارِ خَرَجَ عمرُ بْنُ الْخَطَّابِ ، وَ صَلَّى الْجُمُعَةَ . قَالَ مَالِكٌ : ثُمَّ نَرْجِعُ بَعْدَ صَلَاةِ الْجُمُعَةِ ، فَنَقِیْلُ قَائِلَةَ الضُّحَاءِ . رواه مالك فی الموطأ (ص—٤) . و إسناده صحیح كذا فی فتح الباری (٢:٣٢١) . و فیه أیضا : وهو ظاهر فی اَنَّ عُمَرَ كَانَ یَخْرُجُ بَعْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ اه.

٢٠٣٥— عن : أبی إسحاق ، اَنَّهُ صَلَّى خَلْفَ عَلِیِّ الْجُمُعَةَ بَعْدَ مَا زَالَتِ الشَّمْسُ . رواه ابن أبی شیبة و إسناده صحیح ، كذا فی فتح الباری (٢:٣٢١).

٢٠٣١-سلمۃ بن الاکوعؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس وقت جمعہ پڑھتے تھے جبکہ آفتاب ڈھل جاتا تھا اور ہم دیواروں کا سایہ ڈھونڈھتے ہوئے اپنے گھر لوٹتے تھے۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

٢٠٣٢-جابرؓ سے مروی ہے کہ جب آفتاب ڈھل جاتا اس وقت رسول اللہ ﷺ جمعہ کی نماز پڑھتے تھے۔ اس کو طبرانی نے بسندِ حسن روایت کیا ہے۔

٢٠٣٣-سوید بن غفلہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کے ساتھ اس وقت جمعہ کی نماز پڑھی جبکہ آفتاب ڈھل چکا تھا۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند قوی ہے۔

٢٠٣٤-مالک بن ابی عامر سے روایت ہے کہ میں دیکھتا تھا کہ عقیل بن ابی طالب کی چٹائی مسجد کی دیوار غربی کے نیچے بچھادی جاتی تھی پس جب اس پوری چٹائی پر سایہ آجاتا اس وقت عمر بن الخطابؓ تشریف لاتے اور نماز جمعہ پڑھاتے، اس کے بعد ہم واپس ہوتے اور دوپہر کا آرام کرتے۔ اس کو مالک نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

<u>فائدہ</u>: اس سے ظاہر ہے کہ عمر بن الخطابؓ بعد الزوال تشریف لاتے تھے۔

٢٠٣٦– عن : سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ : كَانَ النُّعْمَانُ بْنُ بَشِيْرٍ ﷺ يُصَلِّيْ بِنَا الْجُمُعَةَ بَعْدَ مَا تَزُوْلُ الشَّمْسُ . رواه ابن أبي شيبة بإسناد صحيح . كذا في الفتح (٢:٣٢٢) أيضا.

باب خطبة الجمعة و ما يتعلق بها

٢٠٣٧– عن : عبد الله بن مسعود ﷺ قَالَ : مَنْ أَدْرَكَ الْخُطْبَةَ فَالْجُمُعَةُ رَكْعَتَانِ ،

٢٠٣٥–ابواسحاق سبیعی سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کے پیچھے جمعہ کی نماز زوال کے بعد پڑھی۔اسکوابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اوراس کی سند صحیح ہے۔

٢٠٣٦–ضحاک بن حرب کہتے ہیں کہ نعمان بن بشیرؓ نے ہم کو جمعہ کی نماز زوال کے بعد پڑھائی۔اسکوابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اوراس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: ان تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے لیکر نعمان بن بشیرؓ تک یہی طرز عمل رہا ہے کہ جمعہ کی نماز زوال کے بعد پڑھی جاتی تھی۔پس جبکہ اس واقعہ پر نظر کی جاتی ہے اوراس کے ساتھ دوسرے امور کو منضم کیا جاتا ہے:
مثلاً (١) یہ کہ جمعہ قائم مقام ظہر ہے اسلئے اس کا وقت وہی ہونا چاہئے جو ظہر کا وقت ہے (٢) یہ کہ اسکے آخر وقت میں اتفاق ہے کہ اس کا آخر وقت وہی ہے جو ظہر کا آخر وقت ہے لہذا اس کا اول وقت بھی وہی ہونا چاہئے جو ظہر کا اول وقت ہے (٣) یہ کہ امام احمد اور اسحاق بن راہویہ سے پہلے اس میں کسی کا اختلاف نہیں تھا بلکہ تعامل مسلمین اسی پر رہا ہے کہ اس کو زوال کے بعد پڑھا جاتا تھا تو ان تمام باتوں سے بالکل اطمینان ہو جاتا ہے کہ جمعہ کا وقت بعد زوال ہی ہے اوراس کا زوال سے پہلے پڑھنا جائز نہیں۔اور جن بعض روایتوں سے امام احمد اور اسحٰق کو مغالطہ ہوا ہے وہ یا مؤوّل ہیں یا غیر ثابت،مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ ”كُنَّا نُبَكِّرُ بالجمعة وَ نَقِيلُ بَعْدَالْجُمُعَة “ تو ان سے مراد یہ ہے کہ ظہر کی نماز چونکہ ہم دیر سے پڑھتے تھے اور پہلے قیلولہ کر لیتے تھے لیکن جمعہ کی نماز ہم جلدی یعنی اول وقت میں پڑھ کر بعد میں قیلولہ کرتے اور کھانا کھاتے۔اسی طرح بعض روایات میں لفظ عید سے انکو دھوکہ لگا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اگر وقتِ جمعہ میں عید کے مشابہ مانتے ہو تو باقی احکام عدمِ جوازِ صوم، خطبہ بعد العید اور عدمِ جوازِ نفل میں بھی اس کو اسکے مشابہ مانو۔اور بالفرض اگر وہ ثابت اور غیر مؤوّل ہوں تو امام احمد اور اسحٰق سے پہلے انکو کسی نے قبول نہیں کیا اس لئے وہ قابل حجیت نہیں۔اس کے علاوہ زوال کے بعد جمعہ پڑھنے میں احتیاط بھی ہے۔

باب خطبۂ جمعہ اوراسکے متعلقات کے بیان میں

٢٠٣٧–عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جس نے خطبہ پالیا اسکے لئے جمعہ دو رکعتیں ہیں اور جس کو خطبہ نہ ملا

وَمَنْ لَمْ يُدْرِكْهَا فَلْيُصَلِّ اَرْبَعاً ، وَ مَنْ لَمْ يُدْرِكْ فَلاَ يَعْتَدُّ بِالسَّجْدَةِ حَتّٰى يُدْرِكَ الرَّكْعَةَ . رواه الطبرانی فی الكبير ، و رجاله ثقات ، كذا فی مجمع الزوائد (۱: ۲۱۸).

۲۰۳۸— عن : عمر بن الخطاب قال : اِنَّمَا جُعِلَتِ الْخُطْبَةُ مَوْضِعَ الرَّكْعَتَيْنِ ، مَنْ فَاتَتْهُ الْخُطْبَةُ صَلّٰى اَرْبَعاً. أخرجه عبد الرزاق و ابن أبی شيبة فی مصنفيهما ، كذا فی كنز العمال (٤: ١٤٠) : و لم أقف على سنده ، ولكنه تأيد بالأثر المذكور قبله . وقال الحافظ فی التلخيص (١: ١٤٠) : حديث عمر و غيره أنهم قَالُوْا : اِنَّمَا قُصِرَتِ الصَّلاَةُ لِاَجْلِ الْخُطْبَةِ . (رواه) ابن حزم من طريق عبد الرزاق بسند مرسل عن عمر اه. ولم يعله إلا بالإرسال ، و مرسل القرون الثلاثة مقبول عندنا.

وہ چار پڑھے اور جو نماز میں بعد میں شریک ہوا وہ اس رکعت کو شمار نہ کرے جس میں وہ ملا ہے، جب تک اسے اس رکعت کا رکوع نہ مل جائے۔ اسکو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ ہیں۔

۲۰۳۸-عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ خطبہ بجائے دو رکعت کے ہے، لہٰذا جس کو خطبہ نہ ملے اس کو چار رکعتیں پڑھنی چاہئیں۔ اس کو عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ اور حافظ تلخیص میں فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ وغیرہ کی حدیث کا یہ مطلب ہے کہ خطبہ کی وجہ سے دو رکعتیں کم کی گئیں۔ اور ابن حجر کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ارسال کے سوا اور کوئی علت نہیں ہے اور قرون ثلثہ میں ارسال ہمارے یہاں مضر نہیں اس لئے روایت مقبول ہے۔

فائدہ: ان روایات سے خطبہ کا نماز جمعہ کے لئے شرط ہونا ظاہر ہے کیونکہ حضرت عمرؓ صاف فرما رہے ہیں کہ خطبہ بجائے دو رکعت کے ہے لہٰذا جس کو خطبہ نہ ملے وہ چار رکعتیں ظہر کی پڑھے اور عبداللہ بن مسعودؓ کا قول بھی اسی کے قریب ہے اور خطبہ نہ ملنے کا مطلب یہ ہے کہ خطبہ پڑھنے والا امام نہ ملے یا امام نے خطبہ ہی نہ پڑھا ہو اور نہ خطبہ حقیقۃً ملے اور نہ ہی حکماً کیونکہ اگر امام نے خطبہ پڑھا ہو اور مقتدی بعد میں آ کر نماز میں شریک ہوا تو اس نے خطبہ پالیا جیسے کسی نے امام کی قراءت نہیں پائی مگر رکوع پالیا تو اس نے قراءت پالی۔ اس مطلب کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آئندہ ایسی روایات آئیں گی کہ جس نے جمعہ کی ایک رکعت پالی تو اس نے جمعہ پالیا اور ظاہر ہے کہ جس نے ایک رکعت نہیں پائی اس نے خطبہ بدرجہ اولیٰ نہیں پایا، پس معلوم ہوا کہ خطبہ پڑھنے والا امام نہ ملے یا وہ خطبہ نہ پڑھے تو جمعہ نہیں ہوگا بلکہ ظہر پڑھنا واجب ہوگی اور یہی معنی ہیں خطبہ کے شرط ہونے کے اور اس پر امت کا اجماع بھی ہے کہ خطبہ نماز جمعہ کے لئے شرط ہے اور یہ روایات اجماع کے لئے سند ہیں۔ علماءِ امت نے ان روایات سے اس مضمون پر استدلال کیا ہے جیسا کہ تلخیص حبیر سے علماء شافعیہ کا استدلال مفہوم ہوتا ہے واللہ اعلم۔

۲۰۳۹– عن : جابر ﷺ ، اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يَخْطُبُ قَائِماً ، ثُمَّ يَجْلِسُ ثُمَّ يَقُوْمُ فَيَخْطُبُ قَائِماً ، فَمَنْ نَبَّاكَ اَنَّهُ كَانَ يَخْطُبُ جَالِساً فَقَدْ كَذَبَ ، فَقَدْ وَ اللهِ صَلَّيْتُ مَعَهُ اَكْثَرَ مِنْ اَلْفَيْ صَلَاةٍ. رواه مسلم (كتاب الجمعة ۱:۲۸۳).

۲۰۴۰– عن جابر بن سمرة ﷺ قَالَ : كُنْتُ اُصَلِّيْ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ : فَكَانَتْ صَلَاتُهُ قَصْدًا ، وَ خُطْبَتُهُ قَصْدًا . رواه مسلم (كتاب الجمعة ۱:۲۸۴).

۲۰۴۱– عن : أبی وائل ، خَطَبَنَا عَمَّارٌ ﷺ ، فَاَوْجَزَ وَاَبْلَغَ ، فَلَمَّا نَزَلَ قُلْنَا : يَا اَبَا الْيَقْظَانِ ! لَقَدْ اَبْلَغْتَ وَ اَوْجَزْتَ ، فَلَوْ كُنْتَ تَنَفَّسْتَ فَقَالَ : اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ : اِنَّ طُوْلَ صَلَاةِ الرَّجُلِ وَ قِصَرَ خُطْبَتِهِ مَئِنَّةٌ مِنْ فِقْهِهِ فَاَطِيْلُوْا الصَّلَاةَ ، وَ اقْصُرُوْا الْخُطْبَةَ ، وَ اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا. رواه مسلم (كتاب الجمة ۱:۲۸۶).

۲۰۳۹- جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوکر خطبہ پڑھتے ،اسکے بعد بیٹھ جاتے ،اسکے بعد پھر کھڑے ہوتے اور کھڑے ہوکر خطبہ پڑھتے پس جو کوئی تم سے یہ کہے کہ آپ ﷺ بیٹھ کر خطبہ پڑھتے تھے اس نے غلط کہا، کیونکہ میں نے خدا کی قسم آپ ﷺ کے ساتھ (جمعہ اور غیر جمعہ ملا کر) دو ہزار سے زیادہ نمازیں پڑھیں ہیں (اسلئے میں آپ ﷺ کی عادت سے بخوبی واقف ہوں) اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

<u>فائدہ</u>: نفسِ خطبہ، صحتِ جمعہ کے لئے شرط ہے اور دو خطبے درمیان میں وقفے کے ساتھ مسنون ہیں۔ نیز اس حدیث سے دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنے، اور کھڑے ہوکر خطبہ دینے کا مسنون ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔

۲۰۴۰- جابر بن سمرۃؓ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتا تھا سو آپ ﷺ کی نماز بھی متوسط ہوتی تھی اور آپ ﷺ کا خطبہ بھی متوسط ہوتا تھا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

<u>فائدہ</u>: یعنی طویل خطبہ اور طویل نماز سے اجتناب کرنا چاہیے۔

۲۰۴۱- ابووائل سے مروی ہے کہ عمارؓ نے ہمارے سامنے خطبہ پڑھا سو آپ نے اسے مختصر کیا اور کمال کو پہنچایا، پس جب وہ منبر سے نیچے اترے تو ہم نے کہا کہ اے ابوالیقظان! آپ نے خطبہ کو کمال کو پہنچایا اور مختصر کیا، کاش آپ ذرا دراز کردیتے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کے نماز کی درازی اور خطبہ کا اختصار اس کے فہم کی دلیل ہے، سو تم نماز کو دراز کیا کرو اور خطبہ کو مختصر کیا کرو اور بعض بیان تو جادو ہوتے ہیں۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

٢٠٤٢– عن : أبی هریرة ﷺ قال : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : كُلُّ خُطْبَةٍ لَيْسَ فِيهَا تَشَهُّدٌ فَهِيَ كَالْيَدِ الْجَذْمَاءِ . رواه الترمذی (١٣١:١) وقال : حسن غریب.

٢٠٤٣– عن : أخت لعمرة رضی الله عنها ، قَالَتْ : اَخَذْتُ قٓ وَالْقُرْآن مِنْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ، وَ هُوَ يَقْرَأُ بِهَا عَلَى الْمِنْبَرِ فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ . رواه مسلم (باب الجمعة ،١: ٢٨٦).

٢٠٤٤– عن : يَعْلَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، اَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَءُ عَلَى الْمِنْبَرِ " وَنَادَوْا يَا مَالِكُ " . رواه مسلم (كتاب الجمعه ١: ٢٨٦).

٢٠٤٥– عن : أبی بن كعب ﷺ ، اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَرَأَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بَرَائَةَ وَ هُوَ قَائِمٌ يُذَكِّرُ بِاَيَّامِ اللهِ . رواه عبد الله بن أحمد من زياداته ، و رجاله رجال الصحيح كذا فی مجمع الزوائد (٢١٧:١) ، و هو صحيح ، كذا فی كنز العمال (٢٧٥:٤).

فائدہ: یعنی نماز خطبہ کی نسبت کچھ دراز ہونی چاہیے۔

۲۰۴۲- ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس خطبہ میں تشہد نہ ہو وہ ایسا ہے جیسے کٹا ہوا ہاتھ (یعنی ناقص ہے)۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن غریب کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے خطبہ میں تشہد کا تاکد معلوم ہوتا ہے۔

۲۰۴۳- عمرہ کی بہن کہتی ہیں کہ میں نے قٓ والقرآن المجید متعدد جمعوں میں رسول اللہ ﷺ کے منہ سے سن کر یاد کی ہے، آپ ﷺ اسے تقریباً ہر جمعہ میں منبر پر پڑھتے تھے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۲۰۴۴- یعلیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر" و نادوا یا مالك " پڑھتے سنا۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۲۰۴۵- ابی ابن کعبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسی حالت میں کہ وہ خدا کے دنوں کو یاد دلا رہے تھے۔ (یعنی حق تعالیٰ کے افعال کی نیرنگیاں ظاہر فرما رہے تھے) جمعہ کے دن سورہ براءت پڑھی (جس میں کفار کی کمال مقہوری اور بے بسی کا بیان ہے) اسکو عبداللہ بن احمد نے بسند صحیح روایت کیا ہے۔

۲۰۴۶— عن: أبی بن کعب ﷺ، اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَرَاَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ تبارک و هُوَ قَائِمٌ، فَذَکَّرَنَا بِاَیَّامِ اللهِ. الحدیث. رواه ابن ماجة (باب ما جاء فی الاستماع للخطبة والانصات لها— ۱:۱۷۷). و فی الزوائد اسناده صحیح و رجاله ثقات قاله السندی.

۲۰۴۷— عن: النعمان ﷺ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ یَخْطُبُ یَقُوْلُ: اَنْذَرْتُکُمُ النَّارَ، اَنْذَرْتُکُمُ النَّارَ حَتّٰی لَوْ اَنَّ رَجُلاً کَانَ بِالسُّوْقِ لَسَمِعَهٗ مِنْ مَقَامِیْ هذا، قَالَ: حَتّٰی وَقَعَتْ خَمِیْصَةٌ کَانَتْ عَلٰی عَاتِقِهٖ عِنْدَ رِجْلَیْهِ. وَ فِی رِوَایَةٍ، وَ سَمِعَ اَهْلُ السُّوْقِ صَوْتَهٗ وَ هُوَ عَلَی الْمِنْبَرِ. رواه أحمد، و رجاله رجال الصحیح، کذا فی مجمع الزوائد (۱:۲۱۷).

۲۰۴۸— عن: عَلِیٍّ ﷺ اَوْ عَنِ الزُّبَیْرِ ﷺ، قَالَ: کَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ یَخْطُبُنَا، فَیُذَکِّرُنَا بِاَیَّامِ اللهِ، حَتّٰی یُعْرَفَ ذٰلِکَ فِیْ وَجْهِهٖ. وَ کَاَنَّهٗ نَذِیْرُ قَوْمٍ یُصَبِّحُهُمُ الْاَمْرُ غُدْوَةً، وَ کَانَ اِذَا کَانَ حَدِیْثُ عَهْدٍ بِجِبْرِیْلَ لَمْ یَتَبَسَّمْ ضَاحِکاً حَتّٰی یَرْتَفِعَ. رواه أحمد و البزار و الطبرانی

۲۰۴۶-ابی ابن کعبؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کے دن سورۃ تبارک الذی پڑھی اور ہم کو حق تعالی کے دن یاد دلائے۔اس کو ابن ماجہ نے بسند صحیح روایت کیا ہے۔

<u>فائدہ</u>:ان آثار واحادیث سے خطبہ میں قرآن پاک کی آیات پڑھنا معلوم ہوتا ہے۔

۲۰۴۷-نعمانؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خطبہ پڑھتے ہوئے سنا، آپ ﷺ نے اس میں یہ الفاظ کہے کہ میں تم کو دوزخ سے ڈراتا ہوں، میں تم کو دوزخ سے ڈراتا ہوں (نہایت جوش کے ساتھ) فرماتے تھے۔یہاں تک کہ اگر کوئی بازار میں ہوتا تو وہ بھی یہاں سے اسکو سن سکتا تھا، یہاں تک کہ اسی جوش میں آپ ﷺ کی کملی بھی آپ کے کاندھے سے اتر کر آپ ﷺ کے پاؤں پر آپڑی ایک روایت میں ہے کہ بازار والوں نے آپ ﷺ کی آواز سنی حالانکہ آپ منبر پر تھے۔اس کو احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

<u>فائدہ</u>:اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خطبہ اونچی آواز سے دیا جائے اور یہ مستحب ہے۔

۲۰۴۸-حضرت علیؓ یا زبیرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں خطبہ سناتے اور ہمیں حق تعالی کے دن یاد دلاتے (جن میں انہوں نے کفار کو سزائیں دی ہیں) یہاں تک کہ اس کا اثر (خوف) آپکے چہرہ میں محسوس ہوتا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ ﷺ ایک قوم کے خطرہ سے مطلع کرنے والے ہیں جن پر صبح کے وقت حملہ ہونے والا ہے۔اور جبکہ آپ ﷺ کے پاس جبریل آتے تھے تو

فی الکبیر و الأوسط بنحوه ، و أبو یعلی عن الزبیر وحده ، و رجاله رجال الصحیح کذا فی مجمع الزوائد (۲۱۷:۱) ، وفی التلخیص (۱۳٤:۱) نقله بروایة أحمد إلی قوله : قوم ، ثم قال : و رجاله ثقات اه.

۲۰٤۹– عن : جابر بن سمرة السوائی ﷺ قَالَ : کَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَا یُطِیْلُ الْمَوْعِظَةَ یَوْمَ الْجُمُعَةِ ، إِنَّمَا هُنَّ کَلِمَاتٌ یَسِیْرَاتٌ. رواه أبوداود (باب اقصار الخطب ٤۳۲:۱) . وفی نیل الأوطار (۱٤٥:۳) : سکت عنه أبو داود والمنذری ، و رجال إسناده ثقات اه.

۲۰٥۰– عن : الحکم بن حزن الکلفی ﷺ فی حدیث طویل : شَهِدْنَا الْجُمُعَةَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَامَ مُتَوَکِّئًا عَلٰی عَصًا أو قَوْسٍ ، فَحَمِدَ اللهَ ، وَ أَثْنٰی عَلَیْهِ کَلِمَاتٍ خَفِیْفَاتٍ طَیِّبَاتٍ مُبَارَکَاتٍ ، ثُمَّ قَالَ : یَا أَیُّهَا النَّاسُ ! إِنَّکُمْ لَنْ تُطِیْقُوْا أَوْ لَنْ تَفْعَلُوْا کُلَّ مَا أُمِرْتُمْ بِهِ ، وَ لٰکِنْ سَدِّدُوْا وَ أَبْشِرُوْا. رواه أبوداود (باب الرجل یخطب علی قوس ٤۲۸:۱) ، و فی التلخیص الحبیر (۱۳۷:۱) : و إسناده حسن فیه شهاب بن خراش و قد اختلف فیه و الأکثر وثقوه وقد صححه ابن السکن و ابن خزیمة اه.

آپ ﷺ کو ہنسی نہ آتی تھی تاوقتیکہ وہ روانہ نہ ہو جائیں (اور آپ ﷺ کو اطمینان نہ ہو جائے کیونکہ ان کی موجودگی تک آپ ﷺ کو خوف رہتا تھا کہ شاید کوئی عذاب وغیرہ کا حکم لائے ہوں اور جب چلے جاتے تو اطمینان ہو جاتا) اس کو احمد اور بزار نے روایت کیا ہے اور طبرانی نے کبیر اور اوسط میں اسکے قریب قریب روایت کیا ہے اور ابو یعلی نے اسے تنہا زبیر سے روایت کیا ہے اور اسکے راوی صحیح کے راوی ہیں اور تلخیص میں اس کو بروایت احمد مختصراً روایت کر کے کہا ہے کہ اسکے راوی ثقہ ہیں۔

۲۰٤۹- جابر بن سمرۃ سوائی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے روز وعظ کو طول نہ دیتے تھے بلکہ مختصر باتیں ہوتی تھی۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور انہوں نے و نیز منذری نے اس پر سکوت کیا ہے (لہذا انکے ہاں یہ حدیث حسن یا صحیح ہے) اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

۲۰٥۰-حکم بن حزن کلفی ایک لمبی حدیث کے ضمن میں کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جمعہ میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ لاٹھی یا کمان پر سہارا کر کے کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد وثنا کی بحالیکہ وہ حمد وثنا چند مختصر اور نہایت عمدہ اور بابرکات کلمات تھے ، اسکے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو! جن باتوں کا تم کو حکم دیا گیا ہے تم ان تمام باتوں کو (مزاحمات نفسانیہ اور معارضات شیطانیہ

۲۰۵۱– عن: جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ قَالَ: كَانَتْ لِلنَّبِيِّ ﷺ خُطْبَتَانِ يَجْلِسُ بَيْنَهُمَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ وَ يُذَكِّرُ النَّاسَ. رواہ مسلم (باب كتاب الجمعة ۱:۲۸۳).

۲۰۵۲– عن جابر بن عبد الله رضی اللہ عنہ، قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا خَطَبَ احْمَرَّتْ عَيْنَاهُ وَ عَلَا صَوْتُهُ، وَ اشْتَدَّ غَضَبُهُ، حَتّٰى كَأَنَّهُ مُنْذِرُ جَيْشٍ، يَقُوْلُ: صَبَّحَكُمْ مَسَّاكُمْ، وَ يَقُوْلُ: بُعِثْتُ أَنَا وَ السَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ، وَ يَقْرِنُ بَيْنَ إِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةِ وَ الْوُسْطٰى وَ يَقُوْلُ: أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللهِ، وَ خَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ ﷺ، وَ شَرُّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا، وَ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ. رواہ مسلم (كتاب الجمعة ۱:۲۸۴) و فی رواية له: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَخْطُبُ النَّاسَ، يَحْمَدُ اللهَ، وَ يُثْنِيْ عَلَيْهِ ثُمَّ يَقُوْلُ عَلٰى إِثْرِ ذٰلِكَ، وَ قَدْ عَلَا صَوْتُهُ، ثم ساق الحديث بمثله.

کے سبب) نہیں کر سکتے یا نہ کرو گے۔ ہاں (جہاں تک تم سے ہو سکے) اپنے اعمال کو درست رکھو اور خوش رہو۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی مختلف فیہ ہے لہٰذا سند حسن ہے اور ابن السکن اور ابن خزیمہ نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: استراحت وغیرہ کیلئے لاٹھی وغیرہ لینا خطبہ کے دوران مستحب ہے لیکن اس کا التزام مکروہ ہے۔

۲۰۵۱- جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ میں دو خطبے پڑھتے تھے جن کے درمیان آپ ﷺ بیٹھ جاتے تھے اور ان میں آپ ﷺ قرآن پڑھتے اور لوگوں کو نصیحت فرماتے تھے۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۲۰۵۲- جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب خطبہ پڑھتے تو آپ ﷺ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں، آواز بلند ہو جاتی اور غصہ تیز ہو جاتا (یہ حقیقۃً غصہ نہ تھا بلکہ جوش تھا اور اس جوش کے یہ آثار تھے، مترجم) یہاں تک کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ ﷺ کسی فوج سے ڈرا رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ صبح و شام ہی میں تم پر حملہ ہونے والا ہے اور فرماتے تھے کہ میں اور قیامت یوں قریب قریب بھیجے گئے ہیں اور آپ ﷺ دونوں انگلیوں سبابہ اور وسطیٰ کو ملاتے اور فرماتے کہ سب سے بہتر کلام خدا کی کتاب ہے اور سب سے بہتر سیرت محمد ﷺ کی سیرت ہے اور سب سے بدتر کام وہ ہیں جو نئے ہوں اور ہر نئی بات جو دین میں اپنی طرف سے داخل کر لی جائے سراسر گمراہی ہے۔ اسکو مسلم نے روایت کیا ہے اور انہی کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو خطبہ سناتے تو اول حق تعالیٰ کی حمد وثنا کرتے اسکے بعد ایسی حالت میں کہ (بوجہ جوش کے) آپ ﷺ کی آواز بلند ہو جاتی اور مضمون بالا بیان فرماتے۔

٢٠٥٣– عن : عمارة بن رُوَيْبَةَ قَالَ : رَأَىٰ بِشْرَ بْنَ مروانَ عَلَى الْمِنْبَرِ رَافِعاً يَدَيْهِ ، فَقَالَ : قَبَّحَ اللهُ هَاتَيْنِ الْيَدَيْنِ ! لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ مَا يَزِيْدُ عَلَى اَنْ يَّقُوْلَ بِيَدِهِ هٰكَذَا وَ أَشَارَ بِاِصْبَعِهِ الْمُسَبِّحَةِ . رواه مسلم (كتاب الجمعة ١:٢٨٧) . ولفظ الترمذی (١:٦٨) من طريق هشيم : نا حصين قال : سَمِعْتُ عمارة بن رويبة و بشر بن مروان يَخْطُبُ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ فَقَالَ عَمَارَةُ : قَبَّحَ اللهُ هَاتَيْنِ الْيَدَيْنِ الْقُصَيِّرَتَيْنِ ! لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ وَ مَا يَزِيْدُ عَلَى اَنْ يَّقُوْلَ هٰكَذَا ، وَ أَشَارَ هُشَيْمٌ بِالسَّبَّابَةِ . قال أبو عيسى : حسن صحيح اه.

فائدہ: كلّ بدعة ضلالة سے معلوم ہوا کہ ہر بدعتِ شرعی گمراہی ہے اور بدعت شرعی کبھی حسن نہیں ہوتی۔ اور جن علماء نے بدعت کی پانچ قسمیں کی ہیں ان کی مراد بدعت لغوی ہے نہ کہ بدعت شرعی چنانچہ ان کی مثالوں سے خود ظاہر ہے، اس لئے اہل بدعت کا ان سے تمسک اور دلیل پکڑنا سراسر تلبیس اور فریب دہی ہے۔

۲۰۵۳۔ عمارۃ بن رویبہ نے بشر بن مروان کو منبر پر دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے دیکھا تو (چونکہ ان کا یہ فعل خلاف سنت تھا گو بدعت شرعی نہ تھا کیونکہ وہ اس کو دین نہ سمجھتے تھے مگر باوجود اس کے ان سے نہ رہا گیا اور) فرمایا کہ خدا ان ہاتھوں کو بگاڑے ، میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس سے زیادہ کرتے نہیں دیکھا اور اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کیا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ حصین کہتے ہیں کہ میں نے عمارۃ بن رویبہ کو ایسی حالت میں کہ بشر بن مروان تشہد کے وقت دونوں ہاتھ اٹھا کر خطبہ پڑھ رہا تھا۔ یہ کہتے سنا ہے کہ خدا ان دونوں کوتاہ ہاتھوں کو بگاڑے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسی حالت میں دیکھا ہے کہ وہ اس سے زیادہ اشارہ نہ کرتے تھے۔ اور ہشیم نے انگشتِ شہادت سے اشارہ کر کے سمجھایا۔ اور ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔

فائدہ: خطبہ کے دوران ہاتھ نہ اٹھانا سنت ہے۔ اب مسلمان خیال کریں کہ جن لوگوں کی یہ حالت تھی کہ وہ اتنی خفیف مخالفتِ سنت کو نہ دیکھ سکتے تھے، اگر وہ ہمارے اس زمانہ کی بدعات کو دیکھتے تو کیا کہتے اور کیا کرتے۔ نیز میں نے ترمذی کی حدیث میں لفظ ''دعا'' کا ترجمہ تشہد کیا ہے کیونکہ دعائے معروف کے موقع پر رفع یدین خلاف سنت نہیں اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جن حدیثوں میں یہ آیا ہے کہ آپ ﷺ دعا کے وقت انگلی سے اشارہ کر رہے تھے اور آپ کی انگلی متحرک تھی وہاں دعا سے مراد تشہد ہی ہے نہ کہ دعائے معروف۔ اس مقام پر بڑے بڑے لوگوں کو مغالطہ ہو گیا ہے اور وہ دعا سے دعائے معروف سمجھ گئے ہیں اس کو خوب سمجھ لو۔

۲۰۵٤– عن سمرة بن جندب ﷺأَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ يَسْتَغْفِرُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ فِیْ كُلِّ جُمُعَةٍ. رواه البزار بإسناد لين (بلوغ المرام، ۱:۸۵)، و رواه الطبرانی فی الكبير بزيادة: وَ الْمُسْلِمِيْنَ وَ الْمُسْلِمَاتِ، و فی إسناد البزار يوسف بن خالد السمتی وهو ضعيف اه. (مجمع الزوائد ۱:۲۱۸).قلت: و لكن الحافظ لم يضعف الاسناد، بل لينه. وهو يدل على أن السمتی فيه ضعف يسير، ولما رواه شاهد.

۲۰۵۵– عن: ابن شهاب قال: بَلَغَنَا اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يَبْدَأُ فَيَجْلِسُ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَإِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ قَامَ، فَخَطَبَ الْخُطْبَةَ الأُوْلٰى، ثُمَّ جَلَسَ شَيْئًا يَسِيْرًا، ثُمَّ قَامَ فَخَطَبَ الْخُطْبَةَ الثَّانِيَةَ، حَتّٰى إِذَا قَضَاهَا اسْتَغْفَرَ ثُمَّ نَزَلَ، فَصَلّٰى. قال ابن شهاب: وَ كَانَ إِذَا قَامَ اَخَذَ عَصًا، فَتَوَكَّأَ عَلَيْهَا وَ هُوَ قَائِمٌ عَلَى الْمِنْبَرِ، ثُمَّ كَانَ اَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ، وَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، وَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ يَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ. رواه أبو دواد فی مراسيله (ص–۹)، و فی آثار السنن (۲:۹۷): هو مرسل جيد.

۲۰۵۴- جابر بن سمرۃؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر جمعہ میں ایماندار مردوں اور عورتوں کے لئے استغفار کرتے تھے۔اس کو بزار نے ایک قدرے کمزور سند سے روایت کیا ہے۔نیز طبرانی نے بھی اس کو روایت کیا ہےاور اس میں مؤمنین اور مومنات کے ساتھ مسلمین اور مسلمات بھی ہے۔

۲۰۵۵- زہری کہتے ہیں کہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اوّلاً منبر پر بیٹھ جاتے، پس جب مؤذن خاموش ہو جاتا تو آپ ﷺ کھڑے ہوتے اور پہلا خطبہ پڑھتے، اسکے بعد کچھ دیر بیٹھ جاتے، اسکے بعد پھر کھڑے ہوتے اور دوسرا خطبہ پڑھتے، یہاں تک کہ جب آپ ﷺ خطبہ ختم کرتے تو استغفار کرتے، اسکے بعد اتر آتے اور نماز پڑھتے۔ نیز ابن شہاب نے کہا ہے کہ جب آپ ﷺ کھڑے ہوتے تو لاٹھی لیتے اور اس پر سہارا کرتے بحالیکہ آپ ﷺ منبر پر کھڑے ہوتے۔اور ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔اس کو ابوداؤد نے اپنی مراسیل میں روایت کیا ہے اور آثار السنن میں ہے کہ یہ مرسل جید ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے خطبہ کے دوران استغفار کا ثبوت معلوم ہوتا ہے۔

باب عدد ركعات الجمعة و غيرها

٢٠٥٦– أخبرنا : علي بن حجر قال : حدثنا شريك عن زبيد عن عبد الرحمن بن أبي ليلى قال : قَالَ عُمَرُ ﷺ : صَلاَةُ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَانِ ، وَ صَلاَةُ الْفِطْرِ رَكْعَتَانِ ، وَ صَلاَةُ الضُّحى رَكْعَتَانِ ، وَ صَلاَةُ السَّفَرِ رَكْعَتَانِ تَمَامٌ غَيْرُ قَصْرٍ عَلى لِسَانِ مُحَمَّدٍ ﷺ . رواه النسائي (١:٢٠٩) ، و قال : عبد الرحمن بن أبي ليلى لم يسمع من عمر اه. و رواه ابن ماجة (ص–٧٦) فقال : حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة ثنا شريك فذكر بلفظ : صلاة السفر ركعتان ، و الجمعة ركعتان ، و العيد ركعتان تمام غير قصر على لسان محمد ﷺ . اه ، و أورده الزيلعي (١:٣١٠) باللفظ الأول ، و عزاه إلى النسائي و ابن ماجة ، ثم قال : ورواه ابن حبان في صحيحه ، ولم يقدحه بشيء اه. و قال الزيلعي أيضاً : و أجيب عن ذلك (أي عن قدح النسائي) بأن مسلما حكم في مقدمة كتابه بسماع ابن أبي ليلى من عمر ﷺ فقال : و أسند عبد الرحمن بن أبي ليلى ، و قد حفظ عن عمر بن الخطاب اه . و في التلخيص الحبير (١:١٣٧) بعد عزوه إلى النسائي : و قد رواه البيهقي بواسطة بينهما و هو كعب بن عجرة ، و صححها ابن السكن اه.

ورجال النسائي و ابن ماجة رجال الصحيحين ثقات إلا شريكا أخرج له البخاري تعليقا

باب عددِ رکعاتِ جمعہ وغیرہ کے بیان میں

۲۰۵۶–عبدالرحمٰن بن ابی لیلی کہتے ہیں کہ عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی زبانی جمعہ کی بھی دو رکعتیں ہیں۔اور عید کی بھی دو رکعتیں ہیں اور بقرعید کی بھی دو رکعتیں ہیں اور سفر کی بھی دو رکعتیں ہیں۔اور یہ سب پوری ہیں، کم نہیں ہیں (یعنی یہ نمازیں کل دو ہی رکعتیں ہیں اور یہ نہیں کہ اصل میں زیادہ ہوں اور کسی عارض کی وجہ سے کم کردیا گیا ہو)۔اس کو نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی صحیح کے راوی ہیں اور ثقات ہیں۔مگر نسائی کے نزدیک اس میں عبدالرحمٰن ابن ابی لیلی اور حضرت عمرؓ کے درمیان انقطاع ہے لیکن مسلم کے نزدیک سند متصل ہے اور اگر انقطاع بھی ہو تو بیہقی کی روایت سے یہ طعن بھی دور ہو جاتا ہے کیونکہ انہوں نے اسکو عبدالرحمٰن عن کعب بن عجرہ عن عمر متصلا روایت کیا ہے اور ابن السکن نے اسے صحیح کہا ہے۔

، و مسلم متابعة وهو مختلف فيه ، و قد تقدم ، وقد تابع شريكا الثوری عند النسائی أيضا . فقال النسائی : أخبرنا عمران بن موسى قال : حدثنا يزيد بن زريع قال : حدثنا سفيان بن سعيد عن زبيد فذكره . وكلهم ثقات ، فالحديث عند النسائی و ابن ماجة إسناده صحيح على شرط مسلم .

باب من لا تجب عليهم الجمعة

۲۰۵۷– عن : طارق بن شهاب ﷺ عن النبی ﷺ قَالَ : اَلْجُمُعَةُ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ فِیْ جَمَاعَةٍ ، اِلَّا عَلٰى اَرْبَعَةٍ : عَبْدٌ مَمْلُوْكٌ ، اَوْ اِمْرَاَةٌ ، اَوْ صَبِیٌّ اَوْ مَرِيْضٌ . رواه أبو داود (باب الجمعة للمملوك والمرأة ۱:۴۱۲) وقال : طارق بن شهاب قد رأى النبی ﷺ ولم يسمع منه شيئاً اهـ . و فی نصب الراية (۱:۳۱۴) : قال النووی فی الخلاصة : و هذا غير قادح فی صحته ، فإنه يكون مرسل صحابی وهو حجة . و الحديث على شرط الصحيحين اه ، و رواه الحاكم فی المستدرك عن طارق بن شهاب عن أبی موسى ﷺ مرفوعاً ، و قال : صحيح على شرط الشيخين ، انتهى كلام الزيلعی . و فی التلخيص الحبير (۱:۱۳۷) بعد عزوه إلى أبی داود و الحاكم بكلی الطريقين ما لفظه : و صححه غير واحد اه .

فائدہ: یہ روایت مضمونِ باب میں نص ہے اور یہ مضمون اجماع سے بھی ثابت ہے۔

باب ان لوگوں کے بیان میں جن پر جمعہ فرض نہیں

۲۰۵۷۔ طارق بن شہابؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ ہر مسلمان پر جماعت کے اندر حق اور واجب ہے، بجز چار شخصوں کے جو کہ حسب ذیل ہیں غلام، عورت، نابالغ اور بیمار۔ اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ طارقؓ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ضرور ہے مگر ان سے کچھ سنا نہیں لہذا روایت مرسل ہے لیکن اول تو مرسلِ صحابی حجت ہے۔ دوسرے حاکم نے اسکو بسند صحیح متصلاً روایت کیا ہے۔ یعنی طارق اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان ابوموسیٰ کا واسطہ بیان کیا ہے لہذا روایت صحیح ہے اور متعدد نقاد نے اس کو صحیح کہا ہے۔

۲۰۵۸– عن : أم عطية رضی الله عنها أنّها قالَتْ : نُهِينَا عَنْ اِتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ ، وَلَا جُمْعَةَ عَلَيْنَا . رواه ابن خزيمة كذا فی التلخيص الحبير (۱:۱۳۷).

۲۰۵۹– أخبرنا : أبو حنيفة قال : حدثنا غيلان و أيوب بن عائذ الطائی عن محمد بن كعب القرظی عن النبی ﷺ قالَ : أَرْبَعَةٌ لَا جُمْعَةَ عَلَيْهِمْ ، اَلْمَرْأَةُ ، وَ الْمَمْلُوْكُ ، وَ الْمُسَافِرُ ، وَ الْمَرِيْضُ . رواه الإمام محمد فی كتاب الآثار (ص–۳۵) . و إسناده حسن ولكنه مرسل . و لم اقدر علی تعيين غيلان.

باب من لم تجب عليه الجمعة ، و قد صلاها أجزأه عن الظهر

۲۰۶۰– عن : عبد الله يعنی ابن مسعود ﷺ قَالَ : مَا كَانَ لَنَا عِيْدًا اِلَّا فِیْ صَدْرِ النَّهارِ ، وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا نُجَمِّعُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِیْ ظِلِّ الْحَطِيْمِ . رواه الطبرانی فی الكبير.

۲۰۵۸–ام عطیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم کو (یعنی عورتوں کو) جنازوں کے ساتھ جانے سے منع کیا گیا ہے اور ہم پر جمعہ بھی نہیں ہے۔اس کو ابن خزیمہ نے روایت کیا ہے (تلخیص الحبیر)۔

۲۰۵۹–محمدؒ بن کعب قرظی رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ چار شخص ہیں جن پر جمعہ (واجب) نہیں ہے: عورت، مملوک (غلام)، مسافر اور مریض۔ اسکو امام محمد نے کتاب الآثار میں روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے مگر مرسل ہے۔

فائدہ: ان روایات (اور اعلاء السنن کے عربی حاشیہ میں مذکور دوسری روایات) سے معلوم ہوا کہ عورت اور مملوک اور مسافر اور نابالغ اور مریض (اندھا اور شیخ کبیر بھی مریض میں داخل ہے کیونکہ علتِ عدمِ وجوب حرج ہے اور وہ ان میں بھی پایا جاتا ہے) پر جمعہ واجب نہیں ہے۔ ابن منذر نے کہا ہے کہ اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ مسافر پر جمعہ واجب نہیں۔ لیکن اس کے یہ معنی ہیں کہ ان کے لئے جمعہ میں شرکت ضروری نہیں اور انکو شرکت کے لئے مجبور نہ کیا جائے گا۔ ہاں اگر یہ خود شریک ہو جائیں تو جمعہ صحیح ہوگا اور ظہر ساقط ہو جائے گی جیسا کہ باب آئندہ سے ظاہر ہے۔

باب اگر وہ لوگ جن پر جمعہ فرض نہیں جمعہ میں شریک ہوں تو جمعہ صحیح ہوگا

۲۰۶۰–عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہماری عید شروع دن میں ہوتی تھی اور ہم نے اپنے کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ

و أبو عبيدة لم يسمع من أبيه كذا في مجمع الزوائد (١:٢١٩). قلت : و لكن الأئمة صححوا حديثه عن أبيه ، كما مر غير مرة.

باب أن من فاتته الجمعة لا يصلى الظهر بجماعة و أن السفر يجوز يوم الجمعة قبل الزوال

٢٠٦١– حدثنا : عبد السلام بن حرب عن القاسم بن الوليد قال : قَالَ عَلِيٌّ ﷺ : لَا جَمَاعَةَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا مَعَ الْاِمَامِ . رواه أبو بكر بن أبي شيبة في مصنفه (ص–٣٥٢). قلت : إسناده حسن ، لكنه منقطع ، فإن القاسم من كبار أتباع التابعين وهو حجة عندنا.

٢٠٦٢– و يؤيده ما في كنز العمال (٤:٢٧٤) عن علي ﷺ قَالَ : لَا يُجَمِّعُ الْقَوْمُ الظُّهْرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيْ مَوْضِعٍ يَجِبُ عَلَيْهِمْ فِيْهِ شُهُوْدُ الْجُمُعَةِ . رواه نعيم بن حماد في نسخته اه . و السند لم أطلع عليه ولكن لا ينزل عن رتبة الضعيف لجلالة الحافظ السيوطي ، وقد تأيد بمرسل القاسم ، فحصل للمجموع قوة.

حطیم کے سایہ میں جمعہ پڑھتے دیکھا ہے۔اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس میں صرف یہ قدح وطعن کیا گیا ہے کہ ابوعبیدہ نے عبداللہ بن مسعودؓ سے کچھ نہیں سنا مگر یہ طعن ساقط ہے، کیونکہ ابوعبیدہ کا سماع ثابت ہے اور ائمہ نے انکی ابن مسعودؓ سے روایات کو صحیح کہا ہے۔

فائدہ: چونکہ رسول اللہ ﷺ ہجرت کے بعد مکہ میں کبھی مقیم ہونے کی حیثیت سے نہیں رہے، اس لئے معلوم ہوا کہ یہ جمعہ مسافرین کا تھا۔ پس معلوم ہوا کہ مسافروں کا جمعہ صحیح ہے اور مسافر جمعہ میں امامت بھی کر سکتا ہے۔اور دیگر معذورین عورت، مملوک اور مریض کو مسافر پر قیاس کیا جائے گا۔

باب جو لوگ جمعہ میں شریک نہ ہو سکیں وہ جماعت سے ظہر نہ پڑھیں اور جمعہ کے دن زوال سے پہلے سفر جائز ہے

٢٠٦١- حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن اور کوئی جماعت نہیں بجز امام کے ساتھ۔اس کو ابن ابی شیبہ نے بسند منقطع روایت کیا ہے لیکن چونکہ یہ انقطاع قرون ثلثہ میں ہے اس لئے مضر نہیں۔

٢٠٦٢- نیز اسکی تائید نعیم بن حماد سے مروی حضرت علیؓ کی وہ روایت بھی کرتی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ لوگ جمعہ کے روز ایسے مقام پر جہاں شرکتِ جمعہ لازم ہے، جماعت نہ کریں۔اسکو کنز العمال میں روایت کیا ہے مگر اس کی سند نہیں معلوم ہو سکی۔زیادہ سے زیادہ

٢٠٦٣– عن الثورى عن الأسود بن قيس عن أبيه، قال: أَبْصَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ﷺ رَجُلاً عَلَيْهِ هَيْئَةُ السَّفَرِ وَ قَالَ الرَّجُلُ: إِنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ جُمُعَةٍ فَلَوْلاَ ذٰلِكَ لَخَرَجْتُ، فَقَالَ عُمَرُ ﷺ: إِنَّ الْجُمُعَةَ لاَ تَحْبِسُ مُسَافِراً فَاخْرُجْ مَا لَمْ يَجِئِ الرَّوَاحُ. رواه عبد الرزاق، كذا فى زاد المعاد (١٠٥:١) و رجاله ثقات.

باب من أدرك ركعة من صلاة الجمعة أو شيئا منها صلى الجمعة

٢٠٦٤– عن: سالم بن عبد الله بن عمر عن ابن عمر رضى الله عنهما قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِنْ صَلاَةِ الْجُمُعَةِ وَ غَيْرِهَا، فَلْيُضِفْ اِلَيْهَا اُخْرٰى، وَ قَدْ تَمَّتْ صَلاَتُهُ. رواه الدار قطنى (١٦٧:١)، و فى بلوغ المرام (٨١:١): و إسناده صحيح، لكن قوى أبو حاتم إرساله اه.

ضعیف ہوگی اور اس صورت میں ابن ابی شیبہ اور نعیم بن حماد کی روایتیں آپس میں ایک دوسرے کی مؤید ہونگی۔

فائدہ: ان روایتوں سے باب کا جزو اول ثابت ہے کہ لوگ جمعہ میں شریک نہ ہوسکیں وہ ظہر کی نماز جماعت سے نہ پڑھیں۔

٢٠٦٣–اسود بن قیس اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو ہیئتِ سفر پر دیکھا اور اس شخص نے کہا کہ آج جمعہ کا دن ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں روانہ ہو جاتا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا جمعہ سفر کرنے والے کو نہیں روکتا، تم زوال سے قبل روانہ ہو جاؤ۔ اس کو عبدالرزاق نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس سے باب کا جزو ثانی معلوم ہوا کہ جمعہ کے روز زوالِ شمس سے قبل سفر پر روانہ ہونا جائز ہے۔ البتہ زوالِ شمس کے بعد جمعہ کی نماز سے قبل سفر کرنا مکروہ ہے جیسا کہ تلخیص الحبیر میں حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جو جمعہ کے دن (زوال کے بعد جمعہ کی نماز پڑھنے سے قبل) سفر کرے تو ملائکہ اس کے خلاف بددعا کرتے ہیں کہ سفر میں اس کو کوئی اچھا ساتھی نہ ملے (١–١٣٧)۔

باب جو شخص جمعہ کی ایک رکعت یا اس کا کوئی حصہ پائے تو وہ جمعہ پڑھے

٢٠٦٤–ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ وغیرہ کی کوئی رکعت پالے تو اسکے ساتھ دوسری رکعت ملالے اور اسکی نماز پوری ہو جائیگی۔ اس کو دار قطنی نے روایت کیا ہے اور اسکی اسناد صحیح ہے لیکن ابو حاتم نے کہا ہے کہ یہ مرسلاً صحیح ہے۔

۲۰۶۵– عن : إبن مسعود ﷺ قَالَ : مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الْجُمُعَةِ رَكْعَةً فَلْيُضِفْ إِلَيْهَا أُخْرَى وَ مَنْ فَاتَتْهُ الرَّكْعَتَانِ فَلْيُصَلِّ أَرْبَعاً . رواه الطبرانی فی الكبير ، و إسناده حسن (مجمع الزوائد ۱:۲۱۸).

۲۰۶۶– عن : أبی هريرة ﷺ عن النبی ﷺ قَالَ : إِذَا سَمِعْتُمُ الْإِقَامَةَ فَامْشُوْا إِلَى الصَّلَاةِ ، وَ عَلَيْكُمُ السَّكِيْنَةُ وَ الْوَقَارُ ، وَ لَا تُسْرِعُوْا . فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوْا ، وَ مَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوْا . رواه البخاری (باب ما ادركتم فصلوا و ما فاتكم فاتموا ۱:۸۸).

۲۰۶۵–ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کی ایک رکعت پالے تو اسکو چاہئے کہ اس کے ساتھ دوسری رکعت اور ملالے اور جس کو دونوں رکعتیں نہ ملیں اس کو چار رکعتیں پڑھنی چاہئیں۔اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

فائدہ: دونوں رکعتیں نہ ملنے کا مطلب یہ ہے کہ آخری تشہد بھی نہ ملے کیونکہ تشہد ملنے کی صورت میں وہ جمعہ کی نماز ہی پڑھے گا جیسا کہ خود ابن مسعودؓ سے ہی مصنف ابن ابی شیبہ اور جوہر نقی میں مروی ہے کہ جس نے تشہد پالیا تو اس نے نماز پالی۔

۲۰۶۶–ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم اقامت سنو تو ایسی حالت میں نماز کو چلو کہ تم مطمئن ہو اور دوڑو مت۔ پھر جس قدر نماز تم کو مل جائے اسے پڑھ لو اور جو رہ جائے اسے پورا کرلو۔اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث کی دلالت شیخین (امام ابوحنیفہ وامام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالی) کے مذہب پر ظاہر ہے کہ جس شخص کو جمعہ کی نماز کا کچھ بھی حصہ مل جائے خواہ تشہد یا سجدۂ سہو ہی ملے اس کو جمعہ مل گیا، وہ امام کے سلام کے بعد جمعہ کی دو رکعت ادا کرے۔ کیونکہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے قاعدہ کلیہ بیان فرمایا ہے کہ امام کے ساتھ نماز کا جو حصہ مل جائے اس کو اس کے ساتھ پڑھ لو اور جو رہ جائے اس کو بعد میں پورا کردو، اس میں نماز اور جماعت کا لفظ جمعہ کی نماز اور جماعت کو بھی عام ہے اور ما فاتکم ایک رکعت اور دو رکعت سب کو شامل ہے، پس جس کی دونوں رکعتیں فوت ہو جائیں صرف تشہد پایا ہو وہ بھی اسی نماز کو ادا کرے گا جو فوت ہوئی ہے اور ظاہر ہے کہ فوت جمعہ کی رکعتیں ہوئی ہیں تو وہ جمعہ ہی کی دو رکعتیں پڑھے گا اور یہ حدیث صحیح بھی ہے اور درجۂ شہرت کو بھی پہنچ چکی ہے (بدائع) اس کے معارض وہ روایات نہیں ہوسکتیں جو عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ سے بایں مضمون وارد ہوئی ہیں کہ جس سے جمعہ کی دو رکعت فوت ہو جائیں وہ چار رکعت پڑھے، امام محمد نے انہی روایات کی بنا پر یہ فرمایا ہے کہ جس شخص کو جمعہ کی کوئی رکعت نہ ملی ہو صرف تشہد ملا ہو یا سلام امام سے پہلے تکبیر تحریمہ کا وقت پالیا ہو وہ امام کے سلام کے بعد چار رکعت پڑھے۔شیخین کی طرف سے یہ جواب دیا جاتا ہے

باب سلام الخطيب على المنبر

٢٠٦٧ – حدثنا : محمد بن يحيى ثنا عمر بن خالد ثنا ابن لهيعة عن محمد بن زيد بن مهاجر عن محمد بن المنكدر عن جابر بن عبد الله ﷺ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا صَعِدَ الْمِنْبَرَ سَلَّمَ . رواه ابن ماجة (باب ما جاء في الخطبة يوم الجمعة ص–٧٩). و رجاله ثقات الّا ان ابن لهيعة مختلف فيه حسن الحديث كما تقدم و قد صححه السيوطى فى الجامع الصغير (٢–٩٣).

٢٠٦٨ – عن : ابن عمر رضى الله عنهما قال : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ سَلَّمَ عَلَى مَنْ عِنْدَ مِنْبَرِهٖ مِنَ الْجُلُوْسِ ، فَإِذَا صَعِدَ الْمِنْبَرَ يُوَجِّهُ إِلَى النَّاسِ فَسَلَّمَ عَلَيْهِمْ . رواه الطبرانى فى الأوسط (مجمع الزوائد – ١:٢١٥).

٢٠٦٩ – أخبرنا : ابن جريج عن عطاء قال : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا صَعِدَ الْمِنْبَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِسْتَقْبَلَ النَّاسَ بِوَجْهِهٖ ، فَقَالَ : اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ . رواه عبد الرزاق

کہ یہ روایات ضعیف ہیں (بدائع) اور ابو حاتم نے کہا ہے کہ بے اصل ہیں (تلخیص) اور کوئی روایت حسن بھی ہو تو اس میں دونوں رکعتیں فوت ہونے کا مفہوم صریح نہیں، ممکن ہے کہ سلامِ امام کے بعد پہنچنا مراد ہو اس لئے ان سے احتجاج صحیح نہیں، دوسرے اس میں اقتداء کی حالت میں تحریمۂ جدید لازم آتا ہے جو خلاف قیاس ہے۔ واللہ اعلم

باب جب خطیب منبر پر آئے تو لوگوں کو سلام کرے

۲۰۶۷- جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب منبر پر چڑھتے تو سلام کرتے۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقات ہیں، صرف ابن لہیعہ مختلف فیہ ہے اور سیوطی نے جامع صغیر میں اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: یہ سلام کرنا استحباب پر محمول ہے۔

۲۰۶۸- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب جمعہ کے دن مسجد میں داخل ہوتے تو جو لوگ منبر کے قریب بیٹھے ہوتے ان کو سلام کرتے پھر جبکہ منبر پر چڑھتے تو لوگوں کی طرف منہ کر کے ان کو سلام کرتے۔ اسکو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ایک راوی عیسی بن عبداللہ انصاری ضعیف ہے۔

۲۰۶۹- عطا تابعی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب جمعہ کے دن منبر پر چڑھتے تو لوگوں کی طرف منہ کر کے السلام علیکم

في مصنفه (نصب الراية ١:٣١٨) . و رجاله رجال الجماعة . و لكنه مرسل ضعيف ، فإن مراسيل عطاء بن أبي رباح ضعيفة عندهم ، كما قد تقدم .

٢٠٧٠– ثنا : أبو أسامة ثنا مجالد عن الشعبي قال : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا صَعِدَ الْمِنْبَرَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اسْتَقْبَلَ النَّاسَ بِوَجْهِهِ ، وَ قَالَ : اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ . وَ كَانَ اَبُوْ بَكْرٍ وَ عُمَرُ ، وَ عُثْمَانُ ﷺ يَفْعَلُوْنَهٗ. رواه ابن أبي شيبة في مصنفه (نصب الراية ، ١:٣١٨) .قلت : رجاله لا بأس بهم ، و هو مرسل .

فرماتے (مصنف عبدالرزاق) اسکے راوی جماعت کے راوی ہیں لیکن یہ مرسل ہے۔

۲۰۷۰-شعبی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب منبر پر چڑھتے تو لوگوں کی طرف رخ کر کے ان کو سلام کرتے اور ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث مرسل ہے اور اس کی سند میں ایک راوی مجالد متکلم فیہ ہے۔

فائدہ:مؤلف کہتے ہیں کہ اعلاء السنن جلد اول میں اذا خرج الامام فلا صلوة ولا کلام کی شرح میں واضح کر دیا گیا ہے کہ امام صاحب کے نزدیک کلام الناس کی ممانعت پر یہ حدیث محمول ہے، ذکر اور کلامِ خیر کی ممانعت مراد نہیں، مطلق کلام کی ممانعت ابتداء خطبہ سے ہوتی ہے اور امام کا یہ سلام قبل الجلوس وقبل الاذان ہوگا تو حدیث اذا خرج الامام کی مخالفت لازم نہیں آتی لہذا سراج وہاج کا قول اصولِ مذہب کے خلاف نہیں اور حدیث سے مؤید ہے تو بظاہر وہی راجح ہے (واللہ اعلم) اور اصول سلام کے خلاف ہونا اسلئے مسلّم نہیں کہ اصولِ سلام احادیث ہی سے ماخوذ ہیں، جب حدیث سے اس وقت سلام ثابت ہے تو یہ بھی مواقع سلام میں سے ہوا اور گو فرداً فرداً ہر حدیث میں کلام ہو مگر مجموعہ طرق سے حدیث کا ثبوت ظاہر ہے، نیز جب امام اہل بلد واہل قری کو اپنے سامنے بیٹھا ہوا دیکھتا ہے تو اسکے لیے یہ وقت ملاقات کا بھی ہے۔مترجم کہتا ہے کہ یہ روایات نا قابل وثوق ہیں اور منبر پر چڑھ کر سلام کرنا نہ عام اصولِ سلام کے مطابق ہے کیونکہ وہ سلام عند الملاقات ہوتا ہے اور یہ وقتِ ملاقات نہیں ہے اور نہ خاص اصولِ خطبہ کے لحاظ سے کیونکہ اسکے متعلق یہ قانون ہے کہ اذا خرج الامام فلا صلوة ولا کلام ۔اور اس سلام میں لوگوں کو خواہ مخواہ کلام پر مجبور کرنا ہے کیونکہ جب وہ سلام کرے گا تو لوگوں کو جواب دینا پڑے گا اور اذا خرج الامام فلا صلوة ولا کلام کی مخالفت لازم آئے گی۔پس صحیح وہ ہی ہے جو بدائع سے معلوم ہوتا ہے کہ خطیب سلام نہ کرے اور سراج وہاج میں جو کہا ہے کہ سلام کرے یہ خلاف اصولِ مذہب ہے۔

باب ما جاء فی استقبال الإمام وهو يخطب

٢٠٧١— عن : عدی بن ثابت عن أبيه قَالَ : قَالَ كَانَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا قَامَ عَلَى الْمِنْبَرِ اِسْتَقْبَلَهٗ اَصْحَابُهٗ بِوُجُوْهِهِمْ . رواه ابن ماجة (باب ما جاء فی استقبال الأمام وهو يخطب ص—١٨٠) . وفی الزوائد : رجال إسناده ثقات إلا أنه مرسل قاله السندی . وفی التلخيص الحبير (٣٦:١) : قال : ابن ماجة : أرجوا أن يكون متصلا كذا قال : و العدی لا صحبة له إلا أن يراد بأبيه جده أبو أبيه فله صحبة علی رأی بعض الحفاظ من المتأخرين اه. و قد حسن الحديث السيوطی فی الجامع الصغير (٩٣:١).

باب التأذين عند الخطبة

٢٠٧٢— عن : السائب بن يزيد ﷺ يَقُوْلُ : اِنَّ الْاَذَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ كَانَ اَوَّلُهٗ حِيْنَ يَجْلِسُ الْاِمَامُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى الْمِنْبَرِ فِیْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَ اَبِیْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ ، فَلَمَّا كَانَ فِیْ خِلَافَةِ عُثْمَانَ وَ كَثُرُوْا اَمَرَ عُثْمَانُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِالْاَذَانِ الثَّالِثِ فَاُذِّنَ بِهٖ عَلَى الزَّوْرَاءِ فَثَبَتَ الْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ . رواه البخاری (باب التأذين عند الخطبة ١٢٥:١) . وفی مسند إسحاق بن راهويه من هذا الوجه : كَانَ النِّدَاءُ الَّذِیْ ذَكَرَهُ اللهُ فِی الْقُرْآنِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ اِذَا

باب خطبہ کے وقت لوگوں کو امام کی طرف متوجہ رہنا چاہیے

۲۰۷۱-عدی بن ثابت اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب منبر پر کھڑے ہوتے تو لوگ اپنے رخ رسول اللہ ﷺ کی طرف پھیر دیتے۔اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے،اس کے راوی ثقات ہیں۔اور سندی نے اس کو مرسل کہا ہے۔کیونکہ عدی کے باپ ثابت صحابی نہیں۔اور ابن ماجہ نے اس خیال سے کہ شاید باپ سے مراد دادا ہوں جن کے متعلق بعض متاخرین کی رائے ہے کہ وہ صحابی ہیں، کہا ہے کہ مجھے امید ہے کہ یہ متصل ہوگی اور سیوطی نے جامع صغیر میں اسے حسن کہا ہے۔

باب خطبہ کے وقت اذان دینے کے بیان میں

۲۰۷۲-سائب بن یزیدؓ سے مروی ہے کہ جمعہ کے دن پہلی اذان اس وقت ہوتی تھی جب امام جمعہ کے دن منبر پر بیٹھتا ہے، رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بھی اور ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں بھی اور عمر فاروقؓ کے زمانہ میں بھی پھر حضرت عثمانؓ کی

جلسَ الْاِمَامُ عَلَى الْمِنْبَرِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَ اَبِيْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ حَتّٰى خِلَافَةَ عُثْمَانَ ، فَلَمَّا كَثُرَ النَّاسُ زَادَ النِّدَاءُ الثَّالِثُ عَلَى الزَّوْرَاءِ .(التلخيص ١٣٦:١).

٢٠٧٣ – عن : السائب بن يزيد ﷺ قال : كَانَ يُؤَذَّنُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ اِذَا جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلَى بَابِ الْمَسْجِدِ وَ اَبِيْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ ثُمَّ سَاقَ نَحْوَ حَدِيْثِ يُوْنُسَ . رواه أبو داود (٤٦٤:١) و سكت عنه فهو صالح عنده للاحتجاج به.

باب أن المصلى عند الزحام يسجد على ظهر أخيه

٢٠٧٤ – عن : عمر ﷺ : اِذَا اشْتَدَّ الزِّحَامُ فَلْيَسْجُدْ عَلٰى ظَهْرِ اَخِيْهِ . رواه البيهقي (التلخيص الحبير، ١٤٣:١)، وصححه العيني فى شرح الهداية (١٠١٦:٢).

خلافت ہوئی اور مدینہ میں لوگ بڑھ گئے تو حضرت عثمانؓ نے ایک تیسری اذان کا حکم دیا اور وہ اذان زوراء پر دی گئی اور عمل اسی پر قرار پا گیا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔ اور اسحٰق بن راہویہ کی سند میں اس روایت کا سیاق یوں ہے کہ وہ اذان جس کا ذکر قرآن میں ہے جمعہ کے دن جناب رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کے زمانہ میں حضرت عثمانؓ کی خلافت تک اس وقت ہوتی تھی جبکہ امام منبر پر بیٹھتا۔ پس جب لوگ مدینہ میں زیادہ ہو گئے تو حضرت عثمانؓ نے تیسری اذان زوراء پر زیادہ کی۔

۲۰۷۳- سائب بن یزیدؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب منبر پر تشریف رکھتے تو آپ ﷺ کے سامنے مسجد کے دروازہ پر اذان دی جاتی اور ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کے سامنے بھی اس کے بعد بقیہ مضمون بیان کیا (جو اس حدیث سے قبل سنن ابوداؤد میں مذکور ہے)۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس سے سکوت کیا ہے لہذا یہ حدیث انکے نزدیک قابل احتجاج ہے۔

فائدہ: آپ کے سامنے سے مراد آپ کے قریب ہے۔ اور علی الباب سے مراد یہ ہے کہ منبر کے قریب مسجد کے اندر ایک دروازہ بنایا ہوا تھا، وہاں اذان دی جاتی۔ نیز یاد رکھیں کہ مسجد میں اذان دینا درست ہے، ہاں اگر مقصود غائبین کو اطلاع کرنا ہو تو پھر مسجد میں اذان دینا خلاف اولیٰ ہے کیونکہ اس صورت میں تو باہر کسی اونچی جگہ پر اذان دی جائے تاکہ سب کو اطلاع ہو جائے۔ البتہ آج کل خطبہ سے پہلے والی اذان چونکہ حاضرین کی توجہ کیلئے ہوتی ہے اس لئے وہ مسجد کے اندر دینا بھی جائز ہے۔

باب ایک نمازی ہجوم کے وقت دوسرے نمازی کی پیٹھ پر سجدہ کر سکتا ہے

۲۰۷۴- حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہجوم بکثرت ہو تو آدمی کو چاہئے کہ اپنے بھائی کی پیٹھ پر سجدہ کرے۔ اس کو بیہقی نے روایت کیا ہے اور عینی نے شرح ہدایہ میں اس کو صحیح کہا ہے۔

٢٠٧٥– عن: ابن عمر رضی الله عنهما: صَلّٰی رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَقَرَأَ النَّجْمَ فَسَجَدَ فِيْهَا، فَأَطَالَ السُّجُوْدَ، وَ كَثُرَ النَّاسُ، فَصَلّٰی بَعْضُهُمْ عَلٰی ظَهْرِ بَعْضٍ. رواه البيهقی (التلخيص الحبير، ١٤٣:١). و لم أقف علی سنده، و لكن لا ينزل عن رتبة الضعيف، لجلالة ناقله وهو صاحب التلخيص.

باب كراهة التخطی يوم الجمعة بغير عذر

٢٠٧٦– عن: أبی الزاهرية قال: كُنَّا مَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُسْرٍ ﷺ صَاحِبِ النَّبِیِّ ﷺ، يَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَجَاءَ رَجُلٌ يَتَخَطّٰی رِقَابَ النَّاسِ، فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ بُسْرٍ: جَاءَ رَجُلٌ يَتَخَطّٰی رِقَابَ النَّاسِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَ النَّبِیُّ ﷺ يَخْطُبُ، فَقَالَ لَهُ النَّبِیُّ ﷺ: اِجْلِسْ، فَقَدْ آذَيْتَ. رواه أبو داود (باب تخطی رقاب الناس يوم الجمعة ٤٣٥:١)، و سكت عنه، و فی الترغيب (١٢٦:١) عزاه إلی صحيحی ابن خزيمة و ابن حبان أيضا، ثم قال: وعند ابن خزيمة فَقَدْ آذَيْتَ وَ أُوْذِيْتَ.

٢٠٧٥– ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی اور اس میں سورۂ نجم پڑھی اور سجدۂ تلاوت کیا اور سجدہ کو دراز کیا۔ آدمیوں کی شرکت کثیر تھی اس لئے ایک نے دوسرے کی پیٹھ پر سجدہ کیا۔ اس کو بیہقی نے روایت کیا ہے۔ اس کی سند کی تحقیق نہیں ہوسکی لیکن چونکہ ابن حجر نے اس کو تلخیص میں نقل کیا ہے اس لئے کم از کم یہ ضعیف ہوگی اور حضرت عمرؓ کی روایت کو قوت پہنچائے گی۔

باب جمعہ کے دن بلاضرورت لوگوں کی گردنوں پر پھلانگنا مکروہ ہے

٢٠٧٦– ابوالزاہریہ کہتے ہیں کہ ہم جمعہ کے روز عبداللہ بن بشرؓ صحابی کے ساتھ تھے تو ایک شخص لوگوں کی گردنوں کو پھلانگتا ہوا آیا تو عبداللہ بن بشرؓ نے فرمایا کہ ایک شخص ایسی حالت میں کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ پڑھ رہے تھے جمعہ کے دن لوگوں کی گردنوں پر پھلانگتا ہوا آیا تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ بیٹھ جا! تو نے لوگوں کو تکلیف دی۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔ (لہذا انکے ہاں صحیح یا حسن ہے) اور ترغیب میں اس کو صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان کی طرف نسبت کر کے کہا ہے کہ ابن خزیمہ کی روایت میں یہ ہے کہ تو نے دوسروں کو تکلیف دی اور تجھے خود بھی تکلیف ہوئی۔

۲۰۷۷— عن : عمرو بن شعیب عن أبیه عن عبد الله بن عمرو العاص ﷺ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ : مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ و مَسَّ مِنْ طِيْبِ اِمْرَأَتِهِ اِنْ كَانَ لَهَا ، وَ لَبِسَ مِنْ صَالِحِ ثِيَابِهِ ، ثُمَّ لَمْ يَتَخَطَّ رِقَابَ النَّاسِ ، وَ لَمْ يَلْغُ عِنْدَ الْمَوْعِظَةِ كَانَ كَفَّارَةً لِمَا بَيْنَهُمَا ، وَ مَنْ لَغٰى وَ تَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ كَانَتْ لَهُ ظُهْرًا . رواه أبو داود ، و ابن خزیمة فی صحیحه ، کذا فی الترغیب (۱۲۷:۱).

۲۰۷۸— عن : عقبة ﷺ قَالَ : صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ ﷺ بِالْمَدِيْنَةِ الْعَصْرَ ، فَسَلَّمَ ، فَقَامَ مُسْرِعاً فَيَتَخَطّٰى رِقَابَ النَّاسِ اِلٰى بَعْضِ حُجَرِ نِسَائِهِ ، فَفَزِعَ النَّاسُ مِنْ سُرْعَتِهِ ، فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ ، فَرَأٰى اَنَّهُمْ قَدْ عَجِبُوْا مِنْ سُرْعَتِهِ ، فَقَالَ : ذَكَرْتُ شَيْئًا مِنْ تِبْرٍ عِنْدَنا فَكَرِهْتُ اَنْ يَّحْبِسَنِيْ ، فَاَمَرْتُ بِقِسْمَتِهِ . رواه البخاری (باب تخطی رقاب الناس یوم الجمعة ۱:۱۷).

۲۰۷۷-عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے دن غسل کیا اور اپنی بیوی کی خوشبو میں سے خوشبو لگائی اگر اس کے پاس خوشبو ہو اور اچھے کپڑے پہنے اور لوگوں کی گردنوں پر نہ پھلانگا اور نہ خطبہ کے وقت کوئی فضول حرکت کی تو یہ جمعہ اسکے لئے دونوں جمعوں کے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہو جائیگا۔ اور جو کوئی فضول حرکت کرے اور لوگوں کی گردنوں پر پھلانگے اسکے لئے وہ جمعہ بمنزلہ ظہر کے ہوگا (اور وہ فضیلتِ جمعہ سے محروم رہے گا) اس کو ابوداؤد نے اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

۲۰۷۸-حضرت عقبہ ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی تو آپ ﷺ سلام پھیر کر جلدی سے اٹھے اور لوگوں کی گردنوں کو (بلا ایذاء پہنچائے) پھلانگتے ہوئے ایک بیوی کے حجرہ میں تشریف لے گئے۔ لوگ آپ ﷺ کی اس عجلت سے گھبرا گئے (کہ خدا خیر کرے! انہیں معلوم کیا بات ہے کہ آپ ﷺ نے خلاف عادت ایسا کیا ہے؟) اس کے بعد آپ ﷺ باہر تشریف لائے تو لوگوں کو دیکھا کہ وہ آپ ﷺ کی عجلت سے متعجب ہیں، تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اپنے یہاں ایک سونے کی ڈلی یاد آ گئی تھی میں نے اس کو نہ پسند کیا کہ وہ مجھے مقید کرے، اس لئے میں نے اسکی تقسیم کا حکم دیا ہے۔ اسکو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: پہلی دو حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازیوں کی گردنوں سے پھلانگنا ممنوع ہے اور آخری حدیث سے جواز معلوم ہوتا ہے۔ لہذا ایسی تطبیق ہوگی کہ عند الضرورت جائز ہے جیسا کہ آخری حدیث سے معلوم ہوتا ہے، بشرطیکہ لوگوں کو ایذاء نہ ہو۔

باب القرائة فی صلاة الجمعة

۲۰۷۹– عن : ابن عباس رضی اللہ عنہما : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْجُمُعَةِ سُوْرَةَ الْجُمُعَةِ وَ الْمُنَافِقِيْنَ . رواه مسلم (کتاب الجمعة و قبل صلوة العيدين ۱:۲۸۸).

۲۰۸۰– عن : النعمان بن بشير ﷺ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَقْرَأُ فِي الْعِيْدَيْنِ ، وَ فِي الْجُمُعَةِ بِ ﴿ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى ﴾ وَ ﴿ هَلْ اَتَاكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ﴾ قَالَ : وَ اِذَا اجْتَمَعَ الْعِيْدُ وَ الْجُمُعَةُ فِيْ يَوْمٍ وَاحِدٍ يَقْرَأُ بِهِمَا اَيْضًا فِي الصَّلَاتَيْنِ . راوه مسلم (۱:۴۳۷).

۲۰۸۱– عن : عبيد الله بن عبد الله بن عتبة أَنَّ الضَّحَّاكَ بْنَ قَيْسٍ سَأَلَ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيْرٍ ﷺ ، مَاذَا كَانَ يَقْرَأُ بِهٖ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَوْمَ الْجُمُعَةِ عَلٰى اِثْرِ سُوْرَةِ الْجُمُعَةِ ؟ فَقَالَ : كَانَ يَقْرَأُ بِ ﴿ هَلْ اَتَاكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ﴾ . رواه أبو داود (باب ما يقرء به فی الجمعة ۱:۴۳۷) وسكت عنه و إسناده على شرط مسلم ، و قد أخرجه بنحوه .

باب جمعہ کی نماز میں قراءت کے بیان میں

۲۰۷۹-ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کی نماز میں سورہ جمعہ اور سورہ منافقین پڑھتے تھے۔اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۲۰۸۰-نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عیدین میں اور جمعہ میں سبح اسم ربك الاعلى اورھل اتاك حديث الغاشية پڑھتے تھے اور جبکہ عید اور جمعہ دونوں ایک دن ہوتے تو دونوں میں یہی دونوں سورتیں پڑھتے تھے۔اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۲۰۸۱-عبداللہ بن عبداللہ بن عتبہ کہتے ہیں کہ ضحاک بن قیس نے نعمان بن بشیرؓ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے روز سورہ جمعہ کے بعد کیا پڑھتے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ ھل اتاك حديث الغاشية ۔اسکو ابوداؤد نے روایت کر کے اس پر سکوت کیا ہے اور اس کی سند مسلم کی شرط پر ہے اور مسلم نے بھی اس کو اسکے قریب قریب روایت کیا ہے۔

فائدہ: ان روایات سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے لئے کوئی سورت مقرر نہیں البتہ مذکورہ بالا سورتیں پڑھنا افضل ہے البتہ ان پر ہمیشگی نہ کرے، مبادا لوگ ان سورتوں کا پڑھنا واجب سمجھنے لگیں۔

باب سقوط الجمعة بسبب مطر شديد

۲۰۸۲— عن : ابن عباس رضى الله عنهما قَالَ لِمُؤَذِّنِهِ فِيْ يَوْمٍ مَطِيْرٍ : اِذَا قُلْتَ : اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ فَلاَ تَقُلْ : حَيَّ عَلَى الصَّلاَةِ ، قُلْ : صَلُّوْا فِيْ بُيُوْتِكُمْ ، فَكَانَ النَّاسُ اسْتَنْكَرُوْا فَقَالَ : فَعَلَهٗ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِّنِّيْ ، اِنَّ الْجُمُعَةَ عَزْمَةٌ وَ اِنِّيْ كَرِهْتُ اَنْ اُخْرِجَكُمْ ، فَتَمْشُوْنَ فِي الطِّيْنِ وَ الدَّحْضِ . رواه البخارى (باب الرخصة ان لم يحضر الجمعة ١٢٣:١) . وقد تقدم فى حاشية باب الأعذار فى ترك الجماعة.

باب تعدد الجمعة فى مصر واحد

۲۰۸۳— عن : عمر ﷺ اَنَّهٗ كَتَبَ اِلٰى اَبِيْ مُوْسٰى ، وَ اِلٰى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ ، وَ اِلٰى سَعْدِ بْنِ اَبِيْ وَقَاصٍ : اَنْ يَّتَّخِذَ مَسْجِدًا جَامِعاً ، وَ مَسْجِدًا لِلْقَبَائِلِ ، فَاِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ انْضَمُّوْا اِلَى الْمَسْجِدِ الْجَامِعِ ، فَشَهِدُوْا الْجُمُعَةَ . أخرجه ابن عساكر فى مقدمة تاريخ دمشق ، كذا فى التلخيص الحبير ، ولم يذكر سنده ، ولم يتكلم عليه بشىء . قال : و قال ابن المنذر : لا أعلم أحدا قال بتعدد الجمعة غير عطاء اه.

باب بارش کی شدت کی وجہ سے جمعہ لازم نہیں رہتا

۲۰۸۲۔ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے بارش کے روز اپنے مؤذن سے فرمایا کہ جب تم اذان میں اشھد ان محمدا رسول الله کہوتو اسکے بعد حی علی الصلوۃ نہ کہنا بلکہ بجائے اس کے یہ اعلان کرنا کہ اپنے اپنے گھروں میں نماز (ظہر) پڑھ لو۔اس پرابن عباسؓ کومحسوس ہوا کہ لوگوں نے اس کو اچھا نہیں سمجھا تو آپؓ نے فرمایا کہ یہ کام اس نے کیا ہے جو مجھ سے بہتر تھا (یعنی حضور ﷺ نے)اس میں کوئی شک نہیں کہ جمعہ ایک ضروری چیز ہے مگر میں اسے اچھا نہیں سمجھتا کہ تم کو گھروں سے نکالوں اور تم گارے، کیچڑ اور پھسلن میں چلو۔اس کو بخاری نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث باب اعذار کے حاشیہ میں مفصل بحث کے ساتھ گذر چکی ہے وہاں دیکھ لینا چاہئے۔

باب ایک ہی شہر میں تعدّدِ جمعہ کے بیان میں

۲۰۸۳۔حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے ابوموسی اشعری اور عمرو بن العاص اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم (اپنے گورنروں) کو حکم لکھا کہ وہ جامع مسجد الگ بنائیں اور محلوں کی مساجد الگ، پھر جبکہ جمعہ کا دن ہوتو لوگ جامع مسجد میں آ کر جمعہ میں شریک ہوں۔اسکو ابن عساکر نے مقدمہ تاریخ دمشق میں روایت کیا ہے اور ابن حجر نے اسے تلخیص میں بلا سند اور بلا کسی قسم کی

٢٠٨٤– عن : أبی إسحاق اَنَّ عَلِیًّا ﷺ اَمَرَ رَجُلاً فَصَلّٰی بِضَعَفَةِ النَّاسِ یَوْمَ الْعِیْدِ فِی الْمَسْجِدِ رَکْعَتَیْنِ . رواه الشافعی ، و ابن جریر ، والبیهقی ، کذا فی کنز العمال (٣٣٧:٤) و لم أقف علی سنده .

٢٠٨٥– عن : علی ﷺ قیل له : اِنَّ بِالْبَلَدِ ضُعَفَاءَ لاَ یَسْتَطِیْعُوْنَ الْخُرُوْجَ اِلَی الْمُصَلّٰی ، فَاسْتَخْلَفَ عَلَیْهِمْ رَجُلاً یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ بِالْمَسْجِدِ . قِیْلَ : اِنَّهٗ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ بِتَکْبِیْرٍ ، وَ قِیْلَ : بَلْ صَلّٰی اَرْبَعًا بِلاَ تَکْبِیْرٍ . ذکره ابن تیمیة فی منهاج السنة (٢٠٤:٣) و احتج به ، وقال : قیل بل یجوز عند الحاجة أن تصلی جمعتان فی المصر ، کما صلی علی ﷺ عیدین للحاجة . و هذا مذهب أحمد بن حنبل فی المشهور عنه ، و أکثر أصحاب أبی حنیفة ، و أکثر المتأخرین من أصحاب الشافعی ، و هؤلاء یحتجون بفعل علی ﷺ ، لأنه من الخلفاء الراشدین اه. قلت : و احتجاج المجتهدین بأثر تصحیح له . و فی رسائل الأرکان (ص–١١٨) : هذا الأثر صحیح ، صححه ابن تیمیة فی منهاج السنة.

توثیق کے نقل کیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ ابن المنذر نے کہا ہے کہ مجھے نہیں معلوم کہ کوئی شخص سوائے عطاء کے تعدد جمعہ کا قائل ہوا ہو۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی شہر میں متعدد جمعے جائز نہیں، اگر چہ صراحۃً معلوم نہیں ہوتا۔

۲۰۸۴–ابواسحٰقؒ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ کمزور لوگوں کو جو کہ عیدگاہ نہیں جاسکتے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھادے۔ اس کو شافعی، ابن جریر اور بیہقی نے روایت کیا ہے (کنز العمال) لیکن اس کی سند نہیں معلوم ہوسکی۔

۲۰۸۵–حضرت علیؓ سے کہا گیا کہ شہر میں کچھ کمزور لوگ ہیں جو کہ عیدگاہ نہیں جاسکتے تو آپ نے ایک آدمی کو مامور کیا کہ وہ ان کو مسجد میں نماز پڑھادے۔ (اب اس میں اختلاف ہے کہ ان کو دو رکعتیں تکبیرات عید کے ساتھ پڑھائیں یا چار رکعتیں بلا تکبیر)۔ بعض اس کے قائل ہیں کہ ان کو تکبیرات عید کے ساتھ دو رکعتیں پڑھائیں اور بعض اس کے قائل ہیں کہ ان کو بلا تکبیرات عید چار رکعت پڑھائیں۔ اسکو ابن تیمیہ نے منہاج السنہ میں بطور استدلال کے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ بعض مجتہدین اسکے قائل ہیں کہ ضرورت کے وقت ایک شہر میں جمعہ بھی جائز ہیں جیسا کہ حضرت علیؓ نے ضرورت کے لئے ایک شہر میں عید کی نماز کے تعدد کو جائز رکھا۔ امام احمد کا مشہور مذہب اور اکثر حنفیہ اور اکثر متاخرین اصحاب شافعی کا یہی مذہب ہے اور یہ لوگ حضرت علیؓ کے فعل سے استدلال کرتے ہیں کیونکہ وہ خلفائے راشدینؓ میں سے تھے۔ مؤلف کہتے ہیں کہ مجتہدین کا کسی روایت سے استدلال کرنا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ روایت انکے نزدیک ثابت ہے۔

۲۰۸۶– عن : ابن عمر ﷺ اَنَّهٗ کَانَ یَقُوْلُ : لَا جُمُعَةَ اِلَّا فِی الْمَسْجِدِ الْاَکْبَرِ الَّذِیْ یُصَلِّیْ فِیْهِ الْاِمَامُ . رواه ابن المنذر ، کما فی التلخیص الحبیر (۱:۱۳۳).

۲۰۸۷– عن : بکیر بن الأشنج ، اَنَّهٗ کَانَ بِالْمَدِیْنَةِ تِسْعَةُ مَسَاجِدَ مَعَ مَسْجِدِهٖ ﷺ یَسْمَعُ اَهْلُهَا تَاذِیْنَ بِلَالٍ ، وَ یُصَلُّوْنَ فِیْ مَسَاجِدِهِمْ . رواه أبو داود فی مراسیله . زاد یحیی بن یحیی فی روایته : وَ لَمْ یَکُوْنُوا یُصَلُّوْنَ فِیْ شَیْءٍ مِنْ تِلْكَ الْمَسَاجِدِ (أي الْجُمُعَةَ) اِلَّا فِیْ مَسْجِدِ النَّبِیِّ ﷺ کذا فی التلخیص الحبیر (۱:۱۳۳) . و کلام الحافظ یشعر بصلاحیته للاحتجاج به.

باب إذا اجتمع العید و الجمعة لا تسقط الجمعة به

۲۰۸۸– عن : ابن شهاب عن أبی عبید مولی ابن أزهر اَنَّهٗ قَالَ : شَهِدْتُ الْعِیْدَ مَعَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فَجَاءَ فَصَلّٰی ثُمَّ انْصَرَفَ ، فَخَطَبَ ، وَ قَالَ : اِنَّهٗ قَدِ اجْتَمَعَ لَکُمْ فِیْ یَوْمِکُمْ هٰذَا عِیْدَانِ ، فَمَنْ اَحَبَّ مِنْ اَهْلِ الْعَالِیَةِ اَنْ یَّنْتَظِرَ الْجُمُعَةَ فَلْیَنْتَظِرْهَا ، وَ مَنْ اَحَبَّ

۲۰۸۶–ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جمعہ صرف اسی بڑی مسجد میں ہونا چاہئے جس میں امام نماز پڑھتا ہے اس کو ابن المنذر نے روایت کیا ہے (کذافی التلخیص)۔

۲۰۸۷–بکیر بن الاشج سے مروی ہے کہ مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی مسجد کے علاوہ نو مسجدیں اور تھیں جن میں لوگ بلالؓ کی اذان سنتے ہوئے نماز پڑھا کرتے تھے۔اس کو ابوداؤد نے مراسیل میں روایت کیا ہے۔اور یحیٰی بن یحیٰی نے اپنی روایت میں یہ مضمون زیادہ کیا ہے کہ جمعہ کی نماز وہ سب صرف رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں پڑھتے تھے (کذافی التلخیص)۔

فائدہ: بلاضرورت تعددِ جمعہ اطلاق روایتِ مبسوط سے جائز ہے اور یہی احناف کا صحیح قول ہے۔اور وقوع تو حد و عدم شیوع تعدد فی العہد النبوی سے اشتراط توحد و عدم مشروعیۃ تعدد لازم نہیں آتا۔

فائدہ: تعدد جمعہ کے متعلق رسالہ تجدد اللمعہ فی تعدد الجمعہ میں مبسوط بحث ہے اس کو دیکھنا مفید ہے۔

باب جب عید اور جمعہ جمع ہو جائیں تو جمعہ ساقط نہیں ہوتا

۲۰۸۸–ابن شہاب زہری، ابوعبید مولی ابن ازہر سے روایت کرتے ہیں کہ میں عید میں حضرت عثمانؓ کے ساتھ موجود تھا تو آپ تشریف لائے اور نماز پڑھائی، اسکے بعد لوٹے اور خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ تمہارے لئے آج دو عیدیں جمع ہوگئی ہیں۔پس جو کوئی

اَنْ يَّرْجِعَ فَقَدْ اَذِنْتُ لَهٗ . رواه مالك فى موطائه (ص-٦٣) و هذا الإسناد قد أخرجه البخارى (ص-٢٦٧) فى باب صوم يوم الفطر.

٢٠٨٩- أخبرنا : إبراهيم بن محمد حدثنى إبراهيم بن عقبة عن عمر بن عبد العزيز قَالَ : اِجْتَمَعَ عِيْدَانِ عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّجْلِسَ مِنْ اَهْلِ الْعَالِيَةِ فَلْيَجْلِسْ فِيْ غَيْرِ حَرَجٍ . أخرجه الإمام الشافعى (ص-٤٤) . و إسناده مرسل حسن ، و شيخ الإمام ضعيف عند الجمهور ، و ثقة عنده و عند حمدان بن الاصبهانى ، و قال ابن عقدة : نظرت فى حديث إبراهيم كثيرا ، و ليس بمنكر الحديث . قال ابن عدى: و هذا الذى قاله كما قال اه. (تهذيب ١٥٩:١) و إبراهيم بن عقبة من رجال مسلم ثقة (تهذيب - ١٤٥:١) و عمر بن عبد العزيز أمير المؤمنين من خير التابعين ، و إرسال مثله مقبول حجة عندنا ، و له شاهد مرفوع موصول مقيدا بأهل العوالى . رواه البيهقى من حديث سفيان بن عيينة عن عبد العزيز بن رفيع عن أبى صالح عن أبى هريرة ﷺ

عوالی کا رہنے والا جمعہ کا انتظار کرے وہ انتظار کرے اور جو واپس جانا چاہے اسے میری طرف سے اجازت ہے، (کیونکہ گاؤں والوں پر جمعہ نہیں) اس کو مالک نے مؤطا میں روایت کیا ہے اور اس سند کو بخاری نے باب صوم یوم فطر میں ذکر کیا ہے (گویا اس کی سند صحیح ہے)۔

فائدہ: اس میں حضرت عثمانؓ نے صرف گاؤں والوں کو واپسی کی اجازت دی ہے وہ بھی اس بنا پر کہ ان پر جمعہ نہیں اور یہ رخصت صحابہؓ کی موجودگی میں تھی۔ اگر یہ رخصت بستی اور شہر والوں سب کو ہوتی تو صحابہ ضرور اس تخصیص پر نکیر کرتے۔ لیکن انکا نکیر نہ کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عید کے دن جمعہ اہل شہر پر اجماع صحابہؓ سے بھی ثابت ہے اور کتاب اللہ کے عموم سے بھی۔ لہذا اسقاطِ جمعہ کے لئے دلیل قطعی کی ضرورت ہے جبکہ امام احمد جن احادیث سے استدلال کرتے ہیں وہ اخبار احاد ہیں جو نص قطعی کتاب و اجماع کا معارض نہیں بن سکتے۔ نیز امام احمد کے مستدلات میں یہ احتمال بھی ہے کہ وہ بستی اور عوالی والوں کے بارے میں ہوں اور نیز احتیاط بھی احناف کے مسلک میں ہے، پس معلوم ہوا کہ اہل شہر کو ترک جمعہ کی اجازت نہیں۔

۲۰۸۹- عمر بن عبدالعزیز کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں دو عیدیں جمع ہوئیں (یعنی عید اور جمعہ) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو گاؤں والا (جمعہ کے انتظار میں) بیٹھا رہنا چاہے وہ بیٹھا رہے (اور جو جانا چاہے جائے) اس پر کوئی تنگی نہیں۔

و إسناده ضعيف اه (التلخيص الحبير ۱:۴٦) . والمرسل إذا تأيد بموصول ولو ضعيفا ، فهو حجة عند الكل ، كما مر غير مرة.

باب جواز الكلام والعمل للخطيب عند الضرورة و كراهتهما لغيرها

۲۰۹۰– عن : بريدة ﷺ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْطُبُنَا فَجَاءَ الحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِمَا قَمِيصَانِ أَحْمَرَانِ يَمْشِيَانِ ، وَ يَعْثُرَانِ ، فَنَزَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مِنَ الْمِنْبَرِ ، فَحَمَلَهُمَا ، فَوَضَعَهُمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ، ثُمَّ قَالَ : صَدَقَ اللهُ وَ رَسُولُهُ ﴿ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَ أَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ﴾ نَظَرْتُ إِلَى هٰذَيْنِ الصَّبِيَّيْنِ يَمْشِيَانِ ، وَ يَعْثُرَانِ فَلَمْ أَصْبِرْ حَتّٰى قَطَعْتُ حَدِيْثِيْ ، وَ رَفَعْتُهُمَا . رواه الخمسة ، كما في نيل الأوطار (۳:۱۵٤) . وقال الترمذی (۲:۲۱۸) : حديث حسن غريب اه.

اس کوامام شافعی نے روایت کیا ہے۔اس کی اسناد مرسل حسن ہے۔اوراس کی تائید ابو ہریرہؓ کی مرفوع روایت سے ہوتی ہے جو کہ سنداً ضعیف ہےاور جسکو تلخیص حبیر میں روایت کیا ہےاور مرسل جب کسی موصول روایت سے مؤید ہوتو وہ سب کے نزدیک حجت ہےاگر چہ وہ مرفوع ضعیف ہی ہو۔

باب خطبہ پڑھنے والے کے لئے بضرورت گفتگو کرنا یا کوئی کام کرنا جائز ہےاور بلاضرورت مکروہ

۲۰۹۰- بریدہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ خطبہ پڑھ رہے تھے تو حسن اور حسین رضی اللہ عنہما ایسی حالت میں کہ دوسرخ کرتے پہنے ہوئے تھے یوں آئے کہ وہ چل رہے تھےاور چلتے چلتے گرگر پڑتے تھے۔یہ حالت دیکھ کررسول اللہ ﷺ منبر سے اترےاوران کواٹھا کراپنے آگے بٹھالیااور فرمایا کہ حق تعالی نے سچ فرمایا ہے کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد ایک زبردست آزمائش ہے۔میں نے ان دونوں بچوں کو چلتے ہوئے اور گرتے ہوئے دیکھا تو مجھ سے ضبط نہ ہوسکا، یہاں تک کہ میں نے اپنی گفتگو چھوڑی اوران کواٹھالیا۔اس کوترمذی اور ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے۔اور ترمذی نے اسے حسن غریب کہا ہے۔

فائدہ:اس روایت میں یہ فقرہ کہ مجھ سے ضبط نہ ہوسکا بتلاتا ہے کہ آپ ﷺ نے یہ فعل بضرورت کیا تھااوراس کی وجہ بتلانا دلیل ہےاس بات کی کہ بلاضرورت یہ فعل مکروہ ہے۔

أبواب العيدين

باب وجوب صلاة العيدين

۲۰۹۱– حدثني : يونس أخبرنا ابن وهب قال : ابن زيد : كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُوْلُ حَقٌّ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ إِذَا نَظَرُوْا إِلَى هِلَالِ شَوَّالَ أَن يُكَبِّرُوْا اللهَ حَتّٰى يَفْرَغُوْا مِنْ عِيْدِهِمْ ، لِأَنَّ اللهَ تَعَالٰى ذِكْرُهُ ، يَقُوْلُ: ﴿ وَ لِتُكْمِلُوْا الْعِدَّةَ ، وَ لِتُكَبِّرُوْا اللهَ عَلٰى مَا هَدَاكُمْ﴾.

۲۰۹۲– قال يونس : قال ابن وهب : قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ زَيْدٍ : وَ الْجَمَاعَةُ عِنْدَنَا عَلٰى أَن يَّغْدُوْا بِالتَّكْبِيْرِ إِلَى الْمُصَلّٰى . أخرجه الإمام الحافظ ابن جرير الطبرى فى تفسيره (۹۲:۲) و سنده صحيح.

۲۰۹۳– حدثني : المثنى قال : ثنا سويد قال : أَخْبَرَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ قَالَ : سَمِعْتُ سُفْيَانَ يَقُوْلُ: ﴿وَلِتُكَبِّرُوا اللهَ عَلٰى مَا هَدَاكُمْ﴾ قَالَ : بَلَغَنَا أَنَّهُ التَّكْبِيْرُ يَوْمَ الْفِطْرِ.

ابواب العیدین

باب نماز عید واجب ہے

۲۰۹۱–ابن زید کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ جس وقت وہ عید کا چاند دیکھیں تو اللہ اکبر کہیں یہاں تک کہ وہ نماز عید سے فارغ ہو جائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ولتکملوا العدة و لتكبروا الله على ما هداكم ۔

۲۰۹۲–ابن زید کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں کے لوگوں کا یہ معمول ہے کہ وہ تکبیر کہتے ہوئے عیدگاہ جاتے ہیں۔اس کو ابن جریر نے تفسیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ و لتكبروا الله کا تعلق تکبیر عید سے ہے اور ہمارے نزدیک اس سے وہ تکبیرات مراد ہیں جو کہ نماز کے اندر ہیں۔اور امر وجوب کے لئے ہے اور اسی طرح فصل لربك وانحر سے بھی صلاۃ عید الضحیٰ مراد ہے اور امر وجوب کے لئے ہے لہٰذا نماز عیدین کا واجب ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۲۰۹۳–سفیان فرماتے تھے کہ یہ معلوم ہوا ہے کہ لتكبروا الله میں تکبیر سے عید کے روز کی تکبیریں مراد ہیں۔

أخرجه ابن جرير أيضا ، و سنده صحيح ، و بلاغات سفيان حجة عندنا ، فإن الإرسال في القرون الثلاثة لا يضر .

۲۰۹٤— حدثنا : ابن حميد قال : ثنا هارون بن المغيرة عن عبسة عن جابر عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَنحَرُ قَبلَ اَن يُّصَلِّيَ ، فَأُمِرَ اَن يُّصَلِّي ثُمَّ يُنحَرَ . أخرجه الطبرى (۳۰:۲۲۱) أيضا فى تفسيره و سنده حسن . وابن حميد هو محمد بن حميد بن حيان الرازى حافظ ، و ثقه ابن معين ، و كان أحمد حسن الرأى فيه ، كما فى التهذيب (۱۲۸:۹) . و جابر هو ابن زيد أبو الشعثاء ثقة من رجال الجماعة . والباقون كلهم ثقات أيضاً.

۲۰۹۵— حدثنا : ابن عبد الأعلى قال : ثنا ابن ثور عن معمر عن قتادة : ﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انحَرْ ﴾ قَالَ : صَلاَةُ الضُّحىٰ ، وَ النَّحرُ نَحرُ البُدنِ. أخرجه الطبرى، و سنده صحيح.

۲۰۹٦— حدثنا : ابن حميد قال : ثنا حكام عن أبى جعفر عن الربيع : ﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انحَرْ ﴾ قَالَ : إِذَا صَلَّيتَ يَومَ الاَضحىٰ فَانحَرْ . أخرجه الطبرى فى تفسيره (۳۰:۲۱۱) أيضا ، و سنده حسن.

اسکوبھی ابن جریر نے روایت کیا ہے اوراس کی سند صحیح ہے اور بلاغات سفیان حجت ہیں کیونکہ قرون ثلثہ میں ارسال حجت ہے۔

۲۰۹۴-انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پہلے نماز سے پہلے نحر فرماتے تھے اس کے بعد (جبکہ فصل لربك وانحر نازل ہوئی تو) آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ اول نماز پڑھی جائے، اسکے بعد نحر کیا جائے۔اس کو بھی طبرانی نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے اوراس کی سند حسن ہے۔

فائدہ:اس سے معلوم ہوا کہ فصل لربك وانحر میں نماز سے مراد نماز عید ہے اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے اس لئے اس کا وجوب ثابت ہوا مگر چونکہ اس سے صلوۃ عید کا مراد ہونا ظنی ہے اس لئے وہ فرض نہ ہوگی بلکہ واجب ہوگی۔

۲۰۹۵-قتادہ سے فصل لربك کی تفسیر میں مروی ہے کہ صلاۃ سے مراد صلوۃ عیدالاضحیٰ ہے اور نحر سے مراد اونٹوں کا نحر کرنا ہے اس کو بھی طبرانی نے روایت کیا ہے اوراس کی سند صحیح ہے۔

۲۰۹۶-ربیع نے فصل لربك وانحر کی تفسیر یوں کی ہے کہ جب تم عیدالاضحیٰ کی نماز پڑھ چکو تو اونٹوں کی قربانی کرو۔ اسکوبھی ابن جریر نے روایت کیا ہے اوراس کی سند حسن ہے۔

۲۰۹۷– عن : البراء ﷺ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ يَخْطُبُ فَقَالَ : اِنَّ اَوَّلَ مَا نَبْدَأُ فِیْ يَوْمِنَا هٰذَا اَنْ نُصَلِّیَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرَ ، فَمَنْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ اَصَابَ سُنَّتَنَا . أخرجه الإمام البخاری فی الصحيح (۱:۱۳۱).

۲۰۹۸– عن : أبی سعيد الخدری ﷺ قَالَ : كَانَ النَّبِیُّ ﷺ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَ الاَضْحٰی اِلَی الْمُصَلّٰی ، فَاَوَّلُ شَیْءٍ يَبْدَأُ بِهِ الصَّلاَةُ ثُمَّ يَنْصَرِفُ ، فَيَقُوْمُ مُقَابِلَ النَّاسِ ، وَ النَّاسُ جُلُوْسٌ عَلٰی صُفُوْفِهِمْ ، فَيَعِظُهُمْ ، وَ يُوْصِيْهِمْ ، وَ يَاْمُرُهُمْ . الحديث . أخرجه إمام الدنيا أبو عبد الله البخاری (۱:۱۳۱) عليه رحمة الخالق الباری.

۲۰۹۹– عن : أم عطية رضی الله عنها : اَمَرَنَا النَّبِیُّ ﷺ اَنْ نُخْرِجَ فِی الْفِطْرِ وَ الاَضْحٰی الْعَوَاتِقَ ، وَ الْحُيَّضَ ، وَ ذَوَاتِ الْخُدُوْرِ ، فَاَمَّا الْحُيَّضُ فَيَعْتَزِلْنَ الصَّلاَةَ ، وَ يَشْهَدْنَ الْخَيْرَ ، وَ دَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ . للستة إلا مالكاً ، وفی رواية قَالَتْ : كُنَّا نُؤْمَرُ اَنْ نَخْرُجَ يَوْمَ الْعِيْدِ

۲۰۹۷- براءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس روز یعنی عیدالاضحیٰ کے روز ہمارا پہلا کام یہ ہے کہ ہم نماز پڑھیں، اسکے بعد یہ ہے کہ ہم لوٹ کر قربانی کریں، پس جس نے یہ کیا اس نے ہمارے طریق کو پالیا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ نماز اور قربانی اس روز کے وظائف میں سے ہیں اور نماز قربانی کرنے سے پہلے ہے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ وہ واجب ہے اور رسول اللہ ﷺ کا اس پر مداومت کرنا یہ اس وجوب کا مؤکد ہے۔

۲۰۹۸- ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ وہ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے روز عیدگاہ جاتے اور وہاں جا کر سب سے پہلا کام آپ ﷺ کا یہ ہوتا تھا کہ آپ ﷺ نماز پڑھتے ، اسکے بعد لوٹتے اور لوگوں کی طرف رخ کر کے کھڑے ہوتے اور لوگ اپنی صفوں پر بیٹھے ہوتے اور آپ ﷺ ان کو نصیحت کرتے ، وصیت کرتے اور امر کرتے الی آخر الحدیث۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے آپ ﷺ کی نماز عیدین پر مداومت ثابت ہوتی ہے جس سے ان کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔

۲۰۹۹- ام عطیہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو حکم دیا کہ ہم عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ میں جوان عورتوں اور حائضہ عورتوں اور کنواری لڑکیوں کو سب کو لیجائیں۔ رہی حائضہ عورتیں سو وہ نماز سے الگ رہیں اور نیک کام میں اور مسلمانوں کی دعا میں حاضر ہوں۔ اس کو مالک کے سوا باقی چھ نے روایت کیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ ہم کو حکم دیا جاتا تھا کہ ہم سب عید کے روز نکلیں

حَتّٰى نُخرِجَ البِكرَ مِن خُدرِهَا حَتّٰى نُخرِجَ الحُيَّضَ ، فَيُكَبِّرنَ بِتَكبِيرِهِم وَ يَدعُونَ بِدُعَائِهِم ،يَرجُونَ بَرَكَةَ ذٰلِكَ اليَومِ وَ طُهرَتَهُ . كذا فى جمع الفوائد (۱:۱۰۶).

۲۱۰۰– عن : جابر ﷺ قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَخرُجُ فِي العِيدِ وَ يَخرُجُ اَهلَهُ . رواه أحمد وفيه الحجاج بن أرطاة و فيه كلام ،و بقية رجاله رجال الصحيح كذا فى جمع الفوائد (۱:۲۲۱) . قلت : هو حسن الحديث كما قد مر غير مرة.

۲۱۰۱– عن : أخت عبد الله بن رواحة رضى الله عنها عن رسول الله ﷺ اَنَّهُ قَالَ : وَجَبَ الخُرُوجُ عَلٰى كُلِّ ذَاتِ نِطَاقٍ . رواه أحمد ، و أبو يعلى ، و زاد : يعنى فى العيدين ، و الطبرانى فى الكبير وفيه امرأة تابعية لم يذكر اسمها (مجمع الزوائد ، ۱:۲۲۱) . قلت : و المجهول فى القرون الثلاثة مقبول عندنا.

حتی کہ کنواری لڑکی کو بھی اسکے پردہ میں سے لے چلیں۔ یہاں تک کہ حائضہ عورتوں کو بھی لے چلیں اور وہ مردوں کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہیں اور ان کی دعا کے ساتھ دعا کریں، ایسی حالت میں کہ وہ اس دن کی برکت اور پاکی کی امیدوار ہوں (جمع الفوائد)۔

فائدہ: اس سے عید کا کمال اہتمام معلوم ہوتا ہے جس سے اس کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ مگر عورتوں کی شرکت ابتداء میں تھی بعد میں نہیں رہی اور آج کل کے فساد اور بدامنی کے حالات میں عورتوں کا نماز کے لئے نکلنا مکروہ ہے، مزید تفصیل کے لئے اسی کتاب کی جلد اول باب منع النساء عن الحضور فی المساجد کا مطالعہ کریں۔

۲۱۰۰– جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید میں خود بھی تشریف لے جاتے تھے اور اپنے گھر کے لوگوں کو بھی لے جاتے تھے۔ اس کو احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: اس سے بھی آپ ﷺ کی مواظبت اور اہتمام معلوم ہوتا ہے جو کہ وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

۲۱۰۱– عبداللہ بن رواحہؓ کی بہن کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر پٹکے والی یعنی عورت پر عیدین کیلئے نکلنا واجب ہے۔ اس کو احمد، ابویعلی اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور مجمع الزوائد میں ہے کہ اس کی سند میں ایک تابعی عورت ہے جس کا نام نہیں لیا گیا۔ لیکن مؤلف کہتے ہیں کہ قرونِ ثلثہ میں جہالت مضر نہیں۔

فائدہ: اس سے عید کی نماز کا وجوب معلوم ہوتا ہے گو وجوب شرکتِ نساء منسوخ ہے۔

باب استحباب الأكل قبل الخروج إلى المصلى في يوم الفطر و بعد الرجوع عنها في يوم الأضحى

۲۱۰۲– عن : بريدة ﷺ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتّٰى يَطْعَمَ ، وَ كَانَ لَا يَأْكُلُ يَوْمَ النَّحْرِ شَيْئاً حَتّٰى يَرْجِعَ ، فَيَأْكُلُ مِنْ أُضْحِيَتِهٖ . رواه الدار قطني (۱۸۰:۱) و صححه ابن القطان ، كما في نصب الراية (۳۱:۱) ، و في بلوغ المرام (۸۸:۱) نقله بلفظ (كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لا يَخْرُجُ يَوْمَ الفِطْرِ حَتّٰى يَطْعَمَ ، وَ لَا يَطْعَمُ يَوْمَ الاَضْحٰى حَتّٰى يُصَلِّيَ . رواه أحمد ، والترمذي وصححه ابن حبان اه.

۲۱۰۳– عن : أنس ﷺ : مَا خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَ فِطْرٍ حَتّٰى يَأْكُلَ تَمَرَاتٍ ثَلَاثاً ، اَوْ خَمْساً ، اَوْ سَبْعاً ، اَوْ اَقَلَّ مِنْ ذٰلِكَ اَوْ اَكْثَرَ وِتْراً . رواه الإسماعيلي في مستخرجه على البخاري ، و ابن حبان في صحيحه، و الحاكم في مستدركه (فتح الباري ۳۷۲:۲).

۲۱۰٤– وفي حديث البراء ﷺ (عند البخاري في باب الاكل يوم النحر) اَنَّ اَبَا بُرْدَةَ ﷺ اَكَلَ قَبْلَ الصَّلَاةِ يَوْمَ النَّحْرِ ، فَبَيَّنَ لَهٗ ﷺ اَنَّ الَّتِيْ ذَبَحَهَا لَا تُجْزِئُ عَنِ الْاُضْحِيَةِ

باب عید الفطر میں عیدگاہ جانے سے پہلے کھالیا جائے اور عید الاضحیٰ میں واپسی کے بعد کھایا جائے

۲۱۰۲– بریدہؓ سے روایت ہے کہ عید الفطر میں رسول اللہ ﷺ اس وقت تک عیدگاہ تشریف نہ لے جاتے تھے جب تک کہ کچھ کھانہ لیں اور عید الاضحیٰ میں اس وقت تک کچھ نہ کھاتے تھے، جب تک کہ واپس نہ ہوں اور واپس ہو کر اپنی قربانی میں سے کھاتے تھے۔ اس کو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے اور بلوغ المرام میں روایت بایں الفاظ ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر میں اس وقت تک تشریف نہ لے جاتے تھے جب تک کچھ کھانہ لیں۔ اور عید الاضحیٰ میں اسوقت تک کچھ نہ کھاتے تھے جب تک نماز نہ پڑھ لیں۔ اس کو احمد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔

۲۱۰۳– انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے روز اس وقت تک عیدگاہ تشریف نہ لے جاتے تھے جب تک کہ وہ چھوارے تین یا پانچ یا سات یا اس سے کم وبیش مگر طاق نہ کھالیں۔ اس کو اسمٰعیل نے مستخرج علی البخاری میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے۔

۲۱۰۴– بخاری کے باب الاکل یوم النحر میں ہے کہ ابوہریرہؓ نے نماز سے پہلے اپنی قربانی کا گوشت کھالیا تو آپ ﷺ

وَ أَقَرَّهُ عَلَى الْأَكْلِ مِنْهَا. (فتح الباری ۲:۳۷۳).

باب استحباب الزينة فى العيدين

۲۱۰۵— عن : ابن عباس رضی اللہ عنہما قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَلْبَسُ يَوْمَ الْعِيْدِ بُرْدَةً حَمْرَاءَ . رواه الطبرانى فى الأوسط ، و رجاله ثقات (مجمع الزوائد ، ۱:۲۲۱) .

۲۱۰۶— عن جابر ﷺ : أَنَّ النَّبِىَّ ﷺ كَانَ يَلْبَسُ بُرْدَةَ الْأَحْمَرَ فِى الْعِيْدَيْنِ وَ الْجُمُعَةِ . رواه ابن خزيمة فى صحيحه (التلخيص الحبير ۱:۱۴۳).

۲۱۰۷— عن : ابن عمر رضى الله عنهما : أَنَّهُ كَانَ يَلْبَسُ أَحْسَنَ ثِيَابِهٖ فِى الْعِيْدَيْنِ . رواه ابن أبى الدنيا و البيهقى بإسناد صحيح كذا فى فتح البارى (۲:۳۶۶).

باب إخراج صدقة الفطر قبل الخروج إلى الصلاة

۲۱۰۸— عن : ابن عباس رضى الله عنهما : مِنَ السُّنَّةِ أَن لَّا تَخْرُجَ يَوْمَ الْفِطْرِ

نے ان کو یہ بتلایا کہ تمہاری قربانی نہیں ہوئی اور قربانی کے گوشت میں سے کھانے پر اعتراض نہیں کیا۔

<u>فائدہ</u>:اس سے معلوم ہوا کہ ترکِ اکل قبل الصلوۃ عید الاضحیٰ میں واجب نہیں اور اسی طرح عید الفطر میں کھانا لازم نہیں۔

باب عیدین میں زینت مستحب ہے

۲۱۰۵-ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید میں سرخ چادر پہنتے تھے۔اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

۲۱۰۶-جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عیدین اور جمعہ میں اپنی سرخ چادر پہنتے تھے اس کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

۲۱۰۷-ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ وہ عید میں اپنا سب سے عمدہ لباس پہنتے تھے اس کو ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے بسند صحیح روایت کیا ہے۔

باب صدقہ فطر کے عیدگاہ جانے سے قبل نکالنے کے بیان میں

۲۱۰۸۔ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قاعدہ یہ ہے کہ تم عید کے دن اس وقت تک عیدگاہ نہ جاؤ

حَتّٰى تُخْرِجَ الصَّدَقَةَ ، وَ تَطْعَمَ شَيْئاً قَبْلَ اَنْ تَخْرُجَ . رواه الطبراني في الأوسط والكبير وإسناده حسن (مجمع الزوائد ۱:۲۲۱).

۲۱۰۹— وفي الصحيح عن ابن عمر رضي الله عنهما : اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اَمَرَ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلَاةِ اه.

باب الخروج يوم الفطر و الأضحى إلى المصلى إلا لعذر

۲۱۱۰— عن أبي سعيد ﷺ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَ الْاَضْحٰى اِلَى الْمُصَلّٰى ، فَاَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَأُ بِهِ الصَّلَاةُ ثُمَّ يَنْصَرِفُ ، فَيَقُوْمُ مَقَابِلَ النَّاسِ ، وَ النَّاسُ جُلُوْسٌ عَلٰى صُفُوْفِهِمْ ، فَيَعِظُهُمْ ، وَ يُوْصِيْهِمْ ، وَ يَاْمُرُهُمْ ، فَاِنْ كَانَ يُرِيْدُ اَنْ يَقْطَعَ بَعْثاً قَطَعَهٗ اَوْ يَاْمُرَ بِشَيْءٍ اَمَرَ بِهٖ ثُمَّ يَنْصَرِفُ . الحديث رواه البخاري (۱:۱۳۱).

جب تک کہ صدقہ فطر نہ نکال دو اور کچھ کھانہ لو۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اسکی اسناد حسن ہے اور صحیح میں ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ نماز کو جانے سے پہلے صدقہ فطر ادا کردو۔

فائدہ: ہدایہ میں اسکا مستحب ہونا مذکور ہے۔

باب عیدین کے روز اگر کچھ عذر نہ ہو تو عیدگاہ جانا چاہئے

۲۱۱۰- ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے روز عیدگاہ جاتے پھر سب سے پہلے جو کام کرتے وہ نماز ہوتی تھی، اسکے بعد لوٹتے اور لوگوں کی طرف رخ کر کے کھڑے ہوتے بحالیکہ لوگ اپنی صفوں میں بیٹھے ہوتے اور ان کو نصیحت فرماتے اور وصیت کرتے اور حکم کرتے۔ اب اگر کوئی فوج روانہ کرنی ہوتی تو اسے روانہ فرماتے یا کوئی اور حکم کرنا ہوتا تو وہ حکم کرتے، اسکے بعد واپس ہوجاتے الی آخر الحدیث۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عذر نہ ہونے کی صورت میں جامع مسجد کی بجائے عیدگاہ میں نماز پڑھی جائے، شامی اور فتح القدیر میں اسے سنت کہا گیا ہے، نیز باوجود مسجد نبوی کی فضیلت کے حضور ﷺ کا ہمیشہ باہر کھلے میدان میں نماز عید پڑھنا بھی اس کی افضلیت پر دال ہے۔ اور اگر عیدگاہ جانے کی صورت میں کچھ ضعفاء پیچھے رہ جائیں تو پیچھے شہر میں ایک خلیفہ مقرر کیا جاسکتا ہے جوانکو عید پڑھائے جیسا کہ منہاج السنۃ میں حضرت علیؓ کے اثر سے معلوم ہوتا ہے۔

٢١١١– عن : أبی هریرة ﷺ : اَنَّهٗ اَصَابَهُمْ مَطَرٌ فِیْ یَوْمِ عِیْدٍ فَصَلّٰی بِهِمِ النَّبِیُّ ﷺ صَلَاةَ الْعِیْدِ فِی الْمَسْجِدِ . رواه أبو داود ، وسکت عنه هو و المنذری (عون المعبود ١:٤٥١).

باب ما جاء فی التکبیر فی طریق المصلی ثم فیه إلی خروج الإمام

٢١١٢– عن : نافع عن ابن عمر رضی الله عنهما : اَنَّهٗ کَانَ اِذَا غَدَا یَوْمَ الْفِطْرِ ، وَیَوْمَ الاَضْحٰی یَجْهَرُ بِالتَّکْبِیْرِ حَتّٰی یَاْتِیَ الْمُصَلّٰی ، ثُمَّ یُکَبِّرُ حَتّٰی یَاْتِیَ الْاِمَامُ . أخرجه الدار قطنی ثم البیهقی فی سننیهما . قال البیهقی : الصحیح وقفه علی ابن عمر ﷺ و قد روی مرفوعاً و هو ضعیف ، کذا فی نصب الرایة (١:٣١٩).

٢١١٣– حدثنا : الحسین نا عباس بن محمد ثنا الفضل بن دکین ثنا عائذ بن حبیب عن الحجاج عن سعید بن أشوع عن حنش بن المعتمر قَالَ : رَاَیْتُ عَلِیًّا یَوْمَ اَضْحٰی لَمْ یَزَلْ مُکَبِّرًا حَتّٰی اَتَی الْجَبَانَةَ . أخرجه الدار قطنی (١:١٧٩) ، و سنده حسن .

٢١١١–ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ عید کے روز کثرت سے بارش ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو عید کی نماز مسجد میں پڑھائی۔اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور انہوں نے اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے (لہذا ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے)۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ عذر کے وقت عیدگاہ جانے کی ضرورت نہیں۔ نیز ایسی حالت میں بھی عید کو ترک نہ کرنا اسکے وجوب کی دلیل ہے۔

باب ان حدیثوں کے بیان میں جن میں عیدگاہ کی راہ میں خروجِ امام تک تکبیر کہنے کا ذکر ہے

٢١١٢–نافع سے مروی ہے کہ ابن عمرؓ کا قاعدہ تھا کہ جب عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے لئے روانہ ہوتے تو آواز سے تکبیر کہتے رہتے یہاں تک کہ عیدگاہ پہنچ جاتے ، اسکے بعد عیدگاہ میں تکبیر کہتے رہتے جب تک کہ امام آتا۔اس کو دار قطنی اور بیہقی نے روایت کیا ہے اور بیہقی نے کہا ہے کہ صحیح یہی ہے کہ وہ ابن عمرؓ پر موقوف ہے اور یہ روایت مرفوعاً بھی مروی ہے مگر وہ ضعیف ہے۔

٢١١٣–حنش بن المعتمر سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے بقرعید کے روز حضرت علیؓ کو دیکھا کہ وہ برابر تکبیر کہتے رہے یہاں تک کہ عیدگاہ میں پہنچ گئے۔اس کو دار قطنی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

٢١١٤– عن : الزهري قال : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ ، فَيُكَبِّرُ مِنْ حِيْنَ يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهِ حَتّٰى يَأْتِيَ الْمُصَلّٰى . رواه أبو بكر النجاد ، وهو عند ابن أبي شيبة عن يزيد عن ابن أبي ذئب عن الزهري مرسلا بلفظ : فَإِذَا قَضَى الصَّلَاةَ قَطَعَ التَّكْبِيْرَ . (التلخيص الحبير ١:٤٣) . قلت : إسناد ابن أبي شيبة صحيح مع إرساله ، وهو حجة عندنا ، و عند الكل إذا اعتضد ، وههنا كذلك ، فقد اعتضد بفعل الصحابة .

باب جواز التهنئة بالعيد

٢١١٥– عن : جبير بن نفير قال : كَانَ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ إِذَا الْتَقَوْا يَوْمَ

۲۱۱۴-زہری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے روز عیدگاہ کو روانہ ہوتے تو جس وقت سے کہ آپ گھر سے نکلتے برابر تکبیر کہتے رہتے یہاں تک کہ عیدگاہ پہنچ جاتے۔اس کو ابو بکر نجار نے روایت کیا ہے اور ابن ابی شیبہ نے زہری ہی سے مرسلا یہ الفاظ روایت کئے ہیں کہ جب آپ ﷺ نماز ختم کرتے تو تکبیر ختم کردیتے۔مؤلف کہتے ہیں کہ ابن ابی شیبہ کی سند صحیح ہے اور گو روایت مرسل ہے مگر ہمارے نزدیک مرسل حجت ہے اور جس وقت اسکی تائید ہوجائے تو سب کے نزدیک حجت ہوجاتی ہے اور یہاں مرسل فعلِ صحابہؓ سے مؤید ہے۔

فائدہ: حضرت علیؓ کا عمل اور زہری کی مرسل روایت مذہب حنفی کے لئے مؤید ہے کہ تکبیر راستہ میں کہی جائے اور عیدگاہ میں پہنچ کر ختم کردی جائے لہذا ابن عمرؓ کی روایت پر اس کو ترجیح ہے کیونکہ حضرت علیؓ خلفاء راشدینؓ میں سے ہیں اور ابن عمرؓ سے جو عید الفطر میں تکبیر جہر کے ساتھ مروی ہے اس میں ہمارے یہاں بھی گنجائش ہے۔لیکن اصل یہ ہے کہ عید الفطر میں تکبیر آہستہ آواز سے کہی جائے کیونکہ اصل ذکر میں اخفاء ہے جو ادعوا ربکم تضرعا و خفیة سے معلوم ہوتا ہے لہذا جہر بالذکر بدعت ہے لیکن چونکہ عید الاضحیٰ کی تکبیر اونچی آواز سے کہنا اجماع سے ثابت ہے لہذا وہ اس قرآنی اصول سے مستثنیٰ ہوگی اور عید الفطر کی تکبیر کے بارے میں جہر ایک ضعیف حدیث سے ثابت ہے جو کہ قرآنی اصول کے معارض نہیں بن سکتا اس لئے اس میں اصل اخفاء ہی ہے، نیز اونچی آواز سے عید الفطر میں تکبیر پڑھنا ایک صحابی ابن عمرؓ کا قول ہے جس کے معارض ابن عباسؓ کا قول ہے جو عید الفطر کے دن جہر سے تکبیر پڑھنے کو جنون کہتے ہیں لہذا قرآنی اصول بلا معارض باقی رہے گا۔اور عیدگاہ میں تکبیر کہنے پر عبد اللہ بن عباسؓ نے انکار کیا ہے اس لئے حضرت علیؓ کی روایت راجح ہے (فتح القدیر)۔

الْعِيْدِ يَقُوْلُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ : تَقَبَّلَ اللهُ مِنَّا ، وَ مِنْكَ . رويناه فى المحامليات بإسناد حسن ، قاله الحافظ ابن حجر فى فتح البارى (٢:٣٧١) و فى وصول الأمانى (ص—١٩) للعلامة السيوطى : أخرج الزاهر بن طاهر فى كتاب تحفة عيد الفطر ، و أبو أحمد الفرضى فى نسخته بسند صحيح ثم ساقه.

٢١١٦— عن : محمد بن زياد قال : كُنْتُ مَعَ اَبِىْ أُمَامَةَ الْبَاهِلِيِّ ﷺ وَ غَيْرِهٖ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَكَانُوْا اِذَا رَجَعُوْا يَقُوْلُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ : تَقَبَّلَ اللهُ مِنَّا وَ مِنْكَ . قال أحمد بن حنبل : إسناده إسناد جيد ، كذا فى الجوهر النقى (١:٢٥٣) . و وصول الأمانى (ص—١٩) أخرج الزاهر بسند حسن عن محمد بن زياد الألهانى ، قال : رَاَيْتُ اَبَا أُمَامَةَ الْبَاهِلِيَّ يَقُوْلُ فِى الْعِيْدِ لِاَصْحَابِهٖ : تَقَبَّلَ اللهُ مِنَّا وَ مِنْكُمْ اه.

باب عید کی مبارکباد کے جواز کے بیان میں

۲۱۱۵-جبیر بن نفیرؒ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ جب عید کے روز ملتے تو آپس میں ایک دوسرے سے کہتے کہ خدا ہماری اور تمہاری نماز وغیرہ قبول فرمائے ، ابن حجر نے کہا ہے کہ ہم سے یہ روایت کاملیات میں بسند حسن روایت کی گئی ہے۔اور سیوطی نے کہا ہے کہ اس کو زاہر بن طاہر نے اپنی کتاب تحفۃ عید الفطر میں اور ابواحمد فرضی نے اپنی کتاب میں بسند صحیح روایت کیا ہے۔

۲۱۱۶-محمد بن زیاد کہتے ہیں کہ میں ابوامامہؓ باہلی اور دوسرے صحابہؓ کے ساتھ تھا ،سو جب وہ نماز سے واپس ہوئے تو ایک دوسرے سے کہتا تھا کہ خدا ہماری اور تمہاری نماز وغیرہ قبول فرمائے۔امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا ہے کہ اس کی سند حسن ہے اور سیوطی نے بھی اس کو حسن کہا ہے۔اور زاہر نے سند حسن کے ساتھ نقل کیا ہے کہ محمد بن زیاد فرماتے ہیں کہ میں نے ابوامامہؓ باہلی کو عید کے دن اپنے ساتھیوں کو یوں مبارکباد دیتے ہوئے دیکھا کہ اللہ ہماری اور تمہاری نماز وغیرہ قبول فرمائے۔

فائدہ:ایسی دعاوتہنیت کی مشروعیت تو اس روایت سے ثابت ہے لیکن محض مشروعیت قربت یا سنت کو مستلزم نہیں اس لئے ہم نے جواز کو اختیار کیا ہے نہ کہ استحباب کو۔درمختار میں ہے کہ تقبل اللہ منا و منکم کے الفاظ کے ساتھ مبارکباد دینا منکر نہیں اور شامی میں ہے کہ ابن امیر حاج فرماتے ہیں کہ اشبہ یہ ہے کہ یہ جائز اور فی الجملہ مستحب ہے۔

باب كراهة النافلة فى العيدين قبل الصلاة مطلقا و بعدها فى المصلى خاصة

٢١١٧– عن : أبى سعيد الخدرى ﷺ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَا يُصَلِّى قَبْلَ الْعِيْدِ شَيْئاً فَاِذَا رَجَعَ اِلَى مَنْزِلِه ، صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ . رواه ابن ماجة (١:١٠١٢) ، و فى الزوائد هذا إسناد جيد حسن قاله السندى . و فى فتح البارى (٢:٣٩٦) بعد نقله ما لفظه بإسناد حسن ، و قد صححه الحاكم اه.

٢١١٨– و فى الصحيح : باب الصلاة قبل العيد و بعدها : و قال أبو المعلى سمعت سعيدا عن ابن عباس كَرِهَ الصَّلَاةَ قَبْلَ الْعِيْدِ اه.

٢١١٩– وفيه أيضا : عن ابن عباس رضى الله عنهما : اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَ لَا بَعْدَهَا وَ مَعَهُ بِلَالٌ اه.

٢١٢٠– عن : أبى مسعود ﷺ قال : لَيْسَ مِنَ السُّنَّةِ اَلصَّلَاةُ قَبْلَ خُرُوْجِ الْاِمَامِ يَوْمَ الْعِيْدِ

باب عیدین میں نماز سے پہلے نوافل مطلقاً ممنوع ہیں اور نماز کے بعد صرف عیدگاہ میں ممنوع ہیں

۲۱۱۷- ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید سے پہلے کچھ نہ پڑھتے تھے۔ پھر جب واپس ہوتے تو گھر میں دو رکعتیں پڑھتے تھے (غالباً یہ رکعتیں چاشت کی ہوتی تھیں)۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور زوائد میں اس کی سند کو حسن کہا ہے، علی ہذا ابن حجرؒ نے بھی اسے حسن کہا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عید کی نماز سے قبل نوافل نہ پڑھنا اور بعد عید، گھر میں نوافل پڑھنا آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی۔ پس عید کی نماز سے قبل نوافل پڑھنا مکروہ ہوگا، نیز آپ ﷺ حریص علی العبادت تھے لیکن اس کے باوجود نوافل کا ترک کرنا اسکی کراہیت پر دال ہے۔ باقی بعض صحابہ (انس بن مالک اور حسن رضی اللہ عنہما) سے جو نماز عید سے قبل نوافل پڑھنا منقول ہے وہ بیانِ جواز پر محمول ہے کیونکہ جواز کراہت کے ساتھ جمع ہوسکتی ہے۔

۲۱۱۸- صحیح میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے عید سے پہلے نماز کو پسند نہیں کیا۔

۲۱۱۹- صحیح میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید کے دن عیدگاہ تشریف لے گئے اور صرف دو رکعتیں پڑھیں، نہ ان سے پہلے نماز پڑھی اور نہ ان کے بعد اور آپ ﷺ کے ساتھ بلالؓ تھے۔

۲۱۲۰- ابو سعود سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ عید کے دن امام کے آنے سے پہلے نماز پڑھنے کا قاعدہ نہیں ہے۔

رواه الطبرانی فی الکبیر ، و رجاله ثقات (مجمع الزوائد ۱:۲۲۲).

۲۱۲۱– عن : ابن سیرین : أَنَّ ابْنَ مَسْعُوْدٍ ﷺ و حُذَیْفَةَ ﷺ کَانَا یَنْهَیَانِ النَّاسَ اَوْ قَالَ یُجْلِسَانِ مَنْ یَرَیَاهُ یُصَلِّیْ قَبْلَ خُرُوْجِ الْاِمَامِ . رواه الطبرانی فی الکبیر بأسانید ، و فی بعضها قال : أنبئت أن ابن مسعود و حذیفة فهو مرسل صحیح الإسناد . (مجمع الزوائد ۱:۲۲۲).

باب ما جاء فی وقت صلاة العیدین

۲۱۲۲– عن : یزید بن خمیر الرجی قال : خَرَجَ عَبْدُ اللهِ بْنُ بُسْرٍ صَاحِبُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ مَعَ النَّاسِ فِیْ یَوْمِ عِیْدِ فِطْرٍ اَوْ اَضْحٰی ، فَاَنْکَرَ اِبْطَاءَ الاِمَامِ ، فَقَالَ اِنَّا کُنَّا قَدْ فَرَغْنَا سَاعَتَنَا هٰذِهِ ، وَ ذٰلِكَ حِیْنَ التَّسْبِیْحِ . رواه أبو داود (۱:۲٤۱) . وفی النیل (۳:۱۷٦) سکت عنه هو و المنذری ، و رجال إسناده ثقات اه . وفی نصب الرایة (۱:۳۲۰) : رواه أبو داود ، و ابن ماجة . قال النووی فی الخلاصة : إسناده صحیح علی شرط مسلم اه . وفی فتح الباری (۲:۳۸۰) فی شرح تعلیق البخاری : و قال عبد الله بن بسر : إن کنا فرغنا فی هذه الساعة ، و ذلك حین التسبیح ما نصه : هذا التعلیق و صله أحمد ، و صرح برفعه ، و سیاقه أتم أخرجه من طریق یزید بن خمیر قال : خَرَجَ عَبْدُ اللهِ بْنُ بُسْرٍ

اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ ہیں۔

۲۱۲۱– ابن سیرین سے مروی ہے کہ ابن مسعودؓ اور حذیفہؓ جس کو عید کے روز امام کے آنے سے پہلے نماز پڑھتے دیکھتے اس کو منع کرتے تھے یا فرمایا کہ بٹھلا دیتے تھے۔ اس کو طبرانی نے مختلف سندوں سے روایت کیا ہے۔ جن میں سے بعض طرق میں یوں ہے کہ مجھے بتلایا گیا ہے کہ ابن مسعودؓ اور حذیفہؓ ایسا کرتے تھے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روایت مرسل ہے مگر صحیح ہے۔

باب عیدین کی نماز کے وقت کے بیان میں

۲۱۲۲– یزید بن خمیر رجی سے روایت ہے کہ عبداللہ بن بسر صحابیٔ رسول اللہ ﷺ لوگوں کے ہمراہ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے روز عیدگاہ تشریف لے گئے، امام کے دیر کرنے پر اعتراض کیا اور فرمایا کہ اس وقت تو ہم نماز سے فارغ ہو جاتے تھے اور یہ وقت نماز کا تھا۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کر کے انہوں نے اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے۔ اور اس کے راوی ثقہ ہیں اور نووی نے اس کو شرط مسلم پر صحیح کہا ہے

صَاحِبُ النَّبِيِّ ﷺ مَعَ النَّاسِ يَوْمَ فِطْرٍ أَوْ أَضْحَى ، فَأَنْكَرَ إِبْطَاءَ الْإِمَامِ ، وَ قَالَ : إِنْ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ وَ قَدْ فَرَغْنَا سَاعَتَنَا هٰذِهِ. و كذا رواه أبو داود من أحمد ، و الحاكم من طريق أحمد أيضا و صححه . وفي رواية صحيحة للطبراني : ذلك حين تسبيح الضحى اه.

٢١٢٣– حدثنا : فهد ثنا عبد الله بن صالح ثنا هشيم بن بشير عن أبي بشر جعفر بن إياس عن أبي عمير بن أنس بن مالك قال : أخبرني عمومتي من الأنصار : أَنَّ الْهِلَالَ خَفِيَ عَلَى النَّاسِ فِي آخِرِ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ ﷺ ، فَأَصْبَحُوْا صِيَاماً ، فَشَهِدُوْا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ بَعْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ أَنَّهُمْ رَأَوُا الْهِلَالَ اللَّيْلَةَ الْمَاضِيَةَ ، فَأَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ النَّاسَ بِالْفِطْرِ ، فَأَفْطَرُوْا تِلْكَ السَّاعَةَ وَ خَرَجَ بِهِمْ مِنَ الْغَدِ ، فَصَلّٰى بِهِمْ صَلَاةَ الْعِيْدِ. أخرجه الطحاوي (١:٢٢٦) . و رجاله ثقات . أما فهد فهو ابن سليمان ، وثقه في الجوهر النقي (٢:٢٢٩) . وعبد الله بن صالح هو كاتب الليث حسن الحديث و هشيم و ابوبشر من رجال الصحيح و ابوعمير (قيل اسمه عبد الله) ثقة من الرابعة ، كما في التقريب (ص–٢٦٢) فالحديث حسن .

امام احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اس وقت تو ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ فارغ بھی ہو جاتے تھے۔ اس کو حاکم نے صحیح کہا ہے اور طبرانی کی روایت میں ہے کہ یہ وقت چاشت کی نماز کا تھا اور اسکو ابن حجر نے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز عید کا مستحب وقت چاشت سے قبل ہے، البتہ چاشت کے بعد بھی درست ہے کیونکہ چاشت کے بعد نماز عید کو صحابی نے باطل نہیں کیا۔

٢١٢٣- ابوعمیر بن انس بن مالک کہتے ہیں کہ مجھے میرے انصاری چچاؤں نے خبر دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں رمضان کی آخری شب میں چاند نظر نہ آیا اس لئے لوگوں نے روزہ رکھا۔ زوال کے بعد لوگوں نے شہادت دی کہ انہوں نے کل رات چاند دیکھا ہے، آپ ﷺ نے لوگوں کو افطار کا حکم دیا، انہوں نے روزہ افطار کیا اور اگلے روز آپ ﷺ نے انکو عید کی نماز پڑھائی۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ ہیں اور سند حسن ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ زوال کے بعد عید کی نماز نہیں پڑھی جاسکتی تو معلوم ہوا کہ اس کا آخر وقت زوال شمس ہے۔ اسی طرح فقہاء کا اجماع ہے کہ طلوع شمس سے قبل بھی نماز عید نہیں پڑھی جاسکتی۔ اور لفظ بعد زوال الشمس سے ظاہراً و عادۃً متبادر یہ ہے کہ

باب صلاة العيد فى اليوم الثانى للعذر

۲۱۲٤– عن : أبى عمير بن أنس عن عمومة له من الصحابة : اَنَّ رَكْبًا جَاءُوْا ، فَشَهِدُوْا اَنَّهُمْ رَاَوُا الْهِلَالَ بِالْاَمْسِ ، فَاَمَرَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ اَنْ يُفْطِرُوْا ، وَ اِذَا اَصْبَحُوْا يَغْدُوْا اِلٰى مُصَلَّاهُمْ . رواه أحمد ، و أبو داود ، و هذا لفظه ، و إسناده صحيح (بلوغ المرام ۱:۸۸) وصححه ابن المنذر ، و ابن السكن ، و ابن حزم . وعلق الشافعى القول به على صحة الحديث ، فقال ابن عبد البر : أبو عمير مجهول ، كذا قال . و قد عرفه من صحح له (التلخيص الحبير ، ۱:۱٤٦).

ولفظ أحمد فى مسنده: غُمَّ عَلَيْنَا هِلَالُ شَوَّال ، فَاَصْبَحْنَا صِيَامًا ، فَجَاءَ رَكْبٌ مِنْ آخِرِ النَّهَارِ ، فَشَهِدُوْا عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ اَنَّهُمْ رَاَوُا الْهِلَالَ بِالْاَمْسِ ، فَاَمَرَ النَّاسَ اَنْ يُفْطِرُوْا مِنْ يَوْمِهِمْ ، وَ اَنْ يَخْرُجُوْا لِعِيْدِهِمْ مِنَ الْغَدِ . و قال المنذرى : قال الخطابى : حديث أبى عمير صحيح (عون المعبود ، ۱:٤٥۰) . قال النووى فى الخلاصة حديث صحيح كذا فى نصب الراية (۱:۳۲۱) و رواه الدار قطنى (۱:۲۳۳) و حسنه . وفى روايته : أنهم كانوا عند رسول الله ﷺ من آخر النهار ، فجاء ركب ، فشهدوا . فذكره .

زوالِ شمس سے زیادہ فصل نہ ہوا تھا اس لئے استدلال صحیح ہے اور ظنیات میں احتمالات بعیدہ کا اعتبار نہیں واللہ اعلم۔

باب بوجہ عذر عید کی نماز اگلے روز پڑھی جاسکتی ہے

۲۱۲٤- ابوعمیر بن انس اپنے صحابی چچاؤں سے روایت کرتے ہیں کہ شتر سوار آئے ، انہوں نے گواہی دی کہ انہوں نے کل چاند دیکھا ہے، رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو افطار کا حکم دیا اور فرمایا کہ کل بوقت صبح وہ عیدگاہ چلیں ۔ اس کو احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور یہ ابوداؤد کے الفاظ ہیں اور اس کی سند صحیح ہے اور ابن المنذر اور ابن السکن اور ابن حزم نے اسے صحیح کہا ہے اور امام احمد کی روایت بایں الفاظ ہے کہ ہمیں شوال کا چاند نہ دکھلائی دیا اس لئے ہم نے اگلے دن روزہ رکھا، آخر دن میں (نہیں معلوم کس وقت) چند شتر سوار آئے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے حضور میں گواہی دی کہ انہوں نے کل چاند دیکھا ہے، آپ ﷺ نے اس روز لوگوں کو افطار کا حکم دیا اور اگلے دن عید کے لئے جانے کا حکم دیا۔ خطابی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ اسی طرح نووی نے بھی اسے صحیح کہا ہے اور دار قطنی نے اسے روایت کر کے اسکی تحسین کی ہے۔

۲۱۲۵– عن ربعی بن حراش عن رجل من أصحاب النبی ﷺ قَالَ : اِخْتَلَفَ النَّاسُ فِیْ آخِرِ یَوْمِ رَمَضَانَ ، فَقَدِمَ اَعْرَابِیَانِ ، فَشَهِدَا عِنْدَ النَّبِیِّ ﷺ بِاللّٰہِ لَاَهَلَّا الْهِلَالَ اَمْسِ عَشِیَّةً ، فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ النَّاسَ اَنْ یُّفْطِرُوْا و زاد خلف وَاَنْ یَغْدُوْا اِلٰی مُصَلَّاهُمْ. رواه الدار قطنی (۱:۲۳۳) وقال : هذا إسناد حسن ثابت اه. و رواه البیهقی و قال الصحابة کلهم ثقات سموا او لم یسموا و رواه الحاکم فی مستدرکه ، و سمی الصحابی فقال : عن ربعی بن حراش عن ابن مسعود ، فذکره و قال : صحیح علی شرطهما ، کذا فی نصب الرایة (۱:۳۲۱).

باب کیفیة صلاة العیدین

۲۱۲۶– علی بن عبد الرحمن ، و یحیی بن عثمان قد حدثانا قالا : ثنا عبد اللّٰہ بن یوسف عن یحیی بن حمزة قال : حدثنی الوضیین بن عطاء أن القاسم أبا عبد الرحمن حدثه قال : حدثنی بعض أصحاب رسول اللّٰہ ﷺ قال : صَلّٰی بِنَا النَّبِیُّ ﷺ یَوْمَ عِیْدٍ ، فَکَبَّرَ اَرْبَعًا وَ اَرْبَعاً ، ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَیْنَا بِوَجْهِهٖ حِیْنَ اِنْصَرَفَ فَقَالَ : لَا تَنْسَوْا کَتَکْبِیْرِ الْجَنَائِزِ ، وَ

۲۱۲۵- ربعی بن حراش ایک صحابیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں میں رمضان کے آخری دن میں اختلاف ہوا تو دو اعرابی آئے اور انہوں نے حلفاً بیان کیا کہ انہوں نے کل شام کو چاند دیکھا ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ لوگ افطار کریں اور خلف نے یہ بھی زائد کہا ہے کہ صبح کے وقت عیدگاہ چلیں۔ اس کو دار قطنی نے روایت کر کے اس کو حسن اور ثابت کہا ہے اور حاکم نے اس کو ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے اور اس کو شرط شیخین پر صحیح کہا ہے۔

فائدہ: حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان کا آخری دن (جو مدینہ میں رویت نہ ہونے کی وجہ سے تیس تاریخ کا دن شمار کیا گیا تھا) حقیقت میں عید کا دن تھا مگر چونکہ شہادت ہلال بعد زوال کے پہنچی تھی، جیسا کہ دار قطنی کی روایت سابقہ میں مصرح ہے اس لئے آپ ﷺ نے اس دن عید نہیں کی بلکہ صحابہ کو روزہ توڑ دینے کا اور اگلے دن عید کے لئے نکلنے کا حکم دیا اور یہی حنفیہ کا مذہب ہے جیسا کہ متون و شروح میں منصوص ہے۔

باب عیدین کی نماز کے طریقہ کے بیان میں

۲۱۲۶- رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی نے فرمایا کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے عید کی نماز پڑھائی اور پہلی رکعت میں

أشَارَ بِأصَابِعِهِ وَ قَبَضَ اِبُهَامَهٗ . أخرجه الطحاوی ، وقال : حسن الإسناد ، وابن یوسف و ابن حمزة والوضيين و القاسم كلهم أهل رواية معروفون بصحة الرواية اه. أورده فی كتاب الزيادات (۲:۳۹۹) من شرح معانی الآثار.

قلت : علی بن عبد الرحمن بن محمد بن المغيرة ثقة ، كما فی التقريب (ص–۱۵۰) . و يحيى بن عثمان هذا صدوق رمی بالتشيع ولينه بعضهم لكونه حدث من غير أصله ، قاله فی التقريب (ص–۲۳۶).

۲۱۲۷– عن : مكحول قال : أخبرنی أبو عائشة جليس لأبی هريرة ﷺ : أَنَّ سَعِيُدَ بُنَ الُعَاصِ ﷺ سَاَلَ اَبَا مُوسٰی الاَشُعَرِیَّ ﷺ ، وَ حُذَيفَةَ بُنَ الُيَمَانِ ﷺ كَيُفَ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يُكَبِّرُ فِیُ الاَضُحٰی ، وَ الُفِطُرِ ؟ فَقَالَ اَبُو مُوسٰی ﷺ : كَانَ يُكَبِّرُ اَرُبَعًا تَكُبِيُرَهٗ عَلَی الُجَنَائِزِ ، فَقَالَ حُذَيُفَةُ : صَدَقَ فَقَالَ اَبُو مُوسٰی : كَذٰلِكَ كُنُتُ اُكَبِّرُ فِی الُبَصُرَةِ حَيُثُ كُنُتُ عَلَيُهِمُ ، قَالَ اَبُوعَائِشَةَ : وَ اَنَا حَاضِرُ سَعِيُدِ بُنِ الُعَاصِ . رواه أبو داود (۱:۴۴۷) وسكت عنه هو و المنذری.

(تکبیر تحریمہ سمیت اور تکبیر رکوع سے الگ) چار تکبیریں اور دوسری رکعت میں (تکبیرِ رکوع سمیت) چار تکبیریں کہیں۔ اسکے بعد ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ بھولنا مت، یہ چار تکبیریں ہر رکعت میں ایسی ہیں جیسے جنازہ کی نماز میں چار تکبیریں ہیں اور اپنی انگلیوں سے اشارہ کیا اور انگوٹھا بند کرلیا۔ اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور اسے حسن الاسناد کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز عید کی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ سمیت (تکبیرِ رکوع کے بغیر) چار تکبیریں ہیں اور دوسری رکعت میں تکبیرِ رکوع سمیت چار تکبیریں ہیں اور یہی احناف کا مسلک ہے۔ آگے آنے والے دلائل سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

۲۱۲۷- مکحول کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو ہریرہؓ کے ہمنشین ابو عائشہ نے بیان کیا کہ سعید بن العاص نے ابو موسی اشعریؓ اور حذیفہؓ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ عید اور بقر عید میں تکبیریں کس طرح کہتے تھے، ابو موسیؓ نے فرمایا کہ (ہر رکعت میں) چار، جیسے آپ ﷺ جنازہ پر تکبیر کہتے تھے، حذیفہؓ نے فرمایا کہ ابو موسیؓ نے سچ کہا، اس کے بعد ابو موسیؓ نے کہا کہ میں بصرہ میں، جبکہ میں اہل بصرہ پر حاکم تھا، یوں ہی تکبیریں کہتا تھا۔ ابو عائشہ کہتے ہیں کہ میں اس وقت سعید بن العاص کے پاس موجود تھا۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور انہوں نے اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے (لہذا یہ حدیث ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے)۔

۲۱۲۸— يحيى بن عثمان قد حدثنا قال: ثنا نعيم بن حماد قال: ثنا محمد بن يزيد الواسطي عن النعمان بن المنذر عن مكحول قال: حدثني رسول حذيفة ﷺ و أبي موسى ﷺ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يُكَبِّرُ فِي الْعِيْدَيْنِ أَرْبَعًا أَرْبَعًا سِوٰى تَكْبِيْرَةِ الْاِفْتِتَاحِ رواه الطحاوي (۲:۴۰۰) و إسناده مقارب إلا أنه منقطع، كما ترى.

۲۱۲۹— ثنا: هشيم عن ابن عون عن مكحول أَخْبَرَنِيْ مَنْ شَهِدَ سَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ: أَرْسَلَ اِلٰى أَرْبَعَةِ نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ فَسَأَلَهُمْ عَنِ التَّكْبِيْرِ فِي الْعِيْدِ، فَقَالُوْا: ثَمَانِيَ تَكْبِيْرَاتٍ، فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِابْنِ سِيْرِيْنَ، فَقَالَ: صَدَقَ، و لٰكِنْ أَغْفَلَ تَكْبِيْرَةَ فَاتِحَةِ الصَّلَاةِ. و هذا المجهول الذي في هذا السند تبين أنه أبو عائشة، وباقي السند صحيح رواه ابن أبي شيبة في المصنف (الجوهر النقي في الرد على البيهقي ۱:۲۴۳).

۲۱۳۰— أخبرنا: سفيان الثوري عن أبي إسحاق عن علقمة و الأسود أن ابن مسعود ﷺ: كَانَ يُكَبِّرُ فِي الْعِيْدَيْنِ تِسْعًا، أَرْبَعٌ قَبْلَ الْقِرَائَةِ، ثُمَّ يُكَبِّرُ، فَيَرْكَعُ وَ فِي

۲۱۲۸-مکحول کہتے ہیں کہ حذیفہؓ اور ابوموسیٰؓ کے قاصد نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ عیدین (میں سے ہر ایک کی دونوں رکعتوں) میں چار چار (یعنی ہر رکعت میں چار) تکبیریں کہتے تھے سوائے تکبیر افتتاح کے (یعنی تکبیر رکوع سمیت ہر رکعت میں چار تکبیریں ہوتی تھی) اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے۔ اور اس کی سند معمولی درجہ کی ہے لیکن وہ منقطع ہے۔

۲۱۲۹-مکحول سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ مجھے اس شخص نے خبر دی ہے جو کہ سعید بن العاص کے پاس موجود تھا کہ سعید نے اپنا قاصد اصحاب بیعت اخوان میں سے چار شخصوں کے پاس بھیجا اور تکبیراتِ عید کے متعلق دریافت کیا، ان سب نے جواب دیا کہ کل آٹھ تکبیرات ہیں (ہر رکعت میں چار مع تکبیر رکوع) میں نے اس کو ابن سیرین سے ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس نے صحیح کہا لیکن اس نے تکبیر تحریمہ کو نظر انداز کر دیا (کیونکہ اس سمیت کل نو ہوتی ہیں۔ اور دوسری روایت سے معلوم ہو گیا کہ اس میں مکحول نے جس کا نام نہیں لیا ہے وہ ابو عائشہ ہیں اور گو قاصد کا نام نہیں لیا مگر سعید بن العاص کے اس کو قاصد بنانے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہایت معتمد تھا اور گو ابن سیرین نے اپنی تصدیق کی وجہ نہیں بتلائی مگر ان کا وثوق بتلا رہا ہے کہ ان کے نزدیک یہ امر محقق اور ثابت تھا۔ پس روایت صحیح ہے اور اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔

۲۱۳۰-علقمہ اور اسود کہتے ہیں کہ ابن مسعودؓ عیدین میں نو تکبیریں کہتے تھے، پہلی رکعت میں چار (مع تکبیر تحریمہ)

الثَّانِيَةِ يَقرَأُ ، فَإِذَا فَرَغَ كَبَّرَ أَرْبَعًا ثُمَّ رَكَعَ . رواه عبد الرزاق فى مصنفه و إسناده صحيح (كذا فى الدراية) و فى مجمع الزوائد (۱:۲۲۳) : عن كردوس قال : كَانَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ يُكَبِّرُ فِي الْأَضحٰى وَ الْفِطْرِ تِسْعاً تِسْعًا يَبْدَأُ ، فَيُكَبِّرُ أَرْبَعًا ثُمَّ يَرْكَعُ بِإِحْدٰهُنَّ . رواه الطبرانى فى الكبير ، و رجاله ثقات اه . وروا‌ه عبد الرزاق فى مصنفه بإسناد صحيح من فعل المغيرة بن شعبة ﷺ مثل فعل ابن مسعود ﷺ كما فى الدراية (ص—۱۳۵).

۲۱۳۱— عن : عبد الله ﷺ قال : اَلتَّكْبِيْرُ فِي الْعِيْدِ أَرْبَعًا كَالصَّلاَةِ عَلَى الْمَيِّتِ .

رواه الطبرانى فى الكبير و رجاله ثقات (مجمع الزوائد ۱:۲۲۳).

۲۱۳۲— عن : جابر بن سمرة ﷺ قَالَ : صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ اَلْعِيْدَيْنِ غَيْرَ مَرَّةٍ وَلاَ مَرَّتَيْنِ بِغَيْرِ أَذَانٍ ، وَ لاَ إِقَامَةٍ . رواه مسلم (۱:۲۹۰).

۲۱۳۳— وله عن جابر بن عبد الله ﷺ موقوفا عليه : أَنْ لَّا أَذَانَ لِلصَّلاَةِ يَوْمَ الْفِطْرِ حِيْنَ يَخْرُجُ الْإِمَامُ ، وَلاَ بَعْدَ مَا يَخْرُجُ ، وَ لاَ إِقَامَةَ ، وَ لاَ نِدَاءَ ، وَ لاَ شَيْءَ ، لاَ نِدَاءَ يَوْمَئِذٍ ، وَ لاَ إِقَامَةَ اه.

قبل از قراءت کہتے ، اسکے بعد تکبیر کہہ کر رکوع کرتے اور دوسری رکعت میں پہلے قراءت کرتے ، اسکے بعد قراءت سے فارغ ہو کر چار تکبیریں کہہ کر رکوع کرتے۔ اس کو عبدالرزاق نے مصنف میں سندِ صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے اور طبرانی نے کبیر میں روایت ذکر کی ہے کہ کردوس فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ عیدین کی نماز میں نو نو تکبیریں (تکبیر تحریمہ سمیت) کہتے تھے۔ تکبیر تحریمہ کہہ کر پھر چار تکبیریں کہتے اور ان میں سے ایک کے ساتھ رکوع کرتے (یعنی ہر رکعت میں چار چار تکبیرات ہوتی تھیں) پھر دوسری رکعت میں کھڑے ہو کر پہلے قراءت کرتے ، اسکے بعد چار تکبیریں کہتے جن میں سے ایک تکبیر کے ساتھ رکوع کرتے اور اسکے راوی ثقہ ہیں اور درایہ میں ہے کہ عبدالرزاق نے مغیرہ بن شعبہؓ کا فعل بھی اسی طرح نقل کیا ہے جس طرح ابن مسعودؓ کا۔

۲۱۳۱- عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ عید میں (ہر رکعت میں) چار تکبیریں ہیں جیسے نماز جنازہ میں۔ اسکو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ ہیں۔

۲۱۳۲- جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک مرتبہ نہیں دو مرتبہ نہیں بلکہ متعدد مرتبہ عیدین کی نماز بلا اذان اور اقامت کے پڑھی ہے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۲۱۳۳- نیز مسلم نے جابر بن عبداللہؓ سے موقوفاً روایت کیا ہے کہ عید کے روز نماز کے لئے نہ اذان ہے نہ امام کے آنے

٢١٣٤– عن : ابن عباس رضی الله عنهما مرفوعاً : لَيسَ فِی الْعِيدَيْنِ اَذَانٌ وَ لاَ اِقَامَةٌ . رواه الخطيب فی المتفق و المفترق و رجاله ثقات . (كنز العمال ٤:٣١٥).

٢١٣٥– عن : ابن عمر رضی الله عنهما : اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ وَ اَبَا بَكْرٍ وَ عُمَرَ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ الْعِيدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ . رواه مسلم (١:٢٩٠) ورواه البخاری فی باب الخطبة بعد العيد .

٢١٣٦– و روی البخاری أيضا عن ابن عباس رضی الله عنهما : قَالَ : شَهِدْتُ الْعِيدَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَ اَبِیْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ فَكُلُّهُمْ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ قَبْلَ الْخُطْبَةِ.

سے پہلے اور نہ امام کے آنے کے بعد اور نہ اقامت ہے اور نہ پکار اور نہ کچھ اور نہ اس روز پکار ہے اور نہ اقامت۔

۲۱۳۴- ابن عباسؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ عیدین میں نہ اذان ہے اور نہ اقامت۔ اس کو خطیب نے متفق ومفترق میں روایت کیا ہے اور اسکے رجال ثقہ ہیں۔

۲۱۳۵- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نماز عیدین خطبہ سے پہلے پڑھتے تھے۔ اسکو شیخین نے روایت کیا ہے۔

۲۱۳۶- بخاری نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ اور ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ کے ساتھ (عیدین میں) شریک ہوا۔ سو یہ سب خطبہ سے پہلے نماز پڑھتے تھے۔

فائدہ: حکم اصلی یہی ہے کہ خطبہ نماز کے بعد ہو لیکن یہ لازم نہیں ہے اسلئے اگر کسی ضرورت سے اتفاقی طور پر خطبہ مقدم کر دیا جائے تو وہ اسکے تاخر اصلی کے منافی نہیں ہے اور یہی محمل ہے ان روایات کا جن میں حضرت عمرؓ یا حضرت عثمانؓ سے بعض اوقات میں تقدیم خطبہ منقول ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ اور ان حضرات کے فعل میں تعارض نہیں کہ ترجیح کی ضرورت ہو۔ بلکہ ان حضرات کے اتفاقی طور پر کسی ضرورت سے تقدیم تفسیر ہے رسول اللہ ﷺ کی تاخیر کی۔ یہ اس وقت ہے جبکہ یہ نقل مطابق واقع ہو اور اگر اس کو توہم رواۃ کہا جائے وھو الظاہر کیونکہ اگر حضرت عمرؓ سے تقدیم خطبہ ثابت ہو تو حسن بصریؒ کا یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ جس نے سب سے پہلے خطبہ کو نماز پر مقدم کیا وہ عثمانؓ ہیں۔ اور اگر ان دونوں سے تقدیم ثابت ہوتی تو مروان کی تقدیم جس پر محض صحابہؓ نے نہایت سختی سے نکیر کیا قابل اعتراض نہ ہوتی، اس سے معلوم ہوا کہ یہ روایات مطابق واقعہ نہیں اور سند کی صحت اصطلاحی اسکے صحت واقعی کو مستلزم نہیں کیونکہ ثقات سے وہم اور خطا ہوتی ہے، اس کے علاوہ حسن بصریؒ صرف یہ کہتے ہیں کہ

٢١٣٧— عن : سمرة بن جندب رضي الله عنه أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْعِيْدَيْنِ بِ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى﴾ وَ ﴿هَلْ أَتَاكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ﴾ رواه أحمد و الطبراني في الكبير . و رجال أحمد ثقات (مجمع الزوائد،١:٢٢٢) . وَ أَكْثَرُهُمْ اسْتَحَبَّ أَنْ يُقْرَأَ فِي الْأُوْلَى بِ ﴿سَبِّحِ﴾ وَ فِي الثَّانِيَةِ بِ ﴿الْغَاشِيَةِ﴾ تَوَاتَرَ ذٰلِكَ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ . كذا في بداية المجتهد (١:١٣٧).

٢١٣٨— عن : أبي واقد الليثي رضي الله عنه قال : سَأَلَنِيْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَمَّا قَرَأَ بِهٖ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِيْ يَوْمِ الْعِيْدِ ؟ فَقُلْتُ:بِ ﴿اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ﴾ وَ ﴿ق وَ الْقُرْآنِ الْمَجِيْدِ﴾. رواه مسلم (١:٢٩١).

باب استحباب مخالفة الطريق عند الرجوع عن صلاة العيد و سنية الخروج إليها ما شيا

٢١٣٩— عن : جابر رضي الله عنه قال : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدٍ خَالَفَ الطَّرِيْقَ.رواه البخاري (١:١٣٤). وفي رواية الإسماعيلي: كَانَ إِذَا خَرَجَ إِلَى الْعِيْدِ رَجَعَ مِنْ غَيْرِ الطَّرِيْقِ الَّذِيْ

حضرت عثمانؓ نے ایسا کیا۔اب نہیں معلوم کہ ان کو اس کا ذاتی طور پر علم ہے یا انہوں نے کسی سے سنا ہے اور محض امکانِ سماع سے سماع کا جزم کر لینا کلیۃً صحیح نہیں۔رہی حضرت عمرؓ کی تقدیم کی روایت جو کہ یوسف بن عبداللہ بن سلام سے مروی ہے اسکے متعلق معلوم نہیں کہ وہ کس عنوان سے ہے۔اس لئے ان روایات کو قبول نہ کیا جائے گا۔

٢١٣٧-سمرۃ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عیدین میں سبح اسم ربك الاعلی اور هل اتاك حديث الغاشية پڑھتے تھے۔اس کو احمد اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور احمد کے راوی ثقہ ہیں اور بدایۃ المجتہد میں ہے کہ اکثر مجتہدین اس کو پسند کرتے ہیں کہ پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلی اور دوسری میں سورت غاشیہ پڑھی جائے کیونکہ ان کا پڑھنا رسول اللہ ﷺ سے متواتر ہے۔

٢١٣٨-ابوواقد لیثی کہتے ہیں کہ مجھ سے عمر بن الخطابؓ نے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے عید میں کون کون سی سورتیں پڑھی تھیں تو میں نے کہا کہ اقتربت الساعة اور ق والقرآن المجيد ۔اس کو مسلم نے روایت کیا ہے

فائدہ: آنحضرت ﷺ نے کبھی کوئی سورت پڑھی کبھی کوئی،لہذا سب مستحسن ہے۔

باب عیدگاہ سے واپسی میں دوسرے راستہ سے آنا اچھا ہے اور عیدگاہ میں پیادہ جانا مسنون ہے

٢١٣٩-جابرؓ سے مروی ہے کہ جب عید کا دن ہوتا تو رسول اللہ ﷺ راستہ بدلتے تھے۔اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

ذَهَبَ فِيْهِ . كذا فى فتح البارى (٢:٣٩٢).

٢١٤٠– عن إسحاق بن سالم مولى نوفل بن عدى أخبرنى بكر بن مبشر الأنصارى قَالَ : كُنْتُ اَغْدُوْ مَعَ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ اِلَى الْمُصَلّٰى يَوْمَ الْفِطْرِ و يَوْمَ الاَضْحٰى ، فَنَسْلُكُ بَطْنَ بُطْحَانَ حَتّٰى نَاْتِىَ الْمُصَلّٰى ، فَنُصَلِّىَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ ، ثُمَّ نَرْجِعُ مِنْ بَطْنِ بُطْحَانَ اِلَى بُيُوْتِنَا . رواه أبو داود (١:٠٥٤) وسكت عنه .

وفى كنز العمال (٤:٣٣٨) : رواه البخارى فى تاريخه ، و أبو داود ، و ابن السكن ، وقال : إسناده صالح ، و ما له غيره ، والباوردى ، والحاكم فى المستدرك ، و أبو نعيم ، و قال ابن القطان : لم يرو عنه إلا إسحاق بن سالم ، و إسحاق لا يعرف اه . قلت : من جعل الحديث صالحا فقد عرفه ، و هو مقدم على من يجهله .

٢١٤١– حدثنا : إسماعيل بن موسى ناشريك عن أبى إسحاق عن الحارث عن على ﷺ قال : مِنَ السُّنَّةِ اَنْ تَخْرُجَ اِلَى الْعِيْدِ مَاشِياً ، وَ اَنْ تَاْكُلَ شَيْئاً قَبْلَ اَنْ تَخْرُجَ . رواه الترمذى (١:٦٩) و حسنه.

اور اسماعیلی کی روایت میں یوں ہے کہ جب آپ ﷺ عیدگاہ کو تشریف لے جاتے تو جس راستہ سے تشریف لے گئے تھے اسکے سوا دوسرے راستہ سے آتے۔

۲۱۴۰-اسحٰق بن سالم مولی نوفل بن عدی کہتے ہیں کہ مجھ سے بکر بن بشر انصاری نے بیان کیا کہ میں صحابہؓ کے ساتھ عید اور بقرعید کے دن عیدگاہ جاتا اور ہم بطحان کے اندر کو ہو کر عیدگاہ پہنچتے اور رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ نماز پڑھتے پھر بطحان کے اندر ہو کر گھر واپس آتے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس سے سکوت کیا ہے (لہذا انکے ہاں یہ حدیث حسن یا صحیح ہے) اور بخاری نے اسے اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے اور ابن السکن نے اسے صالح کہا ہے اور ماوردی اور حاکم اور ابونعیم نے بھی روایت کیا ہے۔

فائدہ: جابرؓ کی حدیث کی دلالت استحباب پر ظاہر ہے کیونکہ مخالفتِ طریق خود رسول اللہ ﷺ کا فعل ہے جس کا ادنی درجہ استحباب ہے اور اس کے خلاف دوسری حدیث میں چونکہ اصحابؓ کا قول ہے جس کو مکروہ بلا دلیل نہیں کہہ سکتے تو اس کا ادنی درجہ اباحت ہوگی اور متن نور الایضاح میں مخالفتِ طریق کو سنت کہا ہے۔ اسی طرح دوسرے متون میں بھی ہے واللہ تعالی اعلم۔

۲۱۴۱-حضرت علیؓ نے فرمایا کہ قاعدہ یہ ہے کہ ہم عیدگاہ میں پیادہ جائیں اور جانے سے پہلے کچھ کھالیں۔ (یعنی عید الفطر

باب من لم يدرك صلاة العيد يصلي أربعا متنفلا

٢١٤٢ — عن : الشعبي قال : قال عبد الله بن مسعود ﷺ : مَنْ فَاتَتْهُ الْعِيْدُ فَلْيُصَلِّ أَرْبَعًا . رواه الطبراني في الكبير ، و رجاله ثقات (مجمع الزوائد ١ : ٢٢٣) . قلت : الشعبي لم يسمع من ابن مسعود ﷺ ، و لا يكاد يرسل إلا صحيحا ، كله من تهذيب التهذيب (٥ : ٦٧، ٦٨) . فهو مرسل جيد .

باب تكبيرات التشريق ، وأنها لا تجب إلا على أهل المصر

قال الله تعالى : ﴿وَاذْكُرُوْا اللهَ فِيْ أَيَّامٍ مَّعْدُوْدَاتٍ﴾ وَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﷺ : وَ يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللهِ فِيْ أَيَّامٍ مَّعْلُوْمَاتٍ أَيَّامِ الْعَشْرِ وَالْأَيَّامُ الْمَعْدُوْدَاتُ أَيَّامُ التَّشْرِيْقِ . علقه البخاري ، ووصله ابن مردويه بسند صحيح (فتح الباري ، ٢ : ٣٨١).

میں کیونکہ عیدالاضحیٰ میں عید کی نماز سے قبل کچھ نہ کھانا افضل و مستحب ہے)۔اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے حسن کہا ہے۔

باب جس کو عید کی نماز نہ ملے وہ چار رکعت پڑھ لے

۲۱۴۲-شعبی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ جس کو عید کی نماز نہ ملے اس کو چاہئے کہ چار رکعت پڑھ لے۔اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقات ہیں۔لیکن شعبی اور ابن مسعودؓ کے درمیان انقطاع ہے مگر یہ انقطاع مضر نہیں کیونکہ شعبی کی مراسیل مقبول ہیں۔

<u>فائدہ</u>:اس حدیث سے صرف استحباب معلوم ہوتا ہے اور احناف اس کے قائل ہیں کہ چار رکعت پڑھنا افضل ہے البتہ باقی صورتیں بھی جائز ہیں جیسا کہ عمدۃ القاری شرح بخاری میں اس مسئلہ کے متعلق امام ابوحنیفہؒ کا مذہب یوں نقل کیا ہے کہ جس کو عید کی نماز نہ ملے اسے اختیار ہے چاہے تنہا نماز پڑھ لے یا نہ پڑھے، پھر اگر پڑھے تو چاہے دو پڑھے یا چار پڑھے اور در مختار اور خانیہ میں چار ہی کو اختیار کیا ہے اور روایت میں کوئی دلیل تاکد کی نہیں نہ نماز کی نہ عدد کی اس لئے ہمارا مذہب اس روایت کے موافق ہے۔

باب تکبیرات تشریق کے بیان میں اور اس بیان میں کہ وہ صرف شہریوں پر واجب ہیں

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حق تعالی کے قول ﴿اذکروا اللہ فی ایام معدودات﴾ میں ایام سے مراد ایام تشریق ہیں اور ﴿یذکروا اسم اللہ فی ایام معلومات﴾ میں ایام عشرۃ ذی الحجہ (مراد ہیں)۔یہ روایت صحیح ہے (فتح الباری)۔

٢١٤٣— حدثنا : حسين بن علي عن زائدة عن عاصم عن شقيق عن علي ﷺ: أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ بَعْدَ صَلاَةِ الْفَجْرِ يَوْمَ عَرَفَةَ اِلَى صَلاَةِ الْعَصْرِ مِنْ آخِرِ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ ، وَ يُكَبِّرُ بَعْدَ الْعَصْرِ . رواه ابن أبي شيبة في مصنفه كما في نصب الراية (١:٣٢٥) ، وفي الدراية (ص—١٣٦) : إسناد صحيح اه ، و أخرجه الحاكم في مستدركه (١:٢٩٩) و صححه ، و أقره عليه الذهبي ولفظه : كَانَ عَلِيٌّ يُكَبِّرُ بَعْدَ صَلاَةِ الْفَجْرِ غَدَاةَ عَرَفَةَ ، ثُمَّ لاَ يَقْطَعُ حَتَّى يُصَلِّيَ الْاِمَامُ مِنْ آخِرِ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ ثُمَّ يُكَبِّرُ بَعْدَ الْعَصْرِ . اه.

٢١٤٤— عن : عبيد بن عمير قال : كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ﷺ يُكَبِّرُ بَعْدَ صَلاَةِ الْفَجْرِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ اِلَى صَلاَةِ الظُّهْرِ مِنْ آخِرِ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ . أخرجه الحاكم (١:٢٩٩) وصححه ، و أقره عليه الذهبي.

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ قرآن میں جو واذكروا الله في ايام معدودات میں ذکر کا حکم ہے اس سے مراد ایام تشریق میں ذکر اللہ ہے اور ان ایام میں ذکر اللہ تکبیر ہے پس تکبیرات تشریق کا واجب ہونا ثابت ہوا کیونکہ اصل امر میں وجوب ہے اور جب تک کوئی صارف نہ ہو اصل پر محمول رکھنا ضروری ہے۔ اور گو اس روایت میں اس کی تصریح نہیں کہ ذکر اللہ سے مراد تکبیرات تشریق ہیں مگر درمنثور کی بعض روایات میں تصریح ہے کہ مراد نمازوں کے بعد تکبیر کہنا ہے جیسا کہ اعلاء السنن کے حاشیہ عربیہ میں مفصل مذکور ہے اور خود ابن عباسؓ نے اپنے عمل سے بھی اس آیت کی تفسیر تکبیر تشریق ہی سے کی ہے جیسا کہ حاشیہ میں بیان کیا گیا ہے۔ نیز ابن عربی کے قول میں اس بات پر فقہا، مشاہیر صحابہ اور تابعین کا اجماع ہے کہ اذكروا الله في ايام معدودات میں ذکر سے مراد ایام تشریق کی تکبیرات ہی ہیں (احکام القرآن ١—٦٠) پس آیت سے مقصود باب پر استدلال تام ہے۔ واللہ اعلم۔

٢١٤٣—حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ وہ عرفہ کے دن کی فجر سے لے کر آخر ایام تشریق کی عصر تک تکبیر کہتے تھے اور عصر کے بعد بھی تکبیر کہتے تھے۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے بسند صحیح روایت کیا ہے اور حاکم نے بایں الفاظ روایت کیا ہے کہ حضرت علیؓ عرفہ کے دن صبح کی نماز کے بعد تکبیر کہتے تھے اور اس کو اس وقت تک بند نہ کرتے تھے جب تک کہ آخر ایام تشریق کی نماز نہ پڑھ لیتا، پھر وہ عصر کی نماز کے بعد بھی تکبیر کہتے تھے۔ اس کو حاکم نے صحیح کہا ہے اور ذہبی نے اسے قائم رکھا ہے۔

فائدہ: یہ روایت صاحبین کے مذہب کی مؤید ہے کہ تکبیرات نو ذی الحجہ کی صبح کی نماز سے لیکر تیرہ ذی الحجہ کی عصر کی نماز تک پڑھی جائیں اور اس میں ہی احتیاط ہے۔

٢١٤٤—عبید بن عمیر کہتے ہیں کہ عمر بن الخطابؓ عرفہ کی فجر کی نماز کے بعد سے لے کر آخر ایام تشریق کی ظہر کی نماز تک تکبیر

٢١٤٥ــ عن : عبد الله بن أحمد بن حنبل ثني أبي ثنا يحيى بن سعيد ثنا الحكم بن فروخ عن ابن عباس ﷺ : أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ مِنْ غَدَاةِ عَرَفَةَ اِلٰى صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ آخِرِ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ . أخرجه الحاكم (۱:۲۹۹) و صححه ، وأقره عليه الذهبي .

٢١٤٦ــ عن : عمير بن سعيد قال : قَدِمَ عَلَيْنَا اِبْنُ مَسْعُوْدٍ ﷺ ، فَكَانَ يُكَبِّرُ مِنْ صَلَاةِ الصُّبْحِ يَوْمَ عَرَفَةَ اِلٰى صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ آخِرِ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ . أخرجه الحاكم (١:٣٠٠) و صححه و أقره عليه الذهبي . وقال الحافظ في الفتح (٢:٣٨٥) لم يثبت في شيء من ذلك عن النبي ﷺ حديث . و أصح ما ورد فيه عن الصحابة قول علي ﷺ ، و ابن مسعود ﷺ : اِنَّهُ مِنْ صُبْحِ يَوْمِ عَرَفَةَ اِلٰى آخِرِ اَيَّامِ مِنًى . أخرجه ابن المنذر و غيره اه.

٢١٤٧ــ حدثنا : أبو الأحوص عن أبي إسحاق عن الأسود قَالَ : كَانَ عَبْدُ اللهِ (أي اِبْنَ مَسْعُوْدٍ) يُكَبِّرُ مِنْ صَلَاةِ الْفَجْرِ يَوْمَ عَرَفَةَ اِلٰى صَلَاةِ الْعَصْرِ مِنْ يَوْمِ النَّحْرِ يَقُوْلُ :

کہتے تھے۔اس کو حاکم نے روایت کر کے صحیح کہا ہے اور ذہبی نے اسے برقرار رکھا ہے۔

فائدہ: اس سے تکبیر تشریق کا مبدا معلوم ہوا اور انتہاء جو ظہر تک بیان کی گئی ہے تو یہ باعتبار قیام منی کے ہے کہ منیٰ میں آپ ؐ نے آخر ظہر ہی تک تکبیر کہی اور عصر آخر ایام تشریق میں عصر کی تکبیر محصب میں ہوئی ہے۔وہ راوی نے نہیں سنی ہوگی کیونکہ نزول محصب سب پر لازم نہیں، سنت غیر موکدہ ہے اور عبید بن عمیر کا واقعہ منیٰ کو روایت کرنا فتح الباری (ص-۳۱۵ ج-۲) سے معلوم ہوتا ہے اور وجہ اس تاویل کی یہ ہے کہ حافظ ابن حجر نے درایہ (ص ۱۳۶) میں تصریح کی ہے کہ حضرت عمرؓ کا قول تکبیر تشریق کے بارہ میں حضرت علیؓ کے موافق ہے۔

۲۱۴۵-ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وہ عرفہ کی صبح سے لے کر آخر ایام تشریق کی عصر تک تکبیر کہتے۔اس کو حاکم نے روایت کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے اور ذھبی نے برقرار رکھا ہے۔

فائدہ: یہ بھی صاحبینؒ کے مذہب کی مؤید ہے۔

۲۱۴۶-عمیر بن سعید کہتے ہیں کہ ابن مسعودؓ ہمارے یہاں تشریف لائے تو عرفہ کی صبح سے لے کر آخر ایام تشریق کی عصر تک تکبیر کہتے تھے۔اس کو حاکم نے روایت کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے اور ذہبی نے اسے برقرار رکھا ہے نیز ابن حجر نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: یہ بھی صاحبینؒ کے مذہب کی مؤید ہے۔

۲۱۴۷-اسود کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ عرفہ کی فجر سے لیکر یوم نحر کی عصر تک تکبیر کہتے تھے اور فرماتے تھے:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ . رواه ابن أبی شیبة فی مصنفه. قال الزیلعی (۱:۳۲٦) : بسند جید اه . و صححه الحافظ فی الدرایة (ص—۱۳٦). قلت : فاختلفت الروایة عن ابن مسعود ﷺ.

۲۱٤۸— حدثنا : وکیع عن حسن بن صالح عن أبی إسحاق عن أبی الأحوص عن عبد الله : اَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ اَيَّامَ التَّشْرِيْقِ : اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ . أخرجه ابن أبی شیبة أیضا کما فی نصب الرایة (۱:۳۲٦) و سنده صحیح .

۲۱٤۹— حدثنا : عباد بن العوام عن حجاج عن أبی إسحاق عن الحارث عن علی ﷺ قَالَ : لَا جُمُعَةَ ، وَ لَا تَشْرِيْقَ ، وَ لَا صَلَاةَ فِطْرٍ ، وَ لَا اَضْحٰى اِلَّا فِيْ مِصْرٍ جَامِعٍ ، اَوْ مَدِيْنَةٍ عَظِيْمَةٍ . أخرجه ابن أبی شیبة ایضا کما فی نصب الرایة (۱:۳۱۳) وسنده حسن ، کما تقدم فی الحاشیة ، أول هذا الجزء ، و حجاج بن أرطاة والحارث الأعور کلاهما حسن الحدیث ، کما ذکرناه غیر مرة.

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔ زیلعی نے اس کی سند کو جید اور ابن حجر نے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: یہ روایت امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی مؤید ہے۔ نیز اس سے تکبیر تشریق کی کیفیت بھی معلوم ہوگئی۔

۲۱۴۸- ابوالاحوص کہتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ ایام تشریق میں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد کہتے تھے۔ اس کو بھی ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس اثر سے بھی تکبیر تشریق کی کیفیت معلوم ہوئی، باقی ابتداء وانتہاءِ وقت سے یہ روایت ساکت ہے اسکے لئے دوسری روایات موجود ہیں۔

۲۱۴۹- حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ بجز بڑے شہر کے اور کہیں نہ جمعہ مشروع ہے اور نہ تکبیرات تشریق اور نہ عید کی نماز اور نہ بقرعید کی نماز۔ اسکو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اسکی سند حسن ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ گاؤں والوں پر تکبیرات تشریق نہیں ہیں۔ صاحب بدائع فرماتے ہیں کہ تشریق سے مراد جہر بالتکبیر ہے اور ماہر لغت نضر بن شمیل نے یہی لکھا ہے۔ لہذا تشریق کو صلاۃِ عید پر محمول کرنا درست نہیں کیونکہ صلاۃِ عید کو لفظ صلاۃ فطر سے بھی مستفاد ہے۔ الغرض اس تحقیق میں ابن حجر کا امام اعظم ابوحنیفہؒ پر اعتراض کرنا لغو ہے۔

۲۱۵۰— عن : ابن عباس ﷺ مرفوعا قَالَ : مَا مِنْ اَيَّامٍ اَعْظَمُ عِنْدَ اللهِ ، وَ لَا اَحَبُّ اِلَى اللهِ الْعَمَلُ فِيهِنَّ مِنْ اَيَّامِ الْعَشْرِ ، فَاَكْثِرُوْا فِيهِنَّ مِنَ التَّسْبِيحِ ، وَ التَّحْمِيدِ ، وَ التَّهْلِيلِ ، و التَّكْبِيرِ . رواه الطبرانی فی الکبیر باسناد جید کذا فی الترغیب (ص—۱۹۸) . قال الحافظ المنذری : روی البیهقی و غیره عن یحیی بن عیسی الرملی : ثنا یحیی بن أیوب البجلی عن عدی بن ثابت (و هؤلاء الثلاثة ثقات مشهورون تکلم فیهم) عن سعید بن جبیر عن ابن عباس ﷺ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : مَا مِنْ اَيَّامٍ اَفْضَلُ عِنْدَ اللهِ ، وَ لَا الْعَمَلُ فِيهِنَّ اَحَبُّ اِلَى اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ مِنْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ يَعْنِىْ مِنَ الْعَشْرِ ، فَاَكْثِرُوْا فِيهِنَّ مِنَ التَّهْلِيلِ ، وَ التَّكْبِيرِ ، وَ ذِكْرِ اللهِ . الحدیث . قلت : حدیث حسن.

باب صلاة الکسوف و الخسوف

۲۱۵۱— عن : أبی بکرة ﷺ قال : كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ فَانْكَسَفَتِ الشَّمْسُ ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَجُرُّ رِدَائَهٗ حَتّٰى دَخَلَ الْمَسْجِدَ ، فَدَخَلْنَا ، فَصَلّٰى بِنَا رَكْعَتَيْنِ حَتّٰى

۲۱۵۰-ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی دن ایسے نہیں ہیں جو کہ اللہ کے نزدیک عشرہ ذی الحجہ سے معظم تر ہوں اور نہ ایسے ہیں کہ ان میں ان کی نسبت نیک کام خدا کو زیادہ پیارا ہو۔لہذا تم ان میں تسبیح، تحمید، تہلیل اور تکبیر زیادہ کیا کرو۔اس کو طبرانی نے بسند جید روایت کیا ہے اور بیہقی وغیرہ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نہ کوئی دن ایسے ہیں جو کہ اللہ کے نزدیک عشرہ ذی الحجہ سے زیادہ معظم ہوں اور نہ ایسے ہیں کہ ان میں بہ نسبت اس کے اللہ کو نیک عمل زیادہ پیارا ہو۔اس لئے تم ان میں تہلیل وتکبیر اور ذکر اللہ زیادہ کیا کرو اور اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ واذکروا اللہ فی ایام معدودات سے ایام تشریق مراد ہیں اور یہ کہ ان ایام میں ذکر اللہ اور دنوں سے زیادہ ضروری ہے، آثار صحابہؓ سے اس ذکر کی کیفیت اور وقت بھی اوپر معلوم ہو چکا۔اب حدیث مرفوع سے اس کو ثابت کیا جاتا ہے کہ ذکر اللہ سے مراد تکبیر، تہلیل وتحمید ہے اور جو صیغہ تکبیرات تشریق کے لئے حضرت عمرؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول ہے وہ ان سب باتوں پر مشتمل ہے پس حدیث کو آیت کی ساتھ ملا کر ثابت ہوا کہ تکبیر ایام تشریق واجب ہے اور اس کے لئے وہی صیغہ اولی ہے جو حنفیہ نے اختیار کیا ہے۔واللہ تعالی اعلم۔

اِنْجَلَتِ الشَّمْسُ فَقَالَ : اِنَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ ، وَ اِذَا رَاَيْتُمُوْهَا فَصَلُّوْا وَ ادْعُوْا حَتّٰى يَكْشِفَ مَا بِكُمْ . رواه البخاری (۱٤۱:۱) . وفی التلخیص الحبیر (۱٤٦:۱) : ورواه ابن حبان ، و الحاکم ، ولفظهما : فَاِذَا انْكَسَفَ اَحَدُهُمَا فَافْزَعُوْا اِلَى الْمَسَاجِدِ ، وَ فِيْهِ : فَصَلّٰى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ مِثْلَ صَلَاتِكُمْ اه.

۲۱۵۲— عن : ابن عباس رضی الله عنهما : اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ صَلّٰى فِيْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ وَ الْقَمَرِ ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ (اَىْ رُكُوْعَاتٍ) فِيْ اَرْبَعِ سَجَدَاتٍ ، يَقْرَأُ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ . رواه الدار قطنی فی سننه (۱۸۸:۱) . وفی نصب الرایة (۳۲۹:۱) : إسناده جید ، سکت عنه عبد الحق فی أحکامه ، ثم ابن القطان بعده ، و قال : ثابت بن محمد الزاهد (الراوی فی هذا السند) صدوق اه.

باب چاند گرہن اور سورج گرہن کی نمازوں کے بیان میں

۲۱۵۱-ابوبکرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے کہ سورج گرہن لگا، آپ ﷺ گھبرا کر آئے اور چادر کو کھینچتے ہوئے چلے یہاں تک کہ مسجد میں داخل ہوئے۔اور ہم کو دو رکعتیں پڑھائیں یہاں تک کہ آفتاب گرہن سے نکل گیا، اس کے بعد فرمایا کہ چاند اور سورج کسی کی موت کے لئے نہیں گرہن ہوتے اور جب تم اس حالت کو دیکھو تو نماز پڑھو اور دعا کرو۔ یہاں تک کہ وہ حالت جو ہم کو لاحق ہوئی ہے دور ہو جائے۔اس کو بخاری نے روایت کیا ہے اور ابن حبان اور حاکم کے یہ لفظ ہیں کہ جب ان میں سے کسی کو گرہن لگے تو تم گھبرا کر مساجد کو جاؤ۔اور اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ آپ ﷺ نے دو رکعتیں اسی قاعدہ سے پڑھیں جس طرح تم نماز پڑھا کرتے ہو۔

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ نماز کسوف وخسوف مسجد میں درست ہیں اور یہ کہ اس حالت میں دو رکعتیں جماعت سے پڑھی جائیں البتہ چاند گرہن میں جماعت نہیں اور یہ کہ اس میں دعاء کی جائے اور یہ کہ اس نماز میں ایک ہی رکوع ہے جیسے عام نمازوں میں ہے اور نیز یہ نماز سنت ہے کیونکہ حضور ﷺ نے اس پر مواظبت فرمائی ہے۔

۲۱۵۲-ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے کسوف شمس وقمر میں آٹھ رکوع چار سجدوں میں اس طرح پڑھے کہ آپ ﷺ ہر رکعت میں قراءت کرتے تھے۔اس کو دار قطنی نے روایت کیا ہے اور زیلعی نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔اور عبد الحق نے اس پر سکوت کیا ہے، اسی طرح انکے بعد ابن القطان نے بھی سکوت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس روایت کے راوی ثابت بن محمد زاہد سچے ہیں۔

٢١٥٣— عن: محمود بن لبيد رضی اللہ عنہ قال: كُسِفَتِ الشَّمْسُ يَوْمَ مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ بْنُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَقَالُوْا: كُسِفَتِ الشَّمْسُ لِمَوْتِ اِبْرَاهِيْمَ رضی اللہ عنہ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: اِنَّ الشَّمْسَ، وَ الْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ، اَلاَ وَ اِنَّهُمَا لاَ يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَ لاَ لِحَيَاتِهِ، فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهَا كَذٰلِكَ فَافْزَعُوْا اِلَى الْمَسَاجِدِ، ثُمَّ قَامَ، فَقَرَاَ فِيْمَا نَرٰى بَعْضَ الْكِتَابِ، ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ اعْتَدَلَ، ثُمَّ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ، ثُمَّ قَامَ، فَفَعَلَ مِثْلَ مَا فَعَلَ فِى الْاُوْلٰى. رواه احمد (٥:٤٢٨) و رجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد ١:٢٤٤).

٢١٥٤— عن: قبيصة الهلالى قال: كُسِفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، فَخَرَجَ فَزِعًا يَجُرُّ ثَوْبَهُ وَ اَنَا مَعَهُ يَوْمَئِذٍ بِالْمَدِيْنَةِ، فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ، فَاَطَالَ فِيْهِمَا الْقِيَامَ، ثُمَّ انْصَرَفَ وَ انْجَلَتْ فَقَالَ: اِنَّمَا هٰذِهِ الْآيَاتُ يُخَوِّفُ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ بِهَا، فَاِذَا رَاَيْتُمُوْهَا فَصَلُّوْا

فائدہ: اس روایت سے کوئی خاص تائید مذہب کی نہیں ہوتی اور نہ بظاہر یہ روایت صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس سے خسوف قمر میں بھی جماعت کا ہونا ظاہر ہوتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ سے دوسرے طریقوں سے خسوف میں جماعت منقول نہیں۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ راوی کو روایت محفوظ نہیں رہی۔ واللہ اعلم

٢١٥٣- محمود بن لبید ؓ کہتے ہیں کہ جس روز رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم کا انتقال ہوا تو اس روز سورج کو گرھن لگا۔ اس سے لوگوں کو خیال ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے صاحبزادے کے انتقال سے گرھن لگا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس خیال کی تردید کے لئے فرمایا کہ چاند اور سورج خدا کے دلائل قدرت میں سے دو دلیلیں ہیں اور وہ نہ کسی کی موت کی وجہ سے گرھن ہوتے ہیں اور نہ کسی کی حیات کی وجہ سے۔ پس جب تم اس حالت کو دیکھو تو گھبرا کر مساجد کی طرف چلو (اور وہاں نماز پڑھو) اسکے بعد آپ ﷺ نماز میں کھڑے ہوئے اور ہمارا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے کچھ قرآن پڑھا (کیونکہ آپ ﷺ نے جہر نہیں کیا، یا ہم دور تھے اس لئے آواز نہیں سنائی دی) اسکے بعد آپ ﷺ نے رکوع کیا، اسکے بعد آپ ﷺ نے قومہ کیا اسکے بعد دو سجدے کئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے دوسری رکعت میں بھی وہی کیا جو پہلی رکعت میں کیا تھا۔ اس کو احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

فائدہ: اس سے بھی اس نماز میں ایک رکوع ثابت ہوتا ہے۔

٢١٥٤- قبیصہ ہلالیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں سورج کو گرھن لگا تو آپ ﷺ گھبرا کر چادر کھینچتے ہوئے روانہ ہوئے اور میں اس روز آپ ﷺ کے پاس مدینہ میں موجود تھا تو آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں اور ان میں دیر تک قیام کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ ایسی حالت میں نماز سے فارغ ہوئے کہ سورج گرھن سے نکل چکا تھا۔ اور فرمایا کہ یہ حق تعالیٰ کے

كَأَحْدَثِ صَلاَةٍ صَلَّيْتُمُوهَا مِنَ الْمَكْتُوبَةِ . رواه أبو داود (١:٤٦١) و سكت عنه هو و المنذري . وفي النيل (٣:٢٢٢) : رجاله رجال الصحيح اه.

٢١٥٥– عن : ثعلبة بن عباد العبدي من أهل البصرة أَنَّهُ شَهِدَ خُطْبَةً يَوْمًا لِسَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قال : قال سمرة : بَيْنَمَا أَنَا وَ الْغُلاَمُ مِنَ الأَنْصَارِ نَرْمِي غَرَضَيْنِ لَنَا حَتَّى إِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ قِيْدَ رُمْحَيْنِ أَوْ ثَلاَثَةٍ فِي عَيْنِ النَّاظِرِ مِنَ الأُفُقِ اِسْوَدَّتْ حَتَّى آضَتْ ، كَأَنَّهَا تَنُّومَةٌ ، فَقَالَ أَحَدُنَا لِصَاحِبِهِ : اِنْطَلِقْ بِنَا إِلَى الْمَسْجِدِ ، فَوَ اللهِ لَيُحْدِثَنَّ شَأْنُ هٰذِهِ الشَّمْسِ لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِي أُمَّتِهِ حَدَثًا قَالَ فَدُفِعْنَا فَإِذَا هُوَ بَارِزٌ ، فَاسْتَقْدَمَ ، فَصَلَّى ، فَقَامَ بِنَا كَأَطْوَلِ مَا قَامَ بِنَا فِي صَلاَةٍ قَطُّ لاَ نَسْمَعُ لَهُ صَوْتاً ، قَالَ : ثُمَّ رَكَعَ بِنَا كَأَطْوَلِ مَا رَكَعَ بِنَا فِي صَلاَةٍ قَطُّ لاَ نَسْمَعُ لَهُ صَوْتاً ، قَالَ : ثُمَّ سَجَدَ بِنَا كَأَطْوَلِ مَا سَجَدَ بِنَا فِي صَلاَةٍ قَطُّ لاَ نَسْمَعُ لَهُ صَوْتاً ، ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الأُخْرَى مِثْلَ ذٰلِكَ ، قَالَ : فَوَافَقَ تَجَلِّي الشَّمْسِ جُلُوْسَهُ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ ، قَالَ :

دلائل قدرت ہیں جن سے حق تعالی اپنے بندوں کو ڈراتے ہیں۔ پس جبکہ تم ان کو دیکھوتو اس وقت اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم ابھی ابھی (یعنی صبح کی) فرض نماز پڑھ چکے ہو۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور انہوں نے اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے اور نیل الاوطار میں اسکے راویوں کو صحیح کے راوی کہا ہے۔

فائدہ: اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ اس نماز میں دو رکعتیں اور ہر رکعت میں ایک ہی رکوع ہے۔

۲۱۵۵- ثعلبہ بن عباد بصری کہتے ہیں کہ ایک روز میں سمرۃ بن جندبؓ کے یہاں موجود تھا انہوں نے فرمایا کہ میں اور ایک انصاری لڑکا تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے کہ جس وقت دیکھنے والے کی نظر میں آفتاب دو یا تین نیزے افق سے اونچا ہوا اس وقت وہ سیاہ ہوگیا، یہاں تک کہ وہ ایسا ہوگیا، تب ہم میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ آؤ مسجد چلیں۔ یہ آفتاب ضرور رسول اللہ ﷺ کے لئے ان کی امت میں کوئی نئی بات پیدا کرے گا، سو ہم چلدئے، پس دیکھتے کیا ہیں کہ رسول اللہ ﷺ باہر تشریف فرما ہیں۔ پس آپ ﷺ آگے بڑھے اور نماز پڑھائی اور اتنی دیر ہمیں کھڑا رکھا کہ اس سے پہلے اتنی دیر کسی نماز میں نہ کھڑا رکھا تھا اور قیام اس طرح فرمایا کہ ہم آپ ﷺ کے لئے کوئی آواز نہ سنتے تھے اس کے بعد آپ ﷺ نے ہمیں رکوع میں اتنی دیر تک رکھا کہ اس سے پہلے کسی نماز میں نہ رکھا تھا۔ اور یوں رکھا کہ ہم آپ ﷺ کے لئے کوئی آواز نہ سنتے تھے، اسکے بعد آپ ﷺ نے ہم کو سجدہ میں اتنی دیر رکھا کہ اس سے پہلے کسی نماز میں نہ رکھا تھا اور یوں رکھا کہ ہم آپ ﷺ کے لئے کوئی آواز نہ سنتے تھے۔ اس کے بعد دوسری رکعت میں بھی ایسا ہی کیا۔

ثُمَّ سَلَّمَ ، ثُمَّ قَالَ : فَحَمِدَ اللهَ ، وَ أَثْنٰى عَلَيْهِ ، وَ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَ شَهِدَ اَنَّهٗ عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ. ثُمَّ سَاقَ اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ خُطْبَةَ النَّبِيِّ ﷺ . رواه أبو داود (۱:۴۶۰) وسكت عنه، ورواه ابن حبان في صحيحه بهذا اللفظ (زيلعي ، ۱:۳۳۰).

۲۱۵۶— عن : بلال ﷺ قَالَ : كُسِفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَ : اِنَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَ لَا لِحَيَاتِهٖ ، وَ لٰكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ ، فَاِذَا رَاَيْتُمْ ذٰلِكَ فَصَلُّوْا كَاَحْدَثِ صَلَاةٍ صَلَّيْتُمُوْهَا. رواه البزار و الطبراني في الأوسط و الكبير و عبد الرحمن بن أبي ليلى لم يدرك بلالا ﷺ ، وبقية رجاله ثقات كذا في مجمع الزوائد (۱:۲۲۴).

۲۱۵۷— أخبرنا : محمد بن المثنى عن معاذ بن هشام قال : حدثني أبي عن قتادة عن أبي قلابة عن النعمان بن بشير ﷺ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : اِذَا خَسَفَتِ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ فَصَلُّوْا كَاَحْدَثِ صَلَاةٍ صَلَّيْتُمُوْهَا . رواه النسائي (۱:۲۱۹) وسكت عنه . ولفظه في التلخيص الحبير (۱:۱۴۶) : صليتموها من المكتوبة ركعتين . و أخرجه أحمد ، و الحاكم

جب آپ ﷺ قعدہ اخیرہ میں بیٹھے تو آفتاب گرھن سے نکل گیا، تب آپ ﷺ نے سلام پھیرا، اس کے بعد آپ ﷺ نے خدا کی حمد وثنا کی۔ اور خدا کی توحید اور اپنی رسالت کی شہادت دی، اسکے بعد ایک تقریر فرمائی۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اسپر سکوت کیا ہے (لہذا یہ حدیث انکے ہاں صحیح یا کم ازکم حسن ہے) اور ابن حبان نے بھی اس کو اپنی صحیح میں انہی الفاظ سے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے ایک رکوع اور اخفائے قراءت کا ثبوت ہوتا ہے۔

۲۱۵۶- بلالؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ تعالی کی دو نشانیاں ہیں، نہ یہ کسی کی موت سے گرھن اتے ہیں اور نہ کسی کی حیات سے۔ بلکہ یہ دونوں منجملہ اللہ کی قدرت کی نشانیوں کے دو نشانیاں ہیں۔ پس جبکہ تم گرھن کا واقعہ دیکھو تو یوں نماز پڑھو جس طرح تم نے ابھی ابھی (صبح کی) نماز پڑھی ہے۔ اس کو بزار اور طبرانی نے روایت کیا ہے لیکن اس کی سند میں عبدالرحمٰن بن ابی لیلی اور بلالؓ کے درمیان انقطاع ہے۔

۲۱۵۷- نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب چاند اور سورج کو گرھن لگے تو تم لوگ یوں نماز پڑھو جس طرح تم نے ابھی ابھی (صبح کی) نماز پڑھی ہے۔ اس کو نسائی نے روایت کیا ہے۔

و صححه ابن عبد البر اه . فذلك اللفظ إما فی بعض نسخ الصغری المسمی ب المجتنی أو فی الکبری . و عند أحمد أيضا ليس هذا اللفظ ، ولفظ الحاكم لم أقف عليه.

۲۱۵۸– عن : سمرة بن جندب ﷺ قَالَ : صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِیْ کُسُوْفٍ لَا نَسْمَعُ لَهٗ صَوْتاً . رواه الترمذی (۱:۷۳) ، وقال : حسن صحيح غريب .

۲۱۵۹– ثنا : علی (لم أقف عليه) بن(محمد بن) المبارك ثنا زيد بن المبارك (صدوق عابد ، تقريب) ثنا : موسی بن عبد العزيز (مختلف فيه) ثنا : الحكم بن أبان (مختلف فيه) عن عكرمة (ثقة ثبت ، تقريب) عن ابن عباس رضی الله عنهما قَالَ : صَلَّيْتُ اِلٰی جَنْبِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ يَوْمَ کُسِفَتِ الشَّمْسُ ، فَلَمْ اَسْمَعْ لَهٗ قِرَائَةً. رواه الطبرانی فی معجمه (نصب الراية ۱:۳۳۰). و فی آثار السنن (۲:۱۱٤) : إسناده حسن اه.

فائدہ: صبح کی نماز سے تشبیہ دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نماز دو رکعت اور جہر کے ساتھ اور ایک رکوع کے ساتھ ہونی چاہئے لیکن چونکہ چاند گرھن میں جماعت کا کوئی معتد بہ ثبوت نہیں اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم سورج گرہن کے ساتھ خاص ہے اور جہر کے باب میں یہ روایت سمرۃ بن جندبؓ کی روایت کے معارض ہے اور سمرۃؓ کی روایت اس قانون کے موافق ہے کہ ان کی نمازوں میں جہر نہیں ہوتا اس لئے اس کو ترجیح دی گئی ہے اور وحدتِ رکوع کے باب میں یہ روایت ان روایات کے معارض ہے جن میں تعددِ رکوع مروی ہے اور یہ روایت عام اصول کے موافق ہے، اس لئے اس کو ترجیح دی گئی۔

۲۱۵۸- سمرۃ بن جندبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو کسوف میں اُس طرح نماز پڑھائی کہ ہم آپ ﷺ کے لئے کوئی آواز نہ سنتے تھے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے حسن صحیح غریب کہا ہے۔

فائدہ: اس سے بھی اخفاء کا ثبوت ہوتا ہے۔

۲۱۵۹- ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ میں نے، جس روز سورج گرھن ہوا، رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں نماز پڑھی، سو میں نے آپ ﷺ کے لئے کوئی قراءت نہیں سنی۔ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: ابن عباسؓ اس وقت نابالغ تھے تو وہ لڑکوں کی صف میں ہونگے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پہلو میں کس طرح نماز پڑھ سکتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ راوی سے اداء معنی میں لغزش ہوئی ہے اور آپ نے یہ کہا ہوگا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی چنانچہ آئندہ روایت میں یہی مضمون ہے۔

٢١٦٠— حدثنا : حسن بن موسى الأشيب أنبأ ابن لهيعة (مختلف فيه حسن الحديث كما مر غير مرة) ثنا يزيد بن أبي حبيب عن عكرمة عن ابن عباس رضي الله عنهما ، قال : صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ الْكُسُوفَ فَلَمْ اَسْمَعْ مِنْهُ فِيهَا حَرْفاً مِنَ الْقِرَائَةِ . رواه الامام أحمد ، و أبو يعلى في مسنديهما (نصب الراية ، ١: ٤٣٠) .

قلت : إسناده حسن ، فإن ابن لهيعة قد تقدم أنه مختلف فيه حسن الحديث ، و بقيتهم ثقات أخرجوا لهم.

خطبة الكسوف برواية جماعة من الصحابة

٢١٦١— عن : عائشة رضي الله عنها أنها قالت : خَسَفَتِ الشَّمْسُ فِي عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَصَلّٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِالنَّاسِ ، فَوَصَفَتْ صَلَاتَهٗ ، ثُمَّ قَالَتْ : ثُمَّ انْصَرَفَ وَ قَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ ، فَخَطَبَ النَّاسَ ، فَحَمِدَ اللهَ وَ اَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ : اِنَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ ، لَا يَخْسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ ، وَ لَا لِحَيَاتِهٖ ، فَاِذَا رَاَيْتُمْ ذٰلِكَ فَادْعُوا اللهَ ، وَ كَبِّرُوْا ، وَ صَلُّوْا ، وَ تَصَدَّقُوْا . ثُمَّ قَالَ : يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ ! وَ اللهِ مَا مِنْ اَحَدٍ اَغْيَرُ مِنَ اللهِ اَنْ يَزْنِيَ

٢١٦٠- ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (یعنی انکی اقتداء میں) نماز کسوف پڑھی، سو میں نے آپ ﷺ کی قراءت کا ایک حرف بھی نہیں سنا۔ اس کو امام احمد اور ابویعلی نے روایت کیا ہے اور اسکی سند حسن ہے اور اس کی تائید پہلی روایت سے ہوتی ہے اور سمرہؓ کی روایت سے مزید تائید ہوتی ہے۔ بس یہ روایات مجموعی حیثیت سے روایاتِ جہر کی معارض ہو سکتی ہیں اور تعارض کے بعد ان کو ترجیح ہوگی کیونکہ یہ قانونِ عام کے موافق ہیں اور عید کی نماز اور جمعہ کی نماز پر اس کو اس لئے قیاس نہیں کیا جا سکتا کہ ان میں جہر خلاف قیاس اور بلا معارض ثابت ہے، اگر ان میں بھی تعارض ہوتا تو، ہاں بھی اخفاء کو ترجیح ہوتی۔

باب سورج گرہن ہونے کے وقت خطبہ کا بیان، صحابہؓ کی ایک جماعت کی روایات سے

٢١٦١- عائشہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں سورج گرہن ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اس کے بعد حضرت عائشہؓ نے نماز کی کیفیت بیان کی، اسکے بعد فرمایا کہ آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو گرہن ختم ہو چکا تھا، اب آپ ﷺ نے تقریر فرمائی چنانچہ آپ ﷺ نے اول حق تعالی کی حمد کی اور اسکی تعریف کی، اس کے بعد فرمایا کہ آفتاب و ماہتاب

عَبْدُهُ (اَیْ لِاَجَلِ اَنْ یَزْنِیَ ، قاله السندی فی تعلیقه علی النسائی) اَوْ تَزْنِیَ اَمَتُهُ . یَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ ! وَاللّٰهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلاً وَ لَبَکَیْتُمْ کَثِیْراً . رواه البخاری (۱:۱۴۲).

۲۱۶۲— عن : أسماء بنت أبی بکر رضی اللّٰہ عنهما قَالَتْ : دَخَلْتُ عَلٰی عَائِشَةَ وَ النَّاسُ یُصَلُّوْنَ اِلٰی اَنْ قَالَتْ : فَانْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ قَدْ تَجَلَّتِ الشَّمْسُ ، فَخَطَبَ النَّاسَ ، فَحَمِدَ اللّٰهَ بِمَا هُوَ اَهْلُهُ ، ثُمَّ قَالَ : اَمَّا بَعْدُ ، قَالَتْ : وَ لَغِطَ نِسْوَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ ، فَانْکَفَأْتُ اِلَیْهِنَّ لِاُسْکِتَهُنَّ فَقُلْتُ لِعَائِشَةَ : مَا قَالَ ؟ قَالَتْ : قَالَ : مَا مِنْ شَیْءٍ لَمْ اَکُنْ اُرِیْتُهُ اِلَّا وَقَدْ رَاَیْتُهُ فِیْ مَقَامِیْ هٰذَا حَتَّی الْجَنَّةَ وَ النَّارَ ، وَ اَنَّهُ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّکُمْ تُفْتَنُوْنَ فِی الْقُبُوْرِ مِثْلَ (بترك التنوين لأن تقديره مثل فتنة ، فحذف المضاف إليه و ترك على هيئة قبل الحذف ، مسوى) اَوْ قَرِیْباً مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ ، یُؤْتٰی اَحَدُکُمْ ، (اَیْ یَاْتِیْهِ الْمَلَائِکَةُ) فَیُقَالُ لَهُ : مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ ، فَاَمَّا الْمُؤْمِنُ اَوْ قَالَ : اَلْمُوْقِنُ فَیَقُوْلُ :

منجملہ حق تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں کے دونشانیاں ہیں اور یہ دونوں کسی کی موت وحیات کے لئے نہیں گرھن ہوتے ، پس جبکہ تم اس واقعہ کو دیکھوتو اللہ سے دعا کرو، اس کی بڑائی بیان کرو، خیرات کرو، پھر فرمایا کہ اے امت محمد! بخدا کسی کو اس بات سے کہ اس کا غلام یا لونڈی زنا کرے خدا سے زیادہ غیرت نہیں۔ اے امت محمد! بخدا، اگر تم کو ان باتوں کا علم ہوتا جن کا مجھے ہے تو تم بہت کم ہنستے اور بہت زیادہ روتے۔اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

۲۱۶۲-اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کہتی ہیں کہ میں ایسے وقت عائشہؓ کے پاس گئی کہ لوگ نماز پڑھ رہے تھے ،اسکے بعد نماز کے متعلق مضمون بیان کیا، اس کے بعد کہا کہ رسول اللہ ﷺ ایسے وقت نماز سے فارغ ہوئے کہ آفتاب روشن ہو چکا تھا،اس کے بعد آپ ﷺ نے بطور خطبہ تقریر فرمائی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حق تعالیٰ کی وہ حمد وثنا کی جس کا وہ مستحق ہے اور حمد وثنا کے بعد فرمایا: امابعد! اتنے میں انصاری عورتیں باتیں کرنے لگیں، میں ان کو خاموش کرنے کے لئے انکی طرف متوجہ ہوئی (جسکی وجہ سے میں رسول اللہ ﷺ کی گفتگو نہ سن سکی) تب میں نے عائشہؓ سے کہا کہ آپ ﷺ نے کیا فرمایا؟ انہوں نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ جو چیزیں مجھے اب تک نہ دکھلائی گئی تھیں انکو میں نے اپنی اسی جگہ دیکھ لیا حتی کہ جنت اور دوزخ کو بھی دیکھ لیا اور مجھ پر وحی کی گئی کہ قبروں میں تمہارا امتحان کیا جائے گا ویسا ہی جیسا کہ دجال کے زمانہ میں امتحان ہوگا یا اسکے قریب قریب، چنانچہ فرشتے میت کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ اس شخص کی (یعنی میری) نسبت تم کیا جانتے ہو سو جو مومن ہوگا وہ کہے گا کہ

هُوَ رَسُوْلُ اللهِ ، هُوَ مُحَمَّدٌ ، جَاءَ نَا بِالْبَيِّنَاتِ وَ الْهُدٰى فَآمَنَّا وَ اَجَبْنَا ، وَ اتَّبَعْنَا وَ صَدَّقْنَا ، فَيُقَالُ لَهٗ : نَمْ صَالِحاً (اَىْ لَا رَدْعَ عَلَيْكَ ، مسوى) ، قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ اَنْ كُنْتَ لَمُؤْمِناً بِهٖ . وَ اَمَّا الْمُنَافِقُ اَوِ الْمُرْتَابُ فَيُقَالُ لَهٗ : مَا عِلْمُكَ بِهٰذَا الرَّجُلِ؟ ، فَيَقُوْلُ : لَا اَدْرِىْ ، سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُوْلُوْنَ شَيْئاً (اَىْ بِطَرِيْقِ الْاِجْمَالِ) فَقُلْتُ . رواه البخارى (۱:۱۲۶).

۲۱۶۳– ثنا : أبو كامل ثنا زهير ثنا الأسود بن قيس ثنا ثعلبة بن عباد العبدى من أهل البصرة قَالَ : شَهِدْتُ يَوْماً خُطْبَةً لِسَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ فَذَكَرَ فِىْ خُطْبَتِهٖ حَدِيْثاً عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَالَ : بَيْنَا اَنَا ، وَ غُلَامٌ مِنَ الْاَنْصَارِ نَرْمِىْ فِىْ غَرَضَيْنِ لَنَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ حَتّٰى اِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ قِيْدَ رُمْحَيْنِ اَوْ ثَلَاثَةٍ فِىْ عَيْنِ النَّاظِرِ اسْوَدَّتْ حَتّٰى آضَتْ (اَىْ رَجَعَتْ وَ صَارَتْ .عون) كَاَنَّهَا تَنُّوْمَةٌ (نَوْعٌ مِنَ النَّبَاتِ فِيْهَا وَ فِىْ ثَمَرِهَا سَوَادٌ قَلِيْلٌ ، مجمع البحار) قَالَ : فَقَالَ اَحَدُنَا لِصَاحِبِهٖ : اِنْطَلِقْ بِنَا اِلَى الْمَسْجِدِ

آپ ﷺ خدا کے رسول ہیں، آپ محمد ﷺ ہیں، ہمارے پاس روشن احکام اور ہدایت لائے تھے۔ سو ہم آپ ﷺ پر ایمان لائے اور آپ ﷺ کی دعوت قبول کی اور آپ ﷺ کا اتباع کیا اور آپ ﷺ کی تصدیق کی، اس پر اس سے کہا جائے گا کہ اچھا مزے سے سو، ہم تو جانتے ہی تھے کہ تمہارا ان پر ایمان ہے۔ رہا منافق یا شک کرنے والا اس سے کہا جائے گا کہ تم اس شخص کی نسبت کیا جانتے ہو؟ وہ کہے گا کہ میں کچھ نہیں جانتا۔ میں لوگوں کو کچھ کہتے سنتا تھا میں بھی وہی کہتا تھا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: حدیث میں لفظ خطب کی دلالت خطبہ پر ظاہر ہے۔ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اصل مذہب خطبہ نہ ہونا ہے اور اس کا قوی قرینہ یہ ہے کہ حدیث بخاری میں مصرح ہے ثم انصرف و قد تجلت الشمس فخطب الناس اور قرینہ ہونے کی تقریر یہ ہے جس کو شامی نے بحر سے اس طرح نقل کیا ہے و لذا خطب عليه السلام بعد الانجلاء ولو كان سنة له خطب قبله كالصلوة و الدعاء اسی لئے حنفیہ میں یہی معمول ہے لیکن اگر بعض اقوال پر کوئی پڑھنا چاہے تو گنجائش ہے اور محل اس کا بعد نماز ہے۔

۲۱۶۳- ثعلبہ بن عباد بصری کہتے ہیں کہ میں سمرہ بن جندب ؓ کے بیان میں موجود تھا سو آپ نے اپنے وعظ میں رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث بیان فرمائی کہ میں اور ایک انصاری لڑکا رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تیراندازی کی مشق کر رہے تھے یہاں تک کہ جس وقت آفتاب دیکھنے والے کی نظر میں افق سے دو یا تین نیزے اونچا ہوا تو وہ سیاہ ہو گیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے تومہ (جو کہ ایک نبات ہے جسکے پھل پکے اور سیاہ ہوتے ہیں) تب ہم میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ آؤ مسجد میں چلیں

فَوَاللّٰهِ لَيُحْدِثَنَّ شَانُ هٰذِهِ الشَّمْسِ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ اُمَّتِهٖ حَدِيْثًا (ای أمرا حديثا أی جديدا) قَالَ: فَدَفَعْنَا اِلَى الْمَسْجِدِ ، فَاِذَا هُوَ بَارِزٌ ، قَالَ : وَ وَافَقْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ حِيْنَ خَرَجَ اِلَى النَّاسِ ، فَاسْتَقْدَمَ فَقَامَ بِنَا كَاَطْوَلِ مَا قَامَ بِنَا فِيْ صَلَاةٍ قَطُّ لَا نَسْمَعُ لَهٗ صَوْتًا ، ثُمَّ رَكَعَ كَاَطْوَلِ مَا رَكَعَ بِنَا فِيْ صَلَاةٍ قَطُّ لَا نَسْمَعُ لَهٗ صَوْتًا ، ثُمَّ فَعَلَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ ، فَوَافَقَ تَجَلِّي الشَّمْسِ جُلُوْسَهٗ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ . قَالَ زُهَيْرٌ : حَسِبْتُهٗ (لعل الشك فی قوله : فسلم فقط) قَالَ : فَسَلَّمَ ، فَحَمِدَ اللّٰهَ ، وَ اَثْنٰى عَلَيْهِ ، وَ شَهِدَ اَنَّهٗ عَبْدُ اللّٰهِ وَ رَسُوْلُهٗ ، ثُمَّ قَالَ : اَيُّهَا النَّاسُ ! اُنْشِدُكُمْ بِاللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّيْ قَصَّرْتُ عَنْ شَيْءٍ مِنْ تَبْلِيْغِ رِسَالَاتِ رَبِّيْ عَزَّ وَ جَلَّ لَمَا اَخْبَرْتُمُوْنِيْ ذَاكَ ، فَبَلَّغْتُ (اَیْ فَاُبَلِّغُ) رِسَالَاتِ رَبِّيْ كَمَا يَنْبَغِيْ لَهَا اَنْ تُبَلَّغَ ، وَ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّيْ بَلَّغْتُ رِسَالَاتِ رَبِّيْ لَمَا اَخْبَرْتُمُوْنِيْ ذَاكَ . قَالَ: فَقَامَ رِجَالٌ فَقَالُوْا : نَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ رِسَالَاتِ رَبِّكَ ، وَ نَصَحْتَ لِاُمَّتِكَ ، وَ قَضَيْتَ الَّذِيْ عَلَيْكَ. ثُمَّ سَكَتُوْا ، ثُمَّ قَالَ : اَمَّا بَعْدُ ! فَاِنَّ رِجَالًا يَزْعُمُوْنَ اَنَّ كُسُوْفَ هٰذِهِ الشَّمْسِ ، وَ كُسُوْفَ هٰذَا الْقَمَرِ

کیونکہ آفتاب کی یہ حالت رسول اللہ ﷺ کے لئے ان کی امت کے باب میں ضرور کوئی نئی بات پیدا کرے گی، پس ہم مسجد کو چلدیئے وہاں جا کر دیکھتے کیا ہیں کہ آپ ﷺ باہر تشریف فرما ہیں اور ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس اسی وقت پہنچ گئے تھے جبکہ آپ ﷺ مکان سے لوگوں میں تشریف لائے تھے، پس آپ ﷺ امامت کے لئے آگے بڑھے اور آپ ﷺ نے ہم کو ایسا قیام کرایا جیسا کہ وہ لمبے سے لمبا قیام جو کبھی آپ ﷺ نے کسی نماز میں ہم کو کرایا ہوگا اور وہ قیام اس طرح کرایا کہ ہم آپ ﷺ کے لئے کوئی آواز نہ سنتے تھے، اسکے بعد آپ ﷺ نے ایسا رکوع کرایا جیسا کہ وہ لمبے سے لمبا رکوع جو آپ ﷺ نے کسی نماز میں ہم کو کرایا ہوگا، اس میں بھی ہم آپ ﷺ کے لئے کسی قسم کی آواز نہ سنتے تھے۔ اسکے بعد دوسری رکعت میں بھی آپ ﷺ نے ویسا ہی کیا، پس آپ ﷺ کے دوسری رکعت میں بیٹھنے کے ساتھ آفتاب گرہن سے نکل گیا، اس کے بعد آپ ﷺ نے سلام پھیرا، سلام کے بعد آپ ﷺ نے حق تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور یہ گواہی دی کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اس کے بعد فرمایا کہ اے لوگو! میں تم کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ اگر تم جانتے ہو کہ میں نے اللہ کے احکامات کے پہنچانے میں کچھ بھی کمی کی ہے تو تم ضرور مجھے بتلا دو۔ میں حق تعالیٰ کے پیغامات جس طرح پہنچانے چاہئیں پہنچادوں گا اور اگر تم جانتے ہو کہ میں نے اللہ کے پیغامات پہنچادئے ہیں تب بھی تم مجھے بتلا دو۔ اس پر کچھ لوگ کھڑے ہوئے اور کہا کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے رب کے پیغامات پہنچادئے اور آپ ﷺ نے امت کی خیر خواہی کی اور اپنا فرض ادا کر دیا، اسکے بعد وہ خاموش ہوگئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا امابعد! کچھ لوگ خیال کرتے ہیں کہ اس سورج کا گرہن ہونا اور اس چاند کا گرہن ہونا

وَ زَوَالَ هٰذِهِ النُّجُوْمِ عَنْ مَطَالِعِهَا لِمَوْتِ رِجَالٍ عُظَمَاءَ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ ، وَ اَنَّهُمْ قَدْ كَذَبُوْا ، وَ لٰكِنَّهَا آيَاتٌ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى ، يَعْتَبِرُ بِهَا عِبَادُهٗ ، فَيَنْظُرُ مَنْ يَحْدُثُ لَهٗ مِنْهُمْ تَوْبَةٌ ، وَ اَيْمُ اللّٰهِ ! لَقَدْ رَاَيْتُ مُنْذُ قُمْتُ اُصَلِّيْ مَا اَنْتُمْ لَاقُوْنَ فِيْ اَمْرِ دُنْيَاكُمْ ، وَ آخِرَتِكُمْ ، وَ اَنَّهٗ وَ اللّٰهِ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَخْرُجَ ثَلَاثُوْنَ كَذَّاباً ، آخِرُهُمُ الْاَعْوَرُ الدَّجَّالُ مَمْسُوْحُ الْعَيْنِ الْيُسْرٰى كَاَنَّهَا عَيْنُ اَبِيْ تِحْيٰى (بكسر المثناة الفوقانية ، كذا فى فتح البارى) لِشَيْخٍ (أى قاله شيخ إلخ) . مِنَ الْاَنْصَارِ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ وَ اَنَّهَا مَتٰى يَخْرُجُ اَوْ قَالَ : مَتٰى مَا يَخْرُجُ ، فَاِنَّهٗ سَوْفَ يَزْعَمُ اَنَّهُ اللّٰهُ فَمَنْ آمَنَ بِهٖ وَ صَدَّقَهٗ ، وَ اتَّبَعَهٗ لَمْ يَنْفَعْهُ صَالِحٌ مِنْ عَمَلِهٖ سَلَفَ ، وَ مَنْ كَفَرَ بِهٖ ، وَ كَذَّبَهٗ لَمْ يُعَاقَبْ بِشَيْءٍ مِنْ عَمَلِهٖ ، وَ قَالَ حَسَنُ الْاَشْيَبُ : بِشَيْءٍ مِنْ عَمَلِهٖ سَلَفَ ، وَ اَنَّهٗ سَيَظْهَرُ اَوْ قَالَ : سَوْفَ يَظْهَرُ عَلَى الْاَرْضِ كُلِّهَا اِلَّا الْحَرَمَ ، وَ بَيْتَ الْمَقْدِسِ ، وَ اِنَّهٗ يَحْصُرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ فَيُزَلْزَلُوْنَ زِلْزَالاً شَدِيْداً ، ثُمَّ يُهْلِكُهُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى وَ جُنُوْدَهٗ حَتّٰى اَنْ جِذْمَ الْحَائِطِ اَوْ قَالَ : اَصْلَ الْحَائِطِ وَ قَالَ حَسَنُ الْاَشْيَبُ : وَ اَصْلُ الشَّجَرَةِ لَيُنَادِيْ اَوْ قَالَ : يَقُوْلُ : يَا مُؤْمِنُ ! اَوْ قَالَ :

اوران ستاروں کا اپنے مطالع سے ٹلنا زمین کے بڑے لوگوں کی موت کے لئے ہوتا ہے۔ یہ لوگ غلط کہتے ہیں۔ بلکہ وہ اللہ کی نشانیوں میں سے کچھ نشانیاں ہیں جن سے انکے بندے عبرت حاصل کرتے ہیں اور حق تعالی دیکھتے ہیں کہ کون ان خبروں کو دیکھ کر توبہ کرتا ہے۔ بخدا جب سے کہ میں اس جگہ نماز پڑھنے کھڑا ہوا ہوں۔ اس وقت سے میں نے وہ اہم باتیں دیکھی ہیں جو تم کو دنیا اور آخرت کے متعلق پیش آنے والی ہیں۔ بخدا قیامت اس وقت تک برپا نہ ہوگی جب تک کہ تیس جھوٹے نہ نکل لیں جن میں سب سے آخری کانا دجال ہوگا۔ جس کی بائیں آنکھ یوں پچی ہوئی ہوگی جیسے ابو یحییٰ کی آنکھ۔ ابو یحییٰ انصار میں ایک بڈھا تھا جو کہ آپ ﷺ کے اور حجرۂ عائشہ کے درمیان بیٹھا تھا اور جس وقت وہ نکلے گا اس وقت وہ کہے گا کہ میں خدا ہوں۔ پس جو کوئی اس کی بات مانے گا اور اسے سچا جانے گا اور اس کی پیروی کرے گا تو اس کا کوئی نیک کام جو پیشتر اسنے کیا تھا نافع نہ ہوگا اور جو کوئی اس کا انکار کرے گا اور اس کی تکذیب کرے گا اسکو اسکے برے کام پر جو اس نے پیشتر کیا تھا سزا نہ دی جائے گی اور وہ تمام زمین پر غالب ہوگا بجز حرم اور بیت المقدس کے اور وہ بیت المقدس میں مسلمانوں کا محاصرہ کرے گا پس پہلے تو ان کو خوب جھڑ جھڑایا جائے گا (یعنی بہت تکلیفیں دی جائیں گی تا کہ ان کا پورے طور پر امتحان ہو جائے) اس کے بعد (جبکہ مومنین کا امتحان ہو جائے گا تو) اللہ تعالی اس کو اور اسکے لشکر کو ہلاک کرے گا، یہاں تک کہ دیوار اور درخت کی جڑ آواز دے گی کہ

يَا مُسْلِمُ ! هٰذَا يَهُودِيٌّ أَوْ قَالَ : هٰذَا كَافِرٌ ، تَعَالَ فَاقْتُلْهُ ، قَالَ : وَ لَنْ يَكُونَ ذٰلِكَ كَذٰلِكَ حَتّٰى تَرَوْا أُمُوراً يَتَفَاقَمُ شَأْنُهَا فِي أَنْفُسِكُمْ ، وَ تَسَائَلُونَ بَيْنَكُمْ هَلْ كَانَ نَبِيُّكُمْ ذَكَرَ لَكُمْ مِنْهَا ذِكْراً ؟ وَ حَتّٰى تَزُوْلَ جِبَالٌ عَلٰى مَرَاتِبِهَا (فى الصراح ، قال الخليل : المراتب فى الْجَبَلِ والصَّحَارِى هى الأحلام التى ترقب فيها العون و الرقباء) ثُمَّ عَلٰى إِثْرِ ذٰلِكَ الْقَبْضُ قَالَ : ثُمَّ شَهِدْتُ خُطْبَةً لِسَمُرَةَ ﷺ ذَكَرَ فِيهَا هٰذَا الْحَدِيثَ فَمَا قَدَّمَ كَلِمَةً ، وَ لَا أَخَّرَهَا عَنْ مَوْضِعِهَا . رواه الإمام أحمد فى مسنده (٥:١٦).

و فى مجمع الزوائد (١:٢٢٥) بعد عزوه إلى المسند ما نصه : و الطبرانى فى الكبير ، إلا أنه زاد : و أَنَّهُ سَيَظْهَرُ عَلَى الْأَرْضِ كُلِّهَا إِلَّا الْحَرَمَ وَ بَيْتَ الْمُقَدَّسِ ، و قال أيضا : قال الأسود بن قيس : و حسبت أنه قال : فَيُصْبِحُ فِيهِمْ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ عليه السلام فَيَهْزِمُهُ اللهُ وَ جُنُودَهُ و الباقى بنحوه ، قال الترمذى فيما رواه منه : حديث حسن صحيح اهـ.

قلت : رواه مختصرا من طريق سفيان عن الأسود بن قيس ، فذكره ، و أبو كامل هو مظفر بن مدرك ثقة متقن ، كان لا يحدث إلا من ثقة ، كذا فى التقريب (ص–٢٠٩) ، و زهير هو ابن معاوية من رجال الستة ثقة ثبت إلا أن سماعه عن أبى إسحاق بآخره ، كما فى التقريب (ص–٨٢و٨٣) أيضا . فالحديث حسن صحيح وهو مراد صاحب مجمع الزوائد من نقل قول الترمذى ، فافهم ، و احفظ.

اے مومن!...... یہ یہودی ہے...... آ! اور اسے قتل کر!...... اور یہ واقعات اس وقت تک ظہور پذیر نہ ہونگے تا وقتیکہ ایسے امور نہ دیکھو جن کو تم اپنے دل میں بہت بڑا (خطرناک) سمجھو اور آپس میں اس کا تذکرہ کرو کہ کیا تمہارے نبی ﷺ نے ان باتوں کا تم سے کوئی تذکرہ کیا ہے اور یہاں تک کہ پہاڑ اپنی گھاٹیوں میں غائب ہو جائیں گے، پھر اسکے بعد (لوگوں کی جانیں) قبض کی جائیں گی، اسکے بعد میں دوسری مرتبہ سمرۃ کے تقریر میں شریک ہوا تو انہوں نے اس میں بھی اس مضمون کو بیان فرمایا اور ایک لفظ کو بھی مقدم و مؤخر نہیں کیا۔ اس کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور طبرانی کی روایت میں یہ مضمون زائد ہے کہ مسلمانوں میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام تشریف لائیں گے اور اللہ تعالی اسکو (یعنی دجال) اور اسکے لشکر کو شکست دے گا۔ اور یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ترمذی نے اس کو اختصار کے ساتھ روایت کر کے حسن صحیح کہا ہے۔

۲۱۶٤– وعند مسلم (۱:۲۹۷) من حديث جابر ﷺ: مَا مِنْ شَيْءٍ تُوْعَدُوْنَهُ اِلَّا وَ قَدْ رَاَيْتُهُ فِيْ صَلَاتِيْ هٰذِهٖ، لَقَدْ جِيْئَ بِالنَّارِ، وَ ذٰلِكُمْ حِيْنَ رَاَيْتُمُوْنِيْ تَاَخَّرْتُ مَخَافَةَ اَنْ يُصِيْبَنِيْ مِنْ لَفْحِهَا . وَ حَتّٰى رَاَيْتُ فِيْهَا صَاحِبَ الْمِحْجَنِ يَجُرُّ قُصْبَهٗ فِي النَّارِ كَانَ يَسْرِقُ الْحَاجَّ بِمِحْجَنِهٖ، فَاِنْ فُطِنَ لَهٗ قَالَ: اِنَّمَا تَعَلَّقَ بِمِحْجَنِيْ، وَ اِنْ غُفِلَ عَنْهُ ذَهَبَ بِهٖ، وَ حَتّٰى رَاَيْتُ فِيْهَا صَاحِبَةَ الْهِرَّةِ الَّتِيْ رَبَطَتْهَا فَلَمْ تُطْعِمْهَا وَ لَمْ تَدَعْهَا تَاْكُلُ مِنْ خَشَاشِ الْاَرْضِ حَتّٰى مَاتَتْ جُوْعًا، ثُمَّ جِيْئَ بِالْجَنَّةِ، وَ ذٰلِكُمْ حِيْنَ رَاَيْتُمُوْنِيْ تَقَدَّمْتُ حَتّٰى قُمْتُ فِيْ مَقَامِيْ، وَ لَقَدْ مَدَدْتُ يَدِيْ، وَ اَنَا اُرِيْدُ اَنْ اَتَنَاوَلَ مِنْ ثَمَرِهَا لِتَنْظُرُوْا اِلَيْهِ، ثُمَّ بَدَا لِيْ اَنْ لَا اَفْعَلَ، فَمَا مِنْ شَيْءٍ تُوْعَدُوْنَهُ اِلَّا قَدْ رَاَيْتُهُ فِيْ صَلَاتِيْ هٰذِهٖ اه.

۲۱٦٥– عن: عبد الرحمن بن سمرة وَ كَانَ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: كُنْتُ اَرْمِيْ بِاَسْهُمٍ لِيْ بِالْمَدِيْنَةِ فِيْ حَيَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِذْ كَسَفَتِ الشَّمْسُ فَنَبَذْتُهَا،

۲۱۶۴–مسلم کے یہاں بروایت جابرؓ یہ مضمون مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ میں فرمایا کہ جن جن اہم چیزوں کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے میں نے اپنی اس نماز میں سب کو دیکھ لیا ہے۔ چنانچہ میرے سامنے دوزخ لائی گئی اور یہ اس وقت ہوا جبکہ میں اس کے ڈر سے پیچھے ہٹا تھا کہ مبادا مجھے اس کی لپٹ لگ جائے اور یہاں تک کہ میں نے اس میں صاحب مجن کو دیکھا کہ وہ اپنی آنتیں آگ میں گھسیٹ رہا ہے، یہ شخص اپنی سر مڑی ہوئی لاٹھی سے حاجیوں کا مال چراتا تھا، اب اگر کوئی واقف ہو جاتا تو کہہ دیتا کہ میری لاٹھی میں الجھ گئی تھی۔اور اگر واقف نہ ہوتا تو لے کر چلتا ہوتا اور یہاں تک کہ میں نے اس میں اس بلی والی کو دیکھا جس نے اسے باندھ رکھا تھا، نہ اسے کھانے کو دیتی تھی اور نہ اسے چھوڑتی تھی کہ وہ زمین کے جانور کھائے یہاں تک کہ وہ بھوکی مرگئی۔اس کے بعد میرے سامنے جنت لائی گئی اور یہ اس وقت ہوا جبکہ تم نے مجھے آگے بڑھتے دیکھا، یہاں تک کہ میں اپنی پہلی جگہ پر کھڑا ہو گیا اور میں نے اس غرض سے ہاتھ بڑھایا کہ میں اس کا پھل لے لوں تاکہ تم اسے دیکھو، اسکے بعد میری رائے ہوئی کہ میں ایسا نہ کروں (کیونکہ اس سے مصلحت ایمان بالغیب فوت ہوتی ہے۔دوسرے جنت کی اشیاء کا لوگ تحمل بھی نہیں کر سکتے) خلاصہ یہ کہ جن اہم چیزوں کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ میں دیکھ چکا ہوں (پس میری خبروں کا منشاء اس سے پہلے اخبار صادقہ تھیں اور اب اخبار و مشاہدہ دونوں ہیں)۔

فائدہ:اس حدیث میں بھی خطبہ سے مراد خطبہ اصطلاحی نہیں بلکہ وعظ و نصیحت مراد ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔پس یہ روایت بھی امام صاحبؒ کے خلاف نہیں۔

۲۱۶۵–عبدالرحمٰن بن سمرہؓ صحابی سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی حیات میں مدینہ میں تیراندازی کرتا تھا کہ

فَقُلْتُ : وَ اللهِ لَأنظُرَنَّ اِلٰى مَا حَدَثَ لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِىْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ ، قَالَ : فَاَتَيْتُهُ وَ هُوَ قَائِمٌ فِى الصَّلَاةِ رَافِعٌ يَدَيْهِ ، فَجَعَلَ يُسَبِّحُ ، وَ يَحْمَدُ ، وَ يُهَلِّلُ ، وَ يُكَبِّرُ ، وَ يَدْعُوْ حَتّٰى حُسِرَ عَنْهَا قَالَ فَلَمَّا حُسِرَ عَنْهَا قَرَأَ سُوْرَتَيْنِ ، وَ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ . رواه مسلم (١:٢٩٩).

٢١٦٦— وفى المنتقى متن النيل (٣:٢٢١) : و قد روى بإسناد حسان من حديث سمرة ، و النعمان بن بشير ، و عبد الله بن عمر : وَ اَنَّهُ ﷺ صَلَّاهَا رَكْعَتَيْنِ ، كُلَّ رَكْعَةٍ بِرُكُوْعٍ . و الأحاديث بذلك كله لأحمد ، و النسائى ، و الأحاديث المتقدمة بتكرار الركوع أصح و أشهر اه.

٢١٦٧— عن : عبد الله بن عمر رضى الله عنهما قَالَ : لَمَّا كَسَفَتِ الشَّمْسُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ نُوْدِىَ اِنَّ الصَّلَاةَ جَامِعَةٌ . رواه البخارى (١:١٤٢).

٢١٦٨— عن : عائشة رضى الله عنها : اَنَّ النَّبِىَّ ﷺ صَلّٰى بِهِمْ فِىْ كُسُوْفِ الشَّمْسِ

آفتاب کو گرھن لگا۔ پس میں نے تیر پھینکے اور دل میں کہا کہ میں ضرور اس بات کو دیکھوں گا جو رسول اللہ ﷺ کے لئے کسوفِ شمس کے باب میں نئی پیش آئی ہوگی، سو میں آیا تو آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہوئے تھے اور ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے، پس آپ ﷺ تسبیح تحمید، تہلیل، تکبیر اور دعا کرتے رہے یہاں تک کہ سورج گرھن سے نکل گیا، اسکے بعد آپ ﷺ نے دو سورتیں پڑھیں اور دو رکعت نماز پڑھی۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۲۱۶۶- منتقی میں ہے کہ سمرہ اور نعمان بن بشیر اور عبداللہ بن عمرو ﷺ سے حسن سندوں سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے دو رکعتیں، ہر رکعت ایک رکوع سے پڑھی اور یہ تمام حدیثیں احمد اور نسائی کی ہیں۔ لیکن تکرارِ رکوع کی حدیثیں زیادہ صحیح اور زیادہ مشہور ہیں۔

__فائدہ__: تعددِ رکوعات کی روایتیں گو بظاہر سنداً اصح ہیں مگر ان میں اختلاف اور اضطراب ہے اور دوسرے وہ اصولِ عام کے خلاف ہیں اور وحدتِ رکوع کی روایات گو سنداً ان سے کم ہوں۔ مگر نہ ان میں تعارض ہے اور نہ عام قانون کی مخالفت، اس لئے انہی کو ترجیح ہوگی۔ واللہ اعلم۔ میں نے اس روایت کا ترجمہ اسکے الفاظ کے موافق کیا ہے اور نوویؒ کی تاویل مجھے پسند نہیں آئی۔

۲۱۶۷- عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ جب جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں سورج گرھن ہوا تو الصلوة جامعة کا اعلان کرایا گیا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

__فائدہ__: اس سے صلوة کسوف کے لئے اعلان کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

أَرْبَعَ رَكْعَاتٍ فِيْ سَجْدَتَيْنِ الْأُوْلٰى أَطْوَلُ. رواه البخاری (۱:۱۴۵).

۲۱۶۹– عن: أبی موسی ﷺ قَالَ: خَسَفَتِ الشَّمْسُ، فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَزِعًا يَخْشٰى أَنْ تَكُوْنَ السَّاعَةُ، فَأَتَى الْمَسْجِدَ، فَصَلّٰى بِأَطْوَلِ قِيَامٍ، وَ رُكُوْعٍ، وَ سُجُوْدٍ رَأَيْتُهُ قَطُّ يَفْعَلُهُ، وَ قَالَ: هٰذِهِ الْآيَاتُ الَّتِيْ يُرْسِلُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ لَا تَكُوْنُ لِمَوْتِ أَحَدٍ، وَ لَا لِحَيَاتِهٖ، وَ لٰكِنْ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهَا عِبَادَهٗ، فَإِذَا رَأَيْتُمْ شَيْئًا مِنْ ذٰلِكَ فَافْزَعُوْا إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ، وَ دُعَائِهٖ، وَ اِسْتِغْفَارِهٖ. رواه البخاری (۱:۱۴۵).

باب الاستسقاء بالدعاء و بالصلاۃ

۲۱۷۰– عن: أنس بن مالك ﷺ قَالَ: بَيْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ جَائَهٗ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَحَطَ الْمَطَرُ فَادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَسْقِيَنَا، فَدَعَا فَمُطِرْنَا،

۲۱۶۸- حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورج گرھن میں دو رکعتیں چار رکوع سے پڑھیں جن میں سے پہلی رکعت دوسری سے لمبی تھی۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: واقعہ جزئیہ سے قانون عام ثابت نہیں ہوتا ممکن ہے کہ یہ تطویل کسی خاص وجہ سے ہو۔ پس یہ روایت امام صاحبؒ کے خلاف نہیں۔

۲۱۶۹- ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ سورج گرھن ہوا تو رسول اللہ ﷺ گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے کیونکہ انہیں خوف ہوا کہ کہیں قیامت نہ ہو (یہ خوف اس وجہ سے ہوا کہ گرھن غیر معمولی ہوگا) سو آپ ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور اتنے لمبے قیام اور رکوع اور سجدہ کے ساتھ نماز پڑھائی کہ اس سے پہلے میں نے آپ ﷺ کو کبھی اتنا طول کرتے نہیں دیکھا اور فرمایا کہ یہ اللہ تعالی کے دلائل قدرت ہیں جن کو اللہ تعالی اپنے بندوں کی عبرت کے لئے بھیجتا ہے۔ یہ کسی کے مرنے جینے کے لئے نہیں ہوتیں بلکہ اللہ ان سے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے پس جبکہ تم ان باتوں کو دیکھو تو گھبرا کر اللہ کے ذکر (نماز) اور دعا اور استغفار کی طرف چلو۔ اس کو بھی بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے بھی رکوع کا ایک ہی ہونا ظاہر ہوتا ہے ورنہ جس طرح طول کے غیر معمولی ہونے کی وجہ سے اسکو بیان کیا ہے، تعدد رکوع کو بھی بیان کرتے اور اس لئے اس روایت سے وحدتِ رکوع کی راویات کو سندی اعتبار سے بھی قوت ہو جائیگی۔

فَمَا كِدْنَا اَنْ نَصِلَ اِلٰى مَنَازِلِنَا ، فَمَا زِلْنَا نُمْطَرُ اِلَى الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ . قَالَ : فَقَامَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ اَوْ غَيْرُهُ فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يَصْرِفَهُ عَنَّا . فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا ، وَ لَا عَلَيْنَا . قَالَ : فَلَقَدْ رَاَيْتُ السَّحَابَ يَتَقَطَّعُ يَمِيْناً وَ شِمَالاً يُمْطَرُوْنَ ، وَ لَا يُمْطَرُ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ رواه البخاری (۱۳۸:۱) . و فی لفظ ذکره البخاری فی باب رفع الناس أیدیهم مع الإمام فی الاستسقاء : وَرَفَعَ النَّاسُ اَيْدِيَهُمْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَدْعُوْنَ اه.

۲۱۷۱— عن : عامر بن خارجة بن سعد عن جده : اَنَّ قَوْماً شَكَوْا اِلَى النَّبِيِّ ﷺ قَحْطَ الْمَطَرِ فَقَالَ : اُجْثُوْا عَلَى الرُّكَبِ ثُمَّ قُوْلُوْا : يَا رَبِّ ! يَا رَبِّ ! . الحديث رواه أبو عوانة فی صحیحه من زیاداته ، کذا فی التلخیص الحبیر (۱۴۸:۱) . ونقله فی عمدة القاری (۴۴۱:۳) و أتمه بزیادة ، قَالَ : فَفَعَلُوْا فَسُقُوْا ، حَتّٰى اَحَبُّوْا اَنْ يُكْشَفَ عَنْهُمْ . اه.

باب دعا اور نماز کے ذریعہ سے بارش مانگنے کے بیان میں

۲۱۷۰-انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ اس اثناء میں کہ رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن خطبہ پڑھ رہے تھے، ایک شخص آیا اور کہا کہ یارسول اللہ! بارش نہیں ہوتی آپ ﷺ حق تعالی سے دعاء فرمائیں کہ وہ بارش کرے۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی تو ہم گھر بھی نہ پہنچنے پائے کہ بارش ہوگئی اور آئندہ جمعہ تک مینہ برستا رہا۔ آئندہ جمعہ کو وہی شخص یا کوئی دوسرا شخص کھڑا ہوا اور کہا کہ یارسول اللہ! دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالی بارش کو ہم سے دور کردے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ! ہمارے اردگرد برسایئے اور ہم پر نہ برسایئے، تو میں نے دیکھا کہ ابر پھٹا اور دائیں بائیں بارش ہو رہی تھی۔ اور اہل مدینہ پر بارش نہ ہوتی تھی۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لوگوں نے بھی دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔

۲۱۷۱-عامر بن خارجہ بن سعد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے بارش کے نہ ہونے کی شکایت کی، آپ ﷺ نے فرمایا اچھا! دوزانو ہو کر بیٹھ جاؤ اور کہو یارب یارب الحدیث۔ اس کو ابوعوانہ نے صحیح میں روایت کیا ہے اور عمدة القاری میں اس روایت میں یہ مضمون اور زائد ہے کہ لوگوں نے ایسا ہی کیا اور اسقدر بارش ہوئی کہ انہوں نے چاہا کہ بارش بند ہو جائے۔

۲۱۷۲– عن : ابن عباس رضی اللہ عنہما قَالَ : جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللهِ ! لَقَدْ جِئْتُكَ مِنْ عِنْدِ قَوْمٍ مَا يَتَزَوَّدُ لَهُمْ رَاعٍ ، وَ لَا يَخْطِرُ لَهُمْ فَحْلٌ . فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ ، فَحَمِدَ اللهَ ، ثُمَّ قَالَ : اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثاً مُغِيثاً مَرِيئاً طَبَقاً مَرِيعاً غَدَقاً عَاجِلاً غَيْرَ رَائِثٍ . ثُمَّ نَزَلَ فَمَا يَأْتِيهِ أَحَدٌ مِنْ وَجْهٍ مِنَ الْوُجُوهِ إِلَّا قَالُوا : قَدْ أُحْيِينَا (أی مطرنا لما كان المطر سببا للحياة عبر عن نزوله بالإحياء. نيل الأوطار) . رواه ابن ماجة ، وفی الزوائد : إسناده صحيح ، و رجاله ثقات ، كذا فی تعليق السندی علی ابن ماجة (۱:۱۹۹) و فی عمدة القاری (۳:۴۴۱) : و فی التلخيص الحبير (۱:۱۵۱) : رواه أبو عوانة فی صحيحه ، و فی نيل الأوطار (۳:۲۳۶) : رجاله ثقات اھ.

۲۱۷۳– عن : الشعبی قَالَ : خَرَجَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ يَسْتَسْقِیْ ، فَلَمْ يَزِدْ عَلَى الْاِسْتِغْفَارِ ، فَقَالُوْا : مَا رَأَيْنَاكَ اِسْتَسْقَيْتَ . فَقَالَ : لَقَدْ طَلَبْتُ الْغَيْثَ بِمَجَادِيحِ السَّمَاءِ الَّتِیْ يُسْتَنْزَلُ بِهَا الْمَطَرُ . ثُمَّ قَرَأَ ﴿اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ﴾ الآية . رواه سعيد بن منصور فی سننه (عمدة القاری ، ۳:۴۴۱) . قال العينی فی العمدة : و فی سنن سعيد بن منصور بسند جيد إلی الشعبی قال : خرج ، فذكره .قلت : وهو منقطع فإن الشعبی عن عمر مرسل ،

۲۱۷۲-ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ یارسول اللہ! میں ایسے لوگوں کے پاس سے آیا ہوں جن کا چرواہا (بوجہ غلہ کی کمی کے) اپنے ساتھ کھانا نہیں لیجاتا اور جن کا سانڈ (بوجہ ضعف کے جو کہ چارہ کی کمی کی وجہ سے ہے) نہیں چلتا، یہ سن کر آپ ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ کی حمد کی، اسکے بعد فرمایا اللهم اسقنا غيثا مغيثا مرئيا طبقا مريعا غدقا عاجلا غير رائث یہ دعا کر کے آپ ﷺ اتر آئے، اس کے بعد جو کوئی کسی طرف سے آتا تھا یہی کہتا تھا کہ ہمارے یہاں بارش ہوئی۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح اور راوی ثقہ ہیں اور ابوعوانہ نے اس کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

۲۱۷۳-شعبی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ استسقاء کے لئے نکلے تو وہاں جا کر آپؓ نے صرف استغفار کیا، لوگوں نے کہا کہ ہم نے آپ کو بارش طلب کرتے تو دیکھا ہی نہیں، آپؓ نے فرمایا کہ میں نے ایسی چیز سے بارش طلب کی ہے جو کہ مشابہ ہے انواء کے جن کے سبب سے بارش ہوتی ہے، اس کے بعد آپؓ نے یہ آیت پڑھی استغفروا ربكم ثم توبوا اليه الخ۔ اس کو سعید بن منصور نے

(أى منقطع) كما فى تهذيب التهذيب (٥:٦٦) و فيه أيضاً : قال العجلى : لا يكاد الشعبى يرسل إلا صحيحا اه.

٢١٧٤– حدثنا : عبد الله بن مسلمة عن مالك عن يحيى بن سعيد عن عمرو بن شعيب أن رسول الله ﷺ ح و حدثنا سهل بن صالح نا على بن قادم نا سفيان عن يحى بن سعيد عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِذَا اسْتَسْقَى قَالَ : اَللّٰهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَ بَهَائِمَكَ وَ انْشُرْ رَحْمَتَكَ وَ اَحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ . هذا لفظ حديث مالك رواه أبو داود (١:٤٥٧) و سكت عنه هو و المنذرى كما فى عون المعبود . وقال النووى فى الأذكار : إسناده صحيح اه.

٢١٧٥– عن : عباد بن تميم عن عمه ﷺ قَالَ : رَاَيْتُ النَّبِىَّ ﷺ يَوْمَ خَرَجَ يَسْتَسْقِىْ . قَالَ : فَحَوَّلَ اِلَى النَّاسِ ظَهْرَهٗ وَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ يَدْعُوْ ، ثُمَّ حَوَّلَ رِدَائَهٗ ، ثُمَّ صَلّٰى لَنَا رَكْعَتَيْنِ جَهَرَ فِيْهِمَا بِالْقِرَائَةِ . رواه البخارى (١:١٣٩) . و فى لفظ (١:١٤٠) له :

روایت کیا ہے، یہ سند شعبی تک جید ہے اور شعبی اور حضرت عمرؓ کے درمیان انقطاع ہے مگر یہ انقطاع اس لئے مضر نہیں کہ شعبی اسی وقت ارسال کرتے ہیں جبکہ ان کے نزدیک روایت صحیح ہو۔

۲۱۷۴-عمرو بن شعیب سے مرسلاً و مسنداً مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب استغفار کرتے تو فرماتے اللهم اسق عبادك و بهائمك وانشر رحمتك و احى بلدك الميت (اے اللہ اپنے بندوں اور اپنے جانوروں کو سیراب کر اور اپنی رحمت کو پھیلا دے اور اپنے بنجر علاقے کو آباد کر دے) اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور انہوں نے اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے اور نووی نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ استسقاء استغفار اور دعا کا ہی نام ہے اور یہی امام اعظم ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے ،باقی جن روایات میں نماز کا ذکر ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے کبھی نماز پڑھی اور کبھی چھوڑ دی لہذا نماز کی سنیت ثابت نہیں ہوتی۔البتہ دونوں مستحب ہیں۔لیکن نماز زیادہ افضل ہے کیونکہ یہ دعاء واستغفار کو بھی شامل ہے۔

۲۱۷۵-عباد بن تمیم اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس روز دیکھا جس روز آپ ﷺ استسقاء کے لئے تشریف لے گئے، پس آپ ﷺ نے دعا کرتے ہوئے لوگوں کی طرف پیٹھ کی اور قبلہ کی طرف منہ کیا،اس کے بعد

اِسۡتَسۡقٰی فَصَلّٰی رَکۡعَتَیۡنِ ، وَ قَلَبَ رِدَائَہٗ اھ.

۲۱۷۶– عن : عائشة رضی اللہ عنہا قَالَتۡ : شَکَی النَّاسُ اِلٰی رَسُوۡلِ اللّٰہِ ﷺ قُحُوۡطَ الۡمَطَرِ ، فَاَمَرَ بِمِنۡبَرٍ فَوُضِعَ لَہٗ فِی الۡمُصَلّٰی وَ وَعَدَ النَّاسَ یَوۡمًا یَخۡرُجُوۡنَ فِیۡہِ ، قَالَتۡ عَائِشَۃُ فَخَرَجَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ حِیۡنَ بَدَا حَاجِبُ الشَّمۡسِ فَقَعَدَ عَلَی الۡمِنۡبَرِ ، فَکَبَّرَ وَ حَمِدَ اللّٰہَ عز و جل ، ثُمَّ قَالَ : اِنَّکُمۡ شَکَوۡتُمۡ جَدۡبَ دِیَارِکُمۡ ، وَ اِسۡتِئۡخَارَ الۡمَطَرِ عَنۡ اِبَّانِ (بکسر همزة و تشدید موحدة بمعنی وقت معین و معهود مر هر چیزی را . أشعة اللمعات) زَمَانِہٖ عَنۡکُمۡ ، وَ قَدۡ اَمَرَکُمُ اللّٰہُ عز و جل اَنۡ تَدۡعُوۡہُ وَ وَعَدَکُمۡ اَنۡ یَسۡتَجِیۡبَ لَکُمۡ ، ثُمَّ قَالَ : اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ مَلِکِ (بقصر المیم . حاشیة أبی داود) یَوۡمِ الدِّیۡنِ. لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَفۡعَلُ مَا یُرِیۡدُ . اَللّٰھُمَّ اَنۡتَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنۡتَ ، اَنۡتَ الۡغَنِیُّ وَ نَحۡنُ الۡفُقَرَاءُ ، اَنۡزِلۡ عَلَیۡنَا الۡغَیۡثَ ، وَ اجۡعَلۡ مَا اَنۡزَلۡتَ لَنَا قُوَّۃً وَ بَلَاغًا اِلٰی حِیۡنٍ ، ثُمَّ رَفَعَ یَدَیۡہِ ، فَلَمۡ یَزَلۡ فِی الرَّفۡعِ حَتّٰی بَدَا بَیَاضُ اِبۡطَیۡہِ ، ثُمَّ حَوَّلَ اِلَی النَّاسِ ظَھۡرَہٗ ، وَ قَلَبَ اَوۡ (شك راوی ست در لفظ أو معنی هر دو یکی ست . أشعة اللمعات) حَوَّلَ رِدَائَہٗ وَ ھُوَ رَافِعٌ یَدَیۡہِ ، ثُمَّ اَقۡبَلَ عَلَی النَّاسِ ،

چادر کو الٹا پلٹا، اسکے بعد ہم کو دو رکعت نماز پڑھائی جن میں آپ ﷺ نے جہر کیا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے استسقاء کیا اور دو رکعت نماز پڑھائی اور چادر کو الٹ پلٹ کیا۔

فائدہ: حدیث کی دلالت صاحبینؒ کے مذہب پر ظاہر ہے کہ استسقاء میں نماز بھی پڑھنا مستحب ہے۔

۲۱۷۶- حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے بارش کے نہ ہونے کی شکایت کی، آپ ﷺ نے حکم دیا کہ عیدگاہ میں منبر پہنچا دیا جائے اور لوگوں سے فرمایا کہ فلاں روز استسقاء کے لئے عیدگاہ چلیں گے، پس جس وقت آفتاب کا کنارہ نکلا اس وقت آپ ﷺ روانہ ہوئے، اور منبر پر تشریف فرما ہوئے اور حق تعالیٰ کی حمد کی، اس کے بعد فرمایا کہ تم لوگوں نے اپنے وطنوں کی خشکی اور بارش کے اپنے شروع وقت سے ہٹ جانے کی شکایت کی اور حق تعالیٰ نے تم کو حکم دیا ہے کہ تم دعا کرو اور خود قبول کا وعدہ فرمایا ہے، اس کے بعد فرمایا الحمدلله رب العلمین الرحمن الرحیم. مالك یوم الدین لا اله الا الله یفعل ما یرید. اللهم انت الله لا اله الا انت. انت الغنی و نحن الفقراء انزل علینا الغیث واجعل ما انزلت لنا قوة و بلا غا الی حین. اس کے بعد ہاتھ اٹھائے اور برابر اٹھاتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے بغلوں کی سفیدی ظاہر ہوگئی

وَ نَزَلَ فَصَلّٰی رَكْعَتَيْنِ ، فَاَنْشَأَ اللّٰهُ سَحَابَةً فَرَعَدَتْ ، وَ بَرَقَتْ ثُمَّ اَمْطَرَتْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ، فَلَمْ يَأْتِ مَسْجِدَهٗ حَتّٰی سَالَتِ السُّيُوْلُ ، فَلَمَّا رَاٰی سُرْعَتَهُمْ اِلَى الْكِنِّ ضَحِكَ ﷺ حَتّٰی بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ ، فَقَالَ : اَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ، وَ اَنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ وَ رَسُوْلُهٗ . قال أبو داود (۴۵۵:۱) : هذا حديث غريب إسناده جيد اه . و قال النووی فی الأذكار : إسناده صحيح اه . ورواه أبو عوانة (فی صحيحه) و صححه أيضا أبو علی بن السكن (التلخيص الحبير ۱۴۹:۱) . وفی الدراية : صححه ابن حبان و الحاكم اه.

۲۱۷۷— عن : هشام بن إسحاق وهو ابن عبد الله بن كنانة عن أبيه قَالَ : اَرْسَلَنِیْ الْوَلِيْدُ بْنُ عُقْبَةَ وَ هُوَ اَمِيْرُ الْمَدِيْنَةِ اِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ اَسْاَلُهٗ عَنِ اِسْتِسْقَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَاَتَيْتُهٗ فَقَالَ : اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ مُتَبَذِّلاً مُتَوَاضِعاً مُتَضَرِّعاً حَتّٰی اَتَی الْمُصَلّٰی فَلَمْ يَخْطُبْ

(جس کے معنی تھے اللهم اعطنی ما سالتك) اس کے بعد ہاتھ اٹھانے کی حالت میں قلب ردا فرمائی۔(جسکے معنی تھے اللهم قلب حالنا كقلبنا ردائنا) پھر دعا سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف منہ کیا اور منبر سے نیچے تشریف لائے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پس اللہ تعالی نے (آپ ﷺ کی دعا قبول فرمائی اور) ایک بدلی پیدا کی۔ وہ گرجی اور چمکی پھر بحکم خدا برسی پس آپ ﷺ اپنی مسجد تک تشریف نہ لائے تھے کہ نالے بہہ گئے۔ پس جبکہ آپ ﷺ نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ بارش سے بچنے کے لئے ایسی شی کی طرف دوڑتے ہیں جو کہ بارش سے ان کی حفاظت کرے تو آپ ﷺ ہنسے یہاں تک کہ آپ ﷺ کی کچلیاں ظاہر ہو گئیں اور فرمایا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ حق تعالی ہر چیز پر قادر ہے اور میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ اس کو ابوداؤد نے جید السند کہا ہے۔ اور نووی، ابن السکن ،ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے اور ابوعوانہ نے اسے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

فائدہ: حدیث کی دلالت صاحبینؒ کے مذہب پر ظاہر ہے۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ خطبہ اور دعاء نماز سے قبل ہوا اور بعض دوسری روایات سے اس کا عکس معلوم ہوتا ہے۔ لہذا یہ سب احادیث امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی مؤید ہیں کہ استسقاء کے لئے کوئی خاص کیفیت مسنون نہیں بلکہ صرف دعاء پر اکتفاء کرنے یا نماز بعد الخطبہ یا خطبہ بعد الصلوۃ کا طریقہ اختیار کرنے میں وسعت ہے۔ لیکن اکثر کا عمل یہ ہے کہ خطبہ اور دعا نماز کے بعد ہو۔ عالمگیری میں اسی طرح ہے۔

۲۱۷۷- ہشام بن اسحق اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ مجھے ولید بن عقبہ نے جبکہ وہ مدینہ پر حاکم تھے۔ ابن عباسؓ کے پاس رسول اللہ ﷺ کے استسقاء کا طریقہ دریافت کرنے کے لئے بھیجا۔ پس میں انکے پاس آیا تو انہوں نے

خُطْبَتَكُمْ هٰذِهِ وَ لٰكِنْ لَمْ يَزَلْ فِي الدُّعَاءِ وَ التَّضَرُّعِ وَ التَّكْبِيرِ . وَ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ كَمَا كَانَ يُصَلِّيْ فِي الْعِيْدِ . رواه الترمذی (۷۳:۱) و قال : حسن صحيح ، و فی نصب الراية (۷۳:۱) : رواه أيضا ابن حبان فی صحيحه.

۲۱۷۸– عن : عمير مولى بنی أبی اللحم : اَنَّهُ رَاَى النَّبِيَّ ﷺ يَسْتَسْقِيْ عِنْدَ اَحْجَارِ الزَّيْتِ قَرِيْباً مِنَ الزَّوْرَاءِ قَائِماً يَدْعُوْ يَسْتَسْقِيْ رَافِعاً يَدَيْهِ قِبَلَ وَجْهِهٖ وَ لَا يُجَاوِزُ بِهِمَا رَأْسَهٗ . رواه أبو داود (۱:۴۵۳) و سكت عنه .

۲۱۷۹– عن : أنس بن مالك ؓ : اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اِسْتَسْقٰى فَاَشَارَ بِظَهْرِ كَفَّيْهِ

فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے معمولی لباس میں اور خاکسارانہ اور عاجزانہ روانہ ہوئے، یہاں تک کہ آپ ﷺ عیدگاہ پہنچے، سو وہاں پہنچ کر آپ ﷺ نے ایسی تقریر نہیں فرمائی جیسے کہ تمہاری موجودہ تقریر ہوتی ہے بلکہ آپ ﷺ دعا اور عجز و نیاز اور حق تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنے میں مصروف رہے اور اس طرح دو رکعتیں پڑھیں، جس طرح وہ عید میں پڑھتے تھے۔ اس کو ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے اور ابن حبان نے اسے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

<u>فائدہ</u>: صاحبین کے مذہب پر حدیث کی دلالت ظاہر ہے اور صلوۃ الاستسقاء کو صلوۃ العید کے ساتھ تشبیہ صرف عدد رکعات، جہر قراءت اور نماز کے قبل الخطبہ ہونے میں دی گئی ہے۔ اور اس تشبیہ کا یہ مقصد نہیں کہ اس میں بھی زائد تکبیریں کہی جائیں کیونکہ دوسری احادیث میں صراحت ہے کہ صرف ایک ہی تکبیر حضور ﷺ نے کہی اور ایک ہی تکبیر عام نماز کے اصول کے مطابق ہے اس لئے اسے ان روایات پر ترجیح دی جائیگی جن میں تعددِ تکبیرات کا ذکر ہے۔

۲۱۷۸- عمیر مولی ابی اللحمؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو احجار زیت کے پاس زوراء کے قریب یوں استسقاء کرتے ہوئے دیکھا کہ آپ ﷺ کھڑے ہوئے دعا کر رہے ہیں اور اپنے چہرے تک ہاتھ اٹھائے بارش مانگ رہے ہیں اور آپ ﷺ کے ہاتھ آپ کے سر سے اونچے نہ تھے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے (لہذا یہ حدیث ان کے ہاں صحیح یا کم از کم حسن ہے)۔

<u>فائدہ</u>: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ہاتھ زیادہ نہیں اٹھائے جبکہ پچھلی حضرت عائشہؓ کی حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے ہاتھ اتنے زیادہ اٹھائے کہ آپ ﷺ کے بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی تو ان دونوں (بظاہر معارض) حدیثوں میں یوں تطبیق دیں گے کہ کبھی ہاتھ تھوڑے اٹھائے اور کبھی زیادہ۔

اِلَی السَّمَاءِ . رواه مسلم (٢٩٣:١) . و رواه أبو داود (٤٥٤:١) و سکت عنه بلفظ : کَانَ یَسْتَسْقِیْ هٰکَذَا یَعْنِیْ وَ مَدَّ یَدَیْهِ وَ جَعَلَ بُطُوْنَهُمَا مِمَّا یَلِیْ الْاَرْضَ حَتّٰی رَاَیْتُ بَیَاضَ اِبْطَیْهِ اھ

أبواب صلاة الخوف

باب کیفیة صلاة الخوف

٢١٨٠ – عن : عبد الله بن عمر رضی الله عنهما قال : غَزَوْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ قِبَلَ نَجْدٍ فَوَازَیْنَا الْعَدُوَّ ، فَصَافَفْنَا لَهُمْ ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یُصَلِّیْ لَنَا ، فَقَامَتْ طَائِفَةٌ مَعَهٗ

٢١٧٩-انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے استسقاء فرمایا تو آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف کی (جسکے معنیٰ یہ تھے کہ اے اللہ ہماری حالت یوں بدلدے اور جو کہ دعا بالاشارہ تھی) اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور ابوداؤد نے اس کو، اسپر سکوت کرتے ہوئے بایں الفاظ روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ (کبھی کبھی) یوں استسقا کرتے تھے یعنی اپنے ہاتھ پھیلا کر اور ہتھیلیوں کو زمین کی طرف کر کے یہاں تک کہ میں نے آپ ﷺ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی۔

فائدہ: بعض دفعہ رسول اللہ ﷺ نے استسقاء کیلئے محض دعا پر بھی اکتفا فرمایا ہے اسی طرح حضرت عمرؓ نے بھی۔ پس امام صاحبؒ کا مذہب یہ ہے کہ استسقاء میں نماز اور خطبہ اور قلب رداء وغیرہ سنت موکدہ وسنت مقصودہ نہیں، باقی مطلق سنت کا ان کو انکار نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے جو فعل ثابت ہو اس کی مسنونیت مطلقہ سے کون انکار کرسکتا ہے یہ اور بات ہے کہ سنت زائدہ کہا جائے یا مقصودہ اور صاحبینؒ ودیگر ائمہؒ کا مذہب یہ ہے کہ استسقاء میں خطبہ ونماز سنت مقصودہ ہے اور حضور کا کبھی صرف دعاء پر اکتفا کرنا یا اس لئے تھا کہ اس وقت خاص مدینہ میں قحط نہ تھا، باہر والوں نے اپنے اطراف میں قحط کی شکایت کی تھی۔ یا اس لئے تھا کہ اس وقت تک کوئی خاص صورت وحی سے اسکے لئے مقرر نہ ہوئی تھی۔ واللہ اعلم۔ اور قلب رداء بالاتفاق سنت مقصودہ نہیں بلکہ سنت زائدہ ہے اور صاحبینؒ کے مذہب پر احادیث کی دلالت ظاہر ہے، ان پر علماء حنفیہؒ نے فتوی دیا ہے۔

ابواب صلوۃ الخوف

باب صلوۃ خوف کے طریقہ کے بیان میں

٢١٨٠-عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نجد کی جانب جہاد کیا، سو ہم دشمن کے مقابل ہوئے اور ان کے مقابلہ میں صف بستہ ہوئے۔ پس رسول اللہ ﷺ ہم کو نماز پڑھانے کھڑے ہوئے اور ایک جماعت آپ ﷺ کے ساتھ کھڑی ہوئی

وَ اَقْبَلَتْ طَائِفَةٌ عَلَى الْعَدُوِّ، فَرَكَعَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِمَنْ مَعَهُ ، وَ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ، ثُمَّ انْصَرَفُوْا مَكَانَ الطَّائِفَةِ الَّتِيْ لَمْ تُصَلِّ ، ، فَجَاؤُوْا ، فَرَكَعَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِهِمْ رَكْعَةً ، وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ، ثُمَّ سَلَّمَ ، فَقَامَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ ، فَرَكَعَ لِنَفْسِهِ رَكْعَةً ، وَ سَجَدَ سَجْدَتَيْنِ . رواه البخاری (۱:۱۲۸و ۱۲۹).

۲۱۸۱– أخبرنا : أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم (كلهم ثقات) فی صلاة الخوف قال : اِذَا صَلَّى الْاِمَامُ بِاَصْحَابِهِ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَ الْاِمَامِ وَ طَائِفَةٌ بِاِزَاءِ الْعَدُوِّ فَيُصَلِّيْ الْاِمَامُ بِالطَّائِفَةِ الَّذِيْنَ مَعَهُ رَكْعَةً ، ثُمَّ تَنْصَرِفُ الطَّائِفَةُ الَّذِيْنَ صَلَّوْا مَعَ الْاِمَامِ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَتَكَلَّمُوْا حَتّٰى يَقُوْمُوْا فِيْ مَقَامِ اَصْحَابِهِمْ ، وَ تَاْتِيْ الطَّائِفَةُ الْاُخْرٰى ، فَيُصَلُّوْنَ مَعَ الْاِمَامِ الرَّكْعَةَ الْاُخْرٰى ، ثُمَّ يَنْصَرِفُوْنَ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَتَكَلَّمُوْا حَتّٰى يَقُوْمُوْا فِيْ مَقَامِ اَصْحَابِهِمْ ، وَ تَاْتِيْ الطَّائِفَةُ الْاُوْلٰى حَتّٰى يُصَلُّوْا رَكْعَةً وُحْدَانًا ، ثُمَّ يَنْصَرِفُوْنَ فَيَقُوْمُوْنَ مَقَامَ اَصْحَابِهِمْ ، وَ تَاْتِيْ الطَّائِفَةُ الْاُخْرٰى حَتّٰى يَقْضُوْا الرَّكْعَةَ الَّتِيْ بَقِيَتْ عَلَيْهِمْ وُحْدَانًا .

اور دوسری جماعت دشمن کے مقابلہ میں کھڑی ہوئی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھ والوں کو ایک رکوع اور دو سجدے کرائے (یعنی ان کو ایک رکعت پڑھائی) اسکے بعد وہ اس جماعت کی جگہ آ گئے جس نے نماز نہ پڑھی تھی اور یہ جماعت ان کی جگہ چلی گئی۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ان کو ایک رکوع اور دو سجدے کرائے (یعنی دوسری رکعت پڑھائی) اسکے بعد آپ ﷺ نے سلام پھیرا پھر ہر ایک ان میں سے کھڑا ہوا اور اس نے اپنے لئے ایک رکوع اور دو سجدے کئے (یعنی اپنی ایک باقی رکعت پڑھی) اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

<u>فائدہ</u>: یہ اس صورت میں ہے جب کہ نماز دو رکعت والی ہو اور چار رکعت والی نماز کی صورت میں دو دو رکعتیں امام کے ساتھ پڑھیں گے۔

۲۱۸۱–ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں کہ جب امام خوف کے موقعہ پر اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائے تو ان میں سے ایک حصہ امام کے ساتھ کھڑا ہو اور دوسرا حصہ دشمن کے مقابلہ میں رہے، اسکے بعد امام اپنے ساتھ والے لوگوں کو ایک رکعت نماز پڑھائے، اسکے بعد یہ لوگ جنھوں نے امام کے ساتھ نماز پڑھی ہے بلا گفتگو کئے ہوئے ان لوگوں کی جگہ جائیں جنھوں نے نماز نہیں پڑھی اور وہ لوگ ان کی جگہ آئیں اور امام کے ساتھ دوسری رکعت پڑھیں، اس کے بعد یہ لوگ بلا گفتگو کئے ہوئے لوٹیں اور پہلی جماعت کی جگہ جائیں اور پہلی جماعت ان کی جگہ آ کر اکیلے اکیلے ایک رکعت پڑھیں، اسکے بعد یہ لوگ اپنی نماز پوری کر کے انکی جگہ جائیں جن کی ایک رکعت باقی ہے اور وہ ان کی جگہ آ کر باقی رکعت اکیلے اکیلے پڑھیں۔

رواه الإمام محمد في كتاب الآثار (ص—٣٥) - ثم قال محمد: أخبرنا أبو حنيفة قال: حدثنا الحارث بن عبد الرحمن عن عبد الله بن عباس رضي الله عنهما مثل ذلك اه.

قلت: الحارث هذا مقبول من أتباع التابعين كما في التقريب (ص—٢٦٩) فالإسناد منقطع، و هو مما لا يدرك بالرأي.

باب جواز صلاة الخوف بعد النبي عليه أفضل الصلاة و السلام

٢١٨٢— عن: حبيب: أَنَّهُمْ غَزَوْا مَعَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ ﷺ كَابُلَ، فَصَلَّى بِنَا صَلَاةَ الخَوْفِ. رواه أبو داؤد (١:٤٨٣) و سكت عنه.

٢١٨٣— عن: ثعلبة بن زهدم قال: كُنَّا مَعَ سَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ ﷺ بِطَبَرِسْتَانَ، فَقَامَ فَقَالَ:

اس کو امام محمد نے کتاب الآثار میں روایت کیا ہے، اس کے بعد ابن عباسؓ سے بھی بسند منقطع یہی مضمون روایت کیا ہے۔

فائدہ: ان روایتوں میں وہ مضمون مفصل ہے جس کو ابن عمرؓ نے اپنی روایت میں مجمل بیان کیا تھا یعنی یہ کہ امام کے سلام کے بعد مقتدی کس طرح نماز ادا کریں۔

فائدہ: صلوۃ الخوف کے دوسرے طریقہ بھی احادیث میں (خصوصاً ابوداؤد میں) مروی ہیں، ہر طریقہ پر عمل کرنا جائز ہے۔ لیکن مذکورہ بالا طریقہ جس پر احناف کا عمل ہے زیادہ راجح ہے کیونکہ یہ طریقہ قرآن میں مذکورہ طریقے کے مشابہ ہے اور احناف کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ وہ معارض احادیث میں سے اس حدیث پر عمل کرتے ہیں جو قرآن کے موافق ہو، کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس حدیث پر عمل کرو جو قرآن کے مطابق ہو (طبرانی عن ثوبان-ابن عساکر عن علی، بحوالہ کنز العمال-ص،١٠٣-١١١)

باب صلاۃِ خوف رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی باقی ہے

٢١٨٢-حبیب سے مروی ہے کہ لوگوں نے عبدالرحمٰن بن سمرہ کی ماتحتی میں کابل پر حملہ کیا تو انہوں نے صلوۃ الخوف پڑھائی۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔ (لہٰذا یہ حدیث ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے)۔

فائدہ: غزوۂ کابل رسول اللہ ﷺ کے بعد ہے اس لئے مدعا ثابت ہے کہ صلوۃ الخوف حضور ﷺ کی حیاۃ طیبہ کے ساتھ ہی مخصوص نہیں تھی بلکہ آپ ﷺ کے بعد بھی اسی طرح مشروع ہے۔

٢١٨٣-ثعلبۃ بن زید کہتے ہیں کہ ہم سعید بن العاصؓ کے ساتھ طبرستان میں تھے تو آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ

اَيُّكُمْ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ صَلَاةَ الْخَوْفِ ؟ فَقَالَ حُذَيْفَةُ : اَنَا فَصَلّٰى بِهٰؤُلَاءِ رَكْعَةً ، وَ بِهٰؤُلَاءِ رَكْعَةً ، وَ لَمْ يَقْضُوْا (أى مع الإمام) . رواه أبو داود (٤٨٣:١) وسكت عنه . و فى النيل (٢١٢:٣) : رجال إسناده رجال الصحيح اه.

٢١٨٤— حدثنا : عبد الأعلى عن يونس عن الحسن : اَنَّ اَبَا مُوْسٰى ﷺ صَلّٰى بِاَصْحَابِهٖ بِاَصْبَهَانَ ، فَصَلَّتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ مَعَهٗ ، وَ طَائِفَةٌ مُوَاجِهَةُ الْعَدُوِّ ، فَصَلّٰى بِهِمْ رَكْعَةً ، ثُمَّ نَكَصُوْا ، وَاَقْبَلَ الْآخَرُوْنَ يَتَخَلَّلُوْنَهُمْ ، فَصَلّٰى بِهِمْ رَكْعَةً ، ثُمَّ سَلَّمَ ، وَ قَامَتِ الطَّائِفَتَانِ ، فَصَلَّتَا رَكْعَةً . رواه ابن ابى شيبة (عون المعبود ٤٨٢:١) ، و رجاله ثقات .

باب طريق الصلاة الرباعية فى الخوف و ترك الصلاة عند التحام الحرب

٢١٨٥— عن : جابر ﷺ قال : كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِذَاتِ الرِّقَاعِ ، وَ اُقِيْمَتِ الصَّلَاةُ

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کس نے صلوۃ خوف پڑھی ہے؟ حذیفہؓ نے فرمایا کہ میں نے ، اسکے بعد انہوں نے ایک رکعت ایک فریق کو پڑھائی اور ایک رکعت ایک فریق کو ، اور انہوں نے باقی رکعت نہیں پڑھی ۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔ (لہذا یہ حدیث بھی ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے) اور نیل میں اس کے راویوں کو صحیح کے راوی کہا ہے۔

فائدہ: اس سے بھی رسول اللہ ﷺ کے بعد صلوۃِ خوف کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے۔

۲۱۸۴- حسن بصری کہتے ہیں کہ ابوموسی اشعریؓ نے اصفہان میں لوگوں کو صلوۃِ خوف پڑھائی تو ان میں سے ایک جماعت نے انکے ساتھ نماز پڑھی اور دوسری دشمن کے مقابل رہی ، پس انہوں نے اپنے ساتھ والوں کو ایک رکعت پڑھائی ، اس کے بعد وہ لوٹے اور دوسرے لوگ انکو چیرتے ہوئے ان کی جگہ آئے اور ان کو ایک رکعت پڑھائی ، اسکے بعد سلام پھیرا ۔ اس کے بعد دونوں جماعتیں کھڑی ہوئی اور اپنی اپنی ایک ایک رکعت جو باقی تھی پڑھی ۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقات ہیں۔

فائدہ: اس سے بھی رسول اللہ ﷺ کے بعد صلوۃِ خوف کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے کیونکہ اصفہان پر حملہ آپ ﷺ کے بعد ہوا ہے کیونکہ عجم کا کوئی علاقہ بھی آپ ﷺ کی حیاۃ طیبہ میں فتح نہیں ہوا۔

باب خوف کی حالت میں چار رکعت والی نمازوں کے پڑھنے کے طریق اور عین جنگ کی حالت میں ترکِ صلوۃ کے بیان میں

۲۱۸۵- جابرؓ سے روایت ہے کہ ہم ذات الرقاع میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے اور نماز کے لئے تکبیر کہی گئی تو آپ ﷺ

فَصَلّٰى بِطَائِفَةٍ رَكْعَتَيْنِ ، ثُمَّ تَاَخَّرُوْا ، وَ صَلّٰى بِالطَّائِفَةِ الْاُخْرٰى رَكْعَتَيْنِ ، فَكَانَ لِلنَّبِيِّ ﷺ اَرْبَعٌ ، وَ لِلْقَوْمِ رَكْعَتَانِ . متفق عليه ، كذا في النيل (٣:٢٠٩).

٢١٨٦— عن : أبي سعيد رضي الله عنه قال : حُبِسْنَا يَوْمَ الْخَنْدَقِ عَنِ الصَّلَاةِ حَتّٰى كَانَ بَعْدَ الْمَغْرِبِ بِهَوِيٍّ مِنَ اللَّيْلِ كُفِيْنَا ، وَ ذٰلِكَ قَوْلُ اللهِ عز و جل : ﴿ وَ كَفَى اللهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ، وَ كَانَ اللهُ قَوِيًّا عَزِيْزاً ﴾ قَالَ : فَدَعَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِلَالاً رضي الله عنه ، الحديث . و قد تقدم في الترتيب بين الفوائت.

٢١٨٧— عن : أنس بن مالك رضي الله عنه حَضَرْتُ عِنْدَ مُنَاهَضَةِ حِصْنِ تُسْتَرَ عِنْدَ اِضَائَةِ الْفَجْرِ وَ اشْتَدَّ اِشْتِعَالُ الْقِتَالِ فَلَمْ يَقْدِرُوْا عَلَى الصَّلَاةِ فَلَمْ نُصَلِّ اِلَّا بَعْدَ اِرْتِفَاعِ النَّهَارِ ،

نے ایک جماعت کو دو رکعتیں پڑھائیں۔ اس کے بعد وہ پیچھے ہو گئے اور دوسری جماعت کو دو رکعتیں پڑھائیں تو رسول اللہ ﷺ کی چار رکعتیں ہوئیں اور دونوں جماعتوں کی (آپ کے ساتھ) دو ہوئیں (اور باقی دو دو علیحدہ پڑھیں) یہ روایت متفق علیہ ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ امام مقیم ہو تو خوف کی حالت میں ہر جماعت کو دو دو رکعتیں پڑھائے۔ اور بعض روایات میں جو آیا ہے کہ حضور ﷺ نے ہر دو رکعت پر سلام کیا اس سے مراد تشہد ہے، احادیث میں تسلیم سے تشہد بھی مراد ہوا کرتا ہے۔ اور بعض روایات میں جو آیا ہے کہ حضر کی نماز چار رکعت ہے اور سفر کی دو رکعت اور خوف کی ایک رکعت اس کا مطلب یہ ہے کہ امام کے ساتھ ایک رکعت ہے اور ایک ایک رکعت ہر جماعت کو منفرداً پڑھنا ہوگی جیسا کہ دوسری روایات میں مصرح ہے، واللہ اعلم۔

٢١٨٦- ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ہم خندق کے زمانہ میں نماز سے روک دئے گئے۔ یہاں تک کہ مغرب کے بعد کچھ رات گئے ہم کو فراغت ہوئی اور یہی مصداق ہے حق تعالی کے اس قول کا و كفى الله المؤمنين القتال و كان الله قويا عزيزا تو آپ نے بلالؓ کو بلایا الی آخر الحدیث، یہ حدیث پوری قضا نمازوں کی ترتیب میں گذر چکی ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شدتِ مشغولی کی حالت میں ترکِ صلوۃ یعنی تاخیر عن وقتہا جائز ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حالتِ جنگ میں نماز جائز نہیں بلکہ قتال مفسدِ صلوۃ ہے کیونکہ اگر حالتِ جنگ میں نماز جائز ہوتی تو آپ ﷺ خندق کے روز چار نمازوں کو مؤخر نہ فرماتے۔

٢١٨٧- انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ میں تستر کی جنگ میں موجود تھا جو کہ صبح کے وقت ہو رہی تھی جنگ میں شدت کے

فَصَلَّيْنَاهَا وَ نَحْنُ مَعَ أَبِيْ مُوْسٰى ، فَفُتِحَ لَنَا . قَالَ : أَنَسٌ : وَ مَا يَسُرُّنِيْ بِتِلْكَ الصَّلَاةِ الدُّنْيَا وَ مَا فِيْهَا. هكذا علقه البخاري . و في فتح الباري (٢:٣٦٢) : و صله ابن سعد ، و ابن أبي شيبة من طريق قتادة عنه و ذكره خليفة في تاريخه ، و عمر بن شبة في أخبار البصرة من وجهين آخرين عن قتادة .و لفظ عمر سُئِلَ قَتَادَةُ عَنِ الصَّلَاةِ إِذَا حَضَرَ الْقِتَالُ فَقَالَ : حَدَّثَنِيْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّهُمْ فَتَحُوْا تُسْتَر وَ هُوَ يَوْمَئِذٍ عَلٰى مُقَدَّمَةِ النَّاسِ وَ عَبْدُ اللهِ بْنُ قَيْسٍ يَعْنِيْ أَبَا مُوْسٰى الأشعريَّ أَمِيْرُهُمْ و في رواية عمر بن شبة : حَتّٰى اِنْتَصَفَ النَّهَارُ اهـ.

أبواب الجنائز

باب توجيه المحتضر إلى القبلة على شقه الأيمن

٢١٨٨– عن : أبي قتادة ﷺ أن النبي ﷺ حِيْنَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ سَأَلَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ مَعْرُوْرٍ ﷺ

ساتھ مصروف تھی۔ اس لئے وہ لوگ نماز نہ پڑھ سکے۔ اور ہم نے دن چڑھے نماز پڑھی۔ اور ہم اس روز ابوموسیٰ ؓ کی ماتحتی میں تھے ،اس کے بعد ہم کو فتح ہوئی۔ انس ؓ کہتے ہیں کہ اس نماز کے عوض دنیا و مافیہا کے ملنے سے خوشی نہیں ہو سکتی۔ اس کو بخاری نے تعلیقاً روایت کیا ہے جس کو ابن سعد اور ابن ابی شیبہ نے موصول کیا ہے۔ اور عمر بن شبہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ قتادہ سے جنگ کی حالت میں نماز کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے انس بن مالک نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے تستر کو فتح کیا اور وہ اس روز مقدمۃ الجیش کے افسر تھے۔ اور ابوموسیٰ اشعریؓ انکے امیر اور سالار لشکر تھے۔ اور عمر بن شبہ کی ایک روایت میں ہے کہ ہم دو پہر ہونے تک نماز نہ پڑھ سکے۔

فائدہ: اس روایت سے بھی ثابت ہوا کہ شدت قتال کی وجہ سے نماز کو مؤخر کر دینا جائز ہے اور حضرت انس ؓ کا یہ فرمانا کہ مجھے اس نماز کے بدلہ میں دنیا و مافیہا بھی خوش نہیں کر سکتی اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ حضرات صحابہ ؓ فتوحات ملکی کی کوشش کی خوشی میں نماز کو وقت سے مؤخر نہ کرتے تھے بلکہ شرعی ضرورت اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے مجبوری کے وقت ایسا کرتے تھے۔

ابواب الجنائز

باب قریب المرگ آدمی کو دائیں کروٹ پر قبلہ رو لٹایا جائے

٢١٨٨- ابوقتادہ ؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے براء بن معرور کی حالت دریافت کی

فَقَالُوا : تُوُفِّيَ وَ اَوْصٰى اَنْ يُوَجَّهَ اِلَى الْقِبْلَةِ . فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : " اَصَابَ الْفِطْرَةَ " ثُمَّ ذَهَبَ ، فَصَلّٰى عَلَيْهِ . أخرجه الحاكم فى المستدرك ، و قال : حديث صحيح ، ولا أعلم فى توجيه المحتضر غيره (نصب الراية ١: ٣٤٠) .

٢١٨٩– عن : البراء بن عازب رضي الله عنه قال : قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِذَا اَتَيْتَ مَضْجَعَكَ ، فَتَوَضَّأْ وُضُوْئَكَ لِلصَّلاَةِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰى شِقِّكَ الْاَيْمَنِ وَ قُلْ : اَللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ اِلٰى اَنْ قَالَ : فَاِنْ مِتَّ ، مِتَّ عَلَى الْفِطْرَةِ . رواه البخارى (٢: ٩٣٣) .

باب ما يلقن المحتضر ، و ما يقوله ، و ما يقرأ عنده

٢١٩٠– عن : أبى هريرة رضي الله عنه مرفوعا : لَقِّنُوْا مَوْتَاكُمْ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ ، فَاِنَّهٗ مَنْ كَانَ آخِرُ كَلاَمِهٖ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ عِنْدَ الْمَوْتِ دَخَلَ الْجَنَّةَ يَوْماً مِنَ الدَّهْرِ وَ اِنْ اَصَابَهٗ قَبْلَ ذٰلِكَ مَا اَصَابَهٗ . رواه ابن حبان فى صحيحه ، و أحمد فى مسنده ، كذا فى كنز العمال (٨: ٨١) . وفى التلخيص الحبير (١: ١٥٢) عزاه إلى ابن حبان فقط ، و قال : غلط ابن الجوزى فعزاه

لوگوں نے عرض کیا کہ ان کا تو انتقال ہو چکا اور انہوں نے اپنے انتقال کے وقت کہا تھا کہ انکو قبلہ رو کر دیا جائے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انہوں نے دین کے مطابق کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ تشریف لے گئے اور نماز جنازہ پڑھی۔ اس کو حاکم نے روایت کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے اور کہا ہے کہ مجھے قریب المرگ کو قبلہ رو لٹانے کے باب میں اس کے سوا اور کوئی روایت نہیں ملی۔

۲۱۸۹- براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم سونے کے لئے لیٹو تو پہلے نماز کے قاعدہ سے وضو کرو، اس کے بعد دائیں کروٹ پر لیٹو اور اللھم اسلمت الخ پڑھو پس اگر تم ایسی حالت میں مرجاؤ تو دین پر مروگے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

<u>فائدہ</u>: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دائیں کروٹ پر مرنا بھی دین میں مرغوب ہے۔

باب قریب المرگ کو کس چیز کی تلقین کی جائے اور وہ کیا کہے اور اسکے پاس کیا چیز پڑھی جائے

۲۱۹۰- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے مُردوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کیا کرو، کیونکہ جس کا آخر کلام مرنے کے وقت لا الہ الا اللہ ہو وہ کبھی نہ کبھی جنت میں ضرور جائے گا اگرچہ اس سے پہلے اسکو (اسکے برے اعمال کی وجہ سے

إلى البخاري ، و ليس هو فيه . و أما المحب الطبري ، فجعله من المتفق عليه ، و ليس كذلك.

٢١٩١– عن : طلحة و عمر رضي الله عنهما قالا : سَمِعْنَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ : إِنِّيْ لَأَعْلَمُ كَلِمَةً لَا يَقُوْلُهَا رَجُلٌ يَحْضُرُهُ الْمَوْتُ إِلَّا وَجَدَ رُوْحُهُ لَهَا رَاحَةً حِيْنَ تَخْرُجُ مِنْ جَسَدِهٖ ، وَ كَانَتْ لَهٗ نُوْراً يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، و في لفظ : إِلَّا نَفَّسَ اللهُ عَنْهُ وَ أَشْرَقَ لَهٗ لَوْنُهٗ ، وَ رَأٰى مَا يَسُرُّهٗ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ . أخرجه أبو يعلى ، والحاكم بسند صحيح (شرح الصدور للحافظ السيوطي ص–١٥).

٢١٩٢– عن : أبي هريرة ﷺ (مرفوعا) : لَقِّنُوْ مَوْتَاكُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَ لَا تُمِلُّوْهُمْ ، فَإِنَّهُمْ فِيْ سَكَرَاتِ الْمَوْتِ . رواه الديلمي (كنز العمال ٨١:٨) و إسناده ضعيف على قاعدته.

٢١٩٣– عن : أبي الدرداء و عن أبي ذر رضي الله عنهما معاً مرفوعا : مَا مِنْ مَيِّتٍ يَمُوْتُ فَيُقْرَأُ عِنْدَهٗ سُوْرَةُ يٰسٓ إِلَّا أَهْوَنَ اللهُ عَلَيْهِ . رواه أبو نعيم (كنز العمال ٨٠:٨) و في الدر المنثور . عزا رواية أبي الدرداء إلى ابن مردويه ، و الديلمي ، و رواية أبي ذر

تکالیف لاحق ہوں۔ اس کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور احمد نے مسند میں روایت کیا ہے اور ابن الجوزی نے اس کو بخاری کی طرف نسبت کرنے میں غلطی کی ہے۔ اسی طرح محب طبری سے اس کو متفق علیہ کہنے میں غلطی ہوئی ہے۔

۲۱۹۱- حضرت طلحہؓ اور حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ میں ایک ایسی بات جانتا ہوں کہ جب وہ شخص جو قریب المرگ ہو اسکو کہہ لے تو اس سے اس کی روح کو جس وقت کہ وہ اسکے جسم سے نکلے راحت ملے اور وہ اس کے لئے قیامت میں نور ہو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ اس سے اسکی تکلیف دور کرے اور اس کا رنگ چمک جائے اور وہ خوش کن حالت کا مشاہدہ کرے اور وہ بات لا الہ الا اللہ ہے۔ اس کو ابویعلی اور حاکم نے بسند صحیح روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے طریقہ تلقین بھی معلوم ہوگیا۔ شامی وغیرہ میں ہے کہ تلقین کے وقت مرنے والے کو حکم نہ کیا جائے اور اگر مرنے والا ایک بار بھی یہ کلمہ پڑھ لے تو کافی ہے پھر اسے بار بار اسکی تلقین نہ کی جائے۔

۲۱۹۲- ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ تم اپنے مُردوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کیا کرو لیکن انہیں پریشان نہ کرو کیونکہ وہ موت کی تکالیف میں مبتلا ہیں۔ اس کو دیلمی نے روایت کیا ہے مگر یہ کنز العمال کے قاعدہ سے ضعیف ہے۔

۲۱۹۳- ابوالدرداء اور ابوذر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ جو مردہ مرتا ہے اور اس پر سورہ یٰس پڑھی جاتی ہے تو اس

إلى أبي الشيخ و الديلمي . ولفظ الدر المنثور : هون موضع أهون . و لعل كاتب كنز العمال قد سهى . و كذا ذكره الحافظ في التلخيص (۱۵۳:۱) بلفظ هون و سكت عنه ، فهو حسن أو صحيح فإن الشوكاني يحتج بسكوت الحافظ في التلخيص أيضا.

۲۱۹۴– عن : معقل بن يسار ﷺ قال : قال رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : اِقْرَأُوْا يٰسٓ عَلٰى مَوْتَاكُمْ. رواه أبو داود (۱۶۰:۳) ، وسكت عنه ، وفي بلوغ المرام (۱۰۰:۱) رواه أبو داود و النسائي ، و صححه ابن حبان اه.

باب تغميض بصر الميت

۲۱۹۵– عن : شداد بن أوس ﷺ قال : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : إِذَا حَضَرْتُمْ مَوْتَاكُمْ فَاغْمِضُوْا الْبَصَرَ ، فَإِنَّ الْبَصَرَ يَتْبَعُ الرُّوْحَ ، وَ قُوْلُوْا خَيْراً ، فَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ تُؤَمِّنُ عَلٰى مَا قَالَ أَهْلُ الْبَيْتِ . أخرجه ابن ماجة ، و رواه أحمد في مسنده و الحاكم في المستدرك ،

ے اس کے لئے جان نکلنے میں حق تعالیٰ آسانی فرماتے ہیں۔اس کو ابونعیم نے روایت کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے اسے تلخیص میں ذکر کر کے اس پر سکوت کیا ہے لہذا وہ حسن یا صحیح ہے۔

۲۱۹۴–معقل بن یسارؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اپنے مردوں پر سورہ یٰس پڑھا کرو۔اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے (لہذا یہ حدیث ان کے نزدیک صحیح یا کم از کم حسن ہے)۔نیز اسے نسائی نے بھی روایت کیا ہے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

فائدہ: کتب حدیث اور فقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تلقین بعد الدفن بھی مستحب ہے لیکن چونکہ آج کل یہ روافض کا شعار بن چکا ہے لہذا تہمت کے خوف کی وجہ سے تلقین کرنا مناسب نہیں کیونکہ حدیث نبوی ہے اتقوا مواضع التهم کہ تہمت کی جگہوں سے بھی بچو۔البتہ اگر تہمت کا خوف نہ ہو تو اب بھی بعد الدفن تلقین مستحسن ہے اور اس کا طریقہ کتب فقہ میں مذکور ہے اور تلخیص الحبیر ج ا ص ۱۳۶ میں حضرت امامہؓ سے تفصیلی حدیث بھی مروی ہے۔

باب مردہ کی آنکھ بند کرنے کے بیان میں

۲۱۹۵–شداد بن اوسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم اپنے مردوں کے پاس موجود ہو تو انکی آنکھ بند کر دیا کرو

وقال : صحيح الإسناد و لم يخرجاه . و رواه البزار في مسنده (زيلعي ۱:۳۴۱).و قال السندي (۱:۲۲۹) في سند ابن ماجة ما نصه : في الزوائد : إسناده حسن ، لأن قزعة بن سويد مختلف فيه ، و باقي رجاله ثقات اه.

۲۱۹۶— عن : أم سلمة رضي الله عنها قالت : دَخَلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَلى اَبِیْ سَلَمَةَ وَ قَدْ شَقَّ بَصَرُهُ فَاَغْمَضَهُ . الحديث رواه مسلم (۱:۳۰۰) .

باب تسجية الميت

۲۱۹۷— عن : عائشة رضي الله عنها : أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ حِيْنَ تُوُفِّيَ سُجِّيَ بِبُرْدِ حِبَرَةٍ . متفق عليه (نيل ، ۳:۲۵۴).

باب غسل الميت و طريقه

۲۱۹۸— عن : ابن إسحاق عن محمد بن ذكوان عن الحسن عن أبي بن كعب ؓ قال : قال رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : كَانَ آدَمُ عليه السلام رَجُلًا اَشْعَرَ طِوَالًا كَاَنَّهٗ نَخْلَةٌ سَحُوْقٌ ، فَلَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ نَزَلَتِ الْمَلَائِكَةُ بِحَنُوْطٍ وَ كَفْنِهٖ مِنَ الْجَنَّةِ ، فَلَمَّا مَاتَ غَسَلُوْهُ بِالْمَاءِ

کیونکہ نظر روح کے تابع ہے (جب جان نہیں رہی تو آنکھ کا کھلا رہنا بے کار ہے) اور تم اچھی بات کہا کرو کیونکہ جو بات گھر والے کہتے ہیں اس پر فرشتے آمین کہتے ہیں ۔ اس کو ابن ماجہ ، احمد ، حاکم اور بزار نے روایت کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

۲۱۹۶- ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ ابوسلمہؓ کی آنکھیں پھٹ گئیں تھی ، رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے انکو بند کر دیا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

باب مردہ پر چادر ڈالنے کے بیان میں

۲۱۹۷- عائشہؓ سے مروی ہے کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوا تو ان پر ایک منقش چادر ڈالدی گئی - یہ روایت متفق علیہ ہے۔

باب غسل میت اور اسکے طریق کے بیان میں

۲۱۹۸- ابی بن کعبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمؑ بہت بالوں والے اور بہت لمبے قد والے اور گندم گوں

وَ السِّدْرِ ثَلَاثاً ، وَ جَعَلُوْا فِي الثَّالِثَةِ كَافُوْرًا وَ كَفَّنُوْهُ فِي وِتْرِ ثِيَابٍ وَ حَفَرُوْا لَهٗ لَحْداً ، وَ صَلَّوْا عَلَيْهِ ، وَ قَالُوْا : هٰذِهٖ سُنَّةُ وُلْدِ آدَمَ مِنْ بَعْدِهٖ . رواه الحاكم في المستدرك ، و سكت عنه ثم أخرجه عن الحسن عن عتي بن ضمرة السعدي عن أبي بن كعب مرفوعا نحوه ، و فيه : فَقَالُوْا يَا بَنِيْ آدَمَ ! هٰذِهٖ سُنَّتُكُمْ مِنْ بَعْدِهٖ ، فَكَذَا لَكُمْ فَافْعَلُوْا . وقال : صحيح الإسناد و لم يخرجاه ، لأن عتي بن ضمرة ليس له راو غير الحسن ، انتهى . وضعف النووي في الخلاصة الأول (زيلعي ١:٣٤١ و ٣٤٢).

قلت: عتي ثقة كما في التقريب (ص–١٤٠) . وروى عنه ابنه عبد الله بن عتي أيضا ، كما في تهذيب التهذيب (٧:١٤٠) و الحسن لم يدرك ابيا ﷺ ، كما في ترجمة الحسن من تهذيب التهذيب ، ولكن عرف من هو بينه و بينه . و هو عتي ، فلا ضير . و محمد بن ذكوان و ثقه شعبة و ابن معين ، و ضعفه جماعة كما في ترجمته من تهذيب التهذيب . و ابن إسحاق ثقة مدلس ، كما تقدم غير مرة . والإسناد حسن عندي .

٢١٩٩– عن : عبد الله بن الحارث قال : غَسَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَلِيٌّ وَ عَلٰى يَدِ عَلِيٍّ خِرْقَةٌ

تھے اور ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے کہ ایک کھجور کا بہت لمبا درخت ، پس جبکہ ان کا انتقال ہونے لگا تو فرشتے جنت سے ان کے لئے خوشبو اور کفن لائے پھر جب ان کا انتقال ہو گیا تو انہوں نے ان کو پانی اور بیری کے پتوں سے تین مرتبہ غسل دیا اور تیسری مرتبہ میں اس میں کافور بھی شامل کر دیا اور ان کو طاق کپڑوں میں کفن دیا اور ان کے لئے لحد کھودی اور ان پر نماز پڑھی۔ اور کہا کہ یہ قاعدہ ہے آدم کی اولاد کا انکے بعد۔ اس کو حاکم نے روایت کیا ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ فرشتوں نے کہا کہ اے اولادِ آدم! یہ قاعدہ ہے تمہارا انکے بعد۔ لہٰذا تم اسی طرح کیا کرو۔ اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اگر کوئی روایت پر شبہ کرے کہ آدم علیہ السلام نبی اللہ اور کثیر الاولاد تھے انہوں نے ضرور کفن دفن کے قاعدے بتائے ہونگے پھر فرشتوں کی تکلیف اور تعلیم کی کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ آدم علیہ السلام کے اکرام اور انکی تائید تعلیم کے لئے ایسا کیا گیا ہو۔

۲۱۹۹- عبداللہ بن الحارثؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو حضرت علیؓ نے غسل دیا تھا۔ اور آپکے ہاتھ پر کپڑا لپٹا ہوا تھا

يَغْسِلُهُ ، فَأَدْخَلَ يَدَهُ تَحْتَ الْقَمِيْصِ يَغْسِلُهُ ، وَ الْقَمِيْصُ عَلَيْهِ . رواه الحاكم (التلخيص الحبير—١٥٤:١) سكت عنه الحافظ ، و لم يتعقبه بشيء فهو صحيح أو حسن .

٢٢٠٠— عن : عائشة رضي الله عنها تقول : لَمَّا أَرَادُوْا غُسْلَ النَّبِيِّ ﷺ قَالُوْا : وَ اللهِ مَا نَدْرِيْ أَ نُجَرِّدُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ مِنْ ثِيَابِهِ كَمَا نُجَرِّدُ مَوْتَانَا ، أَمْ نَغْسِلُهُ وَ عَلَيْهِ ثِيَابُهُ؟ . فَلَمَّا اخْتَلَفُوْا أَلْقَى اللهُ عَلَيْهِمُ النَّوْمَ حَتّٰى مَا مِنْهُمْ رَجُلٌ إِلَّا وَ ذَقْنُهُ فِيْ صَدْرِهٖ ، ثُمَّ كَلَّمَهُمْ مُكَلِّمٌ مِنْ نَاحِيَةِ الْبَيْتِ لَا يَدْرُوْنَ مَنْ هُوَ أَنِ اغْسِلُوْا النَّبِيَّ ﷺ وَ عَلَيْهِ ثِيَابُهُ . فَقَامُوْا إِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَغَسَلُوْهُ وَ عَلَيْهِ قَمِيْصُهُ يَصُبُّوْنَ الْمَاءَ فَوْقَ الْقَمِيْصِ ، وَ يَدْلُكُوْنَهُ بِالْقَمِيْصِ دُوْنَ أَيْدِيْهِمْ . وَ كَانَتْ عَائِشَةُ تَقُوْلُ : لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِيْ مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا غَسَلَهُ إِلَّا نِسَاؤُهُ . رواه أبو داود (١٦٥:٣) وسكت عنه هو و المنذرى . و فى الخصائص الكبرى (٢٧٥:٢) : أخرج ابن سعد ، وأبو داود و الحاكم و البيهقى ، و صححاه ، و أبو نعيم عن عائشة ، فذكره . و فى التلخيص الحبير (٣٠٥:١) روى أبو داود و ابن حبان و الحاكم فذكره .

جس سے آپؐ انکو غسل دیتے تھے۔اور رسول اللہ ﷺ غسل کے وقت کرتہ پہنے ہوئے تھے۔حضرت علیؓ کرتے کے نیچے سے ہاتھ دے کر جسم کو دھوتے تھے۔اس کو حاکم نے روایت کیا ہےاور ابن حجر نے تلخیص میں اسپر کوئی جرح نہیں کی لہذا وہ حسن یا صحیح ہے۔

٢٢٠٠-حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو غسل دینا چاہا تو کہا کہ ہمیں نہیں معلوم کہ ہم جسطرح اپنے مردوں کے کپڑے اتار کر غسل دیتے ہیں یوں ہی آپ ﷺ کے کپڑے بھی اتاریں یا آپ ﷺ کو کپڑوں سمیت غسل دیں؟ بس جبکہ ان میں اختلاف ہوا تو اللہ تعالی نے ان پر نیند طاری کی یہاں تک کہ ان میں کوئی ایسا نہیں تھا، جسکی ٹھوڑی سینے سے نہ لگی ہو، ایسی حالت میں گوشۂ مکان سے کسی بولنے والے نے جس کو وہ نہ جانتے تھے کہا کہ آپ ﷺ کو کپڑوں سمیت غسل دو، پس لوگ اٹھ کر آئے اور آپ ﷺ کو کرتہ پہنے ہوئے غسل دیا، لوگ کرتے کے اوپر سے پانی ڈالتے تھے اور کرتہ ہی سے ملتے تھے اور ہاتھوں سے نہ ملتے تھے۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگر مجھے پہلے سے وہ بات معلوم ہوتی جو بعد میں معلوم ہوئی تو آپ ﷺ کو آپ کی بیویاں غسل دیتیں۔اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہےاور انہوں نے اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے۔نیز اس کو ابن سعد ،ابن حبان ،ابونعیم ،حاکم اور بیہقی نے روایت کیا ہےاور حاکم اور بیہقی نے اسے صحیح کہا ہے۔

٢٢٠١— عن : أم عطية رضى الله عنها : أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ حَيْثُ أَمَرَهَا أَنْ تَغْسِلَ اِبْنَتَهُ قَالَ لَهَا "اِبْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا ، وَ مَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا" . رواه مسلم (١:٣٠٥).

٢٢٠٢— عن : أم عطية رضى الله عنها قالت : دَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ وَ نَحْنُ نَغْسِلُ اِبْنَتَهُ فَقَالَ : اِغْسِلْنَهَا ثَلَاثاً اَوْ خَمْساً اَوْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ اِنْ رَاَيْتُنَّ ذٰلِكَ بِمَاءٍ وَ سِدْرٍ وَ اجْعَلْنَ فِيْ الآخِرَةِ كَافُوْرًا اَوْ شَيْئاً مِنْ كَافُوْرٍ . الحديث رواه مسلم (١:٣٠٤).

٢٢٠٣— عن : سعيد بن المسيب عن على ﷺ قال : لَمَّا غَسَلَ النَّبِيَّ ﷺ (اى عَلِيٌّ ﷺ . سندى) ذَهَبَ يَلْتَمِسُ مِنْهُ مَا يَلْتَمِسُ مِنَ الْمَيِّتِ فَلَمْ يَجِدْهُ . الحديث رواه ابن ماجة (١:٢٣١) و قال السندى : وفى الزوائد : هذا إسناده صحيح ، و رجاله ثقات .

٢٢٠٤— عن : محمد بن سيرين : اَنَّهُ كَانَ يَاْخُذُ الْغُسْلَ (اى يَتَعَلَّمُ) عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ رضى الله عنها يَغْسِلُ بِالسِّدْرِ مَرَّتَيْنِ وَ الثَّالِثَةِ بِالْمَاءِ وَ الْكَافُوْرِ . رواه أبو داود .

فائدہ: قمیص میں غسل دینا آپ ﷺ کی خصوصیت تھی ورنہ صحابہؓ اس میں متردد نہ ہوتے کیونکہ عام امتی کو غسل ہوتا ہوا وہ دیکھ چکے تھے۔ اس لئے یہ حدیث بھی احناف کی دلیل ہے کہ عام میت کو قمیص کے بغیر تکفیز ڈھک کر غسل دیا جائے۔

٢٢٠١-ام عطیہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جبکہ ان کو اپنی صاحبزادی کے غسل پر مامور کیا تو ان سے فرمایا کہ اس کے داہنے اعضاء سے اور مقامات وضوء سے ابتداء کرو۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

٢٢٠٢-ام عطیہؓ سے مروی ہے کہ ایسے وقت میں جبکہ ہم آپ ﷺ کی صاحبزادی کو نہلا رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اس کو تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا اگر تمہاری رائے ہو تو اس سے بھی زیادہ غسل دینا اور پانی اور بیری کے پتوں سے نہلانا اور آخری مرتبہ میں اس میں کافور شامل کر لینا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: احناف کے ہاں بھی یہی طریقہ اولی اور افضل ہے

٢٢٠٣-سعید بن المسیب، حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو غسل دیا تو وہ نجاست کو تلاش کرنے لگے جو کہ مُردوں کے اندر تلاش کی جاتی ہے (یعنی انہوں نے معلوم کرنا چاہا کہ کچھ براز تو ظاہر نہیں ہوا) سو انہوں نے وہاں کچھ نہ پایا۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ اس کی اسناد صحیح ہے اور راوی ثقہ ہیں۔

٢٢٠٤-محمد بن سیرین جو کہ ام عطیہؓ سے غسل میت کے طریقے سیکھتے تھے، دو مرتبہ بیری کے پتوں سے غسل دیتے تھے اور

وقال النووی فی الخلاصة : إسناده علی شرط البخاری و مسلم (زیلعی ١:٣٤٢) .

٢٢٠٥— عن : جابر ﷺ قال : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : إِذَا اَجْمَرْتُمُ الْمَيِّتَ فَاَوْتِرُوْا .

أخرجه الحاكم و صححه ، وابن حبان فی صحيحه (زیلعی ١:٣٤٣ و ٣٤٤) .

٢٢٠٦— عن : أبی وائل ﷺ قال : كَانَ عِنْدَ عَلِيٍّ مِسْكٌ فَاَوْصٰى اَنْ يُحَنَّطَ بِهٖ ، وَ قَالَ : هُوَ فَضْلُ حَنُوْطِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ . أخرجه الحاكم فی المستدرك ، و سكت عنه ، و رواه البيهقی فی سننه . قال النووی : إسناده حسن . (زیلعی ١:٣٤٣) .

٢٢٠٧— حدثنا : عبد الصمد بن عبد الوارث عن همام عن شيخ من أهل الكوفة -يقال له : زياد - عن إبراهيم عن ابن مسعود ﷺ قال : يُوْضَعُ الْكَافُوْرُ عَلٰى مَوَاضِعِ سُجُوْدِ الْمَيِّتِ . رواه ابن أبی شيبة فی مصنفه (زیلعی ١:٣٤٤).

قلت : رجاله رجال الصحيح ، إلا نه منقطع بين النخعی و ابن مسعود ﷺ و قد تقدم

تیسری مرتبہ پانی اور کافور سے۔اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور نووی نے اس کی اسناد کو بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

۲۲۰۵-جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم مردہ کو دھونی دو تو طاق مرتبہ دو۔اس کو حاکم نے روایت کر کے صحیح کہا ہے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

فائدہ: فتح القدیر میں ہے کہ روح کے نکلتے وقت اور غسل دیتے اور کفناتے وقت دھونی دی جائے اور اس کے بعد اور قبر میں دھونی نہ دی جائے، کیونکہ حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایالا تتبعوا الجنازة بصوت ولا بنار (۲-۷۲) مزید تفصیل باب النھی عن اتباع المیت بالنار میں آئے گی۔ان شاءاللہ۔

۲۲۰۶-ابووائل کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے پاس مشک تھا اور آپؓ نے وصیت فرمائی کہ میرے مرنے کے بعد مجھ اس سے خوشبو لگائی جائے اور یہ فرماتے تھے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی اعلی درجہ کی خوشبو ہے،اس کو حاکم نے سکوت کے ساتھ روایت کیا ہے اور بیہقی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے اور نووی نے اس کی اسناد کو حسن کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے حنوط سے خوشبو لگانا ثابت ہوتا ہے اور ہدایہ میں ہے کہ سر اور داڑھی کی جگہ پر حنوط لگایا جائے۔

۲۲۰۷-عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میت کے ان مقامات پر کافور خوشبو لگایا جائے جن پر وہ سجدہ کرتا ہے۔اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔مؤلف کہتے ہیں کہ میرے نزدیک اس کی سند حسن منقطع ہے۔

فی نواقض الوضوء فی مراسیل النخعی ما یدل أنه فی حکم الموصول ، و زیاد هذا إمام ابن حسان المعروف بالأعلم ثقة ، أو ابن سعد ثقة ثبت و همام هو ابن یحیی بن دینار ثقة ربما وهم ، کما فی التقریب ، و السند حسن منقطع عندی .

٢٢٠٨ – أخبرنا : أبو حنیفة عن حماد عن إبراهیم : أَنَّ عَائِشَةَ رضی الله عنها أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَأَتْ مَيِّتًا يُسَرَّحُ رَأْسُهُ فَقَالَتْ : عَلَامَ تَنْصُوْنَ مَيِّتَكُمْ ؟ . رواه الإمام محمد فی کتاب الآثار (ص: ٣٩) قلت : رجاله ثقات إلا أنه منقطع بین النخعی و عائشة رضی الله عنها ، و مراسیله صحاح.

٢٢٠٩ – حدثنا : هشیم عن مغرة (هو الضبی) : عن إبراهیم (النخعی) : عن عائشة رضی الله عنها : أَنَّهَا سُئِلَتْ عَنِ الْمَيِّتِ يُسَرَّحُ رَأْسُهُ فَقَالَتْ : عَلَامَ تَنْصُوْنَ مَيِّتَكُمْ ؟ . رواه أبو عبید القاسم بن سلام (هو إمام مشهور ثقة فاضل مصنف . تقریب) و إبراهیم الحربی فی کتابیهما فی غریب الحدیث . قال أبو عبید : هو مأخوذ من نصوت الرجل أنصوه نصوا إذا مددت ناصیته ، فأرادت عائشة أن المیت لا یحتاج إلی تسریح الرأس ، و ذلك بمنزلة الأخذ بالناصیة (زیلعی ١: ٣٤٤) .

قلت : رجاله رجال الجماعة إلا أن الأولین من مدلسی المرتبة الثالثة اختلف فی الاحتجاج بهم إذا عنعنوا . و إبراهیم لم یسمع من عائشة رضی الله عنها و قد تأید الأثر

٢٢٠٨-ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے ایک مردہ کو دیکھا جسکے بالوں میں کنگھی کی جارہی تھی تو آپؓ نے فرمایا کہ اپنے مردے کے بال کیوں کھینچتے ہو۔اس کو امام محمد نے کتاب الآثار میں روایت کیا ہے اور یہ حدیث مرسل صحیح ہے۔

<u>فائدہ</u>:اس سے معلوم ہوا کہ مردہ کے بالوں میں کنگھی نہ کی جائے عورت ہو یا مرد۔اور بعض روایات میں جو کنگھی کرنا آیا ہے اس سے مراد بالوں کو سیدھا کرنا اور دو حصے کر کے الگ الگ کرنا ہے۔واللہ اعلم

٢٢٠٩-ابراہیم نخعی، حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے مردہ کے بالوں میں کنگھی کرنے کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اپنے مردے کے بال کیوں کھینچتے ہو؟۔اس کو ابوعبیدہ اور ابراہیم حربی نے روایت کیا ہے اور اسکی سند میں دو راوی تیسرے درجہ کے مدلس ہیں جنکے عنعنہ کا قبول وعدم قبول مختلف فیہ ہے لیکن اس کی تائید کتاب الآثار کی روایت سے ہوتی ہے۔

بالذی قبله ، فالإسناده منقطع مقارب.

٢٢١٠– عن : أم قیس رضی الله عنها : قالت : تُوُفِّیَ اِبْنِیْ فَجَزَعْتُ عَلَیْهِ ، فَقُلْتُ لِلَّذِیْ یَغْسِلُهٗ : لَا تَغْسِلُ اِبْنِیْ بِالْمَاءِ الْبَارِدِ ، فَتَقْتُلَهٗ ، فَانْطَلَقَ عُکَاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ رضی الله عنه اِلٰی رَسُوْلِ اللهِ صلی الله علیه وسلم فَاَخْبَرَهٗ بِقَوْلِهَا فَتَبَسَّمَ ، ثُمَّ قَالَ : مَا قَالَتْ طَالَ عُمُرُهَا ، فَلَا نَعْلَمُ اِمْرَأَةً عُمِّرَتْ مَا عُمِّرَتْ . رواه النسائی (١:٢٦٦)، و سکت عنه .

باب جواز غسل المرأة زوجها المیت

٢٢١١–عن : عبد الله بن أبی بکر : اَنَّ اَسْمَاءَ بِنْتَ عُمَیْسٍ اِمْرَاَةَ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ غَسَلَتْ اَبَا بَکْرِ الصِّدِّیْقِ حِیْنَ تُوُفِّیَ ، ثُمَّ خَرَجَتْ فَسَأَلَتْ مَنْ حَضَرَهَا مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ ، فَقَالَتْ : اِنِّیْ صَائِمَةٌ وَ اِنَّ هٰذَا یَوْمٌ شَدِیْدُ الْبَرْدِ ، فَهَلْ عَلَیَّ مِنْ غُسْلٍ ؟ فَقَالُوْا : لَا . رواه الإمام مالك فی موطأه (ص–٧٨) . وعبد الله من رجال الصحیح إلا أنه لم یدرك أسماء رضی الله عنها.

٢٢١٠–ام قیسؓ کہتی ہیں کہ میرے بچے کا انتقال ہوگیا تو میں بہت پریشان ہوئی اور میں نے اس شخص سے جو اسے نہلا رہا تھا کہا کہ میرے بچے کو ٹھنڈے پانی سے نہلا کر مار نہ ڈالنا۔عکاشہ بن محصن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تو ان سے میرا مقولہ بیان کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ ہاں اس نے کیا کہا، اللہ اس کی عمر دراز کرے، سو ہم نہیں جانتے کہ کسی کی اتنی عمر ہوئی ہو جتنی ام قیسؓ کی ہوئی۔اس کو نسائی نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گرم پانی کا اہتمام بھی جائز ہے۔

باب عورت کا اپنے مُردہ شوہر کو غسل دینا جائز ہے

٢٢١١–عبداللہ بن ابی بکر کہتے ہیں کہ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو انکو ان کی بیوی اسماءؓ بنت عمیس نے غسل دیا، اسکے بعد وہ باہر نکلیں اور جو مہاجرین موجود تھے ان سے کہا کہ میرا روزہ بھی ہے اور آج سردی بھی زیادہ ہے تو کیا ایسی حالت میں مجھ پر غسل ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔اس کو امام مالک نے مؤطا میں روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت اپنے شوہر کو بعد موت کے غسل دے سکتی ہے اور یہی حنفیہ کا مذہب ہے۔البتہ مرد کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی مردہ بیوی کو غسل دے کیونکہ بیوی مرنے کے بعد اجنبیہ ہو جاتی ہے اور اجنبیہ کو چھونا بھی حرام ہے بالاتفاق

باب كفن الرجل و نوعه

٢٢١٢–عن : عبد الله بن عمر رضى الله عنهما : أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ أُبَيٍّ لَمَّا تُوُفِّيَ جَاءَ ابْنُهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : اَعْطِنِيْ قَمِيْصَكَ ، اُكَفِّنْهُ فِيْهِ ، وَ صَلِّ عَلَيْهِ ، وَ اسْتَغْفِرْلَهُ فَاَعْطَاهُ قَمِيْصَهُ . الحديث رواه البخارى (١٦٩:١).

٢٢١٣– عن : ابن شهاب عن حميد بن عبد الرحمن بن عوف عن عبد الرحمن بن عمر بن العاص ﷺ أنه قال : اَلْمَيِّتُ يُقَمَّصُ ، وَ يُؤَزَّرُ ، وَ يُلَفُّ فِي الثَّوْبِ الثَّالِثِ ، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ كُفِّنَ بِهِ . رواه الإمام مالك فى المؤطا. (ص–٧٨) . و غلط يحيى و الصحيح عبد الله بن عمرو بن العاص ، كما أفاده الزرقانى ، وهو موقوف فى حكم المرفوع ، رجاله ثقات من رجال الجماعة .

تو غسل دینا کیونکر جائز ہوسکتا ہے؟ کتاب الآ ثار للامام محمدؒ میں حدیث ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جب ہماری بیویاں زندہ ہوں تو ہم انکے زیادہ حقدار ہیں اور جب وہ مرجائیں تو تم انکے زیادہ حقدار ہو۔ باقی جن روایات میں ذکر ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو غسل دیا تو اس سے مراد اعانت فی الغسل ہے نہ کہ حقیقۃً غسل۔

باب مردہ کے کفن اور اسکے نوع کے بیان میں

۲۲۱۲–عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ جس وقت عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین) کا انتقال ہوا تو اس کا بیٹا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ ﷺ اپنا کرتہ مجھے دیدیجئے، میں عبداللہ بن ابی کو اس میں کفناؤں گا اور آپ ﷺ اس پر نماز بھی پڑھیئے اور اسکے لئے استغفار بھی فرمایئے، سو آپ ﷺ نے اسے اپنا کرتہ دیدیا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

__فائدہ__: مؤلف نے اس سے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ کفن میں کرتہ ہوتا ہے خواہ سلا ہوا ہو یا بے سلا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قمیص میں کفن دینا صحابہؓ میں معروف تھا اس لئے اس نے حضور ﷺ سے قمیص کی درخواست کی۔ اور اگر قمیص میں کفن دینا درست نہ ہوتا تو حضور ﷺ فرماتے کہ قمیص میں کفن دینا جائز نہیں، دوسرے انسان اعلی اور محبوب چیز کا ہی سوال کرتا ہے تو معلوم ہوا کہ قمیص میں کفن دینا محبوب اور اولی ہے۔ البتہ باقی صورتیں یعنی قمیص کے بغیر کفن دینا بھی جائز ہے۔ باقی حضور ﷺ کا اس منافق کے ساتھ مروت کا سلوک کرنا اور اس پر جنازہ کی نماز پڑھنا ایک مستقل بحث ہے جس کے لئے یہ مقام وسعت نہیں رکھتا۔

۲۲۱۳–عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں کہ مردے کو قمیص اور ازار پہنائی جائے اور تیسرے کپڑے میں لپیٹ دیا جائے

٢٢١٤– عن : ابن عباس قال : قال رسولُ الله ﷺ : اِلْبَسُوا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضِ ، فَاِنَّها مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ ، وَ كَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ . رواه الترمذی (١:١١٨) و قال : حسن صحيح .

٢٢١٥– عن : ابی قتادة ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ : اِذَا وَلِيَ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ فَلْيُحْسِنْ كَفَنَهُ . رواه الترمذی (١:١١٩) و قال : حسن غريب .

٢٢١٦– عن : علی بن أبی طالب ﷺ قال : لَا تَغَالِيَ فِيْ كَفَنٍ ، فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ : لَا تَغَالَوْا فِي الْكَفَنِ ، فَاِنَّهُ يُسْلَبُ سَلْبًا سَرِيْعًا . رواه أبو داود (٣:١٧٠) وسكت عنه . و حسنه النووی ، والمنذری ، و شارح جامع الصغير ، كذا فی تنقيح المشكاة ، (١:٣١٧) .

اور اگر اتنے کپڑے نہ ہوں تو ایک ہی کپڑے میں کفنا دیا جائے۔اس کو امام مالک نے مؤطا میں روایت کیا ہے۔مگر راوی کی غلطی سے بجائے عبد اللہ بن عمروؓ کے عبدالرحمٰن بن عمرو بن العاص روایت کیا گیا ہے۔

۲۲۱۴–ابن عدیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم سفید کپڑے پہنا کرو کیونکہ وہ بہتر کپڑے ہیں۔اور انہی میں اپنے مُردوں کو کفنایا کرو۔اس کو ترمذی نے روایت کر کے حسن صحیح کہا ہے۔

فائدہ:اس سے سفید کپڑوں میں کفنانے کا مستحب ہونا معلوم ہوتا ہے۔باقی جو تلخیص الحبیر کی روایت میں ثوب حبرۃ کا لفظ ہے کہ سفید کپڑے میں سرخ لکیریں ہوں تو وہ کپڑا بھی درحقیقت سفید ہی ہے عرفاً۔

۲۲۱۵–ابو قتادہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی کی تجہیز و تکفین کا منتظم ہو تو اسے چاہئے کہ اچھا کفن دے۔اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن غریب کہا ہے۔

۲۲۱۶–حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ کفن میں بہت زیادہ قیمت نہ صَرف کرنا چاہئے کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ فرماتے تھے کہ بہت قیمتی کفن نہ دو کیوں کہ وہ تو بہت جلد اس سے سلب کر لیا جائیگا (کیونکہ بوسیدہ ہو کر مٹی ہو جائیگا) اس کو ابوداؤد نے روایت کر کے اس پر سکوت کیا ہے (لہذا ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے)۔اور نووی، منذری اور شارح جامع صغیر نے اسے حسن کہا ہے۔

فائدہ:اس حدیث اور اس سے پہلی حدیث کے ملانے سے معلوم ہوا کہ کفن نہ ادنی درجہ کا ہونا چاہیے اور نہ اعلی درجہ کا، بلکہ متوسط ہونا چاہئے اور یہ توسطمیت کی حیثیت کے لحاظ سے ہونا چاہئے۔

۲۲۱۷— عن : خباب ﷺ قال : هَاجَرْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ نَلْتَمِسُ وَجْهَ اللهِ ، فَوَقَعَ أَجْرُنَا عَلَى اللهِ ، فَمِنَّا مَنْ مَاتَ وَ لَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ ، وَ مِنَّا مَنْ أَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ ، فَهُوَ يَهْدِبُهَا ، قُتِلَ يَوْمَ أُحُدٍ ، فَلَمْ نَجِدْ مَا نُكَفِّنُهُ بِهِ إِلَّا بُرْدَةً إِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ ، وَ إِذَا غَطَّيْنَا رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَأْسُهُ فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ أَنْ نُغَطِّيَ رَأْسَهُ وَأَنْ نَجْعَلَ عَلَى رِجْلَيْهِ مِنَ الْإِذْخِرِ . رواه البخاری (۱:۱۷۰).

باب تكفين المرأة

۲۲۱۸— عن : أم عطية رضى الله عنها قالت : فَكَفَّنَّاهَا فِي خَمْسَةِ أَثْوَابٍ ، وَ خَمَّرْنَاهَا كَمَا يُخَمَّرُ الْحَيُّ . رواه الجوزقی من طريق إبراهيم بن حبيب ابن الشهيد عن هشام بن حسان عن حفصة ، و هذه الزيادة (على ما فى البخارى) صحيحة الإسناد (فتح البارى ۳:۱۰۷).

۲۲۱۷- حضرت خبابؓ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی اور ہمیں اس سے حق تعالی کی خوشنودی مقصود تھی سو ہمارا اجر حق تعالی کے ذمہ ہوگیا۔ اب ہم میں سے بعض تو ایسی حالت میں مرے کہ انہوں نے اپنی اجرت میں سے کچھ بھی نہ کھایا انہی میں سے مصعب بن عمیرؓ ہیں اور بعض ایسے ہوئے جن کے لئے پھل پک گئے اور اب وہ ان کو ہلا رہے ہیں اور کھا رہے ہیں۔ مصعب بن عمیرؓ جنگ احد میں شہید ہوئے۔ سو ہمارے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جس سے ہم ان کو کفن دیں بجز ایک چادر کے، جس کی یہ حالت تھی کہ جب ہم اس سے ان کا سر ڈھکتے تو پاؤں باہر نکل جاتے اور جب پاؤں ڈھکتے تو سر کھل جاتا، پس جناب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ان کا سر ڈھانک دیں اور پاؤں پر اذخر ڈال دیں۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ مجبوری کے وقت مرد کو ایک ہی کپڑے میں لپیٹ دیا جائے تو مضائقہ نہیں۔ یعنی اگر دو کپڑے میسر ہوں تو اسے کفنِ کفایت کہتے ہیں۔ البتہ سنت تین کپڑوں میں ہی کفن دینا ہے۔

باب عورت کے کفن کے بیان میں

۲۲۱۸- ام عطیہؓ کہتی ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی کو پانچ کپڑوں میں کفنایا اور ہم نے ان کو یوں ڈھانکا جس طرح زندہ کو ڈھانکا جاتا ہے۔ اس کو جوزقی نے روایت کیا ہے اور وہ صحیح الاسناد ہے۔

۲۲۱۹– حدثنا : أحمد بن حنبل نا يعقوب بن إبراهيم نا أبي عن ابن إسحاق حدثني نوح بن حكيم الثقفي : وَ كَانَ قَارِئًا لِلْقُرْآنِ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِيْ عُرْوَةَ بْنِ مسعودٍ يقال له : داود قد وَلَدَتْهُ أُمَّ حَبِيْبَةَ بِنْتُ اَبِيْ سُفيانَ زَوْجُ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّ لَيْلى بِنْتَ قَانِفٍ الثقفية قَالَتْ : كُنْتُ فِيْمَنْ غَسَلَ أُمَّ كُلْثُوْمٍ اِبْنَةَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ عِنْدَ وَفَاتِهَا ، فَكَانَ اَوَّلُ مَا اَعْطَانَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَلْحِقَاءَ ثُمَّ الدِّرْعَ ثُمَّ الْخِمَارَ ، ثُمَّ الْمِلْحَفَةَ ، ثُمَّ اُدْرِجَتْ بَعْدُ فِي الثَّوْبِ الْآخِرِ . قَالَتْ : وَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ جَالِسٌ عِنْدَ الْبَابِ مَعَهٗ كَفَنُهَا يُنَاوِلُنَاهَا ثَوْبًا ثَوْبًا. رواه أبو داود (۱۷۱:۳) و سكت عنه ، و حسنه النووي ، كذا في فتح القدير (۷۹:۲) .

باب تجمير كفن الميت

۲۲۲۰– عن : جابر ﷺ أن النبي ﷺ قال : جَمِّرُوْا كَفَنَ الْمَيِّتِ ثَلَاثًا.

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کا کفنِ مسنون پانچ کپڑے ہیں اور یہ تعداد حضور ﷺ کے علم میں تھی۔ لہذا یہی تعداد اولی اور مسنون ہے۔

۲۲۱۹– لیلی بنت قانف کہتی ہیں کہ میں ان عورتوں میں موجود تھی جنھوں نے ام کلثومؓ بنت رسول اللہ ﷺ کو ان کے انتقال کے وقت غسل دیا تھا۔ سو رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے ہم کو حقاء دی اسکے بعد درع، اسکے بعد خمار، اسکے بعد ملحفہ، اسکے بعد انکو ایک اور کپڑے میں داخل کیا گیا۔ اور رسول اللہ ﷺ دروازہ پر تشریف فرما تھے اور آپ ﷺ کے پاس کفن تھا اور آپ ﷺ ہم کو ایک ایک کپڑا کر کے دیتے تھے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس سے سکوت کیا ہے (لہذا یہ حدیث ان کے ہاں صحیح یا حسن ہے) اور نووی نے اسے حسن کہا ہے۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی کے کفن میں جسقدر روایات نظر سے گذری ہیں سب میں ازار کو قمیص سے پہلے بیان کیا گیا ہے مگر حنفیہ نے عورت کے کفن کی ترتیب میں قمیص کو پہلے رکھا ہے پھر ازار کو اور اس حدیث میں یہ تاویل کی ہے کہ یہ ازار رسول اللہ ﷺ کی مستعمل ازار تھی جو آپ ﷺ نے برکت کے لئے صاحبزادی کے کفن میں شامل کی تھی اور برکت ہی کے لئے اس کو جسم سے متصل رکھنے کے لئے قمیص سے مقدم کیا گیا ورنہ اصل میں قمیص ازار سے مقدم ہے کیونکہ لپیٹنے میں اسی طرح سہولت ہے مگر چونکہ ہم کو کوئی دلیل قمیص کی تقدیم کے لئے نہیں ملی اس لئے ہمارے نزدیک جو ترتیب حدیث میں مذکور ہے وہ مقدم ہے اور جو فقہاء نے کہا ہے وہ بھی جائز ہے۔

رواه البيهقي . قال النووي : و سنده صحيح (زيلعي ١:٣٤٦) .

ابواب صلاة الجنازة

باب أن صلاة الجنازة فرض كفاية

٢٢٢١– عن : عمران بن حصين رضي الله عنه قال : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : اِنَّ اَخَاكُمُ النَّجاشِيَّ قَدْ مَاتَ ، فَقُوْمُوْا ، فَصَلُّوْا عَلَيْهِ . الحديث رواه الترمذى (١:٣٣) ، و قال : حسن صحيح غريب من هذا الوجه .

باب أن الوالى أحق بصلاة الجنازة من غيره

٢٢٢٢– عن : الحسين بن على (مرفوعا) : اِذَا حَضَرَتِ الْجَنَازَةُ فَالْاِمَامُ اَحَقُّ بِالصَّلَاةِ عَلَيْهَا عَنْ غَيْرِهِ . رواه ابن منيع (كنز العمال ٨:٨٤) و لم أقف على سنده

باب کفن کو دھونی دینا

٢٢٢٠–جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کفن کو تین مرتبہ دھونی دیا کرو۔اس کو بیہقی نے روایت کیا ہے اور نووی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

ابواب صلوۃ الجنازۃ

باب نماز جنازہ فرض کفایہ ہے

٢٢٢١–عمران بن حصینؓ کہتے ہیں کہ جس وقت نجاشی کا انتقال ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نجاشی کا انتقال ہو گیا ہے ،اٹھو اس پر نماز پڑھو۔اس کو ترمذی نے روایت کر کے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔

فائدہ: حدیث سے نماز جنازہ کا واجب ہونا ثابت ہوا اور فرضیت کے لئے اجماع دلیل ہے جیسا کہ نووی نے شرح مسلم میں فرمایا ہے۔لیکن یہ فرض کفایہ ہے جیسا کہ اس پر امت کا اجماع ہے الا من شذ فی النار۔

باب نماز جنازہ میں احق بالامامۃ حاکمِ شہر ہے

٢٢٢٢–حسین بن علیؓ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ جس وقت جنازہ آئے تو امام اس پر نماز پڑھنے کا سب سے زیادہ مستحق ہے۔

وهو حجة إن صح، و إلا فهو مؤيد.

٢٢٢٣– عن: ابن عيينة عن سالم بن أبي حفصة قال: سَمِعْتُ اَبَا حَازِمٍ يَقُوْلُ: اِنِّیْ لَشَاهِدٌ يَوْمَ مَاتَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ ﷺ، فَرَاَيْتُ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ ﷺ يَقُوْلُ لِسَعِيْدِ بْنِ الْعَاصِ، وَ يَطْعَنُ فِيْ عُنُقِهٖ: تَقَدَّمْ فَلَوْلَا اَنَّهَا سُنَّةٌ مَا قَدَّمْتُ. رواه البزار، والطبراني، والبيهقي.

و سالم ضيف، لكن رواه النسائي، و ابن ماجة من وجه آخر عن أبي حازم بنحوه. و قال ابن المنذر في الأوسط: ليس في الباب أعلى منه لأن جنازة الحسن ﷺ حضرها جماعة كثيرة من الصحابة و غيرهم. (التلخيص الحبير ١: ١٧١). و في التقريب (ص–٦٦) في ترجمة سالم ما لفظه: صدوق في الحديث إلا أنه شيعي غال اهـ. قلت: و هو القول الفاصل فيه.

٢٢٢٤– عن عبيدة عن سفيان الثوري عن هشام بن عروة عن أبيه قال: لَمَّا قُتِلَ عُمَرُ اِبْتَدَرَ عَلِيٌّ و عُثْمَانُ لِلصَّلَاةِ عَلَيْهِ، فَقَالَ لَهُمَا صُهَيْبٌ: اِلَيْكُمَا عَنِّیْ، فَقَدْ وَلَّيْتُ مِنْ اَمْرِ كُمَا اَكْثَرَ مِنَ الصَّلَاةِ عَلٰى عُمَرَ، وَ اَنَا اُصَلِّیْ بِكُمُ الْمَكْتُوْبَةَ. فَصَلّٰى عَلَيْهِ صُهَيْبٌ. أخرجه الحاكم في المستدرك (٣: ٩٢) و سكت عنه.

اس کو ابن منیع نے روایت کیا ہے مگر اس کی سند معلوم نہیں۔ بہر حال اگر یہ حدیث صحیح ہو تو حجت ہے ورنہ مؤید تو ہے ہی۔

۲۲۲۳- ابو حازم کہتے ہیں کہ میں اس روز موجود تھا جس روز حسن بن علیؓ کا انتقال ہوا، سو میں نے حسین بن علیؓ کو دیکھا کہ وہ سعید بن العاصؓ کی گردن میں کوچہ دیکر کہتے ہیں کہ آگے بڑھو کیونکہ (تم حاکم مدینہ ہو اور) اگر یہ شرعی قاعدہ نہ ہوتا تو میں تمہیں آگے نہ کرتا۔ اس کو بزار، طبرانی، بیہقی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

۲۲۲۴- عروۃ بن زبیر کہتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ کا انتقال ہوا تو حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھے۔ اس پر حضرت صہیبؓ نے (جو امام مسجد رسول اللہ ﷺ تھے) فرمایا کہ ہٹو میں نماز پڑھاؤں گا کیونکہ مجھے حضرت عمرؓ پر نماز پڑھانے سے زیادہ کا اختیار ہے اور میں تم کو فرض نمازیں پڑھاتا ہوں (پس جبکہ تم فرض نمازوں میں میری اقتدا کرتے ہو تو اس میں کیوں نہ کرو) اور یہ کہہ کر خود نماز پڑھائی۔ اسکو حاکم نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے۔

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ جو فرض نمازیں پڑھانے کا مستحق ہے وہی نماز جنازہ پڑھانے کا مستحق ہے اور یہ حق

٢٢٢٥– أخبرنا : أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم فی الصلاة علی الجنائز قال: يُصَلِّیْ عَلَيْهَا اَئِمَّةُ الْمَسَاجِدِ ، قَالَ اِبْرَاهِيْمُ : تَرْضَوْنَ بِهِمْ فِیْ صَلَاتِكُمُ الْمَكْتُوْبَاتِ ، وَ لَا تَرْضَوْنَ بِهِمْ عَلَی الْمَوْتٰی . أخرجه محمد فی الآثار (ص–٤٠) و قال : به نأخذ ينبغی للولی أن يقدم إمام المسجد ، و لا يجبر علی ذلك ، و هو قول أبی حنيفة اهـ . و رجاله ثقات.

٢٢٢٦– أخبرنا : أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم ، و عن عون بن عبد الله عن الشعبی إنهما قالا : اَلزَّوْجُ اَحَقُّ بِالصَّلَاةِ عَلَی الْمَيِّتِ مِنَ الْاَبِ . قال أبو حنيفة : أخبرنی رجل من الحسن عن عمر بن الخطاب أنه قال : اَلْاَبُ اَحَقُّ بِالصَّلَاةِ عَلَی الْمَيِّتِ مِنَ الزَّوْجِ. أخرجه محمد فی الآثار (ص–٤٠) و قال : وبه (أی بقول عمر) نأخذ و به كان يأخذ أبو حنيفة رحمه الله اهـ.

و سند الأول صحيح ، و سند الثانی مرسل ، و لكن مراسيل الحسن حسان

سب سے اول سلطان کو ہے، اس کے بعد اسکے نائب کو، اس کے بعد امام حی کو اسلئے یہی ترتیب نماز جنازہ میں ہوگی۔ اور اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ خلیفہ تھے اور وہ جماعت میں موجود تھے تو انکے ہوتے ہوئے حضرت صہیبؓ کو حق تقدم کیونکر ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ جنازہ کے وقت تک وہ خلیفہ نہیں بنائے گئے تھے، بلکہ ابھی خلافت کا معاملہ ان چھ صحابہؓ کی شوری میں تھا جن سے حضور ﷺ راضی تھے، الغرض چونکہ اس وقت کوئی والی نہ تھا اس لئے امام الحی ہی زیادہ حقدار تھا امامت کا اور وہ صہیبؓ تھے۔

٢٢٢٥- ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ ائمہ مساجد جنازہ پر نماز پڑھائیں کیونکہ تم ان کے پیچھے فرض نمازیں پڑھنے کو پسند کرو اور انکی امامتِ نماز جنازہ کو پسند نہ کرو یہ کیونکر ہوسکتا ہے؟ اس کو امام محمد نے کتاب الآثار میں روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ ولی کو چاہئے کہ وہ امام مسجد سے نماز پڑھوائے اور اس کو اس پر مجبور نہ کیا جائے اور یہی قول ہے امام اعظم ابوحنیفہؒ کا۔

__فائدہ:__ اس روایت سے تقدم امام حی علی الولی ثابت ہوتا ہے اور یہی مذہب ہے حنفیہ کا کہ سلطان و والی کے بعد امام حی کا درجہ ہے پھر عصبات میت کا۔

٢٢٢٦- حضرت عمر بن الخطابؓ کہتے ہیں کہ نماز جنازہ کا پدر میت بہ نسبت زوج میت کے زیادہ حق دار ہے۔ اس کو امام محمد نے کتاب الآثار میں روایت کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ہمارا یہی مذہب ہے اور امام اعظم ابوحنیفہؒ بھی اسی کے قائل ہیں اور ابراہیم و شعبی کہتے ہیں کہ شوہر باپ سے زیادہ حق دار ہے۔

و لا يضرنا جهالة شيخ الإمام فإنه احتج بروايته ، و احتجاجه بحديث رجل توثيق له منه .

باب كيفية صلاة الجنازة

٢٢٢٧— عن : سعيد بن أبي سعيد المقبري عن أبيه : أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا هُرَيْرَةَ كَيْفَ تُصَلِّيْ عَلَى الْجَنَازَةِ ؟ فَقَالَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ : أَنَا لَعَمْرُ اللهِ أُخْبِرُكَ أَتْبَعُهَا مِنْ أَهْلِهَا ، فَإِذَا وُضِعَتْ كَبَّرْتُ ، وَ حَمِدْتُ اللهَ ، وَ صَلَّيْتُ عَلَى نَبِيِّهِ . ثُمَّ أَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ إِنَّهُ عَبْدُكَ وَ إِبْنُ عَبْدِكَ ، وَ ابْنُ أَمَتِكَ ، كَانَ يَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَ رَسُوْلُكَ ، وَ أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ. اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِي إِحْسَانِهِ ، وَ إِنْ كَانَ مُسِيْئًا فَتَجَاوَزْ عَنْ سَيِّئَاتِهِ . اَللّٰهُمَّ لَا تُحْرِمْنَا أَجْرَهُ ، وَ لَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ . رواه الإمام مالك في الموطأ ، (ص–٧٩) . و رجاله رجال الجماعة إلا أن سعيدا تغير قبل موته بأربع سنين ، كما في التقريب (ص–٧٠) .

قلت : إن مثل مالك لا يروى عنه في التغير .

٢٢٢٨— عن : أبي أمامة بن سهل بن حنيف قال : اَلسُّنَّةُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَازَةِ أَنْ يُكَبِّرَ ، ثُمَّ يَقْرَأَ بِأُمِّ الْقُرْآنِ ، ثُمَّ يُصَلِّيْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ، ثُمَّ يُخْلِصَ بِالدُّعَاءِ لِلْمَيِّتِ ،

باب نماز جنازہ کے طریقہ کے بیان میں

٢٢٢٧-ابوسعید کہتے ہیں کہ میں نے ابوہریرہؓ سے پوچھا کہ آپ نماز جنازہ کیسے پڑھتے ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ میں تم کو بتاتا ہوں، میں اس کے گھر سے اسکے ساتھ چلتا ہوں، پھر جب وہ رکھا جاتا ہے تو میں تکبیر کہتا ہوں اور اللہ کی حمد وثنا کرتا ہوں اور (دوسری تکبیر کہہ کر) درود پڑھتا ہوں اور (تیسری تکبیر کہہ کر) کہتا ہوں اللهم انه عبدك و ابن عبدك وابن امتك كان يشهد ان لا اله الا انت و ان محمداً عبدك و رسولك وانت اعلم به اللهم ان كان محسنا فزد فى احسانه و ان كان سيئا فتجاوز عن سيئاته اللهم لا تحرمنا اجره ولا تفتنا بعده (اسکے بعد تکبیر کہہ کر سلام پھیر دیتا ہوں) اس کو امام مالک نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: ابوہریرہؓ کے قول حمدت اللہ سے معلوم ہوا کہ اصل مقصود ثناء ہے جو لفظ الحمد اللہ سے ہو یا کسی اور لفظ سے، یہی احناف کا مذہب ہے (مزید تفصیل تجلیات صفدر جلد دوم میں ملاحظہ فرمائیں)۔

٢٢٢٨-ابوامامہ بن سہل بن حنیف کہتے ہیں کہ نماز جنازہ کا طریقہ یہ ہے کہ اول تکبیر کہے، اس کے بعد الحمد (بطور ثناء کے)

وَ لَا يَقْرَأُ اِلَّا فِي الْأُوْلٰى . رواه عبد الرزاق ، والنسائى ، و إسناده صحيح (فتح البارى ١٦٣:٣و١٦٤).

٢٢٢٩— حدثنا : محمد بن يحيى قال : أنا معمر عن الزهرى قال : سمعت أبا أمامة بن سهل بن حنيف يُحَدِّثُ ابن المسيب قال : اَلسُّنَّةُ فِي الصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَازَةِ اَنْ تُكَبِّرَ ، ثُمَّ تَقْرَأَ بِاُمِّ الْقُرْآنِ ، ثُمَّ تُصَلِّيْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ، ثُمَّ تُخْلِصَ الدُّعَاءَ لِلْمَيِّتِ ، وَ لَا تَقْرَأَ اِلَّا فِي التَّكْبِيْرَةِ الْأُوْلٰى ، ثُمَّ يُسَلِّمَ فِيْ نَفْسِهٖ عَنْ يَمِيْنِهٖ . أخرجه ابن الجارود فى المنتقى ، كذا فى عون المعبود (١٩٣:٣) و رجال هذا الإسناد مخرج لهم فى الصحيحين ، كذا فى التلخيص الحبير (١٦١:١).

٢٢٣٠— عن : عبد الله بن أبى أوفى ؓ : اَنَّهٗ كَبَّرَ عَلٰى جَنَازَةِ اِبْنَةٍ لَهٗ اَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ ، فَقَامَ بَعْدَ الرَّابِعَةِ ، كَقَدْرِ بَيْنَ التَّكْبِيْرَتَيْنِ يَسْتَغْفِرُ لَهَا وَ يَدْعُوْ ، ثُمَّ قَالَ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَصْنَعُ هٰكَذَا . و فى رواية : كَبَّرَ اَرْبَعًا فَمَكَثَ سَاعَةً حَتّٰى ظَنَنَّا اَنَّهٗ سَيُكَبِّرُ خَمْسًا ، ثُمَّ سَلَّمَ عَنْ يَمِيْنِهٖ وَ عَنْ شِمَالِهٖ ، فَلَمَّا اِنْصَرَفَ قُلْنَا لَهٗ : مَا هٰذَا ؟ فَقَالَ : اِنِّيْ لَا اَزِيْدُكُمْ

پڑھے۔اسکے بعد (دوسری تکبیر کہہ کر) درود پڑھے، اس کے بعد (تیسری تکبیر کہہ کر) میت کے لئے دعا کرے (پھر تکبیر کہہ کر سلام پھیر دے) اور الحمد صرف پہلی تکبیر کے بعد پڑھے اس کو عبد الرزاق اور نسائی نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

فائدہ: یعنی سورۃ فاتحہ نماز جنازہ میں بہ نیت دعا جائز ہے اور بہ نیت قراءۃ ناجائز ہے کیونکہ یہ محلِ دعاء ہے، نہ کہ محل قراءت۔

۲۲۲۹-زہری کہتے ہیں کہ میں نے ابو امامہ بن سہل بن حنیف کو سعید بن المسیب سے بیان کرتے سنا کہ قاعدہ نماز جنازہ کا یہ ہے کہ اول تو تکبیر کہے اس کے بعد الحمد (بطور ثنا کے) پڑھے اسکے بعد (دوسری تکبیر کہہ کر) درود پڑھے۔ اس کے بعد (تیسری تکبیر کہہ کر) میت کے لئے دعا کرے اور قراءت الحمد صرف پہلی تکبیر میں ہے اسکے بعد (تکبیر کہہ کر) آہستہ سے دائیں طرف سلام پھیرے (اس کے بعد بائیں طرف) اس کو ابن الجارود نے منتقی میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحیحین کے راوی ہیں۔

۲۲۳۰-عبداللہ بن ابی اوفی سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی لڑکی کے جنازہ پر چار تکبیریں کہیں اور چوتھی تکبیر کے بعد جتنی دیر دو تکبیروں کے درمیان کی تھی اتنی دیر کھڑے ہوئے، اسکے لئے استغفار اور دعا کرتے رہے، اسکے بعد سلام پھیر کر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ یوں ہی کرتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ چار تکبیریں کہہ کر تھوڑی دیر ٹھہرے رہے یہاں تک کہ ہم نے سمجھا کہ

عَلٰى مَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَصْنَعُ ، اَوْ هٰكَذَا صَنَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ . رواه البيهقى فى السنن الكبرى ، قال الحاكم أبو عبد الله : هذا حديث صحيح ، كذا فى الأذكار للإمام النووى (المطبوع فى مصر).

٢٢٣١– عن : عبد الوارث بن سفيان عن قاسم عن ابن وضاح عن عبد الرحمن ابن إبراهيم دحيم عن مروان بن معاوية الفزارى عن عبد الله بن الحارث عن أبى بكر بن سليمان بن أبى حثمة عن أبيه قال : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُكَبِّرُ عَلَى الْجَنَائِزِ اَرْبَعًا ، وَ خَمْسًا وَ سِتًّا وَ سَبْعًا ، وَ ثَمَانِيًا ، حَتّٰى جَائَهُ مَوْتُ النَّجَاشِيِّ ، فَخَرَجَ اِلَى الْمُصَلّٰى فَصَفَّ النَّاسُ وَرَائَهُ ، كَبَّرَ عَلَيْهِ اَرْبَعًا ثُمَّ ثَبَتَ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى اَرْبَعٍ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى . أخرجه ابن عبد البر فى الاستذكار (نصب الراية ١:٣٤٨) .

قلت : رجاله كلهم ثقات . أما عبد الوارث فلم نر أحدا ممن صنف فى الضعفاء ذكره بجرح و لا تعديل . و قاسم هو ابن أصبغ حافظ متقن ذكره الذهبى فى التذكرة (٣:٦٧).

پانچویں تکبیر اور کہیں گے اس کے بعد دائیں بائیں سلام پھیرا پس جب وہ فارغ ہوئے تو ہم نے کہا کہ آپ نے یہ کیا کیا؟ انہوں نے فرمایا کہ جتنا میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا ہے میں اس سے زیادہ نہیں کروں گا۔ یا فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں ہی کیا تھا۔ اس کو بیہقی نے روایت کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: چوتھی تکبیر کے بعد دعا کو ہمارے بہت سے مشائخ نے مستحسن کہا ہے۔ اور عنایہ میں ہے کہ ظاہر الروایہ میں چوتھی تکبیر کے بعد صرف سلام ہے اور کوئی دعا نہیں۔ اور بعض مشائخ نے اسکے بعد دعاء کو پسند کیا ہے۔ مثلاً یہ کہ ربنا آتنا فى الدنيا حسنة وفى الآخرة حسنة و قنا برحمتك عذاب القبر و عذاب النار یا ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذهديتنا. بہرحال ظاہر روایہ کا مطلب یہ ہے کہ دعا موکد نہیں اور بعض مشائخ کا مطلب یہ ہے کہ دعا مستحب ہے لہذا تعارض نہیں۔

۲۲۳۱– سلیمان بن ابی حثمہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جنازہ پر کبھی چار تکبیریں کہتے اور کبھی پانچ، کبھی چھ، کبھی سات، کبھی آٹھ، یہاں تک کہ انکو نجاشی کے انتقال کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ عیدگاہ تشریف لے گئے اور لوگ ان کے پیچھے صف بستہ ہوئے۔ اور اس پر چار تکبیریں کہیں اس کے بعد آپ ﷺ آخر وقت تک چار تکبیروں پر قائم رہے۔ اس کو ابن عبدالبر نے استذکار میں روایت کیا ہے۔ اس کے راوی ثقات ہیں اور ابن حجر نے درایہ اور تلخیص میں اسپر کوئی جرح نہیں کی لہذا یہ حسن یا صحیح ہے۔

و ابن وضاح هو الحافظ محدث الأندلس صدوق فى نفسه رأس فى الحديث ، كما فى اللسان (٥:٤١٦) . و فيه (٦:١٠٨) أيضا : عن ابن عبد البر أن محمد بن وضاح كان ثقة اهـ . و الباقون من رجال الصحيح معروفون ، و الحديث أورده الحافظ أيضا فى الدراية والتلخيص ، و سكت عنه ، فهو صحيح عنده أو حسن .

٢٢٣٢— عن : سعيد بن المسيب قال : كَانَ التَّكْبِيرُ أَرْبَعًا ، وَ خَمْسًا ، فَجمَعَ عُمَرُ النَّاسَ عَلَى أَرْبَعٍ . رواه ابن المنذر بإسناد صحيح إلى سعيد (فتح البارى ٣:١٦٢).

٢٢٣٣— عن : أبى وائل ﷺ قال : كَانُوْا يُكَبِّرُوْنَ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ سَبْعًا ، وَ سِتًّا ، وَ خَمْسًا ، وَ أَرْبَعًا فَجمَعَ عُمَرُ النَّاسَ عَلَى أَرْبَعٍ كَأَطْوَلِ الصَّلَاةِ . رواه البيهقى بإسناد حسن إلى أبى وائل (فتح البارى ٣:١٦٢) .

٢٢٣٤— عن : أبى هريرة ﷺ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَعَى النَّجَاشِيَّ فِى الْيَوْمِ الَّذِىْ مَاتَ فِيْهِ ، وَخَرَجَ بِهِمْ إِلَى الْمُصَلَّى فَصَفَّ بِهِمْ وَ كَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ. رواه الجماعة ، كذا فى نيل الاوطار (٣:٢٨٣) .

۲۲۳۲-سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ پہلے تکبیریں چار بھی تھیں اور پانچ بھی۔اس کے بعد حضرت عمرؓ نے لوگوں کو چار تکبیروں پر متفق کر دیا۔اس کو ابن المنذر نے صحیح سند سے روایت کیا ہے۔

۲۲۳۳-ابووائل کہتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کبھی سات ،کبھی چھ،کبھی پانچ اور کبھی چار تکبیریں کہتے تھے۔اس کے بعد حضرت عمرؓ نے لوگوں کو چار تکبیروں پر جمع کر دیا۔جیسے کہ سب سے لمبی نماز ہوتی ہے (جس میں چار رکعتوں سے زائد نہیں ہوتیں) اس کو بیہقی نے بسند حسن روایت کیا ہے۔

فائدہ:اور یہ حضرت عمرؓ کا چار تکبیروں پر لوگوں کو قائم کرنا اپنی رائے سے نہ تھا بلکہ رسول اللہ ﷺ کے آخری فعل کو معلوم کر کے صحابہؓ کو اسی پر جما دیا کیونکہ آخری فعل سابق افعال کیلئے ناسخ ہوتا ہے اور اس کی تفصیل حاشیہ عربیہ میں مذکور ہے۔

۲۲۳۴-ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جس روز نجاشی کا انتقال ہوا۔اسی روز جناب رسول اللہ ﷺ کو اسکی اطلاع ہوئی۔اور آپ ﷺ لوگوں کو عیدگاہ لے گئے۔اور وہاں جا کر ان کو صف بستہ کیا اور اس پر چار تکبیریں کہیں۔اس کو جماعت نے روایت کیا ہے۔

٢٢٣٥— عن : الأوزاعی عن یحیی بن أبی کثیر عن أبی سلمة عن أبی هریرة ﷺ : اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ صَلّٰی عَلَی جَنَازَةٍ ، فَکَبَّرَ اَرْبَعًا . رواه ابن أبی داود فی الإفراد ، و صححه ، کذا فی فتح الباری (١٦٣:٣) .

٢٢٣٦— عن : أبی هریرة ﷺ : اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : اِذَا صَلَّیْتُمْ عَلَی الْمَیِّتِ فَاَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَاءَ . رواه أبو داود و صححه ابن حبان ، کذا فی (بلوغ المرام ١:١٠٧) .

٢٢٣٧— عن : مالك بن هبیرة ﷺ مرفوعا : مَنْ صَلّٰی عَلَیْهِ ثَلَاثَةُ صُفُوْفٍ فَقَدْ اَوْجَبَ. رواه أبو داود وغیره ، و حسنه الترمذی ، و صححه الحاکم (فتح الباری ١٤٩:٣) . و لفظ الحاکم فی مستدرکه (١:٣٦٢) و کان (أی مالك بن هبیرة) اِذَا اُتِیَ بِجَنَازَةٍ لِیُصَلّٰی عَلَیْهَا فَتَقَالُّ اَهْلُهَا جَزَّاَهُمْ صُفُوْفًا ثَلَاثَةً، فَصَلِّ بِهِمْ عَلَیْهَا ، و یقول : إن رسول الله ﷺ فذکره .

٢٢٣٥-ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جنازہ پرنماز پڑھی تو آپ ﷺ نے چارتکبیریں کہیں۔اس کوابن ابی ابوداؤد نے روایت کیا ہےاوراسے صحیح کہا ہے۔

٢٢٣٦-ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم مردہ پرنماز پڑھوتو خلوص سے اسکے لئے دعا کرو۔اس کوابوداؤد نے روایت کیا ہےاورابن حبان نے صحیح کہا ہے۔

__فائدہ__: پس نماز جنازہ میں دل سے دعا کرنا چاہئے کہ اصل میں اس سے دعا ہی مقصود ہے،اس کونماز مجازاً کہہ دیا گیا۔

٢٢٣٧-مالک بن ہبیرہ نے مرفوعاًروایت کیا ہے کہ جس مردہ پرتین صفوں نے نماز پڑھ لی اس کے لئے مغفرت ثابت ہوگئی۔اس کوابوداؤدوغیرہ نے روایت کیا ہےاورترمذی نے اسے حسن کہا ہےاورحاکم نے صحیح کہا ہےاورحاکم کے لفظ یہ ہیں کہ جب مالک بن ہبیرہ کے پاس کوئی جنازہ نماز کے لئے لایا جاتااورآدمی کم ہوتے توان کوتین حصے کرکے تین صفیں بناتےاوراس پرنماز پڑھتےاورفرماتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص پرتین صفوں نے نماز پڑھی اس کے لئے مغفرت ثابت ہوگئی۔

__فائدہ__: ہمارے مشائخ کاعمل اسی پر ہے کہ اگرآدمی تھوڑے ہوں توان کوکم ازکم تین صفوں میں کردیاجائے۔

۲۲۳۸— عن : عوف بن مالك ﷺ يقول : صَلّٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَلٰى جَنَازَةٍ فَحَفِظْتُ مِنْ دُعَائِهٖ وَ هُوَ يَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ ، وَ ارْحَمْهُ وَ عَافِهٖ ، وَ اعْفُ عَنْهُ ، وَ اَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَ وَسِّعْ مُدْخَلَهٗ ، وَ اغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَ الثَّلْجِ وَ الْبَرَدِ وَ نَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ ، وَ اَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهٖ ، وَ اَهْلًا خَيْرًا مِنْ اَهْلِهٖ ، وَ زَوْجًا خَيْرًا مِنْ زَوْجِهٖ ، وَ اَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ ، وَ اَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ، وَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ . قال : حَتّٰى تَمَنَّيْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَنَا ذٰلِكَ الْمَيِّتَ. رواه مسلم (۱:۳۱۱) .

۲۲۳۹— عن : واثلة بن الأسقع ﷺ قال : صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَلٰى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ، فَسَمِعْتُهٗ يَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ فِيْ ذِمَّتِكَ وَ حَبْلِ جِوَارِكَ فَقِهٖ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَ عَذَابِ النَّارِ وَ اَنْتَ اَهْلُ الْوَفَاءِ وَ الْحَمْدِ اَللّٰهُمَّ فَاغْفِرْ لَهٗ وَ ارْحَمْهُ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ . رواه أبو داود (۲:۱۰۱) ، و سكت عنه .

۲۲۴۰— عن : أبی إبراهيم الاشهلی عن أبيه قال : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِذَا صَلّٰى عَلَى الْجَنَازَةِ قَالَ : اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَ مَيِّتِنَا ، وَ شَاهِدِنَا ، وَ غَائِبِنَا ، وَ صَغِيْرِنَا ، وَ كَبِيْرِنَا ،

۲۲۳۸-عوف بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جنازہ پرنماز پڑھی تو میں نے ان کی دعایاد کی ،آپ ﷺ فرماتے تھے اللهم اغفر له وارحمه و عافه واعف عنه واكرم منزله ووسع مدخله و اغسله بالماء و الثلج والبرد ونقه من الخطايا كما ينقى الثوب الابيض من الدنس و ابدله داراخيرا من داره واهلا خيرا من اهله و زوجا خيرا من زوجه و ادخله الجنة و اعذه من عذاب القبر و من عذاب النار. غرض آپ ﷺ نے یہاں تک دعا کی کہ مجھے یہ آرزو ہوئی کہ کاش یہ مردہ میں ہوتا۔اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۲۲۳۹-واثلہ بن الاسقعؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مسلمان شخص کے جنازہ پر ہم کو نماز پڑھائی تو میں نے آپ ﷺ کو یہ کہتے سنااللهم ان فلان بن فلان فی ذمتك و حبل جوارك فقه من عذاب القبر و عذاب النار و انت اهل الوفاء والحمد اللهم فاغفرله و ارحمه انك انت الغفور الرحيم. اس کوابوداؤد نے روایت کیا ہےاوراس سے سکوت کیا ہے(لہذا یہ حدیث انکے ہاں حسن یا صحیح ہے)۔

۲۲۴۰-ابوابراہیم اشہلی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب جنازہ پرنماز پڑھتے تو فرماتے

وَ ذَكَرِنَا و أُنْثَانَا . رواه الترمذی (١٢١:١) و قال : حسن صحيح .

٢٢٤١ – و عند أبی داود (٢:١٠٠ و ١٠١) و سكت عنه من حديث أبی هريرة قال : صَلّٰی رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَلٰی جَنَازَةٍ فَقَالَ : اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا ، وَ مَيِّتِنَا ، وَ صَغِيْرِنَا وَ كَبِيْرِنَا وَ ذَكَرِنَا ، وَ أُنْثَانَا ، وَ شَاهِدِنَا ، وَ غَائِبِنَا . اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ فَاَحْيِهٖ عَلَی الْاِيْمَانِ ، وَ مَنْ تَوَفَّيْتَهٗ فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِسْلَامِ . اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ ، وَ لَا تُضِلَّنَا بَعْدَهٗ اهـ . و قال النووی فی الأذكار : و المشهور فی معظم كتب الحديث : فَاَحْيِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَ تَوَفَّهٗ عَلَی الْاِيْمَانِ .

قلت : هكذا أخرجه الحاكم فی مستدركه (٣٥٨:١) . عن أبی هريرة ﷺ بلفظ : اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ اِذَا صَلّٰی عَلٰی جَنَازَةٍ قَالَ : اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا الی آخره و فيه : فَاَحْيِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ ، وَ تَوَفَّهٗ عَلَی الْاِيْمَانِ . و صححه علی شرط الشيخين . و أقره عليه الذهبی قال : وله شاهد صحيح علی شرط مسلم عن عائشة رضی الله عنها ، ثم ذكره ، و فيه تقديم : "ذكرنا و أنثانا " علی " شاهدنا و غائبنا " و باقی المتن نحو حديث أبی هريرة سواء.

اللهم اغفر لحينا و ميتنا و شاهدنا و غائبنا و صغيرنا و كبيرنا و ذكرنا و انثانا. اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے حسن صحیح کہا ہے۔

۲۲۴۱-ابوداؤد نے ابوہریرہؓ سے بلا جرح کے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنازہ پر نماز پڑھی اور فرمایا اللهم اغفر لحينا و ميتنا و صغيرنا و كبيرنا و ذكرنا و انثانا و شاهدنا و غائبنا اللهم من احييته منا فاحيه علی الايمان و من توفيته منا فتوفه علی الاسلام اللهم لا تحرمنا اجره ولا تضلنا بعده۔

فائدہ: نووی نے اذکار میں کہا ہے کہ عام طور پر کتب حدیث میں فاحیہ علی الاسلام وتوفہ علی الایمان ہے اور حاکم نے بھی فاحیہ علی الاسلام وتوفہ علی الایمان روایت کیا اور کہا ہے کہ اس حدیث ابوہریرہؓ کے لئے حضرت عائشہؓ کی روایت شاہد ہے اسکے بعد اس کو روایت کیا ہے۔ اور وہ روایت ابوہریرہؓ کی روایت کی مثل ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ اس میں فقرہ و شاهدنا و غائبنا فقرہ و ذكرنا و انثانا پر مقدم ہے اور ابوہریرہؓ کی روایت میں مؤخر ہے۔

فائدہ: یہ دعا مع زیادت اکثر کتب فقہ میں لکھی ہے اور جتنی دعائیں حدیث میں وارد ہیں ان میں سے جو چاہے پڑھ سکتا ہے۔

٢٢٤٢– عن : أبى هريرة ﷺ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّيْ عَلَى الْمَنْفُوْسِ : اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَ سَلَفًا ، وَ أَجْرًا . رواه البيهقى ، كما فى التلخيص الحبير . و لم أقف على سنده .

٢٢٤٣– و يؤيده ما علقه البخارى قال الحسن : يَقْرَأُ عَلَى الطِّفْلِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ وَ يَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا سَلَفًا ، وَ فَرَطًا ، وَ أَجْرًا . اهـ . و فى فتح البارى (١٦٣:٣) : و صله عبد الوهاب بن عطاء فى كتاب الجنائز له عن سعيد بن أبى عروبة أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الصَّلَاةِ عَلَى الصَّبِيِّ ، فَأَخْبَرَهُمْ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ : أَنَّهُ يُكَبِّرُ ، ثُمَّ يَقْرَأُ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ ثُمَّ يَقُوْلُ : اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا سَلَفًا ، وَ فَرَطًا ، وَ أَجْرًا .

٢٢٤٤– عن : نافع أن عبدَ الله بن عمر رضى الله عنهما كَانَ يَقُوْلُ : لَا يُصَلِّي الرَّجُلُ عَلَى الْجَنَازَةِ إِلَّا وَ هُوَ طَاهِرٌ . رواه الإمام العلام مالك فى موطاه (ص–٨٠).

٢٢٤٥– عن : سمرة بن جندب ﷺ قال : صَلَّيْتُ وَرَاءَ النَّبِيِّ ﷺ عَلَى اِمْرَأَةٍ مَاتَتْ فِيْ نِفَاسِهَا ، فَقَامَ عَلَيْهَا وَسْطَهَا . رواه البخارى (١٧٧:١) و الجماعة

۲۲۴۲–ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نوزائدہ بچے پر یہ دعا پڑھتے تھے اللھم اجعله لنا فرطا و سلفا و اجرا. اس کو بیہقی نے روایت کیا ہے مگر اس کی سند معلوم نہ ہوسکی۔

۲۲۴۳–لیکن اسکی تائید بخاری کی ایک تعلیق سے ہوتی ہے جو کہ حسب ذیل ہے۔ حسن بصری فرماتے ہیں کہ بچے پر (ثنا کے طور پر) فاتحۃ الکتاب پڑھے اور یہ دعا کرے اللھم اجعله لنا سلفا و فرطا و اجرا. عبدالوہاب بن عطاء نے کتاب الجنائز میں اس کو موصول کیا ہے اور کہا ہے حسن (بصری) اول تکبیر کہتے اس کے بعد (بطور حمد و ثنا کے) فاتحۃ الکتاب پڑھتے۔ اسکے بعد کہتے اللھم اجعله لنا سلفا و فرطا و اجرا.

فائدہ: اس سے فقہاء حنفیہ کے اس قول کی تائید ہوگئی کہ نابالغ اور بالغ میت کے لئے دعا میں فرق ہے۔

۲۲۴۴–نافع کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ کہتے تھے کہ آدمی کو چاہئے کہ بلا طہارت جنازہ پر نماز نہ پڑھائے۔ اس کو امام مالک نے موطا میں روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے نماز جنازہ کے لئے طہارت کا شرط ہونا ظاہر ہے۔

۲۲۴۵–سمرۃ بن جندبؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے ایک عورت پر نماز پڑھی جو کہ زچگی کے زمانہ میں

٢٢٤٦– حدثنا : إبراهيم بن عبد الله ثنا أبو العباس السراج ثنا قتيبة بن سعيد ثنا محمد بن موسى المخزومي عن عون بن محمد بن علي بن أبي طالب عن أمه أم جعفر بنت محمد بن جعفر : أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ قَالَتْ : يَا أَسْمَاءُ ! إِنِّي أَسْتَقْبِحُ مَا يُفْعَلُ بِالنِّسَاءِ أَنَّهُ يُطْرَحُ عَلَى الْمَرْأَةِ الثَّوْبُ فَيَصِفُهَا . فَقَالَتْ أَسْمَاءُ : يَا بِنْتَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ أَلَا أُرِيْكِ شَيْئًا رَأَيْتُهُ بِالْحَبْشَةِ ؟ . فَدَعَتْ بِجَرَائِدَ رُطْبَةٍ فَلَوَتْهَا ثُمَّ طَرَحَتْ عَلَيْهَا ثَوْبًا . فَقَالَتْ فَاطِمَةُ : مَا أَحْسَنَ هٰذَا وَ أَجْمَلَهُ ! يُعْرَفُ بِهِ الْمَرْأَةُ مِنَ الرَّجُلِ ، فَإِذَا أَنَا مِتُّ فَاغْسِلِيْنِيْ أَنْتِ وَ عَلِيٌّ . غَسَلَهَا عَلِيٌّ وَ أَسْمَاءُ . رواه الحافظ أبو نعيم في كتاب الحلية في ترجمة فاطمة (زيلعي – ١:٣٣٩) . و أخرجه الحاكم أيضا في المستدرك في ترجمة فاطمة بطريق الواقدي عن محمد بن عمر بن علي عن أبيه عن علي بن الحسين عن ابن عباس رضي الله عنهم. فالحديث حسن و ذكر الحافظ في التلخيص (ص–١٧٠) سند أبي نعيم هذا ، و سكت عنه ، و قال: و رواه البيهقي من وجه آخر عن أسماء بنت عميس . و إسناده حسن.

مرگئی تھی تو آپ ﷺ اسکے درمیانی حصہ (یعنی سینے) کے مقابلہ میں کھڑے ہوئے۔اس کو بخاری اور جماعت نے روایت کیا ہے۔

۲۲۴۶-ام جعفر بنت محمد بن جعفر کہتی ہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے اسماءؓ سے کہا کہ عورتوں کے جنازوں پر جو صرف ایک کپڑا اڈال دیا جاتا ہے جس سے اس کے نیچے کی حالت معلوم ہوتی ہے، میں اس کو (طبعًا) برا سمجھتی ہوں، اسماء نے کہا کہ یا بنت رسول اللہ ﷺ میں آپ کو ایک ایسی شئے دکھلاتی ہوں جس کو میں نے حبشہ میں دیکھا ہے، اسکے بعد انہوں نے کھجور کی چند تر شاخیں منگوائیں اور ان سے ایک ڈھانچ تیار کر کے اس پر کپڑا اڈال دیا۔حضرت فاطمہؓ نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ بہت اچھا اور نہایت عمدہ ہے۔اس کے ذریعہ سے عورت اور مرد میں امتیاز بھی ہو جاتا ہے (اور پردہ تو ظاہر ہے) پس جبکہ میرا انتقال ہو جائے تو تم مجھے غسل دینا اور انکے غسل پر علیؓ اور اسماءؓ تھے۔اس کو ابو نعیم نے حلیہ میں روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کو ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے اور حافظ نے اس کو ابو نعیم کی سند سے روایت کر کے سکوت کیا ہے اور کہا ہے کہ بیہقی نے اس کو دوسری سند سے اسماء بنت عمیس سے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد حسن ہے۔

<u>فائدہ</u>:اس سے عورت کے جنازہ پر نعش ہونے کا استحباب ظاہر ہے۔اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ ”ان کا یہ قول حیاء طبعی پر مبنی تھا نہ کہ حیاء شرعی پر“ محض احتمال بلا دلیل ہے بلکہ ظاہر یہ ہے کہ حیاء شرعی پر محمول تھا اور حضور ﷺ کے زمانہ میں نعش کا نہ ہونا اس لئے تھا کہ اس وقت حجاب میں زیادہ سختی نہ تھی، زمانہ فساد نیات کا نہ تھا، حضور ﷺ کے بعد جلد جلد حالات بدلنے لگے اور حجاب میں شدت کی

٢٢٤٧– عن : ابن أبي ذئب حدثني صالح مولى التوأمة عن أبي هريرة ﷺ قال : قال رسول الله ﷺ : مَنْ صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَلَا شَيْءَ لَهُ . رواه أبو داود (٢: ٩٨) و سكت عنه . و رواه ابن أبي شيبة في مصنفه بلفظ : "فَلَا صَلَاةَ لَهُ " (زيلعي ١: ٣٥١) و في زاد المعاد (١: ١٤٤) و هذا الحديث حسن ، فإنه من رواية ابن أبي ذئب عنه ، و سماعه منه قديم قبل اختلاطه ، و لا يكون اختلاطه موجبا لرد ما حدث به قبل الاختلاط اھ.

٢٢٤٨– عن : ابن عباس رضي الله عنهما رفعه : إِذَا اسْتَهَلَّ الصَّبِيُّ صُلِّيَ عَلَيْهِ وَ وَرِثَ . رواه ابن عدي ، و إسناده حسن (دراية، ص–١٤٤) .

٢٢٤٩– عن : جابر ﷺ رفعه : اَلطِّفْلُ لَا يُصَلّٰى عَلَيْهِ ، وَ لَا يَرِثُ وَ لَا يُوْرَثُ حَتّٰى يَسْتَهِلَّ . أخرجه الترمذي ، والنسائي و ابن ماجة ، وصححه ابن حبان ، و الحاكم (دراية ص–١٤٤) .

ضرورت ہوئی پھر حضرت فاطمہؓ کی اس بات کو تمام صحابہؓ اور تابعین نے پسند کیا جیسا کہ ابو غالب کے قول سے حاشیہ عربیہ میں مفہوم ہوتا ہے پس اس کے استحباب پر اجماع بھی ہے (کفایہ شرح ہدایہ ملاحظہ ہو)۔

٢٢٤٧- ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی مسجد میں نماز جنازہ پڑھے اس کو کچھ ثواب نہ ملے گا۔ اس کو ابوداؤد نے بلا جرح کے روایت کیا ہے (لہذا انکے ہاں یہ حدیث حسن یا صحیح ہے) اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ اس کی نماز نہ ہوگی اور زادالمعاد میں اسے حسن کہا ہے۔

<u>فائدہ</u>: اس حدیث سے مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت معلوم ہوئی۔

٢٢٤٨- ابن عباسؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جس وقت بچہ پیدا ہو کر آواز نکالے تو اس پر نماز بھی پڑھی جائے گی اور وہ وارث بھی ہوگا۔ اس کو ابن عدی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

٢٢٤٩- جابرؓ نے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ بچہ پر نہ نماز پڑھی جائے گی اور نہ وہ کسی کا وارث ہوگا اور نہ کوئی اس کا وارث ہوگا تاوقتیکہ وہ آواز نہ نکالے۔ اس کو ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ابن حبان اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

۲۲۵۰– أخبرنا محمد بن رافع قال : أخبرنا عبد الرزاق قال : أخبرنا ابن جريج قال: سمعت نافعا يزعم : أَنَّ اِبْنَ عُمَرَ صَلّٰى عَلٰى تِسْعِ جَنَائِزَ جَمِيْعًا ، فَجُعِلَ الرِّجَالُ يَلُوْنَ الْإِمَامَ ، و النِّسَاءُ يَلِيْنَ الْقِبْلَةَ ، فَصَفَّهُنَّ صَفًّا وَ احِدًا ، وَ وُضِعَتْ جَنَازَةُ أُمِّ كُلْثُوْمِ بِنْتِ عَلِيٍّ رضى الله عنها اِمْرَاَةِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ، وَ ابْنٍ لَهَا يُقَالُ لَهٗ زَيْدٌ ، وُضِعَا جَمِيْعًا ، وَ الْإِمَامُ (أى الأمير . تلخيص) يَوْمَئِذٍ سَعِيْدُ بْنُ الْعَاصِ ، وَ فِي النَّاسِ اِبْنُ عُمَرَ رضى الله عنهما ، وَ أَبُوْ هرَيْرَةَ وَ أَبُوْ سَعِيْدٍ ، وَ أَبُوْ قَتَادَةَ فَوُضِعَ الْغُلَامُ مِمَّا يَلِي الْإِمَامَ ، فَقَالَ رَجُلٌ فَأَنْكَرْتُ ذٰلِكَ ، فَنَظَرْتُ اِلَى اِبْنِ عَبَّاسٍ ، وَ أَبِيْ هُرَيْرَةَ ، وَ أَبِيْ سَعِيْدٍ ، وَ أَبِيْ قَتَادَةَ ، فَقُلْتُ : مَا هٰذَا ؟ قَالُوْا هِيَ السُّنَّةُ . رواه النسائى (۱:۲۸) و سكت عنه .

و فى التلخيص الحبير (۱:۱۷۱) و فى رواية للدار قطنى ، و البيهقى من رواية نافع عن ابن عمر رضى الله عنهما : أَنَّهٗ صَلّٰى عَلٰى سَبْعِ جَنَائِزَ جَمِيْعًا رِجَالٌ و نِسَاءٌ . فَجَعَلَ الرِّجَالَ مِمَّا يَلِي الْإِمَامَ وَ جَعَلَ النِّسَاءَ مِمَّا يَلِي الْقِبْلَةَ ، وَ صَفَّهُمْ صَفًّا وَاحِدًا ، وَ وُضِعَتْ جَنَازَةُ أُمِّ كُلْثُوْمِ بِنْتِ عَلِيٍّ اِمْرَاَةِ عُمَرَ ، وَ ابْنٍ لَهَا يُقَالُ لَهٗ زَيْدٌ . قَالَ : وَ الْإِمَامُ يَوْمَئِذٍ سَعِيْدُ بْنُ الْعَاصِ ، وَ فِي النَّاسِ يَوْمَئِذٍ اِبْنُ عَبَّاسٍ ، وَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ ، وَ أَبُوْ سَعِيْدٍ وَ أَبُوْ قَتَادَةَ رضى الله عنهم فَوُضِعَ الْغُلَامُ مِمَّا يَلِي الْإِمَامَ ، فَقُلْتُ : مَا هٰذَا ؟ فَقَالُوْا : اَلسُّنَّةُ . و كذلك رواه ابن الجارود فى المنتقى : و إسناده صحيح اهـ.

۲۲۵۰–نافع کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ نے نو جنازوں پر ایک ساتھ نماز پڑھی تو مردوں کو امام کے قریب رکھا گیا اور عورتوں کو قبلہ کے قریب اور سب جنازوں کو ایک صف بنایا۔اور حضرت علیؓ کی صاحبزادی اور حضرت عمرؓ کی بیوی ام کلثومؓ اور انکے بیٹے زید کو ایک ساتھ رکھا گیا۔اور امام اس زمانہ میں سعید بن العاصؓ تھے(جو کہ حاکم شہر تھے) اور لوگوں میں ابن عمر اور ابو ہریرہ اور ابو سعید اور ابو قتادہ رضی اللہ عنہم تھے تو لڑکے کو امام کے قریب رکھا گیا۔ایک شخص کہتے ہیں کہ میں نے اس کو اچھا نہیں سمجھا تو میں نے ابن عباس اور ابو ہریرہ اور ابو سعید اور ابو قتادہ رضی اللہ عنہم کی طرف دیکھا اور کہا یہ کیا بات ہے تو انہوں نے فرمایا کہ یہی طریقہ ہے۔اس کو نسائی نے روایت کیا ہے۔اور اس پر سکوت کیا ہے۔

و تبين بهذه الرواية أن قائل "فنظرت ، و فقلت" فى رواية النسائى هو نافع الراوى عن ابن عمر ، والمنكر هو عمار مولى الحارث بن نوفل . ففى أبى داود (٣:٩٩): عنه أَنَّهُ شَهِدَ جَنَازَةَ أُمِّ كُلْثُوْمٍ وَ ابْنِهَا ، فَجُعِلَ الْغُلَامُ مِمَّا يَلِي الْإِمَامَ ، فَأَنْكَرْتُ ذٰلِكَ وَ فِي الْقَوْمِ ابْنُ عَبَّاسٍ رضى الله عنهما وَ أَبُوْ سَعِيْدٍ الخدرِى ، وَ أَبُوْ قَتَادَةَ وَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ رضى الله عنهم فَقَالُوْا : هٰذِهِ السُّنَّةُ اهـ . و فى نيل الأوطار (٣:٣٠٥) : سكت عنه أبو داود ، و المنذرى ، و رجال إسناده ثقات اهـ . و فى نصب الراية (١:٣٤٧) : قال النووى رحمه الله : و سنده صحيح اهـ .

باب ما يفعل المسلم إذا مات له قريب كافر

٢٢٥١– عن : على ﷺ قال : لَمَّا مَاتَ أَبُوْ طَالِبٍ أَتَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَقُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللهِ ! إِنَّ عَمَّكَ الشَّيْخَ الضَّالَّ قَدْ مَاتَ . قَالَ : اِذْهَبْ فَوَارِهِ . قَالَ عَلِيٌّ رضى الله عنه : فَلَمَّا وَارَيْتُهُ جِئْتُ إِلَيْهِ ، فَقَالَ لِيْ : اِغْتَسِلْ . رواه ابن حبان فى صحيحه ، كذا فى السيرة الحلبية (١:٣٨١). و فى سنن أبى داود (٣:٢٠٦) : حدثنا مسدد نا يحيى عن سفيان حدثنى أبو إسحاق عن ناجية بن كعب عن على رضى الله عنه فذكر نحوه،و سكت عنه هو والمنذرى.

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ جب مردوں اور عورتوں کے جنازوں پر ساتھ نماز پڑھی جائے تو مرد کا جنازہ امام کے قریب ہو پھر بچہ کا، پھر عورتوں کا اور یہی مذہب حنفیہ کا ہے، واللہ اعلم۔

فائدہ: نماز جنازہ میں تکبیرات کے وقت رفع یدین اور عدم رفع یدین میں احادیث میں اختلاف ہے لہذا نماز کے اصل اصول خشوع وخضوع کو مدنظر رکھتے ہوئے ان احادیث کو ترجیح دی جائیگی جن میں صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے۔

باب جب کسی مسلمان کا کافر رشتہ دار مر جائے تو اسکے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے

۲۲۵۱- حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ جب میرے باپ ابوطالب کا انتقال ہوا تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ کے چچا گمراہ بڈھے کا انتقال ہوگیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں دفن کردو پس جبکہ میں دفن کے بعد آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نہالو۔ اس کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے

و فی سنن النسائی (١:٢٨٣) : أخبرنا عبید الله بن سعید قال : حدثنا یحیی فذکره. وقال الحافظ ابن حجر نور الله تعالی مرقده فی التلخیص الحبیر (١:١٥٧و١٥٨) : رواه أحمد ، و أبو داود ، و النسائی ، و ابن أبی عائشة ، و أبو یعلی ، و البزار ، و البیهقی . و مدار کلام البیهقی علی أنه ضعیف ، و لا یتبین و جه ضعفه.

قلت : و قع عند ابن أبی شیبة فی مصنفه بلفظ : فَقُلْتُ : اِنَّ عَمَّكَ الشَّیْخَ الْکَافِرَ قَدْ مَاتَ ، فَمَا تَرٰی فِیْهِ ؟ قَالَ : اَرٰی اَنْ تَغْسِلَهٗ وَ تُجِنَّهٗ (تستره) اھ. و الزیلعی (١:٣٥٤) عزا الحدیث إلی أبی داود ، و النسائی ، ثم قال : و روی ابن أبی شیبة فی مصنفه بسند السنن فذکره بلفظ التلخیص عن ابن أبی شیبة .

باب أن صلاته ﷺ علی الجنازة الغائبة عنه کانت لحضورها عنده علی طریق المعجزة

٢٢٥٢— عن : عمران بن حصین ؓ أن النبی ﷺ قال : اِنَّ اَخَاکُمُ النَّجَاشِیَّ رضی الله عنه تُوُفِّیَ ، فَقُوْمُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ ، فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ، وَ صَفُّوْا خَلْفَهٗ ، فَکَبَّرَ اَرْبَعًا

اور ابوداؤد اور منذری نے اس پر جرح نہیں کی ہے اور نسائی نے بھی اس کو بلا جرح روایت کیا ہے۔ اور ابن حجر نے کہا ہے کہ اس کو احمد ، ابوداؤد، نسائی ابن ابی عائشہ، ابویعلی، بزار اور بیہقی نے روایت کیا ہے اور بیہقی کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ وہ ضعیف ہے لیکن اس کے ضعف کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوئی۔ نیز ابن حجر نے کہا ہے کہ ابن ابی شیبہ نے اس کو اس طرح روایت کیا ہے کہ (حضرت علیؓ نے فرمایا کہ) آپ ﷺ کے بڈھے اور کافر چچا کا انتقال ہو گیا ہے پس آپ ﷺ کی ان کی بابت میں کیا رائے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری رائے یہ ہے کہ ان کو نہلا کر دفن کر دو۔

باب جناب رسول اللہ ﷺ کا جنازہ غائب پر نماز پڑھنا اس بنا پر تھا کہ وہ آپ ﷺ کے سامنے بطور معجزہ کے حاضر کر دیا گیا تھا

٢٢٥٢- عمران بن حصینؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے بھائی نجاشی کا انتقال ہو گیا، تم اٹھو اور اس پر نماز پڑھو۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اٹھے اور لوگوں نے آپ ﷺ کے پیچھے صفیں باندھیں اور آپ ﷺ نے چار تکبیریں کہیں

وَ هُمْ لَا يَظُنُّونَ اِلَّا اَنَّ جَنَازَتَهٗ بَيْنَ يَدَيْهِ . رواه ابن حبان فی صحيحه ، كذا فی نصب الراية (١:٣٥٥) و فی فتح الباری (٣:١٥١) بعد نقله ما نصه : أخرجه (أی ابن حبان) . من طريق الأوزاعی عن يحيی بن أبی كثير عن أبی قلابة عن أبی المهلب عنه (أی عن عمران) . و لأبی عوانة (فی صحيحه) من طريق أبان و غيره عن يحيی " فَصَلَّيْنَا خَلْفَهٗ وَ نَحْنُ لَا نَرٰی اِلَّا اَنَّ الْجَنَازَةَ قُدَّامَنَا " اهـ.

فصل فی حمل الجنازة

باب استحباب حمل الجنازة بقوائمه الأربع

٢٢٥٣– عن : أبی عبيدة قال : قال عبد الله بن مسعود ﷺ : مَنِ اتَّبَعَ جِنَازَةً فَلْيَحْمِلْ بِجَوَانِبِ السَّرِيْرِ كُلِّهَا ، فَاِنَّهٗ مِنَ السُّنَّةِ ، ثُمَّ اِنْ شَاءَ فَلْيَتَطَوَّعْ ، وَ اِنْ شَاءَ فَلْيَدَعْ . رواه ابن ماجة (ص–١٠٧) . و فی الزوائد : رجال الإسناد ثقات ، لكن الحديث موقوف

اور لوگ یہی سمجھتے تھے کہ نجاشی کا جنازہ آپکے سامنے ہے۔اس کو ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، صحیح ابوعوانہ میں ہے کہ ہم نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی اور ہم یہی سمجھتے تھے کہ جنازہ ہمارے سامنے ہے۔

__فائدہ__: یہ ان حضرات صحابہؓ کا کشف تھا اور جب ان کو کشف ہوگیا تو یقیناً رسول اللہ ﷺ کو ان سے زیادہ کشف ہوا ہوگا۔اور چونکہ سب کو کشف ہونا ضروری نہیں اس لئے ممکن ہے کہ بعض صحابہؓ کو کشف نہ بھی ہوا ہو تو مجمع میں جاریہ کی روایت میں ابن ماجہ کے نزدیک جو آیا ہے کہ ہم کچھ نہیں دیکھتے تھے وہ اس کے معارض نہیں ہوسکتی۔ نیز اگر غائب میت پر جنازہ مشروع ہوتا تو پھر جبریل کا یہ پوچھنا کہ کیا آپ ﷺ معاویہ مزنیؓ پر جنازہ پڑھنا پسند فرماتے ہیں کا کیا مطلب؟ (مزید تفصیل تجلیات صفدر جلد دوم میں ملاحظہ فرمائیں)۔

فصل حملِ جنازہ کے بیان میں

باب جنازہ کا چاروں پاؤں سے اٹھانا اچھا ہے

٢٢٥٣–عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ جو شخص جنازہ کے ساتھ ہو اسکو چاہئے کہ اس کے تمام پاؤں کو کندھا دے کیونکہ قاعدہ یہی ہے،اس کے بعد اسے اختیار ہے چاہے اٹھائے یا نہ اٹھائے۔اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

حكمه الرفع ، و أيضاً هو منقطع ، فإن أبا عبيدة لم يسمع من أبيه اهـ . قلت : قد احتج بروايته عن أبيه جماعة ، و قد تقدم بسطه ، فالإسناد مقارب.

٢٢٥٤- ثنا : يحيى بن سعيد عن ثور عن عامر بن حشيب و غيره من أهل الشام قالوا : قال أبو الدرداء ﷺ : مِنْ تَمَامِ اَجْرِ الْجَنَازَةِ اَنْ تُشَيِّعَهَا مِنْ اَهْلِهَا ، وَ اَنْ تَحْمِلَ بِاَرْكَانِهَا الْاَرْبَعَةِ وَ اَنْ تَحْثُوَ فِي الْقَبْرِ . رواه ابن أبي شيبة في المصنف ، كذا في الجوهر النقي (١:٢٧٢) . وقال صاحب الجوهر النقي : هذا سند صحيح اهـ . أي إلى عامر ، قلت : و لكنه منقطع ، قال في التقريب (ص-٩٤) لم يسمع من أبي الدرداء اهـ. و مرسل القرون الثلاثة حجة عندنا .

باب المشي خلف الجنازة و الإسراع بها

٢٢٥٥- عن : أبي سعيد الخدري ﷺ قال : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عُوْدُوْا الْمَرْضٰى ، وَ اتَّبِعُوا الْجَنَائِزَ تُذَكِّرُكُمُ الْآخِرَةَ . رواه أحمد ، والبزار ، و ابن حبان في صحيحه (الترغيب ٢:٥١٥) .

٢٢٥٤-ابوالدرداءؓ نے فرمایا کہ جنازہ کے ساتھ ہونے کا پورا ثواب اس صورت میں ہے کہ اسکے گھر سے اسکے ساتھ ہو اور اسکے چاروں پاؤں کو کندھا دے اور قبر میں مٹی ڈالے۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور یہ مرسل صحیح ہے۔

فائدہ: یہ معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں موت کے واقعات کثرت سے واقع ہوئے لیکن سوائے ایک جنازہ کے یعنی سعد بن معاذؓ کے جنازہ کے کسی کے متعلق کیفیتِ حمل منقول نہیں تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حمل کسی عارض کی وجہ سے خلاف عادتِ معہودہ تھا گو ہم اس عارض کی تعیین نہ کر سکیں اور عادۃِ معہودہ وہی تھی، جس کو ابن مسعودؓ اور ابوالدرداءؓ نے بیان کیا ہے اور اس کا سہل اور آسان ہونا بھی اس کے متعارف ہونے کی دلیل ہے اور سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت عثمانؓ وغیرہ کا فعل جو روایت کیا جاتا ہے اگر وہ ثابت ہو تو اس کا محمل یہی عذر بھی ہو سکتا ہے، بس ان امور میں مخالفین کے لئے کوئی حجت نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔

باب جنازہ کے پیچھے چلنے اور اسکو جلدی لے چلنے کے بیان میں

٢٢٥٥-ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیماروں کی عیادت کیا کرو۔ اور جنازہ کے پیچھے

۲۲۵۶– و فی البخاری (۱۶۶:۱) : عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ قال : اَمَرَنَا النَّبِیُّ ﷺ بِسَبْعٍ ، وَ نَهَانَا عَنْ سَبْعٍ اَمَرَنَا بِاتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ . الحديث .

۲۲۵۷– عن : معمر عن ابن طاوس عن أبيه قال : مَا مَشٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ حَتّٰى مَاتَ اِلَّا خَلْفَ الْجَنَازَةِ . رواه عبد الرزاق فى مصنفه ، و هذا سند صحيح على شرط الجماعة . الجوهر النقى (۲۷۴:۱) . قلت : لكنه مرسل .

۲۲۵۸– أخبرنا : الثورى عن عروة بن الحارث عن زائدة بن أوس عن سعيد بن عبد الرحمن بن أبزى عن أبيه قال : كُنْتُ فِیْ جَنَازَةٍ وَ اَبُوْ بَكْرٍ وَ عُمَرُ رضى الله عنهما يَمْشِيَانِ اَمَامَهَا ، وَ عَلِیٌّ رضى الله عنه يَمْشِیْ خَلْفَهَا . فَقُلْتُ لِعَلِیٍّ : اَرَاكَ تَمْشِیْ خَلْفَ الْجَنَازَةِ ، و هٰذَانِ يَمْشِيَانِ اَمَامَهَا ؟ فَقَالَ عَلِیٌّ : لَقَدْ عَلِمَا اَنَّ فَضْلَ الْمَشْیِ خَلْفَهَا عَلَى الْمَشْیِ اَمَامَهَا كَفَضْلِ صَلَاةِ الْجَمَاعَةِ عَلَى الْفَذِّ ، و لٰكِنَّهُمَا اَحَبَّا اَنْ يُيَسِّرَا عَلَى النَّاسِ .

چلا کرو، یہ تم کو آخرت یاد دلائے گا۔ اس کو احمد، بزار اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

۲۲۵۶– بخاری میں براء بن عازب ؓ سے روایت ہے کہ ہم کو رسول اللہ ﷺ نے سات باتوں کا حکم دیا اور ان میں سے ایک جنازہ کے پیچھے چلنا بیان کیا اور سات باتوں سے منع فرمایا۔

۲۲۵۷– طاؤس کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عمر بھر میں کبھی جنازہ کے آگے نہیں چلے اور ہمیشہ پیچھے چلے۔ اس کو عبد الرزاق نے روایت کیا ہے اور یہ مرسل صحیح ہے۔

__فائدہ:__ یہ روایت اس روایت کے معارض نہیں ہے۔ جس میں یہ مضمون ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکرؓ وعمرؓ کو جنازہ کے آگے چلتے دیکھا۔ کیونکہ یہ ممکن ہے کہ یہ آگے چلنا کسی ضرورت سے ہو، جیسا کہ اگلی حدیث سے واضح ہے۔

۲۲۵۸– عبد الرحمٰن بن ابزی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں ایک جنازہ میں تھا۔ اور ابوبکرؓ اور عمرؓ آگے چل رہے تھے اور حضرت علیؓ پیچھے۔ میں نے حضرت علیؓ سے کہا کہ یہ کیا بات ہے، وہ آگے ہیں اور آپ پیچھے؟ آپؓ نے فرمایا کہ اتنی بات وہ بھی جانتے ہیں کہ جنازہ کے پیچھے چلنا آگے چلنے سے اتنی ہی فضیلت رکھتا ہے جتنی کہ نمازِ جماعت کو تنہا نماز پر۔ مگر وہ چاہتے ہیں کہ لوگوں کے لئے آسانی پیدا کریں (اور وہ یہ نہ سمجھیں کہ پیچھے چلنا واجب ہے اور بضرورت بھی آگے نہ چلنا چاہئے۔ یا یہ مطلب ہے کہ ان کے پیچھے چلنے سے لوگوں کو آگے بڑھکر جنازہ کو کندھا دینا دشوار ہوتا ان کے ادب کی وجہ سے لوگ

رواه عبد الرزاق فی مصنفه ، کذا فی نصب الرایة (۱:۳۵۹) . و رجاله رجال الصحیحین إلا زائدة بن أوس ، و قد ذکره ابن حبان فی الثقات ، کما فی الجوهر النقی (۱:۲۷۳).

و أخرجه الحافظ فی الفتح (۳:۱۴۷) مختصرا ، و حسنه ، و فی آثار السنن (۲:۱۲۳) بعد عزوه إلی عبد الرزاق ، والطحاوی ما لفظه : إسناده صحیح اهـ. ووقع عند الطحاوی (۱:۲۷۹) : زائدة بن خراش ، ولم أقف علیه ، و أخرجه ابن أبی شیبة فی مصنفه ، أخبرنا محمد بصل عن یزید بن أبی زیاد عن عبد الرحمن بن أبی لیلی عن ابن أبزی قال : کنت فی جنازة ......الحدیث (زیلعی) . و هذا سند صحیح علی شرط مسلم ، و قول علی ﷺ مما لا یُدرَکُ بالرأی ، فهو مرفوع حکمی .

۲۲۵۹— عن : أبی هریرة ﷺ عن النبی ﷺ قَالَ : اِسْرَعُوْا بِالْجَنَازَةِ ، فَاِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُوْنَهَا اِلَيْهِ ، وَ اِنْ تَكُ سِوٰى ذٰلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُوْنَهٗ عَنْ رِقَابِكُمْ . رواه البخاری (۱:۱۷۶).

۲۲۶۰— عن : ابن عمر رضی الله عنهما : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ : اِذَا مَاتَ اَحَدُكُمْ فَلَا تَحْبِسُوْهُ ، وَ اسْرَعُوْا بِهٖ اِلٰى قَبْرِهٖ . أخرجه الطبرانی بإسناد حسن . (فتح الباری ۳:۱۴۷) .

آگے بڑھنے سے جھجکتے ، اس لئے وہ جنازہ سے آگے ہو گئے) ۔ اس کو عبدالرزاق نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں اور اس کو حافظ نے فتح الباری میں مختصر روایت کر کے حسن کہا ہے اور ابن ابی شیبہ نے بھی اسے روایت کیا ہے اور اس کی سند شرط مسلم پر صحیح ہے، یہ حکماً مرفوع ہے۔

۲۲۵۹-ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جنازہ کو جلدی لے جاؤ کیونکہ اگر وہ اچھا ہے تو اسکو بہتری کی طرف جلدی پہنچاؤ گے اور اگر دوسری صورت ہے تو جلدی سے ایک بری چیز کو اپنی گردن سے اتار دو گے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

۲۲۶۰-ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی مرجائے تو اس کو روکو نہیں بلکہ جلدی اسے اسکی قبر کی طرف لے جاؤ۔ اس کو طبرانی نے بسند حسن روایت کیا ہے۔

٢٢٦١— عن : ابن مسعود ﷺ : سَأَلْنَا نَبِيَّنَا ﷺ عَنِ الْمَشْيِ مَعَ الْجَنَازَةِ ، فَقَالَ : مَا دُونَ الْخَبَبِ . رواه أصحاب السنن ، و فيه يحيى بن عبد الله الجابر و يقال المجبر ، وثقه الترمذي (زيلعي) و قال أحمد و ابن عدي : لا بأس به (تهذيب) . و شيخه أبو ماجد الحنفي مجهول ، ولكن جهالة الرواة في القرون الثلاثة لا تضرنا ، كما ذكرنا في المقدمة.

٢٢٦٢— عن : أبي بكرة قال : لَقَدْ رَأَيْتُنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ ، وَ إِنَّا لَنَكَادُ وَ أَنْ نَرْمَلَ بِالْجَنَازَةِ رَمْلًا . أخرجه الحاكم في المستدرك (١:٣٥٥) و قال : هذا حديث صحيح الإسناد ، و لم يخرجاه . قال : و له شاهد بإسناد صحيح عن عبد الله بن جعفر الطيار .

٢٢٦٣— ثم أخرجه بسنده عن ابن وهب أخبرني ابن أبي الزناد عن أبيه قال : كُنْتُ جَالِسًا مَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ بِالْبَقِيْعِ ، فَاطَّلَعَ عَلَيْنَا بِجَنَازَةٍ ، فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا ابْنُ جَعْفَرٍ فَتَعَجَّبَ مِنْ إِبْطَاءِ مَشْيِهِمْ بِهَا . فَقَالَ : عَجَبًا لِمَا تَغَيَّرَ مِنْ حَالِ النَّاسِ ! وَ اللهِ إِنْ كَانَ إِلَّا الْجَمْزُ . الحديث . و أقر الذهبي الحاكم على تصحيح الحديث و شاهده .

٢٢٦١-ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ جنازہ کے ساتھ چلنے میں رفتار کتنی تیز ہونی چاہئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دوڑنے سے کم۔ اس کو اصحابِ سنن نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں ابو ماجد راوی غیر معروف ہے مگر یہ چیز قرون ثلثہ میں مضر نہیں۔

٢٢٦٢-ابو بکرہؓ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایسی حالت میں دیکھا کہ ہم تیز روی کی وجہ سے جنازہ کو لیکر دوڑنے کے قریب ہوگئے۔ اس کو حاکم نے روایت کیا ہے اور صحیح الاسناد کہا ہے۔

٢٢٦٣-حاکم نے ابو الزناد سے روایت کیا ہے کہ میں عبداللہ بن جعفر کے ساتھ بقیع میں بیٹھا ہوا تھا کہ ہمارے سامنے ایک جنازہ آیا۔ عبداللہ بن جعفر نے اس کی سست رفتاری سے تعجب کیا اور کہا کہ تعجب ہے لوگوں کی حالت میں کس قدر تغیر ہوگیا ہے۔ پہلے تو ہمیشہ رفتار تیز ہوتی تھی۔ حاکم نے اس کو بھی صحیح کہا ہے اور ذھبی نے دونوں کو برقرار رکھا ہے۔

فائدہ: تیز رفتار سے یہ مراد ہے کہ دوڑنے سے کم ہو اور سست چال سے زیادہ اور یہی مذہب حضرات حنفیہ کا ہے۔

باب استحباب أن لا يركب مع الجنازة

٢٢٦٤– عن : ثوبان ﷺ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ أُتِیَ بِدَابَّةٍ وَ هُوَ مَعَ الْجَنَازَةِ فَأَبٰی أَنْ يَرْكَبَ فَلَمَّا انْصَرَفَ أُتِیَ بِدَابَّةٍ فَرَكِبَ ، فَقِيْلَ لَهُ ، فَقَالَ : اِنَّ الْمَلَائِكَةَ كَانَتْ تَمْشِیْ ، فَلَمْ أَكُنْ لِأَرْكَبَ وَ هُمْ يَمْشُوْنَ ، فَلَمَّا ذَهَبُوْا رَكِبْتُ . رواه أبو داود (٣:١٧٨) و سكت عنه هو و المنذری. و فی نيل الأوطار (٣:٣١٣): رجال إسناده رجال الصحيحين اھ. وأخرجه الحاكم فی المستدرك (١:٣٥٥) و صححه علی شرطهما ، و أقره عليه الذهبی .

٢٢٦٥– عن : جابر بن سمرة ﷺ : أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اِتَّبَعَ جَنَازَةَ ابْنِ الدَّحْدَاحِ مَاشِيًا ، و رَجَعَ عَلٰی فَرَسٍ . رواه الترمذی (١:١٢٠) ، و قال : حسن صحيح .

باب نسخ القيام للجنازة

٢٢٦٦– عن : نافع بن جبير أن مسعود بن الحكم الأنصاری أخبره أنه سمع علی بن أبی طالب ﷺ يَقُوْلُ فِیْ شَانِ الْجَنَائِزِ . اِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَامَ ثُمَّ قَعَدَ . وَ اِنَّمَا حَدَّثَ

باب بہتر یہ ہے کہ جنازہ کے ساتھ سوار ہو کر نہ جایا جائے

۲۲۶۴–ثوبانؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سواری کے لئے گھوڑا لایا گیا، تو آپ ﷺ نے اس پر سوار ہونے سے انکار کر دیا۔ اسکے بعد جب لوٹے تو پھر گھوڑا پیش کیا گیا، آپ ﷺ سوار ہو گئے، اس کی وجہ دریافت کی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ جاتے وقت فرشتے پیادہ چل رہے تھے، اس لئے میرے لئے سوار ہونا نامناسب تھا، اب جبکہ وہ رخصت ہو گئے تو میں سوار ہو گیا۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور انہوں نے اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے۔ اور نیل الاوطار میں اسکے راویوں کو صحیح کے راوی کہا ہے۔ اور حاکم نے اسکی سند کو صحیح کہا ہے اور ذہبی نے اسے برقرار رکھا ہے۔

۲۲۶۵–جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ابن الدحداح کے جنازہ کے ساتھ پیادہ گئے اور سوار واپس ہوئے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کو حسن صحیح کہا ہے۔

باب جنازہ کے لئے کھڑا ہو جانا منسوخ ہے

۲۲۶۶–نافع بن جبیر کہتے ہیں کہ ان کو مسعود بن الحکم انصاری نے خبر دی ہے کہ انہوں نے علی بن ابی طالبؓ کو جنازوں

بِذٰلِكَ لِاَنَّ نَافِعَ بْنَ جُبَيْرٍ رَاٰى وَاقِدَ بْنَ عمروٍ قَامَ حَتّٰى وُضِعَتِ الْجِنَازَةُ . رواه مسلم (۱:۳۱۰) و فى التلخيص الحبير (۱:۱۵٦) . و رواه ابن حبان (فى صحيحه) بلفظ : كَانَ يَأمُرُنَا بِالْقِيَامِ فِى الْجَنَائِزِ ، ثُمَّ جَلَسَ بَعْدَ ذٰلِكَ وَ اَمَرَنَا بِالْجُلُوْسِ . اھ.

باب القيام لتابع الجنازة حتى توضع على الأرض

۲۲٦۷— عن : البراء ﷺ : كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِىْ جِنَازَةٍ فَانْتَهَيْنَا اِلَى الْقَبْرِ وَ لَمَّا يُلْحَدْ فَجَلَسَ ، فَجَلَسْنَا حَوْلَهٗ . صححه أبو عوانة و غيره. التلخيص الحبير . (۱:۱۵٦).

۲۲٦۸— حدثنا : أحمد بن يونس نا زهير نا سهل بن أبى صالح عن ابن أبى سعيد الخدرى عن أبيه قال : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : اِذَا اتَّبَعْتُمُ الْجَنَازَةَ فَلَا تَجْلِسُوْا حَتّٰى تُوْضَعَ .

کے باب میں کہتے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ابتداء میں کھڑے ہوتے تھے، اس کے بعد بیٹھنے لگے تھے اور یہ حدیث انہوں نے اس لئے بیان کی کہ انہوں نے واقد بن عمرو کو دیکھا کہ کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ جنازہ (زمین پر) رکھا گیا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے اور صحیح ابن حبان میں ہے کہ آپ ﷺ ہم کو جنازوں میں کھڑے ہونے کا حکم دیتے تھے، اس کے بعد خود بھی بیٹھنے لگے اور ہمیں بھی بیٹھنے کا حکم دیا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنازہ کو دیکھ کر تعظیماً کھڑا ہونا منسوخ ہے۔

باب جب تک جنازہ زمین پر نہ رکھدیا جائے اس وقت تک ساتھ والوں کو بیٹھنا نہ چاہئے

۲۲٦۷- براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک جنازہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، پس جبکہ ہم قبر پر پہنچے تو ابھی لحد تیار نہ ہوئی تھی، لہذا رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے گرد بیٹھ گئے۔ اس کو ابوعوانہ وغیرہ نے صحیح کہا ہے۔

۲۲٦۸- ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب جنازہ کے ساتھ چلو تو اس وقت تک نہ بیٹھو جب تک کہ وہ (زمین پر) نہ رکھدیا جائے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ جنازہ کے ساتھ ہوں ان کو جنازہ زمین پر رکھے جانے سے پہلے نہیں بیٹھنا چاہئے۔

٢٢٦٩– قال أبوداود : روى الثورى هذا الحديث عن سهيل عن أبيه عن أبى هريرة ﷺ قال فيه : حَتّٰى تُوْضَعَ بِالْاَرْضِ . و رواه أبو معاوية عن سهيل قال : حَتّٰى تُوْضَعَ فِى اللَّحْدِ. قال أبو داود : و سفيان أحفظ من أبى معاوية . هكذا قال أبو داود فى سننه (١٧٧:٣).

باب النهى عن اتباع الميت بنار

٢٢٧٠– عن : أبى بردة ﷺ قال : اَوْصٰى اَبُوْ مُوْسَى الْاَشْعِرِىُّ رضى الله عنه حِيْنَ حَضَرَهُ الْمَوْتُ ، فَقَالَ : لَا تُتْبِعُوْنِىْ بِمِجْمَرَةٍ ، قَالُوْا لَهٗ : اَوَ سَمِعْتَ فِيْهِ شَيْئًا ؟ قَالَ : نَعَمْ ! مِنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ . رواه ابن ماجة (٢٣٣:١) . قال السندى : بمجمر أى بنار . لأنه لا فائدة فيه ، و يؤدى إلى الفال القبيح ، فتركه أولى ، و فى الزوائد : إسناده حسن اھ.

٢٢٧١– عن : هشام بن عروة عن أسماء بنت أبى بكر رضى الله عنها : أَنَّهَا قَالَتْ لِاَهْلِهَا : اَجْمِرُوْا ثِيَابِىْ اِذَا مِتُّ ثُمَّ حَنِّطُوْنِىْ ، وَ لَا تَذَرُوْا عَلٰى كَفَنِىْ حِنَاطًا ،

٢٢٦٩–ابوداؤد کی ایک روایت میں جو حتی توضع فی اللحد آیا ہے امام بخاری نے اس کے ضعف اور حتی توضع علی الارض کی قوت پر اشارہ کیا ہے (فتح الباری) جیسا کہ ابوداؤد نے بھی سفیان کو زیادہ حافظ بتلا کر اس کی ترجیح کو بتلایا ہے۔ واللہ اعلم۔

فائدہ: یعنی لحد میں رکھنے تک کھڑا ہونا مراد نہیں بلکہ لحد میں اتارنے سے قبل جب زمین پر رکھدیا جائے تب بھی بیٹھنا درست ہے۔

باب مُردے کے ساتھ آگ نہ لے جانا چاہئے

٢٢٧٠–ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ جس وقت ابوموسیٰؓ کا انتقال ہونے لگا تو آپ نے وصیت کی کہ میرے ساتھ انگیٹھی نہ لے چلنا، لوگوں نے کہا کہ کیا آپ نے اس باب میں کچھ سنا ہے؟ تو فرمایا کہ ہاں میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ اور سندی نے کہا کہ انگیٹھی سے مراد آگ ہے اور اس کی ممانعت اس کے بے فائدہ ہونے کی وجہ سے ہے اور اس لئے ہے کہ اس میں فال بد ہے اس لئے اس کا ترک اولی ہے اور زوائد میں ہے کہ اس کی اسناد حسن ہے۔

٢٢٧١–اسماء بنت ابوبکرؓ نے اپنے انتقال کے وقت فرمایا کہ جب میں مرجاؤں تو میرے کفن کو دھونی دینا اور میرے جسم کو

وَ لَا تُتْبِعُوْنِىْ بِنَارٍ . رواه مالك (ص—٧٨). قال المحدث جمال الدين عبد الله بن يوسف الزيلعى الحنفى فى نصب الراية (١:٣٤٦): هذا سند صحيح اه.

باب تعميق القبر و توسيعه و اختيار اللحد على الشق

٢٢٧٢— عن: رجل من الأنصار ﷺ قال: خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِىْ جَنَازَةٍ، فَرَأَيْتُ النَّبِىَّ ﷺ عَلَى الْقَبْرِ يُوْصِى الْحَافِرَ: أَوْسِعْ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيْهِ، أَوْسِعْ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهِ. رواه أحمد، و أبوداود و البيهقى، و إسناده صحيح، كذا فى التلخيص الحبير (١:١٦٣).

٢٢٧٣— عن: هشام بن عامر ﷺ قال: شَكَوْنَا اِلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ يَوْمَ أُحُدٍ، فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللهِ! اَلْحَفْرُ عَلَيْنَا لِكُلِّ اِنْسَانٍ شَدِيْدٌ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: اِحْفِرُوْا وَ اَعْمِقُوْا وَ اَحْسِنُوْا. الحديث، رواه النسائى (١:٣٨٣) و سكت عنه.

٢٢٧٤— عن: ابن عباس رضى الله عنهما قال: قَالَ النَّبِىُّ ﷺ اَللَّحْدُ لَنَا، وَ الشَّقُّ لِغَيْرِنَا.

خوشبو لگانا لیکن میرے کفن پر حنوط نہ چھڑکنا (کیونکہ اس سے کفن رنگین ہو جائے گا) اور نہ میرے ساتھ آگ لے چلنا۔ اس کو امام مالک نے روایت کیا ہے۔

باب قبر کو گہری اور کشادہ بنانا اور لحد کو شق پر ترجیح دینا

۲۲۷۲- ایک انصاریؓ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں گئے تھے تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ قبر پر بیٹھے ہوئے قبر کھودنے والے سے فرما رہے ہیں کہ پاؤں کی طرف سے کشادہ کرو۔ سر کی طرف سے کشادہ کرو۔ اس کو احمد، ابوداؤد اور بیہقی نے روایت کیا ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔

۲۲۷۳- ہشام بن عامرؓ کہتے ہیں کہ ہم نے جنگ احد میں رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ہمارے لئے ہر آدمی کے لئے الگ قبر کھودنا دشوار ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اچھا کھودو اور گہری کھودو اور عمدہ کھودو الی آخر الحدیث۔ اس کو نسائی نے روایت کیا ہے اور اس پر جرح نہیں کی۔

فائدہ: کم از کم نصف قامت گہری ہونی چاہئے اور اس سے زیادہ افضل ہے اور اعلی درجہ تو یہ ہے کہ پورے قد کے برابر گہری ہو۔

۲۲۷۴- ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ لحد ہمارے لئے اور شق اور لوگوں کے لئے ہے۔

رواه الترمذی (١٧٤:١) و قال : حديث غريب من هذا الوجه . و فی نيل الأوطار (٣١٩:٣) و حسنه الترمذی كما وجدنا ذلك فی بعض النسخ الصحيحة من جامعه اهـ.

قلت : لعله كان فی الأصل حسنا غريبا ، فسهی الكاتب عن أحد اللفظين . و فی التلخيص الحبير (١٦٣:١) صححه ابن السكن ، و قد روی من غير حديث ابن عباس رضی الله عنهما ، رواه ابن ماجة ، و أحمد ، والبزار ، والطبری عن حديث جرير ، و فيه عثمان بن عمير و هو ضعيف لكن رواه أحمد و الطبرانی من طرق زاد أحمد فی رواية بعد قوله : لغيرنا اهل الكتاب اهـ.

٢٢٧٥– عن : مالك عن نافع عن ابن عمر رضی الله عنهما : أُلْحِدَ لِلنَّبِيِّ ﷺ وَ لِأَبِيْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ رضی الله عنهما . رواه ابن أبی شيبة . و هذا من أصح الأسانيد ، كذا فی الدراية (ص– ١٤٨) .

٢٢٧٦– عن : أنس بن مالك ﷺ قال : لَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ ﷺ كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَلْحَدُ ، وَ آخَرُ يَضْرَحُ فَقَالُوْا : نَسْتَخِيْرُ رَبَّنَا ، وَ نَبْعَثُ إِلَيْهِمَا ، فَأَيُّهُمَا سُبِقَ تَرَكْنَاهُ فَأُرْسِلَ إِلَيْهِمَا ، فَسَبَقَ صَاحِبُ اللَّحْدِ ، فَلَحَدُوْا لِلنَّبِيِّ ﷺ . رواه ابن ماجة (٢٤٣:١) . وقال السندی : و فی الزوائد : فی إسناده مبارك بن فضالة وثقه الجمهور ، و صرح بالتحديث

اس کوترمذی نے روایت کیا ہےاوراسے حسن کہا ہےاورابن السکن نےاسے صحیح کہا ہے۔

٢٢٧٥–ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے لئے لحد بنائی گئی۔اس کوابن ابی شیبہ نے بسند صحیح روایت کیا ہے۔

٢٢٧٦–انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہواتواس وقت اس میں تردد ہوا کہ آپ ﷺ کے لئے لحد بنائی جائے یا ضریح؟ سواس وقت مدینہ میں قبر کھودنے والے دوشخص تھے،ایک لحد بناتا تھااوردوسرا ضریح،پس انہوں نے کہا کہ ہم حق تعالی سے طلب خیر کرتے ہیں اوردونوں کے پاس آدمی بھیجتے ہیں جو پہلے آگیا اسی کو ہم اس کام کے لئے چھوڑ دینگے۔سودونوں کے پاس آدمی بھیجا گیا اور لحد والا پہلے آیا۔اس لئے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے لحد بنائی۔اس کوابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

فزال تهمة تدليسه . و باقی رجال الإسناد ثقات ، فالإسناد صحيح اھ. و فی التلخیص الحبیر (١٦٣:١) رواه أحمد ، وابن ماجة و إسناده حسن اھ.

باب طريق ادخال الميت فی القبر

۲۲۷۷– عن : ابن عباس رضی الله عنهما : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ قَبْرًا لَيْلًا فَأُسْرِجَ لَهُ سِرَاجٌ ، فَأَخَذَ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ ، وَ قَالَ : رَحِمَكَ اللهُ إِنْ كُنْتَ لَأَوَّاهًا تَلَّاءً لِلْقُرْآنِ ، كَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا . رواه الترمذی (١٧٥:١) و حسنه .

۲۲۷۸– عن : علی رضی الله عنه : أَنَّهُ أَدْخَلَ يَزِيْدَ بْنَ الْمُكَفَّفِ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ . رواه عبد الرزاق ، و أبو بكر بن أبی شيبة ، و صححه ابن حزم فی المحلی (آثار السنن ١٢٤:٢) . و فی الجوهر النقی (٢٧٩:١) : و فی المحلی لا بن حزم : صحح عن علی رضی الله عنه : أَنَّهُ أَدْخَلَ يَزِيْدَ بْنَ الْمُكَفَّفِ مِنْ قِبَلِ الْقِبْلَةِ . و أخرج عبد الرزاق فی مصنفه إدخالُ علیٍ رضی الله عنه

سندی نے اس کی اسناد کو صحیح کہا ہے اور ابن حجر نے حسن۔

فائدہ: اس میں لحد کی فضیلت اور شق کا جواز دونوں پر دلالت ہے، فضیلتِ لحد پر اس لئے کہ اللہ تعالی نے حضور کے لئے اسی کو پسند فرمایا اور جوازِ شق پر اس لئے کہ اگر وہ ناجائز ہوتا تو صحابہؓ اس کے لئے استخارہ کیوں کرتے؟ پہلے ہی سے لحد کا فیصلہ کر لیتے، نیز اگر شق ناجائز ہوتا تو مدینہ میں مسلمانوں کی قبر کھودنے والوں میں ایک ہی قسم کے آدمی ہوتے، ضریح بنانے والا کوئی بھی نہ ہوتا۔ اور احمد کی روایت میں جو لغیرنا کے بعد اہل الکتاب وارد ہوا ہے بعد تسلیم صحت سند کے اس میں مدرج ہونے کا احتمال ہے کیونکہ جواز شق بلا کراہت اجماع سے ثابت ہو چکا ہے۔

باب میت کے قبر میں داخل کرنے کے طریق کے بیان میں

۲۲۷۷- ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کے وقت ایک قبر میں داخل ہوئے اور آپ ﷺ کے لئے چراغ روشن کیا گیا اور آپ ﷺ نے مردہ کو قبلہ کی جانب سے لیا اور فرمایا کہ اللہ تجھ پر رحم کرے تو بہت رونے والا اور بہت قرآن پڑھنے والا تھا اور آپ ﷺ نے اسکے جنازہ پر چار تکبیریں کہی تھیں۔ اس کو ترمذی نے روایت کر کے اس کی تحسین کی ہے۔

۲۲۷۸- حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے یزید بن المکفف کو قبلہ کی جانب سے قبر میں داخل کیا۔ اس کو عبدالرزاق

ابن المكفف من جهة القبلة بسند صحيح ، ثم قال : و به نأخذ اه.

باب ما يقول واضع الميت فى القبر

٢٢٧٩— حدثنا : عبد الله بن سعيد ثنا أبو خالد الأحمر ثنا الحجاج عن نافع عن ابن عمر رضى الله عنهما قال : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا اُدْخِلَ الْمَيِّتُ الْقَبْرَ قَالَ : بِسْمِ اللهِ وَ عَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ . وَ قَالَ اَبُوْ خَالِدٍ مَرَّةً . اِذَا وُضِعَ الْمَيِّتُ فِىْ لَحْدِهٖ قَالَ : بِسْمِ اللهِ ، وَ عَلٰى سُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ . رواه ابن ماجة (ص— ١١٢) . و رواه الترمذى (١٢٤:١) بهذا الإسناد و قال : حسن غريب من هذا الوجه اه. ولفظ الحديث عند ابن ماجة أوضح ، وهو وجه الاختيار.

٢٢٨٠— عن : همام عن قتادة عن أبى الصديق عن ابن عمر رضى الله عنهما : اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ اِذَا وَضَعَ الْمَيِّتَ فِى الْقَبْرِ قَالَ : بِسْمِ اللهِ وَ عَلٰى سُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ . رواه ابو داود (٢٠٦:٣) ، وسكت عنه . و فى نصب الراية (٢٦٣:١) : و بهذا الإسناد رواه ابن حبان فى صحيحه فى النوع الثانى عشر من القسم الخامس (٢٦٣:١) ، و الحاكم

اورابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہےاورابن حزم نے اسے صحیح کہا ہےاور جوہرنقی میں بھی اسے صحیح کہا ہےاور کہا ہے کہ ہمارا یہی مذہب ہے۔

فائدہ:اور بعض روایات میں جو آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو قبر کی پائیں سے داخل کیا گیا سواول تو ان کی سند میں ضعف ہے،دوسرے وہاں ضرورت کی وجہ سے ایسا کیا گیا کیونکہ حضور ﷺ کو اسی جگہ دفن کیا گیا ہے جہاں آپ ﷺ کا وصال ہوا تھا اور وہ جگہ دیوارقبلہ سے ملی ہوئی تھی اس لئے قبلہ کی طرف سے لینا دشوار تھا۔

باب مردہ کو قبر میں رکھنے والا کیا کہے؟

۲۲۷۹-ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جس وقت مردے کو قبر میں رکھا جاتا تو جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے بسم الله و على ملة رسول الله یا بسم الله و على سنة رسول الله ۔اسکوابن ماجہ اور ترمذی نے روایت کیا ہےاور ترمذی نے اسے حسن غریب کہا ہے۔

۲۲۸۰-ابن عمرؓ سے(دوسری سند سے)مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت مردے کو قبر میں رکھتے تو فرماتے بسم الله

فی المستدرک بلفظ : اِذَا اَوۡضَعۡتُمۡ مَوۡتَاکُمۡ فِیۡ قُبُوۡرِهِمۡ فَقُوۡلُوۡا : بِسۡمِ اللهِ وَ عَلٰی مِلَّةِ رَسُوۡلِ اللهِ . انتهی . قال الحاکم : حدیث صحیح علی شرط الشیخین ، ولم یخرجاه ، و همام بن یحیی ثبت مأمون إذا أسند هذا الحدیث لا یعلل بمن و قفه ، وقد وقفه شعبة ، انتهی ، و رواه البیهقی ، و قال ینفرد برفعه همام بن یحیی بهذا الإسناد وهو ثقة ، إلا أن شعبة و هشام الأستوائی روياه عن قتادة موقوفاً علی ابن عمر انتهی . و قال الدار قطنی فی الموقوف : هو المحفوظ.

قلت : قد رواه ابن حبان فی صحیحه من حدیث شعبة عن قتادة به مرفوعا : اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ اِذَا وَضَعَ الۡمَیِّتَ فِیۡ قَبۡرِهٖ قَالَ : بِسۡمِ اللهِ وَ عَلٰی مِلَّةِ رَسُوۡلِ اللهِ . انتهی . و فی بلوغ المرام (۱:۱۰۹) بعد نقل اللفظ الذی عزوته إلی الحاکم ما لفظه : أخرجه أحمد ، و أبو داود و النسائی ، و صححه ابن حبان ، و أعله الدار قطنی بالوقف اهـ . و فی التلخیص الحبیر (۱:۱٦٤) فرجح الدار قطنی ، وقبله النسائی الوقف ، و رجح غیرهما رفعه اهـ . قلت : عندی هذا حدیث صحیح مرفوع قولا و فعلا ، فإن زیادة الثقة مقبولة.

باب استحباب توجیه المیت إلی القبلة فی القبر

۲۲۸۱– عن : عبد الحمید بن سنان نا عبید بن عمیر عن أبیه أنه حدثه ، و کان له صُحۡبَةٌ اَنَّ رَجُلًا سَاَلَهٗ فَقَالَ : یَا رَسُوۡلَ اللهِ ! مَا الۡکَبَائِرُ؟ قَالَ : هُنَّ تِسۡعٌ فَذَکَرَ مَعۡنَاهُ ، زَادَ وَ عُقُوۡقُ الۡوَالِدَیۡنِ الۡمُسۡلِمَیۡنِ ، وَ اسۡتِحۡلَالُ الۡبَیۡتِ الۡحَرَامِ قِبۡلَتِکُمۡ اَحۡیَاءً وَ اَمۡوَاتًا .

و علی سنة رسول الله ۔ اس کو ابوداؤد نے بلا جرح کے روایت کیا ہے (لہٰذا انکے ہاں حسن یا صحیح ہے)۔ اور اسی سند سے ابن حبان نے اس کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور حاکم نے اس کو بایں الفاظ روایت کیا ہے کہ جس وقت تم مُردوں کو قبروں میں رکھو تو بسم الله و علی ملة رسول الله کہو اور اس کو شرط شیخین پر صحیح کہا ہے۔

فائدہ: تلخیص الحبیر میں ابوامامہؓ سے مروی ہے کہ ام کلثومؓ کو قبر میں اتارتے وقت آپ ﷺ نے منها خلقنا کم و فیها نعیدکم و منها نخرجکم تارة اخری. بسم الله و علی ملة رسول الله پڑھا۔

رواه أبو داود (٣:٧٤). و سكت عنه . و فى نصب الراية (١:٣٦٤) و رواه الحاكم فى المستدرك فى كتاب الإيمان ، وقال : قد احتج الشيخان برواة هذا الحديث ، غير عبد الحميد بن سنان اهـ . قلت : فى التقريب (ص– ١١٧) فى ترجمته . مكى مقبول اهـ . و فى الدراية (ص– ١٤٩): و صححه الحاكم اهـ.

باب استحباب نصب اللبن على اللحد

٢٢٨٢– عن : عامر بن سعد بن أبى وقاص أن سعد بن أبى وقاص ﷺ قَالَ فِىْ مَرَضِهِ الَّذِىْ هَلَكَ فِيْهِ : اِلْحَدُوْا لِىْ لَحْدًا وَ انْصِبُوْا عَلَىَّ اللَّبِنَ نَصْبًا ، كَمَا صُنِعَ بِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ . رواه مسلم (١:٣١١).

٢٢٨٣– عن : جعفر بن محمد عن أبيه عن جابر ﷺ : أَنَّ النَّبِىَّ ﷺ اُلْحِدَ ، وَ نُصِبَ عَلَيْهِ اللَّبِنُ نَصْبًا ، وَ رُفِعَ قَبْرُهٗ مِنَ الْاَرْضِ نَحْوَ شِبْرٍ . رواه ابن حبان فى صحيحه فى النوع السابع و الأربعين من القسم الخامس ، نصب الراية (١:٣٦٤) .

باب قبر میں مردے کا رخ قبلہ کی طرف کرنا

۲۲۸۱–عبید بن عمیر اپنے باپ سے جو کہ ایک صحابی تھے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! بڑے گناہ کیا کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا نو ہیں، اس کے بعد ان کی تفصیل فرمائی اور اسی میں فرمایا کہ ایک کعبہ کی حرمت کو محفوظ نہ رکھنا جو تمہارا زندہ ہونے کی حالت میں بھی قبلہ ہے اور مردہ ہونے کی حالت میں بھی۔ اس کو ابوداؤد نے بلا جرح کے روایت کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس میں یہ مضمون کہ "کعبہ مردہ ہونے کی حالت میں بھی قبلہ ہے" مضمون باب پر دلالت کرتا ہے۔

باب لحد پر کچی اینٹیں رکھنا

۲۲۸۲–عامر بن سعد کہتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاصؓ نے اپنے اس مرض میں جس میں ان کا انتقال ہوا وصیت فرمائی کہ میرے لئے لحد بنانا اور اس پر کچی اینٹیں کھڑی کرنا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے کیا گیا تھا۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

۲۲۸۳–جابرؓ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ لحد میں رکھے گئے اور آپ ﷺ پر کچی اینٹیں کھڑی کی گئیں اور آپ ﷺ

٢٢٨٤– عن : عائشة رضى الله عنها : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كُفِنَ فِيُ ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ سَحُوْلِيَةٍ ، وَلُحِدَ لَهٗ وَ نُصِبَ عَلَيْهِ اللَّبِنُ . رواه ابن حبان فى صحيحه (نصب الراية ١:٣٦٤) .

باب تسجية قبر المرأة دون الرجل

٢٢٨٥– عن : الثورى عن أبى إسحاق : شَهِدتُّ جَنَازَةَ الْحَارِثِ ، فَمَدُّوْا قَبْرَهٗ ثَوْبًا ، فَجَبَذَهٗ عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيْدٍ ، وَ قَالَ : إِنَّمَا هُوَ رَجُلٌ . رواه ابن أبى شيبة فهذا هو الصحيح (التلخيص الحبير) .

باب رش الماء و وضع الحصى على القبر و إهالة التراب فيه

٢٢٨٦– عن : عبد الله بن محمد يعنى ابن عمر عن أبيه : أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ رَشَّ عَلٰى قَبْرِ اِبْنِهٖ اِبْرَاهِيْمَ . زاد ابن عمر : أَنَّهٗ اَوَّلُ قَبْرٍ رُشَّ عَلَيْهِ ، وَ أَنَّهٗ حِيْنَ دَفَنَ وَ فَرَغَ مِنْهُ قَالَ عِنْدَ

کی قبر زمین سے تقریباً ایک بالشت اونچی کی گئی۔اس کو ابن حبان نے صحیح میں روایت کیا ہے۔

۲۲۸۴-عائشہ ؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو تین سحولی کپڑوں میں کفنایا گیا۔اور آپ ﷺ کے لئے لحد بنائی گئی اور آپ ﷺ پر اینٹیں کھڑی کی گئیں۔اس کو ابن حبان نے صحیح میں روایت کیا ہے۔

باب عورت کی قبر پر دفن کے وقت پردے کی ضرورت ہے، نہ کہ مرد کی قبر پر

۲۲۸۵۔ابواسحٰق کہتے ہیں کہ میں حارث کے جنازہ میں شریک تھا،لوگوں نے ان کی قبر پر کپڑا تانا،تو عبداللہ بن یزید نے کہا کہ یہ تو مرد ہیں (پردہ کی کیا ضرورت ہے؟) اس کو ابن ابی شیبہ نے بسند صحیح روایت کیا ہے۔

فائدہ: صحابی کا یہ فرمانا کہ ''یہ تو مرد ہے'' بتلاتا ہے کہ میت عورت ہو تو قبر پر پردہ کرنا مناسب ہے۔بنایہ شرح ہدایہ میں حضرت علیؓ اور حضرت انسؓ سے اس امر کی تصریح بھی منقول ہے کہ پردہ عورتوں کے واسطے کیا جاتا ہے مگر سند بیان نہیں کی اور اس زمانہ میں عورتوں کی قبر پر پردہ کیا جاتا تھا یہاں تک کہ اس دستور کے موافق بعضوں نے مرد کی قبر پر بھی پردہ کرنا شروع کر دیا، صحابی نے اس کو روک دیا۔

باب قبر پر پانی چھڑکنے، کنکریاں ڈالنے اور مٹی ڈالنے کے بیان میں

۲۲۸۶-عمر بن علی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صاحبزادے ابراہیم کی قبر پر پانی چھڑکا اور محمد بن عمر کہتے ہیں کہ

رَأْسِهِ : سَلَامٌ عَلَيْكُمْ . وَ لَا أَعْلَمُهُ إِلَّا قَالَ : حَثَا عَلَيْهِ بِيَدَيْهِ . رواه أبو داود في مراسيله (٤٥). و في التلخيص الحبير (١٦٥:١) : رجاله ثقات مع إرساله اهـ.قلت : عمر و ابنه من أتباع التابعين ، كما في التقريب ، فافهم ، و على كل حال فهو حجة عندنا ، فإنه من مراسيل القرن الثاني أو الثالث.

٢٢٨٧— أخبرنا إبراهيم بن محمد عن جعفر بن محمد عن أبيه : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَشَّ عَلَى قَبْرِ إِبْرَاهِيْمَ اِبْنِهِ ، وَ وَضَعَ عَلَيْهِ حَصْبَاءَ . رواه الإمام الشافعي في مسنده .قلت : هذا مرسل ، والإسناد قد تقدم في باب ما جاء في غسل اليدين ، و قد تأيد بالذي قبله و الذي بعده .

٢٢٨٨— عن : جابر ؓ قال : رُشَّ عَلَى قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺ الْمَاءُ رَشًّا وَ كَانَ الَّذِيْ رَشَّ عَلَى قَبْرِهِ بِلَالُ بْنُ رَبَاحٍ ، بَدَأَ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهِ مِنْ شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَتَّى اِنْتَهٰى إِلٰى رِجْلَيْهِ . رواه البيهقي ، و في إسناده الواقدي ، كذا في التلخيص الحبير (١٦٦:١).

یہ پہلی قبر تھی جس پر پانی چھڑکا گیا اوران کو جس وقت دفن کر دیا اوراس سے فارغ ہو گئے تو آپ ﷺ نے اس کے سرہانے سلام علیکم کہا اور میں یہ جانتا ہوں کہ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے ان پر مٹی ڈالی۔اس کو ابوداؤد نے اپنے مراسیل میں روایت کیا ہے۔مؤلف کہتے ہیں کہ یہ مرسل ہے قرن ثانی وثالث کی جو ہمارے یہاں مقبول ہے۔

فائدہ: یہ سلام زیارت کا تو نہیں ہے، کیونکہ وہ ابتدا میں ہوتا ہے ممکن ہے کہ وداع کا ہو جسکی تحقیق نظر سے نہیں گذری البتہ اباحت کا انکار نہیں ہوسکتا، واللہ اعلم۔

٢٢٨٧-محمد بن علی باقر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صاحبزادے ابراہیمؑ کی قبر پر پانی چھڑکا اوراس پر کنکریاں بچھائیں۔اس کو امام شافعیؒ نے روایت کیا ہے۔یہ روایت مرسل ہے اور سند ماقبل میں باب ماجاء فی غسل الیدین میں گذر چکی ہے اور یہ حدیث اپنے ماقبل اور مابعد کی احادیث سے مؤید ہے۔

٢٢٨٨۔جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر پر پانی چھڑکا گیا اور جس نے پانی چھڑکا وہ بلال بن رباح تھے ،انہوں نے آپ ﷺ کی دائیں جانب کھڑے ہوکر سر کی جانب سے چھڑکنا شروع کیا اور پاؤں تک چھڑکا،اس کو بیہقی نے روایت کیا ہے۔اس میں واقدی مختلف فیہ ہے اور اختلاف مضر نہیں۔

قلت : هو مختلف فيه ، والاختلاف لا يضر ، قال في مجمع الزوائد (١:٢٢٨) : في الواقدي كلام ، و قد وثقه غير واحد اهـ.

٢٢٨٩– عن : القاسم قال دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رضي الله عنها فَقُلْتُ : يَا أُمَّهْ ! اِكْشِفِيْ لِيْ عَنْ قَبْرِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَ صَاحِبَيْهِ رضي الله عنهما ، فَكَشَفَتْ لِيْ عَنْ ثَلَاثَةِ قُبُوْرٍ لَا مُشْرِفَةٍ وَ لَا لَاطِئَةٍ ، مَبْطُوْحَةٍ بِبَطْحَاءِ الْعَرْصَةِ الْحَمْرَاءِ .رواه أبو داود (٣:٢٠٨) و سكت عنه هو والمنذري ، و في التلخيص الحبير (١:١٦٥) : رواه أبو داود ، و الحاكم من هذا الوجه . زاد الحاكم : وَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ مُقَدَّمًا وَ اَبُوْ بَكْرٍ رَأْسُهٗ بَيْنَ كَتِفَيْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَ عُمَرُ رَأْسُهٗ عِنْدَ رِجْلِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ اهـ . و في نصب الراية (١:٣٦٥) بعد نقل رواية أبي داود ما نصه : و رواه الحاكم ، و صححه اهـ . و صححه البيهقي ، كما في الجوهر النقي (١:٢٦٥) .

٢٢٩٠– حدثنا : العباس بن الوليد الدمشقي ثنا يحيى بن صالح ثنا سلمة بن كلثوم ثنا الأوزاعي عن يحيى بن أبي كثير عن أبي سلمة عن أبي هريرة ﷺ : اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ صَلّٰى عَلٰى جَنَازَةٍ ، ثُمَّ اَتٰى قَبْرَ الْمَيِّتِ فَحَثٰى عَلَيْهِ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهٖ ثَلَاثًا . رواه ابن ماجة (١:١١٣).

فائدہ: حدیث کی دلالت اس بات پر ظاہر ہے کہ قبر پر کنکریاں بچھانا جائز ہے۔

۲۲۸۹–قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس گیا اور کہا کہ اماں! ہمیں رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما کی قبریں کھولکر دکھادو۔ انہوں نے پردہ ہٹایا تو میں نے دیکھا تین قبریں ہیں جو کہ نہ بہت اونچی ہیں اور نہ بہت نیچی اور ان پر سرخ کنکریاں بچھی ہوئی ہیں۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور انہوں نے اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے اور حاکم نے یہ مضمون اور روایت کیا ہے کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ سب سے آگے ہیں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کا سر آپ ﷺ کے شانوں کے درمیان ہے اور حضرت عمرؓ کا سر رسول اللہ ﷺ کے پاؤں میں ہے۔ اس کو حاکم نے صحیح کہا ہے۔ اور بیہقی نے بھی صحیح کہا ہے۔

۲۲۹۰–ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جنازہ پر نماز پڑھی، اسکے بعد میت کی قبر پر آئے تو دفن کے وقت

و فی التلخیص الحبیر (١:١٦٥) : و قال أبوحاتم فی العلل : هذا حدیث باطل . قلت : إسناده ظاهره الصحة ، و رجاله ثقات ، و قد رواه ابن أبی داود فی کتاب التفرد له من هذا الوجه ، و زاد فی المتن : أَنَّهُ كَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا . و قال بعده : و لیس یروی فی حدیث صحیح أنه ﷺ کبر علی جنازة أربعًا إلا هذا ، فهذا حکم منه بالصحة علی هذا الحدیث . لکن أبو حاتم إمام لم یحکم علیه بالبطلان إلا بعد أن تبین له ، و أظن العلة فیه عنعنة الأوزاعی ، و عنعنة شیخه ، و هذا کله إن کان یحیی بن صالح هو الوحاظی شیخ البخاری اهـ.

قلت : ابن أبی داود أیضا من أهل الفن ، والاختلاف غیر مضر ، کما عرفتك مراراً ، علی أن الأوزاعی لم أقف علی من وصفه بالتدلیس ، و لم یذکره الحافظ أیضًا فی طبقات المدلسین له. و قال فی التقریب (١٢٤) : ثقة جلیل اهـ . و شیخه ذکره فی المرتبة الثانیة من طبقات المدلسین (١١) التی قال فیها : الثانیة من احتمل الأئمة تدلیسه ، و أخرجوا له فی الصحیح لإمامته ، و قلة تدلیسه فی جنب ما روی اهـ . و فی تهذیب التهذیب (١١:٢٦٩) قال أبو حاتم : یحیی إمام لا یحدث إلا عن ثقة اهـ . و إذا کان الأمر کذلك فکیف یوصف الحدیث بما وصفه به أبو حاتم ؟ و الراجح عندی قول ابن أبی داود ، والله اعلم .

سرہانے کی طرف سے لپیں مٹی کی ڈالیں۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ابن ابی داؤد نے اتنا اور اضافہ کیا ہے کہ آپ ﷺ نے اس پر چار تکبیریں کہی تھی اور اس کو صحیح کہا ہے۔

فائدہ: حدیث کی دلالت مٹی کے ڈالنے پر اور اس بات پر کہ مردہ پر مٹی کسطرح ڈالنا چاہئے ظاہر ہے۔ حنفیہ نے بھی اپنی کتابوں میں اسی حدیث کے موافق طریقہ بتلایا ہے۔ واللہ اعلم۔

باب النهی عن تجصيص القبور والقعود و البناء و الكتابة و الزيادة عليها

۲۲۹۱— عن : جابر ﷺ قال : نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ ، وَ اَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ ، وَ اَنْ يُبْنٰى عَلَيْهِ . رواه مسلم (۳۱۲:۱) . و لفظ النسائی (۲۸٤:۱) و سكت عنه من طريق سليمان بن موسى ، و أبی الزبير ، عن جابر ﷺ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَنْ يُبْنٰى عَلَى الْقَبْرِ ، اَوْ يُزَادَ عَلَيْهِ اَوْ يُجَصَّصَ . زاد سليمان بن موسى : اَوْ يُكْتَبَ عَلَيْهِ اهـ . و رواية النسائی كرواية أبی داود (۲۱۰:۳) وقد سكت عنه ، لكن قال المنذری كما فی عون المعبود : و سليمان بن موسى لم يسمع من جابر ، فهو منطقع اهـ. و فی التقريب (۷۸) : صدوق فقيه فی حديثه بعض لين ، و خولط قبل موته بقليل اهـ.

قلت : سكوتهما عليه يدل على أنهٗ متصل عندهما . و الاختلاف غير مضر كما قد علمت غير مرة ، على أن الكتابة التی تفرد بها قد رويت من طريق أبی الزبير أيضا أخرجه الترمذی ، و قال : حسن صحيح ، و لفظه : عن أبی الزبير عن جابر ﷺ قال : نَهٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَنْ يُجَصَّصَ الْقُبُوْرُ ، وَ اَنْ يُكْتَبَ عَلَيْهَا ، وَ اَنْ يُبْنٰى عَلَيْهَا ، وَ اَنْ تُوْطَاَ اهـ.

و فی التلخيص الحبير (۱٦٥:۱) : و قال الحاكم : الكتابة على شرط مسلم و هی صحيحة غريبة ، والعمل من أئمة المسلمين من المشرق إلى المغرب على خلاف ذلك اهـ.

باب قبروں پر چونا گچ کرنا، ان پر بیٹھنا، ان پر عمارت بنانا، ان پر لکھنا اور ان پر زیادتی کرنا ناجائز ہے

۲۲۹۱- جابرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبر پر چونا گچ کرنے اور اس پر بیٹھنے اور اس پر مکان بنانے سے منع فرمایا ہے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور نسائی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبر پر مکان بنانے اور اس پر اسکی مٹی سے زیادہ مٹی ڈال کر اونچا کرنے اور اس پر چونا گچ کرنے اور اس پر لکھنے سے منع فرمایا ہے اور نسائی اور ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے اور گو منذری نے اس میں سلیمان بن موسیٰ اور جابر کے درمیان انقطاع بتلایا ہے لیکن یہ اس لئے مضر نہیں ہے کہ اسکے راوی تنہا سلیمان نہیں بلکہ ابوالزبیر بھی ہیں۔ اور ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ اور ترمذی کے الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ قبروں پر چونا گچ کیا جائے اور ان پر لکھا جائے اور ان پر عمارت بنائی جائے اور ان کو پامال کیا جائے۔ حاکم نے بھی کتابۃ کی حدیث کو شرط مسلم پر صحیح کہہ کر کہا ہے کہ

و قال السندی فی تعليقه علی ابن ماجة (١:٤٤ ٢) بعد نقل قول الحاکم هذا ما نصه: و تعقبه الذهبی فی مختصره بأنه محدث، و لم يبلغهم النهی اهـ. قلت: التعقب جيد قوی.

٢٢٩٢- و فی فتح الباری (٣:١٧٨): روی الإمام أحمد من حديث عمرو بن حزم الأنصاری مرفوعا: لَا تَقْعُدُوْا عَلَى الْقُبُوْرِ. و فی رواية له: رَآنِیْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَ اَنَا مُتَّكِئٌ عَلٰى قَبْرٍ فَقَالَ: لَا تُؤْذِ صَاحِبَ الْقَبْرِ. إسناده صحيح اهـ.

٢٢٩٣- عن: أبی هريرة رضی الله عنه قال: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: لَاَنْ يَجْلِسَ اَحَدُكُمْ عَلٰى جَمْرَةٍ فَتُحْرِقَ ثِيَابَهٗ فَتَخْلُصَ اِلٰى جِلْدِهٖ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَنْ يَجْلِسَ عَلٰى قَبْرٍ. رواه مسلم (١:٣١٢).

باب النهی عن تربيع القبور و اختيار تسنيمها

٢٢٩٤- أخبرنا: أبو حنيفة قال: حدثنا شيخ لنا يرفعه إلى النبی ﷺ: أَنَّهٗ نَهٰی

ائمہ مسلمین کا شرق سے لیکر غرب تک عمل اسکے خلاف ہے اور ذہبی نے اس کا جواب دیا ہے کہ کتابت نئی بات ہے جو کہ خیر القرون میں نہ تھی اور شاید ان لوگوں کو حدیثِ ممانعت نہیں پہنچی۔

فائدہ: یہ جواب اصول کے موافق ہے اور اجماع کا دعویٰ غیر مسلّم ہے، اگر مطلق عمل شائع کو اجماع کہا جائے تو بنا علی القبور کتابت سے بھی زیادہ شائع ہے کما نقله الشامی من بعض المحققين من الشافعية اور بہتر یہ ہے کہ اگر کتابت کے بغیر قبر کے گم ہونے اور یا نہ رہنے کا خطرہ ہو تو کتابت جائز ہے۔

٢٢٩٢-امام احمد نے عمرو بن حزم انصاری سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قبروں پر نہ بیٹھو اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک قبر سے تکیہ لگائے بیٹھے دیکھا تو فرمایا کہ صاحب قبر کو تکلیف نہ دو۔اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ قبر پر بیٹھنا اور اس سے تکیہ لگانا برا ہے اور اس سے صاحب قبر کو تکلیف ہوتی ہے اور یہی مذہب حنفیہ کا ہے (درمختار وغیرہ) اور باقی جو بخاری میں ابن عمرؓ سے قبروں پر بیٹھنا منقول ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو منع کی حدیث معلوم نہ تھی۔

٢٢٩٣-ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی چنگاری پر بیٹھ جائے جس سے اسکے کپڑے جل کر آگ اس کے جسم تک پہنچ جائے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی قبر پر بیٹھے۔اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: قبر پر بہر صورت (خواہ قضائے حاجت کے لئے ہو یا ویسے) بیٹھنا ممنوع ہے۔

عَنْ تَرْبِيْعِ الْقُبُوْرِ . و تَجْصِيْصِهَا . رواه الإمام محمد فی کتاب الآثار (ص–٦٥) . و فيه مجهول کما تری ، فهو منقطع إلا أنه من مراسيل القرن الثانی أو الثالث فهو حجة عند الأصحاب .

٢٢٩٥– أخبرنا : أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم قال : اَخْبَرَنِیْ مَنْ رَاٰی قَبْرَ النَّبِيِّ ﷺ ، وَ قَبْرَ اَبِیْ بَكْرٍ ، وَ قَبْرَ عُمَرَ رضی الله عنهما مُسَنَّمَةً نَاشِزَةً مِنَ الْاَرْضِ عَلَيْهَا فِلَقٌ مِّنْ مَدَرٍ اَبْيَضَ . رواه الإمام محمد فی کتاب الآثار (ص–٦٥) . و هو فيه مجهول کما تری ، و رجاله ثقات ، و مراسيل إبراهيم صحاح.

٢٢٩٦– حدثنا : محمد بن مقاتل أخبرنا عبد الله أخبرنا أبو بكر بن عياش عن سفيان التمار أنه حدثه : اَنَّهٗ رَاٰی قَبْرَ النَّبِيِّ ﷺ مُسَنَّمًا . رواه البخاری و فی فتح الباری : زاد أبو نعيم فی المستخرج : وَ قَبْرَ اَبِیْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ كَذٰلِكَ اهـ. و فی الجوهر النقی (١:٢٦٦) : و فی مصنف ابن أبی شيبة : ثنا عيسى بن يونس عن سفيان التمار : دَخَلْتُ الْبَيْتَ الَّذِیْ فِيْهِ قَبْرُ النَّبِيِّ ﷺ فَرَاَيْتُ قَبْرَهٗ وَ قَبْرَ اَبِیْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ مُسَنَّمَةً . و هذا سند صحيح اهـ.

باب قبروں کا چبوترے کی شکل پر بنانا ممنوع ہے اور بشکل کوہان بنانا چاہئے

۲۲۹۴–امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے ایک شیخ نے مرفوعاً روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کو مسطح بنانے اوران پر چونا گچ کرنے سے منع فرمایا ہے۔اس کوامام محمد نے کتاب الآثار میں روایت کیا ہے اور گواس روایت میں سند کی تفصیل نہیں ہے۔مگر مجتہد کو جب تک صحت روایت پر اطمینان نہ ہووہ اس کو معمول بہ نہیں بناتا ،اس لئے یہ حدیث قابل اعتماد ہے۔

۲۲۹۵–ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے اس شخص نے بیان کیا جس نے رسول اللہ ﷺ اورابوبکرؓ وعمرؓ کی قبروں کو دیکھا ہے کہ وہ بشکل کوہان اور زمین سے ابھری ہوئی ہیں اوران پر سفید ڈھیلوں کے ٹکڑے پڑے ہوئے ہیں۔اس کوامام محمد نے کتاب الاثار میں روایت کیا ہے(اس روایت میں ابراہیم کے شیخ مجہول ہیں مگر یہ جہالت مضر نہیں)۔

۲۲۹٦–سفیان تمار کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی قبر کو بشکل کوہان دیکھا ہے۔اس کو بخاری نے روایت کیا ہے اورابن ابی شیبہ نے سفیان تمار سے روایت کیا ہے کہ میں اس مکان کے اندر گیا جس میں رسول اللہ ﷺ اورابوبکرؓ وعمرؓ کی قبریں

٢٢٩٧— ثنا : يحيى بن سعيد عن سفيان عن أبي حصين عن الشعبي : رَأَيْتُ قُبُوْرَ شُهَدَاءِ أُحُدٍ جُثًا مُسَنَّمَةً . رواه ابن أبي شيبة في مصنفه ، و هذا سند صحيح (الجوهر النقي ١:٢٦٦).

٢٢٩٨— ثنا : ابن بشار ثنا عبد الرحمن ثنا خالد بن أبي عثمان قال : رَأَيْتُ قَبْرَ اِبْنِ عُمَرَ رضي الله عنهما مُسَنَّمًا . رواه ابن جرير الطبري ، كذا في الجوهر النقي (١:٢٦٦).

قلت : رجاله ثقات من رجال الجماعة غير أن خالدا لم أعرف حاله ، إلا أن عبد الرحمن بن مهدي أبى الرواية إلا عن الثقات كما في تهذيب التهذيب (٦:٢٨١) فهو ثقة أيضا على هذه القاعدة.

باب جواز تقبيل الميت و أن تعظيمه كتعظيمه في حياته

٢٢٩٩— عن : عائشة رضي الله عنها : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَبَّلَ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنٍ ﷺ وَ هُوَ مَيِّتٌ وَ هُوَ يَبْكِيْ ، أَوْ قَالَ : عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ . رواه الترمذي (١:١٨١) ، و قال : حسن صحيح.

ہیں، تو میں نے انکو مسنّم دیکھا اور انکی سند صحیح ہے اور ابو نعیم نے متخرج میں بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔

۲۲۹۷- شعبی کہتے ہیں کہ میں نے قبور شہداء کو دیکھا کہ وہ تودے اور بشکل کوہان تھے۔ اس کو ابن ابی شیبہ نے بسند صحیح روایت کیا ہے۔

۲۲۹۸- خالد بن ابی عثمان کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کی قبر کو بشکل کوہان دیکھا ہے۔ اس کو ابن جریر طبری نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقات ہیں۔ لیکن خالد کا حال مجھے معلوم نہیں ہوا۔ لیکن چونکہ ابن مہدی نے ان سے روایت کی ہے اور وہ ثقات ہی سے روایت کرتے ہیں اس لئے وہ بھی ثقہ ہیں۔

باب مردہ کی پیشانی چومنا جائز ہے اور اس کی تعظیم مثل زندہ کی تعظیم کے ہے

۲۲۹۹- حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عثمان بن مظعونؓ کا بوسہ لیا بحالیکہ وہ مردہ تھے اور آپ ﷺ رو رہے تھے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ حسن صحیح ہے۔

فائدہ: نور الایضاح وغیرہ متون حنفیہ میں ہے کہ میت کو بوسہ دینے کا مضائقہ نہیں، اس حدیث سے انکی تائید ہوتی ہے۔

۲۳۰۰— عن : عائشة و ابن عباس رضی الله عنهم : اَنَّ اَبَا بَكْرٍ قَبَّلَ النَّبِیَّ ﷺ بَعْدَ مَوْتِهٖ . رواه البخاری (۲: ۶۴۱).

۲۳۰۱— عن : عائشة رضی الله عنها : اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ : کَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ کَکَسْرِهٖ حَيًّا . رواه أبو داود (۳: ۲۰۴) و سکت عنه هو و المنذری . و فی بلوغ المرام (۱: ۱۰۹) : بإسناد علی شرط مسلم اھ . و رواه ابن حبان فی صحیحه ، کذا فی الترغیب

۲۳۰۰-حضرت عائشہؓ اور ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ابوبکر صدیقؓ نے رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد آپ ﷺ کا بوسہ لیا۔اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ:اس کی دلالت بھی مقصود باب پر ظاہر ہے۔

۲۳۰۱-حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مردے کی ہڈی کا توڑنا ایسے ہی جرم ہے جیسا کہ زندہ کی ہڈی کا توڑنا۔اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور انہوں نے اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے اور بلوغ المرام میں اس کو شرط مسلم پر صحیح کہا ہے اور ابن حبان نے اس کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

فائدہ:اس سے معلوم ہوا کہ میت کا احترام بعد موت کے ویسا ہی کرنا چاہئے جیسا حالت حیات میں تھا،اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ قبر پر سلام ودعا کے وقت اتنے ہی فاصلہ سے کھڑا ہو جتنے فاصلہ سے حالت حیات میں میت کے سامنے کھڑا ہوتا تھا۔اس حدیث کی دلالت احترام میت پر اس صورت میں تو ظاہر ہے کہ احترام کو مرادف یا مقارب عدم اہانت کے کہا جائے لیکن اگر اسکے مفہوم میں کچھ زیادت مانی جائے یعنی اسکی عظمت وادب کی رعایت بھی تو اس پر اس حدیث کی دلالت محل تامل ہے بلکہ مستقل دلیل کی حاجت ہے اور میری رائے میں وہ مستقل دلیل حضرت عائشہؓ کا یہ قول کافی ہے فلما دفن عمر معهما فوالله ما دخلته الا و انا مشدودة علی ثیابی کذا فی المشکوة بروایة احمد جسکی علت وہ خود ہی بیان فرماتی ہیں حیاء من عمر اور ان کا مذہب کائنات ناسوتیہ کے متعلق عدم ادراک میت کا سب کو معلوم ہے اس لئے اس علت کا محمل بجز رعایت ادب خاص کے اور کچھ نہیں ہو سکتا جس کو فقہاء نے اس عنوان سے تعبیر کیا ہے کہ ایسے امور میں اس کی جو عادت میت کے ساتھ اسکی حالت حیات میں تھی ایسا ہی معاملہ موت کے بعد بھی کرے،عالمگیری میں ہے و فی التهذیب یستحب زیارة القبور و کیفیة الزیارة کزیارة ذالك المیت فی حیاته من القرب والبعد کذا فی خزانة الفتاوی پس جیسا حضرت عمرؓ کے زندہ ہونے کے حالت میں وہ ان سے منہ چھپاتیں ویسا ہی ان کی قبر پر پہنچ کر بھی کیا اور اس قسم کے دوسرے معاملات کو اسی کے ساتھ ملحق کیا جا سکتا ہے۔

۲۳۰۲– عن : بشر بن معبد المعروف بابن الخصاصية قال : بَيْنَمَا أَنَا أُمَاشِي النَّبِيَّ ﷺ نَظَرَ فَإِذَا رَجُلٌ يَمْشِي بَيْنَ الْقُبُورِ عَلَيْهِ نَعْلَانِ ، فَقَالَ : يَا صَاحِبَ السِّبْتِيَّتَيْنِ ! أَلْقِ سِبْتِيَّتَيْكَ . و ذكر تمام الحديث . رواه أبو داود . و النسائی ، و ابن ماجه بإسناد حسن ، كذا فی كتاب الأذكار (۷۳) للإمام النووی نور الله عز و جل مضجعه . و فی فتح الباری (۳:۱۶۵) : و صححه الحاكم اهـ. قلت : سكت عنه أبوداود ، والنسائی ، فهو ثابت عندهم .

باب استحباب صنع الطعام لأهل الميت و كراهته منهم للناس

۲۳۰۳– عن : عبد الله بن جعفر ﷺ قال : لَمَّا جَاءَ نَعْيُ جَعْفَرٍ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : اِصْنَعُوا لِأَهْلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا ، فَإِنَّهُ قَدْ جَائَهُمْ مَا يَشْغَلُهُمْ . رواه الترمذی (۱:۱۱۹) و حسنه . و فی التلخيص الحبير (۱:۱۶۸) : و صححه ابن السكن اهـ.

۲۳۰۲-ابن الخصاصیہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا کہ آپ ﷺ نے دیکھا کہ ایک شخص قبروں کے درمیان جوتے پہنے جا رہا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے جوتے والے اپنے جوتے اتار دے۔اس کو ابوداؤد،ابن ماجہ اور نسائی نے بسند حسن روایت کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے اور ابوداؤد، نسائی اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے۔لہذا یہ حدیث انکے نزدیک ثابت ہے۔

<u>فائدہ</u>: فقہائے کرام نے قبروں پر چلنے پھرنے کو تو منع فرمایا ہے چنانچہ عالمگیری کتاب الکراہۃ میں ہے و قال شمس الائمة الحلوانی يكره و قال ابن مسعود رضی الله عنه لان اطاء على جمر احب الى من ان اطاء على قبراه ۔ لیکن قبروں کے درمیان جو خالی جگہ ہے وہاں جوتہ پہن کر جانے کو مکروہ نہیں فرمایا کما فی العالمگیرية باب الجنائز والمشى بين القبور بنعلين لا يكره عندنا كذا فی السراج الوهاج اس لئے اس روایت کو صرف استحباب پر محمول کریں گے۔

باب میت کے گھر والوں کو کھانا کھلانا اچھا ہے اور میت والوں کا دوسروں کو کھلانا مکروہ ہے

۲۳۰۳-عبداللہ بن جعفر کہتے ہیں کہ جب حضرت جعفر کے انتقال کی خبر آئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانا پکاؤ کیونکہ انکے پاس ایسی خبر آئی ہے جس کی وجہ سے خود ان کو کھانا پکانے کی فرصت نہ ہوگی۔اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے حسن کہا ہے اور ابن السکن نے اسے صحیح کہا ہے۔

٢٣٠٤– عن : جرير بن عبد الله البجلي قال : كُنَّا نَرَى الِاجْتِمَاعَ إِلَى أَهْلِ الْمَيِّتِ وَ صَنْعَةِ الطَّعَامِ مِنَ النِّيَاحَةِ . رواه ابن ماجة (٢٥٢:١) . و قال السندي : و في الزوائد إسناده صحيح اه.

باب استحباب زيارة القبور عموما و زيارة قبر النبي ﷺ خصوصا و ما يقرأ فيها

٢٣٠٥– عن : أبي بريدة عن أبيه قال : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا . رواه مسلم (٣١٤:١) . و عند النسائي (٢٨٦:١) في هذا المتن و قد سكت عنه : نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يَّزُوْرَ فَلْيَزُرْ وَ لَا تَقُوْلُوْا هُجْرًا . اه.

فائدہ: چونکہ اکثر اہل میت غمزدہ ہوتے ہیں اس لئے اس اطعام مذکور فی الحدیث کو مستحب کہا جائیگا البتہ مستحب کے لئے قرض کرنا اور سود کی پریشانی میں پڑنا جائز نہیں۔ مستحب اسی وقت تک مستحب ہے جب تک اپنے درجہ پر رہے، اگر درجہ سے بڑھا دیا جائے تو ممنوع ہو جائے گا۔

٢٣٠٤- جریر بن عبداللہ بجلی فرماتے ہیں کہ ہم لوگ اہل میت کے گھر جمع ہونے اور اہل میت کا ان کے لئے کھانا پکانے کو از قبیل ماتم سمجھتے تھے (جو کہ شرعاً ممنوع ہے) اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور زوائد میں اس کی اسناد کو صحیح کہا ہے۔

فائدہ: آجکل یہ بہت برا رواج ہو گیا ہے کہ کسی کے گھر تو موت ہو اور برادری والے تیجے، دسویں، بیسویں اور چالیسویں کو دعوت کھانے اس کے یہاں پہنچ جاتے ہیں، شریعت نے اس سے منع کیا ہے۔

باب عام طور پر زیارت قبور کے اور خاص طور پر قبر رسول اللہ ﷺ کے زیارت کے مستحسن ہونے اور ان چیزوں کے بیان میں جو بوقت زیارت پڑھی جائیں

٢٣٠٥- بریدہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم کو قبروں پر جانے سے روکتا تھا، اب تمہیں اجازت ہے کہ جایا کرو۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے اور نسائی میں یہ مضمون ہے کہ میں تمہیں قبروں پر جانے سے روکتا تھا، اب جو جانا چاہے جا سکتا ہے لیکن بے ہودہ باتیں نہ کہنا۔

فائدہ: پہلے حضور ﷺ نے مردوں عورتوں کو سب کو زیارتِ قبور سے منع فرما دیا تھا، بعد میں اجازت دیدی، اس سے بعض

۲۳۰٦— عن : أبی ھریرة ﷺ قال : زَارَ النَّبِیُّ ﷺ قَبرَ أُمِّہٖ ، فَبَکٰی وَ اَبْکٰی مَنْ حَوْلَہٗ فَقَالَ ﷺ : اِسْتَاْذَنْتُ رَبِّیْ فِیْ اَنْ اَسْتَغْفِرَ لَھَا ، فَلَمْ یُؤْذَنْ لِیْ ، وَ اسْتَاْذَنْتُہٗ فِیْ اَنْ اَزُوْرَ قَبْرَھَا ، فَاُذِنَ لِیْ ، فَزُوْرُوْا الْقُبُوْرَ ، فَاِنَّھَا تُذَکِّرُکُمُ الْمَوْتَ. رواہ مسلم (۱:۳۱٤).

ائمہ نے جن میں بعض حنفیہ بھی ہیں یہ سمجھا ہے کہ عورتوں کو بھی زیارتِ قبور کی اجازت ہے مگر بعض روایات میں زیارتِ قبور کے لئے سخت وعید آئی ہے جیسا آگے معلوم ہوگا اس لئے عورتوں کو اس سے روکنا ہی ضروری ہے اور حدیث میں اجازت کو اس قید کے ساتھ مقید کیا گیا ہے کہ وہاں جا کر بے ہودہ باتیں (یعنی خلاف شرع) مت کہو پس قبروں پر جا کر ہائے واویلا مچانا، یا قوالی کرنا' یا بزرگ مردوں سے حاجتیں مانگنا یا ان کی وفات کے دن کو خاص طور سے اجتماع وعرس کے لئے مقرر کرنا یا ان کے لئے نذریں ماننا حرام ہے اور یہ زیارت شرعی زیارت میں ہرگز داخل نہیں۔

۲۳۰٦- ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لے گئے تو آپ ﷺ رونے لگے اور ساتھ والوں کو بھی رلا دیا، اس کے بعد فرمایا کہ میں نے حق تعالیٰ سے ان کے لئے استغفار کی اجازت چاہی تو مجھے اجازت نہیں دی گئی اور میں نے اس کی اجازت چاہی کہ میں اپنی ماں کی قبر پر ہو آؤں تو مجھے اس کی اجازت دیدی گئی۔ پس تم قبروں پر جایا کرو کیونکہ وہ موت کو یاد دلاتی ہیں۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

کیا حضور ﷺ کے والدین شریفین جنتی ہیں؟

حضور ﷺ کے والدین ناجی اور جنتی ہیں:

(ا): کیونکہ ان کی وفات آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے ہوئی اور جس کی وفات آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے ہوئی ہے اس کو اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَ مَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا﴾ بنی اسرائیل-۱۵۔ (ترجمہ: ہم کسی کو عذاب نہیں کرتے جب تک رسول نہ بھیجیں) کی وجہ سے عذاب نہ ہوگا۔

امام سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ ابن ابی حاتمؒ اپنی تفسیر میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے بسند حسن نقل کرتے ہیں کہ قیامت کے دن ھالک فی الفترۃ (وہ لوگ جو دو رسولوں کے زمانے کے درمیان فوت ہوگئے کہ ان کو نہ پہلے رسول کی دعوت پہنچی اور نہ دوسرے رسول کی) یہ عذر پیش کرے گا ﴿ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع آیاتک و نکون من المؤمنین﴾ القصص-٤۷ (ترجمہ: اے اللہ! آپ نے ہماری طرف رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم آپ کی آیات کا اتباع کرتے اور مؤمن ہو جاتے)۔

امام سیوطیؒ نے سات احادیث اس بارے میں بھی نقل کی ہیں کہ ہالکین فی الفترہ کو عذاب نہ ہوگا، یہاں تک کہ قیامت کے روز اللہ جل شانہ ان کا امتحان لیں گے، پھر جو سعید ہوں گے وہ امتحان میں پاس ہو کر جنت میں جائیں گے اور جو شقی ہوں گے وہ امتحان

میں ناکام ہو کر دوزخ میں جائیں گے۔

اور شیخ الاسلام، حافظ ابن حجرؒ سے نقل کرتے ہیں کہ ''ہمارا ظن غالب یہی ہے کہ حضور ﷺ کے وہ آباء کرام جو حضور ﷺ کی بعثت سے قبل وفات پا گئے ہیں، امتحان میں پاس کئے جائیں گے، حضور ﷺ کی تکریم کے لئے تا کہ آپ ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور اس کی تائید اللہ تعالی کے فرمان ﴿ولسوف یعطیک ربک فترضی﴾ سے بھی ہوتی ہے، تو جب ہالکین فی الفترۃ میں سے بہت سے جنتی ہوں گے تو حضور ﷺ کے والدین بطریق اولی اس کے حقدار ہیں اور ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ '' مِنْ رِضیٰ محمدٍ ﷺ اَنْ لَا یَدْخُلَ اَحَدٌ مِنْ اَهْلِ بَیْتِهِ النَّارَ '' (تفسیر ابن جریر طبری)۔

(۲): حضور ﷺ کے والدین کے جنتی ہونے کی بعض لوگوں نے یہ دلیل دی ہے کہ آپ ﷺ کے والدین دین ابراہیمی پر تھے اور اس پر دلیل ﴿الذی یراک حین تقوم و تقلبک فی الساجدین﴾ (الشعراء-۲۱۸) ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کا نور ساجدؔ سے ساجد کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے، اسی واسطے حضور ﷺ نے فرمایا کہ '' لم ازل انقل من اصلاب الطاھرین الی ارحام الطاھرات '' تو یہ آیت وحدیث اس بات پر دال ہیں کہ آپ ﷺ کے جمیع اصول (اباء وامہات) موحد تھے اور شرک کی نجاست سے پاک تھے اور اس پر مزید امام سیوطیؒ نے احادیث صحیحہ سے ثابت کیا ہے کہ آپ ﷺ کے اصول میں سے ہر اصل حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضور ﷺ کے والد ماجد تک اپنے قرن کا خیر وافضل رہا ہے۔

(۳): حضور ﷺ کے والدین شریفین کے جنتی ہونے کی بعض لوگوں نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ جب دین محمدی کامل طور پر نازل ہو چکا تو آپ ﷺ کے والدین کو زندہ کیا گیا اور وہ آپ ﷺ پر بالتفصیل ایمان لائے (مسالک الحنفاء) اور اس کی دلیل حضرت عائشہؓ کی یہ حدیث ہے کہ آپ ؓ فرماتی ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر ہم حضور ﷺ کے ساتھ تھے تو آپ ﷺ عقبہ حجون پر گذرے اور غمگین حالت میں وہاں اترے اور کچھ دیر کے بعد خوش خوش واپس تشریف لائے، میں نے پوچھا تو فرمایا کہ میں اپنی والدہ ماجدہ کی قبر پر گیا تھا اور میں نے اللہ تعالی سے عرض کیا کہ انہیں زندہ کیا جائے، پس وہ زندہ کی گئیں اور مجھ پر ایمان لائیں۔ (بقول امام سیوطیؒ یہ حدیث گو سنداً ضعیف ہے لیکن فضائل ومناقب میں مقبول ہے، علامہ شامیؒ نے باب المرتد میں حدیث احیاء کے بارے میں لکھا ہے کہ علامہ قرطبیؒ اور ابن ناصر الدین وغیرہ نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔

نوٹ: امام ابن الجوزیؒ کا احادیث بالا کو ضعیف یا موضوع کہنا غلط ہے، جیسا کہ ابن الصلاح، امام نووی، زین الدین عراقی، بدر الدین ابن جماعہ بلقینی اور ابن حجر وغیرہ نے اس کا تعاقب کیا ہے اور وضع یا ضعف کا حکم لگانے کی تغلیط وتردید کی ہے۔

الغرض دلائل مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے والدین شریفین جنتی ہیں، باقی صحیح مسلم ج اص ۱۱۴ میں انسؓ

۲۳۰۷— عن : ابن مسعود ﷺ : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ ، فَزُوْرُوْهَا فَإِنَّهَا تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا ، وَ تُذَكِّرُ الْاٰخِرَةَ . رواه ابن ماجة (۱:۲٤٥) . و قال السندی : و فی الزوائد : إسناده حسن اهـ. و صححه المنذری فی ترغیبه (۲:٥٤۱).

سے مروی یہ حدیث کہ آپ ﷺ نے کسی شخص سے فرمایا کہ میرا اور تیرا باپ آگ میں ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابن جوزیؒ کہتے ہیں کہ حماد کی روایتوں میں منکرات بہت ہیں اور امام سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ جس سند والی حدیث کو ابن جوزی نے موضوعات میں شمار کیا ہے، حدیث ان ابی و اباك فی النار کی سند بھی وہی ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ روایت بالمعنی ہے یعنی حضور ﷺ کے اصل الفاظ یہ نہ تھے، اصل الفاظ اور تھے جن کو حضور ﷺ نے توریہ کے طور پر ذکر فرمایا لیکن راوی نے ان الفاظ کا یہی مطلب سمجھ کر ان ابی و اباك فی النار کہہ دیا، جسکی تفصیل یہ ہے کہ جب اعرابی نے سوال کیا کہ این ابی تو آپ ﷺ نے فرمایا فی النار اس نے پھر سوال کیا این ابوك تو اب اگر جواب میں آپ ﷺ فرماتے فی الجنة تو اس موٹی فہم والے اعرابی سے خطرہ تھا کہ وہ رعایت پر محمول کرے، حقیقت پر محمول نہ کرے، لہذا آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا، اذا مررت بقبر مشرك فبشره بالنار ، جیسا کہ ابن ماجہ وغیرہ میں اس کی تصریح ہے اور اس کی سند صحیح ہے، تو اس جواب سے راوی سمجھا کہ اس کا مطلب یہ ہے ان ابی واباك فی النار اور تیسرا جواب یہ ہے کہ یہاں ''اب'' سے مجازاً چچا (ابولہب) مراد ہے اور اب سے چچا کا مراد ہونا شائع ذائع ہے۔

اسی طرح مسلم، ابوداود، نسائی اور ابن ماجہ میں مذکور حدیث '' کہ میں نے والدہ کے لئے استغفار کی اجازت مانگی تو اجازت نہ دی گئی'' تو اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ عقیدہ بنانے کے لئے کسی دلیل قطعی کا ہونا ضروری ہے، جو مفید یقین ہو، یعنی آیت قطعی الدلالۃ ہو یا حدیث متواتر قطعی الدلالۃ ہو یا امت کا اجماع قطعی ہو، جبکہ حدیث مذکور خبر واحد ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ استغفار کی اجازت کا نہ ملنا عدم توحید کو مستلزم نہیں، کیونکہ ممکن ہے کہ آپ ﷺ کو استغفار کی اجازت اس لئے نہ ملی ہو کہ انہیں استغفار کی حاجت ہی نہیں، کیونکہ ان کا انتقال زمانہ فترت میں ہوا اور وہ معذب نہیں (اور باقی محدثین کا اسی حدیث پر زیارۃ قبر المشرک کا باب باندھنا کما فی سنن النسائی ج ۱ ص ۲٦۱ تو یہ ان کا اپنا اجتہاد ہے، جس پر عقیدہ مبنی نہیں ہوسکتا)۔

لیکن جمہور علماء نے دونوں طرح کے دلائل کو مدنظر رکھتے ہوئے اس بارے میں توقف وسکوت کو اختیار کیا ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

۲۳۰۷-ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم کو قبروں کی زیارت سے روکتا تھا، پس اب تم قبروں پر جایا کرو۔ کیونکہ (وہاں جانے میں فائدہ یہ ہے کہ) وہ دنیا سے بے رغبت کرتیں اور آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور زوائد میں ہے کہ اس کی اسناد حسن ہے اور منذری نے ترغیب میں اسے صحیح کہا ہے۔

٢٣٠٨— عن : عائشة رضی الله عنها فی حدیث طویل : قُلْتُ : كَيْفَ أَقُوْلُ لَهُمْ يَا رَسُوْلَ اللهِ ؟ قَالَ : قُوْلِيْ : اَلسَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ، وَ الْمُسْلِمِيْنَ ، وَ يَرْحَمُ اللهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا ، وَ الْمُسْتَاْخِرِيْنَ . وَ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ . رواه مسلم (٣١٤:١) بسندين ، والسند الذی هذا لفظه فيه شيخ مسلم لم يسم . و قد رواه النسائی (٢٨٦:١) و سكت عنه . و إسناده إسناد مسلم ، و ليس فيه راو غير مسمى . و فيه يوسف بن سعيد شيخ النسائی لم يخرج له غيره من أصحاب الصحاح ، و هو ثقة حافظ ، كما فی التقريب ، و مسلم إنما يروی عن ثقة ، كما حققناه فی حواشی باب ترك رفع اليدين فی غير الافتتاح ، فَلا يضره عدم التسمية.

٢٣٠٩— عن : أنس بن مالك ﷺ قال : مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ بِامْرَاَةٍ تَبْكِيْ عِنْدَ قَبْرٍ ، فَقَالَ : اِتَّقِي اللهَ وَ اصْبِرِيْ ، قَالَتْ : اِلَيْكَ عَنِّيْ ، فَاِنَّكَ لَمْ تُصَبْ بِمُصِيْبَتِيْ ، وَ لَمْ تَعْرِفْهُ ، فَقِيْلَ لَهَا : اِنَّهُ النَّبِيُّ ﷺ ، فَاَتَتْ بَابَ النَّبِيِّ ﷺ ، فَلَمْ تَجِدْ عِنْدَهُ بَوَّابِيْنَ فَقَالَتْ : لَمْ اَعْرِفْكَ . فَقَالَ : اِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْاُوْلٰى . رواه البخاری (١٧١:١).

۲۳۰۸-حضرت عائشہؓ ایک طویل حدیث کے ضمن میں فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ میں قبرستان میں جاؤں تو کیا کہوں ؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کہو السلام علیکم علی اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین و یرحم الله المستقدمین لنا والمستاخرین وانا ان شاء الله بکم للاحقون۔اس کو مسلم اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس سے اموات کو سلام کرنا ثابت ہوا۔پس معلوم ہوا کہ زیارت قبور کا ایک فائدہ میت کا ادائے حق بھی ہے ورنہ سلام کی کیا ضرورت تھی،موت تو قبرستان میں خاموش چلے جانے سے بھی یاد آ جائے گی اس حدیث سے سماع موتی بھی ثابت ہوتا ہے اور اس حدیث سے عورتوں کے لئے زیارۃ قبور کا جواز ثابت کرنا غلط فہمی ہے، کیونکہ اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ اگر ہم بغیر قصد زیارت کے قبرستان کے پاس سے گذریں تو کیا کہیں۔الغرض اس تعلیم سے عورتوں کے لئے زیارت قبور کی اجازت پر استدلال کرنا غلط ہے۔

۲۳۰۹-انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ایک عورت پر گذر ہوا جو کہ قبر کے پاس رو رہی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ بی اللہ سے ڈر اور صبر کر۔اس نے آپ ﷺ کو نہ پہچانا اور کہا ہٹ پرے، تجھ پر میری سی مصیبت کہاں پڑی ہے؟ کسی نے کہا ارے! یہ تو رسول اللہ ﷺ ہیں، اسکے بعد وہ آپ ﷺ کے مکان پر آئی تو وہاں پہرہ چوکی کچھ نہ تھا۔وہ بے تکلف اندر چلی گئی

٢٣١٠– عن : عبد الله بن أبی ملیکة قال : تُوُفِّیَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ بِالْحُبْشی . قَالَ : فَحُمِلَ اِلٰی مَکَّةَ . فَدُفِنَ فِیْهَا . فَلَمَّا قَدِمَتْ عَائِشَةُ رضی الله عنها اَتَتْ قَبْرَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرٍ فَقَالَتْ :

وَ کُنَّا کَنَدْمَانَیْ جَذِیْمَةَ حِقْبَةً ... مِنَ الدَّهْرِ حَتّٰی قِیْلَ لَنْ یَّتَصَدَّعَا

فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا کَاَنِّیْ وَ مَالِکًا ... لِطُوْلِ اِجْتِمَاعٍ لَمْ نَبِتْ لَیْلَةً مَعًا

ثُمَّ قَالَتْ : لَوْ حَضَرْتُكَ مَا دُفِنْتَ اِلَّا حَیْثُ مُتَّ وَ لَوْ شَهِدْتُّكَ مَا زُرْتُكَ . رواه الترمذی (١٢٦:١) . قلت : رجاله رجال الصحیحین.

اور عرض کیا کہ حضرت! میں نے آپ ﷺ کو پہچانا نہ تھا۔(اب میں نے حکم کی تعمیل کر دی ہے) آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب کیا ہوتا ہے صبر تو تازہ صدمہ ہی کے وقت ہوتا ہے۔(اور بھڑاس نکال لینے کے بعد تو خود صبر آ جاتا ہے) اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: رسول اللہ ﷺ کا اس عورت کے رونے دھونے پر انکار فرمانا اور قبرستان جانے پر انکار نہ فرمانا اس سے بعض علماء حنفیہ نے استدلال کیا ہے جو عورتوں کے لئے اس شرط کے ساتھ زیارت قبور کی اجازت دیتے ہیں کہ وہاں جا کر جزع فزع نہ کریں مگر اتقی اللہ میں احتمال ہے کہ خود اس حاضری کو منع فرمایا ہو، اس لئے استدلال صحیح نہیں۔

۲۳۱۰–عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ (حضرت عائشہؓ کے بھائی) کا حبشی میں انتقال ہوا تو ان کو مکہ لیجایا گیا اور وہاں دفن کیا گیا پس جبکہ حضرت عائشہؓ مکہ (بغرض حج تشریف لائیں تو بھائی کی قبر پر بھی گئیں۔ اور وہاں جا کر حسرت کے طور پر یہ دو شعر پڑھے (جن کا ترجمہ یہ ہے): ہم ایک عرصہ تک یوں ساتھ رہے جیسے جزیمہ کے دو مصاحب۔ یہاں تک کہ لوگوں نے کہا کہ یہ جدا نہ ہونگے۔ اب جبکہ ہم جدا ہو گئے تو میری اور مالک کی ایسی حالت ہو گئی جیسے کہ ہم ایک رات بھی ساتھ نہ رہے ہوں۔ اس کے بعد فرمایا کہ بھائی جان اگر میں تمہارے انتقال کے وقت موجود ہوتی تو تم وہیں دفن ہوتے جہاں تمہارا انتقال ہوا تھا (کیونکہ قاعدہ یہی ہے) اور اگر میں اس وقت موجود ہوتی تو مجھے تمہارے قبر پر آنے کی بھی ضرورت نہ تھی۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی صحیحین کے راوی ہیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کو بلا ضرورت قبر کی زیارت نہ کرنا چاہئے کیونکہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اگر میں تمہارے انتقال کے وقت موجود ہوتی تو قبر پر زیارت کیلئے نہ آتی مگر چونکہ وفات کے وقت موجود نہ تھیں اور وفات کی خبر سن کر دل بے چین ہو گیا اور زیارت قبر سے اس میں سکون کی امید تھی۔ اس لئے آپؓ نے زیارتِ قبر کر لی جس کی بنا جواز فی نفسہ ہے باقی عارض کی وجہ سے ممانعت خود اس حدیث ہی میں حضرت عائشہؓ کا قول لو شهد تك ما زرتك کافی حجت ہے۔ جس کی نظیر خود حضرت عائشہؓ

۲۳۱۱— عن : علی بن الحسین عن علی ﷺ : أَنَّ فَاطِمَةَ رضی الله عنها بِنْتَ النَّبِيِّ ﷺ كَانَتْ تَزُوْرُ قَبْرَ عَمِّهَا كُلَّ جُمُعَةٍ ، فَتُصَلِّيْ ، وَ تَبْكِيْ عِنْدَهٗ . رواه الحاکم ، کذا فی التلخیص الحبیر (۱:۱٦۷) قال بعض الناس : لم یذکر صاحب التلخیص من السند إلا هذا القدر تنبیها علی أن فیه انقطاعا بین علیؒ و علی رضی الله عنه . و الانقطاع صرح به فی ترجمة زین العابدین من تهذیب التهذیب . فهذا سند منقطع .قلت : لا انقطاع فی سند الحاکم ، فإنه قال فی المستدرك (۱:۳۷۷) : عن علی بن الحسین عن ابیه . قال الحاکم : و رواته عن آخرهم ثقات . و تعقبه الذهبی فی تلخیصه ، فقال : هذا منکر جدا ، و سلیمان (بن داود) ضعیف.

۲۳۱۲— عن : ابن عمر رضی الله عنهما قال : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : مَنْ زَارَ قَبْرِيْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ . رواه الدارقطنی ، و البیهقی و غیرهما ، وهو حسن أو صحیح ، کذا فی شفاء السقام (۳و۱۱) للشیخ الإمام الفقیه المحدث العلامة تقی الدین السبکی المطبوع فی بلدة حیدر آباد . و فی التلخیص الحبیر (۱:۲۲۱) : صححه عبد الحق فی الأحکام فی سکوته عنه اه.

۲۳۱۳— عن : ابن عمر رضی الله عنهما قال : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : مَنْ جَائَنِيْ زَائِرًا

کا عورتوں کو حضورِ مساجد سے ممانعت فرماتا ہے باوجودیکہ جواز فی نفسہ سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہؓ خطاب میت کی بھی قائل ہیں۔

۲۳۱۱-علی بن حسین، حضرت علیؓ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ (حضور ﷺ کی صاحب زادی) ہر جمعرات کو اپنے چچا (حمزہ) کی قبر پر جاتیں اور دعاء کرتیں اور وہاں پر جا کر روتیں۔ (حاکم)۔

۲۳۱۲-ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص میری قبر کی زیارت کرے اس کے لئے میری شفاعت واجب ہے، اس کو دار قطنی اور بیہقی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ اور سبکی نے کہا ہے کہ یہ حسن یا صحیح ہے اور عبدالحق نے احکام میں اس پر سکوت کیا ہے۔

لَمْ تَنْزَعْهُ حَاجَةٌ إِلَّا زِيَارَتِي كَانَ حَقًّا عَلَيَّ أَنْ أَكُونَ لَهُ شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ . رواه الدارقطني في أماليه ، و صححه سعيد بن السكن ، و اللفظ لهما و رواه الطبراني في معجمه الكبير ، و أبو بكر بن المقرئ في معجمه (شفاء السقام ١٣و١٤و١٥) . و في التلخيص الحبير (٢٢١:١) : صححه أبو علي ابن السكن في إيراده إياه في أثناء السنن الصحاح اهـ.

٢٣١٤– عن : أبي الدرداء ﷺ قال : لَمَّا دَخَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ﷺ مِنْ فَتْحِ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ ، فَصَارَ إِلَى الْجَابِيَةِ ، سَأَلَ بِلَالٌ أَنْ يُقِرَّهُ بِالشَّامِ ، فَفَعَلَ ذٰلِكَ ، قَالَ : وَ أَخِي أَبُو رُوَيْحَةَ الَّذِي آخَا بَيْنِي وَ بَيْنَهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَنَزَلَ دَارَيَا فِي خَوْلَانَ فَأَقْبَلَ هُوَ وَ أَخُوهُ إِلَى قَوْمٍ مِنْ خَوْلَانَ ، فَقَالَ لَهُمْ : قَدْ آتَيْنَاكُمْ خَاطِبِينَ ، وَ قَدْ كُنَّا كَافِرِينَ فَهَدَانَا اللهُ ، وَ مَمْلُوكِينَ فَأَعْتَقَنَا اللهُ، وَ فَقِيرِينَ فَأَغْنَانَا اللهُ ، فَإِنْ تُزَوِّجُونَا فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ، وَ إِنْ تَرُدُّونَا

۲۳۱۳–ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جوشخص صرف میری زیارت کو آئے اور اس کو اور کوئی غرض نہ ہو تو مجھ پر لازم ہے کہ میں قیامت میں اس کا شفیع ہوں۔ اس کو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور ابن السکن نے اسے اپنی صحیح میں درج کیا ہے۔

فائدہ: چونکہ روایت سابقہ کا اور اس روایت کا مخرج واحد ہے، ایک ہی صحابی کی روایت ہے تو اس روایت میں زیارتِ مطلقہ کو زیارت قبر پر محمول کیا جائے گا جس کی اوپر تصریح ہے۔ اس لئے حافظ ابن السکن نے اس کو باب زیارت قبر نبی کریم ﷺ میں بیان کیا ہے اور فرضاً اگر اس حدیث کا زیارت فی الحیات پر محمول ہونا تسلیم کر لیا جائے، جب بھی حدیث آئندہ اثباتِ مدعا کے لئے کافی ہے۔ جس کی تقریر یہ ہے کہ ایک حدیث سے زیارت فی الحیات کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور دوسری حدیث سے تساوی زیارت فی الحیات و زیارت بعد الوفات کی ثابت ہوتی ہے اور اس سے اثباتِ مدعا ظاہر ہے۔

۲۳۱۴–ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ بیت المقدس فتح کر کے جابیہ (مقام) کی طرف گئے تو حضرت بلالؓ نے آپؓ سے درخواست کی کہ انہیں شام میں ٹھہرا دیں تو حضرت عمرؓ نے ان کو شام میں رہنے کی اجازت دیدی۔ پھر حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ میرا وہ بھائی ابورویحہ کہ میرے اور انکے درمیان حضور ﷺ نے مدینہ میں مواخات قائم فرمائی تھی (انکو بھی اجازت دیدیں) پھر حضرت بلالؓ نے خولان قوم کے ایک گھر میں پڑاؤ کیا۔ پھر حضرت بلالؓ اور انکے مواخاتی بھائی (ابورویحہ) خولان کی ایک جماعت کے پاس گئے اور کہا کہ ہم آپ کے پاس خطبہ دینے کے لئے آئے ہیں۔ ہم کافر تھے کہ اللہ نے ہمیں ہدایت عطا فرمائی۔ ہم غلام تھے

فَلاَ حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ ، فَزَوَّجُوهُمَا ، ثُمَّ إِنَّ بِلَالًا رَأَى فِي مَنَامِهِ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ وَ هُوَ يَقُوْلُ لَهُ : مَا هٰذِهِ الْجَفْوَةُ يَا بِلَالُ ؟ أَ مَا آنَ لَكَ أَنْ تَزُوْرَنِي يَا بِلَالُ ؟ . فَانْتَبَهَ حَزِيْنًا وَ جِلًا خَائِفًا ، فَرَكِبَ رَاحِلَتَهُ وَ قَصَدَ الْمَدِيْنَةَ ، فَأَتَى قَبْرَ النَّبِيِّ ﷺ فَجَعَلَ يَبْكِيْ عِنْدَهُ ، وَ يُمَرِّغُ وَجْهَهُ عَلَيْهِ . فَأَقْبَلَ الْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ رضى الله عنهما ، فَجَعَلَ يَضُمُّهُمَا ، وَ يُقَبِّلُهُمَا ، فَقَالَا لَهُ : نَشْتَهِيْ نَسْمَعُ أَذَانَكَ الَّذِيْ كُنْتَ تُؤَذِّنُ بِهِ لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِي الْمَسْجِدِ ، فَفَعَلَ فَعَلَى سَطْحَ الْمَسْجِدِ ، فَوَقَفَ مَوْقِفَهُ الَّذِيْ كَانَ يَقِفُ فِيْهِ ، فَلَمَّا أَنْ قَالَ : اَللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَرُ اِرْتَجَّتِ الْمَدِيْنَةُ ، فَلَمَّا أَنْ قَالَ : أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ إِزْدَادَ رَجَّتُهَا ، فَلَمَّا أَنْ قَالَ : أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللهِ ، خَرَجَتِ الْعَوَاتِقُ مِنْ خُدُوْرِهِنَّ وَ قَالُوْا : أَ بُعِثَ رَسُوْلُ اللهِ فَمَا رَأَى يَوْمًا أَكْبَرَ بَاكِيًا وَ لَا بَاكِيَةً بِالْمَدِيْنَةِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ مِنْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ . رواه ابن عساكر و قال التقى السبكى فى شفاء السقام (٢٩) : إسناده جيد.

کہ اللہ نے ہمیں آزاد فرمایا، ہم محتاج تھے کہ اللہ نے ہمیں غنی بنایا۔ پس اگر تم ہماری شادی کر دو گے تو الحمد للہ اور اگر تم ہمیں ایسے لوٹا دو گے تو بھی تمام کام اللہ کی قدرت و توفیق سے ہوتے ہیں۔ پس لوگوں نے ان کی شادی کر دی پھر ایک مرتبہ حضرت بلالؓ نے خواب میں حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ بلالؓ سے فرما رہے ہیں کہ اے بلال! یہ کیا سنگدلی ہے؟ اے بلال! کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ آپ ہماری زیارت کریں پس بلالؓ غمزدہ اور خوفزدہ بیدار ہوئے اور اپنی سواری پر سوار ہوئے اور مدینہ کا ارادہ کیا، حضور ﷺ کی قبر پر آ کر رونے لگے اور اپنے چہرہ کو قبر پر لوٹ پوٹ کرنے لگے، اس دوران حسنینؓ تشریف لائے تو آپؓ نے ان دونوں کو اپنے سینے سے چمٹا لیا اور انکو بوسہ دینے لگے انہوں نے عرض کیا کہ ہم آپ کی وہ اذان سننا چاہتے ہیں جو کہ آپ حضور ﷺ کے سامنے مسجد (نبوی) میں دیا کرتے تھے۔ بلالؓ نے مسجد کی چھت پر چڑھ کر اور اسی جگہ کھڑے ہو کر جہاں وہ کھڑے ہوا کرتے تھے اذان دی۔ جب انہوں نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو مدینہ گونج اٹھا۔ پھر جب انہوں نے اشهد ان لا اله الا الله فرمایا تو اس کی گونج میں اور اضافہ ہوا۔ پھر جب انہوں نے اشهد ان محمدا رسول الله فرمایا تو عورتیں گھروں سے باہر نکل آئیں اور لوگ کہنے لگے کہ کیا حضور ﷺ (دوبارہ) مبعوث ہوئے ہیں۔ لوگوں نے حضور ﷺ کے بعد اس دن سے آج تک کوئی ایسا دن نہیں دیکھا جس میں عورتیں اور مرد زیادہ روئے ہوں۔ (ابن عساکر) تقی سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں کہ اس کی سند جید ہے۔

فائدہ: ایک تو خود حضرت بلالؓ کا حضور ﷺ کو خواب میں دیکھنا اور حضور ﷺ کا زیارت قبر نبوی کے لئے سفر کا کہنا

۲۳۱۵– حدثنا : عبد الله بن محمد بن عبد العزیز ثنا أبو الربیع ثنا حفص بن أبی داود عن لیث بن أبی سلیم عن مجاهد عن ابن عمر رضی الله عنهما قال : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : مَنْ حَجَّ فَزَارَ قَبْرِیْ بَعْدَ وَفَاتِیْ ، فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ . رواه الدارقطنی (شفاء السقام ۱۶).

۲۳۱۶– عن : عمرو بن العاص ﷺ قال : اِذَا دَفَنْتُمُوْنِیْ اَقِیْمُوْا حَوْلَ قَبْرِیْ قَدْرَ مَا یُنْحَرُ جَزُوْرٌ ، وَ یُقْسَمُ لَحْمُهَا ، حَتّٰی اَسْتَاْنِسَ بِکُمْ ، وَ اَنْظُرَ مَا ذَا اُرَاجِعُ بِهٖ رُسُلَ رَبِّیْ . رواه مسلم کذا فی الأذکار (۷۴) .

خود قابل اعتبار اور لائق استدلال ہے کیونکہ بخاری (۲۔۱۰۳۵) میں حضور ﷺ کا ارشاد گرامی مروی ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا تو اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا، پھر ہمارا استدلال صرف خواب سے نہیں بلکہ اس خواب کے بعد حضرت بلالؓ نے محض زیارت قبر نبوی کے ارادے سے سفر کیا، حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں اور اس وقت صحابہ کثیر تعداد میں موجود تھے اور ان پر یہ قصہ مخفی نہ تھا لیکن کسی نے ان پر انکار نہ کیا لہذا معلوم ہوا کہ صرف زیارت قبر نبوی کے ارادے سے سفر کرنا بھی جائز اور مستحب ہے۔

۲۳۱۵- ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص حج کرے اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کرے تو وہ ایسا ہے گویا کہ اس نے میری حیات میں میری زیارت کی۔ اس کو دارقطنی نے روایت کیا ہے اور حاشیہ عربی میں ثابت کردیا گیا ہے کہ سند حسن ہے۔

فائدہ: اس سے بھی زیارت قبر شریف کا مسئلہ ثابت ہوا اور اس میں زیارت کے لئے سفر کا بھی ثبوت ہے کیونکہ حج کے بعد بدون سفر کے مدینہ نہیں پہنچ سکتے۔

۲۳۱۶- عمرو بن العاصؓ نے فرمایا کہ جس وقت مجھ کو دفن کر چکو تو میری قبر کے پاس اتنی دیر ٹھہرے رہنا کہ جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کرکے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے تاکہ میں تمہارے ذریعہ سے انس حاصل کروں اور یہ سوچوں کہ میں اپنے پروردگار کے قاصدوں (منکر نکیر) کو کیا جواب دوں۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس اثر سے معلوم ہوا کہ میت کو اپنی قبر پر آنے والے سے انس بھی ہوتا ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ زیارت قبور کا جیسے ایک فائدہ تذکرہ آخرت ہے ایسے ہی ایک فائدہ تانیسِ میت بھی ہے۔

٢٣١٧— عن : عبد الرحمن بن العلاء بن اللجلاج عن أبيه قال : قال أبی اللجلاج أبوخالد : يَا بُنَيَّ ! اِذَا اَنَا مِتُّ فَالْحَدْ لِیْ ، فَاِذَا وَضَعْتَنِیْ فِیْ لَحْدِیْ فَقُلْ : بِسْمِ اللّٰهِ وَ عَلٰی مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ، ثُمَّ سَنَّ عَلَیَّ التُّرَابَ سَنًّا ، ثُمَّ اقْرَأْ عِنْدَ رَأْسِیْ بِفَاتِحَةِ الْبَقَرَةِ وَ خَاتِمَتِهَا ، فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ ذٰلِكَ . رواه الطبرانی فی المعجم الكبير ، و إسناده صحيح (آثار السنن ٢:١٢٥).

٢٣١٨— عن : أبی هريرة ؓ : اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اَتَی الْمَقْبَرَةَ فَقَالَ : اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ ، وَ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ . رواه أحمد ، و مسلم ، و النسائی (نيل ٣:٣٥٦).

٢٣١٩— عن : عثمان ؓ قال : كَانَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ : اِسْتَغْفِرُوْا لِاَخِيْكُمْ وَ سَلُوْا لَهُ التَّثْبِيْتَ فَاِنَّهُ الْآنَ يُسْاَلُ . رواه أبو داود و البيهقی بإسناد حسن ، كذا فی الأذكار (٧٤) و فی بلوغ المرام (١:١١٠) : رواه أبو داود ، و صححه الحاكم .

٢٣١٧-علاء بن اللجلاج کہتے ہیں کہ میرے باپ نے کہا کہ جب میں مرجاؤں تو میرے لئے لحد بنانا اور جس وقت مجھے لحد میں رکھوتو بسم الله و علی ملة رسول الله کہنا۔اس کے بعد مجھ پر مٹی ڈالدینا،بعدازاں میرے سرانے سورہ بقرہ کا شروع اور آخر پڑھنا کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ کہتے سنا ہے۔اس کو طبرانی نے بسند صحیح روایت کیا ہے۔

فائدہ:اس میں میت کو قرآن سے فائدہ پہنچانا مذکور ہے۔پس زیارت قبور کا ایک فائدہ یہ بھی ہوا۔

٢٣١٨-ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قبرستان میں آئے،آپ ﷺ نے فرمایا السلام علیکم دار قوم مؤمنین و انا ان شاء الله بکم لاحقون۔اس کو احمد،مسلم اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

٢٣١٩-حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت دفن میت سے فارغ ہوتے تو ٹھہر جاتے اور فرماتے کہ اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور حق تعالی سے دعا کرو کہ ان کو توحید پر قائم رکھے۔کیونکہ اس وقت اس سے سوال کیا جائے گا۔اس کو ابوداؤد اور بیہقی نے بسند حسن روایت کیا ہے اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ:اس سے معلوم ہوا کہ قبر پر کھڑا ہو کر میت کے لئے دعا بھی کرنا چاہئے اور رسول اللہ ﷺ کا اہل بقیع کے لئے

۲۳۲۰— عن : علی رضی الله عنه مرفوعاً : مَنْ مَرَّ عَلٰی مَقَابِرَ وَ قَرَأَ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ اِحْدٰی عَشْرَةَ مَرَّةً ، ثُمَّ وَهَبَ اَجْرَهٗ لِلْاَمْوَاتِ ، اُعْطِیَ مِنَ الْاَجْرِ بِعَدَدِ الْاَمْوَاتِ . أخرجه أبو محمد السمرقندی فی فضائل ﴿قل هو الله أحد﴾ (شرح الصدور ۱۲۳).

۲۳۲۱— عن : أبی هریرة رضی الله عنه قال : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم : مَنْ دَخَلَ الْمَقَابِرَ ثُمَّ قَرَأَ فَاتِحَةَ الْکِتَابِ ، وَ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ وَ ﴿اَلْهٰکُمُ التَّکَاثُرُ﴾ ثُمَّ قَالَ : اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ قَدْ جَعَلْتُ ثَوَابَ مَا قَرَأْتُ مِنْ کَلَامِكَ لِاَهْلِ الْمَقَابِرِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ ، کَانُوْا شُفَعَاءَ لَهٗ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی . أخرجه أبو القاسم سعد بن علی الزنجانی فی فوائده (شرح الصدور ، ۱۲۳).

۲۳۲۲— عن : أنس رضی الله عنه : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم قَالَ : مَنْ دَخَلَ الْمَقَابِرَ فَقَرَأَ سُوْرَةَ یٰسٓ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْهُمْ ، وَ کَانَ لَهٗ بِعَدَدِ مَنْ فِیْهَا حَسَنَاتٌ . أخرجه عبد العزیز صاحب الخلال بسنده (شرح الصدور ۱۲۳).

قبرستان میں جا کر دعا کرنا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جو صحاح میں مذکور ہیں۔

__فائدہ__: مذکورہ بالا اور آیندہ آنے والی احادیث سے ایصالِ ثواب کی حقانیت بھی معلوم ہوتی ہے۔

۲۳۲۰-حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا قبرستان پر گذر ہو اور قل ھو اللہ احد گیارہ مرتبہ پڑھے پھر اس کا ثواب مردوں کو بخشے تو اس کو ان مردوں کی تعداد کے برابر ثواب ملے گا۔ اس کو ابو محمد سمرقندی نے فضائل قل ھو اللہ احد میں روایت کیا ہے۔

۲۳۲۱-ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قبرستان میں جا کر اسکے بعد فاتحۃ الکتاب اور قل ھو اللہ احد اور الھکم التکاثر پڑھے، اس کے بعد کہے کہ اے اللہ میں نے جو تیرا کلام پڑھا ہے اس کا ثواب میں نے اس قبرستان کے مسلمان مردوں اور عورتوں کو بخشا تو وہ خدا کے یہاں اس کی شفاعت کریں گے۔ اس کو ابو القاسم سعد بن علی زنجانی نے اپنے فوائد میں روایت کیا ہے۔

۲۳۲۲-انس کہتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی قبرستان میں جائے اور سورہ یٰس پڑھے حق تعالی ان مردوں سے عذاب کو ہلکا کردے گا اور پڑھنے والے کے لئے ان مردوں کے عدد کے موافق نیکیاں ہوں گی، اس کو عبد العزیز صاحب خلال نے اپنی سند سے روایت کیا ہے۔ مؤلف نے حاشیہ عربی میں کہا ہے کہ سیوطی نے ان تینوں حدیثوں کی نسبت کہا ہے کہ یہ اگرچہ ضعیف ہیں مگر ان سب کے مجموعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے لئے اصل ہے۔

باب استحباب غرز الجريدة الرطبة على القبر

۲۳۲۳– عن : ابن عباس رضی اللہ عنہما قال : مَرَّ النَّبِیُّ ﷺ بِقَبْرَیْنِ فَقَالَ : اِنَّھُمَا لَیُعَذَّبَانِ وَ مَا یُعَذَّبَانِ فِیْ کَبِیْرٍ ، اَمَّا اَحَدُھُمَا فَکَانَ لَا یَسْتَتِرُ مِنَ الْبَوْلِ ، وَ اَمَّا الْآخَرُ فَکَانَ یَمْشِیْ بِالنَّمِیْمَةِ ، ثُمَّ اَخَذَ جَرِیْدَةً رَطْبَةً فَشَقَّھَا نِصْفَیْنِ ، فَغَرَزَ فِیْ کُلِّ قَبْرٍ وَاحِدَةً . قَالُوْا : یَا رَسُوْلَ اللہِ ! لِمَ فَعَلْتَ ھٰذَا ؟ قَالَ : لَعَلَّهٗ یُخَفَّفُ عَنْھُمَا مَا لَمْ یَیْبَسَا . رواہ البخاری (۱:۳۵).

۲۳۲۴– قال البخاری (۱:۱۸۱) : وَ اَوْصٰی بُرَیْدَةُ الْاَسْلَمِیُّ رضی اللہ عنہ اَنْ یُّجْعَلَ فِیْ قَبْرِہٖ جَرِیْدَانِ . و فی فتح الباری : و قع فی روایة الأکثر : فی قبرہ . و للمستملی : علی قبرہ . و صله ابن سعد من طریق مورق العجلی قال : اَوْصٰی بَرَیْدَةُ اَنْ یُوْضَعَ فِیْ قَبْرِہٖ جَرِیْدَتَانِ ، وَ مَاتَ بِاَدْنٰی خُرَاسَانَ . قال ابن المرابط و غیرہ : یَحْتَمِلُ اَنْ یَکُوْنَ بَرِیْدَةُ ؓ اَمَرَ اَنْ یُغْرَزَ فِیْ ظَاھِرِ الْقَبْرِ اِقْتِدَاءً بِالنَّبِیِّ ﷺ فِیْ وَضْعِهِ الْجَرِیْدَتَیْنِ فِی الْقَبْرَیْنِ وَ یَحْتَمِلُ

فائدہ: ان احادیث سے قبرستان میں جا کر مردوں کو ثواب پہنچانے کا طریقہ معلوم ہو گیا اور گو یہ روایتیں ضعیف ہیں مگر فضائل اعمال میں ضعف مضر نہیں۔

باب تر شاخ کا قبر میں گاڑنا مستحب ہے

۲۳۲۳–ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا دو قبروں پر گذر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا ان کو عذاب دیا جارہا ہے اور کسی بڑی بات پر عذاب نہیں دیا جاتا بلکہ ایک تو پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خوری کیا کرتا تھا، اس کے بعد آپ ﷺ نے ایک شاخ لی اور اسے چیرا اور ہر قبر میں ایک ٹکڑا گاڑ دیا۔ لوگوں نے وجہ دریافت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا بعید ہے کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں اس وقت تک اللہ تعالیٰ ان سے عذاب کو کم کردے۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

۲۳۲۴–اور بخاری نے کہا ہے کہ بریدہ نے وصیت کی تھی کہ ان کی قبر میں دو شاخیں گاڑی جائیں۔ اکثر روایات میں فی قبرہ (قبر میں) کے الفاظ ہیں اور بعض میں علی قبرہ (قبر پر) کے الفاظ ہیں۔ ابن سعد نے موصولاً روایت کیا ہے کہ بریدہؓ نے اپنی قبر میں دو ٹہنیاں رکھنے کی وصیت کی جو کہ خراسان کے قریب فوت ہوئے تھے اور ابن مرابط وغیرہ کہتے ہیں کہ شاید بریدہؓ نے

اَنْ يَكُوْنَ اَمَرَ اَنْ يُجْعَلَا فِيْ دَاخِلِ الْقَبْرِ لِمَا فِي النَّخْلَةِ مِنَ الْبَرَكَةِ لِقَوْلِهٖ تعالى : ﴿كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ﴾ وَ الْاَوَّلُ اَظْهَرُ اھ.

أبواب الشهيد

باب أن الشهيد لا يغسل و يدفن بدمه و بثيابه و نزع الحديد و الجلود منه ولكن يكفن

٢٣٢٥ – عن : عبد الرحمن بن كعب بن مالك عن جابر بن عبد الله ﷺ : اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلٰى اُحُدٍ فِيْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ ثُمَّ يَقُوْلُ : اَيُّهُمْ اَكْثَرُ اَخْذًا لِلْقُرْآنِ ؟ فَاِذَا اُشِيْرَ لَهٗ اِلٰى اَحَدِهِمَا قَدَّمَهٗ فِى اللَّحْدِ ، وَ قَالَ : اَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى هٰؤُلَاءِ . وَ اَمَرَ بِدَفْنِهِمْ بِدِمَائِهِمْ ، وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ ، "وَ لَمْ يُغَسِّلْهُمْ" . رواه البخاري (١٧٩:١) .

حضور ﷺ کی اقتداء میں اپنی قبر کے اوپر ٹہنی کے گاڑنے کا حکم فرمایا ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ اپنی قبر کے اندر ٹہنیاں رکھنے کا حکم فرمایا ہو کیونکہ اللہ تعالی کے فرمان "کشجرة طیبة" کی بنا پر کھجور کے درخت میں برکت ہے اور پہلا احتمال ظاہر ہے۔

فائدہ: کتب حنفیہ میں بھی قبر پر تر شاخیں رکھنے کو بہتر لکھا ہے۔ یہ حدیثیں اس کی تائید کرتی ہیں اور گو رسول اللہ ﷺ کے اس فعل میں تخصیص کا بھی احتمال ہے مگر یہ بھی احتمال ہے کہ عام ہو جس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ راوی حدیث حضرت بریدہ صحابی نے اپنے واسطے بھی وصیت کی تھی اور اسباب نجات کے اہتمام کا مستحب ہونا ظاہر ہے۔

ابواب الشہید

باب شہید کو غسل نہ دیا جائے گا اور خون اور کپڑوں کے ساتھ دفن کیا جائے گا اور زرہ وغیرہ جو کہ جنسِ کفن سے نہیں ہیں انکو اتار لیا جائے گا اور اس کو کفن دیا جائے گا

٢٣٢٥ – جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ شہداء احد میں دو دو آدمیوں کو ایک کپڑے میں اکٹھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان میں زیادہ قرآن کس کو یاد ہے؟ جب آپ ﷺ کو بتلایا جاتا تو آپ ﷺ اس کو قبر میں آگے رکھتے اور فرمایا کہ میں قیامت میں ان کا گواہ ہوں گا اور ان کو خون سمیت دفن کا حکم دیا۔ اور نہ ان پر نماز پڑھی اور نہ ان کو غسل دیا۔

۲۳۲٦- عن: ابن عباس رضی الله عنهما قال: أَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِقَتْلٰی أُحُدٍ اَنْ يُنْزَعَ عَنْهُمُ الْحَدِيْدُ، وَ الْجُلُوْدُ وَ اَنْ يُدْفَنُوْا بِدِمَائِهِمْ وَ ثِيَابِهِمْ. رواه أبو داود (۲:۱٦٤)، و سكت عنه.

۲۳۲۷- عن: جابر ﷺ قال: رُمِیَ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فِیْ صَدْرِهٖ اَوْ فِیْ حَلْقِهٖ، فَمَاتَ فَاُدْرِجَ فِیْ ثِيَابِهٖ كَمَا هُوَ، قَالَ: وَ نَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ. رواه أبو داود (۳:۱٦٤) و سكت عنه هو و المنذری. و فی نصب الراية (۱:۳٦٦): قال النووی فی الخلاصة: سنده علی شرط مسلم.

۲۳۲۸- عن: خباب ﷺ قال: هَاجَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ الحديث و فيه: كَانَ مِنْهُمْ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ قُتِلَ يَوْمَ اُحُدٍ لَمْ يَتْرُكْ اِلَّا نَمِرَةً، كُنَّا اِذَا غَطَّيْنَا بِهَا رَأْسَهٗ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ، وَ اِذَا غُطِّیَ بِهَا رِجْلَاهُ خَرَجَ رَأْسُهٗ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ: غَطُّوْا بِهَا رَأْسَهٗ، وَ اجْعَلُوْا عَلٰی رِجْلِهٖ مِنَ الْاِذْخِرِ. الحديث. رواه البخاری (۲:۵۷۹).

فائدہ: شہید پر نماز جنازہ کا مسئلہ اگلے باب میں ملاحظہ کریں

۲۳۲٦- ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شہداء احد کے متعلق حکم دیا کہ ان سے لوہا اور پوستین اتار لئے جائیں اور انکو خون اور انکے خون آلود کپڑوں سمیت دفن کیا جائے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے (لہذا یہ حدیث ان کے ہاں صحیح یا کم از کم حسن ہے)۔

۲۳۲۷- جابرؓ کہتے ہیں کہ ایک آدمی کے سینہ یا حلق میں تیر لگا اور مر گیا تو آپ ﷺ نے اسے اسکے ہی کپڑوں میں دفن کر دیا۔ اور ہم آپکے ساتھ تھے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور انہوں نے اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے اور نووی نے اس کی سند کو شرط مسلم پر صحیح کہا ہے۔

۲۳۲۸- خبابؓ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی، اس کے بعد قصہ بیان کیا۔ اس کے ضمن میں فرمایا کہ مصعب بن عمیرؓ احد میں شہید ہوئے اور صرف ایک چادر چھوڑی جس کی یہ حالت تھی کہ جب ہم اس سے ان کا سر ڈھانکتے تو پاؤں کھل جاتے اور جب پاؤں ڈھانکے جاتے تو سر کھل جاتا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سر ڈھانک دو اور پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دو۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔

باب الصلاة على الشهيد

٢٣٢٩– عن : أبي مالك الغفاري أخرجه أبو داود في المراسيل من طريقه ، وهو تابعي اسمه غزوان ، ولفظه : أَنَّهُ ﷺ صَلّٰى عَلٰى قَتْلٰى أُحُدٍ عَشَرَةً عَشَرَةً ، فِيْ كُلِّ عَشَرَةٍ حَمْزَةُ ، حَتّٰى صَلّٰى عَلَيْهِ سَبْعِيْنَ صَلَاةً . و رجاله ثقات . التلخيص الحبير (١٥٩:٩).

٢٣٣٠– عن : عبد الله بن الزبير ﷺ : أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ اَمَرَ يَوْمَ أُحُدٍ بِحَمْزَةَ فَسُجِّيَ بِبُرْدَةٍ ، ثُمَّ صَلّٰى عَلَيْهِ ، فَكَبَّرَ تِسْعَ تَكْبِيْرَاتٍ ، ثُمَّ أُتِيَ بِالْقَتْلٰى ، وَ يُصَفُّوْنَ ، وَ يُصَلِّي عَلَيْهِمْ وَ عَلَيْهِ مَعَهُمْ . رواه الطحاوی ، و إسناده مرسل قوی ، و هو مرسل صحابی (آثار السنن ١٢١:٢).

قلت : لم أقدر على تحقيق سنده ، فالعهدة عليه.

باب شہید پرنماز پڑھنے کے بیان میں

۲۳۲۹-ابو مالک تابعی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شہداء احد پر دس دس پر نماز پڑھی اور ہر دس میں حمزہؓ (شریک) ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ ان پر ستر نمازیں پڑھیں۔اس کو ابوداؤد نے مراسیل میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: اس روایت سے شہید پر نماز جنازہ کا ثبوت ظاہر ہے اور اصل قاعدہ یہ ہے کہ ہر میت پر الگ الگ نماز پڑھی جائے مگر موقع ضرورت میں جبکہ جنازے زیادہ ہوں یہ بھی جائز ہے کہ متعدد جنازوں پر ایک دفعہ نماز پڑھ دی جائے جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوا اور گو دیکھنے میں یہ ایک نماز ہوگی مگر حقیقت میں ہر شخص کے لئے الگ الگ نماز شمار ہوگی اور چونکہ شہداء ستر تھے اور سب کے ساتھ حضرت حمزہؓ کو شریک رکھا گیا تو ان پر ستر نمازیں ہوگئیں، گو دیکھنے میں سات نمازیں ہوئیں۔

۲۳۳۰-عبداللہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حمزہؓ کے متعلق حکم دیا اور ان کو ایک چادر سے ڈھانک دیا گیا ،اسکے بعد آپ ﷺ نے ان پر نماز پڑھی اور نو تکبیریں کہیں، اس کے بعد دوسرے شہداء کو لایا گیا ان کو آگے پیچھے رکھا جاتا تھا اور ان پر نماز پڑھی جاتی تھی اور ان کے ساتھ حمزہ پر بھی نماز پڑھی جاتی تھی۔اس کو طحاوی نے روایت کیا ہے اور آثار السنن میں اس کو مرسل قوی کہا ہے۔مؤلف کہتے ہیں کہ مجھے اس کی سند کی تحقیق نہیں ہوئی لہذا اسکی ذمہ داری آثار السنن پر ہے۔

فائدہ: اصل جنازہ میں چار تکبیریں ہیں، باقی حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ پر حضور ﷺ کا نو تکبیروں کے ساتھ نماز پڑھنا

٢٣٣١— عن : ابن عباس رضی الله عنهما قال : أُتِیَ بِهِمْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ یَوْمَ أُحُدٍ ، فَجَعَلَ یُصَلِّیْ عَلٰی عَشَرَةٍ عَشَرَةٍ وَ حَمْزَةُ هُوَ کَمَا هُوَ یُرْفَعُوْنَ ، وَ هُوَ کَمَا هُوَ مَوْضُوْعٌ . رواه ابن ماجة (١:٢٣٧) . و قال السندی : و یظهر من الزوائد ، أن إسناده حسن .

٢٣٣٢— عن : جابر بن عبد الله ﷺ یقول : فَقَدَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ حَمْزَةَ حِیْنَ فَاءَ النَّاسُ مِنَ الْقِتَالِ ، فَقَالَ رَجُلٌ : رَاَیْتُهٗ عِنْدَ تِلْكَ الشَّجَرَاتِ ، فَجَاءَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ نَحْوَهٗ ، فَلَمَّا رَاٰهُ ، وَ رَاٰی مَا مُثِّلَ بِهٖ شَهِقَ وَ بَکٰی ، فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ فَرَمٰی عَلَیْهِ بِثَوْبٍ ثُمَّ جِیْءَ بِحَمْزَةَ ، فَصَلّٰی عَلَیْهِ ، ثُمَّ جِیْءَ بِالشُّهَدَاءِ ، فَیُوْضَعُوْنَ اِلٰی جَانِبِ حَمْزَةَ ، فَیُصَلِّیْ عَلَیْهِمْ ثُمَّ یُرْفَعُوْنَ ، وَ یُتْرَكُ حَمْزَةُ ، حَتّٰی صَلّٰی عَلَی الشُّهَدَاءِ کُلِّهِمْ ، وَ قَالَ ﷺ : حَمْزَةُ سَیِّدُ الشُّهَدَاءِ عِنْدَ اللهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ . مختصرا . أخرجه الحاکم فی المستدرك ، و قال : صحیح الإسناد و لم یخرجاه . (زیلعی ١:٣٦٧) .

ان کی خصوصیت کی بنا پر ہے جیسا کہ دوسروں کے ساتھ ان کو نماز میں شریک کرنا بھی اسی لئے ہے لہذا اس کو عام قاعدہ نہیں بنا سکتے۔

٢٣٣١- ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ شہداء احد کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا تو آپ ﷺ دس دس پر نماز پڑھتے تھے، ان میں سے باقی کو اٹھا لیا جاتا تھا اور حمزہ کو اپنے حال پر رکھا جاتا تھا۔ اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور سندی کہتے ہیں کہ زوائد سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔

<u>فائدہ</u>: یہ روایت ابو مالک غفاری کی روایت کی مؤید ہے۔

٢٣٣٢- جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ جس وقت لوگ جنگ احد سے واپس ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے حمزہ کو نہ پایا، ایک شخص نے کہا کہ میں نے ان کو ان درختوں کے قریب دیکھا تھا۔ پس رسول اللہ ﷺ اس کی طرف آئے پس جبکہ آپ ﷺ نے ان کو مقتول اور مثلہ کیا ہوا دیکھا تو آپ ﷺ کی ہچکی بندھ گئی اور آپ ﷺ رونے لگے، تب ایک انصاری شخص اٹھا اور اس نے ان پر کپڑا اڈالدیا، اس کے بعد حمزہ کو لایا گیا اور آپ ﷺ نے ان پر نماز پڑھی، اس کے بعد دوسرے شہداء کو لایا گیا سو ان کو حمزہ کے برابر رکھا جاتا تھا اور آپ ﷺ ان پر نماز پڑھتے تھے پھر ان کو اٹھا لیا جاتا تھا اور حمزہؓ کو اپنی جگہ رہنے دیا جاتا تھا، یہی سلسلہ جاری رہا، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے تمام شہداء پر نماز پڑھ لی اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ حمزہ قیامت میں شہداء کے سردار ہونگے۔ اس کو حاکم نے روایت کیا ہے اور اسے صحیح الاسناد کہا ہے۔

۲۳۳۳— عن : شداد بن الهاد ﷺ : اَنَّ رَجُلًا مِنَ الْاَعْرَابِ جَاءَ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَاٰمَنَ بِہٖ وَ اتَّبَعَہٗ ، ثُمَّ قَالَ : اُھَاجِرُ مَعَکَ . فَاَوْصٰی بِہِ النَّبِیُّ ﷺ بَعْضَ اَصْحَابِہٖ ، فَلَمَّا کَانَتْ غَزْوَۃٌ غَنِمَ النَّبِیُّ ﷺ شَیْئًا ، فَقَسَّمَ ، وَ قَسَّمَ لَہٗ ، فَاَعْطٰی اَصْحَابَہٗ مَا قَسَّمَ لَہٗ ، وَ کَانَ یَرْعٰی ظَھْرَھُمْ ، فَلَمَّا جَاءَ دَفَعُوْہُ اِلَیْہِ ، فَقَالَ : مَا ھٰذَا ؟ قَالُوْا : قِسْمٌ قَسَّمَہٗ لَکَ النَّبِیُّ ﷺ . فَاَخَذَہٗ ، فَجَاءَ بِہٖ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ ، فَقَالَ : مَا ھٰذَا ؟ . قَالَ :قَسَّمْتُہٗ لَکَ . قَالَ : مَا عَلٰی ھٰذَا اِتَّبَعْتُکَ ، وَ لٰکِنِّیْ اِتَّبَعْتُکَ عَلٰی اَنْ اُرْمٰی اِلٰی ھٰھُنَا ، وَ اَشَارَ اِلٰی حَلْقِہٖ بِسَھْمٍ فَاَمُوْتَ ، فَاَدْخُلَ الْجَنَّۃَ . فَقَالَ : اِنْ تَصْدُقِ اللّٰہَ یَصْدُقْکَ . فَلَبِثُوْا قَلِیْلًا ، ثُمَّ نَھَضُوْا فِیْ قِتَالِ الْعَدُوِّ ، فَاُتِیَ بِہِ النَّبِیُّ ﷺ یُحْمَلُ قَدْ اَصَابَہٗ سَھْمٌ حَیْثُ اَشَارَ ، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ : اَ ھُوَ ھُوَ ؟ قَالُوْا: نَعَمْ ! قَالَ:صَدَقَ اللّٰہَ فَصَدَقَہٗ . ثُمَّ کَفَّنَہُ النَّبِیُّ ﷺ فِیْ جُبَّۃِ النَّبِیِّ ﷺ ثُمَّ قَدَّمَہٗ،فَصَلّٰی عَلَیْہِ

فائدہ: ان روایات سے بھی شہداء پر نماز جنازہ کا ثبوت ظاہر ہے۔

۲۳۳۳—شدادؓ بن الہاد کہتے ہیں کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ پر ایمان لایا اور آپ ﷺ کا پیرو ہو گیا اس کے بعد کہا کہ میں بھی آپکے ساتھ ہجرت کرتا ہوں، آپ ﷺ نے اپنے بعض اصحاب کو اس کی بابت ہدایت فرمائی (کہ وہ اس کی خبر گیری اور اعانت کریں) پس جبکہ ایک جہاد ہوا تو آپ ﷺ کو مال غنیمت ملا آپ ﷺ نے اسے تقسیم کیا اور اس اعرابی کا بھی حصہ لگایا اور صحابہؓ کو اس کا حصہ سپرد کر دیا، یہ شخص انکی پشت کی نگہبانی کر رہا تھا، پس جبکہ وہ آیا تو انہوں نے اس کا حصہ اس کو دینا چاہا، اس نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ تمہارا حصہ ہے جو تم کو رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے، اس نے لیا اور اسے لئے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت یہ مال کیسا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تمہارا حصہ ہے، جو ہم نے تم کو دیا ہے، اس نے عرض کیا کہ میں نے حصہ کے لئے آپ ﷺ کی پیروی اختیار نہیں کی ہے، میں تو اس لئے آپ ﷺ کا پیرو ہوا ہوں کہ میرے یہاں یعنی گلے میں تیر مارا جائے اور میں شہید ہو جاؤں اور جنت میں جاؤں ، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم اللہ سے اپنا عہد سچا کرو گے تو اللہ تم سے اپنا وعدہ سچا کرے گا۔ کچھ عرصہ کے بعد پھر جہاد ہوا۔ اور اس کو اٹھا کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا گیا۔ اور اس کے اسی مقام پر تیر لگا تھا جہاں اس نے بتلایا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا یہ وہی شخص ہے؟ لوگوں نے عرض کیا جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اللہ سے سچا ہوا اور اللہ اس سے، اس کے بعد آپ ﷺ نے اسے اپنے جبہ میں کفنایا (کیونکہ وہ کپڑے پہنے ہوئے ہو گا) اس کے بعد آپنے اسے سامنے رکھا اور اس پر نماز پڑھی

فَكَانَ مِمَّا ظَهَرَ مِنْ صَلَاتِهِ : اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَبْدُكَ خَرَجَ مُهَاجِرًا فِيْ سَبِيْلِكَ ، فَقُتِلَ شَهِيْدًا عَلٰى ذٰلِكَ . رواه النسائي ، والطحاوي ، و إسناده صحيح (آثار السنن ٢: ١٢٠و١٢١).
قلت : و سكت عنه النسائي (١: ٢٧٧).

٢٣٣٤– حدثنا : عفان بن مسلم ثنا حماد بن سلمة ثنا عطاء بن السائب عن الشعبي عن ابن مسعود ﷺ قال : كَانَ النِّسَاءُ يَوْمَ أُحُدٍ خَلْفَ الْمُسْلِمِيْنَ يُجْهِزْنَ عَلٰى جَرْحَى الْمُشْرِكِيْنَ اِلٰى اَنْ قَالَ : فَوَضَعَ النَّبِيُّ ﷺ حَمْزَةَ رضى الله عنه ، وَ جِيْءَ بِرَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ ، فَوُضِعَ اِلٰى جَنْبِهِ ، فَصَلّٰى عَلَيْهِ ، فَرُفِعَ الْاَنْصَارِيُّ ، وَ تُرِكَ حَمْزَةُ ، ثُمَّ جِيْءَ بِآخَرَ فَوُضِعَ اِلٰى جَنْبِ حَمْزَةَ ، فَصَلّٰى عَلَيْهِ ، ثُمَّ رُفِعَ ، وَتُرِكَ حَمْزَةُ ، حَتّٰى صَلّٰى عَلَيْهِ يَوْمَئِذٍ سَبْعِيْنَ صَلَاةً . مختصرا. رواه الإمام أحمد في مسنده ، و رواه عبد الرزاق في مصنفه عن الشعبي مرسلا لم يذكر فيه ابن مسعود ﷺ ،كذا في نصب الراية (١: ٣٧٧) . و في الدراية (ص– ١٥٠) : و هو (أي المرسل) أصح اه.

اور آپ ﷺ کی نماز کا اتنا فقرہ سنائی دیا: **اللهم هذا عبدك خرج مهاجرا فى سبيلك فقتل شهيدا على ذلك** (اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے جو تیری راہ میں ہجرت کے ارادہ سے نکلا اور اس پر شہید کر دیا گیا)۔اس کو طحاوی اور نسائی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔اور نسائی نے اس پر سکوت کیا ہے۔

فائدہ:اس سے بھی شہید پر نماز جنازہ کا ثبوت ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ شہداء احد پر جو نماز جنازہ پڑھی گئی تھی وہ ان کی خصوصیت کی بنا پر نہ تھی بلکہ ہر شہید پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی،شداد کے بارے میں امام بخاری کی رائے یہ ہے کہ وہ صحابی ہیں اور ابن سعد نے انہیں غزوہ خندق کے مجاہدین میں شمار کیا ہے لہٰذا یہ حدیث متصل ہے اور اگر صحابی نہ بھی ہوں تب بھی احناف کے ہاں ارسال تابعی معتبر نہیں۔

۲۳۳۴-ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جنگ احد میں عورتیں آپ کے پیچھے تھیں اور ان کا کام یہ تھا کہ جو شخص مشرکین میں سے زخمی ہو کر گرتا یہ اس کا کام تمام کر دیتیں،اس کے بعد اور مضمون بیان کیا اور اس کے ضمن میں کہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حمزہ کو آگے رکھا اور ایک انصاری کو لایا گیا اور اس کو آپ ﷺ کے ساتھ رکھا گیا۔اور آپ ﷺ نے ان پر نماز پڑھی پھر اس انصاری کو اٹھا لیا گیا۔اور حمزہ کو انکی جگہ رہنے دیا گیا،پھر دوسرے کو لا کر انکے پاس رکھا گیا اور آپ ﷺ نے ان پر نماز پڑھی،اس کے بعد پھر اس دوسرے کو اٹھا لیا گیا اور حمزہ کو اسی جگہ رہنے دیا گیا اسی طرح آپ ﷺ نے حمزہ پر ستر مرتبہ نماز جنازہ پڑھی (مسند احمد)

قلت : الشعبي لم يسمع من ابن مسعود ﷺ ، كما في ترجمته من تهذيب الحافظ. و في باقي الإسناد أيضا كلام كثير ، والحديث ضعيف منقطع إلا أن أحاديث الباب تشده.

باب أن الجنب الشهيد يغسل

٢٣٣٥– عن : ابن إسحاق حدثني يحيى بن عباد بن عبد الله بن الزبير عن أبيه عن جده قال : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ وَ قَدْ قُتِلَ حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِيْ عَامِرِ الثَّقَافِيُّ ﷺ : إِنَّ صَاحِبَكُمْ حَنْظَلَةَ تَغْسِلُهُ الْمَلَائِكَةُ عليهم السلام ، فَسَلُوْا صَاحِبَتَهُ ، فَقَالَتْ : خَرَجَ وَهُوَ جُنُبٌ لَمَّا سَمِعَ الْهَائِعَةَ . فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : لِذٰلِكَ غَسَلَتْهُ الْمَلَائِكَةُ .

مصنف عبدالرزاق میں یہ حدیث شعبی سے مرسلا مروی ہے اور درایہ میں ہے کہ مرسل زیادہ صحیح ہے۔

فائدہ (۱): اولاً آپ ﷺ دس دس پر جنازہ پڑھ رہے تھے پھر بعد میں بعض شہداء ملے تو ان پر ایک ایک کر کے حمزہ کے ساتھ نماز جنازہ پڑھتے رہے۔ فلا تعارض۔

(۲) باقی بخاری میں مذکور حضرت جابرؓ کی حدیث اور ابوداؤد میں حضرت انسؓ کی وہ حدیث جس میں ہے کہ آپ ﷺ نے شہداء احد پر نماز جنازہ نہیں پڑھی تو ان کا جواب یہ ہے کہ خود حضرت جابرؓ سے حضور ﷺ کا شہداء احد پر نماز جنازہ پڑھنا ثابت ہے لہذا ان دونوں میں یوں تطبیق دی جائے گی کہ آپ ﷺ نے عام عادت کے مطابق ایک ایک پر نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ نیز نماز جنازہ پڑھنے کی احادیث کثیر ہیں اور نیز مثبت روایات نافی روایات پر راجح ہونگی، نیز مسلمان میت پر نماز جنازہ پڑھنا اصل قاعدہ کی بنا پر فرض ہے اور یہ فرض کسی دلیل قطعی کے بغیر ترک نہیں کیا جا سکتا اور شہداء پر نماز جنازہ نہ پڑھنے کی احادیث قطعی نہیں لہذا اصل قانون کی بنا پر شہداء پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

باب جنبی شہید کو غسل دیا جائیگا

۲۳۳۵- حضرت زبیرؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت حنظلہؓ بن ابی عامر ثقفی شہید کر دیے گئے تو میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تمہارے ساتھی حنظلہؓ کو ملائکہ غسل دے رہے ہیں۔ لہذا اسکی وجہ تم انکی بیوی سے پوچھو۔ (پوچھنے پر) انکی بیوی نے فرمایا کہ جب حنظلہ نے جہاد کی نداء سنی تو وہ جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوئے حالانکہ وہ جنبی تھے۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ

أخرجه ابن حبان فی صحيحه فی النوع الثامن من القسم الثالث ، و الحاكم فی المستدرك فی كتاب الفضائل ، قال الحاكم : صحيح علی شرط مسلم انتهی . و ليس عنده : فسلوا صاحبته إلی آخره ، كذا فی نصب الراية (١:٣٧) . و فی التلخيص الحبير (ص–١٥١) : و ظاهره أن الضمير فی قوله : عن جده يعود علی عباد ، فيكون الحديث من مسند الزبير ﷺ ، لأنه هو الذی يمكنه أن يسمع النبی ﷺ فی تلك الحال اهـ.

باب جواز الصلاة فی الكعبة

٢٣٣٦– حدثنا : عبد الله بن يوسف قال : أخبرنا مالك بن أنس عن نافع عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما : أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ دَخَلَ الْكَعْبَةَ ، وَ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ ، وَ بِلَالٌ وَ عُثْمَانُ بْنُ طَلْحَةَ الْحَجَبِیُّ ، فَاَغْلَقَهَا عَلَيْهِ ، وَ مَكَثَ فِيْهَا ، فَسَأَلْتُ بِلَالًا حِيْنَ خَرَجَ : مَا صَنَعَ النَّبِیُّ ﷺ ؟ قَالَ : جَعَلَ عَمُوْدًا عَنْ يَسَارِهٖ وَ عَمُوْدًا عَنْ يَمِيْنِهٖ ، وَ ثَلَاثَةَ اَعْمِدَةٍ وَرَائَهُ ، وَ كَانَ الْبَيْتُ يَوْمَئِذٍ عَلٰی سِتَّةِ اَعْمِدَةٍ ، ثُمَّ صَلّٰی . الحديث . و قال لنا إسماعيل : حدثنی مالك فقال : عمودين عن يمينه ، رواه البخاری (١:٧٢).

اسی لئے ملائکہ انہیں غسل دے رہے ہیں (صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم)۔ اور حاکم نے اسے شرط مسلم پر صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شہید اگر جنبی ہو تو اسے غسل دیا جائے گا۔ اور یہی حکم حائضہ اور نفساء کا ہے کہ جب انہیں شہید کر دیا جائے تو انہیں بھی غسل دیا جائے گا۔

باب کعبہ کے اندر نماز جائز ہے

۲۳۳۶- عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ، اسامہ بن زیدؓ، بلالؓ اور عثمانؓ بن طلحہ حجبی کعبہ کے اندر تشریف لے گئے پھر دروازہ بند کر دیا اور اس میں آپ ﷺ کچھ دیر ٹھہرے رہے۔ پھر جب بلال باہر آئے تو میں نے ان سے پوچھا کہ حضور ﷺ نے اندر کیا کیا؟ تو بلالؓ نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے ایک ستون دائیں طرف چھوڑا اور ایک بائیں طرف اور تین ستون پیچھے چھوڑے اور اس وقت بیت اللہ میں چھ ستون تھے۔ اور (اس حالت میں) آپ ﷺ نے نماز پڑھی۔ اور ایک روایت میں مالک بن انسؓ فرماتے ہیں کہ دو ستون اپنے دائیں طرف آپ ﷺ نے رکھے (بخاری)۔

۲۳۳۷– عن : عبد الله بن السائب قال : حَضَرتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَومَ الفَتحِ ، وَ قَد صَلّٰى فِي الكَعبَةِ ، فَخَلَعَ نَعلَيهِ ، فَوَضَعَهُمَا عَن يَسَارِهِ ، ثُمَّ افتَتَحَ سُورَةَ المُؤمِنِينَ ، فَلَمَّا بَلَغَ ذِكرَ مُوسٰى وَ عِيسٰى اَخَذَ بِهِ سُعلَةٌ فَرَكَعَ . رواه ابن حبان فی صحیحه (زیلعی ۱:۳۱٤).

۲۳۳۸– عن : يحيى بن جعدة عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما : قال : دَخَلَ النَّبِيُّ ﷺ البَيتَ ، ثُمَّ خَرَجَ ، وَ بِلَالٌ خَلفَهُ ، فَقُلتُ لِبِلَالٍ : هَل صَلّٰى ؟ قَالَ : لَا فَلَمَّا كَانَ الغَدُ دَخَلَ ، فَسَأَلتُ بِلَالاً هَل صَلّٰى ؟ قَالَ : نَعَم ! صَلّٰى رَكعَتَينِ استَقبَلَ الجِذعَةَ ، وَ جَعَلَ السَّارِيَةَ الثَّانِيَةَ عَن يَمِينِهِ . رواه الدارقطنی فی سننه (۱:۱۸۲) . و قال السهيلی : إسناده حسن ، كذا فی الزيلعی (۱:۳۷۳).

فائدہ: اس حدیث سے کعبہ کے اندر نماز کا جواز ثابت ہوا، باقی بخاری اور مسلم میں ابن عباسؓ کی وہ حدیث جس میں ہے کہ حضور ﷺ نے کعبہ کے اندر نماز نہیں پڑھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ مثبت نافی سے مقدم ہوتی ہے۔ نیز اثبات اور نفی کی احادیث تعددِ واقعہ پر محمول ہیں کہ بعض دفعہ اندر جا کر آپ ﷺ نے نماز پڑھی اور بعض دفعہ نہیں پڑھی جیسا کہ آگے آنے والی ابن عمرؓ کی حدیث اس پر دال ہے۔

۲۳۳۷- عبداللہ بن السائبؓ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے روز میں حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اپنے دونوں جوتے اتارے اور انہیں اپنے بائیں جانب رکھا اور کعبہ کے اندر نماز پڑھی اور سورۃ المومنون شروع کر دی۔ پھر جب آپ ﷺ حضرت موسیٰ وحضرت عیسیٰ علیہما السلام کے ذکر پر پہنچے تو آپ ﷺ کو کھانسی آئی تو آپ ﷺ نے رکوع فرمایا (صحیح ابن حبان)۔

۲۳۳۸- ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور پھر باہر تشریف لائے اور حضرت بلالؓ آپ ﷺ کے پیچھے تھے۔ تو میں نے بلالؓ سے پوچھا کہ کیا آپ ﷺ نے نماز پڑھی ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں، پھر اگلے دن آپ ﷺ داخل ہوئے تو پھر میں نے بلالؓ سے پوچھا کہ کیا آپ ﷺ نے نماز پڑھی؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں، دو رکعت نماز پڑھی ہے، آپ ﷺ نے ایک ستون کی طرف منہ کیا اور دوسرے ستون کو اپنی دائیں جانب رکھا۔ (سنن دارقطنی) سہیلی فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے، اسی طرح زیلعی میں ہے۔

فائدہ: حضور ﷺ نے حطیم کو بیت اللہ کا حصہ فرمایا ہے اور عائشہؓ نے فرمایا کہ جب تو بیت اللہ میں نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو حطیم میں پڑھ لیا کر تو اس سے حطیم میں نماز کا جواز صراحۃً اور بیت اللہ میں نماز کا جواز دلالۃً ثابت ہوا اور اس بارے میں احادیث متواتر ہیں کہ حضور ﷺ بیت اللہ کے اندر داخل ہوئے اور اس میں نماز پڑھی۔ طحاوی میں بھی اسی طرح ہے۔

كتاب الزكاة

باب لا زكاة في مال حتى يحول عليه الحول

٢٣٣٩– حدثنا: سليمان بن داود المهري أنا ابن وهب أخبرني جرير بن حازم و سمي آخر عن أبي إسحاق عن عاصم بن ضمرة و الحارث الاعور عن علي ﷺ عن النبي ﷺ ببعض أول الحديث قال: فَإِذَا كَانَتْ لَكَ مِائَتَا دِرْهَمٍ، وَ حَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ، فَفِيْهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ، وَ لَيْسَ عَلَيْكَ شَيْءٌ يَعْنِيْ فِي الذَّهَبِ حَتّٰى يَكُوْنَ لَكَ عِشْرُوْنَ دِيْنَارًا فَإِذَا كَانَتْ لَكَ عِشْرُوْنَ دِيْنَارًا وَ حَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيْهَا نِصْفُ دِيْنَارٍ، فَمَا زَادَ فَبِحِسَابِ ذٰلِكَ. قَالَ: فَلَا أَدْرِيْ أَ عَلِيٌّ يَقُوْلُ: فَبِحِسَابِ ذٰلِكَ أَو رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَ لَيْسَ فِيْ مَالٍ زَكَاةٌ حَتّٰى يَحُوْلَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ. إلا أن جريرا قال: ابن وهب يزيد في الحديث عن النبي ﷺ لَيْسَ فِيْ مَالٍ زَكَاةٌ حَتّٰى يَحُوْلَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ رواه أبو داود (١:٢٢٨). و سكت عنه.

کتاب الزکوٰة

باب جب تک مال پر سال نہ گزر جائے، زکوٰة واجب نہیں ہوتی

٢٣٣٩- حضرت علیؓ حضور ﷺ سے، ابوداؤد میں مذکور اس سے پہلی حدیث کے ابتدائی حصہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: کہ جب تیرے پاس دوسو درہم ہوں اور ان پر سال گزر جائے تو زکوٰة ان میں پانچ درہم ہیں، اور سونے میں کچھ نہیں یہاں تک کہ وہ بیس دینار ہو جائیں اور جب تیرے پاس بیس دینار ہوں، اور اس پر سال گذر جائے تو ان میں آدھا دینار واجب ہوگا اور جو اس مقدار سے زیادہ ہو اس میں اسی حساب سے زکوٰة واجب ہوگی (یعنی چوبیس دینار میں آدھا دینار اور آدھے دینار کا پانچواں حصہ)۔ راوی فرماتے ہیں کہ "فبحساب ذلك" کے الفاظ حضرت علیؓ نے خود فرمائے، یا یہ کہ یہ بھی حضور ﷺ کا فرمان ہے، نیز فرمایا: کسی مال میں زکوٰة نہیں، یہاں تک کہ اس پر سال گذر جائے۔ (ابوداؤد)۔ ابوداود نے اس پر سکوت کیا ہے (لہذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حولانِ حول یعنی سال کا گزرنا وجوبِ زکوٰة کے لئے شرط ہے اور رحمة الامة میں ہے کہ زکوٰة کے وجوب میں حولانِ حول کے شرط ہونے پر اجماع ہے۔ باقی جس حدیث میں حولان حول کا ذکر نہیں وہ اس حدیث کے

باب ليس على الصبى والمجنون زكاة

٢٣٤٠– أخبرنا : أبو حنيفة رحمه الله قال : حدثنا ليث بن أبى سليم عن مجاهد عن ابن مسعود ﷺ أنه قال : لَيْسَ فِیْ مَالِ الْيَتِيْمِ زَكَاةٌ .رواه الإمام محمد فى كتاب الآثار(ص– ٧٣).

٢٣٤١– عن : ابن عباس رضى الله عنهما قال : لَا يَجِبُ عَلٰى مَالِ الصَّغِيْرِ زَكَاةٌ ، حَتّٰى تَجِبَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ . رواه الدار قطنى (١:٢٠٧) .

٢٣٤٢– أخبرنا : أبو حنيفة عن حماد عن إبراهيم قال : لَيْسَ فِیْ مَالِ الْيَتِيْمِ زَكَاةٌ، وَ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ الزَّكَاةُ حَتّٰى يَجِبَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ . رواه الإمام محمد فى كتاب الأثار (ص– ٧٣).

٢٣٤٣– عن : حماد عن إبراهيم عن الأسود عن عائشة رضى الله عنها عن النبى ﷺ قال : رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ ، عَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ ، وَ عَنِ الصَّبِیِّ حَتّٰى يَحْتَلِمَ

ساتھ مقید ہے، نیز مثبتِ زیادت مقبول ہے، اسی طرح حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ حولان حول پر ہی زکوٰۃ لیتے تھے۔اور ابن عمرؓ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ سال گذرنے پر ہی مال میں زکوٰۃ واجب ہے۔

باب بچے اور مجنون پر زکوٰۃ واجب نہیں

٢٣٤٠-ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ بچے کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں۔(کتاب الآ ثار امام محمدؒ)۔

٢٣٤١-ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بچے کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں، یہاں تک کہ اس پر نماز واجب ہو۔(دار قطنی)۔

فائدہ:اس حدیث میں مذکور راوی ابن لہیعہ کی حدیث کو امام احمد نے صحیح اور امام ترمذی نے حسن کہا ہے، پس یہ مختلف فیہ ہے اور اختلاف مضر نہیں۔

فائدہ: یعنی جس طرح نماز بالغ ہونے پر واجب ہوتی ہے، اسی طرح زکوٰۃ بھی بالغ ہونے پر واجب ہوتی ہے۔

٢٣٤٢-ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ بچے کے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں اور اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے یہاں تک کہ اس پر نماز واجب ہوجائے۔(کتاب الآ ثار، امام محمدؒ)۔

٢٣٤٣-حضرت عائشہؓ حضور ﷺ کا یہ فرمان روایت کرتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: تین شخص مرفوع القلم ہیں

وَ عَنِ الْمَجْنُوْنِ حَتّٰى يَعْقِلَ . أخرجه أبو داود و النسائي و ابن ماجة ، ورواه الحاكم فى المستدرك ، و قال : على شرط مسلم (زيلعى ۱:۳۷۹) .

باب لا زكاة فى مال المكاتب حتى يعتق

۲۳۴۴— عن : جابر ﷺ قال : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : لَيْسَ فِيْ مَالِ الْمُكَاتَبِ زَكَاةٌ حَتّٰى يُعْتَقَ . رواه الدار قطني (۱:۲۰۲) .

۲۳۴۵— عن : كيسان عن أبى سعيد المقبرى قال : أَتَيْتُ عُمَرَ بِزَكَاةِ مَالِيْ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ ، وَ أَنَا مُكَاتَبٌ فَقَالَ : هَلْ عَتَقْتَ ؟ قُلْتُ : نَعَمْ ! قَالَ : اِذْهَبْ فَاقْسِمْهَا . رواه ابن أبي شيبة (التلخيص الحبير ۱:۱۷۶).

ایک سونے والا یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے۔ دوسرا بچہ یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے۔ تیسرا دیوانہ یہاں تک کہ وہ عقل مند ہو جائے۔ (ابوداود، ابن ماجہ اور نسائی) اور اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کر کے کہا ہے کہ یہ مسلم کی شرط پر ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بچے کے مال میں زکوۃ واجب نہیں، باقی ترمذی وغیرہ میں وہ حدیث جس میں ہے کہ بچے کے مال کو ایسے نہ چھوڑ دو کہ اسے صدقہ کھا جائے، بلکہ اس سے تجارت کرو تا کہ صدقہ دیتے دیتے اس کا مال ختم ہی نہ ہو جائے۔ تو ان جیسی احادیث کا مشترکہ جواب یہ ہے کہ صدقہ سے مراد بچے کا نفقہ ہے کہ بچے پر خرچ کرتے کرتے کہیں اس کا مال ختم ہی نہ ہو جائے، اس لئے اسے تجارت میں لگا دو اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ حدیث میں " نفقة الرجل على نفسه " کو صدقہ کہا گیا ہے۔ (بخاری، ترمذی)۔

باب مکاتب کے مال میں زکوۃ واجب نہیں یہاں تک کہ وہ آزاد ہو جائے

۲۳۴۴- جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مکاتب کے مال میں زکوۃ نہیں، یہاں تک کہ وہ آزاد ہو جائے۔ (دار قطنی)۔

۲۳۴۵- ابوسعید مقبریؒ فرماتے ہیں کہ میں اپنے دوسو درہم مال کی زکوۃ لے کر حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوا اور میں مکاتب تھا، تو آپؓ نے فرمایا کہ کیا تو آزاد ہو گیا ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں! تو آپؓ نے فرمایا: جا اور انہیں تقسیم کر دے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مکاتب کے مال میں زکوۃ نہیں کیونکہ اگر کتابت وجوب زکوۃ سے مانع نہ ہوتی تو حضرت عمرؓ اس سے آزاد ہونے کے بارے میں سوال نہ کرتے۔

باب من كان عليه دين لا زكاة عليه بقدره في الأموال الباطنة

٢٣٤٦— أخبرنا : مالك ، أخبرنا الزهري ، عن السائب بن يزيد ، أَنَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ كَانَ يَقُولُ : هٰذَا شَهْرُ زَكَاتِكُمْ ، فَمَنْ كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَلْيُؤَدِّ دَيْنَهُ ، حَتّٰى تَحْصُلَ أَمْوَالُكُمْ فَتُؤَدُّوْا مِنْهَا الزَّكَاةَ . رواه الإمام محمد في الموطأ و رواه في الآثار (ص—٧٤) عن أبي حنيفة : حدثنا أبو بكر ، عن عثمان بن عفان ، أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ إِذَا حَضَرَ رَمَضَانُ أَيُّهَا النَّاسُ هٰذَا شَهْرُ زَكَاتِكُمْ قَدْ حَضَرَ ، فَمَنْ كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَلْيَقْضِهِ ، ثُمَّ لِيُزَكِّ مَا بَقِيَ و هذا مرسل ، فإن أبا بكر وهو ابن عبد الله بن أبي الجهم العدوي كما في التعجيل من الرابعة كما في التقريب ، لم يدرك عثمان ظاهرا ، و لكن المرسل حجة عندنا .

باب قرض دار پر قرض کے بقدر اس کے اموالِ باطنہ میں زکوٰۃ نہیں

٢٣٤٦- سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ (رمضان کے مہینے کے آنے پر) حضرت عثمانؓ فرمایا کرتے تھے کہ یہ تمہارے زکوٰۃ ادا کرنے کا مہینہ ہے، پس جس پر قرض ہو اسے چاہئے کہ وہ اپنا قرض ادا کرے تاکہ (باقی) جو تمہارے مال الگ ہو جائیں (بچ جائیں) تو اس سے تم زکوٰۃ ادا کرسکو۔ اسے امام محمدؒ نے موطا میں روایت کیا ہے۔ اور کتاب الآثار میں امام ابو حنیفہؒ سے یوں روایت کیا ہے کہ ابو بکر فرماتے ہیں کہ جب رمضان کا مہینہ آتا تو حضرت عثمانؓ فرماتے ''اے لوگو! یہ تمہارا زکوٰۃ والا مہینہ (یعنی جس میں تم عام طور پر زکوٰۃ ادا کرتے ہو) آچکا ہے، پس جس پر قرضہ ہو تو وہ پہلے قرضہ ادا کرے، پھر جو بچ رہے اس کی زکوٰۃ ادا کرے۔ یہ حدیث مرسل ہے، لیکن مرسل ہمارے ہاں حجت ہے۔

<u>فائدہ:</u> اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس پر قرض ہو پہلے وہ قرض ادا کرے پھر جو بچ جائے اگر وہ نصاب کے برابر یا زیادہ ہو تو زکوٰۃ دے اور اگر نصاب سے کم بچے تو زکوٰۃ واجب نہیں۔

<u>فائدہ:</u> حضرت عثمانؓ نے یہ حکم صحابہؓ کی موجودگی میں دیا اور کسی نے اس پر انکار نہیں کیا تو گویا کہ صحابہ کا اس پر اجماع تھا۔ نیز حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے مالداروں سے صدقہ لینے کو کہا گیا ہے، لہٰذا جو مقروض ہے اس کے لئے تو زکوٰۃ لینا جائز ہے تو وہ فقیر ہوا اور فقیر پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

<u>فائدہ:</u> اور ہم نے اموال باطنہ کی قید اس لئے لگائی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قرض کے باوجود کھیتی کی پیداوار میں عشر واجب ہے۔

باب لا زكاة فی العبد إذا لم يكن للتجارة

٢٣٤٧— عن : عراك بن مالك قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ قالَ: لَيْسَ فِى الْعَبْدِ صَدَقَةٌ اِلَّا صَدَقَةُ الْفِطْرِ . رواه مسلم (١:٣١٦) .

باب لا زكاة فى المال الضمار

٢٣٤٨— حدثنا : يزيد بن هارون ، ثنا هشام بن حسان عن الحسن البصرى رحمه الله ، قال : اِذَا حَضَرَ الْوَقْتُ الَّذِىْ يُؤَدِّىْ فِيْهِ الرَّجُلُ زَكَاتَهُ اَدّٰى عَنْ كُلِّ مَالٍ ، وَعَنْ كُلِّ دَيْنٍ ، اِلَّا مَا كَانَ مِنْهُ ضِمَارًا لَا يَرْجُوْهُ . رواه أبو عبيد القاسم بن سلام فى كتاب الأموال فى باب الصدقة (زيلعى ١:٣٨٠) .

٢٣٤٩— عن : أيوب بن أبى تميمة السختيانى ، اَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيْزِ كَتَبَ فِىْ مَالٍ قَبَضَهُ بَعْضُ الْوُلَاةِ ظُلْمًا يَاْمُرُهُ بِرَدِّهٖ اِلٰى اَهْلِهٖ : وَ تُؤْخَذُ زَكَاتُهُ لِمَا مَضٰى مِنَ السِّنِيْنَ ، ثُمَّ عَقَّبَ بَعْدَ ذٰلِكَ بِكِتَابٍ اَنْ لَّا تُؤْخَذَ مِنْهُ اِلَّا زَكَاةٌ وَاحِدَةٌ ، فَاِنَّهُ كَانَ ضِمَارًا . رواه مالك فى الموطأ (ص— ١٠٧).

باب جب غلام تجارت کے لئے نہ ہوتو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں

۲۳۴۷- حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ غلام میں صدقہ فطر کے سوا کوئی صدقہ واجب نہیں (مسلم)۔

فائدہ: اس حدیث میں غلام سے مراد خدمت کا غلام ہے، کیونکہ غلام تجارت میں زکوٰۃ کے وجوب پر اجماع ہے۔ (التعلیق الممجد)۔

باب مال ضمار میں زکوٰۃ واجب نہیں

۲۳۴۸- حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ جب وہ وقت آجائے جس میں آدمی اپنی زکوٰۃ ادا کرتا ہے تو اسے چاہئے کہ اپنے ہر مال سے اور ہر اس قرضے سے جو اس نے لینا ہے، زکوٰۃ دے، مگر مال ضمار یعنی جس کے ملنے کی امید نہیں، اس کی زکوٰۃ نہ دے۔ اسے ابوعبید قاسم بن سلام نے کتاب الاموال میں روایت کیا ہے۔

۲۳۴۹- ایوب سختیانی سے روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے کسی حاکم کو لکھا کہ جو مال تو نے ظلماً لیا ہے، اسے مالکوں کی

۲۳۵۰– حدثنا : عبد الرحیم بن سلمان عن عمر بن میمون قال : أَخَذَ الْوَلِیْدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ مَالَ رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ الرَّقَّةِ ، یُقَالُ لَهٗ : اَبُوْ عَائِشَةَ عِشْرِیْنَ اَلْفًا ، فَاَلْقَاهَا فِیْ بَیْتِ الْمَالِ ، فَلَمَّا وَلِیَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ اَتَاهُ وَلَدُهٗ ، فَرَفَعُوْا مَظْلِمَتَهُمْ اِلَیْهِ ، فَكَتَبَ اِلٰی مَیْمُوْنَ اَنِ ادْفَعْ اِلَیْهِمْ مَالَهُمْ ، وَ خُذْ زَكَاةَ عَامِهِمْ هٰذَا ، فَاِنَّهٗ لَوْلَا اَنَّهٗ كَانَ مَالًا ضِمَارًا اَخَذْنَاهُ مِنْهُ زَكَاةَ مَا مَضٰی . رواہ ابن ابی شیبة فی مصنفه (زیلعی ۱ : ۳۸۰).

أبواب زكاة السوائم

باب زكاة الإبل

۲۳۵۱– عن : الزهری ، عن سالم عن أبیه : اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَتَبَ كِتَابَ الصَّدَقَةِ ، فَلَمْ یُخْرِجْهُ اِلٰی عُمَّالِهٖ حَتّٰی قُبِضَ ، فَقَرَنَهٗ بِسَیْفِهٖ ، فَلَمَّا قُبِضَ عَمِلَ بِهٖ اَبُوْ بَكْرٍ

طرف لوٹا دے، اور اس مال کی گزرے ہوئے سالوں کی زکوۃ لے لی جائے ، پھر اس کے بعد ایک اور خط لکھا کہ اس مال سے صرف ایک سال کی زکوۃ لی جائے ، کیونکہ یہ مالِ ضمار تھا (مؤطا مالکؒ)

۲۳۵۰–عمرو بن میمون سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ولید بن عبدالملک نے کسی غلام آدمی (جس کا نام ابو عائشہ تھا) کے بیس ہزار درہموں پر قبضہ کر کے انہیں بیت المال میں ڈال دیا۔ پھر جب عمر بن عبدالعزیزؒ حاکم بنے، تو اس غلام کا بیٹا آپ کے پاس آیا اور اس نے عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس ان پر ہونے والے ظلم کا ذکر کیا، تو عمر بن عبدالعزیزؒ نے میمون کی طرف خط لکھا کہ ان کا مال انہیں دے دے اور اسی سال کی زکوۃ لے لے، اس لئے کہ اگر یہ مالِ ضمار نہ ہوتا تو ہم ان سے گزشتہ تمام سالوں کی زکوۃ لیتے (مصنف ابن ابی شیبہ)۔

فائدہ: (۱): مالِ ضمار وہ مال ہے جس کے ملنے کی امید نہ ہو، تو ایسے مال پر زکوۃ واجب نہیں۔

فائدہ: (۲): حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے اس فرمان ''کہ اگر مالِ ضمار نہ ہوتا تو ہم تمام سالوں کی زکوۃ لیتے'' سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر قرض کی وصولی کی امید ہو تو اس پر تمام سالوں کی زکوۃ واجب ہوگی۔

فائدہ: (۳): مال مفقود- بھاگا ہوا غلام- مال مغصوب- سمندر میں گرا ہوا مال اور جنگل میں مدفون مال (جبکہ اس کی جگہ بھول گیا ہو) بھی اسی حکم میں ہے کہ اس میں گذشتہ سالوں کی زکوۃ نہیں۔

حَتّٰى قُبِضَ ، وَ عُمَرُ حَتّٰى قُبِضَ ، وَ كَانَ فِيهِ : فِي خَمْسٍ مِنَ الْإِبِلِ شَاةٌ ، وَفِي عَشْرٍ شَاتَانِ ، وَ فِي خَمْسَ عَشَرَةَ ثَلَاثُ شِيَاهٍ ، وَ فِي عِشْرِينَ أَرْبَعُ شِيَاهٍ ، وَ فِي خَمْسٍ وَ عِشْرِينَ بِنْتُ مَخَاضٍ إِلَى خَمْسٍ وَ ثَلَاثِينَ ، فَإِذَا زَادَتْ فَفِيهَا بِنْتُ لَبُونٍ إِلَى خَمْسٍ وَ أَرْبَعِينَ ، فَإِذَا زَادَتْ فَفِيهَا حِقَّةٌ إِلَى سِتِّينَ ، فَإِذَا زَادَتْ فَفِيهَا جِذْعَةٌ إِلَى خَمْسٍ وَ سَبْعِينَ ، فَإِذَا زَادَتْ فَفِيهَا ابْنَتَا لَبُونٍ إِلَى تِسْعِينَ ، فَإِذَا زَادَتْ فَفِيهَا حِقَّتَانِ إِلَى عِشْرِينَ وَ مِائَةٍ ، فَفِي كُلِّ خَمْسِينَ حِقَّةٌ ، وَ فِي كُلِّ أَرْبَعِينَ ابْنَةُ لَبُونٍ . الحديث رواه الترمذی (۱:۸۳) و حسنه.

۲۳۵۲— عن : حماد قلت لقیس بن سعد خُذْ لِي كِتَابَ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو فَأَعْطَانِي كِتَابًا أَخْبَرَنِي أَنَّهُ أَخَذَهُ مِنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَتَبَهُ لِجَدِّهِ ، فَقَرَأْتُهُ فَكَانَ فِيهِ ذِكْرُ مَا يُخْرَجُ مِنْ فَرَائِضِ الْإِبِلِ ، فَقَصَّ الْحَدِيثَ

چرنے والے جانوروں کی زکوۃ کے بیان میں

باب اونٹوں کی زکوۃ کے بیان میں

۲۳۵۱—حضرت سالم بن عبداللہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے کتابِ زکوۃ لکھوائی، لیکن ابھی اپنے عمال کو بھیج نہ پائے تھے کہ آپ ﷺ کی وفات ہوگئی۔ آپ ﷺ نے اسے اپنی تلوار کے پاس رکھ دیا تھا، آپ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے اپنی وفات تک اس پر عمل کیا، پھر حضرت عمرؓ نے اپنی وفات تک۔ اس میں یہ تھا کہ پانچ اونٹ پر ایک بکری، دس اونٹوں پر دو بکریاں، پندرہ اونٹوں پر تین بکریاں، بیس اونٹوں پر چار بکریاں، پچیس سے پینتیس تک ایک سال کی ایک اونٹنی، پینتیس سے پینتالیس تک دو سال کی اونٹنی، پینتالیس سے ساٹھ تک تین سال کی اونٹنی، ساٹھ سے پچھتر تک چار سال کی اونٹنی۔ اگر اس سے زیادہ ہوں تو نوے تک دو سال کی دو اونٹنیاں اور اگر اس سے زیادہ ہوں تو ایک سو بیس اونٹوں تک تین تین سال کی دو اونٹنیاں اور اگر ایک سو بیس سے بھی زیادہ ہوں تو ہر پچاس اونٹوں پر ایک تین سال کی اونٹنی اور ہر چالیس اونٹوں پر ایک دو سال کی اونٹنی زکوۃ ہے۔ (ترمذی) ترمذی نے اسے حسن کہا ہے۔

۲۳۵۲—حماد فرماتے ہیں کہ میں نے قیس بن سعد سے کہا کہ آپ میرے لئے محمد بن عمرو کی کتاب لیں، تو اس نے مجھے ایک کتاب دی اور یہ بھی کہا کہ اس نے یہ کتاب ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے لی ہے۔ اور یہ کتاب حضور ﷺ نے اس کے دادا کے لئے لکھوائی تھی۔ حماد کہتے ہیں کہ جب میں نے اسے پڑھا تو اس میں اونٹوں کی زکوۃ کے نصاب کا بیان تھا

اِلٰى اَنْ تَبلُغَ عِشْرِيْنَ وَ مِائَةً . فَاِذَا كَانَتْ اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَعُدْ فِىْ كُلِّ خَمسِيْنَ حِقَّةً ، وَ مَا فَضُلَ فَاِنَّهٗ يُعَادُ اِلٰى اَوَّلِ فَرِيْضَةٍ مِنَ الْاِبِلِ ، وَ مَا كَانَ اَقَلَّ مِنْ خَمْسٍ وَ عِشْرِيْنَ فَفِيْهِ الْغَنَمُ فِىْ كُلِّ خَمْسٍ ذَوْدٍ شَاةٌ لَيْسَ فِيْهِ ذَكَرٌ ، وَ لَا ذَاتُ عَوَارٍ مِنَ الْغَنَمِ . رواه أبو داود فى المراسيل (ص— ١٤، ١٥) . و سكت عنه .

٢٣٥٣— حدثنا : يحيى بن سعيد عن سفيان ، عن أبى إسحاق عن عاصم بن ضمرة ، عن على ﷺ قال : اِذَا زَادَتِ الْاِبِلُ عَلٰى عِشْرِيْنَ وَ مِائَةٍ يَسْتَقْبِلُ بِهَا الْفَرِيْضَةُ . رواه ابن أبى شيبة فى مصنفه (١: ٣٨٥) .

٢٣٥٤— عن : بهز بن حكيم يحدث عن أبيه عن جده قال : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ : فِىْ كُلِّ اِبِلٍ سَائِمَةٍ مِنْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ اِبْنَةُ لَبُوْنٍ .الحديث .رواه النسائى(١: ٣٣٩).

باب زكاة البقر

٢٣٥٥— عن : معاذ بن جبل ﷺ قال : بَعَثَنِىْ النَّبِىُّ ﷺ اِلَى الْيَمَنِ ، فَاَمَرَنِىْ اَنْ آخُذَ مِنْ كُلِّ ثَلَاثِيْنَ بَقَرَةً تَبِيْعًا اَوْ تَبِيْعَةً ، وَ مِنْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ مُسِنَّةً . الحديث . رواه الترمذى و حسنه (١: ٨٣).

پھر حدیث کو بیان کرتے ہوئے ایک سو بیس اونٹوں کے نصاب تک پہنچ گئے (آگے یوں تھا) اور اگر اس مقدار سے زیادہ ہو جائے تو ہر پچاس اونٹوں میں ایک حقہ ہوگا (یعنی تین سال کی اونٹنی ہوگی) اور جو زیادہ ہوگا تو اسے اونٹوں کے پہلے حساب کی طرف لوٹایا جائے گا اور اگر اونٹ پچیس سے کم ہوں تو ان میں بکری ہے، یعنی ہر پانچ اونٹوں میں ایک بکری ہوگی۔ اور زکوۃ میں نر، زیادہ بوڑھا اور عیب دار جانور دینا درست نہیں۔ (مراسیل ابوداؤد)۔ ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے (لھذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے)

۲۳۵۳- حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اگر اونٹ ایک سو بیس سے بڑھ جائیں تو حساب نئے سرے سے شروع ہوگا (مصنف ابن ابی شیبہ)۔

۲۳۵۴- بہز بن حکیم اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ (سال کا اکثر حصہ جنگل میں) چرنے والے چالیس اونٹوں پر ایک سال کی اونٹنی ہے۔ (نسائی)۔

فائدہ: ان احادیث سے اونٹ کی مقدار نصاب اور مقدار زکوۃ معلوم ہوگئی اور اسی پر خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم کا عمل ہے۔

باب لا زكاة فى الأوقاص

۲۳۵۶— حدثنا: عبد الله بن إدريس عن ليث عن طاوس عن معاذ قال: لَيْسَ فِيْ الْاَوْقَاصِ شَيْءٌ. رواه ابن أبی شيبة فی مصنفه (زيلعی ۱:۳۸۹).

۲۳۵۷— أخبرنا: جعفر بن أحمد المؤذن فيما أجاز لنا حدثنا السری بن يحيی أنبأ شعيب ثنا سيف عن سهيل بن يوسف بن سهيل عن عبيد بن صخر بن لوذان الأنصاری، قال: عَهِدَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِلٰی عُمَّالِهٖ عَلَی الْيَمَنِ فِی الْبَقَرَةِ فِیْ كُلِّ ثَلَاثِيْنَ تَبِيْعٌ، وَ فِیْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ مُسِنَّةٌ، وَ لَيْسَ فِیْ الْاَوْقَاصِ شَیْءٌ. رواه الدارقطنی فی كتاب المؤتلف و المختلف (زيلعی ۱:۳۸۹).

قلت: سيف ضعيف و فی الرواة من لم نعرفه، و إنما ذكرناه تأييدا.

باب گائے کی زکوۃ کے بیان میں

۲۳۵۵-حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ نے مجھے یمن کی طرف بھیجا تو مجھے حکم فرمایا کہ میں ہر تیس گائے پر ایک سال کا گائے کا بچہ یا بچی لوں اور ہر چالیس گائے پر دو سال کا گائے کا بچہ لوں۔ ترمذی نے روایت کر کے اسے حسن کہا۔

فائدہ: اس باب میں حدیث معاذ ہی اصح ہے اور اس کے شواہد بھی سنن میں موجود ہیں، لہٰذا اس حدیث سے گائے کا مقدار نصاب اور مقدار زکوۃ معلوم ہوگئی۔

باب اوقاص میں زکوۃ نہیں

فائدہ: اَوْقَاص وَقَصْ کی جمع ہے، دو مقداروں کے درمیان جو مقدار ہوتی ہے، اسے وقص کہتے ہیں، مثلاً تیس اور چالیس گائے کے درمیان جو تعداد ہوگی وہ وقص کہلائے گی۔

۲۳۵۶-حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ اوقاص میں کوئی شئے واجب نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔

۲۳۵۷-عبید بن صخر بن لوذان انصاری سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے یمن کے حاکموں کو حکم دیا کہ تیس گائے میں گائے کا ایک سال کا بچہ اور چالیس گائے میں گائے کی دو سال کی بچی واجب ہے اور اوقاص میں کوئی چیز واجب نہیں ہے۔ دار قطنی نے اسے اپنی کتاب المؤتلف والمختلف میں روایت کیا ہے۔

باب زكاة الغنم

٢٣٥٨– عن : ثمامة بن عبد الله بن أنس أن أنسا حدثه : اَنَّ اَبَا بَكْرٍ ﷺ كَتَبَ لَهٗ هٰذَا الْكِتَابَ لَمَّا وَجَّهَهٗ اِلَى الْبَحْرَيْنِ : بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ، هٰذِهٖ فَرِيْضَةُ الصَّدَقَةِ الَّتِىْ فَرَضَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ ، وَالَّتِىْ اَمَرَ اللهُ بِهٖ وَ رَسُوْلَهٗ اِلٰى اَنْ كَتَبَ : وَ فِىْ صَدَقَةِ الْغَنَمِ فِىْ سَائِمَتِهَا اِذَا كَانَتْ اَرْبَعِيْنَ اِلٰى عِشْرِيْنَ وَ مِائَةٍ شَاةٌ ؟ فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى عِشْرِيْنَ وَ مِائَةٍ اِلٰى مِائَتَيْنِ شَاتَانِ ، فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى مِائَتَيْنِ اِلٰى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَفِيْهَا ثَلَاثُ شِيَاهٍ ، فَاِذَا زَادَتْ عَلٰى ثَلَاثِ مِائَةٍ فَفِىْ كُلِّ مِائَةٍ شَاةٌ ، فَاِذَا كَانَتْ سَائِمَةُ الرَّجُلِ نَاقِصَةً مِنْ اَرْبَعِيْنَ شَاةً وَاحِدَةً فَلَيْسَ فِيْهَا صَدَقَةٌ اِلَّا اَنْ يَشَاءَ رَبُّهَا. الحديث. راوه البخاری (١٩٥:١، ١٩٦) .

باب أداء زكاة الغنم بالثنى و الجذعة من الضأن على السواء

٢٣٥٩– عن : عاصم بن كليب عن أبيه قال : كُنَّا مَعَ رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِىِّ ﷺ يُقَالُ لَهٗ : مُجَاشِعٌ مِنْ بَنِىْ سُلَيْمٍ ، فَعَزَّتِ الْغَنَمُ ، فَاَمَرَ مُنَادِيًا ، فَنَادٰى : اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ : اِنَّ الْجَذَعَ يُوَفِّىْ مِمَّا يُوَفِّىْ مِنْهُ الثَّنِىُّ . رواه أبو داود (٣١:٢) و سكت عنه .

باب بکریوں کی زکوٰۃ کے بیان میں

۲۳۵۸-حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے جب انہیں بحرین (عامل بنا کر) بھیجا تو ان کے لئے یہ احکامات لکھ بھیجے تھے: بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ صدقہ کا وہ فریضہ ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے لئے ضروری قرار دیا تھا، اور رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا تھا (اس طویل حکم میں یہ بھی لکھا ہوا تھا) کہ سال کا اکثر حصہ جنگل میں چرنے والی بکریاں چالیس سے ایک سو بیس تک ہو جائیں تو ان میں ایک بکری ہے اور ایک سو بیس سے بڑھ جائیں تو دو سو تک دو بکریاں ہیں۔ اور اگر دو سو سے بڑھ جائیں تو تین بکریاں ہیں اور اگر تین سو سے بڑھ جائیں تو ہر سو پر ایک بکری ہے۔ اور کسی شخص کی چرنے والی بکریاں چالیس سے بھی کم ہوں تو ان میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، ہاں اگر ان کا مالک چاہے (تو دیدے یا اگر تعداد چالیس کو پہنچے تو ایک بکری واجب ہوگی) (بخاری)۔

باب زکوٰۃ میں ثنی یا جذعہ دینا برابر ہے

فائدہ: ثنی بکری کے اس بچے کو کہتے ہیں جو ایک سال کا ہو گیا ہو، اور جذعہ بکری کے اس بچے کو کہتے ہیں جو ایک سال سے

٢٣٦٠— عن : عاصم بن كليب عن أبيه عن رجل من مزينة أو جهينة : كَانَ الصَّحَابَةُ إِذَا كَانَ قَبْلَ الْاَضحٰى بِيَوْمٍ اَوْ يَوْمَيْنِ اَخَذُوْا ثَنِيًّا وَ اَعْطَوْا جَذَعَتَيْنِ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : اِنَّ الْجَذَعَةَ تُجْزِئُ مِمَّا تُجْزِئُ مِنْهُ الثَّنِيَّةُ . رواه الإمام أحمد و صححه الحاكم (دراية ص— ١٤٥).

باب الزكاة فى الفرس أو عدمها

٢٣٦١— عن : طاؤس سَاَلْتُ اِبْنَ عَبَّاسٍ عَنِ الْخَيْلِ فِيْهَا صَدَقَةٌ ؟ قَالَ : لَيْسَ عَلٰى فَرَسِ الْغَازِىْ فِىْ سَبِيْلِ اللهِ صَدَقَةٌ . أخرجه أحمد بن زنجويه فى كتاب الأصول بإسناد صحيح (دراية ص— ١٥٨).

کم کا ہو، لیکن قد کاٹھ سے ایک سال کا لگے۔

۲۳۵۹—عاصم بن کلیب اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی کے ساتھ تھے جس کا نام مجاشع تھا اور وہ قبیلہ بنی سلم سے تھا، اس دوران بکریاں مہنگی ہوگئیں تو اس صحابی نے منادی سے کہا کہ وہ اعلان کردے کہ نبی کریم ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جذعہ بھی اس چیز سے کافی ہے جس سے ثنی کافی ہے (ابوداود)۔ ابوداود نے اس پر سکوت کیا ہے (لہذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے)۔

فائدہ: یعنی جس طرح زکوۃ میں ثنی ایک سال کی بکری دینا جائز ہے، اسی طرح ایک سال سے کم عمر کی بکری دینا بھی جائز ہے بشرطیکہ قد کاٹھ اچھا ہو۔

۲۳۶۰—عاصم بن کلیب اپنے باپ سے اور وہ قبیلہ مزینہ یا جہینہ کے کسی آدمی سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام عید الاضحیٰ سے ایک دو روز قبل ایک ثنی (ایک سال کا بکری کا بچہ) لے کر دو جذعے (سال سے کم بکری کا بچہ) دیتے تھے، تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جذعہ بھی اس چیز سے کافی ہے جس سے ثنی کافی ہے۔ اسے امام احمد نے روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔

باب گھوڑوں میں زکوۃ ہے یا نہیں؟

۲۳۶۱—طاؤس فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے گھوڑوں کے بارے میں پوچھا تو آپؓ نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے گھوڑے میں زکوۃ نہیں ہے۔ اسے احمد بن زنجویہ نے کتاب الاموال میں صحیح سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔ (درایہ ص ۱۵۸)۔

۲۳۶۲— عن : زيد بن أسلم أن أبا صالح ذكوان أخبره أنه سمع أبا هريرة رضي الله عنه يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي حَدِيثٍ طَوِيلٍ ذُكِرَ فِيهَا وَعِيدُ مَانِعِي الزَّكَاةِ قِيلَ : يَا رَسُولَ اللهِ ! فَالْخَيْلُ ؟ قَالَ : اَلْخَيْلُ ثَلَاثَةٌ هِيَ لِرَجُلٍ وِزْرٌ ، وَ هِيَ لِرَجُلٍ سِتْرٌ ، وَ هِيَ لِرَجُلٍ أَجْرٌ ، إِلَى أَنْ قَالَ : وَ أَمَّا الَّتِي هِيَ لَهُ سِتْرٌ فَرَجُلٌ رَبَطَهَا فِي سَبِيلِ اللهِ ، ثُمَّ لَمْ يَنْسَ حَقَّ اللهِ فِي ظُهُورِهَا ، وَ لَا رِقَابِهَا ، فَهِيَ لَهُ سِتْرٌ وَ فِيهِ قِيلَ : يَا رَسُولَ اللهِ ! فَالْحُمُرُ ؟ قَالَ : مَا أُنْزِلَ عَلَيَّ فِي الْحُمُرِ شَيْءٌ إِلَّا هٰذِهِ الْآيَةُ الْفَاذَّةُ الْجَامِعَةُ . الحديث : رواه مسلم (۱:۳۱۹) و البخاري (زيلعي ۱:۳۹۳) .

۲۳۶۳— عن : ابن جريج أخبرني عمرو بن دينار أن جبير بن يعلى أخبره أنه سمع يعلى بن أمية يقول : اِبْتَاعَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أُمَيَّةَ أَخُو يَعْلَى مِنْ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ فَرَسًا أُنْثَى بِمِائَةِ قُلُوصٍ ، فَنَدِمَ الْبَائِعُ فَلَحِقَ بِعُمَرَ ، فَقَالَ : غَصَبَنِي يَعْلَى وَ أَخُوهُ فَرَسًا لِي فَكَتَبَ إِلَى يَعْلَى

۲۳۶۲-حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک لمبی حدیث میں مانعینِ زکوٰۃ کی وعید کا ذکر فرمایا تو آپ ﷺ سے گھوڑوں کے بارے میں دریافت کیا گیا (کہ اس میں زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟) تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ گھوڑے تین قسم پر ہیں: ایک اپنے مالک کے لئے وبال جان ہے، دوسرا اپنے مالک کے لئے پردہ ہے، تیسرا اپنے مالک کے لئے اجر وثواب کا سبب ہے۔ پھر اس کے بعد وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ جو گھوڑے اپنے مالک کے لئے پردہ ہوتے ہیں تو اس سے وہ شخص مراد ہے جو اللہ کے راستے میں (استعمال کے لئے یعنی جہاد کے لئے) اسے پالتا ہے، اور اس کی سواری میں نہ اللہ کا حق بھولتا ہے اور نہ اس کے گھاس چارے میں کمی کرتا ہے، تو وہ اس کے لئے پردہ ہے (اس کے عیب ڈھانپنے والا ہے)۔ پھر آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ گدھوں کا حال ارشاد فرمائیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ گدھوں کے متعلق مجھ پر کوئی حکم نازل نہیں ہوا، سوائے اس جامع اور منفرد آیت کے فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ و من یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ یعنی جس نے ذرہ برابر نیکی کی اس کا ثواب اسے ملے گا اور جس نے برائی کی اس کی سزا اسے ملے گی۔ (بخاری ومسلم)۔

فائدہ: یعنی خچروں اور گدھوں میں اگرچہ زکوٰۃ فرض نہیں، لیکن نفلی صدقہ ثواب سے خالی نہیں اور اس سے منع نہیں کیا گیا۔

۲۳۶۳-جبیر بن یعلی فرماتے ہیں کہ میں نے یعلی بن امیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یعلی بن امیہ کے بھائی عبدالرحمٰن بن امیہ نے یمن کے کسی آدمی سے سو اونٹنیوں کے عوض ایک گھوڑی خریدی، پھر بیچنے والا پریشان ہو کر حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوا اور کہا کہ

أَنِ الْحَقْ بِیْ فَاَتَاهُ فَاَخْبَرَهُ الْخَبَرَ ، فَقَالَ : اِنَّ الْخَيْلَ لَتَبْلُغُ هٰذَا عِنْدَكُمْ ! مَا عَلِمْتُ اَنَّ فَرَسًا يَبْلُغُ هٰذَا ، قَالَ عُمَرُ : اَ تَاْخُذُ مِنْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ شَاةً شَاةً وَلَا تَاْخُذُ مِنَ الْخَيْلِ شَيْئًا ، خُذْ مِنْ كُلِّ فَرَسٍ دِيْنَارًا ، فَقَدَرَ عَلَى الْخَيْلِ دِيْنَارًا. كذا فی نصب الراية (١:٣٩٣) و عزاه إلى عبد الرزاق و أخرجه فی كنز العمال نحوه ، و عزاه إلى أبی عاصم النبيل وا لبيهقی ، و فيه وَضَرَبَ عَلَى الْخَيْلِ دِيْنَارًا دِيْنَارًا (٣:٣٩٥) و ذكره الحافظ فی الدراية مختصراً و سكت عنه ، و لم يعله بشیء ، و لفظه فَقَرَّرَ عُمَرُ عَلَى الْخَيْلِ دِيْنَارًا دِيْنَارًا اه‍ (ص— ١٥٩). و سند عبد الرزاق سند صحيح ، رجاله كلهم ثقات غير جبير بن يعلی ، فلم أجد من ترجمه ، ولكنه ثقة علی قاعدة ابن حبان ، و مثله يحتج به عندنا كما ذكرنا فی المقدمة لا سيما و هو تابعی ابن صحابی .

٢٣٦٤— عن : الزهری أن السائب بن يزيد أخبره قال : رَاَيْتُ اَبِیْ يُقِيْمُ الْخَيْلَ ، ثُمَّ يَدْفَعُ صَدَقَتَهَا اِلٰى عُمَرَ . رواه الدارقطنی فی غرائب مالك بإسناد صحيح عنه (دراية ص— ١٥٨).

یعلیٰ اوراس کے بھائی نے میری گھوڑی مجھ سے چھین لی ہے، تو حضرت عمرؓ نے یعلی کو خط لکھا کہ مجھے ملے، پس جب یعلیٰ حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوئے تو حضرت عمرؓ نے واقعہ کی اطلاع دی اور کہا کہ تمہارے نزدیک گھوڑوں کی اتنی قدر و قیمت ہے؟ مجھے تو معلوم نہیں تھا کہ گھوڑے اتنے قیمتی ہوتے ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم چالیس بکریوں میں ایک بکری (زکوٰۃ) میں لیتے ہواور گھوڑوں میں کچھ بھی نہیں لیتے؟ ہر گھوڑے پر ایک دینار لو، تو اس طرح حضرت عمرؓ نے ایک گھوڑے پر ایک دینار مقرر فرمایا۔ نصب الرایہ میں ایسے ہے اور اسے عبدالرزاق کی طرف منسوب کیا ہے اور کنز العمال میں بھی یہ حدیث ہے اور اسے ابو عاصم النبیل اور بیہقی کی طرف منسوب کیا ہے۔ حافظ نے اسے درایہ میں مختصراً ذکر کرنے کے بعد اس پر سکوت فرمایا ہے اور کسی قسم کی تعلیل بیان نہیں کی اور اس میں یہ الفاظ ہیں "فقرر عمر علی الخيل دينارا ...... الخ" عبدالرزاق کی سند صحیح ہے۔ جبیر بن یعلی کے علاوہ تمام راوی ثقہ ہیں اور جبیر بن یعلی کے حالات مجھے نہیں مل سکے، لیکن وہ ابن حبان کے قاعدہ کے مطابق ثقہ ہیں اور ہمارے نزدیک قابل احتجاج ہیں اور خاص کر جب کہ جبیر خود تابعی ہیں اور صحابی کے بیٹے ہیں۔

۲۳۶۴- سائب بن یزید نے زہری کو خبر دی کہ میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ وہ گھوڑے کی قیمت لگا کر

٢٣٦٥— عبد الرزاق : عن ابن جريج أخبرنى ابن أبى حسين أن ابن شهاب أخبره : أَنَّ عُثْمَانَ كَانَ يُصَدِّقُ الْخَيْلَ . الحديث . كذا فى الدراية (ص— ١٥٨).

قلت : و هذا سند صحيح ، إلا أنه مرسل والمرسل حجة عندنا ، و ابن أبى حسين هذا هو عبد الله بن عبد الرحمن بن أبى حسين المكى النوفلى ، ثقة عند الجميع روى عنه ابن جريج و غيره (التهذيب ٥:٢٠٣).

٢٣٦٦— عن : عمر ﷺ أنه قَالَ : يَا أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ ! إِنَّهُ لَا خَيْرَ فِيْ مَالٍ لَا يُزَكّٰى ، فَجَعَلَ فِيْ الْخَيْلِ عَشَرَةَ دَرَاهِمَ ، وَ فِي الْبَرَاذِيْنِ ثَمَانِيَةً . رواه ابن جرير ، كذا فى كنز العمال (٣:٣٠٥) بلا سند و إنما ذكرته تأييدًا .

باب لا زكاة فى الحمير و البغال

٢٣٦٧— عن : أبى هريرة ﷺ قَالَ : سُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنِ الْحَمِيْرِ فِيْهَا زَكَاةٌ ؟ فَقَالَ : مَا جَاءَ نِيْ فِيْهَا شَيْءٌ اِلَّا هٰذِهِ الْآيَةُ الْفَاذَّةُ ﴿ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهٗ وَ مَنْ يَعْمَلْ

اس کی زکوۃ حضرت عمرؓ کو دیتے ہیں۔(دارقطنی)۔

٢٣٦٥-ابن شہاب فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ گھوڑوں کی زکوۃ لیا کرتے تھے(درایہ ص ١٥٨)۔اس کی سند صحیح ہے، لیکن مرسل ہےاور مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے۔ابن ابی حسین راوی کا اصل نام عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین مکی نوفلی ہے، جو تمام کے نزدیک ثقہ ہے۔

٢٣٦٦-حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: اے مدینے والو! اس مال میں کوئی خیر نہیں جس کی زکوۃ نہ نکالی گئی ہو۔اور پھر آپ نے عام گھوڑے میں دس درہم اور تاتاری گھوڑے میں آٹھ درہم مقرر فرمائے۔اسے ابن جریر نے اور صاحب کنزالعمال نے بغیر سند کے روایت کیا ہےاور ہم نے اسے صرف تائیداً ذکر کیا ہے۔

فائدہ: مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ گھوڑوں میں زکوۃ ہے، یہی احناف کا مسلک ہے۔وہ احادیث جن میں نفی زکوۃ کا بیان ہے، وہ مجاہد کے گھوڑے اور خدمت کے گھوڑے پر محمول ہیں،اس طرح احناف دونوں قسم کی احادیث (نفی واثباتِ زکوۃ کی احادیث) پر عمل کرتے ہیں کیونکہ دلائل میں اصل اعمال ہے، اہمال نہیں۔

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾. رواه الإمام أحمد و في الصحيحين معناه (نيل ٤: ٢٣، ٢٤).

٢٣٦٨— عن: الحسن قال: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنَّ اللهَ تَجَاوَزَ لَكُمْ عَنْ ثَلَاثٍ، عَنِ الْجَبْهَةِ وَ عَنِ النُّخَّةِ و الْكُسْعِ إلخ. رواه أبو داود (ص— ١٦) في مراسيله، و سكت عنه.

باب أداء الزكاة من خلاف الجنس

٢٣٦٩— قال: طاوٗس قال معاذ لأهل اليمن: اِئْتُوْنِيْ بِعَرْضٍ ثِيَابٍ خَمِيْصٍ أَوْ لَبِيْسٍ فِي الصَّدَقَةِ مَكَانَ الشَّعِيْرِ وَ الذُّرَةِ أَهْوَنُ عَلَيْكُمْ وَ خَيْرٌ لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ بِالْمَدِيْنَةِ. رواه البخاري تعليقا (١: ١٩٤).

باب گدھوں اور خچروں میں زکوٰۃ نہیں

۲۳۶۷-حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ سے گدھوں کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا ان میں زکوٰۃ ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ پر ان کے بارے اس منفرد آیت کے سوا کچھ نازل نہیں ہوا (وہ آیت یہ ہے): ﴿فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره و من يعمل مثقال ذرة شرا يره﴾ ۔اسے امام احمد نے روایت کیا ہے اور صحیحین میں اس کا معنی موجود ہے (نیل)۔

۲۳۶۸-حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے تین چیزوں کے بارے میں درگذر فرمایا ہے (۱): گھوڑا (۲): غلام (۳): گدھا۔ اسے ابوداود نے اپنی مراسیل میں راویت کر کے اس پر سکوت فرمایا ہے۔ (لہذا یہ حدیث انکے ہاں حسن یا صحیح ہے)

__فائدہ__: گھوڑے سے مراد فرسِ غازی اور فرسِ خدمت ہے، جیسا کہ بالاتفاق غلام سے مراد خدمت کا غلام ہے۔ نیز مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ گدھوں میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ رسائل ارکان (ص ۱۷۳) میں ہے کہ خچروں اور گدھوں میں بالاجماع زکوٰۃ نہیں البتہ نفلی صدقہ کرنے سے ممانعت بھی نہیں جیسا کہ آیت مذکورہ بالا سے معلوم ہوتا ہے۔

باب دوسری جنس سے زکوٰۃ ادا کرنا

۲۳۶۹-طاؤس فرماتے ہیں کہ حضرت معاذؓ نے یمن والوں سے فرمایا کہ تم مجھے صدقہ میں جو اور مکئی کی جگہ سامان و اسباب یعنی یمنی چادر یا استعمال شدہ کپڑے دے دو، جس میں تمہارے لئے بھی آسانی ہے اور مدینہ میں نبی کریم ﷺ کے صحابہ کے لئے

باب لا زكاة فى العوامل

٢٣٧٠– عن : زهير ثنا أبو إسحاق ، عن عاصم بن ضمرة و الحارث ، عن علی ﷺ قال زهير : و أحسبه عن النبى ﷺ أنه قال : هَاتُوا رُبْعَ الْعَشُوْرَ مِنْ كُلِّ أَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ . فذكر الحديث،وقال فيه: وَلَيْسَ عَلَى الْعَوَامِلِ شَيْءٌ مختصر . رواه أبو داوٗد و رواه الدار قطنی مجزوما ليس فيه : قال زهير : و أحسبه ، قال ابن القطان فى كتابه : هذا سند صحيح و كل من فيه ثقة معروف ، و لا أعنى رواية الحارث و إنما أعنى رواية عاصم . (زيلعى ١:٣٩٤).

٢٣٧١– عن : جابرﷺ مرفوعًا : لَيْسَ فِي الْمُثِيْرَةِ صَدَقَةٌ .رواه الدارقطنی ، و إسناده حسن ، و أخرجه عبد الرزاق بالسند المذكور موقوفا و هو أصح (دراية ص– ١٥٩).

بھی اس میں بہتری ہے۔اسے بخاری نے تعلیقاً روایت کیا ہے۔

فائدہ: مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی شیٔ کی زکوٰۃ دوسری جنس سے ادا کرنا جائز ہے بلکہ بعض اوقات غرباء کے مفاد کے مدنظر بہتر ہے اور یہی حضرت عمر، حضرت ابن عمر، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہم اجمعین کا مذہب ہے اور امام بخاری بھی اس مسئلہ میں احناف کے ہمنوا ہیں اور مالکیہ کا بھی اس کے جواز پر اجماع ہے۔

باب کام کرنے والے جانوروں میں زکوٰۃ نہیں

۲۳۷۰-حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اپنے مال کا چالیسواں حصہ لے آؤ، یعنی ہر چالیس درہم میں ایک درہم زکوٰۃ واجب ہے۔ پھر راوی نے تمام حدیث بیان کرتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ کام کاج کے جانوروں میں کوئی چیز واجب نہیں۔اسے ابوداود اور دارقطنی نے روایت کیا ہے، لیکن ابوداود کی روایت میں اس حدیث کے مرفوع ہونے میں شک ہے، جبکہ دارقطنی نے بالیقین مرفوع روایت کیا ہے۔ابن قطان فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اور تمام راوی ثقہ ہیں۔مصنف فرماتے ہیں کہ میری مراد عاصم کی روایت ہے نہ کہ حارث کی روایت۔

۲۳۷۱-حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہل چلانے والے بیلوں میں زکوٰۃ نہیں (دارقطنی و مصنف عبدالرزاق)۔دارقطنی نے اس حدیث کو حسن سند کے ساتھ مرفوع ذکر کیا ہے، جبکہ عبدالرزاق نے اسی سند کے ساتھ موقوف بیان کیا ہے

٢٣٧٢– عن : جابر ﷺ (مرفوعا) لَيْسَ فِي مَثِيْرِ الْأَرْضِ زَكَاةٌ . رواه ابن خزيمة (كنز العمال ٣: ١٥٠)

باب أن المصدق لا يأخذ إلا الوسط من أموال الزكاة

٢٣٧٣– عن : عروة ﷺ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَعَثَ رَجُلًا عَلَى الصَّدَقَةِ ، وَ أَمَرَهُ أَنْ يَأْخُذَ الْبِكْرَ ، وَ الشَّارِفَ وَ ذَا الْعَيْبِ ، وَ إِيَّاكَ وَ حَذَرَاتِ أَنْفُسِهِمْ . رواه أبو داود (ص– ١٥، ١٦) فى المراسيل و سكت عنه .

٢٣٧٤– و قرأت : فى كتاب عبد الله بن سالم بحمص عند آل عمرو بن الحارث الحمصى عن الزبيدى ، قال : و أخبرنى يحيى بن جابر عن جبير بن نفير عن عبد الله بن معاوية الغافرى من غافرة قيس قال : قال النبى ﷺ : ثَلَاثٌ مَنْ فَعَلَهُنَّ فَقَدْ طَعِمَ طَعْمَ

اور یہی زیادہ درست ہے (لیکن موقوف ہمارے ہاں حجت ہے بشرطیکہ اپنے سے اقوی سے معارض نہ ہو اور یہاں بھی ایسا ہی ہے)۔

٢٣٧٢- حضرت جابرؓ سے مرفوع حدیث منقول ہے کہ ہل چلانے میں کام آنے والے بیلوں میں زکوۃ نہیں۔ اسے ابن خزیمہ نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ کام کرنے والے جانوروں میں زکوۃ نہیں۔

باب صدقہ لینے والا درمیانے درجہ کا مال صدقہ میں لے

٢٣٧٣- حضرت عروہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ایک آدمی کو زکوۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا اور اسے حکم دیا کہ وہ زکوۃ میں تھوڑا سا چھوٹا جانور اور تھوڑا سا بوڑھا جانور، بلکہ عیب والا جانور لے لے اور عمدہ مال لینے سے بھی احتراز کرے۔ ابوداود نے اسے مراسیل میں روایت کیا اور اس پر سکوت کیا ہے۔ (لہذا یہ ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے)۔

فائدہ: یہاں ذا العیب سے مراد غیر معتبر عیب ہے ورنہ زیادہ عیب دار، زیادہ بوڑھا اور زیادہ چھوٹا جانور زکوۃ میں دینا درست نہیں ہے، جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

٢٣٧٤- ابوداود فرماتے ہیں کہ عمرو بن حارث حمصی کی آل کے پاس حمص میں، میں نے عبداللہ بن سالم کی کتاب میں پڑھا، جو زبیدی سے مروی ہے، عبداللہ بن سالم کہتے ہیں کہ مجھے یحیٰ بن جابر نے بواسطہ جبیر بن نفیر عبداللہ بن معاویہ غاضری سے خبر دی

الْاِيْمَانِ ، مَنْ عَبَدَ اللهَ وَحْدَهُ وَ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَ اَعْطٰى زَكَاةَ مَالِهِ طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُهُ رَافِدَةً عَلَيْهِ كُلَّ عَامٍ ، وَ لَا يُعْطِيَ الْهَرِمَةَ وَ لَا الدَّرِنَةَ ، وَ لَا الْمَرِيْضَةَ ، وَ لَا الشَّرَطَ اللَّئِيْمَةَ ، وَ لٰكِنْ مِنْ وَسَطِ اَمْوَالِكُمْ فَاِنَّ اللهَ لَمْ يَسْاَلْكُمْ خَيْرَهُ وَ لَا يَاْمُرُكُمْ بِشَرِّهِ . قاله أبو داود (۲۳:۱) و سكت عنه .

باب صحة أداء الزكاة إلى الفساق والسلاطين الجبابرة

۲۳۷۵– عن : بشير بن الخصاصية قَالَ : قُلْنَا : يَا رَسُوْلَ اللهِ ! اِنَّ قَوْمًا مِنْ اَصْحَابِ الصَّدَقَةِ يَعْتَدُوْنَ عَلَيْنَا اَفَنَكْتُمُ مِنْ اَمْوَالِنَا بِقَدْرِ مَا يَعْتَدُوْنَ عَلَيْنَا ؟ فَقَالَ : لَا . رواه أبو داود و عبدالرزاق وسكت عنه أبوداؤد والمنذرى . نيل الأوطار (٤٢:٤).

۲۳۷٦– عن : عطاف بن خالد و أبى معاوية و ابن أبى شيبة عن بشر المفضل ، ثلاثتهم عن سهيل بن أبى صالح ، عن أبيه : اِجْتَمَعَ نَفَقَةٌ عِنْدِيْ فِيْهَا صَدَقَتِيْ يَعْنِيْ بَلَغَتْ نِصَابَ الزَّكَاةِ ، فَسَاَلْتُ سَعْدَ بْنَ اَبِيْ وَقَّاصٍ ، وَ ابْنَ عُمَرَ ، وَ اَبَا هُرَيْرَةَ ، وَ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيْ

ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص ان تین کاموں کو کرے تو وہ ایمان کا مزہ پائے گا، ایک یہ کہ صرف اللہ کی عبادت کرے ، دوسرے یہ کہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرے اور تیسرے یہ کہ ہر سال اپنے مال کی زکوٰۃ خوشی خوشی ادا کرے ، بوڑھا، خارشی ، بیمار اور گھٹیا جانور زکوٰۃ میں نہ دے، بلکہ اپنے مال میں سے درمیانہ درجے کا جانور دے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تم سے عمدہ مال کا تقاضا نہیں کرتے اور نہ ہی گھٹیا مال کو پسند کرتے ہیں اسے ابوداود نے روایت کر کے اس پر سکوت فرمایا ہے۔ (لہذا یہ ان کے ہاں حسن یا صحیح ہے)۔

گناہ گاروں اور ظالم بادشاہوں کو زکوٰۃ دینا درست ہے

۲۳۷۵- بشیر بن خصاصیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ صدقہ وصول کرنے والے ہم پر زیادتی کرتے ہیں (یعنی فرض مقدار سے زیادہ وصول کرتے ہیں) تو کیا ہم ان کی زیادتی کے بقدر مال چھپا لیا کریں؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں! ۔ اسے ابوداؤد اور مصنف عبدالرزاق نے روایت کیا ہے اور ابوداؤد نے اس پر سکوت فرمایا ہے (لہذا یہ حدیث صحیح یا حسن ہے)۔

۲۳۷٦- سہیل بن ابی صالح اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، ان کے والد نے فرمایا کہ میرے پاس اتنی مقدار میں خرچہ

اَقْسِمُهَا اَوْ اَدْفَعُهَا اِلَى السُّلْطَانِ؟فَقَالُوا: اِدْفَعْهَا اِلَى السُّلْطَانِ ، مَا اِخْتَلَفَ عَلَيَّ مِنْهُمْ اَحَدٌ وَ فِيْ رِوَايَةٍ قُلْتُ لَهُمْ : هٰذَا السُّلْطَانُ يَفْعَلُ مَا تَرَوْنَ فَاَدْفَعُ اِلَيْهِ زَكَاتِيْ ؟ فَقَالُوْا : نَعَمْ !. رواه سعيد بن منصور (التلخيص الحبير ١:١٧٨)

٢٣٧٧- عن : قزعة قال : قلت لابن عمر ﷺ : اِنَّ لِيْ مَالًا فَاِلٰى مَنْ اَدْفَعُ زَكَاتَهٗ ؟ قَالَ : اِدْفَعْهَا اِلٰى هٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ ، يَعْنِي الْاُمَرَاءَ . قُلْتُ : اِذًا يَتَّخِذُوْنَ بِهَا ثِيَابًا وَ طِيْبًا ، قَالَ : وَ اِنْ.

٢٣٧٨- و من طريق نافع قال : قال ابن عمر : اِدْفَعُوْا صَدَقَةَ اَمْوَالِكُمْ اِلٰى مَنْ وَلَّاهُ اللهُ اَمْرَكُمْ ، فَمَنْ بَرَّ فَلِنَفْسِهٖ ، وَ مَنْ اَثِمَ فَعَلَيْهَا . رواهما ابن أبی شيبة (التلخيص الحبير ١:١٧٨)

٢٣٧٩- عن : ابن عمر رضی الله عنهما أنه قال : اِدْفَعُوْهَا اِلَيْهِمْ وَ اِنْ شَرِبُوْا الْخُمُوْرَ . رواه البيهقی بإسناد صحيح (نيل ٤:٤٢).

جمع ہوگیا کہ جس میں زکوۃ واجب ہوتی ہے، یعنی میری پونجی نصاب زکوۃ کو پہنچ گئی، تو میں نے سعد بن ابی وقاص، ابن عمر، ابو ہریرہ اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم اجمعین سے پوچھا کہ کیا میں زکوۃ خود تقسیم کروں یا بادشاہ کے حوالہ کروں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ بادشاہ کے حوالے کردو اور اس مسئلہ میں کسی نے اختلاف نہ کیا اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے ان سے کہا کہ ان کے کرتوتوں سے تو آپ واقف ہیں، پھر بھی میں زکوۃ ان کے حوالے کروں تو انہوں نے کہا: ہاں! اسے سعید بن منصور نے روایت کیا ہے۔

۲۳۷۷-قزعہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ سے کہا کہ میرے پاس مال ہے، تو اس کی زکوۃ میں کیسے ادا کروں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ان لوگوں کو دیدو! یعنی بادشاہوں کو۔ میں نے کہا کہ وہ تو اس (زکوۃ کے مال) سے کپڑے اور خوشبو خریدیں گے، ابن عمرؓ نے کہا کہ اگرچہ وہ ایسا کریں (پھر بھی انہیں زکوۃ دو) نافع سے مروی ہے کہ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو تمہارا حکمران بنایا ہے تم انہیں اپنے مال کی زکوۃ دو، پھر جو نیکی کرے گا تو اس کا فائدہ اسے ہی ہوگا اور جو گناہ کرے گا، اس کا وبال اسی پر ہوگا ان دونوں روایتوں کو ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: یعنی تم اپنی زکوۃ بادشاہوں کے حوالے کردو، آگے ان کے مصرف کے صحیح یا غلط ہونے کے تم ذمہ دار نہیں ہو۔

۲۳۷۹-حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ تم زکوۃ بادشاہوں کے حوالے کرو، اگرچہ وہ شرابی ہوں۔

باب جواز تعجيل الزكاة

٢٣٨٠– عن : علی ﷺ اَنَّ الْعَبَّاسَ سَاَلَ النَّبِیَّ ﷺ فِیْ تَعْجِیْلِ صَدَقَةٍ قَبْلَ اَنْ تَحِلَّ ، فَرَخَّصَ لَهٗ فِیْ ذٰلِكَ . رواه سعيد بن منصور ، و الإمام أحمد فی مسنده ، و الدارمی و أبو داؤد و الترمذی ، و ابن ماجة ، و ابن جرير و صححه ، و ابن خزيمة فی صحيحه ، و الدار قطنی ، و الحاكم فی المستدرك ، و الدورقی . (كنز العمال ٣:٣٠٥)

٢٣٨١– عن : علی ﷺ أن النبی ﷺ قال : اِنَّا كُنَّا اِحْتَجْنَا فَاسْتَسْلَفْنَا الْعَبَّاسَ صَدَقَةَ عَامَیْنِ . رواه البيهقی ، و رجاله ثقات ، إلا أن فيه انقطاعاً . (التلخيص الحبير ١:١٧٨).

أبواب زكاة الأموال

باب زكاة الفضة

٢٣٨٢– عن : عاصم بن ضمرة ، عن علی ﷺ قال : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :

اسے بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

فائدہ: احادیث الباب جواز پر محمول ہیں اور ابن ابی شیبہ کی وہ روایت جوخیثمہ سے مروی ہے کہ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ زکوٰۃ ان کو نہ دو، کیونکہ انہوں نے نماز بھی ضائع کر دی ہے، اولیٰ پر محمول ہے۔ یعنی ایسے بادشاہوں کو زکوٰۃ دینا جائز تو ہے لیکن خلاف اولیٰ ہے۔

باب زکوٰۃ کو جلدی (قبل از وقت) ادا کرنا

٢٣٨٠-حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ حضرت عباسؓ نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا زکوٰۃ فرض ہونے سے قبل ادا کی جاسکتی ہے؟ تو حضور ﷺ نے اس میں آپ کو اجازت دے دی۔ اسے سعید بن منصور نے روایت کیا ہے اور امام احمد نے مسند میں اور دارمی، ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ وابن جریر نے بھی روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے اور ابن خزیمہ، دارقطنی، حاکم اور دورقی نے بھی روایت کیا ہے۔

٢٣٨١-حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہم ضرورت مند تھے تو ہم نے عباسؓ سے دوسال کی زکوٰۃ پیشگی لے لی۔ اسے بیہقی نے روایت کیا ہے۔ اس کے راوی ثقہ ہیں، مگر اس کی سند میں انقطاع ہے (لیکن انقطاع ہمارے نزدیک مضر نہیں)۔

قَدْ عَفَوْتُ عَنْ صَدَقَةِ الْخَيْلِ وَ الرَّقِيْقِ ، فَهَاتُوْا صَدَقَةَ الرِّقَةِ مِنْ كُلِّ أَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ ، وَ لَيْسَ فِيْ تِسْعِيْنَ وَ مِائَةٍ شَيْءٌ ، فَإِذَا بَلَغَتْ مِائَتَيْنِ فَفِيْهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ . رواه الترمذی (۱:۸۳)

باب ما جاء في كسور الذهب و الفضة

۲۳۸۳— ذكر البيهقي في باب فرض الصدقة و هُوَ كِتَابُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ الَّذِيْ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ مَعَ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ ، وفيه : وَ فِيْ كُلِّ خَمْسِ أَوَاقِيَّ مِنَ الْوَرِقِ خَمْسَةُ دَرَاهِمَ ، وَ مَا زَادَ فَفِيْ كُلِّ أَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ . ثم قال البيهقي : مجود الإسناد ، و رواه جماعة من الحفاظ موصولا حسنا ، و روى البيهقي عن أحمد بن حنبل أنه قال : أرجو أن يكون صحيحا . (الجوهر النقي ۱:۲۹۰).

ابواب مالوں کی زکوٰۃ کے بیان میں

باب چاندی کی زکوٰۃ کا بیان

۲۳۸۲-حضرت عاصم بن ضمرہ، حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تم سے گھوڑوں اور غلام کی زکوٰۃ معاف کردی اور چاندی کی زکوٰۃ لاؤ۔ ہر چالیس درہم میں ایک درہم اور ایک سو نوے درہموں میں کچھ نہیں اور جب دوسو (۲۰۰) کو پہنچ جائیں تو ان میں پانچ درہم ہیں۔(ترمذی) (نیل الاوطار میں ہے کہ اس حدیث کو حافظ نے حسن کہا ہے)

فائدہ: گھوڑوں اور غلام کی زکوٰۃ کا مسئلہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ نفی کی احادیث جہاد اور خدمت کے گھوڑوں پر محمول ہے، جیسا کہ غلاموں میں سے تجارت کے غلاموں پر بالاتفاق زکوٰۃ ہے، اسی طرح تجارت کے گھوڑوں پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔

باب سونے اور چاندی کی کسور میں زکوٰۃ کا بیان

۲۳۸۳-بیہقی نے فرضیتِ صدقہ کے بارے حضور ﷺ کے اس خط کو ذکر کیا ہے جو نبی کریم ﷺ نے عمرو بن حزمؓ کو یمن بھیجتے وقت دیا تھا، اس خط میں یہ بھی ذکر کیا گیا کہ چاندی کے پانچ اوقیہ میں پانچ درہم ہیں اور اگر چاندی اس مقدار سے بڑھ جائے تو پھر ہر چالیس درہم میں ایک درہم زکوٰۃ واجب ہے۔ بیہقی نے سند کو عمدہ کہا ہے اور اسے حفاظ کی ایک جماعت نے

۲۳۸٤– عن : محمد الباقر رفعه قال : إِذَا بَلَغَتْ خَمْسَ اَوَاقِيَّ فَفِيهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ ، وَ فِيْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ . رواه ابن أبى شيبة بسند صحيح (الجوهر النقى ۱ : ۲۹۰)

۲۳۸٥– عن : عبد الرحمن بن سليمان عن عاصم الأحول ، عن الحسن البصرى قال : كَتَبَ عُمَرُ اِلَى اَبِيْ مُوْسٰى فَمَا زَادَ عَلَى الْمِائَتَيْنِ فَفِيْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ . رواه ابن أبى شيبة ، و أخرجه الطحاوى فى أحكام القرآن من وجه آخر عن أنس عن عمر نحوه (الجوهر النقى ۱ : ۲۹۰)

۲۳۸٦– حدثنا : يحيى بن بكير عن الليث بن سعد عن يحيى بن أيوب عن حميد عن أنس ﷺ قال : وَلَّانِيْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ﷺ الصَّدَقَاتِ ، فَاَمَرَنِيْ اَنْ آخُذَ مِنْ كُلِّ عِشْرِيْنَ دِيْنَارًا نِصْفَ دِيْنَارٍ ، وَ مَا زَادَ فَبَلَغَ اَرْبَعَةَ دَنَانِيْرَ فَفِيْهِ دِرْهَمٌ ، وَ اَنْ آخُذَ مِنْ كُلِّ مِائَتَيْ دِرْهَمٍ

متصل سند کے ساتھ حسن کے درجہ میں روایت کیا ہے اور امام احمد بن حنبلؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ حدیث صحیح ہے (الجوہرالنقی)۔

۲۳۸۴-محمد باقر روایت کرتے ہیں اور وہ اسے مرفوع بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب چاندی پانچ اوقیہ مقدار کو پہنچ جائے تو اس میں پانچ درہم زکوٰۃ واجب ہے اور ہر چالیس درہم میں ایک درہم واجب ہے (مصنف ابن ابی شیبہ)۔ اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چاندی کے نصاب سے زائد مقدار میں زکوٰۃ واجب نہیں، جب تک کہ وہ چالیس درہم نہ ہو جائے اور یہی مذہب ہے امام الامصار ابوحنیفہؒ کا۔

۲۳۸۵-حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابوموسیٰ اشعریؓ کی طرف لکھ بھیجا کہ اگر (چاندی) دو سو درہم سے زیادہ ہو جائے تو ہر چالیس درہم میں ایک درہم (واجب) ہوگا۔ اسے ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور امام طحاوی نے احکام القرآن میں انسؓ کے واسطے سے حضرت عمرؓ سے روایت نقل کی ہے۔ (جوہر نقی)۔

۲۳۸۶-حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ نے مجھے صدقات کی وصولی کے لئے مقرر فرمایا تو مجھے اس بات کا حکم دیا کہ میں ہر بیس دینار پر ایک دینار وصول کروں اور اگر (سونا) اس سے بڑھ جائے تو چار دینار پر ایک درہم ہوگا اور (مجھے اس بات کا

خَمْسَةَ دَرَاهِمَ ، فَمَا زَادَ فَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا فَفِيْهِ دِرْهَمٌ . أخرجه أبو عبيد فى الأموال . (زيلعى ١:٣٩٨) قلت : و هذا سند صحيح ، و الموقوف فى مثله مرفوع حكما فإنه لا مجال للرأى فيه .

باب نصاب الذهب

٢٣٨٧— عن : عاصم بن ضمرة ، و الحارث الأعور عن على ﷺ عن النبى ﷺ ببعض أول الحديث ، قال : فَإِذَا كَانَتْ لَكَ مِائَتَا دِرْهَمٍ ، وَ حَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيْهَا خَمْسَةُ دَرَاهِمَ ، وَ لَيْسَ عَلَيْكَ شَيْءٌ يَعْنِيْ فِي الذَّهَبِ حَتّٰى يَكُوْنَ لَكَ عِشْرُوْنَ دِيْنَارًا فَإِذَا كَانَتْ لَكَ عِشْرُوْنَ دِيْنَارًا وَ حَالَ عَلَيْهَا الْحَوْلُ فَفِيْهَا نِصْفُ دِيْنَارٍ . الحديث رواه أبو داود (١:٢٢٨) و سكت عنه .

بھی حکم دیا کہ) میں ہر دوسو درہموں میں پانچ درہم وصول کروں اور اگر اس مقدار سے بڑھ جائے تو ہر چالیس درہموں پر ایک درہم ہے ابوعبید نے اسے اموال میں روایت کیا ہے (زیلعی) اس کی سند صحیح ہے اور یہ موقوف حدیث مرفوع کے حکم میں ہے، کیونکہ اس مسئلہ میں رائے کو کوئی دخل نہیں (یعنی مدرک بالقیاس نہیں ہے)

فائدہ: بعض روایات میں " فما زاد فبحساب ذلك " کے الفاظ ہیں اور ماذاد کی مقدار مجمل ہے، جب کہ ان مذکورہ بالا احادیث میں ماذاد کی تفصیل بیان کی گئی ہے، تو مجمل کو مفسر پر محمول کیا جائے گا۔

باب سونے کے نصاب کے بیان میں

۲۳۸۷- حضرت علیؓ حضور ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں (ابوداود میں مذکور) اس سے پہلے والی حدیث کا ابتدائی حصہ بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ جب تیرے پاس دوسو درہم ہو جائیں اور ان پر سال گذر جائے تو ان میں پانچ درہم ہیں اور سونے میں تجھ پر کوئی چیز واجب نہیں، یہاں تک کہ وہ بیس دینار ہو جائیں، پس جب تیرے پاس بیس دینار ہو جائیں اور ان پر سال گذر جائے تو ان میں آدھا دینار ہے۔ اسے ابوداود نے روایت کر کے اس پر سکوت فرمایا ہے (لہذا یہ حدیث صحیح یا کم از کم حسن ہے).

فائدہ: بیس دینار بیس مثقال ہی ہیں۔

۲۳۸۸– عن : علی ﷺ قال : قَامَ فِینَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ذَاتَ یَوْمٍ فَقَالَ : اِنَّا قَدْ وَضَعْنَا عَنْکُمْ صَدَقَةَ الْخَیْلِ وَ الرَّقِیْقِ ، وَ لٰکِنْ هَاتُوْا رُبعَ الْعُشْرِ مِنْ کُلِّ اَرْبَعِیْنَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ ، وَ لَیْسَ فِیْمَا دُوْنَ الْمِائَتَیْنِ ، وَ فِیْ کُلِّ عِشْرِیْنَ مِثْقَالًا نَصْفُ مِثْقَالٍ ، وَ لَیْسَ فِیْمَا دُوْنَ ذٰلِکَ شَیْءٌ . الحدیث رواه ابن جریر فی تهذیبه و صححه (کنز العمال ۳:۳۰۶،۳۰۷).

باب وجوب الزکاة فی الحلی

۲۳۸۹– عن : عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده : اَنَّ اِمْرَأَةً اَتَتِ النَّبِیَّ ﷺ ، وَ مَعَهَا اِبْنَةٌ لَهَا وَ فِیْ یَدِ ابْنَتِهَا مَسَکَتَانِ غَلِیْظَتَانِ مِنْ ذَهَبٍ ، فَقَالَ لَهَا : اَ تُعْطِیْنَ زَکَاةَ هٰذَا ؟

۲۳۸۸- حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دن ہم میں کھڑے ہو کر فرمایا کہ ہم نے تم سے گھوڑوں اور غلام کی زکوٰۃ کو معاف کر دیا ہے، لیکن تم (اپنے مالوں کا) چالیسواں حصہ دو، یعنی ہر چالیس درہم میں ایک درہم اور دوسو درہم سے کم میں کچھ نہیں اور ہر بیس مثقال میں نصف مثقال واجب ہے اور اس سے کم مقدار میں کچھ واجب نہیں ۔ اسے ابن جریر نے تهذیب میں روایت کر کے صحیح کہا ہے۔ (کنز العمال)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سونے میں زکوٰۃ کے وجوب کے لئے کم از کم نصاب بیس دینار/بیس مثقال ہیں اور یہی احناف کا مسلک ہے، باقی نسائی اور ابن حبان وغیرہ میں مذکور حدیث "وفی اربعین دینارا دینار" کہ چالیس دیناروں میں ایک دینار ہے، مذکورہ بالا احادیث کے مخالف نہیں، کیونکہ اس حدیث میں چالیس دیناروں میں واجب مقدار ایک دینار کا ذکر ہے اور اس کا کوئی منکر نہیں اور اس حدیث میں بیس مثقال میں نصف دینار کے واجب ہونے کی نفی نہیں ۔ اور مغنی ابن قدامہ میں سعید واثرم کے واسطے سے حضرت علیؓ سے ہی ایک حدیث مروی ہے کہ چالیس دیناروں میں ایک دینار اور بیس میں نصف دینار واجب ہے ۔ اور اس طرح کی حدیث مرفوع ابن عمرؓ وعائشہؓ سے ابن ماجہ میں بھی مروی ہے۔ نیز اخذ بالزیادۃ لازم ہے جب کہ وہ ثقہ راوی سے ہو اور روایت ناقصہ کے منافی بھی نہ ہو، اسی طرح یہاں بھی وہ روایات جن میں بیس دینار میں نصف دینار کا وجوب ہے ۔ وہ زیادت ہے ان روایات پر جن میں چالیس دینار میں ایک دینار کے وجوب کا ذکر ہے اور ان دونوں کے درمیان منافات بھی نہیں، لہٰذا بیس دیناروں میں نصف دینار کے وجوب کو قبول کرنا واجب ہے۔

باب زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے

۲۳۸۹- عمرو بن شعیب اپنے والد کے ذریعے ان کے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ ایک عورت حضور ﷺ کے پاس آئی

قَالَتْ : لَا ! قَالَ : أَ يَسُرُّ كِ اَنْ يُسَوِّرَ كِ اللّٰهُ بِهِمَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ سِوَارَيْنِ مِنْ نَارٍ ؟ قَالَ : فَخَلَعَتْهُمَا وَ اَلْقَتْهُمَا وَ قَالَتْ : هُمَا لِلّٰهِ وَ لِرَسُولِهِ . أخرجه أبو داوٗد و النسائی ، و صححه ابن القطان و قال المنذری : لا علة له . (درایة ص– ۱۶۱)

۲۳۹۰– عن : قبیصة عن سفیان عن حماد عن إبراهیم عن علقمة عن عبد الله : اَنَّ اِمْرَاَةً اَتَتِ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَتْ : اِنَّ لِیْ حُلِیًّا وَ اِنَّ زَوْجِیْ خَفِیْفُ ذَاتِ الْیَدِ ، وَ اِنَّ لِیْ بَنِیْ اَخٍ اَ فَیُجْزِیُٔ عَنِّیْ اَنْ اَجْعَلَ زَکَاةَ الْحُلِیِّ فِیْهِمْ ؟ قَالَ : نَعَمْ ! . رواه الدارقطنی ، و هذا السند رجاله ثقات و الرفع فیه زیادة من ثقة فوجب قبوله . (الجوهر النقی ۱: ۲۹۱).

۲۳۹۱ـ عَنْ : أُمِّ سلمة کُنْتُ اَلْبَسُ اَوْضَاحًا مِنْ ذَهَبٍ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! اَ کَنْزٌ هُوَ ؟ فَقَالَ : مَا بَلَغَ اَنْ تُؤَدّٰی زَکٰوتَهُ فَزُکِّیَ فَلَیْسَ بِکَنْزٍ . رواه ابو داود (۱: ۲۲۵) و سکت عنه .

اوراس کے ساتھ ایک بیٹی تھی، جس کے ہاتھ میں دو موٹے کنگن تھے، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو اس کی زکوۃ دیتی ہے؟ تو اس نے عرض کیا: نہیں! تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تجھے ان کے بدلے (زکوۃ نہ دینے کی پاداش میں) آگ کے کنگن پہنائیں؟ راوی کہتے ہیں کہ اس عورت نے ان کو اتار کر حضور ﷺ کے آگے ڈال کر عرض کیا کہ یہ دونوں اللہ اور اللہ کے رسول کے لئے ہیں۔ اسے ابوداود اور نسائی نے روایت کیا ہے۔ اور ابن قطان نے صحیح کہا ہے اور منذری نے کہا ہے کہ "لا علة له" (یعنی اس میں کوئی خرابی نہیں)۔

۲۳۹۰-علقمہ، عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور کہا کہ میرے کچھ زیور ہیں اور میرا خاوند قلیل المال (فقیر) ہے اور میرے (غریب) بھتیجے بھی ہیں، تو کیا زیوروں کے زکوۃ ان کو دینا جائز ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں!۔ اسے دارقطنی نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اس کو مرفوع کہنا ایک ثقہ کی زیادتی ہے، جسے قبول کرنا ضروری ہے۔

۲۳۹۱-ام سلمہؓ سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے سونے کے کچھ زیور پہنے ہوئے تھے تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ! کیا یہ بھی کنز میں شمار ہوگا؟ (یعنی جس پر قرآن میں وعید آئی ہے: الذین یکنزون الذهب ...... الایة) تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر مال اس مقدار کو پہنچ جائے، جس میں زکوۃ واجب ہے اور اس کی زکوۃ ادا کردی جائے تو وہ کنز نہیں ہے

۲۳۹۲– عن : عبد الله بن شداد بن الهاد أنه قال : دَخَلْنَا عَلٰى عَائِشَةَ رضی الله عنها زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَتْ : دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَرَاٰى فِيْ يَدِیْ فَتَخَاتٍ مِنْ وَرِقٍ ، فَقَالَ : مَا هٰذَا يَا عَائِشَةُ ؟ فَقُلْتُ : صَنَعْتُهُنَّ اَتَزَيَّنُ لَكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ ! قَالَ : اَ تُؤَدِّيْنَ زَكَاتَهُنَّ ؟ قُلْتُ : لَا ! اَوْ مَا شَاءَ اللهُ ، قَالَ : هُوَ حَسْبُكِ مِنَ النَّارِ . رواه أبو داؤد (۲۲۵:۱) و سکت عنه .

۲۳۹۳– عن :عبد الله بن شداد و عطاء و طاوس و إبراهيم و سعيد بن جبير قَالُوْا فِي الْحُلِيِّ زَكَاةٌ. زاد ابن شداد حَتَّى الْخَاتَمِ ، و فی رواية عطاء : مِنَ السُّنَّةِ اَنَّ فِیْ حُلِيِّ الذَّهَبِ وَ الْفِضَّةِ زَكٰوةً ، رواه ابن أبي شيبة . (دراية ص– ۱۶۱).

۲۳۹۴– عن : ابن مسعودؓ قال : فِي الْحُلِيِّ اَلزَّكَاةُ . أخرجه عبد الرزاق ، و رواه الطبرانی فی معجمه من طريقه . (زيلعی ۴۰۲:۱)

(یعنی پھر کوئی عذاب نہیں ہوگا)۔اسے ابوداؤد نے روایت کر کے سکوت فرمایا ہے، لہذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

۲۳۹۲-عبداللہ بن شداد کہتے ہیں کہ ہم ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ ایک دن میرے پاس حضور ﷺ تشریف لائے اور میرے ہاتھ میں چاندی کی انگوٹھیاں تھیں، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! یہ کیا ہے؟ تو میں نے کہا کہ یارسول اللہ! میں نے انہیں اس لئے بنوایا ہے تا کہ آپ کی خاطر زیب وزینت اختیار کرسکوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو ان کی زکوۃ دیتی ہے؟ میں نے کہا نہیں! یاوہ کہا جو اللہ کو منظور تھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ (اگر تو نے زکوۃ نہ دی) تو تجھے جہنم میں لے جانے کے لئے یہ کافی ہوں گے۔(ابوداؤد) ابوداود کا اس پر سکوت فرمانا اس کی تحسین یا تصحیح ہے۔

۲۳۹۳-عبداللہ بن شداد، عطاء، طاؤس، ابراہیم اور سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ زیورات میں زکوۃ ہے اور عبداللہ بن شداد تو انگوٹھی میں بھی زکوۃ کے قائل ہیں۔اور عطاء کی ایک روایت میں ہے کہ سونے چاندی کے زیورات میں زکوۃ نکالنا سنت ہے (مصنف ابن ابی شیبہ)۔

<u>فائدہ</u>: سنت سے مراد سنت اصطلاحی نہیں بلکہ سنت سے مراد طریقہ مسلوکہ فی الدین ہے جو واجب وفرض کو بھی شامل ہے۔

۲۳۹۴-ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ زیورات میں زکوۃ ہے (مصنف عبدالرزاق ومعجم طبرانی)۔

۲۳۹۵– عن : عبد الله بن عمرو : أَنَّهُ كَانَ يَأْمُرُ نِسَائَهُ اَنْ يُزَكِّيْنَ حُلِيَّهُنَّ . رواه ابن أبي شيبة (زيلعي ۱:۴۰۲).

باب زكاة عروض التجارة

۲۳۹۶–حدثنا : محمد بن داود بن سفيان نا يحيى بن حسان نا سليمان بن موسى أبوداؤد ناجعفر بن سعد بن سمرة بن جندب حدثني خبيب بن سليمان عن أبيه سليمان عن سمرة بن جندب ﷺ قال : أَمَّا بَعْدُ ! فَإِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يَأْمُرُنَا اَنْ نُخْرِجَ الصَّدَقَةَ مِنَ الَّذِىْ يُعَدُّ لِلْبَيْعِ . رواه أبو داود (۱:۲۲۵) وسكت عنه .

۲۳۹۵–عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں مروی ہے کہ وہ اپنی عورتوں کو زیورات کی زکوٰۃ نکالنے کا حکم فرماتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)۔

فائدہ: زیورات میں ثبوتِ زکوٰۃ کی احادیث زیادہ قوی اور راجح ہیں، نیز نفی زکوٰۃ کی احادیث موقوف ہیں اور ثبوتِ زکوٰۃ کی احادیث مرفوع ہیں اور موقوفات مرفوعات کے معارض نہیں بن سکتیں، اس لئے ثبوتِ زکوٰۃ کی احادیث راجح ہوں گی۔

باقی تلخیص حبیر میں مذکور مرفوع حدیث "لا زکوٰۃ فی الحلی" کا بعض محدثین نے یہ جواب دیا ہے کہ لا اصل له کہ اس کی کوئی بنیاد نہیں۔اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں زیورات سے مراد سونے اور چاندی کے ماسوا سے بننے والے زیورات ہیں یا وہ زیورات مراد ہیں جنکی مقدار نصاب زکوٰۃ تک نہیں پہنچی تھی، کیونکہ صحابہ بضاعت قلیلہ کے مالک تھے۔

نیز حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور دیگر اجلہ تابعین زیورات میں زکوٰۃ کے وجوب کے قائل ہیں (جوہر نقی) اور خطابی المعالم میں تحریر کرتے ہیں کہ ظاہر کتاب اللہ اور آثار واحادیث سے قائلین وجوب زکوٰۃ کی تائید ہوتی ہے اور اسی میں احتیاط بھی ہے۔

باب تجارت کے سامان واسباب میں زکوٰۃ کا بیان

۲۳۹۶–سمرہ بن جندبؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمیں ہر اس چیز میں سے زکوٰۃ نکالنے کا حکم کرتے تھے، جسے ہم تجارت کے لئے رکھتے تھے۔اسے ابوداود نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت فرمایا ہے۔لہذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے۔

٢٣٩٧— عن : أبی ذر ﷺ رفعه : فِی الْاِبِلِ صَدَقَتُهَا . الحديث . و فيه : وَ فِی الْبَزِّ صَدَقَةٌ . أخرجه أحمد ، والدارقطنی ، والحاكم ، و إسناده حسن . (دراية ص— ١٦٢).

٢٣٩٨— عن : ابن عمر رضی الله عنهما : اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ : فِیْ كُلِّ مَالٍ يُدَارُ فِیْ عَبِيْدٍ اَوْ دَوَابَّ اَوْ بَزِّ التِّجَارَةِ تُدَارُ الزَّكَاةُ فِيْهِ كُلَّ عَامٍ . رواه عبد الرزاق بإسناد صحيح . (دراية ص— ١٦٢).

٢٣٩٩— عن : ابن عمر رضی الله عنهما : لَيْسَ فِی الْعُرُوْضِ زَكَاةٌ اِلَّا مَا كَانَ لِلتِّجَارَةِ . رواه البيهقی بإسناد صحيح (دراية ص— ١٦٢).

٢٤٠٠— عن : حماس قال : كُنْتُ اَبِيْعُ الْاُدُمَ وَ الْجِعَابَ فَمَرَّ بِیْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ : اَدِّ صَدَقَةَ مَالِكَ ؟ فَقُلْتُ : يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ !اِنَّمَاهُوَ الْاُدُمُ . قَالَ : قَوِّمْهُ وَ اَخْرِجْ صَدَقَتَهُ . رواه الشافعی ، و عبد الرزاق فی مصنفه ، و أبو عبيد فی الأموال و الدار قطنی و صححه ، والبيهقی (كنز العمال ٣٠٢:٣).

٢٣٩٧-حضرت ابوذرؓ سے اونٹوں کے صدقے کی حدیث میں مروی ہے کہ کپڑا فروش کے کپڑوں میں زکوٰۃ واجب ہے۔ ابوذرؓ اسے مرفوع کہتے ہیں۔اسے احمد، دارقطنی اور حاکم نے روایت کیا ہے۔اوراس کی سند صحیح ہے(درایہ)۔

٢٣٩٨-حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ وہ مال جو غلاموں، چوپاؤں یا کپڑے کے ذریعے تجارت کے لئے گھمایا جاتا ہے(یعنی استعمال کیا جاتا ہے) تو اس میں ہر سال زکوٰۃ بھی گھمائی جائے گی (یعنی زکوٰۃ نکالی جائے گی)۔اسے عبدالرزاق نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے(درایہ)۔

٢٣٩٩-حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ سامان میں زکوٰۃ نہیں، ہاں مگر وہ سامان جو تجارت کے لئے ہو(یعنی اس میں زکوٰۃ ہے)۔اسے بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے(درایہ)۔

٢٤٠٠-حماس کہتے ہیں کہ میں چمڑا اور تیر دان بیچا کرتا تھا،(ایک دن) مجھ پر حضرت عمرؓ کا گذر ہوا، تو فرمایا تیرے مال کا صدقہ؟ میں نے کہا: یاامیر المؤمنین! یہ تو چمڑا ہے، فرمایا: اس کی قیمت لگا، اس کا صدقہ نکالا کر۔اسے شافعی، عبدالرزاق، ابوعبید نے اموال میں، بیہقی اور دارقطنی نے روایت کیا ہے اور دارقطنی نے صحیح کہا ہے۔(کنز العمال)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سامانِ تجارت میں زکوٰۃ ہے اور ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ حماس کا قصہ مشہور ہے اور

باب ما علی من یمر علی العاشر

٢٤٠١— حدثنا: محمد بن جابان الجند السابوری ثنا زنیج أبو غسان ثنا محمد بن المعلی ثنا أشعث عن ابن سیرین عن أنس بن مالك ﷺ قال: فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ اَمْوَالِ الْمُسْلِمِیْنَ فِیْ کُلِّ اَرْبَعِیْنَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ، وَ فِیْ اَمْوَالِ اَهْلِ الذِّمَّةِ فِیْ کُلِّ عِشْرِیْنَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ، وَ فِیْ اَمْوَالِ مَنْ لَا ذِمَّةَ لَهٗ فِیْ کُلِّ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ دِرْهَمٌ. رواه الطبرانی فی معجمه الوسط (زیلعی ١:٤٠٥)

٢٤٠٢— أخبرنا: هشام بن حسان عن بن سیرین قال: بَعَثَنِیْ اَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَلَی الْاَیْلَةِ فَاَخْرَجَ لِیْ کِتَابًا مِنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ: یُؤْخَذُ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ کُلِّ اَرْبَعِیْنَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ، وَ مِنْ اَهْلِ الذِّمَّةِ مِنْ کُلِّ عِشْرِیْنَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ، وَ مِمَّنْ لَا ذِمَّةَ لَهٗ مِنْ کُلِّ عَشَرَةِ دَرَاهِمَ دِرْهَمٌ. رواه عبد الرزاق فی مصنفه، و قال عبد الرزاق أیضا فی مصنفه: أخبرنا الثوری و معمر عن أیوب عن أنس بن سیرین به (زیلعی ١:٤٠٤و٤٠٥).

اس پر کسی نے انکار نہیں کیا تو گویا کہ اس پر اجماع ہو گیا اور ابن منذر نے بھی اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ سامانِ تجارت پر زکوٰۃ واجب ہے، بشرطیکہ اس پر سال گذر جائے۔ اور عمرؓ، ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، فقہاء سبعہ، حسن، جابر اور اجلہ تابعین کی یہی رائے ہے۔

باب من یمر علی العاشر (چونگی لینے کا بیان)

٢٤٠١- حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے مال میں سے ہر چالیس درہم پر ایک درہم اور ذمیوں کے مال میں سے ہر بیس درہم پر ایک درہم اور غیر ذمیوں (مستامن) کے مال میں سے ہر دس درہم پر ایک درہم مقرر فرمایا۔ اسے طبرانی نے المعجم الوسط میں روایت فرمایا ہے (زیلعی)۔

فائدہ: یہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہ حدیث حقیقۃً مسند ہے یا حکماً کیونکہ یہ حدیث مدرک بالرای نہیں ہے، نیز موقوف مانیں تب بھی قولِ صحابی ہمارے ہاں حجت ہے اور اس حدیث سے مقصودِ باب پر دلالت ظاہر ہے۔

٢٤٠٢- انس بن سیرین فرماتے ہیں کہ انس بن مالکؓ نے مجھے ایلہ مقام کی طرف بھیجا اور مجھے عمر بن خطابؓ کا مکتوب گرامی دکھایا (جس میں لکھا تھا کہ) مسلمانوں سے ہر چالیس درہموں پر ایک درہم اور ذمیوں سے ہر بیس درہموں پر ایک درہم

٢٤٠٣– نا : أبوعوانة وابومعاوية عن الأعمش عن إبراهيم بن مهاجر عن زياد بن حدير ، قال : اِسْتَعْمَلَنِیْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَی الْعُشُوْرِ ، وَ اَمَرَنِیْ اَنْ آخُذَ مِنْ تُجَّارِ اَهْلِ الْحَرْبِ الْعُشْرَ وَ مِنْ تُجَّارِ اَهْلِ الذِّمَّةِ نِصْفَ الْعُشْرِ ، وَ مِنْ تُجَّارِ الْمُسْلِمِیْنَ رُبُعَ الْعُشْرِ . رواه سعيد بن منصور (التلخيص الحبير ٢: ٣٨).

باب أن المعدن و الركاز فيهما الخمس

٢٤٠٤– عن : أبی هريرة ﷺأن رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ : اَلْعَجْمَاءُ جُبَارٌ ، وَ الْبِئْرُ جُبَارٌ ، وَ الْمَعْدِنُ جُبَارٌ ، وَ فِی الرِّکَازِ الْخُمُسُ . (رواه البخاری ١: ٢٠٣).

٢٤٠٥– عن : الشعبی اَنَّ رَجُلًا وَجَدَ رِکَازًا فَاَتٰی بِهٖ عَلِیًّا فَاَخَذَ مِنْهُ الْخُمُسَ

اور غیر ذمیوں (مستامن) سے ہر دس درہموں پر ایک درہم لیا جائے۔ اسے عبد الرزاق نے مصنف میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحاح ستہ کے راوی ہیں۔

۲۴۰۳– زیاد بن حدیر فرماتے ہیں کہ مجھے عمر بن خطابؓ نے عشر وصول کرنے کے لئے عامل مقرر فرمایا اور مجھے حکم دیا کہ میں مستامن تاجروں سے دسواں حصہ اور ذمی تاجروں سے بیسواں حصہ اور مسلمان تاجروں سے چالیسواں حصہ وصول کروں۔ اسے سعید بن منصور نے روایت کیا ہے (تلخیص الحبیر)۔

فائدہ: مسلمانوں سے بطور زکوٰۃ اور ذمیوں سے بطور خراج اور مستامنوں سے بطور مجازاۃ وصول ہوگی، لہٰذا مستامن سے شرح وصولی حالات کے تحت تبدیل بھی ہوسکتی ہے، لہٰذا مستامن کے بارے میں مذکورہ مقدار تعبدی نہیں بلکہ غیر تعبدی ہے، جیسا کہ موطا مالک میں ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نبطیوں سے گندم اور زیت وغیرہ میں نصف عشر اور قطنیہ سے عشر وصول کرتے تھے۔

باب معدنیات اور کانوں میں خمس ہے

فائدہ: رکاز سے مراد وہ مال ہے جس کو اللہ نے زیر زمین اس دن پیدا کیا، جس دن زمین و آسمان بنائے یعنی کانیں۔

۲۴۰۴– حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جانور اگر کسی کا خون کردے تو معاف ہے، کنویں میں گر کر اگر کوئی مرجائے تو معاف ہے، اور کان کے حادثے میں اگر کوئی مرجائے تو معاف ہے اور رکاز میں سے پانچواں حصہ وصول کیا جائے گا۔ (بخاری)۔

وَ أَعْطَى بَقِيَّةَ الَّذِي وَجَدَهُ فَأَخْبَرَ بِهِ النَّبِيَّ ﷺ فَأَعْجَبَهُ . رواه سعيد بن منصور و هذا مرسل قوى الإسناد . (دراية ص– ۱۶۳).

۲٤۰٦– عن : عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رفعه : فِي كَنْزٍ وَجَدَهُ رَجُلٌ : إِنْ كُنْتَ وَجَدْتَهُ فِي قَرْيَةٍ مَسْكُونَةٍ أَوْ سَبِيلٍ مِيتَاءَ فَعَرِّفْهُ ، وَ إِنْ كُنْتَ وَجَدْتَهُ فِي خَرِبَةٍ جَاهِلِيَّةٍ أَوْ فِي قَرْيَةٍ غَيْرِ مَسْكُونَةٍ فَفِيهِ وَ فِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ . رواه الإمام الشافعي و أبو عبيدة و الحاكم و رواته ثقات (دراية ص– ۱۶۳).

۲٤۰۷– عن : النبي ﷺ قال : فِي الرِّكَازِ الْخُمُسُ . قِيلَ : يَا رَسُولَ اللهِ وَ مَا الرِّكَازُ؟ قَالَ : اَلْمَالُ الَّذِي خَلَقَهُ اللهُ تَعَالَى فِي الْأَرْضِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضَ فِي هٰذِهِ الْمَعَادِنِ فَفِيهَا الْخُمُسُ . رواه الإمام محمد في الموطأ . (ص– ۱۷٤)

۲٤۰۸– حدثنا : أبو أسامة عن الشعبي : أَنَّ غُلَامًا مِنَ الْعَرَبِ وَجَدَ سَتُّوقَةً فِيهَا عَشَرَةُ آلَافٍ، فَأَتَى بِهَا عُمَرَ ؓ ، فَأَخَذَ مِنْهَا خُمُسَهَا أَلْفَيْنِ ، وَ أَعْطَاهُ ثَمَانِيَةَ آلَافٍ .

۲۴۰۵-شعبی فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کو رکاز ملا اور وہ اسے لے کر حضرت علیؓ کے پاس حاضر ہوا تو حضرت علیؓ نے اس میں سے پانچواں حصہ لے کر باقی پانے والے کو دیدیا اور جب اس کی حضور ﷺ کو خبر دی گئی تو حضور ﷺ نے اس فیصلہ کو پسند فرمایا۔ اسے سعید بن منصور نے روایت کیا ہے اور یہ حدیث قوی الاسناد مرسل ہے۔

۲۴۰۶-عمرو بن شعیب اپنے والد کے واسطے سے ان کے دادا سے مرفوع حدیث روایت کرتے ہیں کہ اگر کسی آدمی کو آباد بستی یا گزرگاہ سے کوئی خزانہ ملے تو اس کی تشہیر کرے اور اگر اسے زمانہ جاہلیت کے کھنڈرات یا غیر آباد بستی سے خزانہ ملے تو اس میں اور رکاز میں خمس ہے۔ اسے امام شافعی، ابوعبید اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

۲۴۰۷-نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ رکاز میں خمس ہے، آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ رکاز کسے کہتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ رکاز وہ مال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی پیدائش کے وقت زمین میں (اپنی قدرت سے) پیدا فرمایا، ان معدنیات میں خمس ہے۔ اسے امام محمدؒ نے مؤطا میں روایت کیا ہے۔

فائدہ: امام مجتہد کا اس حدیث سے استدلال کرنا اس کی صحت کی دلیل ہے۔

۲۴۰۸-ابواسامہ، شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عربی بچے کو تھیلی ملی، جس میں دس ہزار (درہم) تھے، تو اسے حضرت عمرؓ

رواه ابن أبی شیبة (زیلعی ۱:۴۰۶).

۲۴۰۹— عن : أبی قیس عن هذیل قال : جَاءَ رَجُلٌ اِلٰی عَبۡدِ اللّٰهِ فَقَالَ : اِنِّیۡ وَجَدۡتُ كَنۡزًا فِیۡهِ كَذَا وَ كَذَا مِنَ الۡمَالِ ، فَقَالَ : اَرَاهُ رِكَازَ مَالٍ عَادِیٍ فَادِّ خُمۡسَهٗ فِیۡ بَیۡتِ الۡمَالِ ، وَلَكَ مَا بَقِیَ . رواه ابن المنذر (درایة ص— ۱۶۳).

۲۴۱۰— عن : سفیان عن عبد الله بن بشر الخثعمی عن رجل من قومه یقال له : حممة قال : سَقَطَ عَلَیَّ جَرَّةٌ مِنۡ دِیۡرٍ بِالۡكُوۡفَةِ فِیۡهَا وَرَقٌ فَاَتَیۡ بِهَا عَلِیًّا فَقَالَ : قَسِّمۡهَا اَخۡمَاسًا ، فَخُذۡ عَنۡهَا اَرۡبَعَةً وَ دَعۡ وَاحِدًا . رواه سعید بن منصور (درایة ص— ۱۶۳).

باب لا زكاة فی الحجر و الؤلؤ إلا أن یكون للتجارة

۲۴۱۱— عن : عكرمة قال : لَیۡسَ فِیۡ حَجَرِ اللُّؤۡلُؤِ وَ لَا حَجَرِ الزُّمُرُّدِ زَكَاةٌ ، اِلَّا اَنۡ یَّكُوۡنَ لِلتِّجَارَةِ ، فَاِنۡ كَانَتۡ لِلتِّجَارَةِ فَفِیۡهِ الزَّكَاةُ . رواه ابن أبی شیبة فی مصنفه (زیلعی ۱:۴۰۶،۴۰۷).

کے پاس لایا، تو حضرت عمرؓ نے اس میں سے خمس یعنی دو ہزار لے لئے اور آٹھ ہزار اسے دے دیے۔ اسے ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے (زیلعی)۔

۲۴۰۹-ابو قیس، ہذیل سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی عبد اللہ کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے ایک خزانہ ملا ہے، جس میں اتنا اتنا مال ہے، تو عبد اللہ نے کہا کہ میرے خیال میں یہ رکاز اور قدیم مال ہے، تو اس میں سے ایک خمس بیت المال میں ادا کر اور باقی تیرا ہے۔ اسے ابن المنذر نے روایت کیا ہے (درایہ)۔

۲۴۱۰-عبد اللہ بن بشیر خثعمی اپنے قبیلے کے کسی آدمی سے (جس کا نام حممہ ہے) روایت کرتے ہیں کہ اس نے کہا کہ مجھے کوفہ کے ایک گرجا سے ایک گھڑا ملا، جس میں چاندی تھی، تو میں اسے حضرت علیؓ کے پاس لایا تو آپ نے فرمایا کہ اس کے پانچ حصے کر کے چار حصے تو لے لے اور ایک حصہ چھوڑ دے۔ اسے سعید بن منصور نے روایت کیا ہے (درایہ)

فائدہ: ان احادیث و آثار سے معلوم ہوا کہ معدنیات اور رکاز میں خمس ہے، باقی درایہ کی وہ حدیث جس میں حضور ﷺ کا فرمان "لا شیء فیه" مروی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے مراد زکوۃ ہے، یعنی اس میں زکوۃ نہیں، کیونکہ اس میں سائل کے قول (یا رسول اللہ!) خذ منه الزكوة کے جواب میں آپ ﷺ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا۔

٢٤١٢– عن : علی ﷺ قال : لَا زَكَاةَ فِي اللُّؤْلُؤِ . رواه البيهقی بسند منقطع ، و رواه سعید بن منصور من قول عكرمة و سعيد بن جبير و غيرهما (التلخيص الحبير ١٨٤:١).

٢٤١٣– عن : عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال : قال رسول الله ﷺ : لَا زَكَاةَ فِيْ حَجَرٍ . أخرجه ابن عدی فی الكامل و ضعفه . (زيلعی ٤٠٦:١).

باب لا شئ فی العنبر

٢٤١٤– عن : ابن عباس رضی الله عنهما : لَا شَيْءَ فِي الْعَنْبَرِ . رواه البيهقی من طريق سعيد بن منصور ، و ابن أبی شيبة ، و أبو عبيد فی الأموال بسند صحيح ، و علقه البخاری مجزومًا به.

باب موتی اور قیمتی پتھروں میں زکوٰۃ نہیں، ہاں اگر تجارت کے لئے ہوں تو زکوٰۃ ہوگی

۲۴۱۱-عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ موتی اور زمرد کے پتھروں میں زکوٰۃ نہیں، لیکن اگر تجارت کے لئے ہوں تو اس میں زکوٰۃ ہے۔ابن ابی شیبہ نے اسے مصنف میں روایت کیا ہے(زیلعی)۔

۲۴۱۲-حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ موتی میں زکوٰۃ نہیں۔اسے بیہقی نے سند منقطع کے ساتھ روایت کیا ہے(اور انقطاع خیر القرون میں مضر نہیں)اور سعید بن منصور نے عکرمہ اور سعید بن جبیر وغیرہ کے قول سے روایت کیا ہے(تلخیص الحبیر)

۲۴۱۳-عمرو بن شعیب اپنے باپ کے واسطے سے ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کسی پتھر میں زکوٰۃ نہیں۔ابن عدی نے کامل میں اس حدیث کو روایت کیا ہے(ہم یہ حدیث تائید اً لائے ہیں)۔

<u>فائدہ</u>: اگرچہ ان احادیث میں "الا ان یکون للتجارۃ" کی قید نہیں ہے، لیکن اس بات پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ سامان تجارت پر زکوٰۃ ہے، اس لئے یہ آثار اس قید کے ساتھ مقید ہوں گے۔

باب عنبر میں کوئی شئی واجب نہیں

۲۴۱۴-ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ عنبر میں کچھ(زکوٰۃ)نہیں۔بیہقی نے سعید بن منصور اور ابن ابی شیبہ کے طریق سے روایت کیا ہے۔اور بخاری نے جزم کے ساتھ اسے معلق کیا ہے اور ابوعبید نے اسے صحیح سند کے ساتھ اموال میں ذکر کیا ہے۔

٢٤١٥- و قال أبو عبيد أيضا : حدثنا مروان بن معاوية عن إبراهيم المدينى عن أبى الزبير عن جابر نحوه ، و زاد : هُوَ لِلَّذِیْ وَجَدَهٗ ، وَ لَیْسَ الْعَنْبَرُ بِغَنِیْمَةٍ . (التلخيص الحبير ص- ١٨٤) .

أبواب زكاة الزروع والثمار

باب ما يجب فيه العشر و نصف العشر قليلا أو كثيرا أو خضروات

٢٤١٦- عن : سالم بن عبد الله عن أبيه عن النبى ﷺ : قَالَ : فِیْمَا سَقَتِ السَّمَآءُ وَ الْعُیُوْنُ اَوْ كَانَ عَثَرِیًّا اَلْعُشْرُ ، وَ مَا سُقِیَ بِالنَّضْحِ نِصْفُ الْعُشْرِ .رواه البخارى (١:٢٠١).

٢٤١٧- عن : جابر بن عبد الله یَذْكُرُ أَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : فِیْمَا سَقَتِ الْاَنْهَارُ وَ الْغَیْمُ اَلْعُشُوْرُ ، وَ فِیْمَا سُقِیَ بِالسَّانِیَةِ نِصْفُ الْعُشْرِ . (رواه مسلم ١:٣١٦).

۲۴۱۵-اور ابوعبید نے ایک دوسری سند کے ساتھ جابر سے روایت کیا ہے، جس میں یہ الفاظ ہیں کہ عنبر پانے والے کا ہے اور عنبر مالِ غنیمت نہیں ہے (تلخیص الحبیر)۔

فائدہ: باقی ابن عمرؓ سے عنبر میں عشر کی جو روایت مذکور ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے (تلخیص الحبیر)۔

ابواب کھیتوں اور پھلوں کی زکوٰۃ کا بیان

باب کس پیداوار میں عشر اور کس میں نصف عشر واجب ہے؟ اور سبزیوں کی زکوٰۃ کا بیان

۲۴۱۶-سالم بن عبداللہ اپنے والد کے ذریعے نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس زمین کی سیرابی بارش کے پانی یا چشموں کے پانی سے کی گئی ہو (یعنی جاری پانی سے کی گئی : ر) یا وہ زمین تر و تازہ ہو تو اس میں دسواں حصہ واجب ہوگا اور جو زمین کنویں کے پانی سے سیراب کی گئی ہو تو اس میں بیسواں حصہ ہے۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

۲۴۱۷-حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ وہ زمین جس کی سیرابی نہری یا بارش کے پانی سے کی گئی ہو، اس میں دسواں حصہ ہے۔ اور جس زمین کی سیرابی رہٹ کے ذریعے کی گئی ہو، اس میں بیسواں حصہ ہے۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

٢٤١٨— أخبرنا : معمر عن سماك بن الفضل عن عمر بن عبد العزيز قال : فِيمَا اَنبَتَتِ الاَرضُ مِنْ قَلِيلٍ اَوْ كَثِيرٍ اَلعُشرُ . أخرجه عبد الرزاق فی مصنفه ، و أخرج نحوه عن مجاهد و عن إبراهيم النخعي ، و أخرجه ابن أبي شيبة أيضا في مصنفه عن عمر بن عبد العزيز ، و عن مجاهد ، و عن إبراهيم النخعي (زيلعي ١:٤٠٨)

باب زكاة العسل

٢٤١٩— عن : عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال : جَاءَ هِلَالٌ اَحَدُ بَنِي مُتعَانَ اِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ بِعُشُورِ نَحلٍ لَهٗ ، وَ كَانَ سَاَلَهٗ اَنْ يَحمِيَ وَادِيًا يُقَالُ لَهٗ : سَلَبَةُ ، فَحَمٰى لَهٗ رَسُولُ اللهِ ﷺ ذٰلِكَ الوَادِيَ ، فَلَمَّا وَلِيَ عُمَرُ بْنُ الخَطَّابِ كَتَبَ سُفيَانُ بْنُ وَهبٍ اِلَى عُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ يَسَالُهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَكَتَبَ عُمَرُ اِنْ اَدّٰى اِلَيكَ مَا كَانَ يُؤَدِّيْ اِلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ

٢٤١٨—معمر، سماک بن الفضل کے ذریعے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ زمین سے جو کچھ اُگے، خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ، اس میں عشر ہے (یعنی دسواں حصہ واجب ہے) اسی مضمون کو عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے اپنے اپنے مصنف میں مجاہد، ابراہیم اور عمر بن عبدالعزیز سے روایت کیا ہے۔

<u>فائدہ</u>: ان احادیث میں مذکور کلمہ "ما" سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ زمین سے جو کچھ اُگے اس میں زکوٰۃ ہے، کسی مقدار کو بیان نہیں کیا گیا اور نہ ہی کسی اور قید (یعنی قابل ذخیرہ ہونے) کو بیان کیا گیا ہے۔ باقی بخاری اور مسلم کی روایت میں مذکور لفظ "ليس فيما دون خمسة اوسق صدقة" (یعنی پانچ وسقوں سے کم میں عشر نہیں) کا جواب یہ ہے کہ یہ منسوخ ہے، کیونکہ مذکورہ بالا روایات عام ہیں، کسی قسم کی ان میں قید نہیں، اور یہ حدیث خاص ہے کہ اس میں پانچ وسقوں کی قید ہے اور جب خاص و عام کی تاریخ معلوم نہ ہو تو عام خاص کے لئے ناسخ ہوتا ہے۔ کیونکہ اسی میں احتیاط ہے، نیز عام پر عمل کرنے میں غرباء کا بھی فائدہ ہے۔

باب شہد کی زکوٰۃ کے بیان میں

٢٤١٩—حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد کے واسطے سے ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ بنی متعان میں سے ہلال نامی ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں شہد کا دسواں حصہ (بطور زکوٰۃ) لے کر حاضر ہوا اور سلبہ نامی جنگل کا آپ ﷺ سے ٹھیکہ چاہا، آپ ﷺ نے وہ جنگل اس کو ٹھیکہ پر دیدیا، جب حضرت عمرؓ کا دور خلافت آیا تو حضرت سفیان بن وہب نے اس کے متعلق

بِنْ عُشُوْرِ نَحْلِهِ فَاحْمِ لَهُ سَلَبَةَ ، وَ إِلَّا فَإِنَّمَا هُوَ ذُبَابُ غَيْثٍ يَأْكُلُهُ مَنْ يَشَاءُ. رواه أبو داود (۱:۲۳۳) و سكت عنه .

۲٤۲۰— عن : سليمان بن موسى عن أبي سيارة المتعي قَالَ : قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ ! اِنَّ لِيْ نَحْلاً قَالَ:اَدِّ الْعُشْرَ قُلْتُ : اِحْمِهَا لِيْ فَحَمَاهَا لِيْ . رواه أحمد ، و ابن ماجة ، و عبد الرزاق ،وأبو داؤد الطيالسي، والطبراني ، و أبو يعلى . قال البيهقي : هذا أصح ما ورد فيه وهو منقطع و قال الترمذي في العلل: سألت محمدا عنه فقال : مرسل لأن سليمان لم يدرك أحداً من الصحابة و لا يصح في زكاة العسل شيء(دراية ص— ١٦٥)

باب أمر الساعي أن يعد الماشية حيث ترد الماء

۲٤۲۱— عن : عبد الله بن عمرو : انَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ : تُؤْخَذُ صَدَقَاتُ الْمُسْلِمِيْنَ عَلَى مِيَاهِهِمْ . رواه أحمد و في رواية لأحمد و أبي داؤد: لَا جَلَبَ ، وَ لَا جَنَبَ

حضرت عمرؓ سے خط لکھ کر دریافت کیا تو انہوں نے جواب میں لکھا کہ اگر وہ تم کو وہی دیتا رہے جو رسول اللہ ﷺ کو دیا کرتا تھا تو اس کا ٹھیکہ قائم رکھو، بصورتِ دیگر وہ مکھیاں دیگر جنگلوں کی مکھیوں کی مانند ہیں کہ ہر شخص اس سے شہد حاصل کرسکتا ہے۔ ابوداود نے اسے روایت کرنے کے بعد اس پر سکوت فرمایا ہے (لہٰذا یہ حدیث صحیح یا حسن ہے)۔

۲۴۲۰- ابوسیارہ متعی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! میری شہد کی مکھیاں ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: عشر ادا کر! تو میں نے عرض کیا کہ: اس کا ٹھیکہ مجھے دے دیں، تو آپ ﷺ نے اس کا ٹھیکہ مجھے دے دیا۔ اس حدیث کو احمد، ابن ماجہ، عبدالرزاق، ابوداؤد طیالسی، طبرانی اور ابویعلی نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ اور ان کے بعد خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم شہد میں زکوۃ لیتے تھے اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

باب زکوۃ وصول کرنے والے کو یہ حکم کرنا کہ وہ پانی پینے کی جگہ پر ہی جانوروں کو شمار کرے

۲۴۲۱- عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانوں کی زکوۃ ان کے پانی کی جگہوں پر ہی لی جائے، اور یہ جائز نہیں کہ زکوۃ وصول کرنے والا کہیں دور بیٹھ کر جانوروں کو وہاں لانے کا مطالبہ کرے اور نہ ہی یہ درست ہے

وَ لَا تُؤْخَذُ صَدَقَاتُهُمْ اِلَّا فِیْ دِیَارِهِمْ. نيل الأوطار (٤:٤١٣).

باب من يجوز دفع الصدقات إليه و من لا يجوز

٢٤٢٢– حدثنا: وكيع عن إسرائيل عن جابر عن عامر الشعبي قال: اِنَّمَا كَانَتِ الْمُؤَلَّفَةُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَلَمَّا وَلِیَ اَبُوْ بَكْرٍ ؓ، انْقَطَعَتْ. رواه ابن أبي شيبة في مصنفه (زيلعي ١:٤١٣).

٢٤٢٣– حدثنا: القاسم ثنا الحسين ثنا هشام ثنا عبد الرحمن بن يحيى عن حبان بن أبي جبلة قال: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ؓ وَ قَدْ اَتَاهُ عُيَيْنَةُ بْنُ حِصْنٍ: اَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَ مَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ، لَيْسَ الْيَوْمَ مُؤَلَّفَةٌ. رواه الطبراني و أخرج عن الشعبي قال: لَمْ يَبْقَ فِی النَّاسِ الْيَوْمَ مِنَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ اَحَدٌ اِنَّما كَانُوْا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ. و أخرج نحوه عن الحسن البصري. (زيلعي ١:٤١٣).

کہ مالک جانوروں کو کہیں دور لے جائے (کہ زکوۃ لینے والا وہاں آ کر جانور شمار کرے کیونکہ اس میں دونوں فریقوں کو تکلیف ہے) اوران سے زکوۃ ان کے گھروں میں ہی وصول کی جائے (نیل الاوطار، احمد، ابوداود)۔

باب ان لوگوں کے بیان میں جن کو زکوۃ دینا جائز ہے اور جن کو زکوۃ دینا ناجائز ہے

۲۴۲۲–جابر، عامر شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ عامر شعبی نے کہا کہ مؤلفۃ القلوب صرف رسول اللہ ﷺ کے زمانے تک تھے، پھر جب ابوبکر صدیقؓ امیر المؤمنین مقرر ہوئے تو مؤلفۃ القلوب ختم ہو گئے۔ اسے ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔(زیلعی)

۲۴۲۳–حبان بن ابی جبلہ فرماتے ہیں کہ جب عمر بن خطابؓ کے پاس عیینہ بن حصین حاضر ہوئے تو عمر بن خطابؓ نے فرمایا: حق تمہارے رب کی طرف سے ہے، پس جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کافر ہو، آج مؤلفۃ القلوب نہیں ہیں۔ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے اور عامر شعبی نے یہ الفاظ بھی روایت کئے ہیں کہ آج لوگوں میں کوئی مؤلفۃ القلوب باقی نہیں رہا، مؤلفۃ القلوب صرف حضور ﷺ کے زمانے میں تھے۔ اس قسم کی روایت طبرانی نے حسن بصریؒ سے بھی کی ہے(زیلعی)

فائدہ: حضور ﷺ کے زمانے میں نومسلموں وغیرہ کو ان کی دلجوئی کے لئے زکوۃ میں سے حصہ دیتے تھے، تاکہ وہ اسلام پر پکے رہیں یا غیر مسلم ہیں تو اسلام لے آئیں ان لوگوں کو مؤلفۃ القلوب کہتے ہیں۔

۲۴۲۴– عن : عمر رضی الله عنه أنه قال حين جائه عيينة بن الحصين : اَلْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَ مَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ يَعْنِيْ لَيْسَ الْيَوْمَ مُؤَلَّفَةٌ . رواه ابن جرير الطبرى فى تفسيره . (شرح الإحياء ٤:١٤٦).

۲۴۲۵– عن : المطلب بن ربيعة بن الحارث بن عبد المطلب : اَنَّهُ وَ الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ اِنْطَلَقَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ : ثُمَّ تَكَلَّمَ اَحَدُنَا فَقَالَ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! جِئْنَاكَ لِتُؤَمِّرَنَا عَلٰى هٰذِهِ الصَّدَقَاتِ فَنُصِيْبَ مَا يُصِيْبُ النَّاسُ مِنَ الْمَنْفَعَةِ ، وَ نُؤَدِّيَ اِلَيْكَ مَا يُؤَدِّي النَّاسُ . فقَالَ : اِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَنْبَغِيْ لِمُحَمَّدٍ وَ لَا لِآلِ مُحَمَّدٍ اِنَّمَا هِيَ اَوْسَاخُ النَّاسِ . مختصر لأحمد و مسلم ، و فى لفظ لهما : لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَ لَا لِآلِ مُحَمَّدٍ. (نيل الأوطار ٤:٥٠).

۲۴۲۶– عن : على رضی الله عنه قال : قُلْتُ لِلْعَبَّاسِ : سَلْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اَنْ يَسْتَعْمِلَكَ عَلَى الصَّدَقَاتِ. فَسَاَلَهُ فَقَالَ : مَا كُنْتُ لِاَسْتَعْمِلَكَ عَلٰى غُسَالَةِ ذُنُوْبِ الْمُسْلِمِيْنَ .

۲۴۲۴-حضرت عمرؓ سے منقول ہے کہ جب ان کے پاس عیینہ بن حصین آئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حق صرف تمہارے رب کے پاس سے ہے، پس جو چاہے مؤمن بن جائے اور جو چاہے کافر ہو جائے۔ یعنی (آج) کوئی مؤلفۃ القلوب نہیں۔ اسے طبرانی نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے۔ (شرح الاحیاء)

۲۴۲۵-مطلب سے مروی ہے کہ وہ (خود) اور فضل بن عباس (دونوں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور ان میں سے ایک نے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) سے بات کی اور کہا: اے اللہ کے رسول! ہم آپ کے پاس اس لئے حاضر ہوئے ہیں، تاکہ آپ ہمیں ان صدقات کی وصولی کا حکم دیں (یعنی وصولی پر مقرر فرمائیں) تاکہ جو فائدہ اور لوگوں کو ہوتا ہے، وہ ہمیں بھی ہو (یعنی ہم "عاملین علیھا" میں شامل ہو جائیں جو کہ زکوۃ کا ایک مصرف ہے) اور جو دوسرے لوگ آپ کو دیتے ہیں، وہ ہم بھی دیں گے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زکوۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد کے لئے جائز نہیں (کیونکہ) یہ تو لوگوں کا میل کچیل ہوتا ہے۔ اسے احمد اور مسلم نے روایت کیا ہے اور ان دونوں کی روایات میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ زکوۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آل محمد کے لئے حلال نہیں ہے۔ (نیل الاوطار)۔

۲۴۲۶-حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عباسؓ سے کہا کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کریں کہ وہ آپ کو صدقات کی وصولی پر عامل مقرر کریں، پس حضرت عباسؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں

رواه ابن أبی شیبة و ابن راهویه و العسکری فی المواعظ ، و ابن جریر فی تهذیبه و صححه (کنز العمال ٤:٣٠٩).

٢٤٢٧– عن : بسر بن سعید أن ابن السعدی المالکی قال : اِسْتَعْمَلَنِیْ عُمَرُ عَلَی الصَّدَقَةِ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْهَا وَ اَدَّیْتُهَا اِلَیْهِ اَمَرَنِیْ بِعُمَالَةٍ فَقُلْتُ : اِنَّمَا عَمِلْتُ لِلّٰهِ فَقَالَ : خُذْ مَا اُعْطِیْتَ فَاِنِّیْ عَمِلْتُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَعَمَّلَنِیْ . فَقُلْتُ : مِثْلَ قَوْلِكَ فَقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِذَا اُعْطِیْتَ شَیْئًا مِنْ غَیْرِ اَنْ تَسْاَلَ فَکُلْ وَ تَصَدَّقْ . متفق علیه (نیل الأوطار ٤:٥٠).

٢٤٢٨– عن : قبیصة بن مخارق الهلالی قال : تَحَمَّلْتُ حَمَالَةً فَاَتَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَسْاَلُهٗ فِیْهَا فَقَالَ : اَقِمْ حَتّٰی تَاْتِیَنَا الصَّدَقَةُ فَنَاْمُرَ لَكَ بِهَا . قَالَ : ثُمَّ قَالَ : یَا قَبِیْصَةُ !

آپ کو مسلمانوں کے گناہوں کے دھوون کی وصولی پر مقرر نہیں کروں گا۔ اسے ابن ابی شیبہ، راہویہ اور عسکری نے مواعظ میں اور ابن جریر نے تہذیب میں روایت کیا ہے۔ ابن جریر نے اسے صحیح کہا ہے۔ (کنز العمال)۔

فائدہ: ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ اگر عامل ہاشمی ہو تو بھی زکوٰۃ میں سے نہیں لے سکتا۔

۲۴۲۷- بسر بن سعید سے مروی ہے کہ ابن السعدی مالکی نے کہا کہ مجھے حضرت عمرؓ نے صدقات وصول کرنے کے لئے عامل مقرر کیا، پس جب میں صدقات کی وصولی سے فارغ ہوا اور تمام صدقات ان کو دے دیے تو حضرت عمرؓ نے میرے لئے حق محنت کا حکم دیا، میں نے عرض کیا کہ میں نے صرف ثواب کے لئے کام کیا ہے، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جو کچھ آپ کو دیا جا رہا ہے اسے لے لو، اس لئے کہ میں نے بھی حضور ﷺ کے زمانے میں (صدقات کی وصولی کا) کام کیا تھا اور آپ ﷺ نے مجھے مزدوری دی تھی اور میں نے بھی (ان سے) وہی بات کہی تھی جو تو نے مجھ سے کہی ہے، تو حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اگر آپ کی طرف سے بغیر سوال کئے آپ کو کچھ دیا جائے تو اسے (لیکر) کھایا کرو اور صدقہ کرو۔ اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے (نیل الاوطار)۔

فائدہ: زکوٰۃ کی وصولی کرنے والوں کو بھی زکوٰۃ دینا درست ہے، اسے قرآن میں "والعاملین علیها" سے بیان کیا ہے اور مذکورہ بالا احادیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

۲۴۲۸-قبیصہ بن مخارق ہلالی سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک بہت بڑی رقم کا قرضدار ہو گیا، تو میں حضور ﷺ کے پاس آیا اور اس بارے آپ ﷺ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھہرو! ہمارے پاس صدقات کا مال آئے گا تو

إِنَّ الْمَسْأَلَةَ لَا تَحِلُّ إِلَّا لِأَحَدِ ثَلَاثَةٍ، رَجُلٌ تَحَمَّلَ حَمَالَةً فَحَلَّتْ لَهُ الْمَسْأَلَةُ حَتّٰى يُصِيْبَهَا ثُمَّ يُمْسِكُ ...... الحديث . رواه مسلم (۱:۳۳۴).

۲۴۲۹– أخبرنا : عمران بن عيينة عن عطاء عن سعيد بن جبير عن ابن عباس رضي الله عنه في قوله تعالىٰ: ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسَاكِيْنِ﴾ الآية . قَالَ: فِيْ أَيِّ صِنْفٍ وَضَعْتَهُ أَجْزَأَكَ . رواه الطبراني (زيلعي ۱:۴۱۵) و في الدراية (ص– ۱۶۶) : و أما حديث ابن عباس فأخرجه البيهقي ، والطبراني عنه : في أي صنف وضعته أجزاك. و إسناده حسن .

۲۴۳۰– عن : سلمة بن صخر أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ لَهُ : اِذْهَبْ اِلٰى صَاحِبِ صَدَقَةِ بَنِيْ زُرَيْقٍ فَقُلْ لَهُ : فَلْيَدْفَعْهَا اِلَيْكَ . رواه الإمام أحمد في مسنده (نيل الأوطار ۴:۵۶).

۲۴۳۱– عن : ابن عباس رضي الله عنهما قال : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ حِيْنَ بَعَثَهُ اِلَى الْيَمَنِ : اِنَّكَ سَتَأْتِيْ قَوْمًا اَهْلَ الْكِتَابِ فَاِذَا جِئْتَهُمْ فَادْعُهُمْ

اس میں سے کچھ تمہیں دیں گے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اے قبیصہ! تین آدمیوں کے علاوہ سوال کرنا کسی کے لئے درست نہیں، ایک قرضدار کے لئے سوال کرنا حلال ہے، یہاں تک کہ اس کے پاس اتنا مال آجائے کہ جس سے اس کا گذارہ ہوجائے...... الحدیث۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرضدار (الغارم) کو بھی زکوٰۃ دینا درست ہے۔

۲۴۲۹–سعید بن جبیر، اللہ کے اس فرمان ﴿انما الصدقات للفقراء و المساكين و العاملين﴾...... الخ کے بارے میں ابن عباسؓ کا فرمان نقل کرتے ہیں کہ ان اصناف میں سے جس ایک صنف میں زکوٰۃ دی جائے تو زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے۔ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے (زیلعی) اور درایہ میں ہے کہ بیہقی اور طبرانی نے ابن عباس سے اسے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

۲۴۳۰–سلمہ بن صخر سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا کہ آپ بنی زریق کے زکوٰۃ دینے والے کے پاس جاؤ اور اس سے کہہ دو کہ زکوٰۃ تجھے دیدے۔ اسے احمد نے مسند میں روایت کیا ہے (نیل الاطار)

فائدہ: حدیث بالا سے معلوم ہوا کہ قرآن میں مذکورہ آٹھ اصناف کو زکوٰۃ دینا ادائیگی زکوٰۃ کے لئے ضروری نہیں، بلکہ کسی ایک قسم کو ہی زکوٰۃ دے دی جائے تو بھی زکوٰۃ ادا ہوجاتی ہے۔

۲۴۳۱–ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے جب معاذؓ کو یمن (کا عامل بنا کر) بھیجا تو فرمایا کہ تم انہیں (اولاً)

اِلٰی اَنْ یَشْهَدُوْا اَنَّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ ، فَاِنْ هُمْ اَطَاعُوْا لَكَ
فَاَخْبِرْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَیْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِیْ كُلِّ یَوْمٍ وَ لَیْلَةٍ ، فَاِنْ هُمْ اَ
لَكَ بِذٰلِكَ ، فَاَخْبِرْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَیْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِیَائِهِمْ وَ تُرَدُّ
فُقَرَائِهِمْ . الحدیث . رواہ البخاری (۱:۲۰۲و۲۰۳).

۲۴۳۲– عن : سعید بن جبیر رفعه : لَا تَصَدَّقُوْا اِلَّا عَلٰی اَهْلِ دِیْنِكُمْ . فَنَزَ
لَیْسَ عَلَیْكَ هُدَاهُمْ فَقَالَ : تَصَدَّقُوْا عَلٰی اَهْلِ الْاَدْیَانِ . رواہ ابن أبی شیبة و من
محمد بن الحنفیة نحوہ .

۲۴۳۳– و لابن زنجویه فی الأموال عن سعید بن المسیب : اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ تَ

اس بات کی خبر دینا کہ وہ اللہ وحدہ کی معبودیت اور نبی کریم ﷺ کی رسالت کی گواہی دیں۔ اگر وہ لوگ تمہاری یہ بات ما
پھر انہیں بتانا کہ اللہ نے دن رات (چوبیس گھنٹوں) میں ان پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور اگر وہ لوگ آپ کی یہ بات بھی ما
پھر (انہیں) بتانا کہ اللہ نے ان کے مال میں کچھ صدقہ بھی فرض کیا ہے، جو ان کے مالداروں سے لے کر ان کے محتاجوں کو دیا جا
اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زکوۃ مسلمان فقراء کو ہی دی جائے گی۔

اور باقی آگے آنے والے مراسیل سے جو یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام ادیان کے فقراء کو زکوۃ دینا جائز ہے تو اس کا جوا
کہ حدیث ابن عباس باقی مراسیل کیلئے مخصص ہے۔ فتح القدیر میں ہے کہ حدیث معاذ (حدیث نمبر ۲۴۳۱) مشہور ہے، لہٰذا
ذریعے کتاب اللہ کے اطلاق پر زیادتی کرنا جائز ہے اور اگر خبرِ واحد بھی مانیں تب بھی اس کے ساتھ تخصیص کرنا درست ہے
بالاجماع" انما ینهکم اللہ عن الذین قاتلوکم " کی وجہ سے آیتِ صدقہ سے حربی مخصوص ہے اور عام مخصوص منہ ال
تخصیص خبر واحد سے کرنا درست ہے، الغرض اب دوسرے ادیان کے فقراء کو زکوۃ دینا جائز نہیں۔

۲۴۳۲–سعید بن جبیرؒ سے ایک مرفوع حدیث مروی ہے کہ حضور ﷺ نے جب فرمایا کہ صرف اہل اسلام کو
دیا کرو تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی ﴿لیس علیك هداهم ...... الآیة﴾ کہ آپ ﷺ کے ذمے ان کو ہدایت دینا نہ
پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمام ادیان والوں کو صدقات دیا کرو۔ اسے ابن ابی شیبہ نے مذکورہ بالا طریق اور محمد بن حنفیہ
سے روایت کیا ہے۔

عَلٰی اَھْلِ بَیْتٍ مِنَ الْیَہُوْدِ ، و ھذہ مراسیل یشد بعضھا بعضا . (درایة ص– ١٦٦).

٢٤٣٤– عن : أبی سعید﷛ قالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِیٍّ اِلَّا فِیْ سَبِیْلِ اللهِ اَوْ اِبْنِ السَّبِیْلِ اَوْ جَارٍ فَقِیْرٍ یُتَصَدَّقُ عَلَیْهِ فَیُہْدِیْ لَکَ اَوْ یَدْعُوْکَ . رواہ أبو داؤد (١:٢٣٨). و سکت عنه .

٢٤٣٥– عن : عطاء بن یسار : اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ : قَالَ لَا تَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِیٍّ اِلَّا لِخَمْسَةٍ : لِغَازٍ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ ، اَوْ لِعَامِلٍ عَلَیْہَا ، اَوْ لِغَارِمٍ ، اَوْ لِرَجُلٍ اِشْتَرَاھَا بِمَالِہٖ ، اَوْ لِرَجُلٍ کَانَ لَہٗ جَارٌ مِسْکِیْنٌ فَتُصُدِّقَ عَلَی الْمِسْکِیْنِ فَاَھْدَاھَا الْمِسْکِیْنُ الْغَنِیَّ . رواہ أبو داؤد (١:٢٣٨) ، و سکت عنه و ھذا مرسل .

۲۴۳۳-ابن زنجویہ کی اموال میں سعید بن میسبؒ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہود کے اہل بیت کو بھی صدقات دیا کرو۔ یہ تمام مرسل روایات ہیں جو ایک دوسرے کے لئے مؤید ہیں (درایہ)۔

۲۴۳۴-ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صدقہ غنی (مالدار) کے لئے حلال نہیں مگر جو غنی جہاد میں شریک ہو یا مسافر ہو، یا اس کا ایک محتاج ہمسایہ ہو جس کو کوئی چیز صدقہ میں ملے اور وہ تجھے (اے غنی!) بطور ہدیہ دے یا تیری دعوت کرے۔ اسے ابوداود نے روایت کر کے اس پر سکوت فرمایا ہے (لہذا یہ حدیث صحیح یا حسن ہے)۔

۲۴۳۵-عطاء بن یسارؒ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ غنی کے لئے صدقہ لینا جائز نہیں مگر پانچ طرح کے لوگوں کے لئے جائز ہے (یعنی باوجود مالدار ہونے کے صدقہ لینا جائز ہے): ایک راہ خدا میں جہاد کرنے والا، دوسرے زکوۃ کی وصولی پر مامور شخص، تیسرا مقروض، چوتھا وہ شخص جو صدقہ کو اپنے مال کے ذریعے خرید لے اور پانچواں وہ شخص جس کا ہمسایہ مسکین ہو اور اس نے مسکین کو صدقہ دیا اور اسی مسکین نے وہ مال غنی کو ہدیہ میں دے دیا۔ اسے ابوداود نے روایت کر کے اس پر سکوت فرمایا ہے (لہذا یہ حدیث صحیح یا حسن ہے)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مالدار کو زکوۃ دینا جائز نہیں، باقی ابوداود اور نسائی وغیرہ میں جو حدیث مذکور ہے کہ ایک مالدار آدمی نے آپ ﷺ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا "ان شئتما اعطیتکما ولا حظ فیھا لغنی و لا لقوی ولا مکتسب" (یعنی مالدار، طاقتور اور کما سکنے والے کیلئے صدقہ میں کوئی حصہ نہیں) تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے بطور زجر کے یہ فرمایا، اس طرح پر نہیں کہ آپ ﷺ انہیں زکوۃ دے رہے تھے۔

٢٤٣٦– عن : علي ﷺ أنه قال : لَيْسَ لِوَلَدٍ ، وَ لَا لِوَالِدٍ حَقٌّ فِيْ صَدَقَةٍ مَفْرُوْضَةٍ. رواه البيهقي في الختصر . (الرحمة المهداة ص– ٩٦).

٢٤٣٧– عن : ابن عباس رضي الله عنهما (مرفوعاً) : اِصْبِرُوْا عَلَى أَنْفُسِكُمْ يَا بَنِيْ هَاشِمٍ ! فَإِنَّمَا الصَّدَقَاتُ غُسَالَاتُ النَّاسِ . رواه الطبراني (كنز العمال ص– ٢٨٥).

٢٤٣٨– عن : أبي هريرة ﷺ يقول : أَخَذَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ تَمْرَةً مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَةِ فَجَعَلَهَا فِيْ فِيْهِ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : كَخْ ! كَخْ ! اِرْمِ بِهَا ، أَمَا عَلِمْتَ أَنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ . رواه مسلم (١:٣٤٣،٣٤٤) و له في رواية أخرى : إِنَّا لَا تَحِلُّ لَنَا الصَّدَقَةُ .

٢٤٣٩– عن : أبي رافع ﷺ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ بَعَثَ رَجُلًا مِنْ بَنِيْ مَخْزُوْمٍ عَلَى الصَّدَقَةِ ، فَقَالَ لِأَبِيْ رَافِعٍ : اِصْحَبْنِيْ كَيْمَا تُصِيْبَ مِنْهَا ، فَقَالَ : لَا حَتّٰى آتِيَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَأَسْأَلَهُ وَ انْطَلَقَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَسَأَلَهُ ، فَقَالَ : إِنَّ الصَّدَقَةَ لَا تَحِلُّ لَنَا ، وَ إِنَّ

۲۴۳۶-حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ فرض صدقات میں بیٹے اور والد کا کوئی حصہ نہیں ۔اسے بیہقی نے مختصر میں روایت کیا ہے (الرحمۃ المہداۃ)۔

فائدہ: یعنی باپ بیٹے کو اور بیٹا باپ کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا اور یہی حال پوتوں اور دادا، دادی کا ہے اور رحمۃ الامۃ میں اس پر اتفاق نقل کیا ہے۔

۲۴۳۷-ابن عباسؓ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے ہاشم کی اولاد! تم صبر کرو، کیونکہ صدقات لوگوں کا دھوون ہیں ۔اسے طبرانی نے روایت کیا ہے (کنز العمال)

۲۴۳۸-ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حسن بن علیؓ نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لے کر اپنے منہ میں ڈال لی تو حضور ﷺ نے فرمایا: تھو! تھو! اسے نکال پھینکو، کیا آپ کو پتہ نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے؟ (مسلم) ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ صدقہ ہمارے لئے حلال نہیں (مسلم)۔

فائدہ: بنو ہاشم سے مراد آل علیؓ، آل عباسؓ، آل عقیل، آل جعفر اور آل حارث بن عبد المطلب ہیں۔ (ہدایہ)

۲۴۳۹-ابو رافع فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے بنو مخزوم کے ایک آدمی کو زکوٰۃ وصول کرنے کیلئے بھیجا، انہوں نے ابو رافع سے کہا کہ تم میرے ساتھ چلو تا کہ تمہیں بھی نفع ہو (حصہ ملے) ابو رافع نے کہا کہ میں حضور ﷺ سے پوچھے بغیر آپ کے ساتھ نہیں جا سکتا

مَوالِی الْقَوْمِ مِنْ اَنْفُسِهِمْ . رواه الترمذی (۸۷:۱) وقال : حسن صحیح .

۲۴۴۰– عن : أبی الجویریة أن معن بن یزید ﷺ حدثه قال : بَایَعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ اَنَا وَ اَبِیْ وَ جَدِّیْ وَ خَطَبَ عَلَیَّ فَاَنْکَحَنِیْ وَ خَاصَمْتُ اِلَیْهِ ، وَ کَانَ اَبِیْ یَزِیْدُ اَخْرَجَ دَنَانِیْرَ یَتَصَدَّقُ بِهَا ، فَوَضَعَهَا عِنْدَ رَجُلٍ فِی الْمَسْجِدِ ، فَجِئْتُ فَاَخَذْتُهَا ، فَاَتَیْتُهُ بِهَا ، فَقَالَ : وَ اللهِ مَا اِیَّاکَ اَرَدْتُ ، فَخَاصَمْتُهُ اِلٰی رَسُوْلِ اللهِ ﷺ ، فَقَالَ : لَکَ مَا نَوَیْتَ یَا یَزِیْدُ ! وَ لَکَ مَا اَخَذْتَ یَا مَعْنُ ! . رواه البخاری .(۱_۱۹۱).

۲۴۴۱– قال :طاؤس :قَالَ مُعَاذٌ لِاَهْلِ الْیَمَنِ : آتُوْنِیْ بِعَرْضٍ ثِیَابٍ خَمِیْصٍ اَوْ لَبِیْسٍ مَکَانَ الشَّعِیْرَةِ، و الذُّرَةِ اَهْوَنُ عَلَیْکُمْ ، وَ خَیْرٌ لِاَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ بِالْمَدِیْنَةِ. رواه البخاری (۱۹۴:۱).

چنانچہ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ زکوۃ ہمارے لئے حلال نہیں ہے۔اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زکوۃ کے مسئلہ میں کسی قوم کے غلام اسی قوم کے حکم میں ہیں، یعنی بنو ہاشم کے غلاموں کو بھی زکوۃ دینا جائز نہیں۔

۲۴۴۰-ابوالجویریہ فرماتے ہیں کہ معن بن یزید نے ان سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ میں اور میرے والد اور میرے دادا نے حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی، آپ ﷺ نے ہی میری منگنی کی اور آپ ﷺ نے ہی میرا نکاح پڑھایا تھا۔اور میں آپ ﷺ کی خدمت میں ایک جھگڑا لے کر حاضر ہوا تھا، واقعہ یہ پیش آیا کہ میرے والد یزید نے کچھ دینار صدقہ کی نیت سے نکالے اور انہیں مسجد میں ایک شخص کے پاس رکھ دیا، میں گیا اور انہیں لے لیا اور انہیں لے کر اپنے والد کے پاس آیا تو میرے والد نے فرمایا کہ بخدا! میرا ارادہ تمہیں دینے کا نہ تھا، یہی جھگڑا لیکر میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ نے یہ فیصلہ دیا کہ اے یزید! جو تم نے نیت کی تھی اس کا ثواب تمہیں ملے گا اور اے معن! جو تم نے لیا وہ تمہارا ہو گیا (بخاری)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص اندھیرے وغیرہ میں کسی شخص کو زکوۃ دے اور پھر بعد میں معلوم ہو کہ وہ اس کا بیٹا تھا یا باپ تھا، یا کسی کو فقیر سمجھتے ہوئے زکوۃ دی اور پھر معلوم ہوا کہ وہ مالدار ہاشمی یا کافر تھا تو زکوۃ دوبارہ دینا ضروری نہیں ہے۔

۲۴۴۱-طاؤس فرماتے ہیں کہ معاذؓ نے اہل یمن سے فرمایا کہ تم مجھے جوار اور مکئی کے بدلے (زکوۃ میں) سامان واسباب یعنی

٢٤٤٢— عن : سهل بن الحنظلية عن رسول الله ﷺ : قال : مَنْ سَأَلَ وَ عِنْدَهٗ مَا يُغْنِيهِ فَإِنَّمَا يَسْتَكْثِرُ مِنْ جَمْرِ جَهَنَّمَ ، قَالُوْا : يَا رَسُوْلَ اللهِ ! وَ مَا يُغْنِيهِ ؟ قَالَ : مَا يُغَدِّيهِ أَوْ يُعَشِّيهِ . رواه أحمد و احتج به و أبو داود وقال : يُغَدِّيهِ وَ يُعَشِّيهِ ، و أخرجه ابن حبان و صححه . (نيل الأوطار ٤:٤٧،٤٨).

أبواب صدقة الفطر

باب من تجب عليه و عنه صدقة الفطر

٢٤٤٣— عن : ابن عمر رضى الله عنهما قال : فَرَضَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ زكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ عَلَى الْعَبْدِ ، وَ الْحُرِّ ، وَ الذَّكَرِ ، وَ الْاُنْثٰى ، و الصَّغِيْرِ ، وَ الْكَبِيْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ، وَ اَمَرَ بِهَا اَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلَاةِ .

یمنی چادر اور استعمال شدہ کپڑے دو، یہ تمہارے لئے بھی آسان ہے اور مدینہ میں اصحاب رسول ﷺ کے لئے بھی بہتر ہے (بخاری)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی مصلحت ظاہرہ ہو تو ایک شہر سے دوسرے شہر زکوۃ لے جانا جائز ہے اور اگر کوئی مصلحت ظاہرہ نہ ہو تو مکروہ ہے اور وہ مصلحت ظاہرہ دوسرے شہر والوں کا زیادہ ضرورت مند ہونا بھی ہے اور قرابت داری بھی، کیونکہ اس میں دفع حاجت کی زیادتی ہے یا صلہ رحمی ہے، نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دوسری جنس سے زکوۃ دینا بھی جائز ہے، بلکہ بعض اوقات افضل ہے۔

٢٤٤٢-سہل بن حنظلیہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو باوجود مالدار ہونے کے سوال کرتا ہے، گویا کہ وہ جہنم کے انگارے اکٹھے کرتا ہے، صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! وہ کیا مقدار ہے، جس سے آدمی مالدار کہلاتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ صبح کا کھانا یا شام کا کھانا (اگر اس کے پاس ہو تو وہ مالدار ہے)۔ اسے احمد نے روایت کر کے اسے حجت بنایا ہے۔ اسے ابوداود نے بھی روایت کیا ہے، اس میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ صبح اور شام دونوں وقت کا کھانا (اگر موجود ہو تو آدمی مالدار ہے)۔ ابن حبان نے بھی اس حدیث کی تخریج کر کے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: مقصد ایک دن رات کا کھانا ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس کے پاس دو وقت کا کھانا ہو، تو اس کے لئے دست سوال دراز کرنا حلال نہیں۔

رواه البخاري (١:٢٠٤)، و في بعض طرقه في البخاري أيضا: والحر، و المملوك اهـ. و ليس فيه: من المسلمين.

٢٤٤٤— عن: إبراهيم بن محمد عن جعفر بن محمد عن أبيه مرسلا قال: أَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِصَدَقَةِ الْفِطْرِ عَنِ الصَّغِيْرِ، وَ الْكَبِيْرِ، وَ الْحُرِّ، وَ الْعَبْدِ مِمَّنْ تَمُوْنُوْنَ. رواه الإمام الشافعي. (التلخيص الحبير ١:١٨٦).

صدقہ فطر کے ابواب

باب صدقہ فطر کس پر اور کس کی طرف سے واجب ہے؟

۲۴۴۳-ابن عمرؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر کھجور یا جو سے ایک صاع، غلام، آزاد، مرد، عورت، چھوٹے اور بڑے تمام مسلمانوں پر فرض قرار دیا اور اس بات کا حکم دیا کہ صدقہ فطر لوگوں کے نماز عید کی طرف نکلنے سے قبل ادا کیا جائے (بخاری)۔ اور بخاری کی ایک اور روایت میں من المسلمین کا لفظ مذکور نہیں۔

۲۴۴۴-جعفر بن محمدا پنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے چھوٹے اور بڑے اور آزاد اور غلام غرض ہر اس شخص سے جو تمہاری عیال داری میں ہوں صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم کیا ہے۔ اسے امام شافعیؒ نے روایت کیا ہے (تلخیص الحبیر)۔

فائدہ: (۱): احناف کے نزدیک ہر قسم کے مملوک کی طرف سے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، صدقہ فطر ادا کرنا مالک کے ذمے ضروری ہے، جس پر وہ روایات دال ہیں جن میں "من المسلمین" کا لفظ نہیں، نیز اگر دونوں روایات کو تسلیم کر لیا جائے اور یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ "من المسلمین" کا تعلق مملوک کے ساتھ ہے، تب بھی ہم یہ کہیں گے کہ "المطلق یجری علی اطلاقه و المقید یجری علی تقییده" یعنی ہر ایک کو اپنی اپنی جگہ رکھ کر دونوں پر عمل کریں گے۔ اور اس پر "من تمونون" بھی دال ہے۔ بحمد اللہ احناف دونوں قسم کی حدیثوں پر عمل کرتے ہیں، لیکن اسکے باوجود مطعون ہیں، نیز غلام اور بچے پر اسنادِ وجوب مجازی ہے، کیونکہ حقیقۃً وجوب ان کے مالک اور باپ پر ہے، جیسا کہ "من تمونون" کا لفظ دال ہے۔

فائدہ: (۲): اور من تمونون سے معلوم ہوا کہ صرف اسی بیٹے کا صدقہ فطر باپ کے ذمے ہے جو اس کی عیال داری میں ہو، اگر بڑے بیٹے کا کھانا پینا الگ ہے تو اس کا صدقہ فطر باپ کے ذمے نہیں، اسی طرح بیوی اور مکاتب کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا بھی اس پر واجب نہیں، کیونکہ شوہر کو ولایت اور مؤنت تامہ حاصل نہیں۔

٢٤٤٥— حدثنا : يعلى بن عبيد ثنا عبد المالك عن عطاء عن أبي هريرة ﷺ قال : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : لَا صَدَقَةَ إِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًى ، وَ الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلٰى ، وَابْدَأْ بِمَنْ تَعُوْلُ . رواه الإمام أحمد في مسنده ، و ذكره البخاري في صحيحه تعليقاً في كتاب الوصايا ، فقال : وَقَالَ النَّبِيُّ عليه السلام : لَا صَدَقَةَ إِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًى . (زيلعي ١:٤٢٢).

باب مقدار صدقة الفطر

٢٤٤٦— حدثنا : المزني ثنا الشافعي عن يحيى بن حسان عن الليث بن سعد عن عقيل بن خالد ، و عبد الرحمن بن خالد بن مسافر عن ابن شهاب عن سعيد بن المسيب : اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ فَرَضَ زَكَاةَ الْفِطْرِ مُدَّيْنِ مِنْ حِنْطَةٍ. رواه الطحاوي (زيلعي ١:٤٢٨)وفيه أيضا قال في التنقيح : و هذا المرسل إسناده صحيح كالشمس ، وكونه مرسلا لا يضر فإنه مرسل سعيد و مراسيل سعيد حجة.

٢٤٤٧— عن : الحسن عن ابن عباس رضي الله عنهماأَنَّهُ خَطَبَ فِيْ آخِرِ رَمَضَانَ عَلَى الْمِنْبَرِ بِالْبَصْرَةِ إِلٰى اَنْ قَالَ : فَرَضَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ هٰذِهِ الصَّدَقَةَ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ

٢٤٤٥-حضرت ابوہریرہؓ فرماتے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ صدقہ تو صرف سرمایہ بچانے کے ساتھ ہےاوراوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہےاور صدقہ دینے کی ابتداان لوگوں سے کرو جوتمہاری پرورش میں ہیں۔(مسند احمد و بخاری، کتاب الوصایا)۔

فائدہ: یعنی تمام مال صدقہ نہیں کر دینا چاہئے کہ پھر بعد میں خود یااس کی اولاد مانگتی پھرے اور دینا مانگنے سے بہتر ہے۔ اور صدقہ فطر کے وجوب کے لئے مالداری شرط ہےاوراپنوں کوصدقہ دینے میں دوہرا ثواب ہے،ایک صدقہ کااور دوسرا صلہ رحمی کا۔

باب صدقہ فطر کی مقدار

٢٤٤٦-سعید بن میسب سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے صدقہ فطر گندم سے دو مد مقرر کئے۔(طحاوی) تنقیح میں ہے کہ یہ حدیث مرسل ہےاوراس کی سند سورج کی طرح صاف اور صحیح ہے،لیکن اس کا مرسل ہونا نقصان دہ نہیں،اس لئے کہ یہ سعید کا مرسل ہےاور مرسل سعید حجت ہے۔

٢٤٤٧-حضرت حسن سے روایت ہے کہ رمضان کے اخیر میں ابن عباسؓ نے بصرہ کے منبر پر خطبہ پڑھااور خطبے میں فرمایا:

اَوْ شَعِيْرٍ اَوْ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ قَمْحٍ عَلى كُلِّ حُرٍّ اَوْ مَمْلُوْكٍ ، ذَكَرٍ اَوْ اُنْثى ، صَغِيْرٍ اَوْ كَبِيْرٍ فَلَمَّا قَدِمَ عَلِيٌّ رَاٰى رُخْصَ السِّعْرِ فَقَالَ : قَدْ اَوْسَعَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَلَوْ جَعَلْتُمُوْهُ صَاعًا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ . رواه أبو داود و النسائي . (زيلعي ١:٤٢٦). و فيه قال صاحب التنقيح على التحقيق : الحديث رواته ثقات مشهورون لكن فيه إرسالا فإن الحسن لم يسمع من ابن عباس على ما قيل إلخ .

٢٤٤٨— عن : محمد بن سيرين عن ابن عباس رضي الله عنهما قال : اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَنْ نُؤَدِّیَ زَكَاةَ رَمَضَانَ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ عَنِ الصَّغِيْرِ ، وَ الْكَبِيْرِ ، وَ الْحُرِّ ، وَ الْمَمْلُوْكِ مَنْ اَدّٰى سُلْتًا قُبِلَ مِنْهُ ، وَ اَحْسَبُهُ قَالَ : وَ مَنْ اَدّٰى دَقِيْقًا قُبِلَ مِنْهُ . وَ مَنْ اَدّٰى سَوِيْقًا قُبِلَ مِنْهُ . رواه ابن خزيمة . (التلخيص الحبير ١:١٨٧).

٢٤٤٩— عن : أبي سعيد الخدري ﷺ قال : كُنَّا نُعْطِيْهَا فِیْ زَمَانِ النَّبِیِّ ﷺ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ اَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ اَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيْبٍ ، فَلَمَّا جَاءَ مُعَاوِيَةُ وَ جَائَتِ السَّمْرَاءُ قَالَ : اَرٰى مُدًّا مِنْ هٰذَا يَعْدِلُ مُدَّيْنِ . رواه البخاري (١:٢٠٤).

رسول اللہ ﷺ نے یہ صدقہ (صدقہ فطر) فرض کیا ہے، جو ایک صاع کھجور یا جو کا ہو، یا نصف صاع گیہوں کا۔ ہر آزاد، غلام، مرد، عورت، چھوٹے اور بڑے پر فرض ہے۔ جب حضرت علیؓ تشریف لائے تو ارزانی دیکھ کر فرمایا، اللہ نے تم کو وسعت دی ہے، لہٰذا اب تمام چیزوں میں ایک صاع دیا کرو (یعنی گیہوں میں بھی ایک صاع دو)۔ اسے ابوداود اور نسائی نے روایت کیا ہے، صاحب تنقیح فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ اور مشہور ہیں، لیکن اس میں ارسال ہے، کیونکہ حسن نے ابن عباس سے نہیں سنا (لیکن ارسال خیر القرون میں مضر نہیں)۔

۲۴۴۸- محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اناج کا ایک صاع ہر چھوٹے بڑے، آزاد و غلام سے صدقہ فطر میں ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے، تو جو آٹا دے گا قبول ہے اور جو ستو دے گا وہ بھی قبول ہے۔

<u>فائدہ</u>: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ستو یا آٹا صدقہ فطر میں دینا بھی جائز ہے۔

۲۴۴۹- ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے زمانے میں اناج (ایک روایت میں ہے کہ ہمارا طعام جو اور کشمش تھا- طحاوی وغیرہ- اس لئے طعام سے گندم مراد لے کر احناف پر اعتراض کرنا غلط ہے) کا ایک صاع یا کھجور کا

۲۴۵۰— عن: أبی سعید الخدری ﷺ قال: كُنَّا نُخرِجُ فِی عَهدِ النَّبِیِّ ﷺ یَومَ الفِطرِ صَاعاً مِن طَعَامٍ، قَالَ اَبُو سَعِیدٍ: وَ كَانَ طَعَامُنَا الشَّعِیرُ، وَ الزَّبِیبُ، وَ الاَقِطُ وَ التَّمرُ. (رواہ البخاری ۱:۲۰۴و۲۰۵).

باب ما جاء فی تحدید الصاع

۲۴۵۱— حدثنا: محمد بن الحسن بن أبی یزید الهمدانی عن الحجاج بن أرطاة عن الحکم عن إبراهیم قال: كَانَ صَاعُ النَّبِیِّ علیه السلام ثَمَانِیَةَ اَرطَالٍ، وَمُدُّهُ رِطلَینِ. رواه أبو عبید القاسم بن سلام فی کتاب الأموال. (زیلعی ۱:۴۲۳).

۲۴۵۲— حدثنا: ابن أبی عمران قال: ثنایحیی بن عبد الحمید الحمانی قال: ثنا شریك عن عبد الله بن عیسی عن ابن جبیر عن أنس بن مالك ﷺ قال: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ یَتَوَضَّأُ بِالمُدِّ وَ هُوَ رِطلَانِ. رواه الطحاوی (۱:۲۲۳).

ایک صاع یا جو کا ایک صاع یا کشمش کا ایک صاع دیتے تھے، پھر جب معاویہؓ تشریف لائے اور گندم بھی میسر ہونے لگی تو معاویہؓ نے فرمایا: میرے خیال میں اس کا ایک مدان کے دومدوں کے برابر ہے (بخاری)۔

فائدہ: احناف کے نزدیک گندم کا آدھا صاع صدقہ فطر میں دینا واجب ہے اور اس حدیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضرت معاویہؓ نے جب آدھا صاع مقرر کیا تو کسی نے انکار نہیں کیا، گویا اجماع ہوگیا۔

۲۴۵۰- ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے زمانے میں اناج کا ایک صاع (صدقہ فطر میں) نکالا کرتے تھے اور ہمارے اناج میں جو، کشمش، پنیر اور کھجور شامل تھے (بخاری)۔

فائدہ: مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ گندم کا نصف صاع (پونے دوسیر) اور باقی اشیاء کا ایک صاع (ساڑھے تین سیر) صدقہ فطر میں حضور ﷺ نے مقرر فرمایا اور احناف کا بھی یہی مسلک ہے۔

باب صاع کی مقدار کے بیان میں

۲۴۵۱- ابراہیم تابعیؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا صاع آٹھ رطل کا تھا، اور آپ ﷺ کا مد دو رطل کا تھا۔ اسے ابوعبید القاسم بن سلام نے کتاب الاموال میں روایت کیا ہے (زیلعی)۔

۲۴۵۲- حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک مد سے وضو فرماتے تھے اور وہ مد دو رطل کا تھا۔

٢٤٥٣–حدثنا:فهد قال : ثنا سعيد بن منصور قال : شريك عن عبد الله بن عيسى عن عبد الله يعنى ابن جبير عن أنس بن مالك ﷺ قال : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَتَوضَّأُ بِرِطْلَيْنِ وَ يَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ . رواه الطحاوى (٢:٣٢٣).

باب استحباب أداء الصدقة قبل الخروج إلى الصلاة

٢٤٥٤– عن : ابن عمر رضى الله عنهما : أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ أَمَرَ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ . رواه الجماعة إلا ابن ماجة (نيل ٤:٦٨).

٢٤٥٥– عن : ابن عباس رضى الله عنهما قال : فَرَضَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَ الرَّفَثِ ، وَ طُعْمَةً لِلْمَسَاكِيْنَ ، فَمَنْ أَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُوْلَةٌ ، وَ مَنْ أَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ . رواه أبو داؤد و ابن ماجة و الدارقطنى و الحاكم و صححه . (نيل الأوطار ٤:٦٩).

اسے طحاوی نے روایت کیا ہے۔

۲۴۵۳-حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ دو رطل سے وضواور ایک صاع سے غسل فرماتے تھے۔ اسے طحاوی نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: احناف کا یہی مسلک ہے کہ صاع آٹھ رطل اور مد دو رطل کا تھا۔

باب نمازِ عید کی طرف نکلنے سے قبل صدقہ فطرادا کرنا مستحب ہے

۲۴۵۴-ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس بات کا حکم دیا کہ لوگوں کے نماز عید کے لئے نکلنے سے قبل صدقۂ فطرادا کر دیا جائے۔اسے جماعت نے سوائے ابن ماجہ کے روایت کیا ہے۔(نیل)

۲۴۵۵-ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے صدقۂ فطر فرض کیا ہے جو روزہ دار کے لئے لغویات، فضول اور بیہودہ باتوں سے پاکی کا ذریعہ ہے اور غریبوں کے لئے پرورش کی چیز ہے، تو جو صدقۂ فطر نماز عید سے قبل ادا کرے گا، تو اس کی حیثیت مقبول صدقہ کی ہوگی اور جو اسے نماز عید کے بعد ادا کرے گا تو اس کی حیثیت عام صدقہ والی ہوگی۔اسے ابوداود، ابن ماجہ، دارقطنی اور حاکم نے روایت کیا ہے۔اور حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

باب جواز أداء صدقة الفطر قبل العيد

٢٤٥٦- عن: نافع عن ابن عمر رضى الله عنهما: قال: أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِزَكَاةِ الْفِطْرِ اَنْ تُؤَدّٰى قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَى الصَّلَاةِ، قَالَ: فَكَانَ اِبْنُ عُمَرَ يُؤَدِّيْهَا قَبْلَ ذٰلِكَ بِالْيَوْمِ وَ الْيَوْمَيْنِ. رواه أبو داود (١: ٢٣٤) و سكت عنه.

كتاب الصوم

باب إجزاء صوم رمضان لمن لم ينو من الليل

٢٤٥٧- عن: سلمة بن الأكوع ﷺ قال: أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ رَجُلًا مِنْ اَسْلَمَ اَنْ اَذِّنْ

فائدہ: جمہور کی یہی رائے ہے کہ نماز عید سے قبل صدقۂ فطر ادا کرنا مستحب ہے اور یہاں امر استحباب کے لئے ہے، کیونکہ دوسری حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز عید کے بعد ادا کرنے سے بھی وہ ادا ہو جاتا ہے، اور اس کے بعد ادا کرنے پر مذمت بھی نہیں کی گئی اور آپ ﷺ کا فرمان "طعمة للمساكين" بھی استحباب پر دال ہے، کیونکہ نماز عید سے قبل عدم ادائیگی کی صورت میں وہ سوال میں مشغول ہوں گے اور نماز سے غافل ہو جائیں گے۔

باب عید سے قبل صدقۂ فطر ادا کرنا بھی جائز ہے

۲۴۵۶-ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمیں حکم دیتے تھے کہ صدقۂ فطر نماز عید کے لئے لوگوں کے نکلنے سے قبل ادا کیا جائے، نافع فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ عید سے ایک دو روز قبل ہی ادا کرتے تھے۔ اسے ابوداود نے روایت کرکے اس پر سکوت فرمایا ہے (لہذا یہ حدیث صحیح یا حسن ہے)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عید کے دن سے قبل بھی صدقۂ فطر ادا کرنا درست ہے، بلکہ افضل ہے اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

کتاب الصوم

باب رمضان کے روزے کی رات سے نیت نہ کرنے والے کا روزہ درست ہو جاتا ہے

۲۴۵۷-سلمہ بن اکوعؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے قبیلہ اسلم کے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں اس بات

فِي النَّاسِ اَنَّ مَنْ كَانَ اَكَلَ فَلْيَصُمْ بَقِيَّةَ يَوْمِهِ ، وَ مَنْ لَمْ يَكُنْ اَكَلَ فَلْيَصُمْ ، فَإِنَّ الْيَوْمَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ . رواه البخاري (١:٢٦٨و٢٦٩)

٢٤٥٨— عن : عائشة رضي الله عنها قَالَتْ : كَانَ يَوْمُ عَاشُوْرَاءَ تَصُوْمُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ ، وَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَصُوْمُهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ ، فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ صَامَهُ ، وَ اَمَرَ بِصِيَامِهِ ، فَلَمَّا فُرِضَ رَمَضَانُ تَرَكَ يَوْمَ عَاشُوْرَاءَ ، فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ وَ مَنْ شَاءَ تَرَكَهُ . رواه البخاري (١:٢٦٨).

کا اعلان کردے کہ جس نے آج کھانا کھایا ہے تو وہ باقی دن روزہ رکھے (یعنی کچھ نہ کھائے) اور جس نے کچھ نہیں کھایا تو وہ بہر حال روزہ رکھے (بخاری)۔

فائدہ: اگرچہ یہ واقعہ یوم عاشوراء سے متعلق ہے، لیکن چونکہ وہ رمضان کے روزوں سے قبل فرض تھا، تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرض روزے کی نیت دن کو بھی ہو سکتی ہے، اور رمضان کے روزے بھی فرض ہیں، تو ان کا بھی یہی حکم ہے، یعنی دن کو نیت کرنے سے بھی روزہ ہو جاتا ہے۔

٢٤٥٨- عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جاہلیت کے زمانہ میں قریش کے لوگ عاشوراء کے دن روزہ رکھتے تھے اور نبی کریم ﷺ بھی جاہلیت کے زمانے میں (یعنی نبوت کے اعلان سے قبل) اس دن روزہ رکھتے تھے، پھر جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو خود بھی روزہ رکھا اور مسلمانوں کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم فرمایا، لیکن جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو عاشوراء کا روزہ چھوڑ دیا گیا (یعنی فرضیت ختم ہوگئی) اس کے بعد جو چاہتا عاشوراء کا روزہ رکھتا اور جو چاہتا چھوڑ دیتا۔ (بخاری)

فائدہ: باقی حضرت حفصہؓ کی وہ حدیث (جو اصحاب سنن نے روایت کی ہے) جس میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے رات سے نیت نہ کی اس کا روزہ نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں حفصہؓ کی حدیث واجب غیر متعین روزے پر محمول ہے، جیسے قضاءِ رمضان اور کفارے کا روزہ کہ اس قسم کے روزہ کی نیت فجر سے قبل ضروری ہے اور احادیثِ باب واجبِ معین پر محمول ہیں کہ فرض روزے کی نیت زوال سے قبل بھی جائز ہے، یا احادیث احناف مرفوع ہیں اور حدیثِ حفصہ صحیح قول کے مطابق موقوف ہے اور موقوف مرفوع کے معارض نہیں ہو سکتی یا حضرت حفصہؓ کی حدیث میں "لا صیام" میں لا نفی کمال کا ہے کہ سورج طلوع ہونے کے بعد نیت کرنے سے فضیلت و کمال میں کمی آجاتی ہے، یا اس پر محمول ہے کہ اس نے اس بات کی نیت نہیں کہ وہ رات سے ہی روزہ دار ہے (ہدایہ)۔

باب إجزاء صوم التطوع لمن لم ينو من الليل

٢٤٥٩– عن: عائشة رضى الله عنها قالت: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا دَخَلَ عَلَيَّ قَالَ: هَلْ عِنْدَكُمْ طَعَامٌ؟ فَإِذَا قُلْنَا: لَا! قَالَ: إِنِّي صَائِمٌ. زاد وكيع: فَدَخَلَ عَلَيْنَا يَوْمًا آخَرَ فَقُلْنَا: يَا رَسُوْلَ اللهِ! أُهْدِيَ لَنَا حَيْسٌ، فَحَبَسْنَاهُ لَكَ، فَقَالَ: أُدْنِيْهِ فَأَصْبَحَ صَائِمًا وَ أَفْطَرَ. رواه أبو داود (١: ٣٤٠) وسكت عنه.

٢٤٦٠– عن: أم الدرداء كان أبو الدرداء رضي الله عنه يقول عِنْدَكُمْ طَعَامٌ؟ فَإِنْ قُلْنَا: لَا! قَالَ: فَإِنِّي صَائِمٌ يَوْمِيْ هٰذَا، وَ فَعَلَهُ أَبُوْ طَلْحَةَ وَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ وَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَ حُذَيْفَةُ رضى الله عنهم. رواه البخاري (١: ٢٥٧).

باب تعليق الصوم برؤية الهلال و كذا إفطاره

٢٤٦١– عن: أبي هريرة رضي الله عنه يقول: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَ أَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ

باب نفلی روزہ کی اگر رات سے نیت نہ کی جائے تو بھی روزہ درست ہو جاتا ہے

۲۴۵۹-حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضور ﷺ میرے پاس تشریف لاتے اور فرماتے: کیا تمہارے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ تو ہم عرض کرتے: نہیں! تو آپ ﷺ فرماتے کہ پھر میں روزہ سے ہوں۔ وکیع نے روایت میں یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ ایک اور دن حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے کہا: یا رسول اللہ! ہمیں حیس (ایک خاص قسم کا کھانا ہے) ہدیہ کیا گیا ہے، جسے ہم نے آپ ﷺ کے لئے محفوظ کر لیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: لاؤ! راوی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ صبح روزہ کی نیت کر چکے تھے، اس کے باوجود آپ ﷺ نے روزہ توڑ ڈالا۔ اسے ابوداود نے روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے (لہٰذا یہ حدیث حسن یا صحیح ہے)۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ نفلی روزے کی نیت دن کو دوپہر سے قبل کی جا سکتی ہے۔

۲۴۶۰-ام درداءؓ فرماتی ہیں کہ ابوالدرداءؓ فرمایا کرتے تھے کہ کیا تمہارے پاس کھانا ہے؟ اگر ہم کہتے کہ نہیں تو فرماتے کہ پھر میرا روزہ ہے۔ ابوطلحہ، ابوہریرہ، ابن عباس اور حذیفہ رضی اللہ عنہم سے بھی ایسا کرنا مروی ہے۔ (بخاری)

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نفلی روزے کی نیت دن میں کرنا درست ہے، لیکن زوال سے قبل ضروری ہے، جیسا کہ گذشتہ باب سے معلوم ہوا۔

فَإِنْ أُغْمِيَ عَلَيْكُمْ فَأَكْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ. رواه البخاری (۱:۲۵۶).

باب روزہ رکھنے اور افطار کرنے کو رویتِ ہلال کے ساتھ معلق کرنے کا بیان

۲۴۶۱- ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: چاند دیکھنے پر روزہ رکھو (یعنی رمضان کے روزے رکھنے شروع کرو) اور چاند دیکھنے پر ہی روزوں کا سلسلہ بند کرو۔ اگر مَطلَع ابر آلود ہو اور چاند چھپ جائے تو شعبان کے تیس دن پورے کرو (بخاری)۔

فائدہ: اختلاف مطالع معتبر ہے یا غیر معتبر؟

اختلاف مطالع ایک نفس الامری اور واقعی حقیقت ہے جس سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں، کیونکہ ایک ہی وقت میں ایک جگہ سورج طلوع ہو رہا ہوتا ہے تو اسی وقت دوسری جگہ غروب اور تیسری جگہ زوال، ایک وقت میں کہیں رات ہے تو کہیں دن، اسی لئے ائمہ اربعہؒ نے چند مسائل مثلاً زکوۃ، قربانی اور اوقات نماز و افطار و سحر میں اختلاف مطالع کا اعتبار کیا ہے۔

البتہ روزہ میں اختلاف ہے کہ کیا ایک جگہ کی رؤیت ہلال (جب کہ وہ شرعی شہادت سے ثابت ہو جائے) دوسرے مقام کے لئے معتبر ہے؟ تو جمہور کے ہاں رؤیت معتبر ہے یعنی اختلاف مطالع معتبر نہیں، جبکہ امام شافعیؒ کے ہاں رؤیت معتبر نہیں یعنی اختلاف مطالع معتبر ہے۔

جمہور کی دلیل ابوداود، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور مسند احمد میں مذکور حضور ﷺ کا یہ فرمان عالیشان ہے کہ صوموا لرویتہ و افطروا لرویتہ یعنی اس کے دیکھنے پر روزہ رکھو اور اس کے دیکھنے پر ہی افطار کرو، ظاہر ہے کہ رؤیت سے مراد بعض کی رؤیت ہے، سب کی رؤیت شرط نہیں، لہٰذا ایک مقام کی رؤیت دوسرے مقام کے لئے حجت ہوگی۔

اور امام شافعیؒ کی دلیل ترمذی میں موجود حضرت ابن عباسؓ کی وہ حدیث ہے جس میں ابن عباسؓ نے اہل شام کی رؤیت کو اہل مدینہ کے لئے معتبر نہیں سمجھا اور فرمایا کہ ہم یا تو تیس روزے پورے کریں گے یا یہ کہ ہم ہلال شوال (خود) دیکھیں گے اور حضور ﷺ نے ہمیں اسی کا حکم فرمایا تھا۔

امام شافعیؒ کی دلیل کا پہلا جواب یہ ہے ابن عباسؓ کا حضرت معاویہؓ کی رؤیت قبول نہ کرنا کئی احتمالات کا محتمل ہے، مثلاً یا تو وہ خبر واحد تھی، اس لئے قبول نہ کیا، یا افق میں اختلاف تھا، بعض نے کہا کہ مدینہ منورہ میں مطلع صاف تھا اس لئے خبر میں شک ہوا اور خبر کو قبول نہ کیا، یا اس لئے کہ اس شہادت کا اثر شوال کے چاند پر پڑتا تھا، تو آپ نے ایک شخص کی شہادت کو قبول نہ کیا کیونکہ ہلال شوال کے لئے دو آدمیوں کی شہادت شرط ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے اپنے قول کہ حضور ﷺ نے ہمیں اسی کا حکم فرمایا سے صحیحین میں مروی حدیث " لا تصوموا حتی تروا الھلال ولا تفطروا حتی تروا الھلال " کی طرف اشارہ کیا ہے، لیکن اس حدیث میں بھی رؤیت سے مراد رؤیت فی الجملہ ہے، نہ کہ ہر قوم کی رؤیت لہٰذا ابن عباسؓ کا انکار انکا اپنا اجتہاد ہے۔

۲۴۶۲– عن: عائشة رضی الله عنها قالت: كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَتَحَفَّظُ مِنْ هِلَالِ شَعْبَانَ مَا لَا يَتَحَفَّظُ مِنْ غَيْرِهِ ثُمَّ يَصُومُ رَمَضَانَ لِرُؤْيَتِهِ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْهِ عَدَّ ثَلَاثِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ صَامَ. رواه الدارقطنی (۱:۲۲۲). و قال: هذا إسناد حسن صحيح، و فی الدراية (ص– ۱۷۲): علی شرط مسلم.

۲۴۶۳– عن: أبی البختری قال: خَرَجْنَا لِلْعُمْرَةِ فَلَمَّا نَزَلْنَا بِبَطْنِ نَخْلَةَ قَالَ: فَرَأَيْنَا الْهِلَالَ فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: هُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ، وَ قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: هُوَ ابْنُ لَيْلَتَيْنِ. قَالَ: فَلَقِيْنَا ابْنَ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما: فَقُلْنَا: إِنَّا رَأَيْنَا الْهِلَالَ، فَقَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ: هُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ، وَ قَالَ بَعْضُ الْقَوْمِ:

لیکن اس بارے میں قول فیصل وہی ہے جو علامہ زیلعیؒ (شارح کنز) نے لکھا ہے، وہ یہ کہ اختلاف مطالع نہ تو علی الاطلاق غیر معتبر ہے اور نہ ہی علی الاطلاق معتبر، بلکہ مقامات کے قرب و بعد کا لحاظ کیا جاتا ہے کہ مقامات قریبہ میں تو اختلاف مطالع معتبر نہ ہو اور مقامات بعیدہ میں اختلاف مطالع معتبر ہو تو اس طرح دونوں طرح کی احادیث پر عمل ہو جائے گا، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ جن مقامات میں ایک دن سے زائد کا فرق پڑتا ہو تو ان میں اختلاف مطالع معتبر ہوگا، یعنی ایک علاقہ کی رؤیت ہلال دوسرے علاقہ کے لئے معتبر نہ ہوگی۔

محدث علامہ یوسف بنوریؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ ائمہ کرام کے دور میں مواصلات کا موجودہ جدید نظام نہ تھا اس لئے ایک مہینہ کی مسافت سے مطلع تبدیل نہ ہوتا تھا، اس لئے انہوں نے مطلقاً اختلاف مطالع کو معتبر نہ مانا، لیکن موجودہ مواصلاتی نظام کے پیش نظر ان کے مجمل قول کو وسعت دینا اور تمام مطالع پر لاگو کرنا ان کا ہرگز مقصد نہ تھا لہٰذا ان کے قول کو مقامات قریبہ کے ساتھ مقید کرنا نہایت ضروری ہے۔

الغرض مقامات قریبہ میں اختلاف مطالع غیر معتبر اور مقامات بعیدہ میں معتبر ہے۔

۲۴۶۲- حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ شعبان کے چاند کو اتنی حفاظت سے گنتے تھے کہ اتنی حفاظت سے کسی اور مہینے کے چاند کو نہیں گنتے تھے، پھر رمضان کا چاند دیکھنے پر روزہ رکھتے اور اگر (بادل وغیرہ کی وجہ سے) چاند چھپ جاتا اور نظر نہ آتا تو تیس دن پورے کر کے پھر روزہ رکھتے۔ اسے دار قطنی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند حسن صحیح ہے اور درایہ میں ہے کہ یہ مسلم کی شرط پر ہے۔

۲۴۶۳- ابو البختری فرماتے ہیں کہ ہم عمرہ کے لئے نکلے اور جب وادی نخلہ پر پہنچے تو سب نے چاند دیکھنا شروع کر دیا، بعضوں نے دیکھ کر کہا کہ یہ تین رات کا ہے (یعنی بہت بڑا ہے) اور بعضوں نے کہا کہ یہ دو رات کا ہے، پھر ہم ابن عباسؓ سے ملے

هُوَ ابْنُ لَيْلَتَيْنِ . فَقَالَ : اَىُّ لَيْلَةٍ رَاَيْتُمُوْهُ ؟ قَالَ : قُلْنَا : لَيْلَةَ كَذَا وَ كَذَا فَقَالَ : اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مَدَّهُ لِلرُّؤْيَةِ فَهُوَ لِلَيْلَةٍ رَاَيْتُمُوْهُ. رواه مسلم ، (١:٣٤٨).

باب النهى عن صوم يوم الشك

٢٤٦٤– قال : صلة : عن عمار ﷺ : مَنْ صَامَ يَوْمَ الشَّكِّ فَقَدْ عَصَى اَبَا الْقَاسِمِ ﷺ . رواه البخاري . و قد وصله أبو داود و الترمذی و النسائی و ابن خزيمة و ابن حبان و الحاكم من طريق عمرو بن قيس عن أبی إسحاق عنه ، و لفظه عندهم كُنَّا عِنْدَ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ فَأُتِىَ بِشَاةٍ مَصْلِيَةٍ فَقَالَ : كُلُوْا ، فَتَنَحّٰى بَعْضُ الْقَوْمِ فَقَالَ : إِنِّىْ صَائِمٌ فَقَالَ عَمَّارٌ : مَنْ صَامَ يَوْمَ الشَّكِّ . و فی رواية ابن خزيمة و غيره : مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِىْ يُشَكُّ فِيْهِ . و له متابع بإسناد حسن ، أخرجه ابن أبی شيبة من طريق منصور عن ربعی أَنَّ عَمَّارًا وَ نَاسًا مَعَهُ اَتَوْهُمْ يَسْاَلُوْنَهُمْ فِى الْيَوْمِ الَّذِىْ يُشَكُّ فِيْهِ فَاعْتَزَلَهُمْ رَجُلٌ فَقَالَ لَهُ عَمَّارٌ : تَعَالَ

اور ہم نے کہا کہ ہم نے چاند دیکھا ہے اور کسی نے کہا کہ تین رات کا ہے اور کسی نے کہا کہ دو رات کا ہے، پھر انہوں نے پوچھا کہ تم نے کس رات دیکھا ہے؟ تو ہم نے کہا کہ فلاں رات دیکھا ہے، تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے اس کو دیکھنے کے لئے بڑھا دیا ہے، اور وہ اسی رات کا تھا، جس رات تم نے دیکھا ہے۔ (مسلم)۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ چھوٹا بڑا ہونے کا اعتبار نہیں، اعتبار اسی شب کا ہے، جس شب دیکھا جائے، خواہ انتیسویں کا ہو یا تیسویں کا۔

باب شک کے دن روزہ رکھنے سے ممانعت

۲۴۶۴- صلہ کہتے ہیں کہ عمار بن یاسرؓ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا کہ جس نے شک کے دن روزہ رکھا تو اس نے ابوالقاسم (نبی کریم ﷺ) کی نافرمانی کی۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔ ابوداود، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے متصل سند کے ساتھ اسے روایت کیا ہے اور ان میں یہ الفاظ ہیں: ہم عمار بن یاسرؓ کے پاس تھے کہ آپ کے پاس بھنی ہوئی بکری لائی گئی، تو آپ نے فرمایا کہ کھاؤ! ایک ساتھی نے کھانے سے اجتناب کیا اور کہا کہ میں روزے سے ہوں، تو عمارؓ نے کہا کہ جس نے شک کے دن روزہ رکھا...... الخ۔ ابن خزیمہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ''جس نے اس دن روزہ رکھا، جس دن میں شک ہے'' سند حسن کے ساتھ اس کا متابع بھی ابن ابی شیبہ میں موجود ہے

فَكُلْ فَقَالَ : إِنِّيْ صَائِمٌ ، فَقَالَ لَهُ عَمَّارٌ : إِنْ كُنْتَ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ فَتَعَالَ وَ كُلْ . فتح الباری (۱۰۲:٤).

۲٤٦٥— عن : أبی هريرة ﷺ عن النبی ﷺ قال : لَا يَتَقَدَّمَنَّ اَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ اَوْ يَوْمَيْنِ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ رَجُلٌ كَانَ يَصُوْمُ صَوْمَهٗ فَلْيَصُمْ ذٰلِكَ . رواه البخاری (۱:۲۵٦).

جس میں یہ الفاظ ہیں کہ عمارؓ کے پاس دوسرے لوگ بھی تھے، ان کے پاس شک کے دن روزہ رکھنے کی بابت پوچھ رہے تھے (کھانا وغیرہ لایا گیا) تو ایک آدمی کھانے سے پہلوتہی کرنے لگا، تو عمار نے فرمایا: آ! اور کھا! اس نے کہا کہ میں روزہ دار ہوں، عمار نے اس سے فرمایا کہ اگر تو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے تو آگے بڑھ اور کھا۔ (فتح الباری)۔

فائدہ: (۱): اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غبار یا بادل کی وجہ سے یہ تعیین نہ ہو سکے کہ آج شعبان کی تیسویں ہے یا رمضان کی پہلی؟ تو اس دن روزہ نہیں رکھنا چاہئے۔

فائدہ: (۲): صاحب ہدایہ نے اوّل حدیث سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ اگر کوئی اکیلا شخص رمضان کا چاند دیکھے تو وہ روزہ رکھے، اگرچہ اس کی شہادت امام نے قبول نہ کی ہو۔ اسی طرح اگر کسی کا عادت کا روزہ شک کے دن میں آجائے تو وہ بھی مستثنیٰ ہے جیسا کہ اگلی حدیث سے معلوم ہو رہا ہے۔

۲۴۶۵- ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص رمضان سے قبل (شعبان کی آخری تاریخوں میں) ایک یا دو دن کے روزے ہرگز نہ رکھے، البتہ اگر کسی کو ان دنوں میں روزہ رکھنے کی عادت ہو تو وہ اس دن بھی روزہ رکھ لے۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: مقصد یہ ہے کہ رمضان سے ایک دو روز قبل روزہ رکھنے سے رمضان کا غیر رمضان سے التباس پیدا ہو سکتا ہے اور شریعت کو فرض اور غیر فرض میں التباس پسند نہیں۔ اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ چاند دیکھ کر ہی روزے رکھنے چاہئیں، نیز اس کا مقصد یہ بھی ہے کہ شریعت کی قائم کردہ حدود میں دخل اندازی نہ کی جائے، اور امت کہیں فرض اور نفل میں تمیز نہ کھو بیٹھے، اس لئے فقہ حنفیہ میں خاص اہل علم کے لئے یوم شک میں روزہ رکھنے میں کوئی کراہت نہیں۔ حدیث کے آخری ٹکڑے کا یہ مطلب ہے کہ اگر کوئی شخص بعض خاص دنوں میں روزہ رکھنے کا عادی ہے اور وہ دن اتفاق سے اٹھائیسویں یا انتیسویں شعبان کو پڑ گئے تو ایسا شخص اس دن روزہ رکھ لے اور وہ مذکورہ بالا نہی سے مستثنیٰ ہے، جیسا کہ اگلی حدیث میں سر شعبان کے روزے رکھنے کا کہا گیا ہے کہ وہ شخص ان دنوں میں روزے رکھنے کا عادی تھا۔

۲٤٦٦- عن : عمران بن حصين ﷺ عن النبی ﷺ : أَنَّهُ سَأَلَهُ أَوْ سَأَلَ رَجُلًا وَ عِمْرَانُ يَسْمَعُ فَقَالَ : يَا أَبَا فُلَانٍ ! أَمَا صُمْتَ سَرَرَ هٰذَا الشَّهْرِ ؟ قَالَ : أَظُنُّهُ قَالَ : يَعْنِي رَمَضَانَ قَالَ الرَّجُلُ : لَا يَا رَسُوْلَ اللهِ ! قَالَ : فَإِذَا أَفْطَرْتَ فَصُمْ يَوْمَيْنِ ، لَمْ يَقُلِ الصَّلْتُ : أظنه يعني رمضان ، و قال ثابت : عن مطرف عن عمران عن النبی ﷺ : مِنْ سَرَرِ شَعْبَانَ قال أبو عبد الله : و شعبان أصح . رواه البخاری (۱:۲٦٦).

باب افتراض الصوم بشهادة مسلم واحد عدل أو مستور إذا كان بالسماء علة

۲٤٦٧- عن ابن عمر رضی الله عنهما قال: تَرَائَى النَّاسُ الْهِلَالَ فَأَخْبَرْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ أَنِّيْ رَأَيْتُهُ فَصَامَ ، وَ أَمَرَ النَّاسَ بِصِيَامِهٖ . رواه أبو داود و الدارمی. قال ميرك نقلا عن التصحيح : و رواه الحاكم ، و قال : على شرط مسلم ، و رواه البيهقی اهـ.

۲۴۶۶-عمران بن حصینؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اس سے یا کسی اور آدمی سے پوچھا (جب کہ عمران سن رہے تھے) کہ اے فلاں کے باپ! کیا تو نے اس مہینے کے آخری دن کے روزے نہیں رکھے؟ (راوی کہتا ہے کہ میرے خیال میں انہوں نے رمضان کا لفظ بھی فرمایا) تو آدمی نے کہا کہ نہیں! حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تو روزے رکھنے کا سلسلہ ختم کرے (یعنی رمضان کے ختم ہونے پر) تو دو دن کے روزے رکھ لینا (راوی کہتے ہیں کہ صلت نے "اظنه یعنی رمضان" کے الفاظ نہیں فرمائے۔ ثابت، مطرب کے واسطے سے عمران سے نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے "من سرر شعبان" (یعنی شعبان کے آخری دنوں کے روزے) فرمایا۔ ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ شعبان کا لفظ ہی صحیح ہے (بخاری)۔

فائدہ: یہ اس شخص کو آپ ﷺ حکم فرما رہے ہیں جس کو ہر ماہ کے آخری دنوں کے روزے رکھنے کی عادت تھی۔

باب ایک عادل مسلمان یا مستور الحال مسلمان کی گواہی سے روزے فرض ہو جاتے ہیں، بشرطیکہ آسمان میں کوئی علت، یعنی بادل وغیرہ ہو

۲۴۶۷-ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ لوگ چاند دیکھ رہے تھے تو میں نے نبی کریم ﷺ کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھا ہے تو حضور ﷺ نے خود روزہ رکھا اور لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا (ابوداؤد، دارمی، بیہقی) حاکم نے اسے روایت کر کے کہا ہے کہ

و صححه ابن حبان ، و قال النووی ، إسناده علی شرط مسلم (مرقاة ٢:٥٠٧).

٢٤٦٨- حدثنا : محمد بن بكار بن الريان نا الوليد يعنى ابن أبی ثور ، ح و حدثنا الحسن بن علی نا الحسين يعنى الجعفی عن زائدة المعنى عن سماك عن عكرمة عن ابن عباس رضی الله عنهما قال : جاءَ أَعْرَابِیٌّ إِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ : إِنِّی رَأَيْتُ الْهِلَالَ . قال الحسن فی حديثه : يَعْنِی رَمَضَانَ فَقَالَ : أَ تَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ ؟ قَالَ : نَعَمْ ! قَالَ : أَ تَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ ؟ قَالَ : نَعَمْ ! قَالَ : يَا بِلَالُ ! أَذِّنْ فِی النَّاسِ فَلْيَصُوْمُوْا غَدًا . رواه أبو داود (١:٣٢٧) و سكت عنه ، و عزاه فی المرقاة (٢:٥٠٧) بنقص بعض الألفاظ إلی أبی داود و الترمذی و النسائی و ابن ماجة و الدارمی ، ثم قال صاحب المرقاة ، و صححه الحاكم ، و ذكر البيهقی أنه جاء من طرق موصولا و من طرق مرسلا، و إن كانت طرق الاتصال صحيحة.

یہ مسلم کی شرط پر ہے، ابن حبان نے اس کو صحیح کہا ہے اور نووی نے شرطِ مسلم پر کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان کا چاند ایک عادل کی گواہی سے ثابت ہوجاتا ہے، بشرطیکہ آسمان پر بادل وغیرہ ہوں اور اگر بادل وغیرہ نہ ہوں تو جماعت کثیرہ کی گواہی ضروری ہے، جیسا کہ ابوداود اور ترمذی میں ابو ہریرہؓ سے حدیث مروی ہے کہ " الصوم يوم تصومون والفطر يوم تفطرون الخ" یعنی اصلِ حکم میں جماعت کثیرہ ضروری ہے۔

۲۴۶۸- ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں؟ اس نے عرض کیا: ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا: ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: اے بلال! لوگوں میں اعلان کردو کہ کل روزہ رکھیں (ابوداود)۔ ابوداود نے اس پر سکوت کیا ہے (لہٰذا ان کے ہاں یہ حدیث صحیح یا حسن ہے) اور مرقاۃ میں الفاظ میں کچھ کمی کے ساتھ ابوداود، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور دارمی کی طرف اس حدیث کو منسوب کیا گیا ہے اور حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے اور بیہقی میں ہے کہ یہ حدیث کئی طرق سے موصولاً اور کئی طرق سے مرسلاً مروی ہے اور طرقِ اتصال بھی صحیح ہیں۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس کا فسق ظاہر نہ ہو اس کی گواہی رمضان کے چاند میں معتبر ہوگی۔ باقی جن احادیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب دو گواہ چاند کی گواہی دیں تو روزہ رکھو اور عید الفطر مناؤ (احمد و نسائی) تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث

باب اشتراط شاهدين عدلين فى الفطر عند العلة

٢٤٦٩– عن: ربعى بن حراش عن رجل من أصحاب النبى ﷺ قال: اِخْتَلَفَ النَّاسُ فِيْ آخِرِ يَوْمٍ مِنْ رَمَضَانَ فَقَدِمَ اَعْرَابِيَّانِ فَشَهِدَا عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ بِاللهِ لَاَهَلَّا الْهِلَالَ اَمْسِ عَشِيَّةً فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَنْ يُفْطِرُوْا. رواه أحمد و أبو داود. و زاد فى رواية: و أَنْ يَّغْدُوْا إِلٰى مُصَلَّاهُمْ الحديث. سكت عنه أبو داود و المنذرى و رجاله رجال الصحيح، و جهالة الصحابى غير قادحة. نيل الأوطار (٧٢:١) و قد مر الحديثان القوليان فى الباب فى حاشية الباب السابق.

سے زیادہ سے زیادہ ایک کی گواہی کی عدم قبولیت مفہوم ہوتی ہے جب کہ مذکورہ بالا احادیث سے صوم رمضان کے لئے ایک گواہی کا قبول ہونا منطوق ہے اور منطوق مفہوم پر راجح ہوتی ہے لہٰذا حکم صوم رمضان، احمد و نسائی میں مذکور قول نبی ﷺ سے مذکورہ بالا احادیث باب کی وجہ سے مستثنیٰ اور مخصوص ہوگا اور حکم فطر اسی حدیث پر باقی رہے گا کہ بحالت غبار وغیرہ عید الفطر کے لئے دو کی گواہی ہی معتبر ہوگی۔

باب آسمان پر بادل وغیرہ کی صورت میں شوال کے چاند کے لئے دو عادلوں کی گواہی ضروری ہے

٢٤٦٩- ربعی بن حراش سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ لوگوں میں رمضان کے آخری دن کے سلسلہ میں اختلاف ہوگیا (یعنی کچھ لوگ تیس رمضان کہتے اور کچھ یکم شوال) اسی اثناء میں دو اعرابی (دیہاتی) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اللہ کا نام لے کر گواہی دی کہ انہوں نے کل شام چاند دیکھا ہے تو رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو روزہ کھول دینے کا حکم دیا۔ (احمد و ابوداود) اور ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کل سب لوگ عیدگاہ کو چلیں۔ اس حدیث پر ابوداؤد اور منذری نے سکوت کیا ہے اور اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں اور راوی کا معلوم نہ ہونا کوئی علت و خرابی نہیں (نیل)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شوال کے چاند کے لئے دو عادلوں کی گواہی ضروری ہے، اگرچہ اس میں عدالت کا ذکر نہیں لیکن عدم ذکر، عدم اشتراط کو مستلزم نہیں، جب کہ دیگر قولی احادیث میں جو نیل الاوطار میں ہیں، عدالت کا ذکر ہے اور اس فعلی حدیث میں ممکن ہے کہ حضور ﷺ کو ان کی عدالت پہلے سے معلوم ہو۔

باب أول وقت الصوم و آخره

٢٤٧٠– عن : سمرة بن جندب ﷺ قال : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : لَا يَغُرَّنَّكُمْ مِنْ سُحُوْرِكُمْ اَذَانُ بِلَالٍ وَ لَا بَيَاضُ الْاُفُقِ الْمُسْتَطِيْلِ هٰكَذَا حَتّٰى يَسْتَطِيْرَ هٰكَذَا ، وَ حَكَاهُ حَمَّادٌ بِيَدَيْهِ قَالَ : يَعْنِيْ مُعْتَرِضًا . رواه مسلم (١: ٣٥٠).

٢٤٧١– عن : ابن أبي أوفى ﷺ قال: كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِيْ سَفَرٍ ، فَقَالَ لِرَجُلٍ : اِنْزِلْ فَاجْدَحْ لِيْ قَالَ : يَا رَسُوْلَ اللهِ ! اَلشَّمْسُ قَالَ: اِنْزِلْ فَاجْدَحْ لِيْ .قَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ الشَّمْسُ قَالَ اِنْزِلْ فَاجْدَحْ لِيْ فَنَزَلَ فَجَدَحَ لَهٗ فَشَرِبَ ثُمَّ رَمٰى بِيَدِهٖ هٰهُنَا ثُمَّ : قَالَ اِذَا رَاَيْتُمُ اللَّيْلَ اَقْبَلَ مِنْ هٰهُنَا فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ . رواه البخاری (١: ٢٦٠).

٢٤٧٢– عن : عمر بن الخطاب ﷺ قال : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : اِذَا اَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هٰهُنَا وَ اَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هٰهُنَا ، وَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ . رواه البخاری (١: ٢٦٢).

باب روزے کا ابتدائی اور آخری وقت

۲۴۷۰-سمرہ بن جندبؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہیں بلالؓ کی اذان سحری سے دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ یہ افق میں اس طرح بلند ہونے والی سفیدی یہاں تک کہ وہ اس طرح پھیل جائے (مسلم)۔

فائدہ: یعنی صبح کاذب کے بعد صبح صادق تک سحری کا وقت رہتا ہے۔

۲۴۷۱-ابن ابی اوفیٰؓ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے تو (جب شام ہونے لگی) آپ ﷺ نے ایک آدمی سے فرمایا کہ سواری سے اتر کر میرے لئے ستو گھول دو، اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ابھی تو سورج کھڑا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اتر کر میرے لئے ستو گھول دو، اس نے دوبارہ عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ رہا سورج، آپ ﷺ نے فرمایا: اتر کر میرے لئے ستو گھول دو، وہ اترا اور آپ ﷺ کے لئے ستو گھول دیا، آپ ﷺ نے وہ پیا، پھر آپ نے اپنا ہاتھ یہاں مارا (یعنی ہاتھ کے اشارے سے سمجھایا) اور فرمایا کہ جب تم یہ دیکھ لو کہ رات اس طرف سے آگئی ہے (یعنی مشرق کی طرف سے) تو روزہ دار کو افطار کر لینا چاہئے (بخاری)۔

۲۴۷۲-عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب رات اِدھر سے آئے اور دن اُدھر سے چلا جائے

أبواب ما يوجب القضاء و الكفارة

باب عدم القضاء و الكفارة على من أكل أو شرب أو جامع فى رمضان ناسيا

٢٤٧٣- عن : محمد بن عبد الله الأنصارى عن محمد بن عمرو عن أبى سلمة عن أبى هريرة ﷺ أنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : مَنْ اَفْطَرَ فِي رَمَضَانَ نَاسِيًا فَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِ وَ لَا كَفَّارَةَ . رواه ابن حبان فى صحيحه ، و ابن خزيمة ،ورواه الحاكم فى المستدرك وقال صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه و رواه الدارقطنى ثم البيهقى ، قال البيهقى فى المعرفة : تفرد به الأنصارى عن محمد بن عمرو كلهم ثقات . (زيلعى ١: ٤٤٠و٤٤١) و قال الحافظ فى بلوغ المرام : وهو صحيح . (نيل ٤: ٩٠).

٢٤٧٤- عن : أبى هريرة ﷺ عن النبى ﷺ قال : اِذَا نَسِيَ فَاَكَلَ اَوْ شَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ فَاِنَّمَا اَطْعَمَهُ اللهُ وَ سَقَاهُ . رواه البخارى (١: ٢٥٩).

اور سورج ڈوب جائے تو روزہ دار کو افطار کر لینا چاہئے۔(بخاری)۔

ابواب کن چیزوں سے روزے کی قضاء اور کفارہ واجب ہے

باب جو بھول کر رمضان کے روزے میں کھالے یا پی لے یا جماع کرلے، اس پر قضاء، کفارہ نہیں

۲۴۷۳-ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو رمضان میں بھول کر کھا پی لے تو اس پر نہ قضاء ہے نہ کفارہ۔ اسے ابن حبان، ابن خزیمہ اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ حاکم نے کہا ہے کہ یہ مسلم کی شرط پر صحیح ہے، بیہقی نے معرفت میں کہا ہے کہ تمام راوی ثقہ ہیں اور حافظ نے بلوغ المرام میں اسے صحیح کہا ہے۔

۲۴۷۴-حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی (روزے کے دوران بھول کر) کھایا پی لے تو اسے اپنا روزہ پورا کرنا چاہئے، اس لئے کہ اللہ نے اسے کھلایا اور پلایا ہے۔(بخاری)

فائدہ: مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور جماع کو ان پر قیاس کیا جائے گا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اس طرح ہو جانے سے قضاء و کفارہ بھی واجب نہیں۔

باب أن الاحتلام و الحجامة غير مفطر

٢٤٧٥– حدثنا : محمد بن كثير أنا سفيان عن زيد بن اسلم عن رجل من أصحابه عن رجل من أصحاب النبى ﷺ قال : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : لَا يُفْطِرُ مَنْ قَاءَ ، وَ لَا مَنْ اِحْتَلَمَ ، وَلَا مَنْ اِحْتَجَمَ. رواه أبو داود (١ : ٣٣٠) و سكت عنه . و جعل صاحب التنقيح رفعه محفوظاً والدارقطني صوابًا كما في الزيلعي (١ : ٤٤٢).

٢٤٧٦– عن : أبي سعيد الخدرى ﷺ قال : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : ثَلَاثٌ لَا يُفْطِرْنَ الصَّائِمَ : اَلْحِجَامَةُ وَ الْقَيْئُ وَالْاِحْتِلَامُ . رواه الترمذى (١ : ٩٥).

٢٤٧٧– عن : ابن عباس رضى الله عنهما : اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اِحْتَجَمَ وَ هُوَ مُحْرِمٌ وَاحْتَجَمَ وَ هُوَ صَائِمٌ . أخرجه البخارى (١ : ٢٦٠)

٢٤٧٨– حدثنا : آدم بن أبي أياس ثنا شعبة قال : سمعت ثابت البنانى قالَ : سُئِلَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ : اَكُنْتُمْ تَكْرَهُوْنَ الْحِجَامَةَ لِلصَّائِمِ ؟ قَالَ : لَا ! ، اِلَّا مِنْ اَجْلِ الضَّعْفِ. و زاد شبابة : ثنا شعبة على عهد النبى ﷺ أخرجه البخارى (١ : ٢٦٠).

باب احتلام ہونے اور پچھنے لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

٢٤٧٥-ایک صحابیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کو قے آجائے یا احتلام ہوجائے یا پچھنے لگوائے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا (ابوداود)۔ ابوداود نے اس پر سکوت کیا ہے (لہٰذا یہ حدیث صحیح یا حسن ہے)۔

٢٤٧٦-ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا: پچھنے لگوانے، قے آنے اور احتلام ہونے سے (ترمذی)۔

__فائدہ__: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر قے ازخود آئے تو روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن یاد رکھیں کہ اگر قے جان بوجھ کر کی جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

٢٤٧٧-ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے احرام اور روزے کی حالت میں پچھنے لگوائے۔

٢٤٧٨-ثابت بنانی کہتے ہیں کہ انس بن مالکؓ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ روزہ دار کے لئے پچھنے لگوانے کو مکروہ سمجھتے تھے

٢٤٧٩– عن : عبد الرحمن بن عابس عن عبد الرحمن بن أبی لیلی عن رجل من أصحاب رسول الله ﷺ قال : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْحِجَامَةِ لِلصَّائِمِ وَ عَنِ الْمُوَاصَلَةِ وَ لَمْ يُحَرِّمْهُمَا اِبْقَاءً عَلٰى اَصْحَابِهِ . رواه عبد الرزاق و أبو داود و إسناده صحیح ، والجهالة بالصحابی لاتضر، و قوله : إبقاء علی أصحابه ، یتعلق بقوله : نهی . و قد رواه ابن أبی شیبة عن وکیع عن الثوری بإسناده هذا و لفظه : عَنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ قَالُوْا : إِنَّمَا نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْحِجَامَةِ لِلصَّائِمِ ، وَكَرِهَهَا لِلضَّعِيفِ اَیْ لِئَلَّا يَضْعَفَ . (فتح الباری ١٥٥:٤ و ١٥٦).

٢٤٨٠– عن : أبی سعید ﷺ: اَرْخَصَ النَّبِيُّ ﷺ فِي الْحِجَامَةِ لِلصَّائِمِ . أخرجه النسائی و ابن خزیمة و الدارقطنی ، و رجاله ثقات، ولکن اختلف فی رفعه ووقفه . (فتح الباری ١٥٥:٤).

(یعنی پسند نہیں کرتے تھے) آپؐ نے فرمایا: نہیں! البتہ کمزوری کے خیال سے (پچھنے نہیں لگواتے تھے) (بخاری)۔

فائدہ: یعنی اس لئے ناپسند کرتے تھے کہ کہیں روزہ دار کمزور ہوکر روزہ جیسے فرض سے ہی محروم نہ ہوجائے۔

۲۴۷۹- ایک صحابیؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے روزہ دار کو پچھنے لگوانے اور صوم وصال (یعنی یکے بعد دیگرے بغیر افطار کئے روزے رکھنے) سے صحابہ پر شفقت فرماتے ہوئے منع فرمایا، لیکن اسے ممنوع قرار نہیں دیا۔ اسے عبدالرزاق اور ابوداود نے روایت کیا ہے اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں: صحابہؓ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے روزہ دار کو پچھنے لگوانے سے اس لئے روکا کہ وہ کمزور نہ ہوجائے۔

۲۴۸۰- ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے روزہ دار کو پچھنے لگوانے کی اجازت دی۔ اسے نسائی، ابن خزیمہ اور دارقطنی نے روایت کیا ہے۔ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ پچھنے لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ وہ احادیث جن میں پچھنے لگوانے سے روزہ کے ٹوٹنے کا ذکر ہے وہ منسوخ ہیں، یا پچھنے نہ لگوانے کی احادیث اولویت پر محمول ہیں اور پچھنے لگوانے کی احادیث جواز پر محمول ہیں، نیز "لئلا یضعف" کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ پچھنے لگوانا کمزور لوگوں کے لئے ناپسندیدہ ہے، کیونکہ اس سے کمزوری آسکتی ہے، اور روزے کی عبادت متاثر ہوسکتی ہے۔

باب أنه لا بأس بالقبلة و المباشرة للصائم إذا أمن على نفسه الجماع و الإنزال

۲۴۸۴— عن : عائشة رضى الله عنها قالت : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُقَبِّلُ وَ يُبَاشِرُ وَ هُوَ صَائِمٌ وَ كَانَ اَمْلَكَكُمْ لِمَآرِبِهٖ . أخرجه البخارى (۱:۲۵۸)

۲۴۸۵— عن : أبى هريرة ﷺ : اَنَّ رَجُلًا سَاَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ فَرَخَّصَ لَهٗ ، وَ اَتَاهُ آخَرُ فَنَهَاهُ ، فَاِذَا الَّذِىْ رَخَّصَ لَهٗ شَيْخٌ ، وَ اِذَا الَّذِىْ نَهَاهُ شَابٌّ . رواه أبو داود و سكت عنه ، والمنذرى و الحافظ فى التلخيص و فى إسناده أبو العنبس الحارث بن عبيد سكتوا عنه و قال فى التقريب : مقبول . (نيل الأوطار ۴:۹۴). و فى فتح القدير (۲:۲۵۷) : رواه أبوداؤد بإسناد جيد.

یہ ہے کہ ابوداود فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے، لہٰذا یہ حدیث احادیث باب کی معارض نہیں بن سکتی یا یہ حدیثِ نہی احتیاط پر محمول ہے۔

باب اگر روزہ دار کو اپنے پر جماع اور انزال سے اطمینان ہو تو بوسہ لینے اور مباشرت کرنے میں کوئی حرج نہیں

۲۴۸۴-عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ روزے کی حالت میں بوسہ لیتے اور مباشرت کرتے تھے، اور آپ ﷺ اپنی خواہشات پر سب سے زیادہ قابو پانے والے تھے (بخاری)

<u>فائدہ</u>: مباشرت سے مراد ہمبستری کے علاوہ باقی افعال ہیں، انزال کی صورت میں قضاء ہے، کفارہ نہیں، کیونکہ یہ حکماً جماع ہے۔

۲۴۸۵-ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے روزہ دار کے لئے مباشرت کے بارے میں پوچھا تو آپ ﷺ نے اس کو اجازت دے دی اور آپ ﷺ کے پاس ایک دوسرا آدمی آیا، آپ ﷺ نے اس کو مباشرت سے روک دیا، جس کو آپ ﷺ نے اجازت دی تھی وہ بوڑھا تھا اور جس کو آپ ﷺ نے روکا تھا وہ نوجوان تھا۔ (ابوداود) ابوداود اور منذری نے اس پر سکوت کیا ہے، لہٰذا یہ حدیث صحیح یا حسن ہے۔

<u>فائدہ</u>: کیونکہ بوڑھے کے بارے میں جماع سے اطمینان تھا، اس لئے اسے اجازت دیدی، اور نوجوان کے بارے میں خطرہ تھا کہ شاید وہ جذبات پر قابو نہ رکھ سکے، اس لئے اسے اجازت نہیں دی۔

باب عدم وجوب قضاء الصوم عند ذرع القئ و وجوبه عند الاستقاء

۲۴۸۶— عن : أبي هريرة ﷺ : اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : مَنْ ذَرَعَهُ الْقَیْءُ فَلَیْسَ عَلَیْهِ قَضَاءٌ ، وَ مَنِ اسْتَقَاءَ عَمَدًا فَلْیَقْضِ . رواه الترمذی (۱:۹۵). و قال : حسن غریب . و فی الزیلعی (۱:۴۴۲) و رواه ابن حبان فی صحیحه ، و الحاکم فی المستدرک و قال : صحیح علی شرط الشیخین ، ولم یخرجاه ، و رواه الدارقطنی فی سننه و قال : رواته کله ثقات .

باب وجوب الكفارة والقضاء إذا أفطر فی رمضان بعد الصيام بغير عذر

۲۴۸۷— عن : أبي هريرة ﷺ قال : بَیْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ النَّبِیِّ ﷺ اِذْ جَائَهُ رَجلٌ فَقَالَ : یَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ ! هَلَکْتُ ! قَالَ : مَا لَکَ ؟ : قَالَ : وَقَعْتُ عَلٰی اِمْرَاَتِیْ وَ اَنَا صَائِمٌ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : هَلْ تَجِدُ رَقَبَةً تُعْتِقُهَا ؟ قَالَ : لَا ! قَالَ : فَهَلْ تَسْتَطِیْعُ اَنْ تَصُوْمَ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ ؟ قَالَ : لا ! قَالَ : فَهَلْ تَجِدُ اِطْعَامَ سِتِّیْنَ مِسْکِیْنًا ؟ قَالَ : لَا ! قَالَ : فَمَکَثَ

باب قے آنے پر روزے کی قضا واجب نہیں اور قے لانے پر قضا واجب ہے

۲۴۸۶- حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جسے قے آئے اس پر قضاء واجب نہیں اور جو جان بوجھ کر خود قے کرے وہ روزہ قضا کرے (ترمذی)۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور اسے ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے، حاکم فرماتے ہیں کہ یہ شیخین کی شرط پر صحیح ہے اور دارقطنی نے اسے روایت کر کے کہا ہے کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اہل علم کے ہاں عمل ابو ہریرہؓ کی حدیث پر ہی ہے، باقی ابوالدرداءؓ وغیرہ کی وہ حدیث جس میں ہے کہ آپ ﷺ کو قے آئی، پس آپ ﷺ نے روزہ توڑ دیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ "قاء" بمعنی "استقاء" یعنی خود قے لانا ہے اور احناف کا بھی یہی مذہب ہے اور کنز العمال میں عبدالرزاق کے واسطے سے استقاء کے الفاظ مذکور ہیں۔

باب بغیر عذر کے رمضان کا روزہ توڑنے میں قضاء اور کفارہ واجب ہے

۲۴۸۷- ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں تو ہلاک ہو گیا، آپ نے فرمایا: کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ میں نے روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا

النَّبِیُّ ﷺ فَبَیْنَا نَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ ، اُتِیَ النَّبِیُّ ﷺ بِعَرَقٍ فِیْہَا تَمْرٌ وَ الْعَرَقُ الْمِکْتَلُ- قَالَ : اَیْنَ السَّائِلُ ؟ فَقَالَ : اَنَا ، قَالَ : خُذْ ھٰذَا فَتَصَدَّقْ بِہٖ ، فَقَالَ الرَّجُلُ : اَ عَلٰی اَفْقَرَ مِنِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَوَاللّٰہِ مَا بَیْنَ لَا بَتَیْہَا -یُرِیْدُ الْحَرَّتَیْنِ- اَھْلُ بَیْتٍ اَفْقَرُ مِنْ اَھْلِ بَیْتِیْ ، فَضَحِکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ حَتّٰی بَدَتْ اَنْیَابُہٗ ، ثُمَّ قَالَ : اَطْعِمْہُ اَھْلَکَ . رواہ البخاری (۱:۲۵۹و ۲۶۰) و فی روایۃ أبی داود : کُلْہُ أَنْتَ وَ أَھْلُ بَیْتِکَ وَ صُمْ یَوْمًا وَ اسْتَغْفِرِ اللّٰہَ . و سکت أبو داود عنہ (۹:۳۳۲) . و فی موطأ مالک (۹۱) مرسلا : کلہ و صم یوما .

۲۴۸۸– عن : عائشۃ رضی اللہ عنہا : اَنَّہٗ عَلیہ السلام سَاَلَ الرَّجُلَ فَقَالَ : اَفْطَرْتُ فِیْ رَمَضَانَ فَاَمَرَہٗ بِالتَّصَدُّقِ بِالْعَرَقِ . رواہ النسائی فی سننہ الکبری بسند صحیح . (الجوھر النقی ۱:۳۰۵).

۲۴۸۹– حدثنا : علی بن عبد اللہ بن مبشر ثنا أحمد بن سنان ثنا یزید بن ھارون ثنا أبو معشر عن محمد بن کعب القرظی عن أبی ہریرۃ ﷺ : اَنَّ رَجُلًا اَکَلَ

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارے پاس کوئی غلام ہے جسے آزاد کرو؟ اس نے عرض کیا: نہیں! آپ ﷺ نے پھر دریافت فرمایا کہ کیا دو ماہ کے لگاتار روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے عرض کیا: نہیں! آپ ﷺ نے پھر پوچھا: کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں! راوی کہتے ہیں: پھر حضور ﷺ تھوڑی دیر کے لئے ٹھہر گئے، ہم بھی اسی حالت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک بڑا ٹوکرا لایا گیا جس میں کھجوریں تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا: سائل کہاں ہے؟ اس نے کہا میں حاضر ہوں! آپ ﷺ نے فرمایا: اسے لو اور صدقہ کر دو، اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میں اپنے سے زیادہ محتاج پر صدقہ کروں؟ اللہ کی قسم! ان دونوں پتھریلے میدانوں کے درمیان کوئی بھی گھر میرے گھر سے زیادہ محتاج نہیں، اس پر نبی کریم ﷺ اس طرح ہنسے کہ آپ ﷺ کی کچلیاں ظاہر ہو گئیں، پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے گھر والوں ہی کو کھلا دو (بخاری)۔ ابوداود کی روایت میں ہے: تو اور تیرے گھر والے کھائیں اور ایک دن کا روزہ رکھ اور استغفار کر۔ (ابوداود) ابوداود نے اس پر سکوت کیا ہے لہذا یہ حجت کے قابل ہے اور موطا مالک میں مرسلا مروی ہے کہ اسے کھالے اور ایک دن کا روزہ رکھ۔

۲۴۸۸- حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک آدمی سے پوچھا: اس نے کہا میں نے رمضان کا روزہ توڑا، تو آپ ﷺ نے اسے ایک بڑا ٹوکرا (کھجوروں کا) صدقہ کرنے کو کہا۔ اسے نسائی نے سنن کبریٰ میں صحیح سند سے روایت کیا ہے۔

فِیْ رَمَضَانَ فَاَمَرَهُ النَّبِیُّ ﷺ اَنْ یُعْتِقَ رَقَبَةً اَوْ یَصُوْمَ شَهْرَیْنِ اَوْ یُطْعِمَ سِتِّیْنَ مِسْکِیْنًا. رواه الدارقطنی (۱:۲۴۳) فی سننه .

۲۴۹۰– عن : مجاهد عن أبی هریرة رضی الله عنه : اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ اَمَرَ الَّذِیْ اَفْطَرَ یَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ بِکَفَّارَةِ الظِّهَارِ . أخرجه الدارقطنی فی سننه و قال : المحفوظ عن هشیم عن إسماعیل عن مجاهد عن النبی ﷺ مرسلا . (زیلعی ۱:۴۴۳)

۲۴۹۱– حدثنا : عثمان بن أحمد الدقاق نا عبید بن محمد بن خلف ثنا أبو ثور ثنا معلی بن منصور ثنا سفیان بن عیینة عن الزهری أخبره حمید بن عبد الرحمن أنه سمع أبا هریرة رضی الله عنه یقول : اَتٰی رَجُلٌ النَّبِیَّ ﷺ ، فَقَالَ : هَلَکْتُ وَ اَهْلَکْتُ ، قَالَ : مَا اَهْلَکَكَ ؟ قَالَ : وَقَعْتُ عَلٰی اَهْلِیْ فِیْ رَمَضَانَ ، قَالَ : تَجِدُ رَقَبَةً تُعْتِقُهَا ؟ قَالَ : لَا ، قَالَ : فَصُمْ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ ، قَالَ : لَا اَسْتَطِیْعُ ، قَالَ : فَاَطْعِمْ سِتِّیْنَ مِسْکِیْنًا ، قَالَ : لَا اَقْدِرُ عَلَیْهِ . قَالَ : فَاُتِیَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ بِعَرَقٍ فِیْهِ تَمْرٌ ، فَقَالَ : تَصَدَّقْ بِهٰذَا ! قَالَ : اَ عَلٰی اَحْوَجَ مِنَّا ؟ قَالَ فَاَطْعِمْهُ عِیَالَكَ . رواه الدارقطنی (۱:۲۵۱) فی سننه ، و قال : تفرد به أبو ثور عن معلی بن منصور عن ابن عیینة بقوله : و أهلکت . و کلهم ثقات . و فی الزیلعی (۱:۴۴۴) : و أخرجه البیهقی فی سننه عن جماعة عن الأوزاعی عن الزهری به و فیه : هلکت و أهلکت.

۲۴۸۹–حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے رمضان میں (روزے کے دوران) کھالیا تو حضور ﷺ نے اسے غلام آزاد کرنے، یا دو مہینوں کے روزے رکھنے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کا حکم دیا۔ (دارقطنی)

۲۴۹۰–ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے رمضان کا روزہ توڑنے والے کو کفارۂ ظہار کا حکم دیا۔ (دارقطنی)۔

۲۴۹۱–حمید بن عبدالرحمٰن نے ابوہریرہؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہو کر کہنے لگا کہ میں ہلاک ہوگیا اور میں نے ہلاک کر دیا! آپ ﷺ نے فرمایا: کس چیز نے تجھے ہلاک کیا؟ اس نے عرض کیا کہ میں رمضان میں (روزے کی حالت میں) اپنی بیوی سے جماع کر بیٹھا، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تیرے پاس کوئی غلام ہے جسے تو آزاد کرے؟ اس نے کہا: نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا دو مہینے لگاتار روزے رکھ، اس نے کہا میرے اندر طاقت نہیں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ساٹھ

باب الفطر مما دخل لا مما خرج إلا ما استثنى بدليل

۲۴۹۲— حدثنا : أحمد بن منيع حدثنا مروان بن معاوية عن رزين البكرى قال : حدثتنا مولاة لنا يقال لها : سلمى من بكر بن وائل أنها سمعت عائشة رضى الله عنها تَقُولُ : دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَقَالَ : يَا عَائِشَةُ ! هَلْ مِنْ كِسْرَةٍ ؟ فَأَتَيْتُهُ بِقُرْصٍ فَوَضَعَهُ عَلَى فِيْهِ فَقَالَ : يَا عَائِشَةُ ! هَلْ دَخَلَ بَطْنِيْ مِنْهُ شَيْءٌ ؟ كَذٰلِكَ قُبْلَةُ الصَّائِمِ ، اِنَّمَا الْاِفْطَارُ مِمَّا دَخَلَ وَلَيْسَ مِمَّا خَرَجَ . رواه أبو يعلى الموصلى فى مسنده . زيلعى (۱:۴۴۴).

۲۴۹۳— قال : ابن عباس رضى الله عنهما و عكرمة : اَلصَّوْمُ مِمَّا دَخَلَ وَلَيْسَ مِمَّا خَرَجَ . رواه البخارى (۱:۱۶۸).

مسکینوں کو کھانا کھلا، اس نے کہا: مجھ میں قدرت نہیں، پھر آپ ﷺ کے پاس کھجوروں کا بڑا ٹوکرا لایا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: اسے صدقہ کر، اس نے کہا: کیا میں اپنے سے زیادہ محتاج پر صدقہ کروں؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اپنے گھر والوں کو کھلا۔ (دارقطنی) اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رمضان کے روزے کو جان بوجھ کر توڑنے سے قضاء اور کفارہ لازم ہے، کفارہ میں غلام آزاد کرے یا پھر ساٹھ روزے رکھے یا پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ لیکن یاد رکھیں اپنے اہل وعیال پر صدقہ کرنا جائز نہیں اور اس حدیث میں جو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے کی اجازت دی گئی ہے، یہ صرف اسی کی خصوصیت ہے، نیز اس حدیث میں رقبہ کا لفظ مطلق بولنا اس بات کی دلیل ہے کہ غلام کا مسلمان ہونا ضروری نہیں اور یہی احناف کا مسلک ہے۔

باب روزہ اس چیز سے ٹوٹتا ہے جو اندر جائے نہ کہ نکلنے والی چیز سے مگر بعض صورتیں دوسری دلیل کی وجہ سے مستثنیٰ ہیں

۲۴۹۲- سلمیٰ نے حضرت عائشہؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضور ﷺ میرے پاس آئے اور فرمایا: اے عائشہ! کیا تیرے پاس روٹی کا ٹکڑا ہے؟ میں آپ ﷺ کے پاس ایک ٹکڑا لائی، آپ ﷺ نے اس کو اپنے منہ پر رکھا، پھر فرمایا: اے عائشہ! کیا اس سے کوئی چیز میرے پیٹ میں داخل ہوئی؟ اسی طرح روزہ دار کا بوسہ لینا ہے، روزہ تو داخل ہونے والی چیز سے ٹوٹتا ہے، خارج ہونے والی چیز سے نہیں ٹوٹتا۔ اسے ابو یعلی موصلی نے مسند میں روایت کیا ہے۔

۲۴۹۴– أخبرنا : الثوری عن وائل بن داود عن أبی هریرة ﷺ عن عبد الله بن مسعود ﷺ قَال : اِنَّمَا الْوُضُوْءُ مِمَّا خَرَجَ وَ لَيْسَ مِمَّا دَخَلَ ، وَ الْفِطْرُ فِی الصَّوْمِ مِمَّا دَخَلَ وَ لَيْسَ مِمَّا خَرَجَ . رواه عبد الرزاق فی مصنفه (زیلعی ۲:۴۴۵)

باب عدم کراهة السواك فی الصوم

۲۴۹۵– عن : ربیعة قال : رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ مَا لَا اُحْصِیْ یَتَسَوَّكُ وَ هُوَ صَائِمٌ . رواه الترمذی (۱:۹۶) و حسنه .

۲۴۹۶– حدثنا : عثمان بن محمد بن أبی شیبة ثنا أبو إسماعیل المؤدب عن مجالد عن الشعبی عن مسروق عن عائشة رضی الله عنها قالت : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : مِنْ خَیْرِ خِصَالِ الصَّائِمِ اَلسِّوَاكُ . رواه ابن ماجة (ص– ۱۲۲) و أورده الحافظ السیوطی فی الجامع الصغیر (۲:۱۸) بروایة البیهقی فی السنن بلفظ : خَیْرُ خِصَالِ الصَّائِمِ السِّوَاكُ . ثم حسنه برمزه .

فائدہ: اس حدیث کے تمام راوی سوائے سلمٰی کے ثقہ ہیں، لیکن سلمٰی بھی ابن حبان کے قاعدہ پر ثقہ ہے۔

۲۴۹۳–ابن عباسؓ اور عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ روزہ تو داخل ہونے والی چیز سے ٹوٹتا ہے نہ کہ خارج ہونے والی چیز سے (بخاری)۔

۲۴۹۴–عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ وضو نکلنے والی چیز سے ٹوٹ جاتا ہے، اندر جانے والی چیز سے نہیں اور روزہ اندر جانے والی چیز سے ٹوٹ جاتا ہے باہر نکلنے والی چیز سے نہیں۔ اسے عبدالرزاق نے مصنف میں روایت کیا ہے۔

باب روزے میں مسواک کرنا مکروہ نہیں

۲۴۹۵–ربیعہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو بے شمار مرتبہ روزے کی حالت میں مسواک کرتے ہوئے دیکھا۔ (ترمذی) ترمذی نے اس کی تحسین کی ہے۔

۲۴۹۶–عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ روزہ دار کی بہترین عادات میں سے مسواک کرنا ہے۔ (ابن ماجہ) اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ روزہ دار کی بہترین عادت مسواک کرنا ہے۔ سیوطی نے اشارۃً اس کو حسن کہا ہے۔

۲۴۹۷– عن : عبد الرحمن بن غنم قال : سَأَلْتُ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ أَ أَتَسَوَّكُ وَ أَنَا صَائِمٌ ؟ قَالَ : نَعَمْ !قُلْتُ أَيَّ النَّهارِ ؟ قَالَ : غدوَةً أَوْ عَشِيَّةً . قُلْتُ : إِنَّ النَّاسَ يَكْرَهُوْنَهُ عَشِيَّةً وَ يَقُوْلُوْنَ : إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ : لَخَلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللهِ مِنْ رِيحِ الْمِسْكِ . قَالَ : سُبْحَانَ اللهِ ! لَقَدْ أَمَرَهُمْ بِالسِّوَاكِ وَ مَا كَانَ بِالَّذِيْ يَأْمُرُهُمْ أَنْ يَنْتُنُوْا بِأَفْوَاهِهِمْ عَمَدًا مَا فِيْ ذٰلِكَ مِنَ الْخَيْرِ شَيْءٌ بَلْ فِيْهِ شَرٌّ . رواه الطبرانی بإسناد جيد (التلخيص الحبير ۱:۱۹۳و۱۹٤).

باب جواز إفطار الصوم فی السفر و كون صومه أفضل

۲۴۹۸– عن : حمزة الأسلمی ؓ قَالَ : قُلْتُ : يَا رَسُوْلَ اللهِ ! إِنِّيْ صَاحِبُ ظَهْرٍ أُعَالِجُهُ أُسَافِرُ عَلَيْهِ وَ أُكْرِيْهِ وَ إِنَّهُ رُبَّمَا صَادَفَنِيْ هٰذَا الشَّهْرُ يَعْنِيْ رَمَضَانَ وَ أَنَا أَجِدُ الْقُوَّةَ وَ أَنَا شَابٌّ فَأَجِدُ بِأَنْ أَصُوْمَ يَا رَسُوْلَ اللهِ ! أَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ أَنْ أُؤَخِّرَهُ فَيَكُوْنَ دَيْنًا ، أَ فَأَصُوْمُ

۲۴۹۷–عبدالرحمٰن بن غنم فرماتے ہیں کہ میں نے معاذ بن جبل سے پوچھا کہ کیا میں روزے کی حالت میں مسواک کروں؟ انہوں نے فرمایا: ہاں! میں نے کہا: دن کے کس حصے میں؟ انہوں نے فرمایا: صبح یا شام میں، میں نے عرض کیا کہ لوگ شام کو مسواک کرنے کو مکروہ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے ہاں مشک کی بو سے زیادہ اچھی ہے، معاذ بن جبلؓ نے فرمایا: سبحان اللہ! حضور ﷺ نے ان کو مسواک کا حکم دیا ہے، اور حضور ﷺ ان کو اس بات کا حکم نہیں دے سکتے کہ وہ جان بوجھ کر اپنے منہ کی اس بدبو کو زائل کریں کہ جس میں کچھ خیر ہو، بلکہ اس میں شر ہے (طبرانی، بحوالہ التلخیص الحبیر)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مسواک روزے کے دوران ہر وقت ہوسکتا ہے، اور یہی احناف کا مسلک ہے، باقی "لخلوف فم الصائم الحدیث" کا جواب یہ ہے کہ وہ بو معدہ کے خالی ہونے سے پیدا ہوتی ہے اور مسواک کرنے سے بھی معدہ خالی ہی رہتا ہے، لہٰذا مسواک سے اس بو پر کوئی اثر واقع نہیں ہوتا۔

باب سفر میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے اور روزہ رکھنا افضل ہے

۲۴۹۸–حمزہ اسلمی فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں جانوروں والا ہوں، میں ان کو لے جاتا ہوں، ان پر سفر کرتا ہوں اور میں کرایہ دیتا ہوں، کبھی دوران سفر رمضان آجاتا ہے، میں طاقت ور جوان ہوں، میں چاہتا ہوں کہ روزہ رکھ لیا کروں

يَا رَسُوْلَ اللهِ ! اَعْظَمُ لِاَجْرِيْ اَوْ أُفْطِرُ ؟ قَالَ : اَيَّ ذٰلِكَ شِئْتَ يَا حَمْزَةُ !. رواه أبو داود (٣٣٣:١) . و قال صاحب التلخيص (١٩٥:١) لهذه الرواية : صحيحة ثم قال : و صححها الحاكم .

٢٤٩٩– عن : قزعة قال : أَتَيْتُ اَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ وَ هُوَ مَكْثُوْرٌ عَلَيْهِ فَلَمَّا تفرق النَّاسُ عَنْهُ قُلْتُ : اِنِّيْ لَا اَسْأَلُكَ عَمَّا يَسْئَلُكَ هٰؤُلَاءِ عَنْهُ ، سَأَلْتُهُ عَنِ الصَّوْمِ فِي السَّفَرِ : فَقَالَ : سَافَرْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ اِلٰى مَكَّةَ وَ نَحْنُ صِيَامٌ قَالَ : فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِنَّكُمْ قَدْ دَنَوْتُمْ مِنْ عَدُوِّكُمْ وَ الْفِطْرُ اَقْوٰى لَكُمْ فَكَانَتْ رُخْصَةً فَمِنَّا مَنْ صَامَ وَ مِنَّا مَنْ اَفْطَرَ ، ثُمَّ نَزَلْنَا مَنْزِلًا آخَرَ فَقَالَ : اِنَّكُمْ مُصَبِّحُوْا عَدُوِّكُمْ وَ الْفِطْرُ اَقْوٰى لَكُمْ ، فَاَفْطِرُوْا وَ كَانَتْ عَزْمَةً ، فَاَفْطَرْنَا ، ثُمَّ قَالَ : لَقَدْ رَاَيْتُنَا نَصُوْمُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي السَّفَرِ . رواه مسلم (٣٥٧:١).

کیونکہ مجھے اس کے مؤخر کرنے سے اس کا رکھنا آسان لگتا ہے، اس لئے کہ وہ قرض کی طرح ذہن پر سوار رہتا ہے، تو اے اللہ کے رسول! کیا میں روزہ رکھ لیا کروں؟ اس میں زیادہ ثواب ہے یا نہ رکھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اے حمزہ! جیسے تیرا جی چاہے (ابوداود)۔ صاحب تلخیص فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے (اور حاکم نے بھی اسے صحیح کہا ہے)

<u>فائدہ</u>: اس حدیث میں "جو تیرا جی چاہے کر" کے الفاظ سے اس بات پر دلیل پکڑنا کہ روزہ رکھنا اور نہ رکھنا ثواب میں برابر ہیں، غلط ہے، کیونکہ "تخییر بین الشیئین" برابری کو مستلزم نہیں، باقی روزہ رکھنا افضل ہے، جیسا کہ ﴿و ان تصوموا خير لكم﴾ سے واضح ہے اور اس کے خلاف کوئی دلیل نہیں۔

٢٤٩٩–قزعہ فرماتے ہیں کہ میں ابوسعید خدریؓ کے پاس آیا، ان پر لوگوں کا ہجوم تھا، پھر جب بھیڑ ختم ہوئی تو میں نے کہا کہ میں آپ سے وہ نہیں پوچھتا جو یہ لوگ پوچھتے ہیں، میں نے ان سے سفر میں روزہ کے بارے میں پوچھا، انہوں نے فرمایا: ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ کو روزے کی حالت میں سفر کیا، ہم ایک منزل پر اترے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اب دشمن سے قریب ہو گئے ہو اور روزہ نہ رکھنا تمہارے لئے زیادہ طاقت کا سبب ہے، تو پس روزہ نہ رکھنے کی رخصت تھی، تو ہم میں سے بعض روزہ دار تھے اور بعض بے روزہ دار، پھر ہم دوسری منزل پر اترے تو آپ ﷺ نے فرمایا: صبح کو تم اپنے دشمن سے ملنے والے ہو اور روزہ نہ رکھنا تمہاری قوت بڑھادے گا، اس لئے تم سب روزہ نہ رکھو، اور یہ قطعی حکم تھا، پھر ہم سب لوگوں نے روزہ نہ رکھا، پھر ابوسعیدؓ نے فرمایا

۲۵۰۰– عن : أبی سعید الخدری ﷺ قال : كُنَّا نَغْزُوْ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِیْ رَمَضَانَ فَمِنَّا الصَّائِمُ وَ مِنَّا الْمُفطِرُ ، فَلَا یَجِدُ الصَّائِمُ عَلَی الْمُفْطِرِ وَ لَا الْمُفطِرُ عَلَی الصَّائِمِ یَرَوْنَ اَنَّ مَنْ وَجَدَ قُوَّةً فَصَامَ فَاِنَّ ذٰلِكَ حَسَنٌ وَ یَرَوْنَ اَنَّ مَنْ وَجَدَ ضَعْفًا فَاَفْطَرَ فَاِنَّ ذٰلِكَ حَسَنٌ . رواه مسلم (۱:۳۵٦)

۲۵۰۱– عن : أنس ﷺ (مرفوعا) مَنْ اَفْطَرَ فَرُخْصَةٌ وَ مَنْ صَامَ فَالصَّوْمُ اَفْضَلُ، یَعْنِیْ فِی السَّفَرِ. رواه الضیاء المقدسی (كنز العمال ٤:۳۰٦) و سنده صحیح علی قاعدة السیوطی المذكورة فی خطبة كنز العمال .

باب جواز قضاء صیام رمضان متفرقا و أفضلیته متتابعا

۲۵۰۲– حدثنا : أبو عبید القاسم بن إسماعیل المحاملی ثنا علی بن المثنی ثنا

کہ پھر اس واقعہ کے بعد میں نے اپنے لشکر کو دیکھا کہ ہم سفر میں حضور ﷺ کے ساتھ روزہ رکھتے تھے (مسلم)۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں روزہ رکھنا بغیر کراہت کے جائز ہے اور آخری حدیث میں " لَقَدْ رَاَیْتُنَا ......الخ " سے روزہ رکھنے کی افضلیت معلوم ہوتی ہے اس لئے "لیس من البر الصیام فی السفر " کی حدیث اور اس قسم کی ہر حدیث اس شخص پر محمول ہوگی جسے سفر میں روزہ رکھنے سے نقصان ہو، جیسا کہ اس حدیث کا سیاق وسباق بتا رہا ہے، الغرض سفر میں روزہ رکھنا افضل ہے، بشرطیکہ کوئی عارضہ پیش نہ آئے۔

۲۵۰۰-ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رمضان میں جہاد کر رہے تھے، تو ہم میں بعض روزہ دار تھے اور بعض بے روزہ دار تھے، تو روزہ دار، روزہ نہ رکھنے والے پر کوئی عیب نہ لگاتا اور روزہ نہ رکھنے والا روزہ دار پر کوئی عیب نہ لگاتا، وہ جانتے تھے کہ جس میں قوت ہو وہ روزہ رکھے، یہ بھی خوب ہے اور جس میں ضعف ہو وہ روزہ نہ رکھے، یہ بھی خوب ہے۔ (مسلم)۔

۲۵۰۱-حضرت انسؓ سے ایک مرفوع حدیث مروی ہے کہ جو سفر میں روزہ نہ رکھے تو یہ رخصت ہے اور جو روزہ رکھے تو روزہ رکھنا افضل ہے۔ (کنز العمال) اس کی سند سیوطی کے قاعدہ کے مطابق صحیح ہے۔

فائدہ: ابتدائی احادیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کا اختیار ہے اور آخری حدیث سے معلوم ہوا کہ سفر میں روزہ رکھنا افضل ہے اور روزہ نہ رکھنا رخصت اور جائز ہے اور یہی احناف کا مسلک ہے، البتہ جہاد وغیرہ ضروریات کے لئے روزہ نہ رکھنا اولیٰ معلوم ہوتا ہے تا کہ جہاد کے اعمال میں کمی نہ آئے۔

حبان بن هلال ثنا عبد الرحمن بن إبراهيم القاص –وهو ثقة– ثنا العلاء بن عبد الرحمن عن أبيه عن أبي هريرة ﷺ : اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : لَا صَوْمَ بَعْدَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ حَتّٰى رَمَضَانَ ، وَ مَنْ كَانَ عَلَيْهِ صَوْمٌ مِنْ رَمَضَانَ فَلْيَسْرُدْهُ وَ لَا يَقْطَعْهُ . رواه الدارقطنى (۱:۲۴۳) فى سننه و قال ابن القطان : الحديث حسن كما فى التلخيص الحبير (۱:۱۹۵).

۲۵۰۳– عن : ابن عمر رضى الله عنهما : اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : فِيْ قَضَاءِ رَمَضَانَ : اِنْ شَاءَ فَرَّقَ وَ اِنْ شَاءَ تَابَعَ . لم يسنده غير سفيان بن بشر رواه الدارقطنى (۱:۲۴۴) . و صححه ابن الجوزى كما فى النيل (۴:۱۱۵).

۲۵۰۴– عن : محمد بن المنكدر قال : بَلَغَنِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ سُئِلَ عَنْ تَقْطِيْعِ قَضَاءِ صِيَامِ شَهْرِ رَمَضَانَ فَقَالَ : ذٰلِكَ اِلَيْكَ، اَرَاَيْتَ لَوْ كَانَ عَلٰى اَحَدِكُمْ دَيْنٌ فَقَضٰى

باب رمضان کے روزوں کی قضاء متفرق طور پر کرنا بھی جائز ہے اور لگاتار قضاء کرنا افضل ہے

۲۵۰۲-ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: نصف شعبان کے بعد رمضان تک روزہ نہ رکھو، اور جس کے ذمہ رمضان کے روزوں کی قضاء ہے اسے چاہئے کہ لگاتار قضاء کرے اور توڑ توڑ کر قضاء نہ کرے (دارقطنی)۔ ابن قطان فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔ تلخیص الحبیر میں اسی طرح ہے۔

فائدہ: نصف شعبان کے بعد روزہ نہ رکھنے کا اس لئے کہا گیا تا کہ رمضان کے لئے صحیح تیاری ہو سکے، یہ نہ ہو کہ شعبان کے روزوں کی وجہ سے کمزوری ہو جائے اور یہ کمزوری رمضان کے روزوں پر اثر انداز ہو، چونکہ اگلی احادیث میں متفرق طور پر قضاء روزے رکھنے کی اجازت مروی ہے، اس لئے اس حدیث میں لگاتار قضاء کرنے کا حکم استحباب پر محمول ہوگا تا کہ دونوں قسم کی احادیث میں تعارض نہ ہو جائے۔

۲۵۰۳-ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے رمضان کے روزوں کی قضاء کے بارے میں فرمایا: اگر تو چاہے تو متفرق طور پر رکھ لے اور اگر چاہے تو لگاتار رکھ لے۔ (دارقطنی) ابن جوزی نے اسے صحیح کہا ہے (نیل)

فائدہ: یعنی اگر کسی کے ذمے مثلاً چار روزے ہیں تو چاروں لگاتار رکھے اور اگر چاہے تو ایک دو رکھ کر پھر چھوڑ دے اور پھر ایک دو رکھ لے۔

۲۵۰۴-محمد بن المنکدرؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے رمضان المبارک کے روزوں کی قضاء

اَلدِّرْهَمَ وَ الدِّرْهَمَيْنِ أَ لَمْ يَكُنْ قَضَاءً؟ فَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ يَعْفُوَ وَ يَغْفِرَ . رواه الدارقطنی (۲٤٤:۱) و قال: إسناد حسن إلا أنه مرسل .

باب جواز إفطار الصوم للحامل و المرضع إذا خافتا على أنفسهما أو ولدهما

۲۵۰۵— عن : أنس بن مالك الكعبی ﷺ : أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ الصَّوْمَ وَشَطْرَ الصَّلَاةِ ، وَ عَنِ الْحُبْلٰى وَ الْمُرْضِعِ الصَّوْمَ . رواه الخمسة . و فی لفظ بعضهم : و عن الحامل و المرضع . و حسنه الترمذی . (نيل الأوطار ١١٣:٤) .

متفرق طور پر کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا تجھے اختیار ہے، دیکھ اگر کسی پر قرض ہو اور وہ ایک ایک، دو دو درہم کر کے ادا کرے تو کیا قرضہ ادا نہیں ہوگا؟ (اور) اللہ تعالیٰ تو زیادہ لائق ہے کہ وہ معاف کریں اور بخش دیں۔ (دار قطنی) اس کی سند حسن ہے مگر یہ مرسل ہے (اور ارسال ہمارے یہاں مضر نہیں)۔

فائدہ: الغرض پہلی حدیث میں لگا تار قضاء روزے رکھنے کا حکم ہے اور متفرق طور پر رکھنے سے روکا گیا ہے اور آخری دو احادیث میں روزہ دار کو لگا تار رکھنے اور جدا جدا رکھنے میں اختیار دیا گیا ہے، تو ان میں تطبیق یوں ہوگی کہ دونوں طریقے سے قضا کرنا جائز ہے، البتہ پہلی حدیث کا حکم استحباب پر محمول ہے، یعنی لگا تار قضاء کرنا افضل اور اولیٰ ہے۔

باب حمل والی اور دودھ پلانے والی عورتوں کو اپنی جان یا اپنے بچے کی جان کا خطرہ ہو تو روزہ نہ رکھنا جائز ہے

۲۵۰۵—انس بن مالک کعبیؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مسافر سے روزہ اور آدھی نماز معاف کر دی اور حاملہ اور دودھ پلانے والی سے روزہ معاف فرما دیا۔ اسے ائمہ خمسہ نے روایت کیا ہے۔

فائدہ: حاملہ اور مرضعہ (دودھ پلانے والی عورت) کے لئے روزہ نہ رکھنا اس شرط پر جائز ہے کہ انہیں اپنی جان یا اپنے بچے کی جان کا خطرہ ہو اور یہ خوف کی قید اجماع سے ثابت ہے (الجوہر النقی)۔ اگر کوئی یوں کہے کہ "وضع" کے لفظ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ قضاء نہیں ہونی چاہئے تو اس کا یہ جواب دیا جائے گا کہ مسافر کے روزوں کی قضاء "فعدة من ايام أُخر" قطعی دلیل سے ثابت ہے اور حدیث مبارکہ میں حاملہ اور مرضعہ کا مسافر پر عطف کیا گیا ہے، لہٰذا ان کا بھی یہی حکم ہے، نیز حاملہ اور مرضعہ کی قضاء پر اجماع بھی منعقد ہے (رحمۃ الامۃ ص ۴۶)۔

باب وجوب الفدية على الشيخ الفانی

۲۵۰۶– عن : عطاء سمع ابن عباس رضی الله عنهما يقرأ : ﴿وَ عَلَى الَّذِيْنَ يُطَوَّقُوْنَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ﴾ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : لَيْسَتْ بِمَنْسُوْخَةٍ هُوَ لِلشَّيْخِ الْكَبِيْرِ وَ الْمَرْأَةِ الْكَبِيْرَةِ لَا يَسْتَطِيْعَانِ اَنْ يَصُوْمَا فَلْيُطْعِمَانِ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِيْنًا . رواه البخاری (۲:۶۴۷).

باب جواز الفدية عن صوم الميت و أنه لا يصوم أحد عن أحد

۲۵۰۷– ثنا : روح بن الفرج ثنا يوسف بن عدی ثنا عبيدة بن حميد عن عبد العزيز بن رفيع عن عمرة بنت عبد الرحمن : قُلْتُ لِعَائِشَةَ : اِنَّ أُمِّيْ تُوُفِّيَتْ وَ عَلَيْهَا صِيَامُ رَمَضَانَ ، اَ يَصْلُحُ اَنْ اَقْضِيَ عَنْهَا ؟ فَقَالَتْ : لَا ! وَ لٰكِنْ تَصَدَّقِيْ عَنْهَا مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ عَلٰى مِسْكِيْنٍ خَيْرٌ مِنْ صِيَامِكَ . رواه الطحاوی و هذا سند صحيح . (الجوهر النقی ۱:۲۱۰).

باب شیخ فانی پر فدیہ واجب ہے

۲۵۰۶– عطاء سے مروی ہے کہ انہوں نے ابن عباسؓ کو قرآن پاک کی یہ آیت ﴿ وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين﴾ پڑھتے ہوئے سنا، آپؓ نے فرمایا کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے، بلکہ یہ بوڑھے مرد اور بوڑھی عورت کے بارے میں ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے، تو انہیں چاہئے کہ وہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائیں (بخاری)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شیخ فانی ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے اور شیخ فانی کے لئے فدیہ کا اصل حکم اجماع سے بھی ثابت ہے۔ اور شیخ فانی اس بوڑھے کو کہتے ہیں جس میں طاقت آنے کی امید نہ ہو۔

باب مرنے والے کے ذمہ اگر روزے ہوں تو اس کی طرف سے فدیہ دینا جائز ہے لیکن کوئی کسی کی طرف سے روزے نہ رکھے

۲۵۰۷– عمرہ بنت عبدالرحمٰن فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ میری والدہ فوت ہو چکی ہیں اور ان کے ذمہ رمضان کے روزے بقایا ہیں، کیا یہ درست ہے کہ میں ان کی طرف سے قضا کروں؟ تو آپؓ نے فرمایا نہیں، بلکہ تو اس کی طرف سے

۲۵۰۸– عن : ابن عباس رضی الله عنهما قَالَ : لَا يُصَلِّيْ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ وَ لَا يَصُوْمُ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ . رواه النسائی فی الکبری بإسناد صحیح (التلخیص الحبیر ۱:۱۹۷).

۲۵۰۹– أخبرنا : عبد الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر رضی الله عنهما قَالَ : لَا يُصَلِّيَنَّ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ وَ لَا يَصُوْمَنَّ اَحَدٌ عَنْ اَحَدٍ وَ لٰكِنْ اِنْ كُنْتَ فَاعِلاً تَصَدَّقْتَ عَنْهُ اَوْ اَهْدَيْتَ . رواه عبد الرزاق فی مصنفه (زیلعی ۱:۴۴۹) و رجاله رجال الصحیح إلا عبد الله هذا فإنه من رجال مسلم و الأربعة . وهو مختلف فیه .

۲۵۱۰– عن : نافع عن ابن عمر رضی الله عنهما رفعه فِيْ رَجُلٍ مَاتَ وَ عَلَيْهِ صِيَامٌ : يُطْعَمُ عَنْهُ مِنْ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِيْنٌ . رواه الترمذی ، و قال : الصحیح عن ابن عمر موقوف. و قال الدارقطنی : المحفوظ الموقوف (درایة ص– ۱۷۷).

۲۵۱۱– عن : ابن عمر رضی الله عنهما قال : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : مَنْ مَاتَ وَ عَلَيْهِ صَوْمُ شَهْرٍ فَلْيُطْعَمْ عَنْهُ مَكَانَ كُلِّ يَوْمٍ مِسْكِيْنٌ. قال القرطبی فی شرح الموطا :

ہردن کے بدلے ایک مسکین پر صدقہ کر اور یہ تیرے روزے رکھنے سے بہتر ہے۔(طحاوی) اس کی سند صحیح ہے۔

۲۵۰۸-ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کوئی کسی کی طرف سے نماز نہ پڑھے اور نہ ہی کوئی کسی کی طرف سے روزہ رکھے۔اسے نسائی نے سنن کبریٰ میں روایت کیا ہے(التلخیص الحبیر) اس کی سند صحیح ہے۔

۲۵۰۹-ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ کوئی کسی کی طرف سے ہرگز نماز نہ پڑھے اور کوئی کسی کی طرف سے ہرگز روزہ نہ رکھے اور اگر تو نے مرنے والے سے خیرخواہی کرنی ہی ہے تو اس کی طرف سے صدقہ کر، یا ہدیہ کر۔(مصنف عبدالرزاق) اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں سوائے عبداللہ کے اور وہ بھی مسلم اور اربعہ کے راوی ہیں۔

۲۵۱۰-ابن عمرؓ سے ایک مرفوع حدیث مروی ہے کہ حضور ﷺ سے ایک ایسے مرنے والے آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جس کے ذمہ روزے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا اس کی طرف سے ہردن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔(ترمذی) امام ترمذی فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث ابن عمرؓ کا قول ہے اور دارقطنی بھی یہی کہتے ہیں۔

۲۵۱۱-ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی مرجائے اور اس کے ذمہ ایک مہینے کے روزے ہوں تو اس کی طرف سے ہردن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔(عمدۃ القاری) قرطبی، شرح موطا میں

إسناده حسن (عمدة القاري ٥:٢٨٣).

باب وجوب قضاء صوم التطوع إذا أفسده

٢٥١٢– عن: عائشة رضي الله عنها قالت: كُنْتُ أَنَا وَ حَفْصَةُ صَائِمَتَيْنِ مُتَطَوِّعَتَيْنِ فَأُهْدِيَ لَنَا طَعَامٌ فَأَفْطَرْنَا، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: صُومَا مَكَانَهُ يَوْمًا آخَرَ اهـ. رواه ابن حبان في صحيحه (كنز العمال ٤:٣٠٤) و في الزيلعي (١:٤٥١): و رواه عبد الرزاق

فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر مرنے والے کے ذمے روزے ہوں تو اس کی طرف سے فدیہ ادا کیا جاسکتا ہے (جو پونے دو کلو گندم ہے) لیکن اس کی طرف سے روزہ رکھنا درست نہیں، ہر قسم کی بدنی محض عبادت میں نیابت درست نہیں۔ باقی بخاری میں تعلیقاً جو یہ مروی ہے کہ ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ نے کسی عورت کو فرمایا کہ وہ اپنی ماں کی طرف سے نماز پڑھے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسئلہ نماز کا ہے، جب کہ بحث روزہ میں ہو رہی ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ حاشیہ بخاری میں عینی سے نقل کیا گیا ہے کہ ابن بطال نے اس بات پر فقہاء کا اجماع نقل کیا ہے کہ کوئی کسی کی طرف سے فرض یا نفل نماز ادا نہیں کر سکتا اور صاف ظاہر ہے کہ اجماع دلیل قطعی ہے اور یہ دو اثر ابن عباسؓ و ابن عمرؓ اجماع یعنی دلیل قطعی کے معارض نہیں بن سکتے، نیز یہ احتمال بھی ہے کہ آپ حضرات کا مطلب یہ ہو کہ تم نماز پڑھ لو اور اس کا ثواب میت کو پہنچاؤ اور جب کوئی احتمال پیدا ہو جائے تو اس سے استدلال پکڑنا درست نہیں، جبکہ نہی کی احادیث صلوٰۃ وصوم کے بارے میں صریح ہیں۔ اسی طرح نیل الاوطار میں ابن عباسؓ اور حضرت عائشہؓ سے جو مرفوع حدیث مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "جو شخص اس حالت میں مرجائے کہ اس کے ذمے روزے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزے رکھے" تو اس کا جواب یہ ہے کہ خود ان احادیث کے راویوں یعنی ابن عباسؓ اور عائشہؓ کے فتاویٰ اس کے خلاف ہیں جو کہ احادیث بالا میں مذکور ہیں لہذا جب راوی کا اپنا فتویٰ اور عمل ہی اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ احادیث منسوخ ہیں۔ یا یہاں صوم سے مراد فدیہ ہے کہ ولی فدیہ ادا کرے تیسرا اس کا بھی احتمال ہے کہ صام عنه سے مراد یہ نہیں کہ وہ بطریق نیابت اس کی طرف سے روزے رکھے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اپنے لئے روزہ رکھ کر اس کا ثواب اس کو پہنچائے، واللہ اعلم۔

باب نفلی روزہ توڑنے پر اس کی قضاء واجب ہے

۲۵۱۲– حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں اور حفصہؓ نفلی روزے سے تھیں کہ ہمیں کھانا ہدیہ کیا گیا تو ہم نے روزہ توڑ لیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے بدلے کسی اور دن روزہ رکھو۔ اسے ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے (کنز العمال)

فی مصنفه حدثنا معمر عن الزهری أنَّ عَائِشَةَ و حَفْصَةَ اَصْبَحَتَا صَائِمَتَيْنِ . الحديث اھ.

قلت : و رجاله رجال الصحيح ، و فيه انقطاع بين الزهری و عائشة كما نقله الزيلعی عن الترمذی .

٢٥١٣ – ثنا : وكيع عن مسعر عن حبيب عن عطاء عن ابن عباس رضی الله عنهما قال : يُقْضِی يَوْمًا مَكَانَهٗ . رواه ابن أبی شيبة و هذا سند صحيح (الجوهر النقی ١:٣١٥).

٢٥١٤ – ثنا : إسماعيل بن إبراهيم عن عثمان التيمی عن أنس بن سيرين : أَنَّهٗ صَامَ يَوْمَ عَرَفَةَ فَعَطِشَ عَطْشًا شَدِيْدًا ، فَاَفْطَرَ فَسَاَلَ عِدَةً مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ فَاَمَرُوْهُ اَنْ يَقْضِیَ يَوْمًا مَكَانَهٗ . رواه ابن أبی شيبة و هذا سند علی شرط الشيخين ، ما خلا التيمی ، فإنه أخرج له أصحاب الأربعة و وثقه ابن سعد و ابن سفيان و الدارقطنی (الجوهر النقی ١:٣١٥).

اور زیلعی میں ہے کہ مصنف عبدالرزاق میں بھی یہ حدیث مروی ہے، جس کے راوی صحیح کے راوی ہیں، لیکن اس میں انقطاع ہے (جو ہمیں مضر نہیں)۔

۲۵۱۳-ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس کے بدلے کسی دن روزہ رکھا جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کی سند صحیح ہے۔

۲۵۱۴-انس بن سیرین فرماتے ہیں کہ وہ عرفات کے دن روزہ سے تھے، پھر انہیں شدید پیاس لگی تو روزہ توڑ دیا، پھر انہوں نے چند صحابہؓ سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے اسے اس کے بدلے ایک دن روزہ رکھنے کا کہا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) اس کی سند شیخین کی شرط پر ہے، سوائے تیمی کے اور وہ بھی اصحاب اربعہ کا راوی ہے، اور ابن سعد، ابن سفیان اور دار قطنی نے اس کی توثیق کی ہے۔

<u>فائدہ</u>: ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نفلی روزہ توڑنے پر قضاء واجب ہے، خصوصاً پہلی حدیث سے "صوما" کا لفظ امر وجوب پر دلالت کر رہا ہے۔ باقی احمد، ابوداوداور ترمذی میں ام ہانیؓ سے جو یہ مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو قضاء کر لے، تو اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ مذکورہ بالا احادیث وجوب پر دال ہیں، جب کہ ام ہانیؓ کی حدیث عدم وجوب پر اور قاعدہ ہے کہ جب مثبت اور نافی میں تعارض ہو تو مثبت کو ترجیح ہوتی ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ "ان شئت" کا تعلق صرف قضاء کے ساتھ نہیں، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تو چاہے تو روزہ توڑ دے اور پھر قضاء کر لینا، پس یہ حدیث بھی احناف کے مخالف نہیں۔

باب عدم جواز إفطار صوم التطوع إلا لعذر

٢٥١٥– عن : أبي هريرة قال : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِذَا دُعِيَ اَحَدُكُمْ فَلْيُجِبْ فَاِنْ كَانَ صَائِمًا ، فَلْيُصَلِّ وَاِنْ كَانَ مُفْطِرًا فَلْيَطْعَمْ . رواه مسلم (١:٤٦٢).

٢٥١٦– عن : أبي جحيفة قال : آخَى النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ سَلْمَانَ وَ اَبِي الدَّرْدَاءِ فَزَارَ سَلْمَانُ اَبَا الدَّرْدَاءِ فَرَاٰى اُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَةً فَقَالَ لَهَا: مَا شَاْنُكِ ؟ قَالَتْ : اَخُوْكَ اَبُو الدَّرْدَاءِ لَيْسَ لَهٗ حَاجَةٌ فِي الدُّنْيَا ، فَجَاءَ اَبُو الدَّرْدَاءِ فَصَنَعَ لَهٗ طَعَامًا ، فَقَالَ : كُلْ ، فَاِنِّيْ صَائِمٌ ، قَالَ : مَا اَنَا بِاٰكِلٍ حَتّٰى تَاْكُلَ ، فَاَكَلَ ، فَلَمَّا كَانَ اللَّيْلُ ذَهَبَ اَبُو الدَّرْدَاءِ يَقُوْمُ ، قَالَ نَمْ ، فَنَامَ ، ثُمَّ ذَهَبَ يَقُوْمُ ، فَقَالَ : نَمْ ، فَلَمَّا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ قَالَ سَلْمَانُ : قُمِ الْآنَ فَصَلَّيَا ، فَقَالَ لَهٗ سَلْمَانُ : اِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا ، وَ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا ، وَ لِاَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا

باب بغیر عذر کے نفلی روزہ توڑنا جائز نہیں، نفل شروع کردینے سے لازم ہوجاتا ہے

٢٥١٥-ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر کسی کو دعوت دی جائے تو وہ قبول کرے اور اس کے گھر جائے، پھر اگر وہ روزہ دار ہے تو دعا دے اور اگر روزہ دار نہیں تو کھائے (مسلم)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نفلی روزہ توڑنا جائز نہیں، جیسا کہ طحاوی میں ہے کہ اگر روزہ توڑنا جائز ہوتا تو اجابت دعوت (جو کہ سنت ہے) کی وجہ سے افضل ہوتا۔

٢٥١٦-ابوجحیفہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے سلمانؓ اور ابوالدرداءؓ کے مابین مواخات کرائی تھی، ایک مرتبہ سلمانؓ ابودرداءؓ سے ملاقات کے لئے ان کے گھر گئے تو ام الدرداءؓ کو بہت پھٹے پرانے حال میں دیکھا، ان سے پوچھا: یہ حالت کیوں بنا رکھی ہے؟ ام الدرداء نے جواب دیا: یہ تمہارے بھائی ابوالدرداء کی وجہ سے ہے، جنہیں دنیا کی کوئی حاجت نہیں اور جو دنیا کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے۔ پھر ابوالدرداءؓ تشریف لائے، سلمانؓ کے سامنے کھانا رکھا گیا، ابوالدرداء نے فرمایا کہ کھایئے اور یہ بھی کہا کہ میں روزہ سے ہوں، اس پر سلمانؓ نے کہا کہ میں اس وقت تک نہیں کھاؤں گا جب تک آپ کھانے میں شریک نہیں ہوں گے، تو ابوالدرداء نے بھی کھایا (اور روزہ توڑ دیا) پھر جب رات ہوئی تو ابوالدرداء عبادت کے لئے اٹھے، سلمان نے فرمایا: سو جایئے، تو ابوالدرداء سو گئے، پھر تھوڑی دیر کے بعد عبادت کے لئے اٹھے، اس مرتبہ بھی سلمان نے فرمایا: سو جایئے! پھر جب رات کا آخری حصہ تھا تو سلمانؓ نے فرمایا

فَاَعْطِ كُلَّ ذِیْ حَقٍ حَقَّهٗ ، فَاَتَی النَّبِیَّ ﷺ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهٗ ، فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ صَدَقَ سَلْمَانُ . رواه البخاری (١:٢٦٤).

باب أن المرأة لا يجوز لها صوم التطوع إذا كان زوجها حاضرا إلا بإذنه

٢٥١٧– عن : أبی هريرة رضی الله عنه قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : لَا تَصُمِ الْمَرْأَةُ وَ بَعْلُهَا شَاهِدٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ، وَ لَا تَاْذَنُ فِیْ بَيْتِهٖ وَ هُوَ شَاهِدٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ، وَ مَا اَنْفَقَتْ مِنْ كَسْبِهٖ مِنْ غَيْرِ اَمْرِهٖ فَاِنَّ نِصْفَ اَجْرِهٖ لَهٗ . رواه مسلم (١:٣٣٠).

اچھا اب اٹھیے، چنانچہ دونوں نے نماز پڑھی، اس کے بعد سلمانؓ نے ابوالدرداءؓ سے فرمایا: آپ کے رب کا بھی آپ پر حق ہے، آپ کی جان کا بھی آپ پر حق ہے اور آپ کی بیوی کا بھی آپ پر حق ہے، اس لئے ہر حق والے کو اس کا حق ادا کیجیے، پھر آپ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: سلمان نے سچ کہا ہے (بخاری)۔

فائدہ: (۱): سلمان نے جو طرز عمل اختیار کیا ہے، اس کا مقصد ابوالدرداء کو ان کی رائے سے پھیرنا تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے جن بندوں کے حقوق واجب کئے ہیں، اللہ کے واجبی حقوق کے بعد ان کی رعایت بھی ضروری ہے، غیر معمولی طور پر عبادت میں جبر و مشقت اختیار کرنے سے خود حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

فائدہ: (۲): دوسری حدیث سے معلوم ہوا کہ عذر کی وجہ سے نفلی روزہ توڑنا جائز ہے، اس لئے کہ سلمانؓ ابوالدرداء کے مہمان تھے اور ان کے اصرار پر ابوالدرداء نے روزہ توڑا اور حضور ﷺ نے اطلاع ملنے پر کوئی نکیر نہیں کی۔ اور پہلی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر عذر کے روزہ توڑنا جائز نہیں، کیونکہ دعوت کوئی عذر نہیں، دعوت اور ضیافت میں بہت فرق ہے، اس لئے دونوں حدیثوں میں تعارض کا وہم نہیں ہونا چاہئے۔

باب شوہر کی موجودگی میں عورت کے لئے نفلی روزہ رکھنا اس کی اجازت کے بغیر ناجائز ہے

۲۵۱۷– ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس کا شوہر موجود ہو تو بیوی اس کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہ رکھے، اور اس کے ہوتے ہوئے بیوی کسی کو گھر میں آنے کی اجازت نہ دے اور عورت شوہر کی کمائی میں سے کچھ اس کے حکم کے بغیر خرچ کرتی ہے تو آدھا ثواب خاوند کو ملتا ہے (مسلم)۔

فائدہ: خاوند کی موجودگی میں نفلی روزہ رکھنے سے اس کی حق تلفی ہوتی ہے، اس لئے اس کی اجازت ضروری ہے، ہاں اگر

باب ان من صار أهلا للزوم الصوم فی اثناء الیوم لا یأکل إلی الغروب

٢٥١٨— عن : سلمة بن الأکوع ﷺ قال : اَمَرَ النَّبِیُّ ﷺ رَجُلًا مِنْ اَسْلَمَ اَنْ اَذِنْ فِی النَّاسِ اَنَّ مَنْ کَانَ اَکَلَ فَلْیَصُمْ بَقِیَّةَ یَوْمِهٖ ، وَ مَنْ لَمْ یَکُنْ اَکَلَ فَلْیَصُمْ فَاِنَّ الْیَوْمَ یَوْمُ عَاشُوْرَاءَ . رواه البخاری (١: ٢٦٨، ٢٦٩).

باب وجوب القضاء علی من أفطر بظن الغروب ثم طلع الشمس

٢٥١٩— حدثنی : عبد اللہ بن أبی شیبة ثنا أبو أسامة عن هشام بن عروة عن فاطمة بنت المنذر عن أسماء بنت أبی بکر رضی اللہ عنهما قالت: اَفْطَرْنَا عَلٰی عَهْدِ النَّبِیِّ ﷺ فِیْ یَوْمِ غَیْمٍ ثُمَّ طَلَعَتِ الشَّمْسُ قِیْلَ لِهِشَامٍ : فَاُمِرُوْا بِالْقَضَاءِ ؟ قَالَ :لَابُدَّ مِنْ قَضَاءٍ . وَ قَالَ مَعْمَرٌ: سَمِعْتُ هِشَامًا لَا اَدْرِیْ اَقَضَوْا اَوْ لَا . رواه البخاری (١: ٢٦٣).

خاوند خود روزے سے ہو، یا بیمار ہو تو پھر اجازت کی ضرورت نہیں، البتہ فرض روزوں میں اجازت کی ضرورت نہیں، کیونکہ حدیث میں ہے کہ اللہ کی نافرمانی کی صورت میں کسی کی اطاعت درست نہیں ہے۔

باب کسی شخص پر دن کو روزہ واجب ہو تو وہ غروب تک کچھ نہ کھائے

٢٥١٨-سلمہ بن الاکوعؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے قبیلہ اسلم کے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں اس بات کا اعلان کردے کہ جو کھا چکا ہے وہ باقی دن کچھ نہ کھائے اور جس نے ابھی تک کچھ نہیں کھایا تو وہ روزے کی نیت کرلے، اس لئے کہ آج عاشوراء (دس محرم) کا دن ہے (بخاری)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان میں اگر کوئی مسافر دن کو مقیم ہو جائے، یا کافر مسلمان ہو جائے، یا حائضہ پاک ہو جائے، یا بچہ بالغ ہو جائے تو وہ باقی دن کچھ نہ کھائیں (ہدایہ)۔

باب جس نے سورج غروب ہونے کے گمان پر روزہ افطار کیا، پھر سورج نکل آیا تو اس پر قضاء واجب ہے

٢٥١٩-اسماءؓ بنت ابی بکر صدیقؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مطلع ابر آلود تھا، ہم نے جب افطار کرلیا تو سورج نکل آیا، اس پر ہشام (راوی) سے پوچھا گیا کہ کیا پھر انہیں قضاء کا حکم ہوا تھا تو انہوں نے فرمایا کہ قضاء کے سوا چارہ کار ہی کیا تھا۔ معمر فرماتے ہیں کہ میں نے ہشام سے سنا، انہوں نے کہا کہ لوگوں نے قضاء کی تھی یا نہیں؟ اس کا مجھے علم نہیں (بخاری)۔

۲۵۲۰– أخبرنا : أبو حنيفة عن حماد بن أبى سلمة عن إبراهيم قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَ اَصْحَابُهُ فِیْ يَوْمِ غَيْمٍ ظَنُّوْا اَنَّ الشَّمْسَ قَدْ غَابَتْ ، قَالَ : فَطَلَعَتِ الشَّمْسُ ، فَقَالَ عُمَرُ : مَا تَعَرَّضْنَا لَجَنَفٍ نُتِمُّ هٰذَا الْيَوْمَ ، ثُمَّ نَقْضِیْ يَوْمًا مَكَانَهُ . رواه الإمام الهمام محمد بن الحسن فى كتاب الآثار (۲:۴۵) . و فى التلخيص الحبير : و رواه البيهقى من طريقين آخرين فى أحدهما : فقال عمر : مَا نُبَالِیْ وَ نَقْضِیْ يَوْمًا مَكَانَهُ. و رواه من رواية زيد بن وهب عن عمرو فيها أَنَّهُ لَمْ يَقْضِ . و رجح البيهقى رواية القضاء لورودها من جهات متعددة ثم قواه بما رواه عن صهيب نحو القصة . و قال : وَ اقْضُوْا يَوْمًا مَكَانَهُ .

باب استحباب السحور و تأخيره و تعجيل الفطر

۲۵۲۱– عن : أنس بن مالك ؓ قال : قَالَ النَّبِیُّ ﷺ : تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِی السُّحُوْرِ بَرَكَةً. رواه البخارى (۱:۲۵۷).

فائدہ: سورج غروب ہونے کے گمان پر جب کہ حقیقت میں وہ غروب نہ ہوا ہو روزہ افطار کر لینے سے قضاء واجب ہے اور حدیث میں وضاحت سے یہ ذکر ہے کہ انہیں قضا کا حکم کیا گیا، باقی ہشام کا عدم علم عدم قضاء کو مستلزم نہیں۔

۲۵۲۰- ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ عمر بن خطاب اور ان کے ساتھیوں نے بادل کے دن یہ گمان کرتے ہوئے کہ سورج غروب ہو چکا ہے، روزہ افطار کر لیا راوی کہتے ہیں (کہ روزہ افطار کرنے کے بعد) پھر سورج نکل آیا تو عمرؓ نے فرمایا: ہم نے گناہ کو جان بوجھ کر تو نہیں کیا، ہم آج کا دن پورا کریں گے اور اس کے بدلے ایک دن قضاء کریں گے۔ (کتاب الآثار للامام محمدؒ)۔ اور تلخیص حبیر میں دو اور طریق سے یہ حدیث مروی ہے، جن میں سے ایک میں یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں (البتہ) ہم اس کے عوض ایک دن قضاء کریں گے۔ اور دوسرے طریق میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے قضاء نہیں کی، لیکن بیہقیؒ نے قضاء کرنے کی روایت کو ترجیح دی ہے، کیونکہ یہ حدیث مختلف جہتوں سے وارد ہے، پھر بیہقی نے اس حدیث کو تقویت دی ہے اس روایت سے جو صہیب سے اسی قصہ میں مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اس کے بدلے ایک دن قضاء کرو۔

فائدہ: نیز قضاء کرنے کی احادیث مثبت اور قضاء نہ کرنے کی احادیث نافی ہیں اور اصول میں یہ بات آچکی ہے کہ مثبت، نافی پر راجح ہوتی ہے۔

۲۵۲۲ — عن : أبی الدرداء ﷺ قال : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : ثَلَاثٌ مِنْ اَخْلَاقِ الْمُرْسَلِيْنَ : تَعْجِيْلُ الْاِفْطَارِ ، وَ تَاْخِيْرُ السُّحُوْرِ ، وَ وَضْعُ الْيَمِيْنِ عَلَى الشِّمَالِ فِي الصَّلَاةِ . رواہ الطبرانی فی معجمه (زیلعی ۱:۴۵۳) و حسنه السیوطی (۱:۱۱۷) فی الجامع الصغیر إلا أن فیه "من أخلاق النبوة".

۲۵۲۳ — عن : عمرو بن العاص ﷺ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ : فَصْلُ مَا بَيْنَ صِيَامِنَا وَ صِيَامِ اَهْلِ الْكِتَابِ اَكْلَةُ السَّحَرِ . رواہ مسلم (۱:۳۵۰)

۲۵۲۴ — عن : أبی هريرة ﷺ : اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ : لَا يَزَالُ الدِّيْنُ ظَاهِرًا مَا عَجَّلَ النَّاسُ الْفِطْرَ لِاَنَّ الْيَهُوْدَ وَ النَّصَارٰى يُؤَخِّرُوْنَ . رواہ أبو داود و ابن خزيمة و ابن حبان فی صحيحيهما . (الترغيب والترهيب ۱:۱۸۵)

۲۵۲۵ — عن أبی هريرة ﷺ قال : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ قَالَ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ : اِنَّ اَحَبَّ عِبَادِيْ اِلَيَّ اَعْجَلُهُمْ فِطْرًا . رواہ أحمد والترمذی و حسنه و ابن خزيمة و ابن حبان

باب سحری کھانا اور تاخیر سے کھانا مستحب ہے جبکہ جلدی افطار کرنا مستحب ہے

۲۵۲۱-انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سحری کھایا کرو، اس لئے کہ سحری میں برکت ہے (بخاری)۔

۲۵۲۲-ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین باتیں نبیوں کے اخلاق میں سے ہیں: جلد افطار کرنا، دیر سے سحری کھانا اور نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا۔ اسے طبرانی نے معجم میں روایت کیا ہے (نصب الرایہ) اور سیوطی نے اس کی تحسین کی ہے۔

۲۵۲۳-عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہمارے روزوں اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق سحری کا لقمہ ہے (مسلم)۔

۲۵۲۴-ابوہریرۃؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دین اسلام اس وقت تک غالب رہے گا جب تک لوگ روزہ جلدی افطار کرتے رہیں گے، اس لئے کہ یہود و نصاریٰ روزہ دیر سے افطار کرتے ہیں (ابوداود، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان)۔

۲۵۲۵-ابوہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندو!

فی صحیحیہما . (الترغیب ۱:۱۵۸).

باب النہی عن صوم العیدین و أیام التشریق

۲۵۲٦– عن : عائشة رضی اللہ عنہا قَالَتْ : نَہٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنْ صَوْمَیْنِ یَوْمِ الْفِطْرِ وَ یَوْمِ الْاَضْحٰی . رواہ مسلم (۱:۳٦۰).

۲۵۲۷– و روی مسلم (۱:۳٦۰) عن أبی سعیدؓ قال : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ : لَا یَصْلَحُ الصِّیَامُ فِیْ یَوْمَیْنِ ، یَوْمِ الْاَضْحٰی وَ یَوْمِ الْفِطْرِ مِنْ رَمَضَانَ .

۲۵۲۸– عن : سعد بن أبی وقاصؓ قال : أَمَرَنِی النَّبِیُّ ﷺ اَنْ أُنَادِیَ مِنًی أَنَّہَا اَیَّامُ اَکْلٍ وَ شُرْبٍ وَ لَا صَوْمَ فِیْہَا یَعْنِیْ اَیَّامَ التَّشْرِیْقِ . رواہ أحمد و البزار . قال فی مجمع الزوائد : و رجالہما رجال الصحیح . (نیل الأوطار ۱:۱٤٤).

۲۵۲۹– عن : أنسؓ نَہٰی عَنْ صَوْمِ سِتَّةِ اَیَّامٍ مِنَ السَّنَہِ ثَلَاثَةِ اَیَّامِ التَّشْرِیْقِ

مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے، جو روزہ سب سے جلدی افطار کرے (احمد، ترمذی) ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اسے حسن کہا ہے (ترغیب وترہیب)۔

فائدہ: احادیث بالا سے سحری میں تاخیر اور افطاری میں جلدی کرنا مستحب معلوم ہوتا ہے، ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ افطار جلدی کرنے اور سحری میں تاخیر کرنے کی احادیث صحیح اور متواتر ہیں (نیل الاوطار)، لیکن شیعہ حضرات کا عمل اس کے برعکس ہے۔

باب عیدین اور ایام تشریق کو روزہ رکھنا ممنوع ہے

۲۵۲٦- عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے (مسلم)۔

۲۵۲۷- ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دن روزہ رکھنا درست نہیں (مسلم)۔

۲۵۲۸- سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے اس بات کا حکم دیا کہ میں منیٰ کے دنوں میں یہ اعلان کردوں کہ یہ کھانے پینے کے دن ہیں اور ایام تشریق میں روزہ رکھنا درست نہیں۔ (احمد، بزار) مجمع الزوائد میں ہے کہ اس کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں (نیل الاوطار)۔

وَ يَوْمِ الْفِطْرِ وَ يَوْمِ الْاَضْحٰی وَ يَوْمِ الْجُمُعَةِ مُخْتَصَّةً مِنَ الْاَيَّامِ. رواه الطيالسی. (جامع الصغير ٢:١٦٥) و حسنه بالرمز.

باب النهی عن الوصال

٢٥٣٠- عن: أبی سعيد الخدری ﷺ: اَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ: لَا تُوَاصِلُوْا فَاَيُّكُمْ اَرَادَ اَنْ يُوَاصِلَ فَلْيُوَاصِلْ حَتَّى السَّحَرِ، قَالُوْا: فَاِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُوْلَ اللهِ! قَالَ: لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ اِنِّیْ اَبِيْتُ لِیْ مُطْعِمٌ يُطْعِمُنِیْ وَ سَاقٍ يَسْقِيْنِیْ. رواه البخاری (١:٢٦٤).

٢٥٣١- عن: ليلی امرأة بشير بن الخصاصية قالت: اَرَدْتُ اَنْ اَصُوْمَ يَوْمَيْنِ مُوَاصِلَةً فَمَنَعَنِیْ بَشِيْرٌ وَ قَالَ: اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَهٰی عَنْ هٰذَا وَ قَالَ: يَفْعَلُ ذٰلِكَ النَّصَارٰی،

۲۵۲۹- حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے سال کے چھے (۶) دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا، تین ایام تشریق، چوتھا عید الفطر کا دن، پانچواں عید الاضحیٰ کا دن اور چھٹا وہ جمعے کا دن جسے دوسرے دنوں میں سے خاص کرلیا گیا ہو۔ اسے طیالسی نے روایت کیا ہے (جامع الصغیر) اور اشارۃً حسن کہا ہے۔

فائدہ: ان احادیث سے ایام تشریق میں مطلقاً روزہ رکھنا ممنوع معلوم ہوتا ہے باقی بعض صحابہ سے ایام تشریق میں متمتع کیلئے روزہ رکھنے کا جو جواز مروی ہے تو وہ ان کا اپنا اجتہاد ہے جو ان مرفوع احادیث کے معارض نہیں بن سکتا نیز نہی کی احادیث محرّم ہیں جبکہ جواز کی احادیث مبیح اور تعارض کے وقت محرّم کو مبیح پر ترجیح ہوتی ہے۔

باب بغیر کھائے پئے لگاتار روزے رکھنا ممنوع ہے

۲۵۳۰- ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ سحری اور افطاری کئے بغیر لگاتار روزے نہ رکھو، ہاں اگر کوئی صومِ وصال کرنا ہی چاہے تو وہ سحری کے وقت تک ایسا کرسکتا ہے، صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ﷺ تو صومِ وصال کرتے ہیں؟ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں، میں تو رات اس طرح گزارتا ہوں کہ ایک کھلانے والا مجھے کھلاتا ہے اور ایک پلانے والا مجھے پلاتا ہے (بخاری)۔

فائدہ: سحری تک وصال کرنے کا مطلب یہ ہے کہ افطاری نہ کھائے اور سحری کھالے۔

و لكِنْ صُوْمُوْا كَمَا اَمَرَكُمُ اللهُ تَعَالٰى ﴿اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ﴾ فَاِذَا كَانَ اللَّيْلُ فَافْطِرُوْا . رواه ابن أبي حاتم في تفسيره و اللفظ له . و رواه عبد بن حميد في تفسيره و أحمد و الطبراني و سعيد بن منصور (فتح الباري ٤:١٧٦)

٢٥٣٢– عن : عبد الرحمن بن أبي ليلى عن رجل من أصحاب رسول الله ﷺ قال: نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْحِجَامَةِ لِلصَّائِمِ ، وَ عَنِ الْمُوَاصَلَةِ ، وَ لَمْ يُحَرِّمْهُمَا اِبْقَاءً عَلٰى اَصْحَابِهٖ . رواه عبد الرزاق و أبو داود و إسناده صحيح . (فتح الباري ٤:١٥٥و١٥٦) وقد مر في باب أن الاحتلام و الحجامة غير مفطر.

باب إباحة صوم يوم الجمعة منفردا

٢٥٣٣– عن : عبد الله قال : كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَصُوْمُ مِنْ غُرَّةِ كُلِّ شَهْرٍ ثَلاَثَةَ اَيَّامٍ ، وَ قَلَّ مَا كَانَ يُفْطِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ . رواه الترمذي (١:٩٨) و حسنه .

۲۵۳۱-بشیر بن خصاصیہ کی بیوی لیلیٰ کہتی ہیں کہ میں نے دوروزے لگاتار رکھنے کاارادہ کیا تو بشیر نے مجھے روک دیااور فرمایا کہ نبی کریم ﷺ اس سے منع فرماتے تھےاور فرماتے تھے" یہ نصاریٰ کرتے ہیں، لیکن تم اسی طرح روزہ رکھا کرو، جس طرح تمہیں اللہ نے اس آیت ﴿اتموا الصیام الی اللیل﴾ میں حکم فرمایا ہے یعنی جب رات ہو جائے تو افطار کرلو"۔اسے ابن ابی حاتم،احمد، طبرانی اور سعید بن منصور نے روایت کیا ہے(فتح الباری)۔

۲۵۳۲-ایک صحابیؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے روزے دار کو پچھنے لگوانے اور بغیر کچھ کھائے پئے لگاتار روزے رکھنے سے منع فرمایااور انہیں حرام قرار نہیں دیا، بلکہ اپنے صحابہ پر شفقت فرماتے ہوئے روکا۔(عبدالرزاق،ابوداود)۔اس کی سند صحیح ہے۔

فائدہ: مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ مطلقاً صوم وصال پسندیدہ نہیں، جیسے آخری دو حدیثوں سے معلوم ہوا،ہاں اگر کوئی صومِ وصال پر مصر ہو تو وہ سحری تک وصال کرلے، جیسا کہ پہلی حدیث سے معلوم ہوا۔اور سحری سے زیادہ وصال کرنا بہت ہی ناپسندیدہ ہے۔

باب صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنا مباح ہے

۲۵۳۳-عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہر مہینے کے پہلے تین دن روزہ رکھتے تھے،اور جمعے کے دن

و رواه النسائی أیضا و صححه ابن حبان و ابن عبد البر و ابن حزم . (عمدة القاری ۳۳۳:۵) و لیس فیه لفظ غرة.

۲۵۳٤– عن : أبی هریرة رضی الله عنه عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ : لَا تَخْتَصُّوْا لَیْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِیَامٍ مِنْ بَیْنِ اللَّیَالِیْ وَ لَا تَخُصُّوْا یَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِیَامٍ مِنْ بَیْنِ الْاَیَّامِ اِلَّا اَنْ یَکُوْنَ فِیْ صَوْمٍ یَصُوْمُهٗ اَحَدُکُمْ . رواه مسلم (۳٦۱:۱).

۲۵۳۵– عن : أبی هریرة رضی الله عنه قال : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : لَا یَصُمْ اَحَدُکُمْ یَوْمَ الْجُمُعَةِ اِلَّا اَنْ یَصُوْمَ قَبْلَهٗ اَوْ یَصُوْمَ بَعْدَهٗ . رواه مسلم (۳٦۰:۱).

باب کراهة صوم السبت منفردا

۲۵۳٦– عن : عبد الله بن بسر عن أخته –واسمها الصماء– أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: لَا تَصُوْمُوْا یَوْمَ السَّبْتِ اِلَّا فِیْمَا اُفْتُرِضَ عَلَیْکُمْ فَاِنْ لَمْ یَجِدْ اَحَدُکُمْ اِلَّا عُوْدَ عِنَبٍ

بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ آپ ﷺ روزے سے نہ ہوں۔ (ترمذی، نسائی) ترمذی نے اسے حسن کہا ہے۔ ابن حبان، ابن عبدالبر اور ابن حزم نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جمعہ کے دن روزہ رکھنا جائز ہے اور یہی احناف کا ظاہر مذہب ہے۔

۲۵۳۴- ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دوسری راتوں میں سے جمعہ کی رات کو قیام اور عبادت کے لئے خاص نہ کرو، اور دوسرے دنوں میں سے جمعہ کے دن کو روزہ کے لئے خاص نہ کرو، ہاں! اگر کسی تاریخ کو روزہ رکھنے کی اسے عادت ہے اور وہ جمعہ کا دن اتفاق سے بن جائے تو وہ روزہ رکھے (مسلم)۔

۲۵۳۵- حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی جمعہ کے دن روزہ نہ رکھے، ہاں! اگر اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی روزہ رکھ لے تو درست ہے (مسلم)۔

فائدہ: احادیث بالا سے معلوم ہوا کہ صرف جمعہ کے دن روزہ رکھنا بھی مباح ہے، لیکن صرف جمعہ کو خاص کر لینا درست نہیں احناف بھی اسی کے قائل ہیں اور جمعہ کے ساتھ اگلا یا پچھلا دن ملا لینا افضل اور اولیٰ ہے۔

باب صرف ہفتے کے دن روزہ رکھنا مکروہ ہے

۲۵۳٦- عبداللہ بن بسر اپنی ہمشیرہ صماء سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہفتے کے دن روزہ نہ رکھو

أَوْ لِحَاءَ شَجَرَةٍ فَلْيَمْضُغْهُ . رواه الخمسة إلا النسائی و ابن حبان و الحاکم و الطبرانی و البیهقی و صححه ابن السکن (نیل ٤: ۱۳۳و۱۳٤).

۲۵۳۷– عن: بشیر المازنی (مرفوعًا) نَهٰى عَنْ صِيَامِ يَوْمِ السَّبْتِ . رواه الضیاء المقدسی فی المختارة (کنز العمال ٤: ۳۰۸) و سنده صحیح علی قاعدة السیوطی المذکورة فی خطبة کنز العمال.

۲۵۳۸– عن: أم سلمة رضی الله عنهما اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ كَانَ يَصُومُ مِنَ الْاَيَّامِ السَّبْتَ وَ الْاَحَدَ ، وَ كَانَ يَقُولُ : اِنَّهُمَا يَوْمَا عِيْدٍ لِلْمُشْرِكِيْنَ فَاُحِبُّ اَنْ اُخَالِفَهُمْ . رواه أبوداؤد و النسائی و صححه ابن حبان (فتح الباری ٤: ۳۰۵).

باب أن الحائض لا تصوم و تقضی

۲۵۳۹– عن: معاذة قالت: سَأَلْتُ عَائشةَ رضی الله عنهما، فَقُلْتُ: مَا بَالُ

مگر فرض روزہ (یعنی اگر فرض روزہ اتفاق سے ہفتے کے دن آجائے، مثلاً اس نے نذر مانی کہ فلاں تاریخ کو روزہ رکھوں گا اور وہ اتفاق سے ہفتہ کا دن تھا تو روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں) اور اگر اسے کھانے کو کوئی چیز نہ ملے تو انگور کا چھلکا یا درخت کی لکڑی ہی چبالے۔ اسے نسائی کے علاوہ ائمہ خمسہ نے اور ابن حبان، طبرانی اور بیہقی نے روایت کیا ہے اور ابن السکن نے اسے صحیح کہا ہے۔

۲۵۳۷-بشیر مازنی سے ایک مرفوع حدیث مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہفتہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ (کنزالعمال) اس کی سند سیوطی کے قاعدہ پر صحیح ہے۔

۲۵۳۸-ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہفتے اور اتوار کے دن روزہ رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ مشرکین کے لئے عید کے دن ہیں تو مجھے پسند ہے کہ میں ان کی مخالفت کروں۔ (ابوداود، نسائی) ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔

فائدہ: پہلی دو احادیث سے ہفتے کے دن روزہ رکھنے سے ممانعت معلوم ہوتی ہے اور تیسری حدیث میں اجازت، تو مشہور قاعدے کی بناء پر ممانعت کو ترجیح دی جائے گی اور اگر آپ ﷺ نے کفار کی مخالفت کے لئے روزہ رکھنے کا کہا، لیکن روزہ رکھنے میں چونکہ ان دنوں کی تعظیم تھی اس لئے پھر روزے سے منع فرمادیا، بہر حال یہ نہی کراہت تنزیہی پر محمول ہے اور صرف ہفتہ کے دن کو خاص کر کے روزہ رکھنا درست نہیں۔

الْحَائِضِ تَقْضِیُ الصَّوْمَ وَ لَا تَقْضِی الصَّلَاةَ ؟ قَالَتْ : كَانَ يُصِيبُنَا ذٰلِكَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَنُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّوْمِ وَ لَا نُؤْمَرُ بِقَضَاءِ الصَّلَاةِ . رواه الجماعة (نيل ۱:۲۶۹و۲۷۰) و في رواية لأبي داود و قد سكت عنه : فَلَا نَقْضِی (الصَّلَاةَ) وَ لَا نُؤْمَرُ بِالْقَضَاءِ .

باب أن الجنب لا يفطر بل يصوم

۲۵۴۰— عن : أبی بكر بن عبد الرحمن قال : كُنْتُ أَنَا وَ أَبِی فَذَهَبْتُ مَعَهُ حَتّٰی دَخَلْنَا عَلٰی عَائِشَةَ قَالَتْ : أَشْهَدُ عَلٰی رَسُوْلِ اللهِ ﷺ أَنْ كَانَ لَيُصْبِحُ جُنُبًا مِنْ جِمَاعٍ غَيْرِ اِحْتِلَامٍ ثُمَّ يَصُوْمُهُ . ثُمَّ دَخَلْنَا عَلٰی أُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ مِثْلَ ذٰلِكَ . رواه البخاری (۱:۲۵۸و۲۸۹).

باب حائضہ عورت روزے نہ رکھے بلکہ قضاء کرے

۲۵۳۹- معاذہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عائشہؓ سے پوچھا کہ حائضہ عورت کو کیا ہے کہ روزے تو قضاء کرتی ہے اور نماز قضاء نہیں کرتی ؟ تو عائشہؓ نے فرمایا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بھی یہ مسئلہ پیش آتا تو ہمیں روزہ قضاء کرنے کا حکم کیا جاتا اور نماز قضاء کرنے کا حکم نہ کیا جاتا۔ اسے جماعت نے روایت کیا ہے۔ (نیل الاوطار) اور ابوداود کی روایت (جو مسکوت عنہ ہے) میں ہے کہ نہ ہم نماز قضاء کرتیں اور نہ ہی ہمیں نماز قضاء کرنے کا حکم کیا جاتا۔

باب جنبی افطار نہ کرے بلکہ روزہ ہی رکھے

۲۵۴۰- ابوبکر بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ حضرت عائشہؓ کے پاس گیا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میں اس بات کی گواہی دیتی ہوں کہ رسول اللہ ﷺ جنابت کی حالت میں صبح کرتے تھے، پھر روزہ بھی رکھتے تھے، اور یہ جنابت جماع کی وجہ سے ہوتی، احتلام کی وجہ سے نہیں، پھر ہم ام سلمہؓ کے پاس گئے، انہوں نے بھی اسی طرح فرمایا (بخاری)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنابت کی حالت میں روزہ رکھنا درست ہے، نیز ﴿احل لکم لیلة الصیام الرفث الی نسائکم﴾ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ حالتِ جنابت میں روزہ رکھنا درست ہے، کیونکہ اس آیت کا مقتضی یہ ہے کہ رات کو وطی کرنا مباح ہے اور طلوع فجر سے مقارن وقت بھی لیلة الصوم (رات) میں داخل ہے، لہٰذا اس آخری گھڑی میں بھی ہم بستری کرنا مباح ہوا تو پھر یقیناً ایسا کرنے والا روزہ کے اول وقت میں جنبی ہی ہوگا، لہٰذا معلوم ہوا کہ جنابت کی حالت میں روزہ رکھنا درست ہے۔

باب استحباب صيام ستة من شوال و صوم عرفة و صوم عاشوراء

٢٥٤١- عن : أبي أيوب رضي الله عنه عن رسول الله ﷺ قال : مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ فَذَاكَ صِيَامُ الدَّهْرِ . رواه الجماعة إلا البخاري و النسائي (نيل ٤: ١٢٠)

٢٥٤٢- عن : أبي قتادة في حديث طويل : ثم قال رسول الله ﷺ : ثَلَاثٌ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ وَ رَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ ، فَهٰذَا صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهِ ، وَ صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهُ وَالسَّنَةَ الَّتِيْ بَعْدَهُ ، وَ صِيَامُ يَوْمِ عَاشُوْرَاءَ أَحْتَسِبُ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِيْ قَبْلَهُ . رواه مسلم (١: ٣٦٧).

٢٥٤٣- عن : ابن أبي ليلى عن داود بن علي عن أبيه عن جده قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ:

باب شوال کے چھ دن اور عرفہ کے دن اور عاشورہ کے دن روزہ رکھنا مستحب ہے

۲۵۴۱-ابوایوبؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے رکھنے کے بعد شوال کے چھ روزے بھی رکھے تو گویا اس نے ہمیشہ روزے رکھے۔اسے جماعت نے روایت کیا ہے سوائے بخاری اور نسائی کے۔

فائدہ: اس حدیث سے شوال کے چھ روزوں کی فضیلت معلوم ہوتی ہے، باقی امام اعظمؒ سے جو ان چھ روزوں کی بابت کراہت مروی ہے، وہ بدعقیدہ کی بنا پر ہے کہ کہیں یہ نہ سمجھ لیں کہ یہ فرض ہیں۔

۲۵۴۲-ابوقتادہؓ سے ایک لمبی حدیث میں مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر مہینے تین روزے رکھنا اور ہر رمضان کے روزے رکھنا یہ ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر ہے اور عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہ معاف فرمادیں گے اور عاشورہ کے دن روزہ رکھنے سے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک سال پہلے کے گناہ معاف فرمادیں گے (مسلم)۔

فائدہ: باقی ابوداود واحمد وغیرہ کی ایک حدیث میں جو یہ مروی ہے کہ حضور ﷺ نے عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ نہی اس حاجی کے بارے میں ہے جو روزہ کی وجہ سے کمزور ہو جائے اور عرفہ کی عبادات ادا نہ کر سکے۔اور باقی تمام لوگوں کے لئے مذکورہ بالا باب کی حدیث کی بنا پر روزہ رکھنا مستحب ہے۔

۲۵۴۳-داود بن علی اپنے باپ کے واسطے سے انکے دادا (ابن عباسؓ) سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

صُومُوا يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَ خَالِفُوا الْيَهُودَ صُومُوا قَبْلَهُ يَوْمًا وَ بَعْدَهُ يَوْمًا . رواه أحمد (نيل الأوطار ٤:١٢٧).

أبواب الإعتكاف

باب أن الاعتكاف سنة مؤكدة لكن على الكفاية

٢٥٤٤– عن : عائشة رضى الله عنها زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ : اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللهُ ثُمَّ اِعْتَكَفَ اَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهِ . رواه البخاري (١:٢٧١).

کہ عاشورہ کے دن روزہ رکھو، لیکن یہود کی مخالفت کرتے ہوئے اس سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد بھی روزہ رکھو۔ اسے احمد نے مسند میں روایت کیا ہے (نیل الاوطار)۔

ابواب الاعتکاف

باب اعتکاف سنت مؤکدہ علی وجہ الکفایہ ہے

فائدہ: یعنی اعتکاف سنت مؤکدہ ہے، لیکن ایک آدمی کے اعتکاف بیٹھ جانے سے محلہ کے تمام لوگوں سے ادا ہو جائے گا۔

۲۵۴۴- ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی وفات تک برابر رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے رہے اور آپ ﷺ کے بعد آپ کی آزواج مطہرات رضی اللہ عنہن اعتکاف کرتی تھیں۔ (بخاری)

فائدہ: حضور ﷺ کی مواظبت سے اعتکاف کا سنت مؤکدہ ہونا معلوم ہوتا ہے، اسی طرح آپ ﷺ کا اعتکاف کرنا تو منقول ہے، لیکن آپ ﷺ کے زمانے میں صحابہ کا اعتکاف منقول نہیں اور اسی طرح آپ ﷺ کے بعد تمام صحابہ بھی اعتکاف نہیں بیٹھے، اس سے اعتکاف کا سنتِ کفایہ ہونا معلوم ہوتا ہے، باقی حضور ﷺ کا ایک سال کے اعتکاف کی قضاء کرنا استحباب پر محمول ہے۔ نیل الاوطار میں ہے کہ اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں کہ اعتکاف غیر واجب ہے البتہ اعتکاف منذور واجب ہے۔

باب اشتراط الصوم و مسجد الجماعة للاعتكاف و ما يحرم فيه

٢٥٤٥– حدثنا : وهب بن بقية أنا خالد عن عبد الرحمن يعنى ابن إسحاق عن الزهرى عن عروة عن عائشة رضى الله عنها قالت : اَلسُّنَّةُ عَلَى الْمُعْتَكِفِ اَنْ لَا يَعُوْدَ مَرِيْضًا وَ لَا يَشْهَدَ جَنَازَةً وَ لَا يَمَسَّ امْرَأَةً وَ لَا يُبَاشِرَهَا وَ لَا يَخْرُجَ لِحَاجَةٍ اِلَّا لِمَا لَا بُدَّ مِنْهُ وَ لَا اِعْتِكَافَ اِلَّا بِصَوْمٍ وَ لَا اِعْتِكَافَ اِلَّا فِيْ مَسْجِدٍ جَامِعٍ . رواه أبوداود (١:٣٤٢).

٢٥٤٦– عن : عائشة رضى الله عنها (مرفوعا) لَا اِعْتِكَافَ اِلَّا بِصِيَامٍ . رواه الحاكم فى المستدرك (كنز العمال ٤:٣١١) و سنده صحيح على قاعدة السيوطى المذكورة فى خطبة كنز العمال . و صححه السيوطى أيضا بالرمز فى الجامع الصغير (٢:١٧١).

باب اعتکاف کیلئے مسجد جماعت اور روزہ شرط ہے

۲۵۴۵-عائشہؓ فرماتی ہیں کہ سنت یہ ہے کہ معتکف نہ کسی مریض کی عیادت کو جائے، نہ نماز جنازہ کے واسطے مسجد سے باہر جائے، نہ شہوت کے ساتھ عورت کو چھوئے، نہ اس کے ساتھ مباشرت کرے اور غیر ضروری حاجت کے لئے بھی مسجد سے باہر نہ نکلے، ہاں ضروری حاجت کے لئے مسجد سے باہر جاسکتا ہے اور اعتکاف بغیر روزے کے درست نہیں اور اعتکاف صرف جامع مسجد میں ہی درست ہے (ابوداود)۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ روزہ اعتکاف کے لئے شرط ہے اور عائشہؓ کا سنت کا لفظ بولنا اس کے مرفوع ہونے کی دلیل ہے اور لفظ سنت، واجب اور سنت مصطلحہ کے درمیان مشترک ہے اور معتکف کے لئے سنتِ صوم کا ذکر کرنا مس اور خروج من المسجد کے ذکر کے ساتھ اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں مراد واجب ہے، یعنی روزہ اعتکاف کے لئے ضروری اور شرط ہے اور باقی نیل الاوطار میں ابن عباسؓ سے یہ جو مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ معتکف پر روزہ نہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابن عباسؓ کی حدیث مبیح ہے اور عائشہؓ کی حدیث محرم ہے اور اصول یہ ہے کہ تعارض کے وقت محرم کو ترجیح دی جاتی ہے۔

فائدہ: یعنی قضائے حاجت کے لئے باہر جاسکتا ہے اور جامع مسجد سے مراد وہ مسجد ہے جہاں پنج وقتہ نماز باجماعت ہوتی ہو۔

۲۵۴۶-حضرت عائشہؓ سے مرفوع حدیث مروی ہے کہ اعتکاف بغیر روزے کے درست نہیں۔ اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے۔ (کنز العمال) اس کی سند سیوطی کے قاعدہ پر صحیح ہے اور جامع صغیر میں سیوطی نے اشارۃً اسے صحیح بھی کہا ہے۔

باب جواز طرح الفراش فی المسجد للمعتکف

۲۵۴۷– عن : ابن عمر رضی اللہ عنہما : أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ إِذَا اِعْتَکَفَ طُرِحَ لَہٗ فِرَاشُہٗ أَوْ یُوْضَعُ لَہٗ سَرِیْرُہٗ وَرَاءَ أُسْطُوَانَۃِ التَّوْبَۃِ . رواہ ابن ماجۃ و رجالہ ثقات (نیل ۴:۱۴۷)

باب ضرب الخباء للمعتکف فی المسجد

۲۵۴۸– عن : عائشۃ رضی اللہ عنہا ، قالت : کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ یَعْتَکِفَ صَلَّی الْفَجْرَ ثُمَّ دَخَلَ مُعْتَکَفَہٗ وَ إِنَّہٗ أَمَرَ بِخِبَاءٍ فَضُرِبَ لَمَّا أَرَادَ الْاِعْتِکَافَ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ . الحدیث (رواہ مسلم ۱:۳۷۱).

باب مسجد میں معتکف کے لئے بستر بچھانا جائز ہے

۲۵۴۷-ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب اعتکاف بیٹھتے تو آپ ﷺ کے لئے اسطوانۃ التوبہ کے پیچھے بستر بچھایا جاتا یا چار پائی رکھی جاتی۔اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں (نیل الاوطار)۔

باب مسجد میں معتکف کے لئے چھوٹا خیمہ لگانا

۲۵۴۸-حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اعتکاف کرنے کا ارادہ فرماتے تو فجر کی نماز پڑھ کر اپنی اعتکاف کی جگہ میں داخل ہو جاتے،ایک مرتبہ آپ ﷺ نے (مسجد میں) خیمہ لگانے کا حکم فرمایا تو جب آپ ﷺ نے رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کا ارادہ کیا تو خیمہ لگا دیا گیا (مسلم)۔

فائدہ: ائمہ اربعہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ اکیسویں کی رات بھی اعتکاف میں داخل ہے،اس لئے حدیث مبارکہ میں فجر کی نماز پڑھ کر معتکف میں داخل ہونے سے مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ مسجد میں تو رات کی ابتداء ہی سے داخل ہو جاتے،البتہ تخلی کے لئے صبح کی نماز کے بعد اپنے خیمے میں داخل ہو جاتے،یا یہ مراد ہے کہ آپ ﷺ بیسویں کی صبح ہی کو مسجد میں چلے جاتے۔

بحمد اللہ نویں حصہ کا ترجمہ تکمیل کو پہنچا (بروز جمعہ-۶ محرم الحرام-۱۴۲۰ھ)۔

نعیم احمد

جامعہ خیر المدارس،ملتان،پاکستان۔
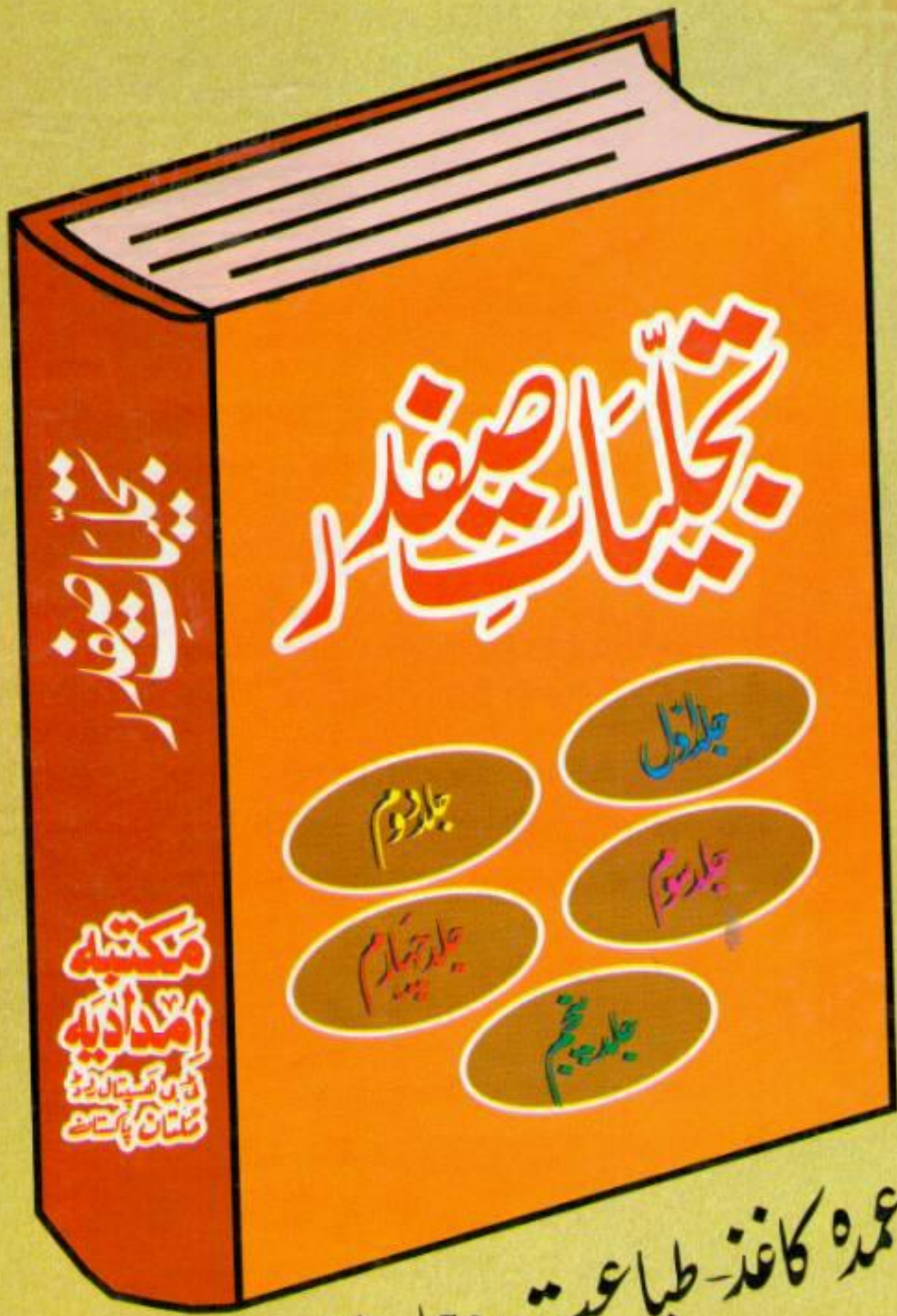
تجلیاتِ صفدر
جلد اول
جلد دوم
جلد سوم
جلد چہارم
جلد پنجم
تجلیاتِ صفدر
مکتبہ امدادیہ
عمدہ کاغذ- طباعت وجلد بندی